دیمک زدہ محبت

صائمہ اکرم چوہدری

صائمہ اکرم چوہدری کا انتہائی خوبصورت اور خواتین میں مقبول ناول

دیمک زدہ محبت

(ڈائجسٹ کی کانٹ چھانٹ کے بغیر مکمل ناول)

صائمہ اکرم چوہدری

''وہ بہت خوبصورت، سرسبز، خوشنما اور سرخ گلابوں سے ڈھکی ایک وادی تھی۔تاحد نگاہ ہریالی اور پس منظر میں سرسبز و شاداب پہاڑوں پر خوردرو پھول ایسے لگ رہے تھے جیسے کسی نے آسمان سے ستارے توڑ کر وہاں ٹانک دیے ہوں۔۔۔

''اس خوبصورت اور دل آویز وادی میں وہ چاندی کے جسم والی لڑکی سفید رنگ کے پریوں کے لباس میں آسمان سے اتری کوئی حور لگ رہی تھی۔وہ اس قدر دلکش اور حسین دکھائی دے رہی تھی کہ اُس پر نظر ٹھہرانا دشوار ہو رہا تھا۔وہ اپنے دونوں بازو پھیلائے آسمان سے گرنے والی پھوار کو اپنی ہتھیلیوں پر محسوس کر رہی تھی۔اُسے اچانک کچھ ہوا اور اُس نے وادی میں موجود تتلیوں کے ساتھ رقص کرنا شروع کر دیا۔دیکھتے ہی دیکھتے اُس کے رقص میں کسی پہاڑی چشمے کی سی دیوانگی اور تیزی آ گئی۔اُس کا جسم اس کے اختیار میں نہیں رہا۔وہ خود کو روئی کے گالوں سے بھی ہلکا محسوس کر رہی تھی۔فخر و غرور کی لہریں اس کے پورے وجود کا احاطہ کر چکی تھیں۔''

''ایک دم ہی منظر بدلا۔۔۔اُس چاندی کے جسم والی لڑکی کا پاؤں پھسلا اور وہ خود کو بہت بلندیوں سے نیچے پستیوں میں گرتا ہوا دیکھ رہی تھی۔اُس نے سخت خوفزدہ نظروں سے زمین کی پستیوں کو دیکھا جو اس کا مقدر بننے والی تھیں۔وہ بڑی قوت سے بے تحاشا کیچڑ اور غلاظت سے بھری زمین پر گری۔اُس کا سارا وجود زلزلوں کی زد میں آ گیا تھا۔اُس نے گہرا سانس لے کر اپنے چٹختے ہوئے اعصاب کو سنبھالنے کی ناکام کوشش کی۔وہ اب آنکھ کی پتلیوں کو گھما کر اپنے اردگرد پھیلی تیرگی اور فضا میں پھیلی بدبو کو محسوس کر رہی تھی۔اُسے اپنے کیچڑ زدہ جسم سے گھن آ رہی تھی۔اُس نے ہاتھ بڑھا کر اپنے جسم کو ٹٹولا تو خوف کی ایک سرد لہر نے اُس کے وجود کو لپیٹ میں لے لیا۔

اُسے محسوس ہوا کہ بہت سے حشرات الارض اُس کے وجود سے چمٹے ہوئے ہیں اس نے سانس روک کر ایک عجب دیوانگی سے ایک پتنگے نما چیز کو کھینچا تو اُسے یہ دیکھ کر دھچکا لگا کہ وہ ایک مردہ پتنگا تھا۔اُس کی آنکھیں تیرگی سے مانوس ہوئیں تو اُسے احساس ہوا کہ اُس کا سارا ہی جسم ان مردہ پتنگوں کے لباس سے ڈھکا ہوا تھا۔خوف، وحشت اور سراسیمگی کے عالم میں اُس نے اپنے چہرے کو ٹٹولا تو اُسے اپنی رگوں کو خوف سے منجمد کر دینے والی انہونی کا احساس ہوا۔

اسی وقت اُسے ادراک ہوا کہ وہ کسی گہری کھائی میں گری ہوئی ہے اور اوپر سے آنے والی ہلکی سی روشنی کی لکیر کے ساتھ ہی اُس نے سیلن زدہ دیوار کے پاس گرا شیشے کا ٹکڑا دیکھا تو اُس نے لپک کر اٹھا لیا۔اُس آئینے میں اپنا چہرہ دیکھتے ہی اُس کے منہ سے نکلنے والی چیخ بہت دلخراش اور بے ساختہ تھی۔

''اُس کے خوبصورت جسم کے اوپر ایک بوڑھی مادہ گدھ کا بدصورت چہرہ سجا ہوا تھا۔۔۔''

بہت ہی خوفناک۔عجیب اور دل دہلا دینے والے خواب کے زیر اثر اُس کی آنکھ کھلی۔اُس نے مضطرب و متوحش آنکھوں سے اپنے کمرے میں کسی نادیدہ شے کو تلاش کرنا چاہا۔کمرہ بالکل خالی تھا اور زیرو واٹ کے بلب کی روشنی میں اس نے فوراً اٹھ کر سنگھار میز کے سامنے کھڑے ہو کر اپنا چہرہ دیکھا۔۔۔ایک پرسکون سی سانس اُس نے فضا میں خارج کی۔

اُس کے وجود کے اوپر اس کا اپنا ہی چہرہ تھا جو اس وقت پسینے سے تر، وحشت زدہ اور خوف میں ڈوبا ہوا تھا۔ اُس نے اپنے منہ پر ہاتھ پھیر کر ایک دفعہ پھر خود کو یقین دلایا۔ وہ اب عجیب دیوانگی کے عالم میں اپنے کپڑوں کو جھٹک رہی تھی۔ اُسے لگا تھا کہ کہیں کوئی ایک آدھ مرا ہوا پتنگا اس کے وجود کے ساتھ چمٹا ہوا نہ رہ گیا ہو۔ اس وقت رات کے دو بج رہے تھے۔ باہر سیاہ رات کے ہولناک سناٹے میں جھینگروں کے بولنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔

''لیکن اُسے نہ جانے کیوں یہ وہم لاحق ہو گیا تھا کہ وہ بوڑھی گدھ کہیں آس پاس ہی ہے۔ اس خیال نے اُسے ایک دفعہ پھر بے چین کر دیا۔۔۔''

☆ ☆ ☆

''اُس نے کہیں پڑھا تھا کہ محبت بالکل کسی خود کش بمبار کی طرح انسان پر حملہ کرتی ہے اور سکینہ اللہ دتا کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ محبت نے بالکل ایسے ہی خود کش بمبار کی طرح اُس پر حملہ کر کے اُس کے سارے وجود کے پرخچے اڑا دیے تھے۔۔۔''

سکینہ اللہ دتا نے خود اپنی ذات کو ذرّوں کی صورت میں فضا میں بکھرتے ہوئے دیکھا، کئی لمحوں تک تو اُسے اپنی بصارت پر یقین نہیں آیا۔ اُسے لگا کہ وہ اب کبھی بھی اپنے وجود کو یکجا نہیں کر پائے گی۔ اسی احساس نے بے بسی کا دھواں اُس کے اردگرد پھیلا دیا۔ بے چارگی کے احساس کے ساتھ ہی اُس کی آنکھیں پانیوں سے بھر گئیں۔۔۔

''وہ اماوس کی کوئی رات تھی۔۔۔ جب اُس نے ہسپتال کے کمرے کی کھڑکی سے ایک آکاس بیل کو برگد کے بوڑھے درخت پر چڑھتے دیکھا۔ خوف کی ایک فطری سی لہر نے بڑی سرعت سے اُس کے ذہن و دل میں بسیرا کیا۔۔۔''

سکینہ اللہ دتا کی زندگی میں اُداسی کا اپنا ایک مضبوط کردار تھا۔ وہ تنہائیوں کے قبیلے کا ایک ایسا فرد تھی جس کی زندگی میں بس کرب واندوہ اور ہجر کے موسموں کا بسیرا تھا۔ اُس کی زندگی میں بے شمار حبس بھری شامیں تھیں جو زندگی میں کبھی کبھار اس قدر وحشت کے رنگ بھر دیتی کہ سانس تک لینا محال ہو جاتا۔۔۔

''اماں، آج میری سہیلی چڑیاں اتنی خاموش کیوں ہیں۔۔۔؟؟؟'' اُس کی دل کی اُداسی لفظوں میں ڈھل کر تسبیح کرتی جمیلہ مائی کی سماعتوں تک پہنچی۔

''اے چنگا (اچھا) اے پتر، روز رولا (شور) بھی تو اتنا ڈالتی ہیں، کن (کان) کھا جاتی ہیں۔'' جمیلہ مائی نے پیشانی پر ہاتھ مار کر بیٹی کا زرد چہرہ تشویش سے دیکھا۔ وہ نہ جانے کیوں صبح سے اتنی بیزار تھی۔ شاید موسم ہی گھٹا گھٹا اور حبس میں لپٹا ہوا تھا۔۔۔ اس لیے انار کے درخت پر بیٹھیں ساری چڑیاں بھی مغموم تھیں اس لیے لان میں خاموشی کا راج تھا ورنہ عام دنوں میں وہ اتنا شور مچاتیں کہ کمرے کے مکینوں کا بات کرنا دشوار ہو جاتا۔ تنگ آ کر جمیلہ بی بی ایک لمبا چکر کاٹ کر کمرے کے پچھلے لان میں ان کو بھگانے کے لیے جاتیں اور یہ کام ان کو دن میں کئی دفعہ کرنا پڑتا۔ پھر ہسپتال میں کام کرنے والے ایک مہربان سے وارڈ بوائے نے ان کو ایک لمبا سا مولا بخش لا کر دیا جسے وہ کھڑکی کی سلاخوں سے نکال کر ان شرارتی

چڑیوں کو دن میں کئی دفعہ بھگایا کرتی تھیں۔''

''کی ہویا میری دھی رانی کو کیا بہت درد ہے۔۔۔؟؟؟'' اماں نے بے چینی سے اٹھ کر اُس کا زرد نڈھال چہرہ دیکھا وہ کھڑکی کے باہر املتاس کے درخت پر نظریں جمائے بیٹھی تھی۔ اس کو فیزیو تھراپسٹ ابھی ابھی ایکسرسائز کروا کے گئی تھی۔ اس لیے تھکن اُس کے سارے وجود سے عیاں تھی۔

''ہاں اماں ٹانگوں میں تو آج جان ہی نہیں رہی، لیکن یہ درد بھی لگتا ہے کہ اب عمر بھر کا ساتھ بن گیا ہے۔'' اُس کے چہرے پر ایک بے بس کر دینے والی مسکراہٹ تھی۔ اُس کی اس بات کا اماں کے پاس کوئی جواب نہیں تھا وہ اس معاملے میں خود بھی لاچار تھی۔

''چل چھڈ ساری گلاں (باتیں)، لے ہم ماں دھی بیٹھ کر دیسی گھی کی پنجیری کھاتے ہیں۔۔۔'' اماں اس کے بستر کے نیچے رکھے لوہے کے ٹرنک سے اسٹیل کا ڈبہ نکال کے لے آئی اور سکینہ کو پتا تھا کہ اس کی بھولی ماں صرف اور صرف اس کا دھیان بٹانے کی خاطر دن میں ایسی کئی معصومانہ حرکتیں کرتی ہے۔

''پتا ہے پتر اے نال والی مائی مینوں پوچھ رہی سی کہ تساں نوں کیویں بیت المال والوں نے اس سرکاری ہسپتال دا پرائیوٹ کمرہ دے دیتا۔ آکھدی سی (کہتی تھی) اتی تے بہت وڈے آفیسراں کولوں منتیں تر لے کروائے۔ فیر کسی نے ساڈی گل تے کن دھرے۔ (ساتھ والی خاتون مجھ سے پوچھ رہی تھی کہ تمہیں کیسے سرکاری ہسپتال کا پرائیوٹ کمرہ مل گیا، ہم نے تو بڑے آفیسروں سے سفارشیں کروائیں پھر کسی نے ہماری بات سنی) ''سکینہ نے اماں کا سادہ اور بے ضرر سا چہرہ غور سے دیکھا۔ وہ پچھلے آٹھ سالوں سے اُس کے ساتھ مختلف ہسپتالوں کے دھکے کھاتی آرہی تھی لیکن اس نے ان کے منہ سے کبھی مایوسی یا شکوے کا ایک لفظ نہیں سنا تھا۔

''پھر تو نے کیا، کہا۔۔۔؟؟؟؟'' اماں کتنی کمزور ہوگئی ہے اُس کے ذہن میں ابھی ابھی خیال اُبھرا۔

''میں آکھیا، میری سکینہ ماشاءاللہ پوری نوجماعتاں پڑھی اے۔'' اماں کے چہرے پر ہلکی سی فخر کی جھلک سکینہ کے چہرے پر مسکراہٹ لانے کا سبب بن ہی گئی جب کہ اماں اُس کو مسکراتے دیکھ کر مزید جوش سے بولی'' میں انوں دسیا (بتایا) میری نمانی دھی نے دسویں دا امتحان دینا سی کہ بیماری دے گیڑے وچ آ گئی۔ پورے آٹھ وریاں (سال) توں انئی ہسپتالاں دیاں روٹیاں کھارے آں، فیر وی سوہنے رب دا شکرا ے کہ دے ریا اے۔''

''تو نے اُسے کہا، کیا، اصل بات بتا۔۔۔؟؟؟'' سکینہ نے پنجیری زبردستی حلق میں پانی کے ساتھ انڈیلتے ہوئے جھنجھلاہٹ سے دیکھا، جو نظریں چرا رہی تھیں۔ اُسے اندازہ تھا کہ اماں نے اُسے کیا کہانی سنائی ہوگی۔ اس بات نے اس کے حلق تک کڑواہٹ بھر دی۔

''لو دسّو میں نے اُسے کیا بتانا تھا۔ جو صحیح گل تھی دس دیتی۔۔۔'' وہ گال پر انگلی رکھ کر تھوڑا سا ہکلائیں۔

''اماں ہزار دفعہ سمجھایا ہے کہ سب کو یہ داستان نہ سنانے بیٹھ جایا کر۔ کہ ہمیں لہور والوں نے جواب دے دیا تو سکینہ نے بیت المال کے آفیسروں کو ایک درد بھرا خط لکھا انہوں نے اُس خط کے جواب میں خود گڈی (گاڑی) بھیج کر لاہور سے اسلام آباد بلوایا اور یہاں داخل کروا کے سارا خرچہ بھی اٹھانے کا اعلان بھی کر دیا۔'' ناراضگی اُس کے لفظوں سے ہی نہیں ہر انداز سے چھلک رہی تھی۔ ایک بے نام سا اضطراب اُس کے انگ انگ

میں چٹکیاں بھر رہا تھا۔

''لے تو اس وچ کیڑی (کون سی) گل غلط اے۔'' اماں نے ناک پر انگلی رکھ کر سخت تعجب بھرے انداز سے اپنی لاڈلی دھی کا بیزار چہرہ دیکھا۔

''اماں بات غلط یا درست ہونے کی نہیں، یاد نہیں اُس آفیسر نے سختی سے منع کیا تھا کہ یہ بات کسی کو نہیں بتانی کیونکہ چنگے بھلے لوگ دوسروں کا حق مارنے کے لیے پھر ان کے پاس آنے لگتے ہیں۔ پر تجھے یہ بات سمجھ نہیں آتی، جو پوچھتا ہے ساری داستاں الف سے ی تک ڈھکن کھول کے سنانے بیٹھ جاتی ہے۔'' وہ ناخنوں سے میز کی سطح کھرچتے ہوئے بیزاری سے بولی تھی۔

''لے پتر میں ٹھہری سکھر کے پنڈ کی سادہ لوکی، مجھ سے یہ ہیر پھیر والی گلاں نہیں ہوندیاں۔ رب سوہنے نے سچ بولنے کا حکم دیا ہے۔ میتوں بس اتناں پتا اے۔'' اماں کی بے نیازی عروج پر تھی۔ سکینہ نے ناراضگی سے منہ پر دوپٹہ ڈال لیا۔

''آئے ہائے، اب یہ منہ پھلا کے کیوں لمی (لیٹ) پے گئیں اے۔ چل چھڈ، اٹھ میری دھی، وضو کر، نماز دا ویلا (وقت) ہو گیا اے۔'' جمیلہ مائی کی جان اپنی اکلوتی دھی میں اٹکی رہتی تھی۔ جسے اس نے شادی کے سترہ سال تک دعائیں مانگ مانگ کر رب سے لیا تھا۔

''اماں کبھی کبھی میں سوچتی ہوں۔۔۔'' اُس نے دوپٹہ منہ سے ہٹا لیا۔ اماں کی سانسیں بحال ہو گئیں۔ ''جس عمر میں الھڑ بالی لڑکیاں چوری چوری خواب بننا شروع کرتی ہیں، میری قسمت میں اللہ نے اُس عمر میں ہسپتال کے پھیرے کیوں لکھ دیے۔۔۔؟؟؟'' سکینہ کی بات پر جمیلہ مائی کے چہرے پر پھوٹتی مسرت گویا فضا میں تحلیل ہو گئی۔

''پتر، ہزار واری سمجھایا اے کہ اللہ سوہنے نال شکوہ نئیں کر دے۔۔۔'' وہ ناراض ہوئیں۔

''اماں یہ شکوہ نہیں ہے، میں تو بس یونہی تجھ سے بات کر رہی ہوں۔۔۔'' اُس کی بات پر اماں نے بے یقینی سے اُس کا چہرہ دیکھا لیکن چپ رہی۔

''دیکھ ناں اماں، میں ہنستی کھیلتی سکول جاتی تھی، اپنی گڑیا کی شادی ریشماں کے بے سوادے گڈے کے ساتھ کرتی تھی۔ سکول میں والی بال کی نمبرون کھلاڑی تھی۔ مس صغراں کہتی تھی کہ سکینہ کے اندر پارہ دوڑتا ہے۔ مجھے کیا پتا تھا کہ ایک رات چڑھنے والا بخار میرے سارے خواب جلا دے گا۔ دیکھ اماں میرے ہاتھ میں تو اب کوئی بھی محبت کی تتلی اور چاہت کا جگنو نہیں رہا۔۔۔'' اُس نے اپنی خالی مٹھی کھول کر دکھائی۔ سکینہ کی آواز اور الفاظ کے ساتھ اماں کا دل کٹ رہا تھا۔

''پھر میری کمر پر نکلنے والے اس ٹب (کوہان) نے تو میری حیاتی کو بھی ٹیڑھا کر دیا، یاد ہے ناں پنڈ میں سارے بچوں نے کتنا شور مچایا تھا کہ سکینہ کبڑی مائی بن گئی ہے۔ اب اسے بھی دانے بھوننے والی بھٹی پر بیٹھا دو، جیسے شیداں کبڑی دانے بھونتی ہے یہ بھی یہی کام شروع کر دے۔۔۔'' سکینہ پر آج کافی دنوں کے بعد قنوطیت کا دورہ پڑا تھا۔ اُس کی سانولی رنگت متغیر ہو کر سیاہ لگنے لگی تھی۔ اُس نے کھڑکی کے پاس گری تتلی کو اٹھایا جو نہ جانے کیسے پرواز کی طاقت کھو بیٹھی تھی اور اب نڈھال ہو کر زمین پر گر پڑی تھی۔ اُس کے ساتھ بھی تو ایسا ہی تو ہوا تھا۔

''نی کیو، اڈاں (ایسی) دیا گلاں کردی اے سکینہ، نہ میری جند، مایوس نئیں ہوندے، سوہنا رب ناراض ہو جاندا اے۔ چل اٹھ، میں تسلے وچ پانی لیاندی آں، میری دھی نماز پڑھ کر کے مینوں سورہ رحمٰن سنائے گی، ہے ناں۔۔۔'' اماں کی محبت پر اُسے کبھی شبہ نہیں تھا۔ اُن کو خوش کرنے کے لیے اُس نے مسکرانا چاہا لیکن آنکھوں سے بہنے والے پانی نے سارا بھرم توڑ دیا

''اماں یاد ہے آج کون سی تاریخ ہے۔۔۔؟؟؟؟'' سکینہ کے گلے میں بے شمار آنسو اٹکے۔

''ہاں میری جند جان۔۔۔'' اماں نے نظریں چرائیں لیکن خاموش رہی۔

''آج بارہ مارچ ہے اماں۔۔۔'' جمیلہ مائی نے دہل کر کیلنڈر دیکھا وہ کالی سیاہ رات کیسے بھول سکتی تھی جس کے اندھیروں نے اس کی اور اللہ دتا کمہار کی بٹی کے سارے اجالے نگل لیے تھے۔ وہ رات جب وہ دونوں سکینہ کو لے کر دو بجے سرکاری ہسپتال کی ایمرجنسی میں بھاگے تھے اور وہاں کوئی ڈاکٹر نہ پا کر ان کے دلوں پر ایک دم سے ہی کوئی بلڈوزر چلا تھا۔ اُس رات سے شروع ہونے والا سفر آٹھ سال سے جوں کا توں جاری تھا۔ رحیم یار خان، بہاولپور، ملتان، حیدر آباد اور لاہور سے اب وہ اسلام آباد میں تھے۔ اس سفر میں پہلے گھر بکا اور اُس کے بعد اللہ دتا کی آبائی زمین میں سے اُس کے حصے میں آنے والے دو بیگھے بھی ہاتھ سے نکل گئے۔ اب سکینہ کی کہانی بیت المال کے توسط سے چل رہی تھی۔

☆ ☆ ☆

کمرے کی کھڑکی پر بھاری سا پردہ پڑا ہوا تھا البتہ ایک انتہائی باریک درز سے روشنی کی ایک پتلی سی لکیر اندر آ رہی تھی۔ ویسے کمرے میں نیم سی تیرگی کا راج تھا۔ سکینہ نے نماز اور قرآن پڑھنے کے بعد اماں سے کہہ کر زرد بلب بند کروا دیا تھا۔ ویسے بھی اُسے ساٹھ واٹ کے اس بلب سے شدید چڑ ہوتی تھی۔ جو نہ تو کمرے میں روشنی کرتا تھا اور نہ ہی اُس کی زندگی میں۔ اس لیے اُسے ملگجے سے اُجالے کبھی بھی اچھے نہیں لگتے تھے۔

اگلی صبح نو بجے جیسے ہی ڈاکٹر خاور نے اُس کمرے میں قدم رکھا، مریضہ کے دل کی دھڑکنوں میں ایک ارتعاش سا برپا ہو گیا۔ اُسے سارے دن میں صرف نو بجے زندگی خوبصورت لگتی تھی جب ڈاکٹر خاور اُس کے کمرے کا راؤنڈ کرتے۔۔۔

سکینہ اللہ دتا نے کنکھیوں سے ڈاکٹر خاور کے چمکتے ہوئے سیاہ جوتوں کو دیکھا تھا۔ نظر اٹھا کر ان کی طرف دیکھنے کا اُسے یارا نہ تھا۔ وہ کچھ دنوں سے سبھی لوگوں سے نظریں چرانے لگی تھی۔ ڈاکٹر خاور اس کی فائل کو دیکھ رہے تھے انہوں نے اپنے ساتھ موجود جونیئرز کو انگلش میں کچھ کہا تھا۔ سکینہ کا سارا جسم ہی مجسم سماعت بنا ہوا تھا وہ سینے پر ہاتھ رکھے دل کی دھڑکنوں کو لاشعوری طور پر دبانے کی کوششوں میں مگن تھی۔ جیسے ہی ڈاکٹر خاور نے کمرے سے قدم باہر نکالا ہر چیز پر ایک پھیکا پن سا غالب آ گیا تھا۔ سکینہ نے بیزاری سے تکیے پر سر رکھ کر بازو اپنی آنکھوں پر تان لیا تھا۔ اُسے اب روشنی سخت بُری لگ رہی تھی۔

''سکینہ تم اپنی عمر سے بہت بڑی باتیں کرتی ہو۔۔۔'' اُس دن اُس کی فائل دیکھتے ہوئے ڈاکٹر خاور نے اچانک کہا تو وہ شکست خوردہ انداز میں مسکرا دی۔

''بس ڈاکٹر صاحب، آگہی کے عذاب نے عجیب گورکھ دھندے میں پھنسا دیا ہے۔ مجھے بہت جلد اس تلخ حقیقت کا ادراک ہو گیا تھا کہ

زندگی میرے لیے پھولوں کی سیج کبھی نہیں بنے گی۔۔۔"

"اچھے اچھے خواب دیکھا کرو سکینہ، خواب زندگی کو خوبصورت بناتے ہیں۔۔۔" انہوں نے اُس دن ایسے ہی مسکراتے ہوئے اُسے مفت مشورہ دیا تھا۔ ان کی بات پر ایک تلخ سی مسکراہٹ اس کے چہرے پر سج گئی تھی۔

"چھوڑیں ڈاکٹر صاحب اس بیماری کی بدنما حقیقت کے سورج کی تپش سے میرے سارے ہی خواب جھلس گئے ہیں۔"۔۔۔ بائیس سالہ سکینہ اللہ دتا کی آواز بوجھل اور مرطوب تھی۔ اُس نے ایسے چونک کر کہا تھا جیسے کسی گہری سوچ سے نکلی ہو۔ ڈاکٹر خاور کی باتیں اور جملے اُسے کبھی کبھی اتنی روشنی ضرور دے دیتے تھے کہ وہ کم از کم کھل کر سانس لے لیتی تھی، لیکن آج کل ٹانگوں کا بڑھتا ہوا درد اُسے بیزار کر رہا تھا تو دل میں اٹھتی انوکھی خواہش نے اُس کے ہاتھ پیر پھلا رکھے تھے۔ وہ دل کے اندر مچلتے جذبات کی آوازوں سے گھبرا کر آنکھیں بند کر لیتی اُسے خوف تھا کہ کوئی ان اندر کی سرکش آوازوں کو سن نہ لے۔

"اماں اس کھڑکی کا پردہ ہٹا دو ورنہ میرا دم نکل جائے گا۔۔۔" اُس کے حلق سے عجیب سی پھنسی پھنسی سی آواز نکلی تھی۔ دل ہی دل میں درود شریف پڑھتی جمیلہ مائی نے لپک کر پردہ ہٹایا تو ساتھ ہی روشنی کا ایک بدتمیز سا طوفان کمرے میں داخل ہو گیا تھا۔

"میری دھی رانی کی طبعیت ٹھیک اے۔۔۔؟" اماں نے سخت فکرمندی سے اُس کا ماتھا چھو کر حدت کو محسوس کیا تو اچھی خاصی پریشان ہو گئی۔

"پتر، تینوں تے لگدا اے کہ اچھا خاصا تاپ ہے، میں نرس نوں بلا کر لیاندی آں۔۔۔" انہوں نے ہاتھ میں پکڑی تسبیح بڑی عقیدت کے ساتھ الماری کے اوپر رکھی اور باہر کی طرف قدم بڑھائے۔ اُسے باہر جاتے دیکھ کر وہ استہزائیہ انداز میں مسکرائی۔

"اماں، مان لے اس عشق کے تاپ کا کوئی علاج نہیں، دنیا کا کوئی پانی، کوئی دوائی، کوئی محلول اس آتش کو نہیں بجھا سکتی۔۔۔" وہ چاہتے ہوئے بھی اماں کو یہ نہیں کہہ سکی تھی۔ اماں کے باہر نکلتے ہی اس نے بمشکل کہنیوں کے بل اٹھ کر سامنے دیوار پر لگے شیشے میں جھانکا۔ اس شیشے کو لگانے کے لیے اُسے اماں کے ساتھ اچھی خاصی جنگ اور پورا ایک دن بھوک ہڑتال کرنا پڑی تھی۔ تب جا کر اماں نے کسی نرس سے سیل میں سے پورے دو سو روپے کا آئینہ منگوا کر دیا۔ اگلے پورے دو دن اماں کا پارہ ہائی رہا۔

اُس نے سامنے لگے آئینے میں اپنا بستر پر پڑا وجود دیکھا اور ہمیشہ کی طرح مایوسی کا شکار ہوئی۔ ویسے تو شاید اُس کا قد پانچ فٹ تک ہوتا لیکن کچھ سال پہلے اس کی کمر پر ابھرنے والی کوہان اور کوئی جسمانی سرگرمی نہ ہونے کی وجہ سے وزن خاصا بڑھ گیا تھا جس کی وجہ سے وہ چار فٹ کے قریب لگتی تھی۔ سانولی رنگت، چھوٹی چھوٹی آنکھیں، موٹی سی ناک اور دونوں ہونٹوں کی بناوٹ میں بھی فرق تھا۔ اس وجہ سے اس کا مجموعی تاثر بڑا عجیب سا پڑتا تھا۔۔۔

لوگوں کی ایسی استہزائیہ نظریں اُس کا پوسٹ مارٹم کرتیں کہ سکینہ کا دل کرتا کہ زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔ لوگوں کے بے رحم، تلخ جملے اس قدر دل دکھاتے تھے کہ وہ کئی راتیں ان کی تکلیف کی وجہ سے سو نہیں پاتی تھی۔۔۔

"اماں اس کو تو ایک سو دو بخار ہے۔۔۔" نرس نے تھرمامیٹر اُس کے منہ سے نکال کر اطلاع دی تھی۔ اُس کے چہرے پر قابل رحم تاثرات

دیکھ کر سکینہ نے دانستہ آنکھیں بند کر لی تھیں۔ وہ شاید نئی اس وارڈ میں آئی تھی اس لیے سکینہ کی ہسٹری سے ناواقف تھی۔

''اماں یہ تیری بیٹی کی کمر کا کُب (کوہان) کیا پیدائشی ہے۔۔۔؟؟؟'' نرس کے لہجے سے جھلکتا تجسس سکینہ کے لیے سخت کوفت کا باعث بنا تھا۔

''ناں پتر ناں، میری سکینہ تو ماشاءاللہ چنگی بھلی صحت منداور اللہ نظر بد سے بچائے اپنے اسکول کی ساری کھیڈوں (کھیلوں) میں حصہ لیتی تھی۔۔۔'' اماں بھی ایک دفعہ پھر شروع ہوگئی تھی۔ سکینہ کو اماں کی سادہ دلی بڑی جھنجھلاہٹ میں مبتلا کرتی تھی لیکن اب کافی عرصے سے اُس نے اس کا اظہار کرنا چھوڑ دیا تھا۔

''لے مائی نظر تو لگ گئی، اور کیسے لگتی ہے۔۔۔؟؟؟'' نرس گال پر انگلی رکھ کر بڑے منہ پھٹ انداز سے بولی تھی اس کی بات پر اماں کے چہرے پر رنجیدگی کی گہری تہہ نمودار ہوئی تھی۔

''ہاں میری دھی نوں لگدا اے نظر ای لگ گئی اے۔۔۔'' انہوں نے ہوکا بھرا ''اچھی خاصی تھی دھی رانی، ایک رات ایسا تاپ (بخار) چڑھا کہ کاکی کو کانبا (کپکپی) چڑھ گیا۔ بڑے ہسپتال میں لے کر گئے، تاپ تھا کہ اترنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ پھر آہستہ آہستہ کمزوری بڑھتی گئی اور کمر پر یہ پہاڑ سا بنتا گیا۔ ڈاکٹر پتا نہیں کون سی اوکھی سی بیماری کا نام بتاتے ہیں جو میری دھی کو گھن کی طرح چاٹ گئی پھر بھی میرے مولا کا شکر ہے کہ چل نہیں سکدی۔ پر لیٹ تے سکدی اے۔ بیٹھ تے سکدی اے۔۔۔'' جمیلہ مائی کے لہجے میں چھپی عاجزی اور شکر گذاری اس نرس کے لیے بڑی حیران کن تھی۔

''ہیں خالہ واقعی۔۔۔ تیری دھی پہلے بالکل ٹھیک تھی۔۔۔'' نرس کو سخت تعجب ہوا تھا۔

''لے میں کوئی جھوٹ بول رہی آں۔۔۔'' جمیلہ مائی نے تھوڑا سا برا منایا۔ ''میری سکینہ نے سوہنے رب کی نوازش سے پورے چودہ ورے (سال) ٹھیک ٹھاک گذارے۔ سکول جاتی تھی کھیلتی تھی سارے کام کاج کرتی تھی میری دھی۔۔۔'' ان کے لہجے میں ہلکا سا فخر جھلکا تھا۔

''بس جی اللہ کی آزمائش ہے۔ مولا ایسی آزمائش سے سب کو بچائے اور اس بچی کو بھی تندرستی دے۔۔۔'' اُس نرس کی دلچسپی اچانک ہی اس سے ختم ہوگئی۔ ''آ جاؤ مائی میرے ساتھ میں وڈے ڈاکٹر صاحب سے بخار کی دوائی لکھوا دوں۔۔۔'' ان دونوں کے کمرے سے نکلتے ہی سکینہ نے اپنی آنکھوں سے بازو ہٹایا اور کھل کر سانس لیا۔

سکینہ اپنی زندگی کے گذشتہ چودہ سالوں کو کبھی نہیں بھلا سکتی تھی جب زمین اس کے قدموں کے نیچے تھی اور وہ زندگی کے سب رنگ ان کی دسترس میں تھے۔ پھر اچانک ہی اس کی زندگی کا کینوس بدل گیا اور اس میں کچھ بھدے رنگ نمودار ہوگئے اور وہ وقت کے ظالم شکنجے میں آ گئی۔ گذشتہ پانچ سالوں سے وہ علاج کی غرض سے لاہور کے کئی ہسپتالوں میں رہی جہاں اس کا پیلوس (Pelvis) کا اپریشن کرنے کے بعد ڈاکٹرز نے مزید علاج کرنے سے انکار کر دیا۔ اُس سمے سکینہ کو لگا کہ جیسے اُسے کسی نے اسفل نادر سے دھکا دے دیا ہو۔ ساری جمع پونجی ختم ہو چکی تھی۔ انہی دنوں اس نے بیت المال کو اپنی بیماری کی ساری تفصیل لکھ کر بھیجی اور پھر وہیں کہ ایک مہربان آفیسر کی مدد سے وہ لاہور سے اسلام آباد علاج کی غرض سے آ گئی

جہاں اس کا سارا علاج مفت تھا۔

''ہاں بھئی سکینہ، یہ بخار کیوں نہیں اتر رہا تمہارا۔۔۔؟؟؟؟'' اگلی صبح ڈاکٹر خاور نے اس کی رپورٹس دیکھتے ہوئے اپنی مریضہ سے خوشگوار لہجے میں پوچھا۔

''پتا نہیں، ڈاکٹر صاحب اندر کی تپش کم ہونے کا نام کیوں نہیں لے رہی۔۔۔'' ایک اداس سی مسکراہٹ سکینہ کے لبوں سے علیحدہ ہی نہیں ہو رہی تھی۔ وہ اس کی بات پر چونکے۔

''اوں ہوں۔۔۔ مایوسی والی کوئی بات نہیں چلے گی۔۔۔'' ان کے تنبیہی لہجے اور مسکراتی آنکھوں نے سکینہ کو بے بس کیا۔

''مجھے تو ویسی ہی سکینہ اچھی لگتی ہے جو پہلے دن پورے اعتماد کے ساتھ مجھ سے لڑ پڑی تھی کہ جب قرآن پاک میں ہے کہ سوائے موت کے ہر بیماری کا علاج موجود ہے تو آپ لوگ میرا علاج کیوں نہیں کرتے، یاد ہے ناں۔۔۔'' انہوں نے ہاتھ میں پکڑا بال پوائنٹ ہلکا سا اس کے سر پر مار کر شرارت سے یاد دلایا تھا۔ ان کے اس انداز پر وہ بے ساختہ ہنس پڑی۔

''جی یاد ہے، اُس پینل میں موجود سب ڈاکٹرز میں واحد آپ تھے جنہوں نے کہا تھا کہ میں سکینہ اللہ دتا کا کیس ہینڈل کروں گا۔۔۔'' وہ کیسے اس دن کا منظر بھول سکتی تھی جب سب لوگ مایوسی بھری باتیں کر رہے تھے ایسے میں چھے فٹ دو انچ کے مردانہ وجاہت سے مالا مال اسپائنل سرجن ڈاکٹر خاور نے کچھ امید کے جگنو اس کی مٹھی میں قید کیے تھے۔ وہ اپنی مقناطیسی کشش کی حامل بادامی آنکھیں جب کسی پر ٹکا دیتے تو مد مقابل بات کرنا بھول جاتا۔ گھنی سیاہ مونچھیں، کھڑی مغرور ناک، کشادہ پیشانی اور بے نیازی نے ان کی شخصیت کو ناقابل تسخیر سا بنا رکھا تھا۔

''جی جناب آپ کے اسی یقین اور اعتماد کے بل بوتے پر میں نے آپ کے علاج کا فیصلہ کیا تھا۔ آپ کا اللہ پر پختہ یقین اس سفر میں میرا زادِ راہ ہے۔ مجھے مکمل بھروسہ ہے کہ اللہ اتنی اچھی لڑکی کو کبھی مایوس نہیں کرے گا۔۔۔'' وہ واحد شخص تھے جو پورے ہسپتال میں اُسے سب سے زیادہ اہمیت دیتے تھے اُن کی اسی اہمیت اور توجہ کی وجہ سے وہ ایک پتنگ کی طرح آسمانوں پر اڑتی پھرتی تھی۔ وہ دل ہی دل میں اُن کے کہے جملوں کو ہزاروں دفعہ دہراتی کہ اُسے ازبر ہو جاتے۔

''کل جب میں آؤں تو یہ سب بخار وغیرہ غائب ہونا چاہیے۔۔۔'' وہ رکے اور ہلکا سا مسکرائے سکینہ کی دھڑکنیں بے ربط ہوئیں۔ وہ ایک ہوا کے جھونکے کی طرح کمرے سے نکلے تھے ان کے لباس سے اٹھنے والی نفیس سی بھینی بھینی خوشبو پورے کمرے میں رقص کرتی پھر رہی تھی۔ اُس پر چھائی مایوسی ایسے اڑی تھی جیسے ہوا کے ہلکے سے جھونکے سے زرگل اڑ جاتا ہے۔ اُس کے اندر موجود محبت کی تتلی نے عجب سرخوشی کے عالم میں گول گول چکر لگانے شروع کر دیے تھے۔

''جی ہاں۔۔۔!!!! اسی اللہ دتا کمہار کی اکلوتی بائیس سالہ کبڑی بیٹی کو مردانہ وجاہت سے مالا مال اسپائنل سرجن ڈاکٹر خاور سے محبت ہو گئی تھی۔۔۔''

☆ ☆ ☆

وہ سائیکلوجسٹ ماہم منصور کی زندگی کا ایک انتہائی منفرد، مشکل مگر دلچسپ کیس تھا۔۔۔

وہ جب پہلی دفعہ اپنی والدہ کے ساتھ اس کے پرائیوٹ کلینک میں آیا تو اس کی آنکھوں میں عجیب سی وحشت اور بے چارگی تھی۔ اُس کے پورے وجود پر قنوطیت کی دبیز تہہ چڑھی ہوئی تھی۔ بائیں ٹانگ پر دائیں ٹانگ رکھے وہ انتہائی اضطراری انداز سے اپنا دایاں پاؤں مسلسل ہلا رہا تھا جو اس کے اندرونی خلفشار کی بھرپور عکاسی کر رہا تھا۔ وہ عجیب سی خود فراموشی کی کیفیت میں مبتلا تھا۔ اُس نے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں سختی سے پھنسائی ہوئی تھیں۔

''ایسے آرٹسٹک ہاتھ تو مصوروں کے ہوتے ہیں۔۔۔'' ماہم کو اُس کے ہاتھ دیکھ کر پہلا خیال یہی آیا۔

''ہاں بھئی رامس کیسے ہو۔۔۔؟؟؟؟'' اُس کے بے تکلفانہ انداز پر بھی اس نے سپاٹ سے انداز میں بس سر ہلا کر جواب دیا تھا۔ بلیو جینز پر سفید شرٹ پہنے، بڑھی ہوئی شیو اور رف سے حلیے میں بھی اس کی شخصیت خاصی متاثر کن تھی۔ بریزے چکن کے ہلکے سرمئی رنگ کے سوٹ میں ملبوس اس کی ماں کشمیری حسن سے مالا مال تھی لیکن اس کے حسن میں ایک عجیب سا سوز تھا۔ وہ عمر کے اس حصّے میں بھی خوب غضب ڈھا رہی تھیں۔

''میرا بیٹا الیکٹریکل انجینیر ہے اور اس کی ساری ایجوکیشن انگلینڈ کے ٹاپ کلاس تعلیمی اداروں کی ہے۔۔۔'' اُس کی ماں نے علیحدگی میں اُسے بڑی رنجیدگی کے ساتھ معلومات فراہم کی تھیں۔ وہ اپنے بیٹے کی گذشتہ ہسٹری بتانے کے لیے ساتھ آئیں تھیں۔ ماہم نے پہلے انہی کو اندر بلوایا تھا۔

''میں بہت امید کے ساتھ آپ کے پاس آئی ہوں مجھے ڈاکٹر فیصل نے ڈاکٹر جواد سہیل کا بتایا تو پتا چلا کہ وہ تو امریکہ شفٹ ہو گئے ہیں لیکن ان کی بھانجی ان کا کلینک بہت کامیابی سے چلا رہی ہیں۔ اس لیے میں آپ کے پاس آئی ہوں۔۔۔'' ان کے انداز میں متانت اور سنجیدگی کا عنصر غالب تھا۔ ڈاکٹر جواد بہت زبردست سائیکاٹرسٹ اور ماہم کے ماموں تھے۔ اُس نے خود بھی ان سے بہت کچھ سیکھا تھا۔ وہ ایک سائیکلوجسٹ کی حثیت سے ان کے ہمراہ کام کرتی رہی تھی۔

''میں تو سوچ رہی تھی کہ آپ کوئی عمر رسیدہ خاتون ہونگیں لیکن آپ تو خاصی ینگ ہیں اور شاید میرے رامس سے بھی چھوٹی ہوں گی۔۔۔'' وہ خاتون حسین ہونے کے ساتھ ساتھ خاصی صاف گو بھی تھیں اس کا اندازہ ماہم کو ابھی ابھی ہوا تھا۔ وہ ان کے چہرے پر پھیلے تذبذب پر کھل کر مسکرائی۔

''ڈونٹ ووری آنٹی میں دیکھنے میں شاید انیس بیس سال کی لگتی ہوں، لیکن میری اصل عمر پچیس سال ہے۔ میری عمر کم سہی لیکن یقین کریں میری قابلیت پر کبھی کسی کو شبہ نہیں ہوا، میں نے خود بھی کلینکل سائیکلوجی میں ڈپلومہ امریکہ سے ہی کیا ہے اور اس کے علاوہ انکل جواد کی خصوصی اسسٹنٹ کے فرائض بھی تین سال سرانجام دیے ہیں۔ آپ انشاء اللہ مایوس نہیں ہوں گی۔'' ماہم کی زندگی میں یہ پہلا موقع نہیں تھا اس کے پاس آنے والے اکثر مریض اپنے سامنے اتنی کم عمری سائیکلوجسٹ کو دیکھ کر چونک جاتے تھے۔ اُس کی اس وضاحت پر وہ ہلکا سا مسکرائیں۔

''میرے میاں کا انتقال ہو چکا ہے اور میرے صرف دو بیٹے ہی ہیں۔ آج سے دو سال پہلے تک میں خود کو دنیا کی خوش قسمت خاتون سمجھتی تھی لیکن حالات اس طرح بھی پلٹا کھا سکتے ہیں، میرے گمان کی آخری سرحدوں پر بھی ایسا کچھ نہیں تھا۔'' اُن کی آنکھوں کے کنارے سرخ ہو رہے تھے۔ ماہم نے ان کو بولنے دیا۔

''رامس میرا چھوٹا بیٹا ہے اور چھبیس سال کی عمر میں اس نے وہ کامیابیاں حاصل کیں جو لوگ عمر کے آخری حصے میں حاصل کرتے ہیں، لیکن اب اُس کی حالت دیکھ کر یقین مانو کہ دل پھٹتا ہے۔ میں صرف اس کی وجہ سے انگلینڈ سے یہاں شفٹ ہوئی ہوں کیونکہ مجھے وہاں موجود ڈاکٹرز نے اسی چیز کا مشورہ دیا تھا۔'' اُن کی آنکھوں میں رنجیدگی ہلکورے کھا رہی تھی۔

''شوہر کے انتقال کا صدمہ اپنی جگہ لیکن اپنے اتنے خوبرو، جوان، ایجوکیٹڈ بیٹے کی حالت دیکھ کر میری راتوں کی نیندیں اڑ گئی ہیں۔ یہ تو اتنی نفیس طبیعت کا حامل تھا کہ ہلکی سی بو اس کے لیے ناقابل برداشت ہوتی تھی لیکن اب ایک گھنٹے میں اتنی سموکنگ کر جاتا ہے کہ سارا کمرہ دھواں دھواں ہو جاتا ہے۔ ساری ساری رات جاگتا ہے۔ اپنی ڈیڈی کی اذیت ناک موت نے اُس کی ساری زندگی کو ہی ڈسٹرب کر دیا ہے۔'' رامس کی والدہ کی آنکھ سے بہتی ہوئی نمی کی لکیر اب گالوں پر پھیل رہی تھی۔ ماہم نے انہیں گفتگو کے درمیان بالکل نہیں ٹوکا تھا۔ اُسے معلوم تھا کہ مریض کے رشتے دار روانی میں بے ربط باتیں کرتے ہوئے بھی بہت سی کام کی باتیں بتا جاتے ہیں۔

''ساری رات لائیٹیں جلا کر اسموکنگ کرتا رہتا ہے۔ کہتا ہے کہ تاریکی سے اُسے ڈر لگتا ہے۔ بعض دفعہ ایسی باتیں کرتا ہے کہ میں حیران رہ جاتی ہوں کہ یہ تو کبھی بھی ایسا نہیں تھا۔'' وہ ٹکٹکی باندھے اُس دلکش خاتون کو دیکھ رہی تھی جو پچھلے ایک گھنٹے سے مسلسل بول رہی تھیں۔ اُن کے ساتھ سیشن کر کے اس نے انہیں گھر بھیج دیا۔

ماہم کا رامس علی کے ساتھ پہلا سیشن بالکل بھی کامیاب نہیں رہا تھا۔ وہ اس کے ساتھ کوئی بھی تعاون کرنے کو تیار نہیں تھا۔ اس نے اپنے دو گھنٹے کے سیشن میں ماہم اور اس کی اسسٹنٹ کو زچ کر دیا تھا۔ وہ سپاٹ سے چہرے کے ساتھ بڑے نپے تلے انداز سے جواب دے رہا تھا لیکن یہ ماہم کی پروفیشنل زندگی میں کوئی پہلی دفعہ نہیں ہوا تھا۔

اگلے سیشن میں وہ اکیلا ہی اُس کے پاس آیا تھا۔ آزردگی اور تھکن اس کے ہر انداز سے مترشح تھی۔ اس کی سرخ آنکھیں رت جگے کی غمازی کر رہی تھیں۔ اپنی ڈریسنگ کے معاملے میں وہ خاصا لاپرواہ تھا لیکن اس کے باوجود وہ ماہم کے شاندار انٹیریر والے کلینک میں سب سے زیادہ شاندار لگتا تھا۔ اُس نے پچھلے آدھے گھنٹے میں کوئی تیسری دفعہ سگریٹ سلگائی تو ماہم کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔

''رامس۔۔۔!!! تم نے ''بول'' مووی دیکھی ہے۔۔۔؟؟؟'' وہ تھوڑا سا جھک کر انتہائی شوق، دلچسپی اور تجسس سے اس کا بیزار چہرہ دیکھ رہی تھی۔

''نہیں۔۔۔'' وہ اس سوال پر اس قدر حیران ہوا تھا کہ کش لگانا ہی بھول گیا۔

''نہیں دیکھی ناں۔۔۔'' وہ تھوڑا سا پر جوش ہوئی اور جھٹ سے کھڑے ہو کر عجلت بھرے انداز میں گویا ہوئی ''چلو پھر دفع کرو سب چیزوں کو یہ سیشن ویشن بعد میں ہوتے رہیں گے، آج ہم دونوں مل کے مووی دیکھتے ہیں۔ اس کے بعد تم مجھے زبردست سی کافی پلاؤ گے۔'' اُس نے فیصلہ کن انداز سے گاڑی کی چابیاں اٹھائیں جب کہ وہ ہکا بکا انداز سے منہ کھولے اس عجیب و غریب سی سائیکلوجسٹ کو دیکھ رہا تھا جو اُسے لمحہ لمحہ حیران کر رہی تھی۔

''بھئی جلدی کرو ناں، کن سوچوں میں گم ہو گئے ہو، شو کا ٹائم نکل جائے گا۔۔۔'' وہ اس کے بالکل سامنے کھڑے ہو کر دو ٹوک انداز میں کہہ رہی تھی اس کے انداز میں عجلت کی فراوانی تھی جب کہ اس کی اس ہٹ دھرمی پر وہ جھنجھلا سا گیا۔

''مجھے مووی اچھی نہیں لگتیں۔۔۔'' اُس نے ناگواری سے ہاتھ میں پکڑی سگریٹ کو میز پر رکھے ایش ٹرے میں مسلا۔

''کوئی بات نہیں، مجھے تو اچھی لگتی ہیں ناں۔۔۔'' اگلے ہی لمحے وہ اس کا بازو پکڑ کر بڑے پر اعتماد انداز سے اُسے اٹھا رہی تھی۔ رامس کو دھچکا سا لگا تھا۔ اُس نے سخت بے یقینی سے اپنے سامنے کھڑی نازک سی سراپے کی حامل دلکش لڑکی کو دیکھا جو آج اُسے کسی بھی قسم کی رعایت دینے کو تیار نہیں تھی۔ وہ اس عجیب و غریب رویئے کی حامل سائیکو جسٹ سے بُری طرح مرعوب ہو گیا تھا جو اپنے مریض کے ساتھ دوسرے ہی سیشن میں مووی دیکھنے جا رہی تھی۔ اُس نے ٹھنڈی سی آہ بھر کر ہتھیار پھینک دیے تھے کچھ ہی لمحوں کے بعد وہ اُس کے پیچھے چل رہا تھا۔ اُسے لگا تھا کہ جیسے اس لڑکی نے اُسے ہپناٹائز کر دیا ہو۔۔۔

☆ ☆ ☆

آسمان پر بادل تھے کہ تہہ در تہہ جھکتے ہی آ رہے تھے۔۔۔گہرے سرمئی اندھیرے میں ڈوبتی شام خاصی خاموش تھی لیکن آسمان پر چھائے بادلوں نے خوب اودھم مچا رکھا تھا۔ڈاکٹر خاور نے فضا میں مہکتی کچی مٹی کی خوشبو کو محسوس کرتے ہوئے گاڑی پارکنگ میں کھڑی کی تھی۔آج اتوار کی چھٹی ہونے کی وجہ سے ہسپتال میں رش نہ ہونے کے برابر تھا۔۔۔

وہ جیسے ہی گاڑی پارک کر کے باہر نکلے،ایک تیز بوچھاڑ نے ان کا سارا چہرہ بھگو دیا تھا۔موسلا دھار بارش سے بچتے ہوئے انہوں نے شارٹ کٹ رستہ اختیار کیا تھا۔وہ پرائیوٹ وارڈ کے کمروں کی پشت پر بنے شیڈز کے نیچے سے گذر رہے تھے۔بھیگی ہوئی ہوا میں برسات کی ایک مخصوص سی مہک تھی یہ بے وقت کی برسات دل کو کافی اداس کر رہی تھی۔بارش کی شدت میں کمی آ گئی۔

ایک شیڈ کے پاس سے گذرتے ہوئے ایک آواز نے اُن کے پاؤں جکڑ لیے۔آواز میں سوز کی کیفیت سننے والے کے دل پر کتنا اثر کرتی ہے اس کا اندازہ انہیں پہلی دفعہ ہوا تھا۔آواز نہ صرف خوبصورت تھی بلکہ لہجے کا اتار چڑھاؤ،درد کی فراوانی،اور لے پر دسترس نے انہیں مبہوت سا کر دیا۔اُس کی آواز میں سبک ندی کا سا بہاؤ تھا۔وہ ''منقبت'' کے کچھ اشعار ایک جذب کے عالم میں پڑھ رہی تھی۔

میں تو پنجتن کا غلام ہوں
میں مرید خیر الانعام ہوں
میں فقیر خیر الانعام ہوں
میں غلام ابن غلام ہوں
مجھے عشق ہے تو خدا سے ہے
مجھے عشق ہے تو رسول سے
میرے منہ سے آئے مہک سدا
جو میں نام لوں تیرا بھول سے
میں تو پنجتن کا غلام ہوں

ڈاکٹر خاور نے اس آواز کے سوز کے حصار سے بمشکل نکلتے ہوئے اندازہ لگایا کہ وہ کمرہ نمبر آٹھ کی کھڑکی کے آگے کھڑے تھے اور یہ مسحور کن آواز شاید نہیں یقیناً سکینہ کی تھی انہوں نے غیر ارادی طور پر تھوڑا سا جھک کر کمرے کی کھڑکی سے جھانکا تو سامنے ہی وہ آنکھیں بند کیے بڑے جذب کے عالم میں کسی اور ہی دنیا میں پہنچی ہوئی تھی۔انہیں سخت شاک لگا تھا وہ انتہائی بے یقینی سے سکینہ کو دیکھ رہے تھے انہیں کبھی گماں تک نہیں ہوا تھا کہ اس کی آواز اتنی مسحور کن ہو سکتی ہے۔کمرے کی لائیٹ بند تھی لیکن باہر لگے بلب کی روشنی کی ایک لکیر اندر جا رہی تھی۔وہ کھڑکی سے تھوڑا سا ہٹ کر کھڑے ہو گئے۔

مجھے عشق سرو سمن سے ہے
مجھے عشق سارے چمن سے ہے
مجھے عشق ان کی گلی سے ہے
مجھے عشق اُن کے وطن سے ہے
مجھے عشق ہے تو علیؑ سے ہے
مجھے عشق ہے تو حسنؑ سے ہے
مجھے عشق ہے تو حسینؑ سے
مجھے عشق شاہ زمن سے ہے
میں تو پنجتن کا غلام ہوں

اُس کی آواز رات کے سناٹے اور خاموشی میں دُور تک ایک سحر سا طاری کرتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ ڈاکٹر خاور نے بمشکل اپنے قدموں کو چلنے پر راضی کیا تھا۔ اُس کی شفاف ندی کی مانند آواز کسی جھرنے کی صورت اپنا راستہ خود بناتی جا رہی تھی۔ وہ جو ویسے ہی وارڈ کا راونڈ لگانے آئے تھے اس آواز نے ان کے پیروں میں بیڑیاں ڈال دی تھیں۔ ایک دم وہ چپ ہوئی اور ایسا لگا جیسے فضا کا طلسم ٹوٹ گیا ہو۔

''کیا ہو گیا سکینہ۔۔۔؟؟؟ آگے پڑھ ناں۔۔۔'' اماں جو تسبیح ہاتھ میں پکڑے آنکھیں بند کیے اس کے ساتھ کسی اور دنیا میں پہنچی ہوئیں تھیں اس کے ایک دم چپ کر جانے پر جھنجھلا کر بلند آواز میں بولیں۔

''اماں مجھے لگتا ہے کہ باہر کھڑکی کے پاس کوئی ہے۔۔۔'' سکینہ کا دل عجیب سی لے میں دھڑکا۔ ڈاکٹر خاور پر شرمندگی کا بڑا بھرپور حملہ ہوا تھا۔ وہ فوراً کھڑکی سے مزید ہٹ گئے تھے۔ انہوں نے زندگی میں کبھی ایسی حرکت نہیں کی تھی لیکن اس آواز کا جادو ایسا تھا جو ان پر سر چڑھ کر بولا تھا۔ ان کا خود بھی دل چاہا کہ وہ آگے مزید پڑھے۔

''لے دتو، بھلا کسی کی مت ماری گئی ہے جو اتنی بارش میں باہر کھڑا ہوگا، کملی تو نہیں ہوگی میری دھی، چل شاباش آگے پڑھ۔۔۔'' جمیلہ مائی کو اپنی بیٹی کی آواز میں نعتیں، حمد اور منقبت کے اشعار سننا بہت پسند تھا اور اس کا فرمائشی پروگرام اکثر ہی جاری رہتا۔

''پڑھ دے ناں سکینہ، دل کو اتنا سکون مل رہا تھا۔۔۔'' اماں کے لہجے میں اتنی التجا تھی کہ اس نے فوراً ہی آنکھیں بند کر کے لے اٹھائی۔ اس کی آواز نے ڈاکٹر خاور کو ایک دفعہ پھر جکڑ لیا تھا۔ وہ وہیں کہ وہیں جم کر رہ گئے تھے۔

ہوا کیسے، تن سے وہ سر جدا۔۔۔
جہاں عشق ہو، وہیں کربلا۔۔۔
میری بات، انہی کی بات ہے۔۔۔
میرے سامنے، وہی ذات ہے۔۔۔

وہ ایک دفعہ پھر اپنی دنیا میں مگن ہو چکی تھی اس سے زیادہ وہاں کھڑے ہونا انہیں زیب نہیں دے رہا تھا۔ اس لیے وہ پاؤں گھسیٹتے ہوئے بمشکل چل پڑے تھے۔ سکینہ کی آواز نے کافی دور تک ان کا تعاقب کیا تھا۔ وارڈ میں داخل ہوتے ہی انہوں نے سر جھٹک کر خود کو اس سحر سے آزاد کیا۔ رات کو وارڈ سے فراغت ملی تو دس بج رہے تھے۔ سکینہ کے کمرے کے آگے سے گذرتے ہوئے اندر لائیٹ جلتی دیکھ کر وہ رک گئے اور بے اختیار ہی ہلکا سا دروازہ ناک کر کے اندر داخل ہو کر انہیں سخت شرمندگی کا احساس ہوا تھا کیونکہ سامنے سنگل بیڈ پر تکیے کے ساتھ ٹیک لگا کر ''عشق کا عین'' پڑھتی سکینہ بوکھلا سی گئی جب کے اُس کے بالمقابل صوفہ کم بیڈ پر بڑی عقیدت کے ساتھ قرآن پاک پڑھتی جمیلہ مائی بھی چونک گئی تھی۔

''آئی ایم سوری، میں یہاں سے گذر رہا تھا تو سوچا کہ سکینہ کا حال پوچھ لوں۔۔۔'' وہ نہ جانے کیوں خفت کا شکار ہوئے۔

''اللہ تساں نوں اس دا اجر دے بیٹا، ورنہ ساڈوں غریباں نوں اس ہسپتال وچ اللہ دے سوا بس تواڈا (آپ کا) آسرا ہے۔۔۔'' جمیلہ مائی نے قرآن پاک بند کر کے انتہائی ممنونیت سے ڈاکٹر خاور کو دیکھا تھا جو اُن کے لیے آخری امید تھے۔ اس سے پہلے والے سبھی ڈاکٹرز نے سکینہ کی بیماری کو لاعلاج قرار دے کر انہیں مایوسی کی بھٹی میں دھکیل دیا تھا لیکن اُن کے حوصلے پھر بھی جوان رہے تھے۔

''ہاں بھئی سکینہ، ٹانگوں میں آج تو کوئی درد نہیں ہوا ناں۔۔۔؟؟؟'' انہیں اپنے پروفیشن سے بے پناہ عشق تھا اور سکینہ کا کیس تو انہوں نے ایک چیلنج سمجھ کر قبول کیا تھا۔ ان کے اس قدر توجہ سے پوچھنے پر سکینہ کے چہرے پر بڑی تیزی سے فینسی لائیٹس چمکیں۔

''نہیں ڈاکٹر صاحب، ''اب'' درد نہیں ہو رہا۔۔۔'' اُس کے معنی خیز لہجے پر جمیلہ مائی نے اُلجھ کر اپنی اکلوتی بیٹی کو دیکھا۔ جو آجکل اُسے قدم قدم پر حیران کر رہی تھی۔

''ہوں، عشق کا عین، اس کا مطلب ہے کہ ہماری سکینہ کو مطالعے سے بھی خاصا شغف ہے۔۔۔'' ڈاکٹر خاور کے جملے میں ''ہماری'' لفظ نے سکینہ کے اندر توانائی کا ایک سمندر بھر دیا تھا اور وہ بغیر پروں کے ہی فضاؤں میں تھی۔

''بس ڈاکٹر صاحب یہ سب تو زندگی کو گذارنے کے ہتھیار ہیں اگر یہ ساتھ نہ ہوں تو سکینہ تو وقت سے پہلے ہی نہ مر جائے۔۔۔'' اس کا انداز اگرچہ شگفتہ تھا پھر بھی جمیلہ مائی نے دہل کر اپنی اکلوتی بیٹی کا چہرہ دیکھا۔

''اللہ نہ کرے سکینہ، کیسی باتیں کرتی ہیں آپ۔۔۔'' ڈاکٹر خاور کے لہجے سے بھی ہلکی سی خفگی جھلکی۔ انہوں نے پہلی دفعہ اس کے کمرے کا جائزہ لیا سامنے لوہے کی الماری پر بہت سی کتابیں سلیقے کے ساتھ رکھی ہوئیں تھیں۔ کمرے میں موجود واحد میز پر چائے کے برتن دھلے ہوئے، ساتھ ایک فائل اور کچھ ادویات رکھی ہوئیں تھیں۔ الماری کے اوپر والے خانے میں چھوٹا سا قرآن پاک، ایک تسبیح، جائے نماز، روم اسپرے اور کافی ساری چھوٹی چھوٹی چیزیں رکھی ہوئیں تھیں۔ ڈاکٹر خاور کو اندازہ تھا کہ یہ کمرہ انہیں بیت المال والوں کی بھرپور کوششوں سے ملا ہے اور وہ پچھلے بیس دن سے یہاں مقیم تھیں۔

''ڈاکٹر صاحب کیا میں واقعی اپنے پیروں پر چلنے لگوں گی ناں۔۔۔'' اُس کے لہجے بچوں کا سا اشتیاق جھلک رہا تھا۔ وہ اُس کی بات پر ہلکا سا مسکرائے۔

''انشاءاللہ۔۔۔'' ان کے انداز میں بھرپور اعتماد تھا۔

''پتا ہے ڈاکٹر صاحب، میں ٹھیک ہونے کے بعد پھر سے اپنا پڑھائی کا سلسلہ شروع کروں گی، مجھے بھی آپ کی طرح ایک اچھا ڈاکٹر بننا ہے۔۔۔''سکینہ کا پرعزم انداز ڈاکٹر خاور کے ساتھ ساتھ اماں کو بھی اچھا لگا تھا۔

''انشاءاللہ، میرا سوہنا رب او ویلا (وقت) ضرور لائے گا جی۔۔۔۔''جمیلہ مائی نے بھی گفتگو میں حصہ لیا۔

''آپ کی بس ایک ہی فلاسفر بیٹی ہے۔۔۔؟؟؟''ڈاکٹر خاور کی بات میں لفظ فلاسفر تو اماں کو سمجھ نہیں آیا تھا لیکن ان کے اس قدر اہمیت دینے پر وہ خاصی مسرور تھیں۔

''جی اکو اک دھی اے۔۔تے اسی اپنی دھی سکینہ نوں شادی دے پورے ستارا وریاں (سترہ سال) دیاں دعاواں (دعاؤں) نال حاصل کیتا اے۔اس نمانی دا پیو (باپ) تے اپنی دھی دا دیوانہ اے۔اونہے اپنی کاکی دی پیدا ہون دی خوشی وچ پورے پنڈ نوں موتی چور دے لڈو کھلائے سن۔۔۔''جمیلہ مائی کی بات پر ڈاکٹر خاور کھل کر مسکرائے''واقعی۔۔۔؟؟؟''انہیں بڑی خوشگوار حیرت ہوئی۔

''پھر تو وہ بہت پریشان ہوں گے سکینہ کی بیماری کی وجہ سے۔۔۔''ڈاکٹر خاور نے اُس کی تازہ رپورٹس اور ریڈنگ کو دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے پوچھا۔

''پریشان تے ہے، پر سانوں (ہمیں) سوہنے رب دے نال کوئی گلہ نئی۔اس دھی رانی نے پورے چودہ ورے (سال) ساڈی پھیکی زندگی وچ پھل وی تے کھلائے سن۔ایدھا پیو (باپ) آکھدا اے کہ جمیلہ اللہ توں کدی شکوہ نہ کری تے میں اے گل اپنے پلو نال بندھ لیتی۔''ڈاکٹر خاور نے سخت حیرت سے اپنے سامنے مودب انداز میں کھڑی خاتون کو دیکھا جو مجسم صبر و شکر کا نمونہ تھی۔انہیں بے ساختہ اُس پر رشک آیا۔وہ آج بڑی فرصت سے ان کے سامنے کھڑے تھے اور سکینہ کا دل بُری طرح بغاوت پر اترا ہوا تھا۔

''بس اماں، اللہ آپ کو استقامت دے اور سکینہ کو اس استقامت کے بدلے صحت دے۔۔۔''انہوں نے خلوص دل سے دعا کی تھی۔

''ویسے سکینہ آپ کی آواز بہت خوبصورت ہے آج شام منقبت کے کچھ اشعار میرے کانوں میں پڑے تو مجھے اندازہ ہوا۔۔۔''اپنی تعریف پر اس کے چہرے کی رنگت میں سرخی سی پھیلی جس نے اس کے چہرے کا رنگ اور سانولا کر دیا تھا۔اُسے یقین ہو گیا تھا کہ شام میں کھڑکی کے پاس ڈاکٹر خاور ہی تھے۔اُس کے دل نے جھوٹی گواہی نہیں دی تھی۔اُس کے دل کی دھڑکنیں ایسے ہی بے ربط نہیں ہوئیں تھیں۔

☆ ☆ ☆

''محبت۔۔۔؟؟؟ مجھے۔۔۔؟؟ اور رامس علی سے۔۔۔؟؟؟

اوہ شٹ یار۔۔۔!!!اُس نے چونک کر دہرایا اور پھر اپنے سامنے بیٹھی عائشہ رحیم کو بے یقینی سے دیکھا جو یہ پھلجھڑی چھوڑ کر بڑی بے تکلفی سے سیب کھانے میں مگن تھی۔۔۔گلاس وال سے باہر بارش گارڈینیا اور زینیا کی کیاریوں پر مسلسل برس رہی تھی۔

اگلے ہی لمحے وہ بیزاری سے سر جھٹک کر انتہائی تعجب سے کہہ رہی تھی۔''یار کسی کے متعلق بات کرنے کا مطلب یہ تھوڑی ہوتا ہے کہ آپ کو

اس سے محبت ہوگئی ہے، تم بھی بعض دفعہ کمال کر جاتی ہو عائش۔۔۔'' ماہم بہت احتیاط سے اپنے لمبے ناخنوں پر بڑی نفاست سے نیل پالش لگا رہی تھی۔ سیاہ رنگ کے سوٹ میں اس کی شہابی رنگت دمک رہی تھی۔

''کبھی کبھار کسی کے متعلق بات کرنا تو علیحدہ بات ہے لیکن جب آپ صبح وشام ایک ہی شخص کی شان میں قصیدے پڑھیں گے تو اچھا خاصا میرے جیسا عقلمند بندہ بھی مشکوک ہوگا ناں'' عائشہ نے سر جھٹک کر بے زاری سے اپنی اکلوتی بہترین دوست کو دیکھا جو انتہائی محویت سے نیل پالش لگا کر اب پھونکیں مار مار کر اُسے خشک کر رہی تھی۔ وہ اب گلاس وال کے پاس آ کر بڑی دلچسپی سے بارش کی بوندوں کو ایک تسلسل سے بہتا دیکھ رہی تھی۔

''یار میرا پیشنٹ ہے وہ، اور میں اس کا علاج کر رہی ہوں۔۔۔'' ماہم نے نیل پالش کا ایک اور کوٹ لگاتے ہوئے اُسے یاد دلایا۔

''پہلی دفعہ علاج تھوڑی کر رہی ہو اور جیسے میں نے تمہیں علاج کرتے ہوئے دیکھا نہ ہو۔ تمہاری ایک ایک رگ سے واقف ہوں میں۔ اس مریض کو ضرورت سے زیادہ تم نے سر پر سوار کر لیا ہے۔'' عائشہ اب ہاتھ میں سیب لیے کاؤچ پر بیٹھ گئی لیکن اس کی نظریں شیشے کی دیوار کے اُس پار برستی بارش پر تھیں۔ بریگیڈیر منصور نے یہ گھر بڑے آرٹسٹک انداز میں بنوایا تھا۔ ہر کمرے سے خوبصورت لان کا نظارہ کیا جا سکتا تھا۔

''یار وہ انکل جواد کے ریفرنس سے میرے پاس آیا ہے اور ان کا تو تمہیں پتا ہے کہ مجھ سے بھی چار ہاتھ آگے ہیں، ہر سیشن پر اپ ڈیٹس لینے کے لیے امریکہ سے اتنی لمبی کال کرتے ہیں۔'' ماہم نے ہنوز اپنے کام میں مصروف ہوتے ہوئے بھی اُسے وضاحت دی۔

''گناہ گار سمجھے گی دنیا تجھے، اب اتنی زیادہ صفائی نہ دے۔۔۔'' عائشہ کے لہجے میں چھپی شرارت پر اُس نے سر اٹھا کر اُسے دیکھا اسی لمحے گیلی نیل پالش پر اس کا اپنا ہاتھ لگنے سے ایک ناخن کی سطح اچھی خاصی خراب ہوگئی تھی۔ وہ اب ریموور سے اُسے صاف کر رہی تھی۔

''اُف۔۔۔!!! کتنا فضول کام تم کتنی توجہ سے کر رہی ہو۔۔۔'' عائشہ نے اُسے دوبارہ نیل پالش لگاتے دیکھ کر طنزیہ انداز سے کہا تو وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ عائشہ نے توصیفی نگاہ سے اس کی انگلیوں کو دیکھا جنہیں دیکھ کر گماں ہوتا تھا کہ کسی سنگ تراش نے اُسے بڑی محنت سے تراشا ہوگا۔

''ویسے یار تمہیں بھلا ان مصنوعی ہتھیاروں کی کیا ضرورت ہے۔ خوامخواہ خود کو ہلکان کرتی ہو'' عائشہ نے رشک بھری نظروں سے اُسے دیکھا پانچ فٹ پانچ انچ قد، سُرخ وسفید رنگت جیسے کسی نے دودھ میں روح افزاء ملا دیا ہو۔ شہد رنگ آنکھیں، ستواں ناک اور گلاب کی پنکھڑی جیسے ہونٹ، اُسے اپنی دلکشی کا بھرپور احساس تھا۔

''یار کیا کروں، دل چاہتا ہے کہ بس ہر لحاظ سے پرفیکشن نظر آئے۔ آنکھوں کو ذرا سی کمی یا بھدا پن بھی بُری طرح کھٹکتا ہے۔۔۔'' اُس کی ذات میں عجیب سی تمکنت اور بے نیازی تھی۔ کوئی عام سی چیز تو اس کی نگاہ کے سامنے ٹھہرتی ہی نہیں تھی۔

''تمہارے اندر کہاں سے کمی ہے یار۔۔۔؟؟؟'' عائشہ نے جھنجھلا کر اپنی بے تحاشا حسن پرست دوست کو دیکھا جس کی آنکھوں میں روشنیوں کے سوتے سے پھوٹتے ہوئے دکھائی دیتے تھے اور فخر وانبساط کی لہریں اُس کے وجود کا احاطہ کیے رکھتی تھیں۔

''یار مجھے معلوم ہے کہ کوئی کمی نہیں، لیکن عجیب بے چین طبیعت پائی ہے ماہدولت نے۔۔'' اُسے خود بھی اپنی اس بے تحاشا خوبصورتی کی دلدادہ فطرت کا پتا تھا اور بعض دفعہ وہ خود بھی اس عادت کے ہاتھوں تنگ ہوتی تھی لیکن ایک سائیکولوجسٹ ہونے کی حثیت سے بھی وہ اپنی اس خامی پر

قابو پانے سے قاصر تھی۔

''تمہارا وہ رامس علی بھی اچھا خاصا ہینڈسم بندہ ہے اور میرے خیال میں اسی وجہ سے تم اُسے دن رات لفٹ کروا رہی ہو۔۔۔'' عائشہ کو اچانک یاد آیا کہ گفتگو کا آغاز کہاں سے ہوا تھا تب ہی وہ سیب کھانے کے بعد اب بڑی فرصت سے ٹشو سے ہاتھ صاف کر رہی تھی۔ دونوں اس وقت ماہم کے بیڈ روم کے کارپٹ پر بے تکلفی سے بیٹھی ہوئیں تھیں۔

''کچھ خدا کا خوف کرو یار، کیوں مجھے بدنام کر رہی ہو، مجھے خوبصورتی اٹریکٹ ضرور کرتی ہے لیکن اس کا یہ مطلب تھوڑی ہے کہ میں اپنے پروفیشن میں بھی اس چیز کو حاوی کر لوں۔'' ماہم نے نیل پالش لگا کر ٹانگیں پھیلاتے ہوئے اپنی دوست کو گھورا جو اُس کے بارے میں آج خاصے غلط اندازے لگا رہی تھی۔ اُس کے اس طرح تپ کر بولنے پر وہ مسکرائی۔

''تمہاری حرکتیں ہی ایسی ہیں، میں کیا کروں۔۔۔'' اُس نے کندھے اچکا کر شرارت سے اُسے دیکھا جو اس الزام تراشی پر اب اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔ ''لو میں نے کیا، کیا ہے۔۔۔؟؟؟''

''پہلے محترمہ اپنے مریضوں کے ساتھ پارکوں میں گھومتی دکھائی دیتی تھیں، چلو وہ قابل قبول تھا۔ اب یہ مووِیز دیکھنے کا ڈرامہ شروع کر رکھا ہے۔۔'' عائشہ کو ابھی تک یہ بات ہضم نہیں ہوئی تھی جب اُسے ماہم نے بتایا کہ وہ رامس کے ساتھ بول مووی دیکھ کر آئی ہے۔

''یار تمہیں اچھی طرح علم ہے کہ میرا کام کرنے کا اپنا ایک اسٹائل ہے اور میں اُسی اسٹائل میں زیادہ ایزی محسوس کرتی ہوں۔ میرے پاس ایسے لوگ آتے ہیں جو کلینک کے ماحول میں گھبرا جاتے ہیں ان کو لگتا ہے جیسے یہاں کوئی خفیہ کیمرے لگے ہونگے اور ان کی ریکارڈنگ ہو رہی ہوگی اس لیے وہ خاصے محتاط انداز سے گفت و شنید کرتے ہیں۔ اس لیے میں ان کو باہر لے جاتی ہوں کھلی فضا میں وہ اچھا رسپانس دیتے ہیں۔۔۔'' ماہم نے خلاف توقع خاصی تفصیل سے جواب دیا تھا۔

''اور سینما کی رومینٹک فضا میں۔۔۔؟؟؟؟'' عائشہ نے شوخی بھرے انداز سے اپنی دوست کا چہرہ دیکھا جو اسٹابری کی طرح سرخ ہوا۔

''وہاں تو ان کے رزلٹس سو فیصد عمدہ ہوتے ہیں یار۔۔۔'' ماہم نے شرارت سے ایک آنکھ دبائی۔

''شیم آن یو، بہت فضول لڑکی ہو تم، پتا نہیں کیسے جواد انکل نے تمہیں اپنے کلینک میں بیٹھا رکھا ہے۔۔۔'' عائشہ اس کی اس کمینگی پر تپ کر کھڑی ہوئی تھی۔ اُس کا اور ماہم کا بائیس سال کا ساتھ تھا۔ دونوں کے والد آرمی سے تھے لیکن اپنی پوسٹنگ کے دوران انہوں نے بچوں کو ہمیشہ ایک ہی جگہ پر رکھا تھا۔ وہ ماہم کے پڑوس میں مقیم تھی اور ماہم کی بڑی بہن کی شادی عائشہ کے خالہ زاد بھائی انصر جمیل کے ساتھ ہونے کی وجہ سے دونوں خاندان ایک دوسرے کے قریب آ گئے تھے۔ دونوں کی سکولنگ سے لے کر یونیورسٹی لائف ایک ساتھ گذری تھی فرق بس اتنا تھا کہ عائشہ نے فائن آرٹس میں جبکہ ماہم نے سائیکولوجی میں ایم ایس سی کی تھی۔ عائشہ کے والد لیفٹیننٹ جنرل تھے لیکن اس کے مزاج میں ضرورت سے زیادہ سادگی تھی۔

''اوئے بیٹھ جا، زیادہ اٹھارویں صدی کی ہیروئن بننے کی ضرورت نہیں۔ تجھے معلوم تو ہے کہ جب تک میں پورے دن کی روداد تمہیں سنا لوں، مجھے چین نہیں آتا، میرا دل بے قرار ہو جاتا ہے اور طبیعت میں عجیب سی بے زاری بھر جاتی ہے۔ تمہیں کیا پتا کہ تم میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور

دل کا سکون ہو۔۔۔'' ماہم کی اداکاری عروج پر تھی۔ عائشہ نے کڑے تیوروں کے ساتھ کمر پر ہاتھ رکھ کر اُسے گھورا۔

''بند ہوگئی تمہاری بکواس۔۔۔؟؟؟؟؟''

''ہاں اب تم شروع کر دو۔۔۔'' ماہم نے جان بوجھ کر اُسے چڑایا تھا۔ جو اپنے گھر جانے کے لیے پر تول رہی تھی۔ جب کہ ماہم نے ابھی بہت سی باتیں اُسے سنانی تھیں۔ اپنی بڑی بہن کی شادی کے بعد اُس کا اب کلینک سے آنے کے بعد زیادہ وقت عائشہ کے ساتھ ہی گذرتا تھا۔ بریگیڈیر منصور کی صرف دو ہی بیٹیاں تھیں جن میں ماہم چھوٹی تھی۔

''میں تمہارے لیول کی فضول گفتگو نہیں کر سکتی اور نہ ہی میرے پاس اتنا فالتو وقت ہے کہ میں تمہارا ''رامس نامہ'' سنوں۔ مجھے اپنی سولو ایگزیبیشن کی تیاری بھی کرنی ہے۔'' ماہم نے بغور اس کے تاثرات جانچے وہ اب بالکل بھی رکنے کے موڈ میں نہیں تھی۔

''ویسے یار منڈا وہ واقعی ہی رج کے سوہنا ہے۔۔۔'' ماہم نے اُسے ایک دفعہ پھر چھیڑا تھا وہ جاتے جاتے تپ کر پلٹی تھی۔ ''کیوں انکل منصور کا نام ڈبو رہی ہو، کتنے شریف انسان ہیں وہ اور اولاد دیکھو۔۔۔'' عائشہ نے ٹھیک ٹھاک اُس کی کلاس لی۔

''لو میں کون سا لوگوں کے گھروں میں ڈاکے ڈالتی پھر رہی ہوں۔ یا پھر میں نے بینک سے قرضہ لے کر الیکشن لڑنے کا اعلان کر دیا ہے۔ کچھ تو خوف خدا کیا کرو یار، کیوں مجھ معصوم کے پیچھے پڑ گئی ہو'' ماہم کے چہرے کی دبی دبی مسکراہٹ عائشہ کے ضبط کا امتحان لے رہی تھی۔

''تم کسی دن میرے ہاتھوں قتل ہو جاؤ گی یہ بات آج کہیں لکھ لو۔۔۔'' عائشہ نے انگلی اٹھا کر اُسے وارننگ دی تو ماہم ایک دفعہ پھر کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

''اگلی دفعہ جب مووی دیکھنے جاؤں گی تو تم بھی میرے ساتھ چلنا، یقین مانو، جب وہ رامس کسی سین کو دیکھ کر بلش کرتا ہے تو بہت مزے کا سین ہوتا ہے۔ میں تو مووی کم اور اُسے زیادہ دیکھتی ہوں۔'' ماہم کی آنکھوں میں مچلتی شرارت کو سمجھتے ہوئے بھی عائشہ نے اُسے گھورا۔

''سوری۔۔۔!!! میرے پاس ایسی فضولیات کے لیے کوئی ٹائم نہیں۔ یہ پھیرے ٹورے تمہیں ہی مبارک ہوں۔ ایک دم فلرٹ لڑکی ہو تم، اور تمہیں خود ایک اچھے سائیکاٹرسٹ کی ضرورت ہے۔ پہلی فرصت میں کسی سے اپائنمنٹ لو، سمجھی۔۔۔؟؟؟؟'' عائشہ نے انگلی اٹھا کر وارننگ دی تو وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

''اور اگر وہ بندہ بھی پہلے سیشن میں ہی مجھے مووی دیکھانے لے گیا تو۔۔۔؟؟؟'' ماہم اچھل کر اس کے سامنے آن کھڑی ہوئی۔

''تو ایسے واہیات بندے سے فوراً سے پہلے شادی کر لینا، کیونکہ تمہیں ایسا ہی پاگل بندہ سوٹ کرتا ہے۔۔۔۔'' عائشہ نے بازو سے پکڑ کر اُسے جل کر کہا اور فوراً کمرے سے نکل گئی جاتے ہوئے اُس نے اتنی قوت سے دروازہ کھینچ کر مارا تھا کہ ایک لمحے کو تو ماہم کو لگا جیسے کوئی بھونچال آ گیا ہو۔ اگلے ہی لمحے وہ اُسے منانے کے لیے اُس کے پیچھے لپکی تھی۔

☆ ☆ ☆

صبح کا اُجالا آہستہ آہستہ انگڑائی لے کر نمودار ہو رہا تھا۔۔۔

سکینہ نے ہاتھ بڑھا کر کھڑکی کا پردہ ہٹایا تو سامنے آم کے گھنے اونچے درختوں کے ساتھ ساتھ چمپا کے خوشبو اڑاتے ہوئے پیڑوں پر صبح کی دل فریبی چھائی ہوئی تھی۔ اُس کا بیڈ بالکل کھڑکی کے پاس تھا۔ وہ کھڑی نہیں ہو سکتی تھی لیکن بیٹھے بیٹھے پردہ ہٹا کر باہر کے مناظر سے لطف اندوز ہوتی رہتی تھی۔ صبح کے وقت سکون کا احساس اس قدر تقویت بخش تھا کہ ایک لمحے کو سکینہ کا دل چاہا کہ وہ باہر نکل جائے لیکن اماں فجر کی نماز پڑھ کر دوبارا سو چکیں تھیں۔

سامنے لان میں لگے درختوں سے تھوڑا آگے پارکنگ تھی۔ جہاں اکا دکا گاڑیاں کھڑی تھیں۔ شیشم کے درخت کے نیچے ماربل کے بینچ پر ایک بوڑھا شخص اپنی بوسیدہ سی چادر اوڑھے سو رہا تھا۔ سکینہ کو بے اختیار ابا یاد آ گیا تھا جو ہر پندرہ دن کے بعد سکھر سے اتنا لمبا سفر کر کے ماں بیٹی سے ملنے آتا تھا۔ اس کی یہ روٹین گذشتہ چار سال سے تھی۔ وہ کئی کئی ماہ ہسپتال میں رہ کر گھر آتی تو ابا کی خوشی دیدنی ہوتی وہ بار بار اس کے ماتھے کا بوسہ لیتا، چونکہ اس کے یہاں رہنے کی وجہ سے سلسلہ معاش رک جاتا تھا اس لیے پنڈ میں رہنا اللہ دتا کی بہت بڑی مجبوری تھی۔ وہ مٹی کے برتن بنا کر شہر میں فروخت کرتا اور اپنی ساری آمدن ماں بیٹی کو منی آرڈر کر دیتا۔۔۔ وہ لوگ کئی کئی ماہ ہسپتالوں میں رہتیں اور پھر ڈاکٹروں کے جواب دینے پر کچھ عرصے کے لیے گھر آ جاتیں اور پھر کسی اور نئے ڈاکٹر کی تلاش میں نکل جاتیں۔

''ابا تیرے ہاتھوں میں کتنی نفاست ہے، کتنے خوبصورت پانڈے (برتن) بناتا ہے، تو ایسا کر کہ مجھے بھی ڈھا کے دوبارا بنا دے۔۔۔'' ایک دن اُس کی عجیب و غریب فرمائش پر ابا نے دہل کر اُسے دیکھا۔ یہ بیٹی اُس کے جگر کا ٹکڑا تھی اور آنکھوں کی ٹھنڈک۔

''ناں پتری۔۔۔ ناں۔۔۔!!! ایسی باتیں نہیں کرتے، ہمارے ہاتھوں میں ایسی طاقت کہاں، یہ تو سوہنے رب کے کام ہیں۔ وہ جس کو چاہے جیسا بنا دے۔۔۔'' ابا اور اماں دونوں ہی صبر و شکر کی مٹی سے گوندھ کر ہی شاید بنائے گئے تھے۔

''ابا کیا ایسا بھی ہوتا ہے کہ اللہ پہلے کسی بندے کو اچھا اچھا بنا دے اور پھر کچھ سالوں کے بعد اس کے مٹی سے بنے وجود کو عیب دار کر دے۔'' سکینہ کو اس دن پتا نہیں کیا ہو گیا تھا جو ابا سے ایسی باتیں کر رہی تھی۔

''سکینہ میری دھی جھلی تو نہیں ہو گئی۔ اللہ ایسا کیوں کرنے لگا۔ وہ تو جن بندوں سے پیار کرتا ہے ان کو چھوٹی موٹی بیماری کی آزمائش میں ڈال دیتا ہے۔ جو اللہ کے صابر بندے ہوتے ہیں وہ اس امتحان میں پاس ہو جاتے ہیں اور جو ہم جیسے بے صبرے اور جلد باز ہوتے ہیں فوراً گلے شکوے کرنے لگتے ہیں، تو سچ سچ بتا جب تو ٹھیک تھی تو پورے چودہ سال تجھے کوئی تکلیف نہیں ہوئی کبھی ایک دفعہ بھی تو نے اللہ پاک کا شکر ادا کیا۔۔۔'' اللہ دتے کی بات پر اُس نے شرمندگی سے سر جھکا دیا۔ دل ندامت کے بوجھ سے بھر گیا۔

''بس پتری، گھبراتے نہیں۔۔۔'' جب ابے کو اُس پر زیادہ پیار آتا تو اُسے پتر کی جگہ پتری کہہ کر پکارتا تھا۔ ''اللہ پاک اپنے کمزور بندوں پر ان کی ہمت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈھوتا'' انہوں نے شفقت سے اُس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے نصیحت کی تھی۔ سکینہ کو آج نہ جانے کیوں ابا بار بار یاد آ رہا تھا۔ اُس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔ اُس نے سوچ لیا تھا کہ آج ہر حال میں انہیں فون کرنا ہے۔ باہر کے مناظر سے تنگ آ کر اُس نے

تکیے سے ٹیک لگائی اور نعت پڑھنے لگی۔

صبح آٹھ سے نو بجے کا درمیانی وقت سکینہ کے لیے بہت اذیت ناک ہوتا تھا۔ ایسے لگتا تھا جیسے گھڑی کی سوئیوں کو زنگ لگ گیا ہو۔ وہ آگے بڑھنے سے انکاری ہو گئی ہوں۔ انتظار کے لمحات اس قدر اعصاب شکن ہو سکتے ہیں۔ سکینہ کو اس چیز کا اندازہ زندگی میں پہلی دفعہ ہوا تھا۔ وہ اپنے کمرے کے باہر آنے والی قدموں کی چاپ پر کان لگائے بس گھڑی کی ٹک ٹک کو سنتی جاتی۔ ڈاکٹر خاور وقت کے خاصے پابند تھے اور ان کے جونیئرز ان کی اس عادت سے خاصے گھبراتے تھے۔ جس ڈاکٹر کا صبح ان کے ساتھ راؤنڈ ہوتا تھا وہ وقت پر پہنچنے کی بھرپور کوشش کرتا تھا۔ جیسے ہی گھڑیال نو بجاتا تھا سکینہ کے چہرے پر پھیلنے والی روشنی جمیلہ مائی کو الجھن میں مبتلا کر دیتی۔ اُسے اندازہ ہو رہا تھا کہ اس کی انوکھی لاڈلی بیٹی کھیلنے کے لیے چاند کی تمنائی بن رہی ہے۔ یہ بات اُس کے لیے کسی بڑی پریشانی سے کم نہیں تھی۔

کائفوسکولیسس (kyphoscoliosis) یعنی ریڑھ کی ہڈی کے ٹیڑھا ہونے کی بیماری ہے۔ جس میں ریڑھ کی ہڈی اپنے مرکز سے ہٹ کر ایک طرف ہو جاتی ہے یا غیر معمولی طور پر آگے سے پیچھے کی طرف مڑ جاتی ہے اور جب یہ ٹیڑھا پن چالیس کے زاویے سے بڑھتا ہے تو مسلسل جھکاؤ کی وجہ سے کبڑا پن نمودار ہونے لگتا ہے۔'' ڈاکٹر خاور تین چار پوسٹ گریجویٹ ٹرینی ڈاکٹرز کو سکینہ کا ایکسرے دیکھا کر بتا رہے تھے۔ آج اُن کے ساتھ راؤنڈ پر کافی جونیئرز ڈاکٹرز تھے جن کی وجہ سے کمرہ کافی بھرا سا گیا تھا۔

سکینہ بڑی محویت اور توجہ سے ڈاکٹر خاور کی گفتگو سن رہی تھی وہ اپنی بیماری سے متعلق چھوٹی سے چھوٹی بات بھی دلچسپی سے سنتی تھی۔ اُس کی یہ توجہ کئی دفعہ ڈاکٹر خاور کے چہرے پر مسکراہٹ لے آتی تھی۔ اس وقت بھی وہ کالے پھولوں والا لان کا دوپٹہ اوڑھے بڑے پُراعتماد انداز کے ساتھ تمام ڈاکٹرز کی گفتگو سن رہی تھی۔

''یہ بیماری مسلسل تکلیف، بے آرامی، ٹانگوں میں کمزوری کے علاوہ کسی معذوری کا بھی باعث بن سکتی ہے۔ اس کی وجہ سے کمر کے نچلے حصے میں درد، تھکن، کندھوں یا کولہوں کا برابر نہ ہونا اور مستقل بنیادوں پر درد کا احساس کا باعث بھی بن سکتا ہے۔'' وہ بہت تفصیل سے اپنے جونیئرز کو بتا رہے تھے۔ سکینہ نے بڑی عقیدت بھرے انداز سے اپنے مسیحا کو دیکھا تھا۔ جمیلہ مائی بھی دونوں بازو سینے پر لپیٹے بڑی دقت کے ساتھ ان کی گفتگو کو سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

''سکینہ کے مسلز کچھ مضبوط ہو جائیں پھر ہم مزید کسی سرجری کا سوچیں گے کیونکہ وہ پہلے ہی تین چار دفعہ سرجری کے دشوار کن مرحلے سے گذر چکی ہے۔'' انہوں نے کسی ڈاکٹر کے سوال کا بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔ آگے کی گفتگو ان لوگوں نے انگلش میں شروع کر دی تھی جسے سکینہ کے ساتھ ساتھ اماں بھی سمجھنے سے قاصر تھی۔

''ڈاکٹر صاحب آپ لوگ بہت چالاک ہوتے ہیں جب کوئی بات مریض سے چھپانا ہوتی ہے تو اپنی میڈیکل کی اوکھی اوکھی زبان میں باتیں کرنے لگتے ہیں۔'' اگلی صبح سکینہ کے شکوے پر وہ کھل کر مسکرائے۔

''ایسی بات نہیں ہے سکینہ، ہمارے لیے میڈیکل کی زبان مشکل نہیں، ہم اُس زبان میں اپنے ساتھیوں کو چیزیں زیادہ بہتر طریقے سے سمجھا

سکتے ہیں اور میں تو آپ کی خاطر زیادہ گفتگو بھی آپ کی بیماری کے سلسلے میں بہت آسان اور عام فہم زبان میں کرتا ہوں کیونکہ مجھے علم ہے کہ آپ ،اپنے کیس میں کافی دلچسپی لیتی ہیں اور پھر آپ میری بہت خاص مریضہ بھی تو ہیں۔'' ڈاکٹر خاور کا عام سا لہجہ سکینہ کا دل دھڑ کا گیا تھا۔اُس کی آنکھوں میں بے اختیار ہی ستارے چمکے ۔ جمیلہ مائی نے بے ساختہ ہی اپنی نادان بیٹی کے چہرے سے نظریں چرائیں۔اب معاملہ ان کے اختیار سے باہر ہو چکا تھا۔

''مجھے کل ڈاکٹر شمسہ بتا رہی تھیں کہ آپ کو دو دن سے کمر میں زیادہ تکلیف کا سامنا ہے جس کی وجہ سے نماز پڑھنے میں دشواری ہوتی ہے۔''انہیں اچانک یاد آیا۔

''جی ڈاکٹر صاحب سجدہ کرتے ہوئے بہت مشکل ہوتی ہے۔۔۔''اُس نے افسردگی سے اپنی پریشانی بتائی۔

''میں آپ کی فیزیوتھراپسٹ سے بھی ڈسکس کروں گا اور مجھے ایسا کہنا تو نہیں چاہیے لیکن جب زیادہ تکلیف ہو تو آپ دو چار دن چھوڑ کر نماز پڑھ لیا کریں۔۔۔''انہوں نے بہت محتاط انداز سے مشورہ دیا تھا لیکن ان کی بات پر سکینہ کے ساتھ ساتھ اماں کو بھی کرنٹ لگا۔

''ناں جی ناں، ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا، میں نے تو اپنے اپریشن کے دنوں میں بھی اشاروں سے نماز پڑھی ہے اور اللہ کا شکر ہے کہ میرے ،اماں اور ابا کے ذمے کوئی نماز قضا نہیں ہے۔''اُس کے لہجے میں ہلکا سا غرور جھلکا۔جمیلہ مائی نے سخت ناگواری سے اپنی بیٹی کا چہرہ دیکھا جس پر جھلکتا فخر انہیں کوفت میں مبتلا کر رہا تھا۔

''آئی ایم سوری میرا مطلب ہرگز یہ نہیں تھا، اصل میں آپ کی بیماری کی وجہ سے میں ایسا کہہ رہا ہوں ورنہ اسلام میں بھی بیماری کی چھوٹ تو ہے ناں، جب آپ ٹھیک ہو جائیں تو وہ ادا کر دیجیے گا۔'' انہوں نے شرمندہ شرمندہ انداز سے اپنے سامنے لیٹی عام سی لڑکی کو دیکھا جو بہت زیادہ عام ہونے کے باوجود بہت ''خاص'' تھی اور اس چیز کا ادراک انہیں ابھی ابھی ہوا تھا۔

''آپ بہت ہی صابر و شاکر اور اللہ کی خاص بندی ہیں ۔آج مجھے یقین آ گیا ہے کہ اللہ بھی بس آپ کو آزما رہا ہے۔'' وہ خاصے مرعوب انداز سے بولے۔

''ارے پتر ہم اللہ کے نمانے بندے ہیں، اُسی دی دیتی ہوئی ہمت دے نال چلدے آں۔مولا کریم توں ساڈیاں نمازاں نال کی فرق پیناں اے۔بس مولا کریم ہر لحہ شکر کرن والا بنائے اور اپنی عبادت کرن دی توفیق دے۔او رحیم و کریم اے ،مولا بس ہمت اور طاقت دے ۔اساں بندے تے بے بس آں۔'' (بیٹا ہم اللہ کے کمزور بندے ہیں، اُسی کی دی ہوئی ہمت سے چلتے ہیں ۔اللہ کو ہماری نمازوں سے کوئی غرض نہیں، وہ ہمیں عبادت کرنے کی ہمت دیتا ہے ہمارے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ ہمیں اپنا شکر گذار بندہ بنائے رکھے، ہم تو بے بس بندے ہیں) جمیلہ مائی کے ہر لفظ سے عاجزی جھلک رہی تھی۔ڈاکٹر خاور کے کمرے سے نکلتے ہی اماں نے سخت خفگی سے اپنی بیٹی کا چہرہ دیکھا۔

''ناں سکینہ اے بڑھ چڑھ کر گلاں کرنے دی کی لوڑ (ضرورت) سی۔سوچ سمجھ کر بولا کر کڑیئے، اللہ دے ہاں لفظاں (الفاظ) دی پکڑ وی ہوئے گی اور اپنی عبادتاں تے فخر نہ کر، اپنے خدا دی عبادت کر کے احسان نہ جتایا کر۔اللہ نوں کوئی فرق نئیں پیندا، بندے نوں فرق پیندا اے۔۔۔''

''لو اماں میں نے کون سی غلط بات کر دی جو شیرنی کی طرح مجھے دیکھ رہی ہے لوگ اپنے الٹے سیدھے کام اتنے فخر سے بتاتے ہیں اور

تجھے میری اتنی سی بات بُری لگ گئی۔'' سکینہ کو بھی ٹھیک ٹھاک غصہ آ گیا۔ آج کل تو ویسے بھی اماں کی ایکسرے کرتی نگاہوں سے اُسے خاصی الجھن ہوتی تھی۔

''پتر، اُس ویلے سے ڈر جب اللہ پاک کو تیرا بڑھ بڑھ کر بولنا بُرا لگ جائے۔ ایسی ٹھوکر لگائے گا کہ منہ کے بل گر جائے گی۔۔۔''
اماں مذہب اور اللہ کے معاملے میں اپنی اکلوتی اولاد کا بھی لحاظ نہیں کرتی تھی۔

''خدا کا خوف کر اماں، کیوں بد دعائیں دے رہی ہے۔۔۔'' سکینہ نے دہل کر اماں کا ناراض چہرہ دیکھا۔ اُن کے ہر نقش سے خفگی جھلک رہی تھی۔

''سمجھا رہی ہوں تجھے۔ بد دعائیں نہیں دے رہی، پگلی دنیا وچ ایک ماں دا رشتہ ہی اے۔ جیدے نال کسی غرض دا پھندا نہیں لٹکیا ہوندا'' (پگلی دنیا میں ایک ماں کا ہی رشتہ ہوتا ہے جس پر کسی بھی غرض کا کوئی پھندا نہیں لٹکا ہوتا) سکینہ اماں کی منطق سمجھنے سے قاصر تھی لیکن اگلی صبح اُسے یقین آ گیا تھا کہ ان کی بات میں کوئی نہ کوئی سچائی تو تھی۔

دونوں ماں بیٹی اگلے دن بیدار ہوئیں تو چمکتا سورج سر پر تھا۔ اللہ جانے مدہوش کی جانے والی نیند نے انہیں کتنا بے خبر کر دیا تھا کہ ہسپتال کی مسجد سے آنے والی اذان کی آواز کے ساتھ موذن نیند سے بہتر ہے کہ الفاظ بھی دونوں ماں بیٹی کو اٹھانے میں ناکام ہو گئے تھے۔ ایسا زندگی میں پہلی دفعہ ہوا تھا ورنہ اماں نے تو کبھی صبح اٹھنے کے لیے الارم تک نہیں لگایا تھا۔

''دونوں ماں بیٹی کی زندگی کی پہلی نماز قضا ہو چکی تھی۔۔۔ ندامت، شرمندگی اور افسوس کے گہرے غبار نے ان کے وجود کا احاطہ کر لیا۔

☆ ☆ ☆

''فارگاڈ سیک ماما یہ میری نمائشی پریڈ بند کریں۔۔۔ !!! مجھے انسلٹ محسوس ہوتی ہے۔۔۔'' ٹی وی لاؤنج میں داخل ہوتے ہی ماہم کو جھٹکا لگا۔ اندر کا ماحول خاصا گرم تھا۔ مسز رحیم دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھامے خاموش اور ان سے کچھ فاصلے پر متورم آنکھوں کے ساتھ سخت جھنجھلائی ہوئی عائشہ بول نہیں بلکہ چیخ رہی تھی۔ ماہم کو اس کا یہ انداز دیکھ کر دھچکا لگا تھا کیونکہ وہ خاصی نرم خو اور دھیمے مزاج کی حامل لڑکی تھی۔

اُسے کمرے میں آتے ہوئے سب سے پہلے وہیل چیئر پر بیٹھے موحد نے دیکھا تھا۔ اُس کے تھکن گزیدہ چہرے پر روشنی کسی برق رو کی طرح پھیلی تھی۔ وہ ہاتھ میں شاید صبح کا اخبار گول مول کیے دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی پر اضطرابی انداز میں مار رہا تھا۔

''آپ نے تو شادی کو ہوا بنا کر اپنے سر پر سوار کر لیا ہے۔ ماما پلیز اس چیز کو تسلیم کر لیں کہ شادی زندگی کا ایک حصہ ضرور ہے۔ پوری زندگی نہیں۔۔'' اُس کے چہرے پر اتنی تلخ مسکراہٹ ماہم نے پہلی دفعہ دیکھی تھی۔ موحد کی نظروں کے تعاقب میں ماما اور عائشہ دونوں نے ہی دروازے میں تذبذب کا شکار ماہم کو دیکھا تھا جو مسز رحیم کے خصوصی بلاوے پر وہاں آئی تھی۔

''آپ نے ماہم کو بلایا ہے۔۔۔'' عائشہ نے کڑے تیوروں کے ساتھ اپنی ماما کو دیکھا جو اس قدر درست اندازے پر گڑبڑا گئیں۔

''کیوں۔۔۔؟؟؟اس سے پہلے کیا میں آنٹی کے بلاوے پر ہی آتی ہوں۔۔۔'' ماہم نے مسز رحیم کو کسی مشکل میں ڈالنے کی بجائے خود ہی کہا۔ اُس کے جواب پر ان کی متغیر رنگت بحال ہوئی تھی۔

''اور یہ تم کسی خوشی میں بن بادل کی برسات کی طرح برس رہی ہوں، ذرا سکون کرو، اور انسانوں کی طرح بات کرو، سمجھی۔۔۔'' ماہم کو اُسے ٹریٹ کرنے کے سارے طریقے آتے تھے تبھی مسز رحیم ہر ایسے موقعے پر اُسے کال کر دیتی تھیں۔ اُس نے ہاتھ سے پکڑ کر عائشہ کو صوفے پر بیٹھا دیا۔

''آنٹی زبردست سی بلیک کافی کے ساتھ چکن میونیز والے سینڈوچ بنوائیں، ہمارے نئے کک نے تو آج سارا ناشتہ ہی برباد کر دیا۔۔۔'' وہ کنکھیوں سے عائشہ کے چہرے کے تاثرات کو جانچتے ہوئے بالکل عام سے انداز میں بولی۔

''اور موہد صاحب، کچھ خیال کیا کریں، کیسے کپتان رہے ہیں آپ فوج میں؟ آپ کے سامنے محاذ کھلا ہوا ہے اور آپ چپ چاپ ہتھیار ڈالے بیٹھے ہیں۔۔۔'' اُس نے موہد کی آنکھوں میں اپنے لیے مچلتے جذبوں سے دانستہ نظریں چراتے ہوئے اس کی بھی ساتھ میں ہی کلاس لی تھی۔

''ہم تو بہت سال پہلے ہی ہتھیار ڈال چکے ہیں ماہم منصور، اور محاذوں سے معذور ہو کر لوٹنے والے فوجیوں کو لوگ کہاں تک پوچھیں، تھک ہار کر ان کے حال پر چھوڑ دیتے ہیں۔'' موہد کا لہجہ پسپا اور چہرے پر دکھ کی گہری تہہ پر مسز رحیم اور عائشہ نے یکبارگی نظر اٹھا کر ایک دوسرے کو دیکھا۔ دونوں کے مزاج کی برہمی کا پارہ بڑی تیزی سے نیچے آیا۔ وہ بازوؤں کو سینے سے لپیٹے خاصا تھکا تھکا سا تھا۔

دہشت گردی کی جنگ اللہ جانے کس نے جیتی اور کس نے ہاری، لیکن موہد رحیم سوات اپریشن میں ڈیوٹی دیتے ہوئے بم دھماکے میں اپنی دونوں ٹانگیں ضرور گنوا آیا۔ مسز رحیم کی دو بیٹیاں اور ایک بیٹا تھا۔ سب سے بڑی آمنہ شادی کے بعد میاں کے ساتھ کینیڈا میں مقیم تھی۔ جب کہ ان سے چھوٹا موحد معذوری کی زندگی گذار رہا تھا۔ جب کہ سب سے چھوٹی عائشہ تھی جو بہت زبردست مصورہ تھی۔

''پہلا فوجی دیکھا ہے جس کی ہر بات سے مایوسی کسی تیل کی دھار کی طرح بہتی ہے۔ کچھ خیال کرو موحد، ایک سو ایک دفعہ سمجھا چکی ہوں کہ کوئی ایکٹویٹی ڈھونڈو۔'' وہ عائشہ کو چھوڑ کر موہد کے پیچھے پڑ گئی۔

''بھائی نے تو قسم کھا رکھی ہے کہ بس مجھے اور ماما کو تنگ کرنا ہے۔ اوپر سے پاپا کا بھی سارا غصہ ہم پر نکلتا ہے۔ انہوں نے کئی دفعہ کہا ہے کہ ان کے ساتھ ہیڈ کوارٹر چلے اور آفس کے کاموں میں حصہ لے، لیکن یہ ہر چیز سے انکار کر دیتے ہیں۔'' عائشہ بھی اپنا معاملہ بھول کر موہد کو شکایتی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

''جو تم ماما کو تنگ کرتی ہو، اُس کا پتا نہیں ہے۔ صبح سے جو سوپ سیریل میرے سامنے چل رہا ہے، بتاؤں ماہم کو۔۔۔؟؟؟'' موحد کے لہجے کی کھنک اُسے دیکھتے ہی لوٹ آتی تھی۔ ماہم نے سوالیہ نظروں سے عائشہ اور مسز رحیم کو دیکھا۔

''بیٹا تم ہی اسے سمجھاؤ، سر جھاڑ منہ پہاڑ حلیے میں گھومتی رہتی ہے۔ اپنا کوئی خیال ہی نہیں، کل مسز جلیل اپنے بیٹے کے لیے اسے دیکھنے آئیں تو جس حلیے میں اسٹوڈیو میں کام کر رہی تھی نیلے پیلے رنگوں سے اٹے ہاتھوں کے ساتھ ایسے ہی ڈرائنگ روم میں چلی آئی مت پوچھو، مجھے کتنی شرمندگی ہوئی۔'' مسز رحیم نے اپنا دکھڑا سنا ہی دیا تھا۔ عائشہ کے عام سے نقوش اور شکل وصورت انہیں ویسے ہی پریشان کرنے کو کافی تھی اوپر سے

اس کی لاپرواہی ان کو ہولائے رکھتی تھی۔ انہوں نے عائشہ کے بالکل ساتھ بیٹھی تک سک سے تیار میرون سوٹ میں دمکتی ماہم کو توصیفی نظروں سے دیکھا۔ عائشہ اس کے ساتھ بیٹھی اب اور زیادہ پس منظر میں چلی گئی تھی۔ اُن کا دل رنجیدگی کے گہرے سمندر میں ڈول گیا۔

''ماما۔۔۔'' عائشہ نے احتجاجی نظروں نے انہیں دیکھا جن کے چہرے کی تشویش اور پریشانی اُسے اور زیادہ جھنجھلاہٹ میں مبتلا کر رہی تھی۔ ماہم نے تنبیہی نظروں سے اُسے گھورا تو وہ کچھ سنبھل گئی اب کہ اس کا لہجہ خاصا نرم اور ہموار تھا۔

''ماما آپ کو پتا ہے کہ میں پیدائشی ایسی ہوں۔ مجھے مصنوعی چیزوں، جیولری، میک اپ وغیرہ سے سخت الجھن ہوتی ہے۔ مصنوعی پن چاہے چیزوں میں ہو یا رویوں میں مجھے بہت بُرا لگتا ہے اور مسز جلیل جیسے بن بن کر بولتی ہیں مجھے بالکل پسند نہیں اور اوپر سے ان کا دائمی نزلے کا مریض لڑکیوں جیسا بیٹا تو مجھے سخت زہر لگتا ہے۔ جس کی ڈریسنگ ٹیبل طرح طرح کے لوشنز، کریموں اور میک اپ کی چیزوں سے لدی رہتی ہے۔'' اُس کی آخری بات پر ماہم اور موحد دونوں نے اپنی ہنسی کا گلہ بڑی صفائی سے گھونٹا تھا ورنہ مسز رحیم کی توپوں کا رخ ان کی جانب ہو جاتا۔

''میں ان کے بیٹے کی نہیں تمہارے حلیے کی بات کر رہی ہوں۔ تم جان بوجھ کر ایسے موقعوں پر رف حلیے میں باہر آتی ہو۔۔۔'' مسز رحیم کی بدگمانی پر عائشہ نے شکایتی نظروں سے بالک خاموش موحد اور ماہم کو دیکھا۔

''ماما آپ ایسے ہی پریشان ہو رہی ہیں۔ یہ شروع ہی سے ایسی ہے۔ اب بھی آپ دونوں دوستوں کو دیکھ لیں کتنا تضاد ہے۔ ماہم کو دیکھ کر لگتا ہے کہ کسی فنکشن میں جا رہی ہے اور عائشہ کو دیکھ کر لگتا ہے کہ صبح منہ دھونا بھی بھول گئی ہے۔۔۔'' موحد نے ہلکے پھلکے لہجے میں ماحول کی چھائی سنگینی کو کم کرنا چاہا۔ اُس کی بات پر کپ میں کافی انڈیلتی ماہم نے کھا جانے والی نظروں سے اُسے دیکھا۔ ان تینوں کی کسی زمانے میں خوب دوستی تھی۔ پھر موحد کاکول اکیڈمی چلا گیا اور اس کے بعد اس کی پوسٹنگ کے سلسلے شروع ہو گئے لیکن وہ جب بھی تینوں اکٹھے ہوتے تو خوب ہنگامہ مچاتے تھے۔

''آنٹی دفع کریں آپ اسے، یہ تو چکنا گھڑا ہے، بوند پڑی پھسل گیا۔۔۔'' ماہم نے بھی شرارتی لہجے میں انہیں تسلی دی۔

''لیکن بیٹا، ایسا کب تک چلے گا لڑکیوں کو اپنے معاملے میں ایسا لاپرواہ نہیں ہونا چاہیے۔۔۔'' اُن کی تشویش کسی صورت کم نہیں ہو رہی تھی۔

''آپ کیوں ٹینس ہو رہی ہیں۔۔۔؟؟'' ماہم نے لاپرواہی سے سینڈوچ کھاتی عائشہ کو غصے سے گھورا۔ جسے ماں کی ٹینشن کی قطعاً پرواہ نہیں تھی۔ ''میں کل ہی نکھار سے اپائنٹمنٹ لیتی ہوں، دیکھیے گا کیسی اس کی ڈینٹنگ پینٹنگ کروا کر لاتی ہوں۔'' اس کے پرعزم انداز پر عائشہ منہ میں ڈالا سینڈوچ کا نوالہ نگلنا بھول گئی تھی۔ جب کہ اس کی بات پر مسز رحیم نے سکون کا سانس لیا تھا۔ انہیں معلوم تھا کہ وہ کسی نہ کسی طرح کھینچ کھانچ کر واقعی اُسے لے جائے گی۔

''ہرگز نہیں۔۔۔'' عائشہ نے کڑے تیوروں سے اُسے گھورا۔

''یہ تو کل آنے والا وقت ہی بتائے گا۔۔۔'' ماہم نے تلخ کافی کا ایک اور گھونٹ لیا تھا۔ موحد ان سب کو گفتگو کرتا دیکھ کر اپنے کمرے میں چل دیا تھا۔ اُسے معلوم تھا کہ ہمیشہ کی طرح ماہم ان سے فارغ ہو کر اس کے کمرے میں ضرور آئے گی۔

''ویسے ماما، آپ سوچتی تو ہونگی کہ کاش میں بھی پاپا پر جانے کی بجائے شکل وصورت میں آپ پر چلی جاتی، جیسے کہ آمنہ آپی اور

موحد ہیں۔۔۔'' عائشہ کا مزاج خوشگوار ہو چکا تھا۔ وہ ویسے بھی زیادہ دیر تک کسی بات کو اپنے ذہن پر سوار نہیں کرتی تھی۔

''کیوں، تمہیں کیا ہوا ہے۔۔۔؟؟؟؟'' ماما نے دانستہ اس پر نظریں ہٹاتے ہوئے ہلکے پھلکے لہجے میں کہا۔

''بھئی میں آپ لوگوں کی طرح خوبصورت جو نہیں ہوں۔۔۔'' اس کا لہجہ سادہ اور کسی بھی قسم کے احساس کمتری سے پاک تھا۔ وہ اچھی خاصی پر اعتماد لڑکی تھی۔

''تمہیں، کس نے کہا کہ تم خوبصورت نہیں ہو۔۔۔'' ماما نے انتہائی محبت سے اُسے دیکھا تھا۔

''آئینے نے۔۔۔'' اُس کے جواب نے دونوں کو ہی ایک لمحے کے لیے چپ کروا دیا تھا۔

''تم بہت فضول باتیں کرنے لگی ہو عائشہ، خیر یہ بھی تمہاری پیدائشی عادت ہے، چلو اٹھو اور مجھے اپنی تازہ تخلیق دکھاؤ'' ماہم کافی کا مگ پکڑے پکڑے کھڑی ہو گئی تھی۔ ماما نے بھی بوکھلا کر ٹی وی آن کر لیا تھا۔ دونوں نے اُس کے اسٹوڈیو میں پورے دو گھنٹے گذارے تھے۔ اُن کی باتیں ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتیں تھیں۔ جب کہ یہی دو گھنٹے موحد نے ایک ہی پوزیشن میں وال کلاک کو دیکھتے ہوئے اذیت کی بھٹی میں جل جل کر گذارے تھے۔ وقت کا پہیہ بڑی سست روی سے چل رہا تھا ویسے ویسے موحد کا دل بار بار بغاوت پر اتر رہا تھا۔

اچانک اس کی نظر اپنے کمرے کی کھڑکی کے باہر گیٹ کی روش پر پڑی۔ وہ اپنی جگہ سے ایک انچ بھی نہیں ہلا تھا وگ کو گھماتی ہوئی اس کی انگلیاں ساکت ہو گئیں تھیں۔ جب کہ اس کا دل دھڑکنا بھول گیا تھا اسے لگا جیسے کسی تیز رفتار ٹرین نے اُس کے پرخچے اڑا دیے ہوں۔ وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے ارغوانی پھولوں کی روش پر واپس اپنے گھر جاتے ہوئے ماہم منصور کو دیکھتا رہا۔ وہ آج پھر اُس سے ملنا بھول گئی تھی۔

☆ ☆ ☆

آج پھر بہت عجیب بات ہوئی۔۔۔

سکینہ عصر کی نماز پڑھ کر جو مدہوش ہو کر سوئی تو مغرب کی اذان نے بھی اُسے نہیں اٹھایا۔ حالانکہ اس کا دعویٰ تھا کہ اذان کی ہلکی سی آواز پر بھی وہ گہری نیند سے جاگ جاتی ہے لیکن آج کل سب کچھ ہی الٹ ہو رہا تھا۔

''نی سکینہ اٹھ جا۔۔۔ نماز پڑھ لے۔۔ یہ کون سا ٹیم ہے تیرا سونے کا۔۔۔'' جمیلہ مائی کی آواز نے بھی اس کی نیند میں خلل نہیں ڈالا تھا۔

''او پتر۔۔۔ اٹھ جا۔۔ ویلا (وقت) نکلتا جا رہا ہے۔ مغرب دا ٹیم ہی کنا ہوندا اے۔'' اُس کی آواز میں فکر مندی کے ساتھ ہلکی سی خفگی تھی لیکن سکینہ نے بھی شاید آج کوئی قسم کھا رکھی تھی کہ جمیلہ مائی کی کسی آواز پر کان نہیں دھرنا جو جائے نماز پر بیٹھی اُسے آوازیں دے رہی تھی۔ کمرے میں پیلے بلب کی روشنی گندھک کے غبار کی طرح پھیلی ہوئی تھی۔

''اٹھ جا نہ کریے، تجھے وضو کرنے میں بھی ٹیم لگے گا۔۔۔'' سکینہ کو واش روم میں لے کر جانا بھی ایک دشوار کن مرحلہ تھا جو جمیلہ مائی ماتھے پر ایک بھی شکن لائے بغیر مکمل خوش اسلوبی سے سرانجام دیتی تھی۔ اس کمرے میں اٹیچ باتھ روم کی وجہ سے انہیں کافی آسانی تھی۔

''نی سکینہ بتا۔۔۔ اج تیرے کی ارادے نے۔۔۔؟؟؟'' جمیلہ مائی نے اٹھ کر خاصے جارحانہ انداز کے ساتھ اس کے کندھے کو جھنجھوڑا تو

سکینہ نے بمشکل نیند بھری آنکھیں کھول کر ناگواری سے اماں کو دیکھا۔ ''کیا ہے اماں۔۔۔؟؟؟''

''اٹھتی ہے یا تیرے اک ہتھ (ہاتھ) جماؤں۔ اتنی دیر سے رولا ڈال رہی ہوں کہ نماز دا ویلا نکلا جا رہا ہے بلکہ اب تک تو نکل ہی گیا ہے۔۔۔'' اماں نے کھڑکی کا پردہ ہٹا کر باہر پھیلے گھپ اندھیرے کو دیکھا اس سے زیادہ مایوسی اور دکھ کا اندھیرا اس کے اپنے اندر اترا تھا۔ اماں کے غضب ناک انداز نے سکینہ کی ساری نیند اڑا دی تھی۔ اُس نے فوراً اٹھ کر وال کلاک دیکھا اور یک لخت شرمندہ ہوگئی۔

''تجھے کیا ہوگیا ہے سکینہ۔۔۔؟؟؟'' اماں نے سخت صدمے سے اپنی لاڈلی بیٹی کا خفت زدہ چہرہ دیکھا۔ ''نماز کی سستی تو، تو نے زندگی میں کبھی نہ کی، پہلے پرسوں فجر کی نماز، کل عصر کا ویلا اور اج مغرب دی نماز نکال دی، تیرے ابے کو پتا چلے تو وہ کتنا دکھی ہو۔ تو نے تو پتر اس وقت بھی اشارے سے نمازیں پڑھی جب تیرا اپریشن ہوئے چند گھنٹے ہی ہوئے تھے۔'' جمیلہ مائی کی اردو کافی بہتر ہوگئی تھی اور وہ بغیر اٹکے آرام سے بات کر لیتی تھی اس وقت اُس کے لہجے میں دکھ، تاسف اور رنج ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔

''پتر مینوں لگدا اے کہ سوہنے رب نوں تیری کوئی گل بُری لگ گئی اے۔ سکینہ توبہ کر توبہ۔ اللہ ناراض ہوگیا تے میری دھی تو رل جائیں گی، اُس ویلے تو ڈر، جب سوہنا رب تیرے دل تے کوئی مہر ہی نہ لگا دے۔۔۔'' جمیلہ مائی نے اُسے اللہ کے غضب سے ڈرایا اور وہ ڈر بھی گئی۔ آنسوؤں کے پر حدت قطرے اُس کے رخساروں پر پھیل رہے تھے۔

''یا اللہ میری کملی دھی تے رحم کر۔۔۔ اس نمانی کے کسی لفظ کی پکڑ نہ کرنا، یہ نادان اے، پاگل اے، کملی اے۔ شوہدی نوں گل کرنا دا سلیقہ نئیں۔۔۔'' جمیلہ مائی کی اونچی آواز میں مانگی گئی دعا اُسے اور بھی شرمندہ کر رہی تھی۔ اُسے حقیقتاً یہ سوچ کر تکلیف ہو رہی تھی کہ وہ اپنے رب سے غافل کیوں ہو رہی ہے۔ بہت دیر تک رونے اور اللہ سے معافیاں مانگنے کے بعد اس کے اعصاب کچھ پرسکون ہوئے اور اس نے عشاء کی نماز اذان کے ساتھ ہی پڑھ لی تھی۔

''اماں چل، اب ناراضگی چھوڑ دے ناں، بس کر، آج تو میں نے اللہ سے غافل کر دینے والی نیند کی بھی پناہ مانگی ہے۔۔۔'' سکینہ نے خفا خفا سی جمیلہ مائی کو دیکھتے ہوئے معذرت کی تھی۔ اماں بھلا اس سے ناراض بھی کب ہوتی تھی۔ ہمیشہ وہ ہی اماں کو ادائیں دیکھاتی تھی لیکن آج تو وہ بھی جلالی موڈ میں تھیں۔ اس وقت بھی وہ بچ جانے والی روٹیوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر رہی تھی تاکہ صبح چڑیوں کو ڈال سکے۔

''سوہنے رب سے سیدے رستے پر چلنے کی دعا بھی کر لینی تھی۔۔۔'' اماں کے جل کر بولنے پر اُسے ہنسی آ گئی۔

''اماں قسم سے بالکل کسی ڈاڈی اور کپتی ساس کی طرح طعنے دیتی ہے تو۔۔۔'' سکینہ کے شکوے پر جمیلہ مائی مبہم سے انداز میں مسکرائی تو سکینہ کے حوصلے بھی جوان ہوگئے۔ ''اماں میرے سر میں تیل ڈال کے مالش کر دے ناں، بال کتنی روکھے ہوتے جا رہے ہیں۔۔۔'' اُس کا فرمائشی پروگرام شروع ہوگیا تھا اور اماں بھی بھلا کب اس سے اتنی دیر خفا رہ سکتی تھیں۔ اس لیے فوراً سرسوں کے تیل کی بوتل اٹھا کر اس کے سر کا مساج کرنے لگیں، سکینہ کو سرور سا آنے لگا اور آنکھوں میں نیند نے ایک دفعہ پھر ڈیرے ڈال لیے۔

ڈاکٹر خاور کسی میڈیکل کانفرنس میں شرکت کرنے لاہور چلے گئے تھے۔ دو دن کے بعد وہ راؤنڈ پر آئے تو سکینہ کے ساتھ ساتھ اماں کی

متورم آنکھیں اور خاموشی انہیں کسی انہونی کا احساس دلا گئیں ورنہ دونوں ماں بیٹیاں اُن سے ہر راؤنڈ میں چھوٹے چھوٹے کئی سوال ضرور کرتی تھیں۔

''سکینہ آپ کی طبعیت ٹھیک ہے۔۔۔؟؟؟'' انہوں نے تشویش زدہ انداز سے اُس کے چہرے پر پھیلی افسردگی کو دیکھا۔

''مجھے پتا چل گیا ہے ڈاکٹر خاور کہ میں نے ٹھیک نہیں ہونا، آپ لوگ بس مجھ پر تجربے کر کر دیکھ رہے ہیں۔۔۔'' ڈاکٹر خاور کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ اس قدر تلخ جملہ سکینہ کے منہ سے بھی نکل سکتا ہے۔ اس لیے وہ کچھ لمحوں کے لیے ساکت رہ گئے۔ انہوں نے اپنے ساتھ موجود دو ڈاکٹرز اور ایک نرس کو کمرے سے نکلنے کا اشارہ کیا تھا۔ وہ بہت گہری نظروں سے سکینہ کے چہرے کے تاثرات کو جانچ رہے تھے۔

''آپ کو کس نے کہا کہ ہم لوگ آپ کے کیس پر بس تجربات کر رہے ہیں۔۔۔'' انہوں نے بہت تحمل سے سکینہ سے پوچھا جس کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز تھیں۔ وہ کچھ دیر اپنے لب کچلتی رہی اور پھر بے آواز آنسو اس کی گالوں پر ایک لڑی کی صورت میں بہنے لگے۔ انہوں نے مڑ کر سخت حیرت کے ساتھ اپنے پیچھے کھڑی جمیلہ مائی کو دیکھا جو خود بھی دوپٹے سے اپنی نم آنکھوں کو خشک کر رہی تھی۔

''سکینہ، کیا ہوا ہے۔۔۔؟؟؟'' انہوں نے بیڈ کے پاس رکھی کرسی کو گھسیٹ کر پاس کیا اور بہت اطمینان سے اس پر بیٹھ گئے۔ سکینہ خاموشی سے اپنے اندر موجود سسکیوں کو باہر نکلنے سے روک رہی تھی۔ اُس کے اندر نہ جانے کون سا جوار بھاٹا اٹھ رہا تھا۔ ڈاکٹر خاور کو لگا تھا کہ وہ ضبط کے کڑے مراحل سے گذر رہی تھی لیکن پیمانہ چھلکنے کی اصل وجہ وہ سمجھنے سے قاصر تھے۔

''سکینہ، آپ مجھے نہیں بتائیں گی۔۔۔؟؟؟'' ڈاکٹر خاور نے لاشعوری طور پر اس کے بھدے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا تو سکینہ کو لگا کہ جیسے کائنات کی ساری گردش لمحے بھر کو رک سی گئی ہے۔ اس کا دل ایک عجیب سی ڈھب پر دھڑکا، اُس کے بہتے ہوئے آنسوؤں کے آگے گویا بند سا لگ گیا تھا۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اپنے سانولے، موٹے اور بھدے سے ہاتھ پر ڈاکٹر خاور کا سفید رنگت کا حامل خوبصورت ہاتھ دیکھ رہی تھی۔ انہیں شاید اپنی اس لاشعوری حرکت کا ادراک ہو گیا تھا۔ تبھی انہوں نے غیر محسوس طریقے سے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے ہٹایا تو سکینہ کا دل ایک لمحے کو رک سا گیا۔ اُس کی قوت گویائی سلب ہو کر رہ گئی۔ وہ بالکل گونگے بہرے انداز سے اپنے سے کچھ فاصلے پر موجود سیاہ پینٹ پر گرے شرٹ میں ملبوس ڈاکٹر خاور کو ٹکٹکی باندھے دیکھے چلی جا رہی تھی۔

''آپ بتائیں کہ کیا ہوا ہے۔۔۔؟؟؟'' ڈاکٹر خاور اب جمیلہ مائی کی طرف متوجہ ہوئے جو ان کے بالکل پیچھے خاموش کھڑی تھی۔ اُن کے چہرے پر پھیلی سنجیدگی اور پریشانی کو دیکھ کر جمیلہ مائی نے دانستہ اپنے لہجے کو ہلکا پھلکا کیا۔

''بس پتر، خوامخواہ یہ نمانی ایک چھوٹی جئی گل نوں دل تے لے گئی اے۔ ورنہ میری دھی رانی تے بڑی ہمت والی اے۔۔۔''

''وہ ہی چھوٹی سی بات ہی پوچھ رہا ہوں، جس نے اتنی بہادر اور ہمت والی لڑکی کو رلا یا ہے۔ دو دن پہلے تک تو یہ بھی ٹھیک ٹھاک تھی اور فیزیوتھراپسٹ بھی کہہ رہیں تھیں کہ سکینہ بہت زیادہ تعاون کر رہی ہے۔۔۔'' ڈاکٹر خاور نے اپنی آنکھوں پر لگا چشمہ اتار کر سکینہ کے بیڈ پر رکھا۔

''بس ڈاکٹر صاحب، چھڈو اُس گل نوں، یہ تو جھلی ہے خوامخواہ دل چھوٹا کر گئی اور مجھے بھی رلا دیا۔۔۔'' جمیلہ مائی نے زبردستی مسکرانے کی ایک ناکام کوشش کی تھی۔

''سکینہ جیسی لڑکی کسی چھوٹی موٹی بات پر جذباتی نہیں ہوسکتی، اور کم ازکم میرے بارے میں ایسی سوچ نہیں رکھ سکتی کہ میں اُس کے کیس پر کوئی تجربہ کروں گا۔۔۔'' ڈاکٹر خاور کو مطمئن کرنا کوئی آسان کام نہیں تھا۔اس کا اندازہ آج پہلی دفعہ اماں اور سکینہ کو ہوا۔

''سوری ڈاکٹر صاحب، میرا مقصد ہرگز وہ نہیں تھا۔ایسے ہی خوامخواہ میرے منہ سے غلط بات نکل گئی، آپ مجھے معاف کر دیں۔۔۔'' سکینہ نے نظریں چراتے ہوئے اٹک اٹک کر کہا تھا۔

''میں تو اُس وقت ہی اس بات کو چھوڑوں گا، جب آپ مجھے اصل بات بتائیں گی۔۔۔'' وہ اور زیادہ اطمینان سے بیٹھ گئے تھے۔سکینہ نے گھبرا کر اماں کو دیکھا جن کے اپنے چہرے پر بھی ہوائیاں اڑی ہوئی تھیں۔دونوں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے کو مبہم سا اشارہ کیا تھا جو ڈاکٹر خاور کی زیرک نگاہوں سے پوشیدہ نہیں رہ سکا تھا۔

''آپ لوگ کھل کر بات کیوں نہیں کر رہی ہیں۔مجھے بہت عجیب لگ رہا ہے۔۔۔'' ان کے لہجے میں چھپی ہلکی سی ناگواری پر اماں بوکھلا کر بولیں۔

''ایسی کوخاص گل نئیں اے ڈاکٹر صیب، بس رات ڈیوٹی پر موجود دو نرسیں سکینہ پر مخول کر رہی تھیں یہ جھلی ان کی باتوں کو دل پے لے گئی۔۔۔''

''مخول۔۔۔؟؟؟؟'' وہ تھوڑا سا الجھے۔

''جی اماں کا مطلب ہے کہ مذاق اور چھیڑ چھاڑ کر رہی تھیں۔۔۔'' سکینہ کا لہجہ ابھی تک بھیگا ہوا تھا۔

''کیا مذاق کر رہی تھیں۔۔۔؟؟؟'' ان کے چہرے پر موجود سنجیدگی اب ان دونوں کو ہولائے دے رہی تھی۔اماں بولتے ہوئے کچھ تذبذب کا شکار ہوئیں تو سکینہ نے جھٹ کہا۔

''کچھ نہیں ڈاکٹر صاحب، وہ کہہ رہی تھیں کہ سکینہ تمہاری کمر کی کوہان دیکھ کر اونٹ کے بچے کا خیال آتا ہے۔۔۔''

''واٹ۔۔۔'' ان کو سن کر ہی سخت دھچکا لگا اور وہ بلا ارادہ ہی اٹھ کھڑے ہوئے۔ان کے چہرے پر پھیلی سرخی ان کے اندرونی خلفشار کی عکاسی کر رہی تھی ''یہ تو انتہائی نامناسب اور فضول ترین بات کی ہے انہوں نے۔۔۔'' انہیں سخت غصہ آیا تھا۔

''اور کیا یہ بھی انہوں نے ہی کہا تھا کہ ہم لوگ آپ کے کیس پر تجربے کر رہے ہیں۔۔۔'' ان کے انداز میں اس قدر سختی تھی کہ اماں نے اور اس نے فوراً گھبرا کر نفی میں سر ہلا دیا۔ان کے نظریں چرانے پر وہ معاملے کی تہہ میں پہنچ گئے تھے۔

''رات ڈیوٹی تھی کس کی۔؟ کون کال پر تھا۔۔۔؟؟؟'' انہوں نے زیرلب کہہ کر تھوڑا سا سوچا۔

''دفع کریں ڈاکٹر صیب، ایسے ہی وہ بھی کسی کی بچیاں ہیں اور مخول کر رہی تھیں، آپ چھڈیں، مٹی پائیں، یہ تو جھلی ہے ایویں رات سے رو رو کے ہلکان ہو رہی ہے۔'' جمیلہ مائی کسی سے بھی پنگا لینے کی پوزیشن میں نہیں تھی۔اُسے معلوم تھا کہ اُسے اپنی بیٹی کے ساتھ ایک طویل عرصہ تک یہیں رہنا ہے ایسے میں ہسپتال کے چھوٹے بڑے عملے کے ساتھ بنا کر رکھنے میں ہی عافیت تھی لیکن اب ڈاکٹر خاور کے چہرے پر پھیلے غصے کو دیکھ کر

انہیں اپنی حماقت کا احساس ہوا تھا۔

''جانے دیں ڈاکٹر صیب ،ایسے مخول تو ہمارے پنڈ کے نیانے (بچے) بھی سکینہ کے ساتھ کرتے تھے لیکن اس وقت یہ جھلی محسوس ہی نہیں کرتی تھی اب خورے اسے کیا ہوگیا ہے؟؟؟'' جمیلہ مائی اپنی طرف سے حتی الامکان معاملے کی سنگینی کو کم کرنے کی کوشش کی رہی تھی اور اس کی بدقسمتی تھی کہ ڈاکٹر خاور کو اس کی یہ بے ضرری کوشش صاف سمجھ میں آرہی تھی۔

''مذاق میں بھی کسی انسان کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ ان چیزوں کا تمسخر اڑائے جن میں انسان کا اختیار نہیں، جب ہم ایسا کر رہے ہوتے ہیں تو ہم بلواسطہ اُس ذات کا مذاق اڑا رہے ہوتے ہیں۔ جس نے ان چیزوں کو تخلیق کیا ہوتا ہے۔ انسان ناسمجھ ہے اور اس چیز کا شعور نہیں رکھتا۔ اس لیے تو خسارے میں رہتا ہے۔'' ڈاکٹر خاور نے تاسف بھرے انداز میں کہا تھا۔ وہ دل ہی دل میں ان نرسوں کی بھرپور کلاس لینے کا تہیہ کر چکے تھے۔

''رہنے دیں ڈاکٹر صاحب، مجھے ان سے کوئی شکوہ نہیں ،اللہ خود ہی ان سے پوچھ لے گا۔۔۔'' سکینہ کی بات پر اماں نے دہل کر اپنی نادان بیٹی کو دیکھا۔

''خبردار سکینہ کسی نوں انج (اس طرح) نئیں کہندے ،اگر تینوں کوئی شکوہ نئیں تے اللہ تے کیوں چھڈ دی ایں۔ سوہنے رب دا انصاف بڑا سخت ای پتر، انساناں نوں خود معاف کر دیندے آں، اللہ دی پکڑ بڑی سخت اے۔ سب لئی خیر منگیا کر دھی رانی۔۔۔ (خبردار سکینہ کسی کو ایسے نہیں کہتے ،اگر تمہیں کوئی شکوہ نہیں تو اللہ پر کیوں چھوڑ رہی ہو؟ اللہ کا انصاف بڑا کڑا ہوتا ہے اس لیے انسانوں کو خود ہی معاف کر دیتے ہیں اور سب کے لیے خیر مانگتے ہیں)۔ جمیلہ مائی کے لہجے میں عاجزی ہی عاجزی تھی۔ ڈاکٹر خاور اس ان پڑھ خاتون سے سخت متاثر ہوئے تھے۔ جس کے دل میں اللہ کی محبت نے سب کے لیے خیر اور بھلائی بھر دی تھی۔ وہ تیزی سے کمرے سے نکلے اور اپنا چشمہ اٹھانا ہی بھول گئے۔ جب کہ سکینہ نے اماں کی نظروں سے بمشکل بچتے ہوئے اُس چشمے کو فوراً عقیدت سے اٹھا کر اپنے تکیے کے نیچے چھپا دیا تھا۔ اُسے لگا کہ جیسے اُسے ہفت اقلیم کی دولت مل گئی ہو۔

☆ ☆ ☆

اُس دن ماہم کلینک سے گھر آئی تو پورچ میں ثمن آپی کی گاڑی دیکھ کر اُسے خوشگوار حیرت ہوئی۔

اپنے بھانجے احیان سے ملاقات کا سوچ کر ہی اس کا مزاج بڑا خوشگوار ہوگیا تھا۔ وہ چار سال کا بہت کیوٹ اور باتونی بچہ تھا۔ جس کے بال سنہری اور آنکھیں کرنجی تھیں۔ اُسے ایک نظر دیکھنے پر ہی کسی انگریز کے بچے کا گمان ہوتا تھا۔

ٹی وی لاؤنج میں احیان کے پسندیدہ کارٹون ٹام اینڈ جیری کی آواز سن کر ایک بے ساختہ مسکراہٹ نے اُس کے چہرے کا احاطہ کیا تھا۔ اُسے معلوم تھا کہ اُس کا بھانجا ٹام اینڈ

جیری کا دیوانہ ہے۔ اس وقت بھی وہ اپنے مشغلے میں مصروف تھا۔

''گورے گورے گال، یہ ہے اسٹیلنز کا کمال، او تیرا کیا کہنا۔۔۔'' وہ جیسے ہی اندر داخل ہوئی چار سالہ احیان نے صوفے سے جمپ لگایا اور اُس کے سامنے آکر بالکل کمرشل کے انداز میں شرارت سے گانے لگا۔ اگلے ہی لمحے وہ اس کے گلے کا ہار بنا ہوا تھا۔

''اوئے ہینڈسم۔۔۔!!! آپ کب آئے اور آپ کی موٹی ماما کہاں ہیں۔۔۔؟؟؟'' ماہم نے اس کے پھولے پھولے گالوں پر پیار کرتے ہوئے دائیں بائیں دیکھا۔ وہ اس وقت ٹی وی لاؤنج میں اکیلا تھا۔ سامنے میز پر اس کی پسندیدہ فروٹ جیلی اور اسٹابری شیک پڑا ہوا تھا۔

''موٹی ماما تو اسمارٹ سی نانو کے ساتھ گروسری لینے میٹرو گئی ہیں، وہاں سے پھر کپڑوں کی کوئی ایگزیبیشن دیکھنے میریٹ جائیں گی اور پھر پاپا کے سامنے معصوم سی شکل بنا کر کہیں گی کہ جانو، مہنگائی بہت ہوگئی ہے۔ پیسوں کا کچھ پتا ہی نہیں چلتا۔۔۔'' اُس نے اس قدر عمدہ طریقے سے ثمن آپی کی نقل اتاری کہ کچھ لمحوں کے لیے ماہم بھی ہکا بکا رہ گئی۔ وہ سخت حیرت اور تعجب سے اپنے چار سالہ ذہین وفطین بھانجے کو دیکھ رہی تھی جس کی آنکھوں میں شوخی جگر جگر کر رہی تھی۔ وہ اب مزے سے کوئی اور کارٹون کا چینل لگا رہا تھا۔

''اوئے ٹام کروز کے جانشین، تمہیں شرم نہیں آتی، ماما کی نقل اتارتے ہوئے۔۔۔'' ماہم نے کان سے پکڑ کر اُسے اپنے پاس بیٹھایا ۔جس کے اندر ایک بے چین روح کا بسیرا تھا۔

''لو میں نے کون سا غلط بات کی۔۔۔'' وہ چھلانگ لگا کر اپنا کان اس کے ہاتھ سے چھڑا کر دور کھڑے ہو کر ہنس رہا تھا۔

''پتا ہے آنی، پاپا، ماما کی اس بات کے جواب میں کیا کہتے ہیں۔۔۔؟؟؟'' اُس نے شرارت سے آنکھیں مٹکائیں اور کمر پر ہاتھ رکھ کر کھڑا ہو گیا۔

''کیا کہتے ہیں بھئی، ہمیں بھی تو پتا چلے۔۔۔'' اس نے اپنا بیگ کندھے سے اتار کر سائیڈ میز پر رکھا اور جگ سے پانی گلاس میں انڈیلنے لگی جو ملازمہ اُسے دیکھ کر لے آئی تھی۔

''پاپا کہتے ہیں۔۔۔'' وہ منہ پر ہاتھ رکھ کر ہنسا تو ماہم کو بے ساختہ ہی اُس پر پیار آیا۔۔۔

''بتاؤ ناں۔۔۔؟؟؟'' اُسے تجسس ہوا۔۔۔

''آپ عائشہ آنی کو تو نہیں بتائیں گی ناں، ورنہ وہ پاپا کو بتا دیں گی۔۔۔'' اُسے ایک نئی فکر نے گھیرا۔ اُسے معلوم تھا کہ پڑوس میں رہنے والی عائشہ آنی اس کے پاپا کی کزن ہیں اور ماہم آنی کی بیسٹ فرینڈ۔

''ارے بابا، نہیں بتاتی۔۔۔'' ماہم نے ٹی وی لاؤنج میں ابھی ابھی داخل ہوتی عائشہ کو دیکھ کر اپنی ہنسی دبائی۔ جس نے احیان کی آخری بات سن لی تھی اور اب خود بھی شرارت اور تجسس کے مارے وہیں کھڑی ہوگئی تھی کیونکہ اسے علم تھا کہ اس کی موجودگی میں وہ بالکل نہیں بتائے گا۔

''یار بتا دو ناں۔۔۔'' ماہم نے بیزاری سے اُسے دیکھا جو جیمز بانڈ کی طرح پراسرار انداز سے چل کر دکھا رہا تھا۔

''جب ماما سارے پیسے خرچ کر لیتی ہیں تو پاپا کہتے ہیں ''ڈارلنگ میں تو جو کچھ کماتا ہوں، شریف مردوں کی طرح تمہارے ہاتھ میں دے دیتا ہوں، اب تمہاری مرضی جیسے بھی خرچ کرو بس یہ یاد رکھا کرو کہ مجھے تنخواہ مہینے میں ایک دفعہ ہی ملتی ہے۔۔۔'' اُس کی پرفیکٹ نقل پر ماہم کے ساتھ عائشہ کے حلق سے بھی ایک بے ساختہ قہقہہ نکلا۔ جب کہ عائشہ کو ایک دم اپنے سامنے دیکھ کر اس کا رنگ فق ہوا۔

''ٹھہر جاؤ، شیطان کے بچے میں انصر بھائی کو بتاؤں گی کہ یہ کیسے آپ کی کامیاب نقل اتارتا ہے۔۔۔'' عائشہ کی دھمکی پر وہ اچھل کر

صوفے کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔

''آنی، آپ کو سکون نہیں ہے، اپنے گھر میں کیوں نہیں ٹک کر بیٹھتی، جب دیکھو میری نانو کے گھر میں ہوتیں ہیں۔۔۔'' احیان کے منہ بنانے پر ماہم ایک دفعہ پھر کھلکھلا کر ہنسی۔

''مائی گاڈ، یہ کیا چیز پیدا کی ہے ثمن آپی نے۔۔۔'' عائشہ تعجب کے عالم میں اگلی بات ہی بھول گئی۔ اُس کی بات پر ماہم بے ساختہ ہنسی جب کہ احیان ٹی وی پر بلند آواز میں چلنے والے ''کم آن بے بی، کم آن بے بی ون پاؤنڈ فش'' گانے پر میز پر کھڑا ڈانس کر رہا تھا۔

''احیان، نیچے اترو، ورنہ پاپا کو ابھی فون کر دوں گی۔۔۔'' اس کی دھمکی پر وہ فوراً میز سے نیچے اتر آیا تھا اب شرافت سے صوفے پر بیٹھا دونوں کو غصے سے گھور رہا تھا۔

''میں نے ماما سے کہا بھی تھا کہ مجھے گھر چھوڑ دیں، وہاں عائشہ آنی کو موجودگی میں ماہم آنی مجھے لفٹ ہی نہیں کرواتیں۔۔۔'' اس کی سنجیدگی سے کہی گئی بات پر وہ دونوں ہی ہکا بکا رہ گئیں۔

''یار یہ کہاں سے ایک ظالم سماج ہمارے درمیان آ گیا ہے۔۔۔'' عائشہ کی ہنسی میں سخت حیرت تھی۔

''بس یار آج کل مارکیٹ میں ایسے ہی بچے آ رہے ہیں۔۔۔'' ماہم آج کافی تھک گئی تھی۔ اُس نے ٹانگیں صوفے کے اوپر کر کے آلتی پالتی مار لی۔

''احیان بیٹا، آپ موحد چاچو کے پاس جاؤ اور کیرم بورڈ کھیلنا ان کے ساتھ، وہ گلہ کر رہے تھے کہ احیان اب ان کے پاس نہیں آتا۔۔۔'' عائشہ نے اُسے وہاں سے بھگانا چاہا ویسے بھی ایک خاص بات کرنے آئی تھی جو احیان کی موجودگی میں ممکن نہیں تھی۔

''نہیں آنی، اب موحد انکل بہت بور ہو گئے ہیں۔ پہلے اچھے تھے، جب میرے ساتھ کرکٹ کھیلتے تھے۔ اب ان کے ساتھ مزا نہیں آتا۔۔۔'' اُس کے منہ پھٹ انداز پر عائشہ کے چہرے کی رنگت پھیکی پڑ ی تھی۔ اپنے بھائی کی معذوری کا احساس اُسے خود تو تھا ہی اب تو بچے بھی اس کا برملا اظہار کرنے لگے تھے۔

''بہت بری بات ہے احیان۔۔۔'' ماہم نے اپنی دوست کا پھیکا پڑتا چہرہ دیکھا تو فوراً احیان کو ڈانٹا۔

''کوئی بات نہیں یار، یہ تو بچہ ہے۔ آج کل تو اچھے خاصے باشعور انسان اور بہترین دوست کا دعویٰ کرنے والے لوگ ایسے موقعوں پر اپنے دوستوں کا ساتھ چھوڑ جاتے ہیں۔'' عائشہ کی بات ماہم کو تیر کی طرح لگی تھی۔ اُسے نہ جانے کیوں لگا تھا کہ جیسے وہ اُسے ہی سنا رہی ہو۔

''زیادہ نخرے مت کیا کرو، جاؤ انکل کے پاس، انہوں نے تمہارے لیے اسکاٹ لینڈ سے بڑی مزے کی ایک وڈیو گیم منگوائی ہے۔'' ماہم نے عائشہ کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے احیان کو لالچ دیا تو وہ جھٹ سے کھڑا ہو گیا۔

''سچ آنی۔۔۔؟؟؟'' اُس کی آنکھوں میں چمکتی جوت سے عائشہ نے بمشکل آنکھیں چرائی تھیں۔ کسی دور میں ایسی ہی روشنی موحد کی آنکھوں میں بھی دمکتی تھی۔ وہ چھلانگیں مارتا ہوا باہر نکل گیا۔ اسی لمحے اس کے سیل فون کی مترنم سی بیل بجی۔

''یار اب کس کا فون آ گیا۔۔۔؟؟؟'' ماہم کے لہجے میں کوفت اور بیزاری بڑی رفتار کے ساتھ ٹپک رہی تھی۔ وہ اس وقت بس آرام کرنا چاہتی تھی۔

''عائش پلیز، ٹی وی کا والیوم ذرا کم کرنا۔۔۔'' اس کی درخواست پر بالکل خاموش بیٹھی عائشہ نے فوراً ریموٹ کنٹرول سے ٹی وی آواز کم کی۔

''جی ھیلو۔۔۔'' اُس نے بیزاری سے اس انجان نمبر کو اٹینڈ کیا۔

''واٹ۔۔۔'' وہ باقاعدہ اچھل کر بیٹھی ۔ عائشہ نے چونک کر اس کا سخت پریشانی میں چہرہ دیکھا۔ دوسری جانب سے نہ جانے کیا کہا جا رہا تھا کہ ماہم کے چہرے کی رنگت متغیر ہوئی۔ اُسے حقیقت میں زوردار جھٹکا لگا۔ وہ اب حواس باختہ انداز سے اپنی گاڑی کی چابی دائیں بائیں دیکھ رہی تھی۔ جو سامنے ہی سائیڈ میز پر پڑی اُسے نظر نہیں آ رہی تھی۔ عائشہ نے بہت کم زندگی میں اُسے اس طرح ری ایکٹ کرتے دیکھا تھا۔

''ڈونٹ ووری آنٹی، میں پہنچ رہی ہوں۔۔۔'' اُس نے کلائی میں بندھی واچ پر وقت دیکھتے ہوئے بڑی عجلت میں کہا تھا۔ وہ فون بند کر چکی تھی۔

''کیا ہوا ماہم۔۔۔؟؟؟؟'' عائشہ کو کسی انہونی کا احساس ہوا۔

''یار بہت بُرا ہوا ہے۔۔۔'' عائشہ کو اس کی آواز کسی کنوئیں سے آتی ہوئی محسوس ہوئی۔

''بتاؤ ناں، کیا ہوا ہے؟ اور کہاں جا رہی ہو۔۔۔'' اُس نے گاڑی کی چابیاں اُسے تھماتے ہوئے فکرمندی سے پوچھا۔

''رامس علی نے خودکشی کر لی۔۔۔'' اُس کے لہجے میں کچھ تھا جو عائشہ کو بھی اپنی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ سی دوڑتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔ جب کہ ماہم جو کہ خود بھی بہت کم اعصابی دباؤ کا شکار ہوتی تھی لیکن اس لمحے اُسے بھی یوں لگا جیسے کسی نے بھاری بلڈوزر اس کے اوپر سے گذار دیا ہو۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ وہ اتنا بڑا انتہائی قدم بھی اٹھا لے گا۔

☆ ☆ ☆

(صائمہ اکرم چوہدری کا یہ دلچسپ ناول ابھی جاری ہے، باقی واقعات اگلی قسط میں پڑھیے)

''وہ رامس کے ساتھ ایف نائن سیکٹر میں واقع فاطمہ جناح پارک میں موجود تھی۔ موسم بہت سہانا تھا۔ فضا میں موتیے کے پھولوں کی بھینی بھینی سی مہک تھی۔ اپنی خودکشی کے واقعے کے بعد وہ پہلی دفعہ ماہم کے ساتھ گھر سے باہر نکلا تھا۔ اس لیے اضطراب اور بے چینی اُس کے ساتھ چلتے ہوئے ماہم کو اچھی طرح محسوس ہو رہی تھی۔ اُس تلخ واقعے کے بعد فوری ٹریٹمنٹ ملنے سے اُس کی حالت تو سنبھل گئی تھی لیکن اُس کی اس حرکت نے اُس کے پورے گھر کو خوفزدہ کر دیا تھا۔۔۔۔''

پچھلے ایک ہفتے سے ماہم کسی سایے کی طرح اُس کے ساتھ تھی۔ اوپر سے جواد انکل اُسے امریکہ سے کال کر کے بار بار رامس کا کیس اچھی طرح ہینڈل کرنے کی تلقین کر رہے تھے۔۔۔ اب تو خیر اُس کی رامس کے ساتھ اچھی خاصی دوستی اور بے تکلفی ہو گئی تھی۔ اس لیے وہ اُس کی آمد پر بیزاری اور کوفت کا اظہار نہیں کرتا تھا۔ وہ واحد لڑکی تھی جس نے اُس سے خودکشی کرنے کی وجہ نہیں پوچھی تھی۔ وہ اس قدر سادہ انداز سے اُس سے چھوٹی چھوٹی باتیں کرتی تھی کہ رامس کو کبھی کبھار لگتا کہ وہ سائیکلو جسٹ ہونے کا بس ڈرامہ ہی کر رہی ہے۔

اُس دن موسم غضب کا تھا۔ ٹھنڈی ہوا بادلوں کے ساتھ اٹھکیلیاں کرتی ہوئی بڑے مست انداز کے ساتھ چل رہی تھی۔ موسم اچھا ہونے کی وجہ سے وہ زبردستی اُسے اپنے ساتھ ایف نائن پارک میں لے آئی۔۔۔

پنک کلر کے سوٹ میں وہ سر تا پا قیامت ڈھا رہی تھی، ایک تو لباس کی کارگزاری اوپر سے اس کے دل کو چھو لینے والے نقوش، وہ سادگی میں بھی غضب ڈھاتی تھی۔ اس وقت اپنے شانوں پر آتے گھنے سلکی بال کھولے ہلکی سی لپ اسٹک میں بھی وہ دمک رہی تھی۔ وہ اپنی راج ہنس جیسی گردن اٹھائے دلچسپی سے دائیں بائیں لوگوں کو دیکھ رہی تھی۔

اس کے ساتھ سنگ مرمر کے بینچ پر بلیک جینز پر اسکائی بلیو شرٹ میں ملبوس رامس کی مردانہ وجاہت عام سے حلیے میں بھی صاف جھلک رہی تھی۔ اس کی شیو بڑھی ہوئی اور بادامی آنکھوں میں رتجگے کی کیفیت نمایاں تھی، وہ کئی راتوں سے ٹرینکولائزر لینے کے باوجود بھی نہیں سو پا رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں طغیانی اور چہرے پر عجیب سا خوف تھا۔۔۔

''بھئی کیا ہو گیا ہے، ریلیکس ہو کر بیٹھو ناں اور بے فکر رہو، میں کرنٹ نہیں مارتی۔۔۔'' ماہم نے دلکش مسکراہٹ سے اُسے قدرے فاصلے پر لاتعلقی سے بیٹھے دیکھ کر شرارتاً کہا۔

''ایسی کوئی بات نہیں۔۔۔'' اُداسی اُس کے سارے وجود پر خیمہ تانے ہوئے تھی۔ وہ تھوڑا سا قریب ہوا تو اس کے لباس سے اٹھنے والی بھینی بھینی پرفیوم کی خوشبو ماہم پر خوشگوار تاثر چھوڑ گئی۔

''پرفیوم تو بہت زبردست لگا رکھا ہے۔۔۔'' وہ ایسے ہی بے معنی باتوں سے گفتگو کا آغاز کرتی۔

''بھائی کا ہے۔۔۔'' اُس کے سادہ سے جواب پر وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ اُس کے موتیوں کی لڑی جیسے سفید دانتوں سے نظر چراتے ہوئے اُس نے قدرے ناراضگی سے کہا۔

''اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے۔۔۔''؟؟؟اس کی بادامی روشن آنکھوں میں ہلکی سی جھنجھلاہٹ ابھری جسے ماہم نے صاف نظر انداز کیا۔

''ایک تو تم فوراً لڑکیوں کی طرح ناراض ہوجاتے ہو چھوٹی چھوٹی باتوں پر۔۔۔'' ماہم ایک دفعہ پھر ہنسی۔

''اور تم لڑکوں کی طرح جو بات دل میں آئے وہ فوراً کہہ دیتی ہو۔۔۔'' اُس کا جوابی حملہ ماہم کو اچھا لگا۔

''کیوں نہیں کہنی چاہیے کیا۔۔۔؟؟؟'' اُس کی آنکھوں میں سے ایک دفعہ پھر شرارت چھلکی وہ خاموش رہا تھا۔''رامس تم ماڈلنگ کیوں نہیں کرتے، قسم سے ماڈلنگ کے لیے بالکل فٹ ہو۔۔۔'' وہ ماہم کے اس بے تکے مشورے پر سخت حیران ہوا۔''مجھے ایسے فضول کام پسند نہیں۔۔۔'' اُس نے فوراً ناگواری کا اظہار کیا۔

''پھر کیا کام پسند ہے، وہ بتا دو۔۔۔'' اس نے قطعاً بُرا نہیں منایا بلکہ پہلے سے زیادہ دلچسپی سے پوچھا۔

''میں کچھ بھی نہیں کر سکتا، میں بس اتنا جانتا ہوں۔۔۔'' وہ بالکل ایک روٹھے ہوئے بچے کی طرح بولا تھا۔ ماہم مسکرائی۔

''دیکھو رامس، تم ایک بالکل نارمل انسان ہو، بس ڈیپریشن کے بعد والے فیز سے گذر رہے ہو، میں مانتی ہو کہ یہ بھی ایک ذہنی بیماری ہے اور ہمارے معاشرے کا المیہ ہے کہ ہم جسمانی بیماریوں کے لیے تو بہت دھڑلے سے ڈاکٹرز کے پاس جاتے ہیں لیکن کسی سائیکولوجسٹ یا سائیکاٹرسٹ کے پاس جاتے ہوئے ہم اپنے دائیں بائیں دیکھنے لگتے ہیں کہ کوئی ہمیں دیکھ تو نہیں رہا۔ اصل میں تو اس رویئے کا علاج کرنے کی ضرورت ہے، جیسے کہ تمہارا کہنا تھا کہ تم میرے کلینک نہیں آؤ گے۔'' بڑی سنجیدہ بات بڑے ہلکے پھلکے لہجے میں کہتے ہوئے اُس نے اپنے اوپر جھکے ہوئے درخت سے ایک ایک چھوٹی سی شاخ بھی توڑ لی۔

رامس نے الجھ کر اُس کے چہرے کے دلکش نقوش کو دیکھا جبکہ وہ لاپرواہی سے ہاتھ میں پکڑی شاخ سے زمین پر اُگی گھاس پر لکیریں کھینچ رہی تھی۔ وہ بظاہر لاپرواہ لیکن اس کا تمام تر دھیان اپنے ساتھ بیٹھے رامس کی طرف تھا۔

''میں لوگوں سے ڈرتا نہیں ہوں'' رامس کی خفگی بھرے انداز پر دی جانے والی اطلاع پر ماہم نے مسکرا کر اُسے دیکھا جو کیاری میں لگے گل داؤدی کے پھولوں پر نظریں جمائے قدرے رخ موڑے لاتعلقی سے بیٹھا ہوا تھا۔

''اگر لوگوں سے نہیں ڈرتے تو پھر میرے کلینک کیوں نہیں آئے؟'' ماہم نے اس کے لہجے سے ذرا بھی متاثر ہوئے بغیر ہنس کر کہا، اس کے چہرے پر بڑا نرم سا تاثر تھا جو اس کی دلکشی کو مزید بڑھا رہا تھا۔ رامس نے بڑی مشکل سے اپنی نگاہیں اس کے چہرے سے ہٹائیں تھیں۔

''بس میرا دل کر رہا تھا کہ آج تم سے کہیں باہر ملوں'' اس کے معصومانہ انداز پر وہ بے ساختہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ رامس کو یوں لگا جیسے کسی ویران مندر میں بہت سی گھنٹیاں بج اُٹھی ہوں۔ وہ اُس کے ساتھ بیٹھی اب اپنے سامنے بچوں کو کرکٹ کھیلتا ہوا بڑی دلچسپی سے دیکھ رہی تھی۔ اُس کی نظروں کے تعاقب میں رامس نے وہ منظر دیکھا تو سادہ سے انداز میں اُسے کہا۔

''ڈیڈی کی ڈیتھ سے پہلے میں بھی بہت اچھا فاسٹ باؤلر تھا۔ اپنے کالج کو اکثر میچ میں نے ہی جتوائے تھے۔۔۔'' وہ اس کی اطلاع پر چونکی۔

''ہوں۔۔۔گڈ۔۔۔!!!!تم اب کیوں نہیں کھیلتے۔۔۔'' ماہم نے سخت حیرانگی سے اُس کے تھوڑی کے پاس تل کو دیکھا۔ لڑکوں کے ایسے

تل اُس نے کم کم ہی دیکھے تھے۔

''پتا نہیں۔۔۔'' اُس نے لاپرواہی سے کندھے اچکائے۔

''مجھے لگتا ہے کہ ہر وہ کام جو میں پہلے کرتا تھا۔ وہ اب نہیں کر سکتا۔۔۔'' اُس کے لہجے میں عجیب سی بے چارگی تھی۔ وہ اب بے بسی سے اپنے دونوں ہاتھ مسل رہا تھا۔ ماہم نے بڑی توجہ سے اس کی اس حرکت کو دیکھا تھا جو وہ غیر ارادی طور پر کر رہا تھا۔

''دیکھو رامس، تم جس ذہنی کیفیت میں مبتلا ہو اسکو نفسیات کی زبان میں پوسٹ ٹرامیٹک سٹریس ڈس آرڈر کہتے ہیں اس میں انسان کو تکلیف دہ واقعات ہر وقت بے چین رکھتے ہیں اور اسکی نہ صرف نیند ڈسٹرب ہوتی ہے بلکہ بھوک بھی ختم ہو جاتی ہے اور وہ ہر وقت مضطرب رہتا ہے۔ اُس کا کچھ بھی کرنے کو دل نہیں کرتا لیکن تمہیں اس فیز سے خود نکلنا ہے۔ ورنہ اپنی زندگی تباہ کر لو گے'' اُس نے خلوص دل سے اُسے دوبارا سمجھانے کی کوشش کی۔

''میں اس فیز میں سے کیسے نکل سکتا ہوں؟ مجھے ہر طرف خون نظر آتا ہے مجھے ڈیڈی کی کراہیں رات کو سونے نہیں دیتی، میں ان کی تکلیف کا مداوا نہیں کر سکا، یہ احساس مجھے ہر وقت

بے چین رکھتا ہے۔'' وہ دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام کر بے بسی سے بولا۔

''ہاں یہ ایک مشکل کام ضرور ہے لیکن ناممکن نہیں۔۔۔'' ماہم نے اُس کے بازو پر ہاتھ رکھ کر اپنائیت بھرے انداز سے کہا تھا۔ اُس نے چونک کر ماہم کو دیکھا۔

''میرا مشورہ تو یہ ہے کہ تم اس واقعے کو ایک ڈروانا خواب سمجھ کر بھول جاؤ'' وہ بہت نرمی سے کہہ رہی تھی ''دیکھو رامس! انسان کی زندگی میں بہت سے نشیب وفراز آتے ہیں اور انسان کو اس کا مقابلہ ہمت سے کرنا چاہیے، لیکن افسوس کہ یہ انسان کی کم ہمتی ہے کہ وہ آسودگی میں تو بہت اطمینان سے رہتا ہے لیکن تھوڑی سی تکلیف آئے تو اس کے اوسان خطا ہو جاتے ہیں اور وہ ذہنی دباؤ کا شکار ہو کر ہاتھ پیر چھوڑ دیتا ہے''۔ اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھے وہ ایک دوست کی طرح اُسے سمجھا رہی تھی۔

''لیکن ماہم یہ ایک چھوٹا سا واقعہ نہیں ہے جس کو میں آسانی سے بھول جاؤں'' وہ جیسے الفاظ تلاش کرتے ہوئے بولا تھا۔ اس کی آنکھوں میں بے بسی بھی تھی اور نمی بھی۔ وہ اب ایک چھوٹے سے بچے کو آئس کریم کھاتا دیکھ رہا تھا کبھی اس کے چہرے پر بھی ایسے ہی بے فکری ہوتی تھی۔

''تم یہ فرض کر لو کہ ڈیڈی کی موت ایسے ہی لکھی تھی اور ایسے ہی آنی تھی، یقین کرو بہت سکون میں آجاؤ گے، ورنہ خود بھی تنگ ہوں گے اور جو لوگ تم سے محبت کرتے ہیں ان کو بھی اذیت کے صحرا میں بھٹکنے کے لیے چھوڑ دو گے۔۔۔'' ماہم نے اپنائیت سے اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا۔ وہ چونک کر اُسے دیکھنے لگا جس کا انداز انتہائی دوستانہ تھا۔

''تم نے کبھی اپنی ماما کا چہرہ دیکھا ہے۔۔۔؟؟؟'' وہ اس کی بات پر زبردست انداز سے چونکا۔

''سب سے زیادہ نقصان تو اُن کا ہوا ہے تم اور تمہارے بڑے بھائی تو اپنی شادی کے بعد نئے رشتوں میں بزی ہو جاؤ گے، ڈیڈی یاد

آ ئیں گے لیکن اتنی شدت سے نہیں۔آنٹی کو دیکھو وہ تو زندگی کے سفر میں بالکل تنہا ہوگئی ہیں اور تمہیں معلوم ہے ناں کہ ماما اور ڈیڈی میں کتنی محبت تھی، جب ماما نے تم لوگوں کی خاطر خود کو سنبھال لیا تو کیا تم ان کے لیے ایک نارمل لائف میں نہیں آسکتے۔'' وہ بہت توجہ سے سر جھکائے اُس کی باتیں سن رہا تھا۔

''میں ماما کو دکھی کرنا نہیں چاہتا، لیکن یقین کرو کہ میں ایسا جان بوجھ کر نہیں کرتا۔۔۔'' وہ بالکل بچوں کے انداز کے ساتھ اپنی صفائی دے رہا تھا۔

''مجھے معلوم ہے رامس۔۔۔'' وہ ہلکا سا مسکرائی۔

''مجھے اچھی طرح پتا ہے کہ تم ایک بہت اچھے اور بہت خوبصورت دل کے حامل انسان ہو، تم کسی کو بھی دکھ نہیں دے سکتے۔۔۔'' وہ اس کے لہجے کے یقین پر گڑبڑا سا گیا تھا۔

''پھر بتاؤ، کہ میں کیا کروں۔۔۔؟؟؟؟'' اُس نے بالآخر ہتھیار ڈال ہی دیے۔

''یار خود کو مصروف کر دو اور نئے سرے سے زندگی کا آغاز کرو، اپنے لیے نہیں، ماما کے لیے، بھائی کے لیے۔'' ماہم کی باتوں سے اُس کے چہرے کا اضطراب خاصا کم ہوگیا۔ وہ اب کھل کر مسکرا رہا تھا۔

''دیکھو رامس، ماما اور بھائی صرف تمہارے لیے یہاں اسلام آباد میں شفٹ ہوئے ہیں اور ان کی محبت کا مزید امتحان نہ لو، اور تم تو بہت ہمت والے بندے ہو، ہمیشہ ٹاپ کرتے رہے ہو اپنے آپ کو ضائع مت کرو پلیز'' ماہم کی باتوں نے اس پر خاطر خواہ اثر کیا تھا۔ وہ اب آسمان پر روئی کے گالوں کی طرح اڑتے بادلوں کو دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔

''بادل اچھے ہوتے ہیں ناں۔ زمین کو سیراب کر دیتے ہیں۔ انسانوں کو بھی ایسا ہی ہونا چاہیے۔ انہیں بھی اپنا دامن کشادہ کر کے دوسروں کے کام آنا چاہیے۔۔۔'' ماہم نے اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھتے ہوئے ہلکے پھلکے لہجے میں کہا۔

وہ اب اپنے سامنے پاپ کارن کھاتے ہوئے گذرنے والی دو نوعمر لڑکیوں کو دیکھ رہی تھی۔ اس عمر میں تو ویسے ہی لڑکیوں کو بات بے بات ہنسی آتی تھی۔ وہ دونوں بھی لاابالی انداز سے سامنے بنے فٹ پاتھ پر قہقہے لگاتی ہوئی پاپ کارن فضا میں اچھال رہی تھیں۔ ماہم کے اس قدر غور سے دیکھنے پر وہ ٹھٹکیں اور مسکرائیں۔

''واٹ اے بیوٹی فل کپل'' اُن کی آنکھوں اور لہجے میں شرارت ہی شرارت تھی۔ ماہم نے ان کے اس کمنٹس پر دوستانہ انداز سے ہاتھ ہلایا تو وہ ہنس پڑیں۔ ماہم نے انہیں رکنے کا اشارہ کرتے ہوئے شوخ لہجے میں پوچھا۔

''ہم دونوں میں سے زیادہ خوبصورت کون ہے۔۔۔؟؟؟'' ماہم کی شوخی پر رامس نے بوکھلا کر اُن تینوں بولڈ لڑکیوں کو دیکھا۔ جو کہ رامش کے چہرے پر اڑتی ہوئی ہوائیاں دیکھ کر

لطف اندوز ہو رہی تھیں۔ اُن کے لیے یہ بالکل انوکھا نظارہ تھا۔

''دونوں۔۔۔'' وہ کھلکھلا کر ہنسیں۔انہوں نے گرم گرم پاپ کارن کا لفافہ ماہم کی جانب بھی بڑھایا جس نے بے تکلفی سے مٹھی بھر لی ۔جب کہ ان دونوں لڑکیوں میں سے ریڈ شرٹ میں ملبوس لڑکی نے انگلی کے اشارے سے کہا۔

''یہ زیادہ ہینڈسم ہیں'' اپنی طرف اس کی انگلی کا اشارہ دیکھ کر رامس کا چہرہ خفت کے احساس سے سرخ ہوا تھا۔وہ سر جھکائے بالکل خاموش کسی بچے کی طرح بیٹھا ہوا تھا۔

''لولی (lovely)''۔ وہ اب رامس کے خفت زدہ چہرے اور گڑبڑانے پر محظوظ ہو رہی تھیں۔

''ایسٹرن گائے۔۔۔'' ان دونوں کی ہنسی تھمنے میں ہی نہیں آ رہی تھی۔

''یہ تو یار زیادتی ہے میرے ساتھ'' ماہم اب مصنوعی خفگی سے بولی لیکن حقیقت یہ تھی کہ اسے بھی رامس کا بلش ہونا بہت لطف دے رہا تھا۔ جبکہ وہ لڑکیاں اب ماہم کو یقین دلانے میں مصروف تھیں کہ وہ بھی کسی طور کم نہیں۔لیکن وہ جان بوجھ کر افسردہ ہونے کی بڑی کامیاب اداکاری کر رہی تھی۔وہ لڑکیاں اب ہنستے ہوئے آگے بڑھ گئیں تھیں۔جب کہ ماہم اٹھ کر اب والز آئس کریم کے اسٹال کی طرف بڑھ گئی تھی۔

''یہ لو میری طرف سے زیادہ ہینڈسم ہونے کی خوشی میں کارنیٹو کھاؤ اور موجیں اڑاؤ۔۔۔'' وہ اُس کے پاس بینچ پر بیٹھ شوخ انداز سے گویا ہوئی۔جب کہ وہ بغور اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔اُس کے اس طرح دیکھنے سے وہ تھوڑا سا گڑبڑائی۔

''تم بہت خوبصورت ہو ماہم'' وہ اس کے صبیح چہرے کے دلکش نقوش کو دیکھتے ہوئے بڑے جذب سے بولا تھا۔وہ اُس کی بات پر کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

''اچھا میری دلجوئی کر رہے ہو'' وہ اب مزے سے آئس کریم کھا رہی تھی۔اُس کی بات پر وہ صرف مسکرا دیا۔

''نہیں، میں تمہیں بالکل ایک سچ بات بتا رہا ہوں۔۔۔'' اُس نے آئس کریم پکڑتے ہوئے سادگی سے کہا۔

''کیا سوچ رہے ہو رامس۔۔۔؟؟؟'' ماہم نے اُسے بالکل خاموش بیٹھے دیکھ کر یونہی بات کو بڑھانے کے لیے پوچھا۔

''یار میں سوچ رہا ہوں کہ مجھے کوئی جاب وغیرہ کر لینی چاہیے۔۔۔'' اُس نے سنجیدگی سے کہا تو ماہم کو خوشی کا بڑا فطری سا احساس ہوا۔

''ویری نائس۔۔۔'' ماہم نے خوشگوار احساس کے ساتھ اُس کا پرعزم چہرہ دیکھا اور وہ شاید آج اُسے جی بھر کر حیران کرنے پر تلا ہوا تھا تبھی اُس کی حیرت سے بے نیاز کہہ رہا تھا۔''میں نے یہ بھی سوچا ہے کہ مجھے نئے سرے سے اپنی زندگی کا آغاز کرنا چاہیے۔۔۔''

''دیٹس گریٹ یار'' ماہم کو حقیقتاً خوشی ہوئی ۔رامس نے بے پایاں خوشی کے احساس کو اس کے خوبصورت چہرے پر بڑی سرعت کے ساتھ پھیلتے دیکھا اور یہ اس کے لیے ایک خوشگوار تجربہ تھا۔وہ مستقل اسے دیکھ رہا تھا۔اس کی آنکھوں میں مچلتے جذبے دیکھ کر وہ ایک لمحے کو ٹھٹکی۔

''ایسے کیوں دیکھ رہے ہو۔۔۔؟؟؟؟'' اُس نے پرس سے ٹشو نکال کر بڑی نزاکت سے اپنے ہونٹوں کے کناروں کو صاف کیا۔

''ایک بات کہوں ماہم۔۔۔؟؟؟؟'' وہ مسکراتے ہوئے کچھ تذبذب کا شکار ہوا جب کہ ماہم کے اندر کوئی گھنٹی سی بجی تھی اور اس کے سارے ہی حواس چوکنے ہوئے۔

''ہاں ہاں کہو یار میں، ہمہ تن گوش ہوں۔۔۔'' اُس نے ٹشو درخت کے ساتھ لگے ڈسٹ بن میں ڈالا۔

''ماہم، مجھ سے شادی کرو گی؟'' اُس نے اپنی طرف سے دھما کہ ہی تو کیا تھا لیکن اس کی بات سن کر ماہم کا دماغ بھک کر کے اڑا۔ وہ ششدر سی اُسے دیکھتی رہ گئی۔۔اس کے ہاتھ میں پکڑی آئس کریم بہت تیزی سے پگھل رہی تھی جبکہ وہ انتہائی پراعتماد انداز سے براہ راست اس کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا۔

ماہم کو پہلی دفعہ اپنے اس مریض سے خوف محسوس ہوا۔۔۔

''تم مذاق کر رہے ہوناں۔۔۔؟؟؟'' اُس نے خود کو سنبھالتے ہوئے بات کو ہنسی میں اڑانے کی کوشش کی۔

''میں کیوں تم سے مذاق کروں گا بھلا۔۔۔؟؟؟'' وہ جواباً انتہائی سنجیدگی سے اُسکا ہراساں چہرہ دیکھتے ہوئے بولا۔

''میں بہت زیادہ سنجیدہ ہوں، اور میں واقعی تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں ماہم منصور۔۔۔'' وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے بڑے پر اعتماد انداز سے اب اُس کے چھکے اڑا رہا تھا۔

☆ ☆ ☆

''بارش کیا تھی اچھا خاصا طوفان تھی۔۔۔

اس وقت بے موسم کی بارش تیز ہوا کی سنگت میں پوری قوت کے ساتھ برس رہی تھی۔ وہ آج صبح سے بالکل خاموش تھی، اور اپنے کمرے کی واحد کھڑکی سے وہ انتہائی صدمے سے برگد کے سوکھے درخت کو دیکھ رہی تھی جو چند ہی دنوں میں بالکل سوکھ گیا تھا۔ایک طوفان اس کے اندر بھی آیا ہوا تھا۔ اسے لگ رہا تھا کہ وہ بھی کسی دن اسی برگد کے درخت کی طرح سوکھ جائے گی۔ اسی وقت بجلی کڑکی اور بادل زور سے گرجا۔ جمیلہ بی بی نے آگے بڑھ کر کھڑکی کا پردہ ہٹا کر کھڑکی ہی بند کر دی۔''

''کیا ہے اماں، پہلے ہی اندر باہر ہر طرف حبس ہے۔'' وہ سخت بے زاری سے بولی۔اور اس نے اپنے تکیے کے پاس پڑا شیشہ بھی اٹھا کر فرش پر پھینک دیا۔ جمیلہ مائی اپنی بیٹی کی رگ رگ سے واقف تھی۔ اسے معلوم تھا کہ اسے اس قدر غصہ کیوں آ رہا ہے۔ اس نے دانستہ اس کی اس حرکت کو نظر انداز کیا۔ کچھ اکلوتی اولاد سے محبت بھی بندے کو بہت کمزور کر دیتی ہے اس کا ادراک اُسے انہی دنوں میں ہوا تھا۔

سکینہ کو خود بھی نہیں معلوم تھا کہ صبح نو بجے ڈاکٹر خاور کے ساتھ ڈاکٹر ضویا کو اپنے کمرے میں دیکھ کر اسے اتنا غصہ کیوں آیا تھا۔ اس کے اندر باہر بھانبھڑ سے جل اٹھے۔ وہ پاؤں سے لے کر سر کے آخری بال تک سلگ اٹھی۔

ڈاکٹر ضویا نے کسی بات پر ہنستے ہوئے ڈاکٹر خاور کے بازو پر اپنا ہاتھ رکھا تھا۔ اور جتنی محبت سے وہ اس کے چہرے کو دیکھ رہے تھے سکینہ کو یوں لگ رہا تھا کہ وہ کسی گرم توے پر ننگے پاؤں کھڑی ہو۔

''اللہ جوڑی کو نظر بد سے بچائے، ماشاءاللہ چاند سورج کی جوڑی لگ رہی تھی۔'' سکینہ کو نہ جانے کیوں لگا تھا کہ اماں نے یہ بات سراسر اسے سنانے کے لیے کہی ہے۔ تبھی اُس نے سخت صدمے کی کیفیت سے اماں کو دیکھا جسے احساس نہیں تھا کہ وہ ان کے لیے تو دعا جبکہ اپنی بیٹی کے لیے

بلواسطہ بد دعا کر رہی ہے۔ وہ تب سے نہ صرف اماں سے بلکہ اپنے آپ سے بھی خفا تھی۔ اُسے بالکل خاموش دیکھ کر اماں نے ناصح انداز اپنایا۔

''دیکھ سکینہ پتر! مخمل میں کبھی ٹاٹ کا پیوند نہیں لگتا۔'' اماں نے اپنی نازک مزاج بیٹی کا برہم چہرہ دیکھتے ہوئے ذرا محتاط انداز سے کہا لیکن اس کے باوجود سکینہ اس کی بات پر بُری طرح سے چڑ گئی۔

''اماں جیسے مقدر کا لکھا ٹل نہیں سکتا، کمان سے نکلا تیر اور منہ سے نکلی بات واپس نہیں آسکتی، اسی طرح میرے دل کو بھی تیری منطق سمجھ نہیں آسکتی۔ تو مجھے بتا کس زبان میں اپنے دل کو سمجھاؤں، میں پاگل تھوڑی ہوں، اپنی اوقات پہچانتی ہوں، میں اللہ دتا کمہار کی کبڑی بیٹی ہوں''۔ اس نے اپنا مذاق خود اڑایا۔

اس کے چہرے پر پھیلی بے بسی اور مایوسی سے جمیلہ مائی کے دل کو کچھ ہوا، وہ فوراً اُٹھ کر اس کے پاس آ کر اس کا سر سہلانے لگی ''میری بچی بہت صابر ہے'' اس کا دل بھر آیا۔ اُس نے بمشکل دل سے اٹھتے ہوئے جوار بھاٹے کو آنسوؤں کی صورت میں باہر نکلنے سے روکا تھا۔

''اماں تو گواہ ہے پچھلے آٹھ سالوں میں، میں نے اپنی بیماری کا کبھی اللہ سے شکوہ نہیں کیا کہ اس نے مجھے چودہ سال صحت و تندرستی بھی تو دی تھی، میں نے کہاں کہاں نہیں دھکے کھائے، جب میری کمر پر کُب نکلنے لگا میں تب بھی روئی لیکن اللہ پاک سے کوئی گلہ نہیں کیا، جب لاہور والے ڈاکٹروں نے میرا مزید علاج کرنے سے انکار کر دیا، میرے اندر پھر بھی طاقت تھی صرف یہ سوچ کر کہ میرا رب کہتا ہے کہ مایوسی کفر ہے لیکن مجھے اس نے اب جس آزمائش میں ڈال دیا ہے، مجھے اس چیز پر اللہ سے گلہ ہے'' وہ بلک بلک کر رو رہی تھی۔ جمیلہ مائی کے دکھوں میں ایک دم اضافہ ہوا۔

''نہ میری جند، نہ میری جان، اللہ سوہنے سے گلہ نہیں کرتے۔۔۔'' جمیلہ مائی ایک دم ہی خوف زدہ ہوئی۔

''اماں خدا کی قسم یہ میرے بس کی بات نہیں۔۔۔'' وہ آج اپنے دل کا وہ راز کھول ہی گئی۔ اماں کا چہرہ فق ہو گیا۔

''اماں کھڑکی کھول دے ناں۔۔۔'' اُس نے روتے ہوئے التجا کی تو اماں کے دل پر آرا سا چلا۔

اُس نے آگے بڑھ کر کمرے کی کھڑکی کھول دی تھی۔ باہر سے تازہ ہوا کے جھونکوں نے اندر کے حبس زدہ ماحول کو کچھ کم کیا۔ وہ اپنی بھولی بیٹی کو کیا سمجھاتی کہ وہ یہ کھڑکی کیوں بند کرتی ہے۔ تاکہ باہر کے مناظر اُسے مزید ذہنی تکلیف نہ دیں۔ ڈاکٹر ضویا کو ڈاکٹر خاور کے ساتھ پارکنگ کی طرف جاتے ہوئے جتنی اذیت اس کے چہرے پر پھیلتی تھی وہ جمیلہ مائی کا کلیجہ جلا جاتی تھی اور اگلے کئی گھنٹوں تک وہ خوفزدہ انداز سے سکینہ کی شکل دیکھتی رہتی کہ اسے کچھ ہو ہی نہ جائے۔

پورے سرکاری ہسپتال میں ڈاکٹر خاور اس کی ہمت بڑھاتے اور اپنے مکمل تعاون کا یقین دلاتے دلاتے اللہ جانے کب اس کے دل کا دروازہ کھول کر بڑے دھڑلے سے اندر داخل ہو گئے تھے۔ جس رات اُسے اس بات کا ادراک ہوا، وہ سخت خوفزدہ ہوئی، کئی راتیں اس نے خود سے جنگ کرتے ہوئے گذاری تھیں۔

وہ یہ بات سمجھنے سے قاصر تھی اور اکثر بیٹھ کر سوچتی۔ ''یہ کیسی محبت تھی جو گھن کی صورت اسے چاٹ رہی تھی وہ جو زندگی سے لڑنے آئی تھی اپنے دل سے ہار بیٹھی، جسم تو معذور تھا ہی وہ دل کو بھی معذور کر بیٹھی، اب اس اپاہج دل کو لے کر وہ کہاں جاتی؟ اس نے تو بہت سنبھل کر زندگی گذاری

تھی، رب سے تعلق اتنا مضبوط تھا جو اسے کہیں اور دیکھنے ہی نہیں دیتا تھا لیکن دل نے جیسے ہی پہلی چوری کی، پکڑا گیا، اللہ سے تھوڑا سا غافل ہوئی، اس نے منہ کے بل گرا دیا، اس پر بھی اماں کہتی تھی کہ شکر کر سکینہ اللہ تجھ سے غافل نہیں ہوا۔''

اُسے کچھ دن سے اپنے علاج سے کوئی دلچسپی نہیں رہی تھی، سکھر سے ابا ان کو ملنے آیا تو اسے اس قدر کمزور دیکھ کر حیران رہ گیا، وہ گھنٹوں چپ بیٹھی رہتی، اور کھڑکی سے باہر برگد کے سوکھے درخت کو دیکھتی رہتی۔ اس کے چہرے پر بس چند منٹوں کے لیے تازگی آتی جب ڈاکٹر خاور صبح راؤنڈ پر آتے، لیکن اب وہ بھی نہ جانے کیوں اس کے ساتھ ذرا محتاط ہو کر بات کرتے تھے اور ان کی یہ لاتعلقی دیمک کی طرح سکینہ اللہ دتا کے وجود کو کھا رہی تھی۔

''اماں میں خوبصورت کیوں نہیں ہوں؟'' اس دن اس نے شیشہ دیکھتے ہوئے سخت رنجیدہ لہجے میں اماں سے پوچھا۔ جو جائے نماز پر بیٹھی تسبیح کر رہی تھی، اس نے ابھی اپنے کمرے کی کھڑکی سے ڈاکٹر ضوبیا کو ڈاکٹر خاور کے ساتھ جاتے دیکھا۔ افسردگی کی ایک بھاری دیوار دل پر آن گری اور اس نے پچھلے دس منٹوں میں بلا شبہ کوئی پندرہ دفعہ شیشہ دیکھا اور ہر دفعہ دیکھنے پر پہلے سے زیادہ مایوسی کا شکار ہوئی۔

''کملی نہ ہو، کون کہتا ہے کہ میری دھی خوبصورت نئیں اے۔۔۔'' اماں نے دل ہی دل میں سورت پڑھ کر اس کے ماتھے پر پھونک ماری۔ وہ اس وقت ساری دنیا سے خفا لگ رہی تھی۔ اماں جائے نماز سے اٹھ کر اس کے پاس آن بیٹھیں۔

''اماں تیرے علاوہ، ساری دنیا کہتی ہے۔'' اُس کے انداز میں اکتاہٹ اور بے دلی کا عنصر نمایاں تھا۔ وہ اب دانستہ طور پر کھڑکی سے باہر دیکھنے سے گریز کر رہی تھی۔

''میری دھی دا، دل تے شیشے ورگوں روشن تے چمکیلا اے۔۔۔'' اماں نے اُس کے ماتھے کا بوسہ لیا۔ اُس کے ہر انداز سے اپنی بیٹی کے لیے امڈتا محبت کا سمندر ہر کسی کو ہی دکھائی دیتا تھا۔ سارے پنڈ والے جمیلہ اور اللہ دتے کمہار کا مذاق اڑاتے تھے جنہوں نے لڑکی ذات کو سر پر چڑھا رکھا تھا۔

''میری بھولی ماں، آجکل کے دور میں کون بے وقوف دلوں کے چمکیلے پن کو دیکھتا ہے۔ لوگ اجلے جسم اور خوبصورت چہروں کے پیچھے ہی بھاگتے ہیں۔'' وہ زہر خند لہجے میں بولی تھی۔

''پتر اب اتنا بھی اندھیر نہیں مچا، ابھی بھی کچھ لوگوں اجلے دلوں سے پیار کرتے ہیں۔۔۔'' اماں نے میز سے لکڑی کا فریم اٹھاتے ہوئے سادہ سے انداز سے کہا۔ لکڑی کے فریم کے ساتھ ہی ایک سفید اور گلابی رنگ کی کریم زمین پر گری۔ جسے گرتے دیکھ کر سکینہ کا رنگ فق ہوا۔

''نی سکینہ، اے کی اے۔۔۔؟؟؟؟'' اماں نے ٹیوب اٹھا کر اُس کی آنکھوں کے آگے کی۔ جو اُس سے نظریں چرائے باہر اتار کے درخت پر بیٹھی ایک اداس سی چڑیا کو دیکھنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔

''پتا نہیں اماں۔۔۔'' اُس نے دانستہ اپنے لہجے کو لاپرواہ بنایا۔ اُسی وقت ایک نرس اس کے بخار کی ریڈنگ لینے اندر آئی تو اماں نے وہی ٹیوب اس کے آگے لہرادی۔

''پتر اے کی اے، سکینہ دی کوئی دوائی تے نہیں اے ناں۔۔۔؟'' وہ نرس ٹیوب دیکھ کر کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

''امّاں جی، اے تے فیئر اینڈ لولی ہے۔۔۔'' اُس نے تھرمامیٹر سکینہ کے منہ میں ڈالتے ہوئے جمیلہ مائی کی معلومات میں اضافہ کیا۔

''اے دھی رانی، میں ان پڑھ، جاہل کیا جانوں، یہ کس بلا کا نام ہے، تو یہ بتا کہ یہ کس کام آتی ہے۔۔۔'' امّاں کو واقعی سمجھ نہیں آئی تھی تبھی تو وہ حیرانگی سے نرس کو ہنستے ہوئے دیکھ رہی تھی۔

''خالہ جی اے رنگ گورا کرنے والی کریم ہے، اس کا نام فیئر اینڈ لولی ہے۔ یہ تیری دھی نے مجھ سے ہی پرسوں بازار سے منگوائی تھی۔'' نرس کی چلتی زبان دیکھ کر سکینہ کا دل چاہا کہ وہ تھرمامیٹر اپنے منہ سے نکال کے اُس کے منہ میں ڈال دے۔

''رنگ گورا کرنے کی۔۔۔ سکینہ نے منگوائی سی۔۔۔'' امّاں نے سخت غصّے اور ناراضگی سے سکینہ کو دیکھا جس نے اماں کے غضب سے بچنے کے لیے فوراً آنکھیں بند کر لی تھیں، لیکن امّاں نے بھی نرس کے باہر جاتے پر اپنی بیٹی کا دماغ سیٹ کرنے کا ارادہ کر ہی لیا تھا۔

☆ ☆ ☆

''کیا۔۔۔۔؟؟؟؟'' عائشہ کے منہ سے نکلنے والی بے ساختہ چیخ پر ماہم کے ہاتھ سے چھری گرتے گرتے بچی۔

وہ دونوں اس وقت ماہم کے کچن میں شیلف پر بے شمار سبزیاں رکھے چائنیز بنانے کے لیے کٹنگ کرنے میں مصروف تھیں کہ ماہم نے اُسے رامس کے پرپوزل کا بتایا۔ جسے سنتے ہی عائشہ اپنے منہ سے نکلنے والی بے ساختہ چیخ پر قابو نہیں پا سکی۔

''اُس پاگل کا دماغ ٹھیک ہے جو تمہیں پرپوز کرنے بیٹھ گیا۔۔۔؟؟؟'' عائشہ نے کٹنگ بورڈ پر اور تیزی سے چھری چلاتے ہوئے غصّے سے کہا۔ اُس کے اس انداز پر ماہم کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ اُس کے یوں ہنسنے سے اُس کے دائیں گال پر بننے والا ڈمپل اور خوبصورت لگنے لگا۔

''بے تحاشا غصّہ آ رہا ہے مجھے اُس آٹے کی بوری پر۔۔۔'' عائشہ کو مردوں کی سفید رنگت سخت بُری لگتی تھی جب کہ رامس بھی خوب گورا چٹا ہونے کی وجہ سے اُسے بالکل بھی اچھا نہیں لگتا تھا۔ اُس نے پچھلے ہفتے ہی تو اُسے ماہم کے ساتھ دیکھ کر منہ بنایا۔

''قسم سے عائش، ایسے لگ رہا ہے کہ جیسے تم سبزیاں نہیں رامس کی گردن کاٹ رہی ہو۔۔۔'' اُس کے شرارتی انداز پر عائشہ نے مصنوعی غصّے سے اُسے گھورا۔

''ہزار دفعہ کہا ہے کہ میرا نام مت بگاڑا کرو، تم جیسی جاہل کو علم ہی نہیں کہ میرا نام کتنی محترم ہستی کے نام کی مناسبت سے رکھا گیا ہے۔ خالصتاً اسلامی نام جب بگاڑ کر تم عائش کہتی ہو تو مجھے وہ کم بخت لمبوتری ایشوریہ رائے یاد آ جاتی ہے جو باپ اور بیٹے کے ساتھ دنیا کو بے وقوف بنا رہی ہے۔''

''استغفر اللہ۔۔۔ عائشہ ایسے کسی پر الزام تراشی نہیں کرتے۔۔۔'' ماہم نے نفاست سے بند گوبھی کاٹتے ہوئے اُسے ٹوکا۔

''تم اپنے ایمان سے بتاؤ کہ وہ ابھیشک سے زیادہ امیتابھ کے ساتھ سوشل گیدرنگز میں نہیں ہوتی۔ دونوں ایک دوسرے کہ ہمراہی میں کتنے خوش باش لگتے ہیں کہیں سے بھی ان میں سُسر اور بہو کا رشتہ لگتا ہے۔۔۔'' عائشہ نے بڑی مہارت سے گاجر پر چھری چلائی۔ جب کہ ماہم نے اُسے تاسف بھرے انداز سے دیکھا۔

''یا اللہ، تم کتنی مکار عورت لگ رہی ہو ایسی باتیں کرتے ہوئے بالکل اسٹار پلس کے کسی سازشی ڈرامے کی کٹنی کی طرح۔۔۔'' ماہم نے ایپرن باندھ کر فرائی پین نکالتے ہوئے اُسے چھیڑا تھا۔

''میں جو بھی لگوں، تم اس بات کو چھوڑو، تم نے پھر رامس علی درّانی کو کیا جواب دیا۔۔۔؟؟؟'' عائشہ نے کٹنگ شدہ سبزیوں کو پانی میں کھنگالتے ہوئے تجسس سے دریافت کیا۔ جب کہ اس کی بات کے جواب میں ماہم لاپرواہی سے کندھے جھٹک کر بولی۔

''آف کورس۔۔۔ ایسی بات کا جواب صرف خاموشی ہی ہو سکتی تھی۔ ایسی صورت میں جب آپ کو پتا ہو کہ اگلا بندہ آپ کا مریض ہے اور اس کی ذہنی حالت بھی ایسی نہیں کہ وہ اپنے مستقبل کا کوئی ایسا اہم فیصلہ کر سکے۔۔۔''

''فرض کرو کہ اگر وہ بالکل ٹھیک ہوتا، اُسے کوئی نفسیاتی مسئلہ درپیش نہ ہوتا اور وہ عام سے حالات میں تم سے ملتا تو کیا تم اُس کا پرپوزل قبول کر لیتیں۔۔۔'' عائشہ نے سبزیوں کا پیالہ شیلف پر رکھ کر اُسے سنجیدگی سے دیکھا۔

''آئی ڈونٹ نو یار، تمہیں پتا ہے ناں کہ میں کتنی متلون مزاج واقع ہوئی ہوں اس لیے اپنے ہی بارے میں بھی کچھ وثوق سے نہیں کہہ سکتی'' وہ تھوڑا سا عجیب انداز میں مسکرائی۔ ''میں چونکہ حسن پرست واقع ہوئی ہوں۔ اس لیے ہو سکتا ہے کہ اس کا پرپوزل قبول کر لیتی۔۔۔'' فرائی پین میں آئل ڈالتے ہوئے اُس نے شرارت بھرے انداز میں کہا۔ اُس کی اس قدر بونگی دلیل پر عائشہ نے کھا جانے والی نظروں سے اُسے دیکھا جو فرائی پین میں گرم ہوتے آئل کی طرف متوجہ تھی۔

''تم اتنی زیادہ بیوٹی کونشس کیوں ہو یار۔۔۔؟؟؟'' عائشہ نے اُلجھ کر اس کے بے داغ سراپے کو دیکھا تھا، کہیں بھی کچھ کمی نہیں تھی۔

''پتا نہیں یار، یہ چیز میری فطرت میں شامل ہے۔ مجھے اس پر کوئی اختیار نہیں۔۔۔'' وہ ہنستے ہوئے کچن میں رکھے ڈائننگ ٹیبل کی کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔ عائشہ نے شیشے کے گلاس پر جمی اس کی مخروطی انگلیوں کو رشک کی نگاہ سے دیکھا۔ وہ بڑے سکون اور فراغت سے پانی پی رہی تھی۔

''خوبصورتی کس بندے کو متاثر نہیں کرتی یار۔۔۔؟؟؟'' وہ اب ٹشو پیپر کے ساتھ بڑی نفاست سے اپنے ہاتھ صاف کرتے ہوئے لاپرواہی سے بولی۔ اس کی راج ہنس جیسی گردن پر نمایاں بیوٹی بون سے عائشہ نے بمشکل آنکھیں ہٹائیں۔

''سب کو کرتی ہے لیکن ہر ایک کا پیمانہ اور پرکھنے کا انداز مختلف ہوتا ہے۔ کسی کو ظاہری خوبصورتی اور کسی کو باطن کی اچھائی زیادہ اچھی لگتی ہے۔۔۔'' اس کی دلیل پر وہ استہزائیہ انداز سے ہنسی اور ایک دفعہ پھر چولہے کے سامنے کھڑی ہو گئی۔

''یہ باطنی خوبصورتی والی باتیں محض ٹوپی ڈرامہ ہوتی ہیں یار۔ آج کے تیز رفتار دور میں کس کے پاس اتنی فراغت ہے کہ آپ کے اندر خوبصورتی ڈھونڈتا پھرے۔ یہ سب کتابی باتیں ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ لوگ ظاہری خوبصورتی کے پیچھے ہی لپکتے ہیں۔ چمک دمک سے متاثر ہونے کے بعد ہی کسی چیز کی کوالٹی کی طرف دھیان جاتا ہے۔ اُس کے باوجود بعض دفعہ بہترین کوالٹی پر بھی ہم اکثر اُسی چیز کو ترجیح دیتے ہیں جو ہماری بصارت کو اچھی لگ رہی ہو۔ جو چیز دیکھنے میں ہی نہ اچھی لگے کس کے پاس اتنا وقت ہے کہ خوردبین کے ساتھ اُس کی خوبیاں ڈھونڈتا پھرے۔۔۔۔'' اُس کے مذاق اڑاتے انداز پر عائشہ کو جھٹکا ہی تو لگا۔ کئی لمحوں تک وہ کچھ بھی نہیں بول پائی۔ اُسے ایسے لگا تھا جیسے اس کی قوت گویائی سلب ہو گئی

ہو۔اُس نے ہاتھ میں پکڑی پلیٹ میز پر رکھ دی۔اُسے ڈر تھا کہ وہ اس کے ہاتھ سے کہیں چھوٹ کر گر ہی نہ جائے۔

''اگر یہ بات ہے تو پھر میں تو اتنی خوبصورت نہیں ،تم نے مجھے اپنی فرینڈز لسٹ میں کیسے شامل کر رکھا ہے۔۔۔''عائشہ کی بات پر سبزیاں فرائی کرتے ہوئے ماہم نے حق دق انداز سے اُسے دیکھا تھا۔جو بڑی بے رحمی سے اس پر نگاہیں ٹکائے ،بہت عجیب سے تاثر کے ساتھ دیکھ رہی تھی۔

''میرا دل کر رہا ہے کہ اس قدر گھٹیا ،فضول اور انتہائی نامعقول بات کرنے پر تمہیں اسی چھری کے ساتھ قتل کر دوں۔عائش تمہیں ذرا بھی شرم نہیں آئی ایسی بے ہودا بات کرتے ہوئے؟؟؟؟'' ماہم نے بمشکل خود کو مشتعل ہونے سے روکا۔وہ سخت خفا نظروں سے عائشہ کو دیکھ رہی تھی جسے ماہم کے اس قدر شدت پسندانہ رویے کی توقع نہیں تھی۔تبھی تو وہ حق دق تھی۔اُسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ ماہم کو اتنا غصہ کیوں آ رہا ہے۔

''تم نے کیا مجھے کوئی ذہنی مریض سمجھ رکھا ہے جس کے دماغ پر ہر لمحہ صرف خوبصورتی سوار رہتی ہو۔یا میں کوئی بچی ہوں جسے بُرے بھلے کی پہچان نہیں۔یار میں بھی ایک عام انسان ہوں۔میرے اندر بھی خوبیاں اور خامیاں ہو سکتی ہیں لیکن کیا میں واقعی تمہیں اتنی گھٹیا لگتی ہوں کہ زندگی کے ہر معاملے میں اس چیز کو اپنے ذہن پر سوار کر لوں ،اور خصوصاً تم نے سوچا بھی کیسے کہ میں تمہارے معاملے میں کوئی ایسی فضول چیز سوچوں گی۔۔۔''وہ آج اس کی مکمل کلاس لینے کے موڈ میں تھی اس کے لہجے سے جھلکتی بے ساختہ محبت جو صرف اور صرف اس کے لیے تھی وہ عائشہ کو مزید شرمندہ کر رہی تھی۔۔۔

''اور تمہیں کس احمق نے کہا ہے کہ تم خوبصورت نہیں ہو۔۔۔؟؟؟''اُس نے چھری شیلف پر پھینکی تھی۔

''کس نے کہنا ہے ،آئینہ بتاتا ہے۔کچھ بھی تو خاص نہیں ہے مجھ میں۔۔۔''عائشہ نے استہزائیہ انداز سے اپنا مذاق اڑایا تھا جو ماہم کو سخت بُرا لگا تھا۔

''تمہیں پتا ہے عائش ،تمہاری سب سے بڑی خوبصورتی تمہارا پُر اعتماد انداز ہے۔تمہاری ذہانت ،سچائی اور تمہارا کھرا پن ہے۔مجھے اگر ظاہری خوبصورتی متاثر کرتی ہے تو میں کردار کی ان خوبیوں پر بھی مرتی ہوں۔جو تمہارے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہیں۔اگر اپنے حوالے سے ایسی بات سوچو گی تو خود ترسی اور احساس کمتری کا شکار ہو جاؤ گی۔۔۔''ماہم کے لہجے سے تلخی کے ساتھ ساتھ سچائی بھی جھلک رہی تھی۔

''تمہیں پتا ہے ماہم کہ میں ایسی چیزوں کو کبھی اہمیت نہیں دیتی۔اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ مجھے ایسا کوئی کمپلیکس نہیں۔الحمد اللہ۔میں نے یونہی مذاق میں کی جانے والی باتوں پر ایسا سوچا تھا اور یہ خیال بھی بخدا ابھی ابھی میرے ذہن میں آیا تھا۔تم پتا نہیں کیوں سیریس ہو گئی۔''عائشہ کو ہنستے دیکھ کر ماہم نے بمشکل خود پر قابو پایا اور انتہائی سنجیدہ انداز سے کہا۔

''اب باقی سارا چائنیز کھانا تم اکیلے بناؤ گی یہ تمہاری سزا ہے۔۔۔''اُس نے ایپرن اتارتے ہوئے عجیب سی سزا سنائی تھی۔عائشہ نے ہکا بکا انداز سے شیلف پر بکھرے سبزیوں کے طوفان کو دیکھا۔وہ ایک دم گھبرا گئی تھی۔جب کہ ماہم بہت آرام سے ڈائننگ کرسی پر بیٹھی اب لاپرواہی سے گاجر کھا رہی تھی۔

☆ ☆ ☆
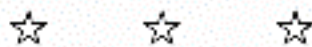
کرم مانگتی ہوں، عطا مانگتی ہوں
الٰہی میں تجھ سے دعا مانگتی ہوں
ہوا ہے نہ مایوس، تیری سوالی
نہیں تیرے در سے گیا کوئی خالی
غریبوں پر تو رحم کر یا الٰہی۔۔۔
مریضوں کی خاطر، شفاء مانگتی ہوں
کرم مانگتی ہوں، عطا مانگتی ہوں

وہ انتہائی جذب اور عقیدت سے لبریز لہجے میں یہ اشعار پڑھ رہی تھی۔ اُس کا ایک ایک لفظ دکھ اور درد سے لبریز تھا۔۔۔اُس کے گلے اور آواز پر اللہ کا خصوصی کرم تھا۔ رات کے اس پہر میں اس کی آواز کمرے کی کھلی کھڑکی سے باہر کوریڈور تک جا رہی تھی۔ جمیلہ مائی آنکھیں بند کیے اپنی بیٹی کی آواز کے سحر میں گم تھی۔ اُسے معلوم ہی نہیں تھا کہ بہت سے بے آواز آنسو اس کی بیٹی کے گالوں پر پھسل رہے تھے۔

''سکینہ تم ٹی وی پر ہونے والے نعتیہ مقابلے میں حصہ کیوں نہیں لیتی ہو۔۔۔؟؟؟'' اگلی صبح ڈاکٹر خاور نے اس کی فائل چیک کرتے ہوئے اچانک کہا تو وہ چونک گئی۔ اس کی آنکھوں میں سخت تحیر دیکھ کر انہوں نے وضاحت کی۔

''بھئی میں رات آپریشن تھیٹر سے فارغ ہو کر یہاں سے گذر رہا تھا تو تمہاری آواز نے پھر میرے پاؤں جکڑ لیے، مجھے سسٹر فاطمہ نے بھی کہا کہ سکینہ کی آواز میں بہت سوز ہے۔'' وہ آج کافی دن کے بعد اُس سے پرانے دوستانہ انداز میں مخاطب تھے، ورنہ پچھلے کچھ عرصے سے انہوں نے اُس سے بات کرنا بالکل چھوڑ دی تھی۔ وہ کافی زیادہ مصروف تھے اور صبح کو راؤنڈ بھی جلدی جلدی کرتے تھے۔ اسی وجہ سے سکینہ کو اپنی زندگی میں کوئی دلکشی محسوس نہیں ہوتی تھی۔

''بھئی میں آپ سے مخاطب ہوں۔۔۔'' ڈاکٹر خاور نے اُس کے آگے چٹکی بجائی تو وہ ایک دم ہی حقیقت کی دنیا میں آ گئی۔ اُس نے شرمندگی سے سر جھکا لیا۔ ''کیا کہہ رہے تھے آپ۔۔۔؟؟؟'' اُس نے خفت زدہ انداز سے پوچھا۔

''کچھ نہیں، میں کہہ رہا تھا کہ ایک اسلامی چینل کا مالک میرا دوست ہے وہ اپنے چینل پر کسی آل پاکستان نعتیہ مقابلے کا تذکرہ کر رہا تھا۔ مجھے اچانک آپ کا خیال آ گیا'' وہ اب تفصیل سے اُسے بتاتے ہوئے غور سے دیکھ رہے تھے۔ جو کافی کمزور کمزور سی لگ رہی تھی۔

''میں تو کسی بھی مقابلے میں حصہ لیے بغیر ہی آؤٹ ہوں ڈاکٹر صاحب، جانے دیں۔۔۔'' اُس کا استہزائیہ انداز ڈاکٹر خاور کو بالکل بھی اچھا نہیں لگا۔ انہوں نے تاسف بھرے انداز سے اُسے دیکھا۔ جس میں تبدیلی کا عمل بہت تیز رفتاری سے آیا تھا۔

''آپ مجھے بہت مایوس کر رہی ہیں سکینہ۔۔۔'' ڈاکٹر خاور کے لہجے میں اس قدر سنجیدگی تھی کہ سکینہ کے دل کی دھڑکنیں ایک دم ہی بے ترتیب ہوئیں۔ وہ کچھ لمحے کھڑے اُسے دیکھتے رہے ان کے چہرے کے نقوش کچھ تن سے گئے اور پھر وہ کچھ بھی کہے بغیر بڑی سرعت سے کمرے سے نکل گئے۔

وہ سکینہ اللہ دتا سے ناراض ہو گئے تھے۔ یہ بات اس کے دل کا سکون لمحے بھر میں غارت کر گئی۔ اُسے ایسا لگا تھا کہ کمرے کی ہر چیز ہی اس سے خفا ہو گئی تھی۔ فضا میں خفگی کے بادل پھیل گئے تھے۔ الماری، میز، کرسیاں، برتن سب کے اردگرد ناراضگی کا دھواں پھیل گیا ایسی فضا میں اُس کے لیے سانس لینا محال ہو رہا تھا۔ سکینہ نے نم آنکھوں سے برگد کے بوڑھے درخت پر بالکل اُداس اور تنہا چڑیا کو دیکھا۔ اُسے لگا کہ اس کا وجود چڑیا کے اندر سرائیت کر گیا ہے۔ جیسے جیسے وقت گذر رہا تھا اعصاب پر بوجھ بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ جب اس کی برداشت کی انتہا ہو گئی تو وہ بے بسی سے ہچکیاں لے کر رونے لگی تھی۔ جب روتے روتے تھک گئی تو اُس نے اپنا بازو آنکھوں پر رکھ لیا۔

''اے بلو رانی، وڈے ڈاکٹر صاحب پھیرا لگا گئے۔۔۔؟؟؟؟'' اماں کینٹین سے دو چائے کے کپ اور ایک پلیٹ میں پیلے پیلے رس کیک رکھے ہانپتی کانپتی اندر داخل ہوئی اور اُسے بالکل خاموش دیکھ کر اُس نے بالکل درست اندازہ لگایا تھا۔ آج کل وہ ڈاکٹر خاور کے راؤنڈ کے بعد ایسے ہی گم سم ہو جاتی تھی۔

''اماں ہزار دفعہ کہا ہے کہ مجھے یہ بلو نہ کہا کر، وٹے کی طرح میرے سر میں لگتا ہے۔۔۔'' اُس نے کہیں کا غصہ کہیں نکالا۔ اُس کے بُری طرح چڑنے پر اماں نے اب حیران ہونا چھوڑ دیا تھا وہ بہت سکون اور تسلی کے ساتھ کیک چائے میں ڈبو ڈبو کے کھا رہی تھی۔

''پر مجھے تو اچھا لگتا ہے۔۔۔'' اماں معصومیت سے کہتے ہوئے مسکرائی۔ ''تجھے تو آج کل ہر گل ہی زہر دی پڑی لگدی اے پتر، تے فیر میں کی بولنا ہی چھڈ دیاں'' جمیلہ مائی نے چائے کی لمبی چسکی لی۔ وہ کبھی کبھی منہ کا ذائقہ بدلنے کے لیے بالکل ہی پنجابی میں بات کرنے لگتی۔

''اماں ہزار دفعہ کہا ہے کہ یہ اپنی پنڈ والی بولی یہاں نہ بولا کر۔ اچھی خاصی اُردو بولتی بولتی خوامخواہ پٹری سے اتر جاتی ہے۔'' سکینہ کو ایک اور بات پر غصہ آ گیا۔ اُس کی بات پر اماں نے اُسے یوں دیکھا تھا جیسے اُس کی خرابی طبعیت کا یقین آ گیا ہو۔

''لو میرے پنڈ کی بولی ہے مجھے اُس پر فخر ہے۔ ایویں کملی نہ بنا کر۔ جو قومیں اپنی زبان، اپنے لباس اور اپنی شناخت پر شرماتی ہیں، پتر وہ کبھی ترقی نہیں کر سکتیں۔ پرائے چولے اور پرائی بولیاں بھی کہیں اپنی بنی ہیں۔۔۔'' اماں کی بات پر اُس نے غصے سے ہنکارہ بھرا اور بمشکل خود کو بولنے سے روکا۔ جب کہ اماں ایک دفعہ پھر شرارت سے گویا ہوئی۔

''چل میری جھلی دھی چاء پی لے، چل غصہ جان دے۔ نکی جئی جان نوں وختے نہ پایا کر (چھوٹی سی جان کو مصیبت میں نہ ڈالا کرو)۔۔۔'' اماں کی بات پر اُس نے جھنجھلا کر تکیہ منہ پر رکھ کر دیوار کی طرف ایسے منہ کر لیا کہ اب اُس کی پشت جمیلہ مائی کی طرف تھی۔ جمیلہ مائی کا دل اُس کے اس انداز پر دکھ سے بھر گیا۔ اُس نے چائے کا کپ ادھورا ہی چھوڑ دیا تھا۔ وہ اب سکینہ کی پیٹھ کی طرف نظر جمائے کسی گہری سوچ میں تھی۔

☆ ☆ ☆

وہ سائیکلو جسٹ ماہم منصور کی زندگی کا ایک اور دلچسپ لیکن پیچیدہ کیس تھا۔۔۔

اٹھائیس سالہ شائلہ زبیر کا شمار ڈائجسٹ ادب کی دنیا میں بہترین اور بہت مشہور رائٹر کی حیثیت سے ہوتا تھا۔ اُس نے اپنا پہلا ناول صرف پندرہ سال کی عمر میں لکھا تھا۔ اُس ناول نے مقبولیت کے بے پناہ ریکارڈز توڑتے ہوئے شائلہ کو صف اوّل کی لکھاریوں میں لا کھڑا کیا تھا۔ اپنے نو

سالہ تحریری کیئریر میں وہ بیشمار کتابوں کی مصنفہ، ایک بلند پایہ شاعرہ کے طور پر ادبی حلقوں میں اپنا ایک مقام بنا چکی تھی، لیکن اُسے خود ذاتی طور پر ''نثر'' کا میدان پسند تھا۔ وہ اب شاعری کو چھوڑ کر بس نثر کی طرف ہی راغب ہو چکی تھی۔

وہ ایک عجیب سی اُداس شام تھی۔۔۔فضا میں اُداسی کے بادل چھائے ہوئے تھے، جب اُسے اس کے کلینک کی ریسپشن پر موجود لڑکی نے ثنائیلہ کے آنے کی اطلاع دی تھی۔ ماہم نے اُسے بالکل بھی انتظار نہیں کروایا۔۔۔

''مجھے سمجھ نہیں آتا کہ مجھے یہاں آنا چاہیے تھا کہ نہیں، لیکن میں آ گئی ہوں۔۔۔'' ماہم نے سیاہ شلوار سوٹ میں بالکل ایک عام سے نقوش کی حامل لڑکی کو اپنے کلینک میں آتے دیکھا۔ اُس کے چہرے پر تذبذب کے آثار تھے۔ وہ کلینک میں آ تو گئی تھی لیکن بہت زیادہ شش و پنج کا شکار تھی۔ اپنے مریضوں کی طرف سے ایسا رویہ ماہم کے لیے نیا نہیں تھا۔

''اتنی چھوٹی سی عمر میں ایسی سوچیں تو بندے کو بہت جلد بوڑھا کر دیتی ہیں۔ دفع کریں سب باتوں کو، آرام سے بیٹھیں، میں خود پچھلے ایک گھنٹے سے سخت بور ہو رہی تھی۔۔'' ماہم کے لہجے کی شگفتگی اور بلا کی بے تکلفی نے ثنائلہ کو بڑی خوشگوار سی حیرت میں مبتلا کیا تھا۔ اُس نے اپنے سامنے بیٹھی فیروزی کلر کے سوٹ میں بلا کی حسین لڑکی کو دیکھا، وہ کہیں سے بھی سائیکو جسٹ نہیں لگ رہی تھی۔ اُس کے لہجے میں نرمی اور دیکھنے کے انداز میں ایک دوستانہ پن نمایاں تھا۔

''میں سب سے پہلے وضاحت کر دوں کہ میں کسی بھی طرح سے کم عمر نہیں ہوں، اٹھائیس سال عمر لڑکیوں کے لیے ایک معنی رکھتی ہے۔۔۔'' ثنائیلہ کے لہجے کی سنجیدگی پر ماہم مسکرائی اور خوشگوار لہجے میں کہا۔

''افسوس کہ ثنائیلہ آپ جس لڑکی کے سامنے بیٹھی ہیں وہ جسمانی عمر سے زیادہ ذہنی عمر کو اہمیت دیتی ہے۔ میرے خیال میں تو بڑھاپا بھی ایک ذہنی کیفیت کا نام ہے جب آپ بیس اکیس سال کی عمر میں خود کو بوڑھا سمجھنے لگیں تو آپ بوڑھے ہو جاتے ہیں۔ لیکن اگر آپ ساٹھ ستر سال کی عمر میں بھی ذہنی طور پر خود کو توانا محسوس کریں تو یقین کریں کہ موت کے آخری لمحے تک بھی بڑھاپا نام کی کوئی چیز آپ کے قریب بھی نہیں پھٹکتی۔۔۔'' ماہم نے ایک دلکش مسکراہٹ کے ساتھ اپنے سامنے بیٹھی تخلیق کار کو دیکھا تھا۔ جس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔

''آپ بہت حیران کن شخصیت کی حامل خاتون ہیں۔۔۔'' اُس نے اعتراف کرنے میں دیر نہیں لگائی تھی۔ ماہم اس کی بات پر بے ساختہ ہنسی۔

''مجھے تو بس اتنا پتا ہے کہ ایک مشہور و معروف مصنفہ میرے روبرو ہے، جس کے لفظوں کے پیچھے ایک دنیا پاگل ہے۔ جو لفظوں سے ایسا سحر قائم کرتی ہے کہ لوگ اُس کی کشش سے نکل ہی نہیں پاتے۔ جس کے کرداروں پر حقیقت کا گماں ہوتا ہے جس کا تخیل انتہائی طاقتور ہے۔ میں اپنی دوست عائشہ کو بتاؤں گی تو وہ تو حیران ہو جائے گی۔ وہ آپ کی تحریروں کی دیوانی ہے۔۔۔'' ماہم نے ریوالونگ چیئر کو گھماتے ہوئے بظاہر اُس سے گفتگو کا لیکن اندرون خانہ اپنے کام کا آغاز کر دیا تھا۔ اپنی تعریف پر ثنائیلہ کے چہرے پر پھیلنے والے رنگ بڑے فطری تھے لیکن اگلی ہی بات پر وہ فوراً کونشس ہو گئی۔

''پلیز آپ میرے یہاں آنے کا کسی سے ذکر مت کیجئے گا آپ کو اندازہ نہیں کہ لوگ رائی کا پہاڑ بنانے میں کمال رکھتے ہیں۔۔۔'' وہ ٹشو پیپر سے اپنے چہرے پر آنے والا نادیدہ پسینہ صاف کرتے ہوئے ایکدم گھبرائی۔

''ڈونٹ ووری ثنائیلہ۔۔۔!!!!'' ماہم نے فوراً اُسے تسلی دی۔ یہ ڈر، خوف بھی اس کے لیے نیا نہیں تھا۔ اُسے معلوم تھا کہ لوگ جسمانی بیماریوں کے لیے تو دھڑلے سے ہسپتالوں کا رُخ کرتے ہیں لیکن ذہنی بیماریوں کے لیے کسی کے کلینک جاتے ہوئے ان کا دل کرتا ہے کہ کوئی سلیمانی ٹوپی اوڑھ لیں جس سے وہ باقی دنیا کو دکھائی نہ دیں۔ اسی بات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ماہم نے اپنے کلینک کی سیٹنگ ہی ایسے کروائی تھی کہ یہاں سے داخل ہونے اور نکلنے کے لیے دو بالکل الگ گیٹ تھے۔ دوسرا وہ کبھی بھی ایک وقت میں دو لوگوں کو اکھٹے نہیں بلاتی تھی اگر کبھی اتفاق سے ایسا ہو جاتا تو ان کو الگ الگ کمروں میں بنائی گئی انتظار گاہ میں بیٹھایا جاتا تھا۔ اس لیے تو لوگ بے دھڑک ہو کر اُس کے کلینک آجاتے تھے۔

''دیکھیں ثنائیلہ آپ یہ خوف اپنے ذہن سے نکال دیں۔ آپ سمجھیں کہ آپ ایک مصنفہ کی حثیت سے مجھے ملنے آئی ہیں اور اپنے کسی کردار کی ذہنی الجھنوں کو سلجھانا آپ کا مقصد ہے اور یہی بات آپ ان لوگوں کو بتائیں گی جن سے آپ کی شناسائی ہو اور کبھی اتفاق سے یہاں آتے جاتے ٹاکرا ہو جائے۔'' ماہم نے اُس کی الجھن کا بہت عمدہ حل نکالا تھا۔ اس بات سے ثنائیلہ کے چہرے پر اطمینان اور سکون کے گمشدہ رنگ بڑی سرعت کے ساتھ واپس آئے تھے۔

''ہم باقی باتیں بعد میں کریں گے، آپ پہلے یہ بتائیں کہ آپ کا اپنا سب سے پسندیدہ ناول کون سا ہے؟؟؟'' ماہم نے بچوں کے سے اشتیاق سے پوچھا۔

''وہ تو میں بھی بعد میں بتاؤں گی پہلے آپ یہ بتائیں کہ آپ ناول پڑھتی ہیں۔۔۔؟؟؟'' ثنائیلہ کے تجسّس بھرے انداز پر ماہم کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ ''اچھا تو آپ کو لگ رہا ہے کہ میں آپ کے ساتھ کوئی ڈرامہ بازی کر رہی ہوں۔ آپ اپنے کسی بھی ناول کی اسٹوری مجھ سے پوچھ سکتی ہیں۔۔۔'' ماہم کے پراعتماد پر ثنائیلہ ایک دم خفت کا شکار ہوئی تھی۔

''نہیں میرا مقصد یہ نہیں تھا۔ میرا خیال تھا کہ آپ اتنی زیادہ مصروف رہتی ہیں کہ آپ کے پاس کہاں ان ناولز، اور افسانوں کے لیے وقت ہوگا۔۔۔'' اُس کی وضاحت پر ماہم ایک دفعہ پھر مسکرا دی۔

''یار ایک بات کہوں۔۔۔؟؟؟'' ماہم کی بات پر اس نے تذبذب سے سر ہلایا۔

''میرے ساتھ ایک بہت بڑا مسئلہ ہے کہ مجھ سے اپنے ہم عمر یا اپنے سے چھوٹے لوگوں کو ''آپ، آپ کر کے بات نہیں ہوتی۔ یقین کریں پچھلے پندرہ منٹ سے شدید قسم کی بدہضمی کا شکار ہوں۔۔۔'' اُس کے معصومانہ انداز پر ثنائیلہ کے حلق سے نکلنے والا قہقہ بڑا فطری سا تھا۔ ''اور میرے لیے کیا حکم ہے۔۔۔؟؟؟'' ثنائیلہ نے ہنستے ہنستے پوچھا۔

''خبردار لڑکی تم نے اگر مجھے ''آپ، آپ کہہ کر مخاطب کیا تو جان نکال دوں گی۔۔۔'' اُس نے انگلی اٹھا کر بے تکلفانہ انداز میں دھمکی دی تو ثنائیلہ ایک دفعہ پھر ہنس دی۔

''ویسے مجھے یقین ہے کہ آپ مجھ سے تو چھوٹی ہی ہونگی۔۔'' شائیلہ کا توصیفی انداز اور ستائشی نظریں ماہم کے لیے نئی نہیں تھیں۔ اُسے معلوم تھا کہ لوگ اُس کی ظاہری خوبصورتی کے بعد اُس کے بعد دوستانہ انداز کے شیدائی ہیں۔ عام سی باتوں سے شروع ہونے والی گفتگو شروع اگلے تین گھنٹوں تک جاری رہی۔ شائیلہ اپنے ذہن کی تمام گرہیں ایک ایک کر کے کھولتی گئی۔

☆ ☆ ☆
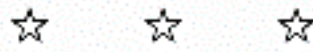
''یہ کیا ہے۔۔۔؟؟؟'' ڈاکٹر خاور نے سخت تعجب اور حیرانگی سے کاپی کا صفحہ پھاڑ کر، گوند سے جوڑا ہوا لفافہ دیکھا تھا۔ جو انہیں ابھی ابھی سسٹر ماریہ نے دیا تھا۔ وہ اس وقت اپنے آفس میں آ کر ابھی بیٹھے ہی تھے۔

''سر یہ کمرہ نمبر آٹھ کی مریضہ سکینہ نے خصوصی طور پر دیا تھا کہ آپ تک پہنچا دوں۔۔۔'' سسٹر ماریہ نے ڈرتے ڈرتے وضاحت دی۔'' آئی ایم سوری سر۔۔ وہ بہت زیادہ منت اور واسطہ دے رہی تھی اور پھر میں اکثر اس سے نعتیں سننے اس کے کمرے میں چلی جاتی ہوں اس لیے ایک اچھا تعلق قائم ہونے کی وجہ سے مجھ سے انکار نہیں ہو پایا۔۔۔''

''اٹس او۔کے۔ سسٹر ماریہ۔۔۔!!!'' ڈاکٹر خاور کو سکینہ کی اس بچگانہ حرکت پر خفت تو ہوئی لیکن انہوں نے اپنے کندھوں کو دباتے ہوئے مسکرا کر جواب دیا تھا۔ جب کہ انہیں اس طرح کندھے دباتے دیکھ کر سسٹر ماریہ تذبذب بھرے انداز سے بولیں۔

''ڈاکٹر صاحب کیا ہوا، کیا زیادہ تھک گئے ہیں۔۔۔؟؟؟'' ادھیڑ عمر سسٹر ماریہ کو ڈاکٹر خاور میں ہمیشہ اپنے بڑے بھائی کی جھلک نظر آتی تھی جن کا انتقال ایک خود کش دھماکے میں ہو گیا تھا۔ وہ اس بات کا اظہار کئی دفعہ ان کے سامنے کر چکیں تھیں۔

''بس سسٹر ماریہ، آج سرجری کچھ زیادہ ہی لمبی ہو گئی۔ دس گھنٹے کے بعد باہر کی دنیا کی شکل دیکھی ہے لیکن الحمد اللہ مریض کی حالت بہت تسلی بخش ہے۔'' ڈاکٹر خاور کی بات پر سسٹر ماریہ نے مسکرا کر انہیں دیکھا تھا وہ بہت اچھی طرح جانتی تھی کہ سرجن خاور کو اپنے پروفیشن سے عقیدت کی حد تک عشق ہے۔ وہ دن رات کی تخصیص کیے بغیر کئی کئی گھنٹے ماتھے پر بل لائے بغیر اپنا کام کرتے رہتے تھے۔ انسانیت کی خدمت کا جذبہ لگتا تھا کہ ان کے جسم میں لہو کے ساتھ گردش کرتا تھا۔

''میں بہت شرمندہ ہوں آپ مجھ سے ناراض نہ ہوں۔۔۔'' سسٹر ماریہ کے باہر جاتے ہی انہوں نے لفافہ کھولا تو اندر سکینہ کی بچگانہ سی لکھائی میں لکھا یہ جملہ پڑھ کر وہ مسکرا دیے۔ اس نے اردو میں جملہ لکھنے کے بعد نیچے ایک پھول سا بنا کر انگلش میں ''سوری'' لکھا تھا جس کے اسپیلنگ میں غلطی پر نظر پڑھتے ہی وہ بے ساختہ ہنس پڑے۔

''کیا ہو گیا خاور صاحب؟ کون سا زعفران کا کھیت دیکھ لیا ہے جو یوں چپکے چپکے مسکرائے جا رہے ہیں۔۔۔؟؟؟'' ڈاکٹر ضویا جو ابھی ابھی ان کے کمرے میں آئیں تھیں۔ اُن کو اکیلے بیٹھے ہنستے دیکھ کر خوشگوار حیرت کا شکار ہوئیں۔

''یہ کیا ہے۔۔۔؟؟؟'' ڈاکٹر خاور نے کاپی کا وہ صفحہ انکی جانب بڑھایا تو وہ دیکھ کر جی بھر کر حیران ہوئیں۔

''کچھ نہیں مائی ڈیئر، یہ روم نمبر آٹھ کی مریضہ سکینہ کا معذرت نامہ ہے۔۔۔'' انہوں نے ہنستے ہوئے جواب دیا لیکن ان کی بات پر

ڈاکٹر ضوبیا کے چہرے پر پھیلنے والی ناگواری بھی ان کی زیرک نگاہوں سے چھپ نہیں سکی۔

''یہ اس نے رقعہ بازی کب سے شروع کردی؟ مجھے تو آپ کی یہ مریضہ عجیب سی لگتی ہے، آپ پتا نہیں کیوں اُسے اتنی زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔۔۔'' ڈاکٹر ضوبیا کا موڈ ایک دم ہی خراب ہوگیا تھا حالانکہ وہ بہت اچھے موڈ کے ساتھ ڈاکٹر خاور کے ساتھ کافی پینے آئیں تھیں۔

''کم آن ضوبیا۔۔۔اصل میں کاظمی کے چینل پر کوئی نعت کمپٹیشن ہورہا تھا میں نے سکینہ سے حصّہ لینے کو کہا لیکن وہ ان دنوں شدید قنوطیت کا شکار تھی اس نے مجھے خاصے روڈ الفاظ میں انکار کردیا۔اس کے بعد میں دودن بزی تھا اس لیے راؤنڈ پر نہیں جاسکا اور وہ بے وقوف لڑکی مجھی میں اُس سے خفا ہوں۔'' انہوں نے سادگی سے جواب دیا۔ جب کہ ڈاکٹر ضوبیا کے دلکش چہرے کے زاویئے ابھی تک بگڑے ہوئے تھے۔

''اور جہاں تک سکینہ کو اہمیت دینے کی بات ہے تو میں اپنے ہر مریض کو ایسے ہی اہمیت اور توجہ دیتا ہوں۔ آپ کو نہ جانے کیوں یہ بات عجیب لگی ہے حالانکہ آپ تو مجھے شروع سے جانتی ہیں۔'' ڈاکٹر خاور کا انداز ہنوز سادہ تھا۔ وہ کافی بنانے کے لیے اب الیکٹرک کیٹل میں پانی ڈال رہے تھے۔

''آپ کو شروع سے جانتی ہوں، اسی لیے تو مجھے یہ بات بہت عجیب لگی ہے کیونکہ وہ واحد پیشنٹ ہے جس کو آپ بکس لا کر دیتے ہیں۔ اُس کو اس کی بیماری کے متعلق چھوٹی چھوٹی باتیں بتاتے ہیں۔ صبح وشام اس کی پروگراس پوچھتے ہیں۔ ایسے میں وہ کسی خوش فہمی کا شکار ہوجائے تو اس میں اس کا تو کوئی قصور نہیں ناں۔'' ڈاکٹر ضوبیا نے وہ سادہ سا کاغذ بڑی بے دردی سے میز پر اچھالا تھا۔ ڈاکٹر خاور نے ہکا بکا انداز کے ساتھ اپنے سامنے بیٹھی لڑکی کو دیکھا جو ان کی بہترین دوست ہونے کا دعویٰ کرتی تھی۔

''آپ مانیں یا نہ مانیں، محترمہ نے یہ اپنی طرف سے لو لیٹر ہی لکھا ہے۔ ماشاءاللہ بہت فاسٹ جارہی ہیں محترمہ۔۔۔'' ڈاکٹر ضوبیا کے تلخ لہجے پر سرجن خاور چونکے۔

''استغفراللہ۔۔۔!!! ضوبیا یہ کہاں سے آپ کو لو لیٹر لگ رہا ہے۔ آپ بھی بعض دفعہ کمال کرجاتی ہیں۔۔۔'' ان کے انداز میں ہلکی سی ناگواری کی جھلک پاکر ڈاکٹر ضوبیا کچھ بے چین ہوئیں۔ وہ ڈاکٹر خاور کے والد کے بہترین دوست کی بیٹی تھیں اور وہ اور ڈاکٹر خاور انگلینڈ میں اکھٹے ہی پڑھتے رہے تھے جس کی وجہ سے دونوں میں کافی بے تکلفی اور اچھی انڈراسٹینڈنگ تھی۔ وہ بھی کچھ عرصہ پہلے ہی پاکستان شفٹ ہوئیں تھیں اور ڈاکٹر خاور کی درخواست پر ان کا وارڈ جوائن کیا تھا۔

''ڈاکٹر ضوبیا کیا آپ مجھے اس قدر کمزور کردار کا حامل سمجھ رہی ہیں۔ آپ کے خیال میں کیا میں اپنی مریضہ کے ساتھ فلرٹ کررہا ہوں۔۔۔؟؟؟'' اُن کے دوٹوک انداز پر اور خصوصاً لہجے میں موجود بڑی واضح ناراضگی پر ڈاکٹر ضوبیا کے ہاتھ پیر پھولے۔

انہوں نے بوکھلا کر سامنے اضطراری انداز میں پیپر ویٹ اپنے ہاتھ میں گھماتے ڈاکٹر خاور کو دیکھا۔ جن کو سال میں ایک آدھ دفعہ ہی غصّہ آتا تھا اور وہ اس قدر شدید ہوتا تھا کہ وہ سامنے والے بندے کو حواس باختہ کردیتا۔ اس سال کی وہ گھڑی آہی چکی تھی۔

''آئی ایم سوری ڈاکٹر خاور۔۔۔!!!'' ڈاکٹر ضوبیا نے معاملے کو ختم کرنے کے لیے فوراً معذرت کی۔

''آپ کے خیال میں آپ کے سوری کے الفاظ کیا میری اُس تکلیف کا مداوا کر سکتے ہیں جو آپ کے منہ سے نکلنے والی تلخ بات کو سن کر میرے دل کو پہنچی ہے۔۔۔'' وہ بڑی سرعت سے کھڑے ہوئے اور عجلت میں میز پر پڑا اپنا سیل فون اٹھایا اور ڈاکٹر ضوبیا کو ہکا بکا چھوڑ کر برق رفتاری سے کمرے سے نکل گئے۔

''موحد میرا بہترین دوست ہے۔۔۔''

آج اچانک ہی ماہم کی ایک بات یاد آتے ہی اُس پر قنوطیت کا دورہ پڑا تھا۔ ماما پچھلے ایک ہفتے سے آمنہ آپی کے پاس کینیڈا گئی ہوئیں تھیں ان کے ہاں بیٹا ہوا تھا اور عائشہ اپنی اگیزبیشن کی تیاریوں میں مگن تھی۔ ایسے میں موحد رحیم کے پاس کرنے کے لیے کچھ بھی نہیں تھا۔ اب تو اس کے دوست بھی اس سے کترانے لگے تھے۔

''موحد بابا آپ کو کچھ چاہیے۔۔۔؟؟؟؟'' خانساماں نے اُسے وہیل چیئر کے ساتھ اپنے کمرے سے ڈائننگ روم میں آتے دیکھ کر فکرمندی سے پوچھا۔

''ہاں تھوڑا سا زہر لا دو کہیں سے۔۔۔'' اس کی اس قدر تلخ بات پر وہ ہکا بکا رہ گیا جب کہ موحد اپنی وہیل چیئر کو گھسیٹتا ہوا باہر لے گیا تھا۔ سامنے لان میں جتنے خوشنما پھول کھلے ہوئے تھے ان سے بھی زیادہ ویرانی اس کے دل کے آنگن میں چھائی ہوئی تھی۔

''غلط کہتے ہیں لوگ کہ بہار کے آتے ہی دل کے موسم بدلنے لگتے ہیں۔۔۔'' ایک زہر میں بجھی ہوئی بات نے اُس کے ذہن کا احاطہ کیا۔

''ساری دنیا ہی خود غرض اور مطلبی لوگوں سے بھری ہوئی ہے۔ جب تک آپ کے قدم مضبوطی سے جمے رہتے ہیں ساری دنیا آپ کی دسترس میں ہوتی ہے۔ جیسے ہی آپ کے پاؤں زمیں سے تھوڑا سا بھی اکھڑتے ہیں لوگ آپ کو دھکا دے کر آگے نکل جاتے ہیں اور آپ منہ کے بل گرے بس یہ ہی سوچتے رہتے ہیں کہ آپ کے ساتھ یہ سب کس طرح ہوا؟ کس نے کیا اور کیوں کیا؟ لیکن افسوس صد افسوس آپ کے پاس ان سوالوں کا کوئی جواب نہیں ہوتا۔۔۔'' اُس کے اندر باہر ہر طرف تلخی میں لپٹا مایوسی کا دھواں تھا جس میں اُسے ہر چہرہ ہی بدنما لگ رہا تھا۔ زندگی اُسے بہت عجیب موڑ پر لے آئی تھی۔

''وہ موحد رحیم تھا جسے ہارس رائیڈنگ اور کار ریسنگ کا کریز تھا۔ وہ لیفٹیننٹ جنرل عبدالرحیم کا وہ خوبرو وجاہت کا حامل اکلوتا بیٹا تھا جس کے قدموں کے نیچے روز کئی لڑکیوں کے دل ٹوٹتے تھے۔ وہ ایک شانِ استغناء کے ساتھ ان پر نگاہ ڈالے بغیر ماہم منصور کی زلفوں کا اسیر تھا۔ اُسی ماہم منصور کے پاس اپنے بہترین دوست کے لیے کوئی ٹائم نہیں تھا۔ وہ ساری دنیا کی نفسیاتی گتھیاں سلجھاتے سلجھاتے اپنے ایک دوست کو بُری طرح اُلجھا گئی تھی۔

''وہ موحد رحیم جو جس جگہ جاتا، ہمیشہ فاتح کہلاتا تھا۔ اُس کے شوق خاصے مہنگے تھے۔ ہر سال اس کے پاس نئی اسپورٹس کار ہوتی تھی۔ اُس نے اپنے شوق سے فلائنگ بھی سیکھی تھی۔ اسے جمود سے نفرت تھی اور اس لیے وہ ہر لمحہ متحرک رہتا تھا۔ اب تو پورا سال ہو گیا تھا اس نے گھر سے باہر کی دنیا نہیں دیکھی تھی۔ اُسے لگتا تھا کہ اس کے جسم کو زنگ لگ گیا ہے۔''

''اُس کا حلقہ احباب خاصا وسیع تھا۔ بعض دفعہ ماہم اور عائشہ صرف اس لیے اُس سے لڑ پڑتی تھیں کہ وہ گھر آنے کے بعد بھی سیل فون کانوں سے چپکائے ادھر ادھر گھومتا رہتا تھا لیکن اب اس کے سیل پر کئی کئی دن تک کسی دوست کی کال نہیں آتی تھی۔ وہ دن میں کئی بار اٹھا کر اُسے چیک کرتا لیکن اسکرین پر کسی مسڈ کال کا نوٹیفکیشن نہیں ہوتا تھا۔۔۔''

''لگتا ہے اب تو ماما اور پاپا کو بھی مجھ سے محبت نہیں رہی، ماما نے بھی آج پورے دن میں اُسے کوئی کال نہیں کی تھی۔'' وہ ساری ہی دنیا سے بدگمان تھا اور یہ بدگمانی اس کا حق تھی کیونکہ آج اس کا برتھ ڈے تھا اور اس کے سبھی احباب کو بھولا ہوا تھا۔

''اگر کسی کو میری پرواہ نہیں تو مجھے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔۔۔'' اُس کی آنکھوں کے کنارے خوامخواہ ہی بھیگے۔

''کیوں فرق نہیں پڑتا، اگر فرق نہ پڑتا تو کیا تم اس طرح بیٹھے سب کو یاد کر کے سوگ منا رہے ہوتے۔۔۔'' اُس کے اندر سے کسی نے اس کا مذاق اڑایا۔

''کاش کہ ساری دنیا ہی مایا کیلنڈر کے مطابق ختم ہو جاتی، اور میں یہ منحوس، اجاڑ اور ویران دن دیکھنے سے بچ جاتا۔۔۔'' ابھی ابھی ایک اور زہریلی سوچ نے اُس کا دامن پکڑا تھا۔

''کاش کہ اس بم دھماکے میں میرا آدھا جسم نہ بچتا، چلو میرے گھر والے مجھے شہید سمجھ کر خود کو تسلی سے دے دیتے۔ اس طرح تو میں روز کے مرنے سے بچ جاتا۔'' موحد نے آنکھیں بند کیں تو ایک اور بدنما سوچ نے اس کی انگلی پکڑ لی۔ وہ اگلے دس منٹ تک بالکل ساکت لیٹا اپنے آپ سے لڑ رہا تھا جب کوئی ہلکے سے اُس کے کان کے پاس گنگنایا۔۔۔

''ہیپی برتھ ڈے ڈیئر موحد۔۔۔!!!''

اُس نے جھٹکے سے آنکھیں کھولیں تو اپنے سامنے ماہم اور عائشہ کو شرارتی نظروں سے اُسے گھورتے دیکھ کر وہ ہڑبڑا سا گیا۔۔۔

''فار گاڈ سیک موحد، منہ تو بند کر لو، مکھیوں کی ایک فوج تمہارے منہ کی طرف خطرناک ارادوں کے ساتھ آ رہی ہیں۔۔۔'' ماہم کے خبردار کرنے پر اس نے بڑی سرعت سے اپنا منہ مضبوطی سے بند کیا تھا جب کہ اس کی اس بے ساختہ حرکت پر ماہم کی ہنسی ایک فوارے کی صورت میں منہ سے نکلے جا رہی تھی۔

''شرم کرو، میرے معصوم بھائی کا مذاق اڑا رہی ہو۔۔۔'' عائشہ نے بہت محبت سے اپنے سے دو سال بڑے بھائی کے گلے میں بانہیں ڈال کے اپنی دوست کو دیکھا۔ جس کا چہرہ ہنسی کی زیادتی سے سرخ ہو رہا تھا۔ وہ اس سے اس قدر دلکش لگ رہی تھی کہ موحد کے ساتھ عائشہ کے لیے بھی اس کے چہرے سے نگاہ ہٹانا دشوار ہو رہا تھا۔

''یہ تم دونوں ایسے کیوں لوفروں کی طرح مجھے گھور رہے ہو۔۔۔؟؟؟'' اُسے ان کی محویت کا بڑی جلدی احساس ہو گیا تھا اس لیے کمر پر ہاتھ رکھ کر بڑے لڑاکا انداز سے اُن دونوں کو گھورا۔ جو ابھی بھی اسی تسلسل اور توجہ سے اسے دیکھ رہے تھے لیکن اب ان کی نظروں کی شوخی کو پڑھنا ماہم کے لیے مشکل نہیں تھا۔

''ہم دیکھ رہے تھے کہ تم ہنستے ہوئے ضرورت سے زیادہ احمق کیوں لگتی ہو۔۔۔'' عائشہ جو کہ موحد کی وہیل چیئر کے پیچھے سے آ کر اس کے

گلے میں بازو ڈالے بے تکلفی سے کھڑی تھی۔ اس نے اپنے بھائی کے کندھے دبا کر اسے بھی بولنے کا اشارہ کیا۔

''واقعی موحد ایسا ہی ہے۔۔۔؟؟؟'' وہ اپنی بڑی بڑی بادامی آنکھیں پھیلائے اس ادا سے موحد کو دیکھ رہی تھی کہ اس کے لیے اپنا دل ہی سنبھالنا مشکل ہوا۔

''تم لوگ اپنی لڑائی بند کرو اور یہ بتاؤ کہ میری سالگرہ کا کیک کہاں ہے۔۔۔'' موحد کی بات پر عائشہ نے زوردار چیخ ماری۔

''اوہ مائی گاڈ میں نے اوون میں کیک بیک ہونے کے لیے رکھا تھا۔۔۔'' وہ اب کسی گولی کی طرح اڑتی ہوئی کچن کی طرف گئی۔

''آرام سے جاؤ، تمہارا بلیک فارسٹ کیک اب تک تو کالا پتھر بن چکا ہوگا، سنبھال کر رکھ لینا، سر پھوڑنے کے کام آئے گا۔'' ماہم نے اُسے بلند آواز میں چھیڑا۔

''ماہم تم بہت بدل گئی ہو یار۔۔۔'' موحد نے اُسے آنکھوں کے ذریعے دل میں اتارتے ہوئے ہلکا سا شکوہ کیا تھا۔ وہ چونکی۔ اُس کی ستواں ناک میں ڈائمنڈ کی نوز پن موحد نے بڑے غور سے دیکھی تھی یہ اس نے پچھلے سال ماہم کی سالگرہ پر اُسے گفٹ کی تھی۔

''میں نہیں بدلی موحد، تم ضرورت سے زیادہ حساس ہو گئے ہو۔۔۔'' ماہم نے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے سنجیدگی سے اُس کی تصحیح کی۔

''ہر سال سب سے پہلے تم مجھے برتھ ڈے وش کرتی تھیں ناں، تمہیں کیا پتا صبح بارہ بجے سے اب تک کوئی ایک لاکھ دفعہ اپنے سیل فون کو چیک کر چکا ہوں کہ شاید تمہارا کوئی ٹیکسٹ میسج یا کوئی کال آئی ہو اور مجھے پتا نہ چلا ہو۔۔۔'' اُس کی زبان سے زیادہ آنکھیں بول رہی تھیں جن میں ہلکا ہلکا سا دکھ ہلکورے کھا رہا تھا۔

''مجھے یقین ہے کہ تم نے ایسا ہی کیا ہوگا، اور مجھے یہ بھی پتا ہے کہ اس عرصے میں کوئی ہزاروں دفعہ تم بدگمان بھی ہوئے ہونگے، دل میں شکووں کی ایک فصل بھی کھڑی کر لی ہوگی۔ زہریلی سوچوں کے کئی درخت بھی تمہارے دل کی سرزمین پر اُگ آئے ہوں گے اور تم نے ان کو خوب پانی دیا ہوگا، ہے ناں۔۔۔'' وہ اُس کے بالکل سامنے دونوں بازو سینے پر باندھے بڑی گہری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

''تم ایسا کیوں کرتے ہو موحد۔۔۔؟؟؟'' اُس کے لہجے میں ہلکی سی ناراضگی جھلکی۔ ''ایک لمحے میں بدگمانی کی عینک سے دیکھ کر سارے کیے کرائے پر پانی پھیر دیتے ہو۔ ہماری تم سے محبت کیا اتنی کمزور اور ناپائیدار ہے جو تمہیں فوراً دھندلی نظر آنے لگتی ہے۔۔۔؟؟؟'' وہ اس کی آج فُل کلاس لینے کے موڈ میں تھی۔

''تم پلیز مجھ سے کسی اور کی بات مت کرو، آج صرف اور صرف اپنی محبت کی بات کرو۔ میری سماعتوں نے بہت عرصے سے کوئی خوبصورت لفظ نہیں سنا۔ میرے دل کی بنجر زمین پر کافی دنوں سے کوئی پھول نہیں کھلا۔ مجھے لفظوں کی ضرورت ہے جو مجھے توانائی دے سکیں، زندگی گذارنے کے لیے کوئی جواز دے سکیں۔ کیا تم مجھے چند الفاظ کی خیرات دے سکتی ہو۔'' موحد نے بڑے بے بس انداز سے اُسے دیکھا جو یک ٹک اُسے دیکھے جا رہی تھی۔

''موحد ہم بہت اچھے دوست ہیں یار۔۔۔'' وہ ہلکا سا گلا کھنکھار کر بولی۔

''فارگاڈ سیک ماہم مجھے دھوکا مت دو۔ ہمارے درمیان ایک سال پہلے تک اس دوستی سے بڑھ کر بھی بہت کچھ تھا۔ ہم نے لفظوں میں اُسے ڈھالنے کی اگر ضرورت نہیں سمجھی تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں یا تم ایک دوسرے کو پاگل بنا رہے تھے۔ گھنٹوں ہماری سیل فون پر گفتگو رہتی، تم اور عائشہ ایسے ہی بھاگ بھاگ کر ہر ویک اینڈ پر مجھے ملنے ایبٹ آباد نہیں آتیں تھیں۔ ہمارا سارا سوشل سرکل جانتا تھا کہ تمہارے اور میرے درمیان کچھ خاص ہے۔۔'' وہ آج نہ جانے کیوں پھٹ پڑا تھا۔ ماہم کے چہرے پر ناگواری کی ایک ہلکی سی لہر دوڑی۔

''تم کیا چاہتے ہو موحد۔۔۔؟؟؟'' خطرناک سنجیدگی سے دوٹوک انداز میں ماہم نے پوچھا۔

''تمہیں چاہتا ہوں اور اس گمشدہ چاہت کی تلاش میں ہوں جو شاید میری وہیل چیئر کے نیچے آ کر کچلی گئی ہے۔۔۔'' اُس کا چہرہ سرخ ہوا اور وہ اب اپنی وہیل چیئر پر تیز تیز ہاتھ مارتا ہوا اُسے اندر لے کر جا رہا تھا۔ ماہم وہیں کھڑی اُس کے جملے کی تلخی کو فضاؤں میں تحلیل ہوتے دیکھ رہی تھی۔

☆ ☆ ☆

''اماں، یہ آخر ابا کے ساتھ مسئلہ کیا ہے۔۔۔؟؟؟'' سکینہ نے ہاتھ میں پکڑا ڈائجسٹ تپائی پر رکھتے ہوئے جھنجھلا کر کہا۔

''پتر مجھے آج تک تیرے ابے کی اولادی کلھ سمجھ نہیں آئی تو اُس کی کیا خاک آئے گی۔۔۔'' اماں نے اُس کی فائل میں موجود رپورٹوں کو سیدھے کر کے لگاتے ہوئے طنزیہ جواب دیا تھا۔ اُن کا بھی آج صبح سے مزاج برہم تھا۔ نرس سے ان کی خوامخواہ لڑائی ہوگئی تھی۔

''کیا ہے اماں، تو میرے اوپر وار کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیا کر۔۔۔'' اُس کی ناراضگی سے زیادہ اماں کو اس کی گفتگو میں لفظ ''وار'' پر ہنسی آئی تھی۔ ''واہ میری دھی، بھلا کوئی ڈائن ماں ہی ہوگی جو اپنی اکو اک اولاد پر وار کرے گی۔۔۔'' اماں نے عینک لگا کر فائل کو غور سے دیکھا۔

''اماں فائل تو، تو ایسے دیکھ رہی ہے جیسے کوئی وڈی ڈاکٹرنی لگی ہوئی او۔ رکھ دے اس کو، اس میں سے کچھ نہیں نکلنا۔۔۔'' سکینہ نے بیزاری سے ڈائجسٹ کھول لیا۔ جب کہ اماں نے اپنی عینک کو ناک کی پھنگ پر ٹکاتے ہوئے عینک سے ذرا اوپر سے اُس کا جائزہ لیا۔ وہ ایک ماہ میں بہت بدل گئی تھی۔ ہر وقت شکر گذاری اور صبر کرنے والی لڑکی کے منہ سے نکلنے والے گلے شکوے جمیلہ مائی کو بہت دکھی کرتے تھے۔ وہ ہر وقت اللہ سے اپنی نمانی دھی کی پکڑ نہ کرنے کی دعائیں کرتی تھی۔

''اے سکینہ پتر۔۔۔ ہون کی ہو گیا۔۔۔؟؟؟'' جمیلہ مائی نے بیٹی کے بیزار چہرے کو غور سے دیکھتے ہوئے اب کہ قدری نرمی سے دریافت کیا تھا۔ اُس کی بات پر سکینہ نے ہاتھ میں پکڑا ڈائجسٹ پلنگ پر پٹخا۔

''اماں، یہ ابا آج کل جب بھی یہاں آتا ہے اپنے ساتھ اُس پیر کے منہ والے حاجی کو کیوں لے آتا ہے۔ زہر لگتا ہے مجھے۔'' سکینہ کی بات پر جمیلہ مائی کا منہ ہکا بکا رہ گیا۔ اُس نے سخت ناراضگی سے سکینہ کے چہرے پر پھیلی بے زاری کو دیکھا۔

''نی سکینہ تیرا دماغ ٹھیک ہے پتر، تیرے چاچے کا اکو اک پتر اے حاجی، ایک تو وہ تیرے ابے کے ساتھ اتنا لمبا سفر کر کے آتا ہے ورنہ سکھر سے اسلام آباد کا سفر وہ بڈھی جان اکیلا کیسے کرے۔۔؟ اوپر سے نواب زادی کے مزاج ہی نہیں ملتے۔ سکون کر یا کر کڑیے سکون۔۔۔'' جمیلہ مائی

نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے بڑی خفگی سے کہا تھا۔اُس کی بات پر سکینہ کو مزاج سوا نیزے پر پہنچ گیا تھا۔

''امّاں،تو نے اور ابّے نے قسم کھا رکھی ہے کہ جو چیز سکینہ کو بُری لگے گی وہ تو ضرور کرنی ہے۔۔۔'' وہ سخت بدگمان ہوئی۔

''لو کر لو گل۔۔۔''جمیلہ مائی نے ناک پر انگلی رکھ کر سخت تعجب سے بیٹی کا برہم چہرہ دیکھا۔۔۔''پتّر تجھے دودھ پلاتے ہوئے میں نے ہمیشہ قرآن کی سورتیں پڑھی تھیں۔ایک ایک قطرے میں اللہ کی محبت کو شامل کیا تھا۔جس دل میں اللہ اور اُس کے رسول کی محبت ہو،وہاں اللہ کے بندوں کے خلاف اتنا زہر کیسے تو نے بھر لیا۔۔۔؟؟؟ ''جمیلہ مائی کی بات میں کچھ وزن تو تھا جو وہ کچھ لمحوں کے لیے بالکل چپ کر گئی۔

''بس اماں مجھے وہ اچھا نہیں لگتا۔اپنی چھوٹی چھوٹی آنکھوں میں ڈھیروں ڈھیر سُرمہ ڈال کے آ جاتا ہے۔۔۔''اُس نے ڈائجسٹ اپنے منہ پر رکھتے ہوئے شکایتی لہجے میں کہا تھا۔اُس کی بات پر جمیلہ مائی نے اپنے اندر اُٹھتی اشتعال کی لہر کو بڑی مشکل سے دبایا۔

''سکینہ پتر ایک گل کی تو مجھے اج سمجھ لگ ای گئی اے۔۔۔''جمیلہ مائی کی بات پر سکینہ نے ڈائجسٹ بیزاری سے پیچھے کر کے اماں کا سنجیدہ چہرہ دیکھا۔اس کی سوالیہ نظروں کے جواب میں اماں نے بڑے سرد لہجے میں جواب دیا۔

''جب سے تو نے اللہ کے بنائے لوگوں میں نقص نکالنے شروع کیے ہیں ناں تب سے لوگوں نے بھی تیرا زیادہ مذاق اڑانا شروع کر دیا ہے۔یہ اللہ کی سزا ہے تیرے لیے۔اب خبردار تو نے ترسوں کے مخول کا بُرا منایا۔جب تو لوگوں کو بیر کے منہ والا اور اللہ کی بنائی آنکھوں کی نکّی نکّی (چھوٹی چھوٹی) کہہ کر مذاق کرے گی تو تجھے بھی اللہ سے شکوہ کرنے کا کوئی حق نہیں۔۔۔''

جمیلہ مائی کی اس قدر تلخ،کڑوی اور سچی بات پر سکینہ بالکل ہی ہکا بکا ہو گئی۔اُس چہرے کی رنگت فق ہو کر اور سانولی لگنے لگی۔اُسے اماں سے اس قدر بے رخی کی ہرگز توقع نہیں تھی۔اُس کی آنکھوں میں شکوے کے ساتھ ساتھ موٹے موٹے آنسو دیکھ کر اماں کا دل کچھ موم ہوا لیکن وہ اس کی بہتری کے خیال سے آنکھیں بند کر کے تسبیح کرنے لگیں۔جب کہ بہت سے بے آواز آنسو سکینہ کی آنکھوں سے بہنے لگے۔

☆ ☆ ☆

''اوہ مائی گاڈ۔۔۔!!!!'' عائشہ کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

اُس نے سخت تحیّر سے سامنے ٹریڈمل پر تیزی سے بھاگتی ماہم کو دیکھا تھا۔ بلیو ٹریک سوٹ میں اونچی سی پونی کیے، سفید جوگرز کے ساتھ وہ پچھلے تیس منٹ سے الیکٹرک ٹریڈمل پر بھاگ بھاگ کر ٹماٹر کی طرح سُرخ ہو رہی تھی۔ وہ اپنی صحت اور فٹنس کے معاملے میں بلا کی کونشس تھی، اور ہر روز ایک گھنٹہ بلاناغہ ایکسرسائز اس کی زندگی کا بہت عرصے سے معمول تھا۔ کبھی کبھی عائشہ اس کا ساتھ دیتی تھی لیکن پھر تھک ہار کر کاؤچ پر بیٹھ کر اس سے باتیں کرتی رہتی تھی۔ آج کل رامس کسی جاب کے انٹرویو کے لیے کراچی گیا ہوا تھا۔ اس لیے ماہم کی باتوں میں اس کا ذکر کم ہی ہوتا تھا۔

''تم نے کیا بتایا کہ مشہور و معروف ادیبہ شائلہ زبیر تمہارے پاس آئیں تھیں۔۔۔'' عائشہ سخت تجسس سے اُس کی ٹریڈمل کے پاس آن کھڑی ہوئی۔ اُس کے چہرے پر ٹھاٹھیں مارتا تعجب اور اشتیاق ماہم کو مسکرانے پر مجبور کر رہا تھا۔ وہ اپنی سارے دن کی روداد جب تک عائشہ کو نہیں سنا لیتی تھی۔ اُسے سکون نہیں آتا تھا۔ آج بھی اس نے ڈائجسٹ ادب کی دیوانی کو جب یہ بات بتائی تو وہ تب سے بے چین تھی۔

''یار مجھے یقین نہیں آ رہا کہ اتنی اچھی مصنفہ کو بھی کوئی مسئلہ ہو سکتا ہے۔۔۔؟؟؟'' عائشہ نے ٹریڈمل کی طرف جھک کر برن ہوئی کیلوریز کی تعداد پڑھتے ہوئے کہا۔

''کیوں وہ انسان نہیں۔۔۔؟؟؟'' ماہم کا سانس پھولنے لگا۔

''یار انسان تو ہیں، لیکن یہ ادبی لوگ تو مجھے کسی اور ہی دنیا کی مخلوق لگتے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ وہ ہر قسم کی خامیوں سے مبرا بڑے ہی خاص لوگ ہوتے ہوں گے۔'' عائشہ ہر قسم کے ادب کی دیوانی اور کسی حد تک تصوراتی دنیا کی باسی تھی۔

''ایسا نہیں ہے مائی ڈیئر، تم جیسے کریزی قارئین ہی تو ہوتے ہیں جو اپنے ذہن میں ان افراد کے بلند و بالا بت بنا لیتے ہو جو ذرا سی ٹھیس لگنے پر ٹوٹ کر زمین پر آن گرتے ہیں۔ تب تم لوگوں کو رونے کے لیے کوئی کونہ میسر نہیں آتا۔'' وہ ہنستے ہوئے عائشہ کا مذاق اڑا رہی تھی جس نے آگے بڑھ کر ٹریڈمل کا سوئچ آف کر دیا۔

''یار مشین بند کیوں کر دی۔۔۔؟؟؟'' وہ سخت خفگی سے عائشہ کو دیکھ رہی تھی جس کے چہرے پر کمال کی بے نیازی تھی۔

''کچھ خوف خدا کرو۔ اتنی سے زائد کیلوریز تم برن کر چکی ہو۔ اب اور کتنا گھوڑوں کی طرح بھاگو گی۔ شرافت سے نیچے اترو۔ پتا نہیں تمہیں اور ثمن آپی کو کس چیز کا کمپلیکس ہے جو ہر وقت خود کو کبھی پارلر تو کبھی جم میں اور کبھی گھر میں دختا ڈالے رکھتی ہو۔'' عائشہ سخت بے زاری ہوئی۔

''یار ثمن آپی سے یاد آیا کہ انہیں ایک بڑے اچھے چینل سے ایک شو کی آفر آئی ہے اور وہ سنجیدگی سے اُس کو قبول کرنے کے بارے میں سوچ رہی ہیں۔۔۔'' ماہم نے تولیے سے منہ صاف کرتے ہوئے عائشہ کو اپنی اکلوتی بہن در ثمن کے بارے میں بتایا جو کہ ڈینٹسٹ ڈاکٹر تھیں۔ ان کی شادی عائشہ کے ہی فسٹ کزن کے ساتھ ہوئی تھی۔

''واٹ۔۔۔؟؟؟'' عائشہ کو سن کر ہی سخت شاک لگا۔

''ثمن آپی کو کیا ضرورت پڑی ہے ان فضولیات میں پڑنے کی، اچھا خاصا اپنا کلینک وہ چلا رہی ہیں اور پھر انصر بھائی کیا ان کو اجازت

دے دیں گے۔۔؟؟" عائشہ کو تو سن کو ہی بہت عجیب لگا تھا۔ اُن کے خاندان میں دُور دُور تک بھی کوئی شوبز میں نہیں تھا اور اُسے پتا تھا کہ اُس کی خالہ کے گھر میں یہ بات سخت ناپسند کی جائے گی۔

"یار ان فضولیات سے لوگ آج کل جتنا پیسہ بنا رہے ہیں وہ کسی اور ذریعے سے نہیں بن سکتا۔ مجھے تو اس میں کوئی قابل اعتراض بات نہیں لگتی۔۔۔" ماہم نے پائن ایپل جوس گلاس میں انڈیلتے ہوئے صاف گوئی سے کہا۔

"میرے خیال میں پیسے کی تو انصر بھائی کے خاندان میں بھی کوئی کمی نہیں۔ پھر شن آپی کا اپنا کلینک ہی اتنا زبردست چل رہا ہے۔۔۔" عائشہ نے جوس کا گلاس پکڑتے ہوئے ماہم کو یاد دلایا تھا جو خود بھی بڑی نزاکت سے ایک ایک گھونٹ کر کے جوس پی رہی تھی۔

"بھئی پیسہ تو جتنا بھی ہو، کم ہی ہوتا ہے اور تمہیں پتا تو ہے کہ ہم دونوں بہنوں کا لائف اسٹائل ہی ایسا ہے کہ جتنا بھی پیسہ ہو ہم لوگوں کے چونچلے ختم ہی نہیں ہوتے۔ ماما پاپا نے ہماری پرورش ہی اسٹائل سے کی ہے۔۔۔" ماہم کے فخریہ انداز پر عائشہ نے تاسف بھرے انداز سے اُسے دیکھا تھا جس کی بعض باتیں اُسے بہت ناگوار گذرتی تھیں، لیکن اپنی واحد دوست ہونے کے ناطے وہ انہیں نظرانداز کر دیتی۔

"سارے ہی والدین اپنے بچّوں کو اپنی اپنی بساط کے مطابق ناز و نعم سے پالتے ہیں، لیکن انسان کو اپنی خواہشات کا بیگ ہلکا ہی رکھنا چاہیے۔ ورنہ اس کا بھاری پن کبھی کبھی انسان کو خاصی مشکل میں ڈال دیتا ہے۔" عائشہ کی بات پر ماہم کھلکھلا کر ہنسی۔

"یار تم بھی اپنی پسندیدہ رائٹر کی طرح بہت اوکھی باتیں کرتی ہو۔۔۔" ماہم نے ٹشو سے اپنے منہ کو صاف کرتے ہوئے صاف اُس کا مذاق اڑایا۔

"کیوں میری پسندیدہ رائٹر نے کون سی مشکل بات کہہ دی جو ایک ذہین و فطین سائیکو جسٹ کو سمجھ نہیں آ رہی۔۔۔؟؟؟" وہ بھی کون سا کسی سے کم تھی اُس نے بھی موقعے پر ہی حساب برابر کیا تھا۔ اُس کے طنزیہ انداز پر ماہم بے ساختہ ہنسی۔

"مائی گاڈ عائش۔ تم نے کیسے، کسی ظالم سسرال والوں کی طرح مجھے طعنے دینے شروع کر دیے ہیں۔۔۔" اُس کی بات پر عائشہ نے بھی مسکراتے ہوئے جوس کا خالی گلاس ٹرے میں رکھا اور سامنے کاؤچ پر بے تکلفی سے لیٹی ماہم کو غور سے دیکھا جو خود بھی زیرلب مسکرا رہی تھی۔

"ویسے یار، شائیلہ زبیر دیکھنے میں کیسی لگتی ہیں؟ اُن کی تصویر کبھی بھی کہیں شائع نہیں ہوئی۔۔۔" عائشہ کی سوئی ابھی بھی اپنی فیورٹ مصنفہ میں اٹکی ہوئی تھی۔ جن سے ملنے کا اُسے بہت اشتیاق تھا۔ اُس کی بات پر ماہم نے بُرا سا منہ بنایا۔

"ستائیس اٹھائیس سال کی انتہائی عام سی لڑکی ہے۔ موٹے موٹے سے نین نقش، اور قد کے لحاظ سے وزن بھی تھوڑا سا بڑھا ہوا ہے۔ اگر تم مائنڈ نہ کرو تو سادہ سے الفاظ میں اُس کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ بہت خوبصورت الفاظ تخلیق کرنے والی ایک انتہائی عام شکل کی عام سی لڑکی ہے، لیکن لفظوں کا استعمال بڑی مہارت اور دلکشی سے کرتی ہے"

"واقعی، وہ عام سی شکل و صورت کی حامل ہیں۔۔۔؟؟؟؟" عائشہ کو سخت تعجب ہوا۔

"ہاں ناں ڈریس سینس بھی بالکل نہیں ہے۔ ماہم کو اچانک یاد آیا۔" آج کل کے دور میں کون شلوار قمیض پہنتا ہے۔ محترمہ نے تنگ

پائنچوں کے ساتھ گھٹنوں کے اوپر تک قمیض پہن رکھی تھی حالانکہ آج کل تو شیطان کی آنت جیسی لمبی شرٹس چل رہی ہیں اور محترمہ اس دور میں دقیانوسیت کا چلتا پھرتا اشتہار لگ رہی تھیں۔'' ماہم نے ہنستے ہوئے ان کا مذاق اڑایا تو عائشہ کو سخت بُرا لگا تھا

''خیر اب شلوار قمیض پہننے والے کو ہم دقیانوسی تو نہیں کہہ سکتے۔ یہ تو ہر ایک کی پسند ناپسند ہوتی ہے۔ اُن کو یہ درویشوں والے لمبے چوغے اور ٹراوزر نہیں پسند ہوں گے۔'' عائشہ نے اُن کی سائیڈ لیتے ہوئے موجودہ دور کے فیشن پر بھی طنز کیا تھا۔ اُس کی بات پر ماہم ہنس پڑی۔

''یار تمہاری پسندیدہ مصنفہ کے ساتھ مسئلہ بھی بہت عجیب وغریب ہے۔۔۔'' ماہم بڑے جوش کے ساتھ اٹھ کے بیٹھی گئی۔ اُس کی بات پر فوراً چونکی اور سوالیہ نظروں سے اُسے دیکھا۔

''اچھا۔۔۔؟؟؟؟ وہ کیا۔۔۔؟؟؟'' عائشہ نے سخت حیرت سے پوچھا۔

''وہ بہت خوبصورت الفاظ کے ساتھ بہت پیارے کردار تخلیق کرتی ہیں۔ میں نے ان کی اپائنمنٹ کی تاریخ کے بعد صرف اور صرف ان کی شخصیت کو سمجھنے کے لیے ان کے کچھ ناول پڑھے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ انتہائی محبت کے ساتھ ہی اپنی کہانیاں تحریر کرتی ہیں۔'' ماہم کے ستائشی انداز پر عائشہ بے ساختہ مسکرا دی۔ اپنی پسندیدہ رائٹر کے لیے اس کی پسندیدگی عائشہ کو اچھی لگی۔

''تم نے ان کا ناول ''محبت روح کا درماں'' پڑھا ہے؟؟؟؟'' ماہم نے تجسس بھرے انداز میں پوچھا تو عائشہ نے فوراً اثبات میں سر ہلا دیا۔

''وہ ہی ناں جس کا ہیرو سکندر شاہ ہے جو کسی یونانی دیوتا کی طرح وجیہہ اور خوبصورت ہوتا ہے۔'' عائشہ نے یاد دلایا۔

''ہاں، ہاں وہ ہی، اُسی کا تو سارا مسئلہ ہے۔۔۔'' ماہم پراسرار طریقے سے مسکرائی۔

''کیوں کیا ہوا۔۔۔؟؟؟'' عائشہ اُس کی مسکراہٹ پر الجھی گئی۔

''سکندر شاہ ایک فرضی کردار تھا۔ جسے اس ناول کی مصنفہ نے بہت محنت، توجہ اور لگن کے ساتھ تخلیق کیا تھا۔ اُن کا یہ ناول تین سال تک ایک ڈائجسٹ میں چلتا رہا اور اُس نے مقبولیت کے کئی ریکارڈ توڑ دیے۔۔۔ ہیں ناں۔۔۔؟؟؟''

ماہم کی بات پر اُس نے تائیدی انداز سے سر ہلایا اور بڑے غور سے اُسے دیکھا جو مسلسل مسکرا رہی تھی۔ ''ہاں تو پھر مسئلہ کیا ہے۔۔۔؟؟؟؟''

''مسئلہ یہ ہے کہ اُس ناول کی مصنفہ کو اپنے ناول کے اس فرضی کردار کے ساتھ محبت ہو گئی ہے۔۔۔'' ماہم کی بات پر عائشہ کا دماغ بھک کر کے اڑا جب کہ منہ حیرت کی انتہا پر پہنچ کر کھلا کا کھلا رہ گیا تھا۔ اُس نے سخت بے یقینی سے ماہم کا مسکراتا چہرہ دیکھا۔

''ایسے کیسے ہو سکتا ہے۔۔۔؟؟؟'' عائشہ کا تعجب اور حیرانگی کم ہونے میں ہی نہیں آ رہی تھی۔

''اس بات نے ثنائیلہ صاحبہ کی ساری زندگی کو ڈسٹرب کر کے رکھ دیا ہے۔ وہ شدید پریشانی کا شکار ہیں اور اُن سے اب ایک لفظ بھی نہیں لکھا جا رہا۔ مجھے یقین ہے کہ یہ میری پروفیشنل زندگی کا ایک اور دلچسپ اور حیران کن کیس ہوگا۔۔۔'' ماہم نے ایک لمبی انگڑائی لیتے ہوئے عائشہ کو اطلاع دینے کے انداز میں بتایا تھا جو ابھی تک حیرانگی کے سمندر میں غوطے لگاتے ہوئے سوچ رہی تھی۔ ''یہ کیسے ممکن ہے کہ انسان کو اپنے ہی تخلیق

کیے ہوئے ایک فرضی کردار سے محبت ہو جائے۔۔۔؟؟؟؟''

جب کہ ماہم اُس سے بے نیاز اپنے سیل فون پر رامس کے آئے ہوئے ٹیکسٹ میسج کو بہت غور سے پڑھ رہی تھی جس نے کراچی سے اُسے لکھ کر بھیجا تھا۔

کبھی شبوں کے اُداس آنگن میں یاد اترے
یا چاندنی اپنے بال کھولے۔۔۔
کواڑ کے روزنوں سے جھانکے۔۔۔
کتاب کھولو تو میرا عکس جھلملائے۔۔۔
ستارہ پلکوں پر جگمگائے۔۔۔
کبھی جو کمرے کی کھڑکیوں سے ہوا کا جھونکا۔۔۔
گلاب رت کی نوید لائے۔۔۔
تو جان لینا۔۔۔
میں تمہیں یاد کر رہا ہوں۔۔۔

☆ ☆ ☆

''اچھا تو کیا آپ واقعی نعت کمپٹیشن میں حصہ لے رہی ہیں۔۔۔؟؟؟؟ ڈاکٹر خاور اگلے دن کچھ جونیئر ز ڈاکٹرز کے ساتھ راؤنڈ پر تھے۔ جب اُس کے کمرے میں آتے ہی انہوں نے ممتاز مفتی کی کتاب پڑھتی سکینہ کو مخاطب کیا۔

''جی ڈاکٹر صاحب، اب میں آپ کو ناراض بھی تو نہیں کر سکتی ناں۔۔۔'' اُس کی آنکھوں میں چمکتے جگنوؤں سے ڈاکٹر خاور نے بمشکل نظریں چرائیں۔ یہ لڑکی اب انہیں چونکانے لگ پڑی تھی۔ انہیں ڈاکٹر ضوبیا کے اندازوں کی دُرستگی پر یقین آتا جا رہا تھا۔

وہ باقی لوگوں کی موجودگی کو خاطر میں نہ لائے بغیر ٹکٹکی باندھے انتہائی عقیدت سے انہیں دیکھنے میں محو تھی۔ اُس کی محویت کو جونیئر ڈاکٹرز نے بطور خاص نوٹ کیا اور دانستہ گلہ کھنکھار کر ایک دوسرے کو بڑا بامعنی سا اشارہ بھی کیا تھا۔ اُن کی آپس کی اس آنکھوں کی گفتگو کو جمیلہ مائی نے بڑی سرعت سے محسوس کر بڑی پریشانی اور کوفت سے پہلو بدلا۔

''پھر میں آپ کا نام لکھوادوں ناں۔۔۔'' ڈاکٹر خاور کی ساری توجہ اس کی فائل کی طرف تھی جس میں کچھ تازہ ترین کیے ٹیسٹ کی رپورٹس موجود تھیں۔

''رہنے دیں ڈاکٹر صاحب یہ کملی کہاں ٹی وی، شی وی میں نعتیں پڑھے گی۔ وہاں جا کر اس کے ہاتھ پیر پھول جائیں گے اور ایویں اپنا تماشا بنوا لے گی۔۔۔'' جمیلہ مائی نے فوراً کہا اور دبے دبے انداز کے ساتھ سکینہ کو بھی مقابلے میں حصہ نہ لینے کا اشارہ کیا تھا۔ جسے سکینہ نے صاف نظر انداز کر کے خفگی سے پہلو بدلا تھا۔ اُسے اماں کی یہ بات بالکل پسند نہیں آئی۔

''کیوں بھئی۔۔۔یہ کیوں کنفیوژ ہوگی۔۔۔'' ڈاکٹر خاور نے فائل سائیڈ میز پر رکھتے ہوئے حیرانگی سے جمیلہ مائی کا پریشانی میں ڈوبا چہرہ دیکھا۔

''ڈاکٹر صیب اس کو اتنی عقل کہاں۔؟ اس نے اپنے پنڈ اور ہسپتالوں کے علاوہ کون سی دنیا دیکھی ہے۔۔۔'' جمیلہ مائی کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اپنا موقف کس طرح سے بیان کرے۔

''خیر ایسی بات تو نہ کریں۔ ماشاءاللہ سکینہ خاصی پر اعتماد لڑکی ہے۔ پھر میں خود ساتھ لے کر جاؤں گا اور پروگرام میں بھی شامل ہوں گا تو کیا مسئلہ ہے۔۔۔'' ڈاکٹر خاور کی بات پر سکینہ کے چہرے پر خوشی کے بڑے بے ساختہ رنگ جھلکے۔

جمیلہ مائی نے سخت پریشانی سے ڈاکٹر خاور کا سنجیدہ چہرہ دیکھا تھا وہ کوشش کے باوجود بھی ایک لفظ بھی نہیں بول پائی۔ انہیں کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ کس طرح اپنی نادان بیٹی کے ہاتھوں سے نکلتے دل کو سنبھالیں۔

''اپنی اچھی سی تیاری رکھو، میں پروگرام کی باقی تفصیل پوچھ کر آپ کو بتا دوں گا۔۔۔'' ڈاکٹر خاور اپنی بات مکمل کر کے باہر نکلے تو جمیلہ مائی نے سخت ناراضگی سے اپنی بیٹی کا پرجوش چہرہ دیکھا تھا۔ جو اس کی ناراضگی سے بے خبر کہہ رہی تھی۔

''اماں مجھے ایک نیا جوڑا بنوا دیں نا۔ وہاں ٹی وی کا پروگرام تو سارے پنڈ والے دیکھیں گے۔ میرے پاس تو ایک بھی ڈھنگ کا سوٹ نہیں۔''

''نی سکینہ کیوں میرا کلیجہ جلاتی ہے۔ ناں میں پوچھتی ہوں کہ کیا ضرورت تھی اس پاکھنڈ بازی کی۔۔۔''

''اماں تو نعت پڑھنے کو پاکھنڈ بازی کہہ رہی ہے۔۔۔'' سکینہ کو سخت صدمہ ہوا۔

''میں نعت پڑھنے کو نہیں تیرے اس شیطانی چرخے میں جا کر سارے جہاں کے سامنے اللہ کے رسول کی شان میں کچھ پڑھنے کو کہہ رہی ہوں۔ دیکھ سکینہ اب تو بیماری کی وجہ سے ہم اپنا گھر بار چھوڑ کر سارے جہاں کے سامنے بیٹھنا ہماری مجبوری ہے۔ اللہ ایسی مجبوری کسی دشمن کو بھی نہ ڈالے۔ اب تو اتنا نیک کام اتنے سارے نامحرموں کے سامنے کرنے جائے گی۔ تجھے پتا ہے اللہ اور اس کے رسول نے تو عورت کی آواز کے پردے کا بھی حکم دیا ہے۔'' جمیلہ مائی نے انتہائی رنجیدہ لہجے میں اپنی نادان بیٹی کو یاد دلایا۔

''کیا ہے اماں دنیا چاند پر چلی گئی ہے اور تو پتا نہیں کون سے زمانے کی باتیں کر رہی ہے۔۔۔'' سکینہ کے چہرے اور لہجے میں بیزاری ہی بیزاری تھی۔ جمیلہ مائی نے تاسف بھری نظروں سے اپنی اکلوتی اولاد کو دیکھا۔

''پتر انسانوں کو اللہ کی بنائی زمین پر تو ڈھنگ سے رہنا نہ آیا۔ ہر طرف فساد برپا کر کے اب وہ چاند پر بھی تباہی پھیلانے چلا گیا ہے۔ پہلے زمین پر تو رہنا سیکھ لے۔ پھر اوپر کی طرف دیکھے۔۔۔'' جمیلہ مائی کے تلخ انداز پر سکینہ نے شکوہ کناں نظروں سے ماں کو دیکھا۔

''اماں تو نے کیا قسم کھا رکھی ہے کہ ہر وہ بات جو مجھے خوشی دے گی تو نے اُس میں زہر ضرور ملانا ہوتا ہے۔۔۔؟؟؟''

''زہر کا تو مجھے پتا نئیں، لیکن ماں ہونے کے ناطے تجھے سمجھانا مجھ پر فرض ہے۔۔۔'' اماں کا اطمینان قابل دید تھا۔

''کیوں میں کوئی بے عقلی ہوں، میرا دماغ نہیں ہے کیا۔۔۔؟؟؟؟'' اُسے نہ جانے کیوں غصہ آ گیا۔

''اتنی عقل ہوتی تو ایسے کام ہی کیوں کرتی۔ اچھی خاصی سمجھدار میری دھی تھی۔ اللہ جانے کس نحوست مارے کی نظر لگ گئی۔۔۔'' اماں نے غصے میں اپنا کڑھائی والا فریم اٹھا لیا۔

''اب اس رومال پر کیا پھول بوٹے کاڑھنے لگی ہے۔ ہر وقت کچھ نہ کچھ کرتی رہتی ہے۔۔۔'' سکینہ نے بے زاری سے اماں کے ہاتھ میں پکڑے فریم میں لگے آتشی گلابی کپڑے کو دیکھا۔ جو پچھلی دفعہ اماں نے سکھر سے منگوایا تھا۔ اب فراغت میں اُس پر پھول بوٹیاں کاڑھتی رہتی تھیں۔

''یہ تیرے جہیز کے تکیے کاڑھ رہی ہوں۔'' اماں کی خوشگوار انداز سے دی گئی اطلاع پر سکینہ کا ماتھا ٹھنکا۔

''میرے جہیز کے۔۔۔؟؟؟؟'' سکینہ کو دھچکا سا لگا اُس نے سخت حیرت سے اماں کو دیکھا۔

''میری کون سا باہر بارات کھڑی ہے اور مجھ سے کون شادی کرے گا۔۔۔؟؟؟'' اُس نے بُرا سا منہ بنا کر واضح بے زاری کا اظہار کیا۔

''اب نہیں ہو رہی تو کبھی نہ کبھی تو ہو گی نہ پتر۔۔۔'' اماں کو اُس کا بے تکا پن بُرا تو لگا تھا لیکن ماتھے پر ہلکا سا بل ڈالے وہ انتہائی متحمل انداز سے بولی۔

''جانے دے اماں، مجھ کبڑی سے کون شادی کرے گا۔۔۔'' وہ منہ پھاڑ کر ہنسی تھی۔ اُس کی ہنسی اماں کو اپنا اور اُس کا مذاق اڑاتی ہوئی محسوس ہوئی تھی لیکن اُس نے پھر بھی ضبط کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔

''تو، تو کون سا ساری زندگی ایسی رہے گی، مولا تجھے بہت جلد ٹھیک کر دے گا۔۔۔'' جمیلہ مائی کے لہجے میں بھرپور یقین تھا۔

اور اگر ٹھیک نہ کیا تو تب اماں۔۔۔'' سکینہ نے ویسے ہی کسی خیال کے زیر اثر پوچھا۔ اُس کی بات پر جمیلہ مائی کے چہرے پر ایک تاریک سا سایہ بڑی تیزی سے دوڑا۔

''پھر بھی میرے سوہنے رب دی مرضی، بندہ تے اپنی مرضی نال ایک پتا نئیں ہلا سکدا۔'' جمیلہ مائی کے لہجے میں عاجزی ہی عاجزی تھی۔ وہ ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرنے والی عورت تھی۔ بعض دفعہ تو سکینہ کو اماں پر رشک آتا تھا۔ اُس کا دل قناعت کے خزانے سے مالا مال تھا۔

''پھر اماں تیری دھی سے کون ویاہ کرے گا۔۔۔؟؟؟'' سکینہ نے یونہی اماں کو چھیڑا۔

''بھئی تیرا رشتہ جتھے طے ہے ان کو تیری بیماری سے کوئی مسئلہ نہیں۔۔۔'' اماں کے سادہ سے انداز نے اُسے جھٹکا دے کر منہ کے بل گرا دیا۔ سکینہ کی ہنسی نے حلق میں ہی دم توڑ دیا۔

''میرا رشتہ۔۔۔؟؟؟؟'' سکینہ ششدر سی رہ گئی۔ اُس کے ہکا بکا انداز پر اب ہنسنے کی باری اماں کی تھی۔

''ہاں تیرا رشتہ، جو ہم نے تیرے پیدا ہونے سے پہلے ہی کر دیا تھا۔۔۔''

''اماں کیسی باتیں کر رہی ہے۔۔۔؟؟؟'' وہ بالکل ہی بوکھلا گئی۔ اُس کے لیے یہ بالکل انوکھی بات تھی۔

''ہاں ناں جاجی کے ساتھ۔۔۔'' اماں منہ پھاڑ کر ہنسیں۔

وہ ایویں تھوڑی بھاگ بھاگ کر تیرے ابا کے ساتھ یہاں آتا ہے۔۔۔'' اماں نے اُس کے سر پر بم ہی تو پھوڑا تھا۔ اُس کا پورا وجود سناٹے میں آ گیا تھا۔ سکینہ کو لگا تھا کہ کوئی تیز رفتار ٹرین پوری قوت سے اُس کے وجود کے پرخچے اڑاتی گذر گئی ہو یا پورے ہسپتال کی چھت ایک دم اُس کے سر پر آن گری ہو۔ اُس نے پہلی دفعہ اماں کے منہ سے ایسی عجیب و غریب بات سنی تھی۔ اس لیے پھٹی پھٹی نگاہوں سے انہیں دیکھتی رہ گئی۔

☆ ☆ ☆

''آپ سوچ بھی نہیں سکتیں کہ میں کس اذیت کے سمندر میں ہوں۔ میرے اندر تخلیق کا آتش فشاں سا ہے لیکن میرے لفظ مجھ سے روٹھ گئے ہیں۔ میں ایک لفظ بھی نہیں لکھ سکتی۔''اُس کی آواز پست ہوتے ہوتے بالکل مدھم ہوگئی تھی۔ اُس کی آنکھوں سے ٹپکتی وحشت سے ماہم نے بمشکل نظریں چرائیں۔۔۔

''میں قلم اٹھا کر بس بے معنی سی لکیریں کھینچتی رہتی ہوں، مجھے لکھنا بھول گیا ہے۔۔۔''اس کی آواز میں نمی کی آمیزش بڑھی۔

''آپ سوچ بھی نہیں سکتیں کہ کسی ادیب کے لیے کتنا کرب ناک مرحلہ ہوتا ہے جب سوچیں اور خیال دماغ میں اُودھم مچا رہے ہوں اور قلم لکھنے سے انکاری ہو جائے۔۔۔''وہ بہت اچھی طرح اس کی تکلیف کو سمجھ سکتی تھی اس لیے خاموشی سے اُسے سن رہی تھی۔ اس کے چپ کرنے پر وہ بولی۔

''لیکن ایسا کیوں ہو رہا ہے شائیلہ۔۔۔؟؟؟؟ماہم کے انداز میں محبت ہی محبت تھی۔

''اُسی ایک شخص کی وجہ سے۔۔۔'' ماہم نے شائیلہ کی بات کے جواب میں اس کی طرف دیکھا تو اُسے محسوس ہوا کہ جیسے اُس کے سامنے کسی وہم کے جال میں الجھی پریشان حال فاختہ بیٹھی ہو۔

''وہ میرے دل و دماغ میں دھرنا ڈال کے بیٹھ گیا ہے۔ مجھے لگتا ہے کہ جیسے وہ میرے خون میں شامل ہو کر شریانوں میں دوڑنے لگا ہے۔ وہ میری آنکھ کی بستی میں کوئی نیا موسم اترنے نہیں دیتا۔۔۔''ماہم نے کافی سے لبریز کپ کی اوپری سطح سے سر اٹھا کر اُسے دیکھا وہ اپنی آنکھیں ہتھیلی کی پشت سے صاف کر رہی تھی۔

''میں اُس کی قربت کے سنہرے موسموں کو محسوس کر سکتی ہوں۔ اس کی نرم انگلیوں کی پوروں کا لمس ابھی بھی میرے بالوں میں ہے۔ اُس کی آنکھ میں لرزتے ہوئے اقرار کی لو کو میں دیکھ سکتی ہوں۔ وہ کہیں نہیں ہے لیکن ہر جگہ ہے۔۔۔''ماہم کو لگا جیسے وہ نیند میں بول رہی ہو۔

''اُسے خبر ہی نہیں ہوگی کہ کوئی اس کی فرقت کے جھلستے موسموں کی شدتوں کو سہہ رہا ہے۔ ہجر کا عذاب اوڑھے اُس کی راہ تک رہا ہے۔۔۔''اُس نے بمشکل گلے کو تر کیا اور اب اس کی آواز لرز رہی تھی۔ وہ کئی ثانیے اپنے ہاتھوں کی لکیروں کو پلکیں جھپکائے بنا گھورتی رہی۔

''کہیں آپ کو بھی تو نہیں لگتا کہ میں پاگل ہو رہی ہوں۔۔۔''اُس نے سر اٹھا کر بڑا عجیب سا سوال کیا۔

''مجھے ایسا کیوں لگے گا، اور اس سے پہلے کس کو لگا ہے ایسا۔۔۔؟؟؟''ماہم کا انداز دوستانہ تھا۔

''میری بیسٹ فرینڈ نابیہ کو، وہ کہتی ہے کہ تمہارا تخیل تمہیں بے وقوف بنا رہا ہے۔۔۔''وہ غائب دماغی سے بولی۔

''لیکن مجھے تو ایک بھی لمحے کو ایسا نہیں لگا شائیلہ۔۔۔''ماہم نے میز پر رکھے اس کے سرد ہاتھوں کو اپنے گرم ہاتھوں کی حدت بخشی تو وہ چونک کر دیکھنے لگی۔

''پتا ہے شائیلہ یہ شاعر، ادیب لوگ ہمارے معاشرے کا وہ حساس طبقہ ہوتے ہیں کہ جن کو جتنی پذیرائی ملتی ہے اتنے ہی تنقید کے پتھر بھی لگتے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ تو لفظوں سے بے وقوف بناتا ہے اور کچھ تو ایسے بیدردی سے آپ کے نظریات کی نفی کرتے ہیں کہ انسان خود بلندیوں سے گرتا ہوا محسوس کرتا ہے۔ ہے ناں۔۔۔؟؟؟''اُس نے ماہم کی بات کے جواب میں بس اثبات میں سر ہلایا تھا۔

''آج کے دور میں حساسیت سب سے بڑی سزا ہے۔ حساس دل کے ساتھ زندگی بسر کرنا ننگے پاؤں شعلوں پر چلنے کے مترادف ہے۔۔۔''

ماہم کے لہجے کی سنجیدگی ثنائیلہ کے لیے اطمینان بخش تھی اسے اندازہ ہوگیا تھا کہ وہ بالکل اُسے ویسے ہی لے رہی ہے جیسے کہ حقیقت میں وہ ہے۔

''آپ محبت پر یقین رکھتی ہیں۔۔۔؟؟؟'' ثنائیلہ باوجود کوشش کہ اسے تم نہیں کہہ پا رہی تھی۔

''ہاں میں محبت کے جذبے پر ایمان کی حد تک یقین رکھتی ہوں۔ مجھے اس جذبے کی سچائی پر اتنا ہی یقین ہے جتنا اپنی ذات کے ہونے کا۔۔۔'' ماہم کا لہجہ پختہ اور آنکھوں میں سچائی کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر تھا۔

''کیا تمہیں لگتا ہے کہ تم اپنے اس فرضی کردار سے محبت کرنے لگی ہو۔۔۔''

''وہ فرضی کردار نہیں ہے۔ وہ میرے ذہن کی اختراع ضرور ہے لیکن مجھے لگتا ہے کہ وہ حقیقت میں یہیں کہیں ہے۔۔۔'' اُس نے بڑی بے ساختگی میں اس کی بات کاٹ کر کہا تھا۔ ماہم اس کی بات مسکرائی۔

''تمہارا وجدان کیا کہتا ہے کہ کیا تم اُسے پالوگی۔۔۔'' ماہم کی اس کیس میں دلچسپی ایک دم ہی بڑھی۔

''ہاں۔۔۔'' ثنائیلہ نے اس کی آنکھوں میں براہ راست جھانکتے ہوئے پورے اعتماد کے ساتھ کہا تھا۔ ایک لمحے کو تو اس کے پختہ یقین پر ماہم بھی گڑبڑا گئی۔

''ہوں۔۔۔!!! تم یہ کیسے کہہ سکتی ہو۔۔۔''؟

''اس لیے کہ مجھے اپنے جذبے کی سچائی پر یقین ہے۔ ہر وہ چیز جس کی بنیاد سچائی پر ہو، اور آپ کے اندر اُسے حاصل کرنے کی ہمت موجود ہو۔ آپ اُس حاصل کر ہی لیتے ہیں۔'' وہ اب مسکرا رہی تھی۔

ماہم نے بہت دلچسپی سے اپنے سامنے بیٹھی لڑکی کو دیکھا جو اُسے تخیلاتی کہانیوں کا ہی ایک کردار لگ رہی تھی۔ اُس نے پچھلے ایک گھنٹے میں اُس کے کئی روپ دیکھے تھے۔ اُسے مایوسیوں کی اتھاہ گہرائیوں میں گرتے دیکھا تھا اسے یقین کا جھنڈا تھامے بلندیوں پر چڑھتے دیکھا تھا۔ اس کے لہجے کی سچائی کو بھانپا تھا اور اس کی آنکھوں سے جھلکتی محبت کو محسوس کیا تھا۔

''وش یو بیسٹ آف لک ثنائیلہ زبیر۔۔۔'' ماہم نے اُس کے سرد ہاتھ کو اپنی گرفت میں دباتے ہوئے دل کی گہرائیوں سے کہا۔

''تھینک یو۔۔۔'' وہ کھل کر مسکرائی۔

''آپ جتنی اچھی ہیں اس سے زیادہ خوبصورت ہیں۔۔۔'' ثنائیلہ کی بات پر وہ حیران ہوئی۔

''اچھا ہونا اہم ہے یا خوبصورت ہونا۔۔۔؟؟؟'' ماہم نے گہری نظروں سے اُسے جانچتے ہوئے یونہی پوچھا۔

''خوبصورتی سے آپ اہم تو لگتے ہیں لیکن اچھے ہونے سے آپ خود بخود خوبصورت لگنے لگتے ہیں، یہ میری فلاسفی ہے اسلیے ہوسکتا ہے کہ آپ اس سے متفق نہ ہوں۔۔۔'' وہ جانے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

''ہوں اس کا مطلب ہے کہ میں صرف خوبصورت ہونے کی وجہ سے آپ کو اچھی لگی ہوں۔۔۔'' اُس نے خود ساختہ مایوسی اوڑھتے ہوئے شرارت سے اُسے دیکھا تھا جواب کافی ریلیکس تھی۔ اس کے پاس آنے والے مریض اکثر واپسی پر مسکراتے ہوئے ہی جاتے تھے اور ان کی مسکراہٹ کو ہی وہ اپنی کامیابی تسلیم کرتی تھی۔

''نہیں۔۔۔آپ اچھی ہیں، اسی لیے مجھے زیادہ خوبصورت لگتی ہیں۔۔۔'' ثنائیلہ اب کھل کر مسکرائی۔

''تھینک یو۔۔۔'' ماہم کے چہرے پر جھلکتی نرمی نے اس کا تاثر اور گہرا کر دیا۔ وہ اب مسکراتے ہوئے اس کو جاتا ہوا دیکھ رہی تھی۔ یہ اُس کا ثنائیلہ کے ساتھ تیسرا سیشن تھا لیکن اُسے اندازہ ہو گیا تھا کہ ابھی بہت سی گرہیں کھلنا باقی ہیں۔ وہ دیکھنا چاہتی تھی کہ انسان کا تخیل آخر کتنا طاقتور ہوتا ہے کہ اُسے اپنے ذہن میں تخلیق کی ہوئی چیزیں مجسم صورت میں نظر آنے لگیں۔

اُس نے کافی کا خالی کپ میز پر رکھ کر رامس علی کی فائل کو اٹھایا۔ اُس کے ساتھ اس کا اگلا سیشن اگلے ہفتے تھا۔ وہ انٹرویو دے کر آ چکا تھا اور ماہم کو آخری فون پر ہونے والی گفتگو میں وہ کچھ الجھا سا لگا تھا۔ اُس کے ڈراؤنے خوابوں کا سلسلہ ایک دفعہ پھر شروع ہو گیا تھا جس کی وجہ سے وہ کافی پریشان تھا اور ماہم کو اندازہ تھا کہ اُسے ابھی کافی سارے سیشنز کی ضرورت ہے۔

''میں تمہیں بہت زیادہ مس کرتا ہوں۔۔۔'' اُس کے آخری ٹیکسٹ پر ماہم کے دل کی دھڑکن نہ جانے کیوں بے ربط ہوئی۔

''لگتا ہے کہ مجھے بھی عائشہ رحیم کے ساتھ ایک کڑا کے دار سیشن کی ضرورت ہے۔۔۔'' اس سوچ کے ابھرتے ہی وہ بے ساختہ ہنس پڑی۔ اسی لمحے اس کے سیل فون پر آنے والی کال نے اس کی توجہ اپنی جانب مبذول کروا دی۔ اس نے سر جھٹک کر ثنائیلہ زبیر کی کال اٹینڈ کرنے کے لیے سبز بٹن دبایا۔

''ماہم میں نے ابھی ابھی اُسے دیکھا ہے۔۔۔'' دوسری جانب اس کی آواز میں خوشی کی وجہ سے کپکپاہٹ نمایاں تھی۔

''کسے دیکھا ہے۔۔۔؟؟؟'' وہ حقیقتاً کچھ لمحوں کے لیے اس کی بات بالکل بھی نہیں سمجھ پائی۔

''سکندر شاہ کو۔۔۔'' وہ شاید کسی مارکیٹ میں تھی اس لیے بلند آواز میں بول رہی تھی۔

''کیا۔۔۔؟؟؟؟'' ماہم کا دماغ بھک کر کے اڑا۔

''جی وہ بالکل وہی تھا۔ جناح سپر میں ہنڈا سوک گاڑی پر، گاڑی ایک منٹ کے لیے سگنل پر رکی، میں فٹ پاتھ پر تھی اور وہ مجھ سے صرف چند گز کے فاصلے پر تھا۔ وہ بھی مجھے دیکھ کر چونکا تھا۔۔۔'' وہ اُسے نہ جانے کون سی داستان امیر حمزہ سنا رہی تھی۔ ماہم اس کی آخری بات پر بُری طرح چونکی۔ اُس کے لہجے کی سچائی گواہ تھی کہ وہ جھوٹ نہیں بول رہی۔ وہ اتنی دور بیٹھے ہوئے بھی اس کی حالت کا اندازہ لگا سکتی تھی۔ ثنائیلہ کی سانسیں غیر ہموار تھیں اور وہ دائیں بائیں موجود لوگوں سے بے نیاز جوش جذبات سے چیخ رہی تھی۔

''ہائے گاڈ، میں نے اُسے ابھی ابھی یہاں دیکھا ہے۔۔۔'' اُس کا انداز ابھی بھی بے ربط سا تھا۔

''اب کہاں ہے وہ۔۔۔؟؟؟'' ماہم نے اس کی بات کاٹ کر روانی سے پوچھا لیکن دوسری جانب شاید نیٹ ورک کی خرابی کی وجہ کال سے کٹ گئی تھی۔ اُس میں سے آنے والی ٹوں ٹوں کی آواز اس کے دماغ میں ہتھوڑے کی طرح برس رہی تھی۔

☆ ☆ ☆

(صائمہ اکرم چوہدری کا یہ دلچسپ ناول ابھی جاری ہے، باقی واقعات اگلی قسط میں پڑھیے)

''آپ میرا یقین کریں ماہم۔۔۔!!!!'' اُس نے ناخنوں سے میز کی سطح کو کھرچتے ہوئے عجیب سا اصرار کیا۔

''میں نے سکندر شاہ کو خود اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا، وہ سو فیصد وہ ہی تھا۔۔۔'' ثنائیلہ زبیر ایک گھنٹے کے بعد ہی ماہم کے کلینک میں تھی۔ اُس کے چہرے پر جہاں کچھ پالینے کی چمک تھی وہیں کچھ کھو دینے کا دُکھ بھی ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ کال کٹ جانے کے بعد اس نے دوبارا فون پر بات کرنے کی بجائے کلینک میں جانا زیادہ مناسب سمجھا تھا۔

''ہوسکتا ہے ثنائیلہ وہ آپ کا وہم ہو۔۔۔'' ماہم نے اُس کے اضطراری انداز میں کی جانے والی حرکت کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''ناممکن، ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔۔۔'' اُس نے سر کو جھٹک کر سختی سے ماہم کی بات کو رد کیا۔ ''وہ میرا وہم نہیں تھا، وہ ایک بھرپور یقین کی طرح میرے سامنے تھا، مجھ سے چند فٹ کے فاصلے پر وہ سیاہ رنگ کی ہنڈا سوک میں تھا۔ گاڑی سگنل پر رکی تھی اور روڈ کراس کرتے ہوئے میں نے اُسے دیکھا۔ وہ گاڑی کی پچھلی سیٹ پر ٹیک لگائے تھکے ہارے انداز سے براجمان تھا۔ اُس کی آنکھوں میں عجیب سی وحشت اور چہرے پر پھیکا پن تھا۔'' اُس نے پورے منظر کی جزیات بتائی تھیں۔

''تم کیسے کہہ سکتی ہو، کہ وہ وہی تھا۔۔۔؟؟؟؟'' ماہم نے جھینپ کر استفسار کیا۔

''کمال کرتی ہیں آپ۔۔۔'' وہ تھوڑا سا بُرا منا گئی۔ ''میں نے اُس کردار کو خود تخلیق کیا تھا۔ وہ پورے تین سال تک میرے قلم کی نوک کے نیچے رہا ہے، میں اس کے کبھی چہرے پہچانتی ہوں۔۔۔'' اس کی بات پر ماہم کی آنکھوں کی حیرانی میں یک لخت کمی ہوئی وہ جیسے اس کی بات سمجھ گئی تھی۔

''ہوں۔۔۔'' ماہم نے سر اثبات میں ہلایا۔ ''اگر وہ وہی تھا تو یقین رکھو، اس چھوٹے سے شہر میں وہ تمہیں پھر کہیں ناں کہیں نظر آجائے گا۔۔۔'' ماہم کی تسلی پر وہ بمشکل مسکرائی لیکن اُس کا سارا وجود اُداسی اور مایوسی کی قبا اوڑھے ہوئے تھا۔

''آپ سوچ بھی نہیں سکتیں کہ اس ایک بات نے میری ساری زندگی کو ڈسٹرب کر کے رکھ دیا ہے، میں کچھ بھی نہیں کر پا رہی، میں نے ایک سلسلے وار ناول درمیان میں ادھورا ہی چھوڑ دیا ہے۔۔۔'' بے بسی اُس کے ہر انداز سے عیاں تھی۔ وہ ہونٹوں کو کچلتے ہوئے اپنی آنکھوں کے آگے تنی چادر کو بمشکل دھکیلنے لگی۔

''ادھورے پن کا کرب وہ ہی شخص محسوس کر سکتا ہے جس نے دنیا کے میلے میں اپنے کسی بہت پیارے کو کھو دیا ہو۔ میرے زندگی کے کیلنڈر میں ہر تاریخ پر مایوسی کا سیاہ حاشیہ سا لگتا جا رہا ہے ایسے لگتا ہے جیسے جدائی نے میری انگلی پکڑ کر مجھے تنہائیوں کے سمندر میں دھکیل دیا ہو۔''

''میں تمہارے احساسات و جذبات کو اچھی طرح سمجھ سکتی ہوں ثنائیلہ۔۔۔'' ماہم کو اپنا دل بے نام سے تاسف میں مبتلا ہوتا محسوس ہوا ''لیکن تم میری یہ بات آج کہیں لکھ لو، تمہارے حصے کی خوشیوں کے جگنو تمہیں ڈھونڈتے ہوئے خود تمہارے پاس آجائیں گے۔ تمہارے آنچل میں اتنے ستارے ہوں گے کہ جب تم اس آنچل کو اوڑھو گی تو زندگی ہر لحظہ تمہیں رقص کرتی ہوئی محسوس ہو گی۔''

''آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں ناں۔۔۔؟؟؟؟'' اُس کی بات پر ثنائیلہ کی آنکھوں میں ایک الوہی سی روشنی بھر گئی۔ ''ویسے ایک بات تو بتاؤ

لڑکی۔۔۔؟؟؟"ماہم کے چہرے پر ایک پراسراری مسکراہٹ نے احاطہ کیا تو وہ بے اختیار چونک گئی۔

"دیکھو سکندر شاہ تمہیں نہیں جانتا، اس لیے کہ وہ تمہاری زندگی کی کہانی کا ایک کردار ہے، تم اس کی زندگی میں کہیں نہیں ہو۔۔۔" اس کی بات پر اُس کے چہرے کی رنگت متغیر ہوئی۔

"آپ کہنا کیا چاہتی ہیں۔۔۔" اس کے چہرے پر خوف کا ایک سایہ سا اُبھرا۔

"میں صرف یہ کہنا چاہتی ہوں کہ جب کبھی وہ تم سے ملے گا تو تم اُسے آخر کہو گی کیا۔۔۔"؟؟؟ اُس نے گہری نظروں سے اپنے سامنے بیٹھی مشہور و معروف مصنفہ کو دیکھا جو اس سوال پر بالکل ہکا بکا سی ہو گئی تھی۔

"میم یہ بات تو میں نے کبھی سوچی ہی نہیں۔۔۔" اُس کے جواب پر اب ہکا بکا ہونے کی باری ماہم کی تھی۔ جو سخت تعجب سے اپنے سامنے بیٹھی سادہ سی لڑکی کو دیکھ رہی تھی جس کے چہرے پر حد درجہ معصومیت تھی۔ ایسی معصومیت جو فی زمانہ ناپید تھی۔

☆ ☆ ☆

''میری پتری دی طبیعت تے ٹھیک ہے ناں۔۔۔؟؟؟؟'' اللہ دتا کمہار نے انتہائی محبت سے اپنی لاڈلی بیٹی کا مضطرب انداز دیکھا وہ ہاتھ کی پشت سے کنپٹی کو سہلا رہی تھی۔۔ اُس نے اس دفعہ ابے کی آمد پر بے ساختہ خوشی کا اظہار بھی نہیں کیا تھا۔ جمیلہ مائی جیسے ہی اعجاز کو لے کر قریبی میڈیکل اسٹور پر گئی تو ابے نے فوراً سکینہ کو مخاطب کیا تھا۔

''ابا طبیعت تو اب اللہ چاہے گا تو ہی ٹھیک ہوگی۔۔۔'' اُس نے بے بسی سے کندھے اچکاتے ہوئے مزید کہا۔''ویسے مجھے تو کوئی امید نہیں۔۔۔'' وہ اب بے زاری سے چھت پر لگے پنکھے کو چلتے دیکھ رہی تھی۔ آج فضا میں تپش کا احساس کافی تھا۔

''وہ کیوں پتر۔۔۔؟؟؟؟'' اللہ دتا چونک گیا اُس نے جانچتی نظروں سے اپنی لاڈو کا خفا خفا سا انداز دیکھا۔

''کبھی کبھی میں سوچتی ہوں ابا، یہ اللہ کا بس بھی ہم جیسے غریبوں پر ہی چلتا ہے۔۔۔'' اُس کے بیگانہ سے شکوے پر اللہ دتا دہل سا گیا۔

''ناں پتری، ایسی باتیں نہیں کرتے، اللہ سوہنا ناراض ہوتا ہے۔۔۔'' اُس نے اپنی بیٹی کی کم عقلی پر کڑھتے ہوئے اُسے سمجھانے کی کوشش کی۔

''کیا فائدہ ابا، ہم کیسی بھی باتیں کرلیں، اللہ نے کرنی تو اپنی ہی مرضی ہوتی ہے۔۔۔'' اُس کی ناراضگی میں محسوس کی جانے والی بدگمانی تھی۔

''اچھا تو پھر جو چیزیں تیری مرضی سے ہوتی ہیں تو اللہ وہ کیوں کرتا ہے؟ یاد نہیں جب بھوری مج (بھینس) بیمار ہوئی تھی، تو نے کتنی دعائیں کی تھیں اور وہ ٹھیک ہوگئی تھی اور جب سیلاب میں ہمارا پنڈ بہنے سے بچ گیا تھا، تب بھی تو نے کہا تھا ناں کہ تیری دعا قبول ہوئی ہے۔۔۔'' ابے کی بات پر وہ لاجواب ہوئی۔

''ہاں ابا، اللہ کبھی کبھی میری کچھ دعائیں پوری کردیتا ہے، لیکن وہ ہمیشہ ایسا نہیں کرتا۔'' اُس نے اعتراض کا ایک اور نکتہ نکال ہی لیا تھا۔

''اُس کی مصلحتیں ہیں پتر، وہ ہی جانتا ہے۔ بس تو دعا مانگنا نہ چھوڑا کر۔۔۔''

''چاہے وہ دعا پوری کرے یا نہ کرے۔۔۔'' اُس نے سخت حیرت سے ابے کو پرسکون چہرہ دیکھا۔

''اللہ خیر سکھ رکھے پتری، سوہنا رب ضرور اپنا کرم کرے گا۔۔۔'' ابے کے لہجے کا یقین بھی سکینہ کے چہرے پر مسکراہٹ لانے میں ناکام رہا تھا۔

''چل چھوڑ ساری باتوں کو وہاں پنڈ میں سارے لوگ تیرا بڑا پوچھتے ہیں۔ شیدے حلوائی نے میری دھی کے لیے خالص دیسی گھی کے پیڑے بھیجے ہیں اور زینب مائی نے اپنے گھر کے دیسی بیر۔۔۔'' ابے نے اس کا دھیان بٹانے کو کہا جب کہ سکینہ جو اپنی سوچوں میں محو تھی۔ اُس نے اللہ دتے کی بات کہاں دھیان سے سنی تھی۔

''ابا، اک گل تو بتا۔۔۔'' کچھ توقف کے بعد وہ ہاتھوں کی انگلیوں کو باہم پھنسائے ان کے پٹاخے نکالتے ہوئے بولی۔ اُس کے لہجے میں بلا کی سنجیدگی تھی۔

''دیکھ ناں ابا۔۔۔!!! تجھے اپنے کام سے عشق ہے، تو پوری محنت اور لگن سے پانڈے (برتن) بناتا ہے، فیر دی کسی نہ کسی میں کوئی خرابی

تو رہ جاتی ہو گی، ابا میں بڑا سوچتی ہوں کہ کیا ان نقص والے پانڈوں کا بھی کوئی خریدار ہو گا۔۔۔؟؟؟؟'' سکینہ کے متجسس انداز پر اللہ دتا مسکرایا۔ اُسے علم تھا کہ وہ یہ سوال کس پس منظر میں کر رہی ہے۔

''میری دھی وی جھلّی ای اے۔۔۔'' اللہ دتے نے ناک سے مکھی اڑاتے ہوئے انتہائی محبت سے سکینہ کو دیکھا۔

''پتری، اس دنیا کے میلے میں ہر پانڈے (برتن) کا کوئی نہ کوئی خریدار تو ضرور ہوتا ہے۔ اُس سوہنے مالک کی ذات نے کوئی بھی چیز بغیر مقصد کے نہیں بنائی۔'' اللہ دتا کمہار کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ اُسے کس طرح سمجھائے۔

''فیر وی ابا، تو سوچ کے بتا ناں، تیرا کوئی پانڈا تو (برتن) ایسا ہو گا، جس میں کوئی ایسا نقص ہو جو دیکھنے والی آنکھ کو اچھا نہیں لگتا ہو گا۔۔۔'' سکینہ کے بے تحاشا اصرار پر وہ کچھ لمحوں کے لیے سوچ میں ڈوب گیا۔

''ہاں پتر بس ایک چھوٹی سی گاگر ہے۔ جس کا منہ تھوڑا سا ٹیڑھا ہو گیا تھا۔ اُسے ابھی تک کسی نے نہیں خریدا، لیکن مجھے اس کا بھی کوئی دکھ نہیں۔'' اللہ دتا کے لہجے میں قناعت کا ایک سمندر آباد تھا۔

''ابا تو اُس گاگر کو پھینک کیوں نہیں دیتا۔۔۔'' سکینہ نے اپنے ہونٹوں کو پھیلا کر عجیب سے استہزائیہ انداز میں مشورہ دیا۔

''پتری، میں اپنی بنائی چیز کو کیوں پھینکوں۔۔۔''۔ اللہ دتا کو اپنی بیٹی کی بات ناگوار تو گذری لیکن اُس نے تحمل کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔

''سکینہ دیکھ، میرے محنت کش ہاتھوں نے اُسے پوری محبت، لگن اور محنت سے تخلیق کیا تھا۔ میں اپنی بنائی ہوئی چیز کو کسی اور کی نظر سے نہیں دیکھتا، وہ ہزار بد شکلی ہو، لیکن مجھے تو اچھی لگتی ہے۔ اس لیے مجھے کسی اور سے کیا لینا دینا۔'' اللہ دتا، جمیلہ مائی کی طرح شکر اور قناعت کی نعمت سے مالا مال تھا۔

''ابا، فیر اس کا مطلب ہے کہ جب تجھے اپنے ہاتھ سے بنائی ایک چھوٹی سی گاگر سے اتنا پیار ہے تو میں تو ایک جیتی جاگتی انسان ہوں۔ اس لیے اس کی مخلوق کو میں کتنی ہی عجیب یا مضحکہ خیز کیوں نہ لگوں لیکن اُس رب کو تو سکینہ کبڑی سے پیار ہو گا ناں۔۔؟؟؟؟'' اُس کے لہجے میں دل کو دکھانے والی سادگی اور معصومیت تھی۔ نمی کی پتلی سی لکیر اس کے آنکھ کے کونے سے کان کی سمت رینگ رہی تھی

''سکینہ ایسی باتیں نہ کیا کر۔۔۔''۔ اللہ دتے کا دل دکھ کے گہرے احساس سے بھر گیا۔

''اللہ کو اپنی ساری مخلوق سے پیار ہے۔ وہ بندے کی شکل سے نہیں اس کے اعمال سے پیار کرتا ہے۔ بس اپنا ایمان پختہ رکھ اور اللہ کی ذات پر کبھی شک نہ کرنا۔'' اللہ دتے نے اُسے سمجھانے کا موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا تھا۔ وہ اور جمیلہ مائی اکثر ایسا ہی کرتے تھے۔

''ابا اس سوہنے رب کی محبت پر مجھے کوئی شبہ نہیں لیکن آجکل پتا نہیں کیوں دل میں اوکھے، اوکھے سے خیال آتے ہیں، کہ آخر یہ سب میرے ساتھ ہی کیوں ہوا؟۔۔۔'' سکینہ کو اماں سے زیادہ ابے سے بات کرنے میں مزا آتا تھا کیونکہ وہ اسے کبھی بھی جھڑکتا نہیں تھا۔

''پتر بس یہ سوچ اپنے دل میں بیٹھا لے کہ اللہ سوہنا کسی کے ساتھ بُرا نہیں کرتا، کبھی اُس ذات سے بدگمان نہیں ہونا، یہ بدگمانی دل کو کالا شاہ کر دیتی ہے اور جس بندے کو اللہ سے سچا پیار ہو اُس کے دل میں فیر کسی اور وہم یا بدگمانی کی گنجائش ہی کہاں بچتی ہے۔۔۔'' اُس نے کھوجتی نگاہوں سے اُس کا اداس چہرہ پڑھا۔

''وہ ساری باتیں ٹھیک سہی پر ابا لوگ دل بہت دکھاتے ہیں۔۔۔'' سکینہ کی آنکھیں نمکین پانیوں سے بھر گئیں تھیں۔ وہ مرتعش ہاتھوں سے اپنی گردن کو چھو رہی تھی۔

''پتا ہے ابا، یہ لوگ جو اللہ کی زمین پر اکڑ کر چلتے ہیں، جن کو اُس نے صحت و تندرستی سے نوازا ہے، وہ سمجھتے ہیں کہ یہ اللہ کا اُن پر احسان نہیں بلکہ ان کا کمال ہے۔ ہم جیسوں کو اگر اُس نے کسی بیماری کی آزمائش میں ڈالا ہے تو اس میں ہماری کوئی خامی یا گناہ ہوگا۔ اس لیے وہ ہمیں عجیب عجیب سی نظروں سے دیکھتے ہیں، کانوں کو ہاتھ لگا کر توبہ توبہ کرتے ہیں۔'' وہ آج پہلی دفعہ اپنے باپ کے سامنے اس طرح سے جذباتی ہوئی تھی۔

''پتر لوگ جتنا بھی دل دکھائیں یہ یاد رکھا کر کہ جب اللہ کے بندے ہمیں ''توڑتے'' ہیں تو اُن کو ''توڑنا'' ہی ہمیں اللہ سے ''جوڑتا'' ہے۔۔۔'' اللہ دتا کمہار نے مسکراتے ہوئے اُسے ایک اور مشکل سبق پڑھایا۔

''ابا تو بڑی اوکھی اوکھی باتیں کرتا ہے۔۔۔'' اُس کے منہ بنانے پر ابا بے ساختہ ہنس پڑا تھا۔ اسی لمحے ڈاکٹر خاور نے کمرے میں قدم رکھا اور سکینہ کے دل کی دھڑکنوں میں ایک ارتعاش سا برپا ہوگیا۔ وہ اللہ دتا کمہار کو دیکھ کر چونکے۔ اس سے پہلے بھی ان کی سکینہ کے ابے سے دو تین ملاقاتیں ہو چکی تھیں۔ سبز رنگ کے بڑے بڑے خانوں والی تہبند باندھے سفید کرتے میں ملبوس یہ محنت کش بندہ ڈاکٹر خاور کو ہمیشہ ہی اچھا لگا تھا۔ اس لیے وہ انتہائی محبت سے ملے۔

''واہ۔۔۔!!! کمرے میں تو آموں کی مہک پھیلی ہوئی ہے۔۔۔'' انہوں نے دائیں بائیں دیکھتے ہوئے بڑی خوشگوار مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

''ڈاکٹر صاحب آپ کے لیے خاص طور پر لنگڑے آموں کی پیٹی ملتان سے لایا ہوں۔۔۔'' اللہ دتا کمہار کو ڈاکٹر خاور کا بے غرض سا انداز اچھا لگتا تھا۔

''سر کیوں ایسی زحمت کرتے ہیں یقین مانیں مجھے بہت شرمندگی ہوتی ہے۔ آخری دفعہ بھی آپ دیسی گھی اور شکر لے آئے تھے اور میں نے منع کیا تھا۔'' ڈاکٹر خاور جو کہ اپنے ایک جونیئر ڈاکٹر کے ساتھ راؤنڈ پر تھے۔ ایک دم ہی ان کی محبت پر شرمندہ ہوئے۔

''ڈاکٹر صاحب یہ تو تحفہ ہے اور محبت بھرے تحفوں سے کون شرمندہ ہوتا ہے۔۔۔'' اللہ دتا کمہار کی آنکھوں میں خلوص کی فراوانی تھی۔

''کسی اور کا تو پتا نہیں لیکن یقین کریں مجھے شرمندگی ہوتی ہے ایک تو آپ اتنا لمبا سفر کر کے آتے ہیں اور ساتھ میں اتنا سامان بھی لے آتے ہیں۔۔۔'' انہوں نے تازہ ایکسرے کی رپورٹ کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''بھئی ڈاکٹر صاحب میں تھوڑی اٹھا کر لاتا ہوں، اپنا کام تو بس لاری پر رکھنا ہوتا ہے۔ آگے لاری والے جانیں'' اللہ دتے نے اپنا صافہ ایک کندھے سے دوسرے کندھے پر منتقل کرتے ہوئے خوشگوار لہجے میں کہا ''فیر آپ بھی تو ہم غریبوں کا اتنا خیال رکھتے ہیں۔'' اللہ دتا کی بات پر وہ ہلکا سا ہنس پڑے۔ سکینہ کو دل کی دھڑکنوں کو سنبھالنا دشوار ہو گیا تھا۔

''بھئی وہ تو میری ڈیوٹی ہے اور ڈیوٹی کوئی کسی پر احسان تھوڑی ہوتی ہے۔۔۔'' ڈاکٹر خاور کے انداز میں متانت نمایاں تھی۔

''پتر احسان کر کے کسی پر احسان نہ جتانا بھی بڑا افضل کام ہے اور یہ احسان کرنے سے زیادہ اوکھا ہے۔'' اللہ دتے کی بات پر ڈاکٹر خاور نے بے یقینی سے انہیں دیکھا۔

''ایک بات تو بتائیں، آپ نے کبھی سکول، کالج کی شکل تک نہیں دیکھی پھر آپ اور اماں جی اتنی گہری باتیں کر کیسے لیتے ہیں۔'' ڈاکٹر خاور نے سخت تعجب سے دریافت کیا۔

''پتر پڑھائی صرف مدرسوں میں تھوڑی ہوتی ہے۔ایک پڑھائی وہ ہوتی ہے جو آپ کو زمانہ سکھاتا ہے۔ایک پڑھائی وہ ہوتی ہے جو اللہ خود بخود آپ کے دل میں اتار دیتا ہے۔ہم ان پڑھ جاہل لوگ ہیں۔لفظوں کی کھمن گھیریاں ہمیں نہیں آتیں۔بس نیت صاف ہے اور یہ بھی مولا کریم کا احسان ہے ہمارا کوئی کمال نہیں۔'' ابے نے ہاتھ جھاڑ کر سادگی سے کہا تھا جب کہ ڈاکٹر خاور کو اپنے سامنے کھڑے بندے پر سخت رشک آیا جس کے دل میں سب کے لیے خیر اور بھلائی تھی جو شکر گذاری کی نعمت سے مالا مال تھا۔

''بھئی یہ سکینہ کو بھی سمجھایا کریں یہ آجکل بڑی مایوسی والی باتیں کرتی ہے۔۔۔'' ڈاکٹر خاور نے اس کی فائل کو میز پر رکھتے ہوئے ہلکے پھلکے لہجے میں اس کی شکایت کی تو سکینہ کا مجسم ساعت بنا دل باغی ہونے لگا۔دل کی بے ربط دھڑکنوں کو سنبھالنا آسان کام تھوڑی تھا۔

''ڈاکٹر صاحب سوچنے والی بات ہے ناں کہ اگر بندے کے مزاج میں اتار چڑھاؤ نہ ہو تو وہ بندہ تھوڑی ہوا ناں، فیر تے او لکڑی کا گڈا ہو گیا ناں۔۔۔'' اللہ دتا کی بات پر وہ چونکے ''اللہ سوہنا دل کو غمزدہ کرتا ہے تو بندہ اس کی طرف لپکتا ہے ناں۔میری سکینہ تو بہت بہادر ہے بس اللہ نے اپنی محبت اور آزمائش کا ذرا اوکھا پرچا اس کے ہاتھ میں تھما دیا ہے اس لیے کملی دھی پریشان ہو جاتی ہے۔'' اللہ دتے نے اپنی لاڈو رانی کی بھرپور حمایت کی تھی۔

''لیں سکینہ، آپ کے ابا جی نے تو ہمیں پہلی ہی بال پر آؤٹ کر دیا، مان گئے ہم بھی، آپ کی اماں ٹھیک کہتی تھیں کہ سکینہ کے ابے کو اس سے بہت پیار ہے۔۔۔'' ڈاکٹر خاور بے ساختہ ہنسے تھے ان کی ہنسی نے سکینہ کے دل میں پھول ہی پھول کھلا دیے تھے۔

''واہ۔۔۔!!! اندر تو بڑی رونقیں لگی ہوئیں ہیں۔۔۔'' سفید کیٹی کی شلوار قمیض میں اندر داخل ہوتا اعجاز سکینہ کو آج سے پہلے کبھی اتنا برا نہیں لگا تھا۔اعجاز اندر کھڑے ڈاکٹروں کو دیکھ کر تھوڑا سا جھجک کا شکار ہوا۔اس کے چہرے پر پھیلی خفت سکینہ کو اور زیادہ کوفت کا شکار کر رہی تھی۔ڈاکٹر خاور کے ساتھ کھڑا اور میانے قد کا دبلا پتلا حاجی، جس نے میٹرک کا امتحان پاس کر کے اللہ دتے کمہار کی شاگردی اختیار کر رکھی تھی۔وہ سکینہ کو ویسے ہی اچھا نہیں لگتا تھا جب کہ ڈاکٹر خاور کے ساتھ کھڑا تو وہ اُسے اور بھی عجیب لگ رہا تھا۔

''ابا، اس لیچڑ کو ہر دفعہ پتا نہیں کیوں لے آتا ہے۔جسے بات کرنے کی بھی تمیز نہیں۔'' سکینہ نے ڈاکٹر خاور کے ساتھ اپنے اپریشن کی تفصیلات کو ڈسکس کرتے اعجاز کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھا تھا۔اُس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اعجاز کا ہاتھ پکڑ کر کمرے سے باہر نکال دے۔

''ڈاکٹر صاحب میری دھی کو فٹا فٹ ٹھیک کر دیں، فیر یہ حاجی آپ کو اپنی شادی کے میٹھے چاول کھلائے گا۔۔۔'' جمیلہ مائی کی بات پر سکینہ نے سخت خوفزدہ نظروں سے اماں کو دیکھا جن کے چہرے پر عجیب سی مسکراہٹ تھی۔

''اچھا، کب ہے شادی۔۔۔؟؟؟؟''ڈاکٹر خاور کے چہرے پر خوشگوار سی حیرت پھیلی۔

''اللہ سائیں، جلدی جلدی وہ ویلا (وقت) لائے۔بس ذرا سکینہ اپنے پیروں پر کھڑی ہو جائے، تو ہم نے فوراً دیگیں کھڑ کا دینی ہے۔ اپنے جاجی کی منگ ہے ناں سکینہ۔۔۔''جمیلہ مائی نے ہاتھ میں پکڑا دوائیوں کا شاپر میز پر رکھتے ہوئے ایک جتلاتی سی نظر سکینہ کے بیزار چہرے پر ڈالی تھی۔جہاں لاتعلقی اور خفگی نے اچانک ہی خیمہ لگا لیا۔

''اللہ کرے کہ میں کبھی اپنے پیروں پر کھڑی نہ ہو سکوں۔۔۔''جاجی کے چہرے پر پھیلی مسرت دیکھ کر سکینہ کے دل نے بڑی عجیب سی دعا کی تھی۔وہ دل ہی دل میں اماں سے سخت خفا ہو گئی تھی۔

☆ ☆ ☆

''لگتا ہے کہ اللہ نے بھی چن چن کر سارے نمونے میرے ہی گھر میں بھیج دیے ہیں۔۔۔''عائشہ جیسے ہی گلاس وال کو دھکیل کر اندر داخل ہوئی تو ماما کی سرد اور غصے سے لبریز آواز نے اُس کا استقبال کیا تھا۔اُس کے قدم وہیں تھم گئے۔

''ناکوں چنے چبوا دیے ہیں ان بچوں نے مجھے، سخت بے زار ہو گئی ہوں میں۔۔۔''ماما کے لہجے میں باہر کے تپتے موسم سے زیادہ حرارت تھی اس کا اندازہ تو عائشہ کو ایک لمحے کو ہو گیا تھا۔سامنے لاؤنج کے بڑے صوفے پر بریز ے چکن لان کے سوٹ میں ماما اور ان کے مدمقابل ماہم کے ساتھ ساتھ ثمن آپی کو دیکھ کر اُسے خوشگوار سی حیرت ہوئی۔ٹی وی لاؤنج کے دوسرے حصے میں موحد ان کی طرف پشت کیے لاتعلق سے انداز میں بیٹھا تھا۔

السلام علیکم۔۔۔''اُس نے ہلکا سا اندر جھانکا تو وہ تینوں خواتین چونک گئیں۔''یہاں کا ماحول تو باہر کی نسبتاً زیادہ گرم ہے،اے سی تیز کر دوں کیا۔۔۔''اُس کے شرارت بھرے انداز پر ماما کے ماتھے کی شکنوں میں بڑی سرعت سے اضافہ ہوا۔

''وعلیکم سلام لڑکی، تم کہاں اتنی سخت گرمی میں دورے کرتی پھر رہی ہو۔۔۔؟؟''ثمن آپی نے فوراً اُسے محبت سے گلے لگایا۔''ذرا آئینے میں چہرہ دیکھو اپنا، ساری اسکن رف کر لی ہے تم نے۔''ثمن آپی کو ویسے ہی اس سے بے تحاشا محبت تھی لیکن اس وقت تازہ تازہ ماما کی دکھ بھری داستان کے زیرِ اثر انہوں نے اُسے گھور کر دیکھا جو لاپرواہی سے ٹرالی سے جگ اٹھا کر لیمن اسکواش گلاس میں انڈیل رہی تھی۔

''مجھے چھوڑیں آپ تو اتنی گرمی میں بھی لشکارے مار رہی ہیں،کل ٹی وی پر آپ کا مارننگ شو دیکھا تھا میں نے، آفت لگ رہی تھیں۔۔۔''اُس نے کنکھیوں سے ماما کا بیزار چہرہ دیکھتے ہوئے ماہم کے ساتھ والی سیٹ سنبھالی۔

''عائشہ میں تمہارے سارے مسکے سمجھتی ہوں۔۔۔''ثمن آپی کھلکھلا کر ہنسیں۔ماہم کی بڑی بہن ہونے کے ناطے وہ اپنی تعریف اپنا حق سمجھ کر وصول کرتی تھیں۔ویسے بھی دونوں بہنوں کی عادات میں کافی مماثلت تھی اور دونوں ہی حسن کی دولت سے مالا مال تھیں۔

''واقعی ثمن آپی یہ میرون کلر آپ پر بہت سوٹ کر رہا ہے اور آپ تو دن بہ دن نکھرتی جا رہی ہیں۔''عائشہ نے کھلے دل سے انہیں سراہا۔

''ظاہر ہے اپنا خیال رکھتی ہیں وہ، تمہاری طرح نہیں کہ سر جھاڑ منہ پہاڑ بن کر اپنی ماں کو ہر جگہ شرمندہ کرواتی پھرو۔۔۔''ماما کے سلگ کر بولنے پر ماہم اور ثمن آپی بے ساختہ ہنس پڑیں۔جب کہ عائشہ نے آنکھ کے اشارے سے ماما کی مشیرِ خاص ماہم سے ان کی برہمی کا سبب پوچھا۔اُس

کی بدقسمتی کہ اس کا اشارہ ماما کی زیرک نگاہوں سے چھپ نہیں سکا تھا۔ ''یہ ماہم سے کیوں، آنکھوں ہی آنکھوں میں پوچھتی پھر رہی ہو، مجھ سے براہ راست پوچھ لو۔۔۔'' ماما کا لہجہ سخت اور ہنوز خفگی لیے ہوئے تھا۔

''میں تو آنکھوں ہی آنکھوں میں اس لیے پوچھ رہی تھی تاکہ آپ کو کانوں کان خبر نہ ہو۔۔۔'' عائشہ کے انداز میں بے ساختہ سی شوخی چھلکی۔

''بیٹا اتنی بے وقوف نہیں ہوں میں، ساری زندگی تمہارے فوجی باپ کے ساتھ گذاری ہے جو گھر میں بھی ہر وقت کرفیو لگائے رکھتے تھے۔'' ماما نے ابرو چڑھا کر اُسے دیکھا، ہلکے انگوری رنگ کے لان کے سوٹ کے ساتھ اتنی گرمی میں بھی وہ جوگرز پہنے ہوئے تھی۔ چہرہ میک اپ سے مبرا اور دھوپ کی زیادتی سے مرجھا سا گیا تھا۔ وہ ابھی تک سمجھنے سے قاصر تھی کہ یہ آج توپوں کا رخ اسکی جانب کس خوشی میں ہوا ہے۔

''توبہ کریں ماما، کیوں میرے اتنے سویٹ بابا کو بدنام کرتی ہیں۔۔۔'' عائشہ نے خالی گلاس میز پر رکھتے ہوئے ایک دفعہ پھر شوخی سے لبریز لہجے میں انہیں چھیڑا۔ ''ویسے یہ کابینہ کا اجلاس خیر سے بلوایا تھا آپ نے۔۔۔''؟؟؟؟ اُس کی شرارت پر ماہم اور ثمن آپی ایک دفعہ پھر ہنس پڑیں۔

''فکر نہ کرو، سینیٹ کا یہ اجلاس آنٹی نے نہیں بلوایا، ہم لوگ خود سے انہیں ملنے آئے تھے۔ یہاں آ کر معلوم ہوا کہ تم انہیں ''لارا'' لگا کر حسب عادت غائب ہو۔'' ماہم کی بات پر اُس کے ذہن میں جھپاکا سا ہوا۔ اُسے ماما کی ناراضگی کی وجہ اچانک ہی سمجھ میں آ گئی۔

''اوہ شٹ۔۔۔'' اُس نے دونوں ہاتھوں سے سر تھاما ''آج تو ماما کے ساتھ مسز ہمدانی کے ہاں لنچ پر جانا تھا۔ سوسوری ماما مصروفیت میں ذہن سے نکل گیا۔'' اُس کے شرمندہ انداز پر بھی ماما کی برہمی کم نہیں ہوئی تھی۔

''تم بہت عجیب و غریب لڑکی ہو عائشہ۔۔۔'' اپنے جوگرز کے تسمے کھولتے ہوئے وہ ثمن آپی کی بات پر کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

''پہلے فیصلہ کرلیں کہ میں ''عجیب'' زیادہ ہوں یا ''غریب''۔۔۔'' عائشہ کے ہلکے پھلکے انداز پر ماہم نے اپنی ستواں ناک چڑھا کر اُسے دیکھا۔

''محترمہ آپ ثمن آپی سے کیوں پوچھتی ہیں، ہم بتا دیتے ہیں۔'' ماہم کے لہجے میں طنز کی کاٹ تھی۔ ''آپ پہلے مدر ٹریسا کے روپ میں صرف ''عجیب'' لگتی تھیں لیکن اب اپنے حلیے سے دن بہ دن ''غریب'' لگتی ہیں، بندہ پوچھے اتنی گرمی میں جوگرز پہننے کی تک کیا بنتی ہے۔'' ماہم نے استہزائیہ انداز سے اُسے اوپر سے لے کر نیچے تک دیکھا۔

''یار ماما کو بتا کر گئی تھی کہ آج یونیورسٹی میں تھیلسیمیا کے مرض میں مبتلا بچوں کے لیے کیمپ لگایا ہے اور یونیورسٹی میں پتا ہے ناں کہ کتنا چلنا پڑتا ہے۔'' اُس کا لہجہ سادگی اور نرمی کا امتزاج لیے ہوا تھا۔

''خیر سے یہ تھیلسیمیا کے بچوں کی خدمت خلق کا خیال میم عائشہ کو کیسے آ گیا، روشنی ڈالنا پسند کریں گی۔۔۔؟؟؟؟'' ماہم کے طنزیہ انداز پر وہ تھوڑا سا خجل ہوئی۔

''ایسے مشورے لینے کے لیے اسے باہر جانے کی کیا ضرورت ہے۔'' ماما کے انداز میں بھی آج ضرورت سے زیادہ کڑواہٹ تھی۔ ''خیر سے باپ اور بیٹی کو ایسے دورے وقتاً فوقتاً پڑتے ہی رہتے ہیں۔ بندہ کم از کم اپنا اسٹیٹس تو دیکھتا ہے۔'' ماما کو سخت غصہ تھا کہ اُس نے ان کے کینیڈا جانے کے بعد چپ چپاتے ایک فلاحی تنظیم جوائن کر لی تھی۔

''کم آن ماما، ہمارے سوشل سرکل میں ساری خواتین کسی نہ کسی این جی او سے وابستہ ہیں اور اس بات کا تذکرہ بھی وہ بڑے فخر سے کرتی ہیں۔'' عائشہ کے ہونٹوں پر آج لگتا تھا کہ مسکراہٹ منجمد ہوگئی

''وہ فضول کاموں کے لیے سخت گرمی میں صبح وشام سڑکوں پر مٹر گشت نہیں کرتیں۔ کلب کی میٹنگ میں ہی سارے کام نبٹا لیتی ہیں۔ اللہ جانے یہ ساری دنیا سے نرالی اولاد مجھے ہی کیوں ملی ہے۔'' مسز رحیم کا تو آج غصے والا پیمانہ چھلکا ہی پڑا تھا۔ انہوں نے کھا جانے والی نظروں سے عائشہ کو دیکھا جو ریموٹ کنٹرول سے کھیل رہی تھی۔

''مجھے لگتا ہے آنٹی، عائشہ میں مدر ٹریسا کی روح تحلیل ہوگئی ہے۔۔۔'' ماہم طنز کرنے میں ماہر تھی اس بات کا اندازہ اُسے تھا تو سہی لیکن آج اس کا یہ فن عروج پر تھا۔ ''پہلے یونیورسٹی میں اس کے یہ ڈرامے ہوتے تھے۔ میں نے سوچا کہ دو چار دن کا بخار ہے اتر جائے گا، لیکن یہاں تو لگتا ہے کہ بخار خاصا بگڑ چکا ہے۔''

''پتا نہیں، اسے گندے مندے بچوں کو پیار کرتے ہوئے الجھن کیوں نہیں ہوتی، پچھلے ہفتے چوکیدار کی نواسی کو خسرہ نکلا ہوا تھا اور عائشہ رحیم صاحبہ اسے گود میں اٹھائے ڈاکٹر صاحب کے پاس لے جا رہی تھیں۔ مجھے ٹینشن ہو رہی تھی لیکن اسے کوئی پرواہ ہی نہیں تھی۔'' مسز رحیم کو اچانک ہی کچھ دن پہلے کا منظر یاد آیا تو انہوں نے بیٹھے بیٹھے ناگواری سے پہلو بدلا۔

''آنٹی یہ تو صرف خسرے کہ مریضہ بچی تھی یہ محترمہ تو ایک دن میری گاڑی کے نیچے آنے والی ایک غلیظ سی بلی کو اٹھا کر جانوروں کے ہسپتال لے گئیں تھیں۔ یقین کریں کہ مجھے تو دیکھ کر ہی وومٹنگ کا احساس ہو رہا تھا اور گھر جا کر میں نے ساری گاڑی واش کروائی۔'' ماہم کے لہجے کی تلخی سے عائشہ کو پہلی دفعہ احساس ہوا کہ آج واقعی اُس کے ستارے گردش میں تھے۔

''مائی گاڈ۔۔۔!!!! عائشہ کیا چیز ہو تم۔۔۔'' ثمن آپی نے ٹشو پیپر سے ہونٹوں کے کونوں کو نزاکت سے صاف کیا وہ اب تعجب سے اُسے مسلسل مسکراتے دیکھ رہی تھیں۔

''مائی گاڈ، ذرا سا لنچ بھول جانے پر آپ لوگ اس طرح سے پرانے کھاتے کھول کر بیٹھ جائیں گے، مجھے اس چیز کا اندازہ ہوتا تو یہ غلطی کبھی نہ کرتی۔'' عائشہ کے لہجے میں بھی ہلکی سی ناگواری در آئی تھی۔

''بُری بات عائشہ۔۔۔!!!! ایسی باتوں کا خیال رکھتے ہیں۔ لڑکیوں کو اتنی لاپرواہی سوٹ نہیں کرتی۔۔۔'' ثمن آپی نے بھی نصیحت کرنے کا موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا تھا۔

''ثمن کیوں بھینس کے آگے بین بجا رہی ہیں، میں اس سے سخت مایوس ہو چکی ہوں۔۔۔'' ماما نے ایک سرد اور لاتعلق سی نگاہ عائشہ پر ڈالتے ہوئے زہر خند لہجے میں کہا تھا۔ وہ اب کچن میں جانے کے لیے کھڑی ہوئیں۔

''ماما کون سا ایسا گناہ کر دیا ہے عائشہ نے، جو آپ اس طرح عدالت سجا کر بیٹھ گئی ہیں۔۔۔'' بالکل خاموش بیٹھا موحد ایک دم ہی چیخا، اُس کے ماتھے کی رگیں ابھر سی گئیں تھیں۔ اُس کے اس طرح اچانک چیخنے پر کمرے میں سناٹا سا چھا گیا۔

''کون سا دنیا سے انوکھا کام کر دیا ہے اُس نے شکر ادا کیا کریں کہ آپ کی بیٹی میں انسانیت ہے، بے حس نہیں ہے وہ'' موحد نے قدرے خشونت سے سب کو دیکھتے ہوئے تلخی سے کہا۔ وہ اب ان سب کے بالکل سامنے ڈیبل چیئر پر بیٹھا تھا۔ اس کی آنکھیں شعلے برسا رہی تھیں۔

''بیٹا میرا مطلب یہ نہیں تھا۔۔۔'' ماما بوکھلا کر صوفے پر بیٹھ گئیں مہمانوں کی موجودگی میں موحد کے مشتعل ہونے سے وہ سخت گھبرا گئیں۔ اُن کے اعصاب تن سے گئے۔

''میں بچہ نہیں ہوں مجھے سب چیزوں کے مطلب سمجھ میں آتے ہیں۔'' اُس نے غصے سے ہاتھ میں پکڑا انگلش میگزین گھما کر دیوار میں دے ڈالا تو سبھی دم بخود رہ گئے۔ ''فار گاڈ سیک ماما، اپنی اولاد کی جن چیزوں پر آپ کو فخر کرنا چاہیے آپ اُن پر شرمندہ ہوتی پھرتی ہیں، کیسی ماں ہیں آپ۔۔۔'' وہ پتھریلے لہجے اور بیگانگی سے بھرپور آنکھوں سے ان چاروں کو دیکھ رہا تھا جو شدید اعصابی تناؤ کا شکار نظر آ رہی تھیں۔ انہوں نے اس سے پہلے موحد کا یہ روپ کب دیکھا تھا بھلا۔

''عائشہ کو اس کی زندگی جینے دیں، کیوں اُسے مصنوعی چیزیں سکھاتی ہیں۔ اُسے بے حس ہونے کے سبق دیتی ہیں۔ چہرے پر لیپا پوتی کرنے سے انسانی روح صاف شفاف نہیں ہو جاتی۔ چہرے کی رنگت کو سنوارنے کی بجائے اُسے لوگوں کی زندگیوں کو سنوارنے دیں، یہ خوبصورت جسم چار دن کی چاندنی ہے۔ یہ کاغذی پھول جیسے چہرے کسی کو زیادہ دیر تک اچھے نہیں لگتے'' موحد بھی کے کانوں میں پگھلا سیسہ انڈیل رہا تھا۔

''اُس دن وہ بیٹ مین کی بہن کی شادی پر گئی اور آپ نے ہنگامہ کھڑا کر دیا، وہ یتیم خانے کے بچوں کو پڑھانے کے لیے جانے لگی تو آپ کو وہ ناگوار گذرا۔ سارا سارا دن وہ کسی بیوٹی سیلون میں ہزاروں روپے برباد کر دے یہ آپ کو قبول ہے وہ پیسے کسی غریب کے کام آ جائیں یہ بات آپ کو پسند نہیں۔'' موحد کے اس غیر معمولی انداز نے عائشہ کو بھی مخمصے میں ڈال دیا۔ وہ نہ جانے کہاں کا غصہ کہاں نکال رہا تھا۔

''بیٹا یہ مالی، چوکیدار اور ملازموں کی مدد کرنے سے میں نے کبھی نہیں روکا، لیکن اس طرح ان کے گھروں میں جا کر ان کے بچوں کو پڑھانا ہمارا اسٹیٹس نہیں۔'' ماما نے بوکھلا کر وضاحت دینے کی کوشش کی جو ان کے گلے ہی پڑ گئی۔

''یہ اسٹیٹس، وٹیٹس کی بات کم از کم میرے سامنے نہ کیا کریں، کیا ہے آپ کا اسٹیٹس۔۔۔؟؟؟ ذرا آج بتا ہی دیں۔۔۔'' اُس نے ایک دم بھڑک کر انگلی کے اشارے سے پوچھا ''یہ بدبودار، بے حسی اور خود غرضی کی اینٹوں سے بنا آپ کا اسٹیٹس، جس میں انسانیت نام کی کسی چیز کی کوئی گنجائش نہیں۔ یہ روپے پیسے کی چمک دمک سے بنا اسٹیٹس جس کی ہر چیز سے مصنوعی پن ٹپکتا ہے۔ جہاں انسان کے وزن کا اندازہ اس کی مالی حیثیت سے لگایا جاتا ہے تو آپ بھی آج یہ اپنی غلط فہمی دور کر لیں اگر آپ کے گلے میں لیفٹیننٹ جنرل عبدالرحیم کی مسز ہونے کا ٹیگ نہ ہو تو کوئی آپ پر ایک نظر ڈالنا بھی پسند نہ کرے۔'' وہ کسی ٹوٹتی چٹان کی طرح تڑخا تھا۔ ماما کو اس کی بات پر دھچکا سا لگا۔

''اس اسٹیٹس میں آپ کی اپنی ذاتی حیثیت کہاں ہے۔ کبھی سوچا ہے آپ نے۔۔۔؟؟؟؟؟'' اُس کی آنکھوں سے شرارے نکلے۔

''کم آن بھائی، کیا ہو گیا ہے۔ دفع کریں ان باتوں کو۔'' عائشہ بوکھلا کر کھڑی ہوئی ''ماما ٹھیک کہہ رہی ہیں، میری غلطی تھی مجھے بھول گیا تھا کہ لنچ پر جانا ہے اس لیے ماما خفا ہو رہی تھیں۔'' عائشہ نے فوراً اٹھ کر اس کے کندھوں کو ہلکا سا دبا کر اُسے ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی تھی جو کچھ کامیاب

رہی تھی۔اس لیے وہ اب بولا تو لہجے میں قدرے نرمی تھی۔

''تمہیں تو ذرا سا لفظ بھولا ہے جب کہ لوگ تو دوسروں کی زندگیوں کے ساتھ کھیل کر سب کچھ بھول جاتے ہیں۔۔۔'' موحد کا چہرہ شدید نوعیت کی اعصابی شکست وریخت کا غماز نظر آ رہا تھا۔اُس کی بات پر ماہم نے بے چینی سے پہلو بدلا۔

''ماما کو خود خیال کرنا چاہیے، کیوں ہر تیسرے دن یوں عدالت کا کٹہرا سجا کر بیٹھ جاتی ہیں۔لوگوں کے سامنے اپنے دکھڑے روتی ہیں۔عائشہ ایسی کیوں ہے۔۔۔؟ موحد ویسا کیوں ہے۔۔۔؟ خدارا معاف کردیں ہمیں۔'' اُس نے باقاعدہ ہاتھ جوڑ کر تلخی سے کہا تھا۔اُس کے متنفر انداز پر ماما کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔

''کیا ہو گیا ہے موحد، کیوں اتنے ہائپر ہو رہے ہو۔آنٹی تو شروع ہی سے تم لوگوں کی ایسے ہی کیئر کرتی ہیں۔'' ثمن آپی نے محتاط انداز سے کہتے ہوئے اُس کی سرخ آنکھوں سے نظریں چرائی۔ثمن آپی کی بات پر ایک زہریلی سی مسکراہٹ اُس کے چہرے پر ٹھہر گئی لیکن وہ خاموش رہا۔

''موحد پلیز یہ آنٹی کو اذیت دینا بند کرو۔وہ کوئی ایسی غلط باتیں بھی نہیں کر رہی ہیں تم خوامخواہ جذباتیت کا شکار ہو رہے ہو۔۔۔'' ماہم نے ناگواریت سے اُسے ٹوکا جو اُس کی بات پر دل جلانے والے انداز سے ہنس رہا تھا۔۔

''تمہیں تو ماما کی ساری باتیں ہی ٹھیک لگیں گی کیونکہ وہ کچھ باتوں میں بالکل تمہاری طرح سخت دل ہیں۔'' موحد کی بات پر ماہم کا چہرہ سرخ ہوا۔''جہاں تک جذباتی ہونے کی بات ہے تو دنیا ہم جیسے جذباتی لوگوں کی وجہ سے ہی چل رہی ہے جنہوں نے انسانیت کے جذبے کو بچا رکھا ہے ورنہ بے حسی کی ردا اوڑھ لینا کون سا مشکل کام ہے بس ایک لمحہ لگتا ہے۔'' اپنی بات مکمل کر کے وہ جا چکا تھا لیکن اس کی باتوں کی تلخی کا دھواں اے سی کی ٹھنڈک کے ساتھ پورے کمرے میں پھیل چکا تھا۔

☆ ☆ ☆

''ڈاکٹر خاور آپ کو پتا ہے کہ زندگی سب سے زیادہ بُری کب لگتی ہے۔۔۔'' ڈاکٹر زویا نے ہسپتال کی لمبی شاہراہ پر پیدل چلتے ہوئے ایک دم رک کر کہا۔دونوں اطراف سے درختوں میں گھری یہ سڑک بہت خوبصورت تاثر چھوڑتی تھی اور آج تو موسم ویسے ہی غضب کا تھا۔وہ دونوں فارغ تھے اس لیے لمبی واک کرتے ہوئے رہائشی علاقے کی طرف نکل آئے تھے۔

''نہیں زویا، مجھے ایسا کوئی تجربہ نہیں۔۔۔'' وہ بھی چلتے چلتے رکے اور انہوں نے ایک درخت کی ٹہنی کو ہلکا سا شرارت سے ہلایا تو بہت سے سفید پھول ڈاکٹر زویا کے اوپر آن گرے انہوں نے چونک کر اپنے سے کچھ فاصلے پر مردانہ وجاہت سے مالا مال شخص کو دیکھا جن کو دیکھتے ہی اُس کے دل کی دھڑکنیں بے ترتیب ہو جاتی تھیں۔

''ڈاکٹر خاور، زندگی سب سے زیادہ بُری اس وقت لگتی ہے جب آپ کا کوئی بہت پیارا دوست آپ سے روٹھ جائے۔۔۔'' ڈاکٹر زویا کی آنکھوں سے جھلکتے منہ زور جذبے پر وہ بُری طرح چونکے۔انہوں نے مسکراتے ہوئے سامنے کھڑی دلکش سی لڑکی کو دیکھا جو گلابی لان کے سوٹ میں بہار کا ہی کوئی خوبصورت رنگ لگ رہی تھی۔

''آپ میری اس دن والی بات کے پس منظر کی وجہ سے کہہ رہی ہیں تو میں وضاحت کر دوں کہ میں آپ سے خفا نہیں تھا، بس ہلکا سا گلہ تھا۔'' انہوں نے صاف گوئی سے کہا۔ وہ دونوں پھر چلنے لگے۔

''دیکھیں ڈاکٹر خاور آپ کی اور میری دوستی کوئی آج کی نہیں ہے۔۔۔'' وہ چلتے چلتے رکیں۔ ''ہم نے اپنی ساری میڈیکل لائف اکھٹے گذاری ہے۔ میری زندگی میں یہ پہلا موقع تھا جو آپ اس طرح مجھ سے ناراض ہوئے۔ یقین کریں میں پوری دو راتیں سلیپنگ پلز لینے کے باوجود نہیں سو سکی۔۔۔'' ڈاکٹر زویا کی آنکھوں میں ایک خاموش سا شکوہ تھا۔

''آئی ایم سوری زویا، میرا مقصد آپ کو تکلیف دینا نہیں تھا۔۔۔'' وہ دونوں بازو سینے پر باندھے اب اپنی سحر انگیز آنکھوں کو ان پر ٹکائے کھڑے تھے۔ ڈاکٹر زویا کے دماغ سے سارے لفظ بھک کر کے اڑ گئے۔

''آپ کو پتا ہے ناں مجھے اپنے پروفیشن سے محبت نہیں عشق ہے اور میں اس چیز پر کوئی سمجھوتہ نہیں کرتا۔ مجھے لگا کہ آپ مجھے غلط سمجھ رہی ہیں، بس اسی وجہ سے میں تھوڑا تلخ ہو گیا تھا۔ ڈاکٹر خاور نے سیاہ تارکول کی سڑک پر پھیلے سفید پھولوں کو دلچسپی سے دیکھتے ہوئے وضاحت دی۔

''ڈاکٹر خاور۔۔۔ میں بھلا آپ کو کیوں غلط سمجھوں گی۔۔۔'' وہ اپنی بڑی بڑی سنہری آنکھیں پھیلائے سخت حیرت سے اُس دشمن جاں کو دیکھ رہی تھیں۔ ''آپ کا اور میرا ساتھ کوئی آج کا نہیں سات آٹھ سالوں پر محیط ہے اور آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں نے آپ کی وجہ سے پاکستان آنے کا ارادہ کیا اور اس بات کی وجہ سے ماما، پاپا ابھی تک مجھ سے ناراض ہیں۔ ڈاکٹر زویا کے لہجے میں ہلکی سی افسردگی در آئی۔

''حالانکہ ان کو معلوم ہے کہ ایسے بے وقوفانہ فیصلے آپ ہمیشہ سے کرتی آئی ہو۔۔۔'' ڈاکٹر خاور کا شریر انداز اُسے اچھا لگا۔

''ہاں صرف، آپ کے لیے۔۔۔''۔ ڈاکٹر زویا کی گھنی پلکوں میں ایک ارتعاش سا برپا ہوا۔ اُس کے چہرے پر اس سمے اتنے رنگ تھے کہ ڈاکٹر خاور نے بمشکل اپنی نظریں ان پر سے ہٹائیں۔ وہ اب ایک درخت کی کھوہ میں دبکے گلہری کے بچے کو دلچسپی سے دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے ڈاکٹر زویا کی اس بات پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔

''آپ بہت ظالم انسان ہیں ڈاکٹر خاور، کیا آپ کی زندگی میں محبت نام کی کسی چیز کی کوئی گنجائش نہیں۔۔۔'' ان کی خاموشی سے اکتا کر اُس نے رنجیدگی سے کہا تو وہ متانت بھرے انداز سے مسکرا دیے۔

''میں ظالم انسان نہیں ہوں زویا، تھوڑا سا مختلف ہوں۔۔۔'' وہ اب گہری نظروں سے اپنے سامنے کھڑی جھنجلائی سی لڑکی کو دیکھ رہے تھے۔ جس کے دل کے نہاں خانوں میں چھپے جذبوں نے اُس کے رخساروں میں گلابیاں بھر دی تھیں۔

''میری زندگی میں محبت نام کا کوئی پڑاؤ نہیں۔ میں محبت نہیں عشق کے جذبے کی طاقت پر یقین رکھتا ہوں اور عشق بھی جو کسی ارفع مقصد سے ہو۔ جو انسان کی مردہ رگوں میں زندگی کا گرم لہو دوڑا دے۔'' وہ گل لالہ کے پھولوں کی کیاری کے پاس رک کے بڑی سنجیدگی سے کہہ رہے تھے لیکن ان کا انداز ٹالنے والا تھا۔

''ہاں وہ ہی عشق جو آپ کو صرف اور صرف اپنے پروفیشن سے ہے۔۔۔'' زویا کے جل کر بولنے پر وہ بے ساختہ ہنس پڑے۔

''ہاں کہہ سکتی ہیں آپ۔۔۔؟؟؟؟'' وہ شرارتی نظروں سے زویا کا جھنجھلایا ہوا سرخ چہرہ دیکھ رہے تھے۔

''ٹھیک کہا ہے مومن خان مومن نے ۔ کیوں سنے عرض، مضطرب مومن

صنم آخر خدا نہیں ہوتا

وہ زویا کی برجستگی پر کافی محظوظ ہوئے۔دونوں چلتے چلتے کافی دُور نکل آئے تھے۔ان دونوں کے درمیان خاموشی چپکے سے آکر ساتھ چلنے لگی تھی۔

''ایک بات تو بتائیں خاور۔۔۔؟؟؟؟'' وہ کسی غیر مرئی نقطے کو گھورتے ہوئے گویا تھی،وہ چونک سے گئے۔''آپ کو اپنی پیشنٹ سکینہ کیا بہت عزیز ہے۔۔۔''اُس کے تھمے تھمے لہجے پر خاور نے بغور اُسے دیکھا۔

''مجھے سکینہ ہی نہیں اپنا ہر مریض بہت عزیز ہے۔۔۔۔''انہوں نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا تھا۔''میں اللہ سے بس ایک ہی دعا مانگتا ہوں کہ جو بھی شخص میرے پاس آئے اللہ اُس پر کرم کر کے اُسے میرے ہاتھوں شفاء دے۔میں اپنی میسحائی انسانیت کے لیے وقف کر چکا ہوں۔۔۔''ڈاکٹر خاور کے لفظوں میں چھپی سچائی اور خلوص ڈاکٹر زویا کے لیے نیا نہیں تھا لیکن آج وہ ان کی باتوں پر کوفت کا شکار ہو رہی تھی۔

''سکینہ بہت پیاری لڑکی ہے۔اللہ سے محبت نے اس کی لڑکی کی شخصیت میں خاص رنگ بھر دیے ہیں۔اُسے اللہ نے بہت خوبصورت آواز سے نوازا ہے آپ کبھی اُس سے حمد یا نعت سن کر دیکھیے گا۔''ڈاکٹر خاور کا اُس کبڑی لڑکی کو سراہنا اُسے سخت ناگوار گذرا تھا لیکن وہ مصلحتاً خاموش رہی۔

''وہ کہاں سے پیاری ہے ڈاکٹر خاور۔۔۔''نہ چاہتے ہوئے بھی زویا کے منہ سے پھسل گیا۔

''اگر آپ کے نزدیک حسن کا پیمانہ صرف ظاہری اور جسمانی خدوخال پر مشتمل ہے تو پھر واقعی وہ آپ کے پیمانے پر پورا نہیں اترتی ،لیکن اگر آپ دل اور نیت کی سچائی کو دیکھیں اور اس کی مثبت اپروچ کے ساتھ زندگی کے بارے میں رویہ دیکھیں تو وہ اس لحاظ سے بہت خاص ہے۔۔۔''ڈاکٹر خاور نے بھی آج شاید ان کو جلانے کی قسم کھا رکھی تھی۔

''وہ ٹی وی کے ایک نعتیہ مقابلے میں شرکت کرے گی،آپ بھی چلیے گا۔۔۔''ڈاکٹر خاور کی آفر پر وہ تھوڑا سا چونکیں۔

''آپ اُسے کن کاموں میں لگا رہے ہیں ڈاکٹر صاحب۔۔۔''زویا کے چہرے پر ایک طنزیہ مسکراہٹ پھیلی۔

''اصل میں زویا وہ جس مرض میں مبتلا ہے اس کا علاج بہت طویل اور صبر آزما ہے۔ایسے مریض اکثر اپنی ساری زندگی ایسے ہی گذار دیتے ہیں اس لیے میں چاہتا ہوں کہ وہ خود کو کسی مثبت مشغلے میں مصروف رکھے۔۔۔''وہ حد درجہ سنجیدگی سے کہہ کر وارڈ کی طرف چلنا شروع ہو گئے۔

''خاور جہاں تک میرا محدود علم ہے تو ایسے مریضوں میں تو ریکوری کے چانسز بہت کم ہوتے ہیں اور سو میں سے دو تین مریض ہی صحت یاب ہوتے ہیں پھر آپ کیوں ان کو خوامخواہ امید دلا رہے ہیں۔؟؟؟؟''اُس کا عجیب سا انداز ان کو بُرا تو لگا تھا لیکن وہ تحمل بھرے انداز سے گویا ہوئے۔

''کیا کوئی مسیحا اپنے مریض کو مایوسی اور ناامیدی کی بھٹی میں دھکیل سکتا ہے۔۔۔؟؟؟؟'انہوں نے سنجیدگی سے پوچھا۔۔

''انسان کو پریکٹیکل ہونا چاہیے۔۔۔''زویا کا یہ لاتعلق سا انداز انہوں نے پہلی دفعہ دیکھا تھا اس لیے انہیں رنج سا ہوا۔

''مائی ڈیئر زویا، کسی اور شخص کو پریکٹیکل ہونے کا مشورہ دینا دنیا کا سب سے آسان کام ہے، آپ ایک ڈاکٹر ہیں، خدانخواستہ یہی مرض آپ کے کسی بہن بھائی یا والدین میں سے کسی کو ہوتا تو کیا آپ انہیں صاف صاف کہہ سکتی ہیں کہ اسی تکلیف کے ساتھ اس وقت تک زندگی گذارو جب تک عمر کے خیمے اکھڑ نہیں جاتے۔۔۔'' ڈاکٹر خاور کی تلخ بات پر وہ لاجواب ہوئیں۔

''ہم انسان کون ہوتے ہیں کسی کو یہ فتوی دینے والے کہ اس کے مرض کا دنیا میں کوئی علاج نہیں، جب کہ ہمارا دین کہتا ہے کہ موت کے علاوہ دنیا کی ہر بیماری کا علاج موجود ہے۔'' انہوں نے سنجیدگی سے ڈاکٹر ضویا کا خفت زدہ چہرہ دیکھا۔

''وہ جو سات آسمانوں کے اوپر ہم سب کا رب ہے ناں، وہ بہت رحیم وکریم ہے۔ وہ اپنے بندوں کو مختلف چیزوں سے آزماتا ہے جن میں سے ایک بیماری بھی ہے۔ وہ جب چاہے، جس کو شفاء دے۔'' ڈاکٹر خاور کی باتوں سے اُسے بالکل چپ لگ گئی تھی۔ وہ اب خاموشی سے لمبی سڑک پر چلنے لگیں جس کا اختتام دور دور تک نظر نہیں آ رہا تھا۔

☆ ☆ ☆

''اٹس امیزنگ، سو بیوٹی فل۔۔۔!!!'' کوئی اس کے بالکل پیچھے کھڑا توصیفی انداز کے ساتھ بولا تو وہ چونک گئی۔ اپنی پینٹنگ کو آخری ٹچ دیتے ہوئے اُس نے بے ساختہ مڑ کر اپنے بالکل پیچھے تھوڑے سے فاصلے پر سفید ٹریک سوٹ میں ملبوس شخص کو دیکھا۔ جس کی ستائشی نظریں اس کے کینوس پر جمی ہوئیں تھیں۔ وہ اپنے کام میں اتنی محو تھی کہ اُسے احساس تک نہیں ہو سکا کہ وہ کسی کی گہری آنکھوں کے حصار میں ہے۔

''تھینکس۔۔۔'' عائشہ نے اُس اجنبی شخص کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اپنا برش صاف کیا۔ وہ اس وقت فاطمہ پارک میں صبح سویرے کی دلکشی اور خوبصورتی سے محظوظ ہوتے ہوئے اپنے کام میں مصروف تھی۔

''میں پچھلے دو دن سے آپ کی اس پینٹنگ کو فالو کر رہا تھا مجھے بہت تجسس تھا کہ اسے مکمل ہوتا ہوا دیکھوں۔۔۔'' وہ اب اپنے ٹراؤزر کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے بڑی بے تکلفی سے کہہ رہا تھا۔ اُس کی بات پر عائشہ کو جھٹکا سا لگا کیونکہ پارک میں بے شمار جوگنگ کرنے والے افراد کی وجہ سے اسے بالکل اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔

''آپ نے زمین پر بے دردی سے گرے گھوڑے کو جس ہمت اور عزم سے دوبارا اُٹھتے ہوئے دیکھایا ہے۔ یہ قابل رشک ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ یہ سفید گھوڑا زندگی کی دوڑ میں بھاگتے بھاگتے اچانک ہی گر گیا ہو۔ گرنے کی تکلیف اپنی جگہ لیکن اس کے اندر دوبارا اُٹھنے کا عزم جو اس کی آنکھوں سے جھلک رہا ہے اُس نے اس پینٹنگ کو انمول کر دیا ہے۔۔۔'' وہ بڑے بے تکلف اور بے لاگ انداز سے اس تصویر کا بالکل ٹھیک تجزیہ کر رہا تھا۔ عائشہ سخت حیران ہوئی۔

''کیا اتنے بُرے طریقے سے زندگی کی دوڑ میں گرنے والا بندہ اُسی توانائی کے ساتھ دوبارا کھڑا ہو سکتا ہے۔۔۔'' وہ انتہائی سنجیدگی کے ساتھ پوچھ رہا تھا۔

''کیا آپ کو انسانی عزم وہمت پر کوئی شک وشبہ ہے، کیا آپ کو پتا نہیں کہ انسان اللہ کی انتہائی حیران کن تخلیق ہے۔۔۔'' عائشہ نے اب

تفصیل سے اپنے سامنے کھڑے دراز قد انسان کو دیکھا۔ وہ اپنی مقناطیسی کشش کی حامل بادامی آنکھیں سامنے کینوس پر ٹکائے کھڑا تھا۔ کھڑی مغرور ناک، کشادہ پیشانی اور بے نیازی نے اُس کی شخصیت کو ایک متاثر کن ساوقار بخش دیا تھا۔

''مجھے انسانی عزم پر شبہ نہیں لیکن انسان تقدیر اور تدبیر کی بھول بھلئیوں میں الجھ گیا ہے۔ وہ ہر چیز کو قسمت کے کھاتے میں ڈال کر ہاتھ جھاڑ کر بڑی فرصت سے اللہ سے شکوے کرنے لگتا ہے۔۔۔''اُس شخص نے پیپل کے درخت کے پاس گرے چڑیا کے گھونسلے کو دیکھا۔

''ہاں انسان اس معاملے میں بہت ناشکرا ہے۔ جو چیز اُس کے اختیار میں ہو وہ بعض دفعہ اپنی ازلی سستی اور کاہلی کی وجہ سے وہ بھی نہیں کرتا''وہ اُس کی بات سے متفق ہوتے ہوئے اُسے تعجب سے دیکھ رہی تھی۔ جس نے گھونسلے کو اٹھا کر ایک مضبوط تنے پر رکھ دیا۔

''کیا آپ یہ پینٹنگ مجھے فروخت کر سکتی ہیں۔۔۔؟؟؟؟؟'' وہ ایک دم سے مڑا اور انتہائی پر اعتماد انداز سے عائشہ کو مخاطب کیا جو اس حیران کن بات پر اپنے بیگ سے سیل فون نکالنا بھول گئی تھی۔

''آئی ایم سوری، میں یہ سیل نہیں کر سکتی۔۔۔''عائشہ نے سامنے کھڑے شخص کی سحر انگیز نگاہوں میں ایک لمحے کو جھانکا اور گڑبڑا سی گئی۔ اس شخص کی وجاہت میں عجیب سی بے نیازی تھی

''اٹس۔اوکے۔۔۔!!!!'' اُس نے کندھے اچکائے۔''لیکن کیا آپ ایسی ہی پینٹنگ مجھے بنا کر دے سکتی ہیں۔۔۔؟؟؟؟''اس کی فرمائش پر عائشہ نے جھنجھلا کر اُسے دیکھا جس کے ساتھ یہ پہلی ملاقات تھی اور وہ مان نہ مان، میں تیرا مہمان کی تصویر بنا جم کے کھڑا تھا۔

''سوری، ایسا بھی ممکن نہیں، اس سے ملتی جلتی پینٹنگ بن تو سکتی ہے لیکن ضروری نہیں کہ اس کے اسٹروک بھی اتنے ہی جاندار ہوں۔۔۔''عائشہ نے صاف گوئی سے کہتے ہوئے ڈرائیور کا نمبر ملایا جو پارکنگ میں گاڑی لیے اُس کا منتظر تھا۔

''ہوں۔۔۔'' وہ تھوڑا سا مایوس ہوا''تو کیا یہ آپ نے کسی ایگزیبشن کے لیے بنائی ہے۔۔۔؟؟؟؟''اُس نے کسی خیال کے زیر اثر پوچھا۔

''نہیں یہ پینٹنگ مجھے اپنے بھائی کو تحفے میں دینی ہے۔۔۔''اُس نے بغیر کسی لگی لپٹی کے صاف گوئی سے کہا۔

''اوہ۔۔۔اٹس آل رائٹ۔۔۔''اُس نے کندھے اچکائے ''مجھے معلوم نہیں تھا، سوری۔۔۔'' وہ اپنی بے اختیاری پر کچھ خفت زدہ ہوا۔

''ویسے اس مہینے کی اٹھائیس تاریخ کو میریٹ میں ایگزیبشن ہے میری، آپ وہاں وزٹ کر لیں، ہوسکتا ہے کہ آپ کو کوئی اور اچھی چیز مل جائے۔۔۔''عائشہ سے اُس کے چہرے پر پھیلی مایوسی دیکھی نہیں گئی تو اُس نے نہ چاہتے ہوئے بھی اُسے دعوت دے دی۔

''لیس شیور، وائے ناٹ۔۔۔''وہ ابھی بھی ٹراؤزر کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے سامنے کینوس کو توصیفی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

''کیا آپ کسی کی فرمائش پر کسی آئیڈیے کو رنگوں کی زبان میں بیان کر سکتی ہیں۔۔۔''اُس اجنبی نے بھی شاید آج عائشہ کو جی بھر کر حیران کھانے کا تہیہ کر رکھا تھا۔

''کسی کے خیال کو کینوس پر منتقل کرنا آسان کام نہیں، اس میں ضروری نہیں کہ آپ کو ویسا ہی کام ملے جیسا آپ کے ذہن میں ہو۔۔۔''عائشہ کو اب اُس سے گفتگو میں لطف آنے لگا تھا۔

''مجھے ایسی پینٹنگ چاہیے جس کہ ہر اسٹروک سے عزم، ہمت، اور حوصلے کے رنگ نمایاں ہوں، تصویر چاہے کوئی بھی ہو۔۔۔'' اُس کی بے ریا آنکھیں عائشہ کے چہرے پر ٹکی ہوئی تھیں۔

''ہوں۔۔۔!!!!'' یہ عائشہ کے لیے کوئی مشکل ٹارگٹ نہیں تھا۔''میں کوشش کروں گی۔۔۔'' وہ فوراً ہی رضامند ہوگئی اور پھر اگلے کئی گھنٹوں تک وہ یہ سوچ کر پریشان ہوتی رہی کہ آخر حامی بھرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔

''جزاک اللہ۔۔۔'' اُس نے گردن کو ہلکا سا خم دے کر اس کا شکریہ ادا کیا اور پھر اپنا نام، پتا بتائے بغیر ٹریک کی طرف دوڑنے لگا۔

''یار بہت عجیب شخص تھا وہ، مجھے تو حیران کر گیا۔۔۔'' شام کو وہ ماہم کو سارے دن کی روداد سناتے سناتے یہ قصہ بھی سنا بیٹھی۔

''پرسنالٹی کیسی تھی۔۔۔؟؟؟؟'' ماہم نے اپنے مطلب کی بات سب سے پہلے پوچھی۔

''اپالو کا مجسمہ۔۔۔'' عائشہ کی زبان پھسلی تو ماہم کھلکھلا کر ہنس پڑی۔''تھینکس گاڈ، خوبصورت چیز کو سراہنے والی حس تم میں بھی موجود ہے۔۔۔''

''بائے گاڈ میں نے اُسے غور سے نہیں دیکھا، بس اسکو ذہن میں لاتے ہی جو پہلا نام ابھرا، وہ تمہیں بتا دیا۔۔۔'' اُسے ماہم کی معنی خیز نظروں سے الجھن ہوئی۔

''ہوں تبھی میں کہوں کہ محترمہ بھاگ بھاگ کر پارکوں میں ہی اپنا کام کرنے کیوں جاتی ہیں اور وہ بھی منہ اندھیرے۔۔۔'' ماہم کو اسکا گھبرایا ہوا چہرہ لطف دے رہا تھا۔

''کچھ خدا کا خوف کرو ماہم، تمہیں پتا تو ہے کہ مجھے بھیڑ بھاڑ سے کتنی الجھن ہوتی ہے اور میرا تو ہمیشہ سے یہ معمول رہا ہے کہ میں اکثر صبح سویرے ہی کسی پارک میں اپنے کام کو نبٹاتی ہوں۔'' عائشہ نے جھنجھلا کر اُسے صفائی دی جو شوخی سے آنکھیں گھما گھما کر اُسے بغور دیکھ رہی تھی۔

''ہوں، مجھے تو آج پتا چلا ہے کہ صبح سویرے اتنے ہینڈسم لوگ بھی جوگنگ کے لیے آتے ہیں، جن کو دیکھ کر سارا دن فریش گذرتا ہے۔۔۔'' وہ تھوڑا سا مزید شریر ہوئی۔

''زیادہ ہی فریش ہونے کا شوق ہے تو بسم اللہ کرو، صبح تمہیں بھی پک کرلوں گی۔۔۔'' عائشہ جل کر بولی اُسے علم تھا کہ صبح جلدی اٹھنے سے اُس کی جان جاتی تھی۔

''توبہ کرو یار، کون صبح سویرے اٹھے، میں ایسے ہی ٹھیک ہوں۔۔۔'' ماہم نے فوراً کانوں کو ہاتھ لگائے۔

''یہ عشق نہیں ہے آساں مائی ڈیئر۔۔۔'' اب کہ تنگ کرنے کی باری عائشہ کی تھی۔ ماہم اُس کی بات پر کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

☆ ☆ ☆

''اے اماں یہ تیرا حاجی یہاں سے کب جائے گا۔۔۔؟؟؟؟'' سکینہ نے ہاتھ میں پکڑا ڈائجسٹ میز پر پٹختے ہوئے آج اماں سے صاف صاف بات کرنے کی ٹھان ہی لی۔

''کیوں تجھے کیا کہتا ہے وہ، جو اتنی اوکھی ہو رہی ہے۔۔۔؟؟؟'' اماں نے کچھ دنوں سے اُس سے عجیب سی بے رخی اختیار کر لی تھی۔ اُس کی یہ لاتعلقی سکینہ کو اور زیادہ بدگمان کر رہی تھی۔

''ضروری نہیں ہوتا کہ ہر بات زبان سے ہی کہی جائے، فیر جب وہ ابے کے ساتھ واپس سکھر جا رہا تھا تو کیا ضرورت تھی اس کو یہاں روکنے کی۔۔۔'' سکینہ کے اماں سے گلے بڑھتے ہی جا رہے تھے۔

''تجھے ضرورت نہ ہو، لیکن مجھے تو ضرورت تھی۔ پرائے دیس میں کسی مرد ذات کا ہونا بہت ضروری ہوتا ہے۔۔۔'' اماں نے اپنا فریم اٹھاتے ہوئے دلیل دی۔ اس کی اس دلیل پر ایک استہزائیہ سی مسکراہٹ سکینہ کے چہرے پر ٹھہر گئی۔

''واہ اماں، مرد ذات کی کمی کا تجھے بڑی جلد احساس ہو گیا ہے، پچھلے سات آٹھ سالوں میں تو تجھے کبھی یہ خیال نہیں آیا تھا'' سکینہ نے تڑخ کر بدلحاظی سے کہا۔

''ہاں تو یہ کون سی انوکھی گل اے، اب خیال آ گیا اے تو تجھے کیا مسئلہ ہے۔۔۔'' جمیلہ مائی کی تیوری کے بل گہرے ہوئے۔

''مجھے مسئلہ ہے تو رولا ڈال رہی ہوں۔۔۔'' اُس کے ذہن و دل سخت کھولن کی زد میں تھے ''ایسے ہی آتے جاتے فری ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ کبھی رسالے، کتابیں اٹھا لاتا ہے۔ کبھی سیانا بن کے ڈاکٹروں سے میرے علاج کا پوچھنے لگتا ہے۔ سخت زہر لگتا ہے مجھے۔۔۔'' سکینہ پھٹ ہی تو پڑی تھی۔ جمیلہ مائی نے تاسف بھرے انداز سے سر ہلایا۔

''پتر بوہتا اوپر نہیں ویکھدے، کدی کدی آسماناں نوں بوہتا ویکھن نال بندے دی گردن اکڑ جاندی اے۔ لبھدا کجھ وی نئیں، تے بندا مفت دی تکلیف وچ پے جاندا اے'' جمیلہ مائی نے بمشکل خود کو مشتعل ہونے سے روکا۔

''اماں تجھے کیا ہے، میری گردن ٹوٹے گی ناں تو ٹوٹنے دے۔۔۔'' وہ سخت بدظن تھی۔ اماں کے دل کو دھچکا لگا تھا۔ اُس نے خاموشی سے اٹھ کر کھڑکی کا پردہ ہٹایا۔ سامنے ہی آسمان گہرے سیاہ بادلوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ اسلام آباد کا موسم بھی اُس کی بیٹی کے مزاج کی طرح دھوپ چھاؤں جیسا تھا۔

اماں آج اس سے واقعی خفا ہو گئی تھی۔ اس لیے اُس نے اس کی بات پر کوئی تبصرہ نہیں کیا تھا۔ سکینہ نے بانو قدسیہ کی ''راجہ گدھ'' اٹھا لی تھی۔ اس کی نظریں کتاب کے صفحات پر جب کہ ذہن میں مختلف سوچوں نے اودھم سا مچا رکھا تھا۔

باہر بادل ایک دم زور سے گرجے۔ سکینہ نے کتاب سے نظریں ہٹا کر باہر لان میں دیکھا۔ سامنے درخت کے نیچے رکھے بینچ پر بیٹھا اعجاز اپنے سیل فون پر اللہ جانے کس سے باتوں میں مگن تھا۔ وہ پچھلے تین دن سے ان دونوں کا سایہ بنا ہوا تھا۔ ہر گھنٹے دو گھنٹے بعد وہ کمرے میں جھانک کر جمیلہ مائی سے پوچھتا تھا کہ کسی چیز کی ضرورت تو نہیں۔ اس کی آمد پر سکینہ کے چہرے پر پھیلنے والی بے زاری جمیلہ مائی کو بہت دکھی کرتی تھی لیکن اس کا مسئلہ تھا کہ وہ اپنی اکلوتی دھی کو کچھ کہہ نہیں پاتی تھی۔ اُس کا بس نہیں چلتا تھا کہ وہ سکینہ کے دل کی سلیٹ سے ڈاکٹر خاور کا نام ایک لمحے میں مٹا دے۔

آسمان سے گرنے والی بوندیں بڑی قوت سے زمین کی گود میں گر رہی تھیں۔ بوندوں کے تسلسل میں روانی تھی۔ نم ہوا سکینہ کے چہرے

سے ٹکرا کر اُسے طمانیت کا احساس بخش رہی تھی۔ موسم کی خوشگواریت نے اس کے مزاج پر اچھا اثر چھوڑا تھا۔ اُس نے کنکھیوں سے سوئی میں دھاگا ڈالتی امّاں کو دیکھا جس کے چہرے کی نرمی میں ایک محسوس کی جانے والی سنجیدگی جھلک رہی تھی۔ اُسے امّاں سے کچھ دیر پہلے کی جانے والی بدتمیزی پر ندامت سی ہوئی۔

''امّاں، کیا ناراض ہے مجھ سے۔۔۔؟؟؟؟'' اُس کے خفت زدہ چہرے پر جمیلہ مائی نے سر اٹھایا۔ کمرے میں اندھیرا بڑھنے سے سوئی میں دھاگا ڈالنے میں دقت ہو رہی تھی۔

''ناراض ہو کے مجھ نمانی نے کہاں جانا ہے۔ ہماری تو مجبوری ہے پتر، اکوں اک اولاد ہے جب اللہ سے اتنی فرمائشیں کر کے لی ہے تو منتوں مرادوں والی اولاد کے نخرے بھی ہمیں ہی سہنے ہیں ناں۔۔۔'' جمیلہ مائی کا لہجہ افسردگی میں ڈوبا ہوا تھا۔

''امّاں تو، میری باتوں پر ناراض نہ ہوا کر، میں ٹھہری پاگل، تو، تو میری سیانی امّاں ہے ناں۔۔۔'' اُس نے امّاں کو مسکا لگانے کی ایک کوشش کی۔

''پتر اولاد بھی اللہ کی طرف سے ایک امتحان ہی ہوتی ہے۔ سارے سیانے پن کے سبق اُس کی محبت میں دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔ تجھے صرف اس لیے سمجھاتی ہوں کیونکہ تیری اُداسی میرا دل چیرتی ہے اور میں سوہنے ربّ سے تیرے لیے پتا نہیں کیا کیا مانگنے لگتی ہوں۔ اللہ جانے وہ تیرے لیے بہتر بھی ہے کہ نہیں۔۔۔'' جمیلہ مائی نے ایک دفعہ پھر سوئی میں دھاگا ڈالنے کی کوشش کی۔

''ادھر لا امّاں، میں ڈال دوں دھاگا، تو خوامخواہ اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مار رہی ہے۔'' سکینہ نے امّاں کو چھیڑا۔

''یہ ہی چیز میں بھی تجھے سمجھاتی ہوں کہ پرائے اندھیرے میں ہاتھ پیر مارنے سے کچھ نہیں ملتا۔ اپنی چھوٹی موٹی روشنی میں گذارا کرنا سیکھ لے۔'' امّاں کی گہری بات پر وہ ایک لمحے کو ساکت رہ گئی۔ اچانک اس کی نظر کھڑکی سے باہر لان کے پاس پارکنگ میں پڑی۔ ڈاکٹر خاور نے بارش کی تیز بوچھاڑ سے بچنے کے لیے چھاتا کھولا تھا۔ ان کے ساتھ ہنستی ہوئی ڈاکٹر زویا کو دیکھ کر سکینہ کو سخت دھچکا لگا۔

ڈاکٹر خاور نے چلتے چلتے جھک کر کچھ ڈاکٹر زویا سے کچھ کہا تھا وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی تھی۔ سرخ رنگ کے اسٹائلش سے سوٹ میں اس کا سراپا ایک خوبصورت سانچے میں ڈھلا لگ رہا تھا۔ وہ بالکل ایک نازک سی گڑیا کی طرح تھیں۔۔ سکینہ نے نہ چاہتے ہوئے بھی اس سخت ناپسندیدہ منظر پر آنکھیں جما رکھی تھیں۔ اُس کے دل پر آرے چل رہے تھے۔ محبت میں رقابت کا جذبہ انسان کو کتنا اذیت دیتا ہے۔ وہ اس اذیت کے کڑے مرحلے سے آج کل بار بار گذر رہی تھی۔

باہر کے منظر کو دیکھتے ہوئے سکینہ کے چہرے پر کرب کے سائے اتنے گہرے تھے کہ جمیلہ مائی کو اپنے اعصاب پر کوئی ہتھوڑا سا گرتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ اُس نے فوراً ہاتھ میں پکڑا فریم میز پر رکھ دیا ورنہ وہ اُس کے ہاتھ سے گر جاتا۔

''امّاں، بارش کتنی بُری ہوتی ہے ناں۔۔۔؟؟؟؟'' سکینہ نے آنکھیں بیدردی سے بند کرتے ہوئے کہا۔ اُس کی آواز اتنی آہستہ تھی کہ جمیلہ مائی بمشکل سن سکی۔

''پتر، اکھیاں بند کرن نال سچائی دا سورج ڈبدا نئیں۔ دل تے پیر رکھنا سیکھ لے دھی رانی، تے تیری جندگانی آسان ہو جاوے گی۔۔۔'' جمیلہ مائی کا ناصحانہ انداز سکینہ کو اور مضطرب کر گیا تھا۔ اماں نے اٹھ کر فوراً کھڑکی بند کر دی تھی۔ کاش کہ اُس کے بس میں ہوتا تو بیٹی کے دل کا دروازہ بھی ایسے ہی بند کر سکتی۔

☆ ☆ ☆

بھوربن مری کے آسمانوں پر آج صبح سے کالے سیاہ بادل اٹھکیلیاں کرتے پھر رہے تھے۔ مئی کا مہینہ تھا لیکن موسم کی حدت میں اضافہ بہت تیزی سے ہوا تھا۔ مسز رحیم پچھلے تین دن سے اپنی ساری فیملی کے ساتھ آرمی گیسٹ ہاؤس میں مقیم تھی۔ چنار گولف کلب میں عائشہ اور بابا آ کر ہمیشہ انجوائے کرتے تھے۔ اس وقت وہ سفید ٹراؤزر پر پنک شرٹ پہنے لائم جوس کے ہلکے ہلکے سپ لیتی ماما اور کے ساتھ میس ہال کے برآمدے میں رکھے کین کے صوفے پر براجمان تھی۔ اس کی نظریں سامنے لش گرین لان پر جمی ہوئی تھی جہاں بابا اپنے دوست کے ساتھ ایک دفعہ پھر گولف کھیلنے میں مگن تھے۔ سامنے گول گیند نما کرسیوں کے پاس موحد اپنی وہیل چیئر پر کسی سوچوں میں گم تھا۔

''ماما، کیا ہوا ہے؟ پچھلے تین دن سے آپ سخت رنجیدہ ہیں۔۔۔؟؟؟؟'' عائشہ نے مسز رحیم کو مخاطب کیا جو خاصی افسردہ تھیں۔ بھوربن کے خوشگوار موسم نے بھی ان کے مزاج پر کوئی اثر نہیں ڈالا تھا۔

''عائشہ میں موحد کی طرف سے سخت خوفزدہ ہو گئی ہوں۔ مجھے ابھی تک یقین نہیں آ رہا کہ موحد ایسا بھی کر سکتا ہے۔ اتنا غصہ، اتنا اشتعال، اور اتنی بدگمانی، اُس نے اس دن اپنے کمرے کی ہر چیز توڑ دی، مائی گاڈ۔۔۔'' مسز رحیم کو پانچ دن پہلے کا منظر بھولتا ہی نہیں تھا جب موحد نے ایک طوفان برپا کر دینے کے بعد خود کو اپنے کمرے میں مقید کر لیا تھا۔ تب عائشہ نے گھبرا کر بابا کو فون کیا جو پہلی فلائیٹ پر پشاور سے اسلام آباد پہنچے۔ انہوں نے ہی آ کر پورے اڑتالیس گھنٹوں کے بعد موحد کے کمرے کا دروازہ کھلوایا تھا۔ پچھلے تین دن سے وہ لوگ اپنی ساری مصروفیات کو پس پشت ڈالے بھوربن میں تھے۔

''ماما ہم نے بھی تو حد ہی کر دی تھی۔ اُن کو گھر میں ڈال کر اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے۔'' عائشہ آجکل ضرورت سے زیادہ بھائی کی طرفداری کرنے لگی تھی۔

''آپ اور بابا گھر نہیں تھے اور میں اپنی سولو ایگزیبیشن کی تیاریوں میں مگن، ایسے میں بھائی کو تو لگنا ہی تھا ناں کہ کسی کے پاس بھی ان کے لیے وقت نہیں۔۔۔'' عائشہ نے ہاتھ میں پکڑا گلاس میز پر رکھا۔ جب کہ مسز رحیم کے دل پر ایک بوجھ سا آن گرا۔

''بیٹا، ہم سب تو شروع سے ہی اپنی اپنی لائف میں مگن ہیں لیکن موحد کا مزاج اتنا جارحانہ ہو گا اس کا مجھے پہلی دفعہ اندازہ ہوا ہے۔۔۔'' وہ ابھی تک سخت تشویش کا شکار تھیں۔

''ماما پہلے کی بات اور تھی اب بھائی کے ساتھ اتنا بڑا حادثہ ہوا ہے، آپ یہ بات کیوں بھول جاتی ہیں۔۔۔؟؟؟'' عائشہ نے نرم لہجے میں انہیں یاد دلایا۔

''لیکن بیٹا، میرا نہیں خیال کہ آرمی کی تربیت کے بعد بھی کوئی شخص اپنی ذات کے بارے میں اتنی جذباتیت کا شکار ہوسکتا ہے۔۔۔'' مسز رحیم کے انداز میں بے یقینی اور تعجب کی فراوانی تھی۔انہیں اس دن کا صدمہ بھولتا ہی نہیں تھا۔

''ماما مجھے ایک بات کی سمجھ نہیں آتی کہ آپ لوگ آرمی والوں کو پتھر کیوں سمجھتے ہیں۔اُن کے سینوں میں بھی ویسا ہی دل دھڑکتا ہے جیسا کہ عام انسانوں کے،ان کو بھی اتنی ہی تکلیف ہوتی ہے جتنی ہمیں۔۔۔'' عائشہ کے لہجے میں ایک محسوس کی جانے والی برہمی بالکل فطری تھی۔

''میرا یہ مطلب ہرگز نہیں تھا بیٹا۔۔۔'' مسز رحیم نے گھبرا کر صفائی دی۔

''آپ خود سوچیں کہ کسی جیتے جاگتے انسان کے وجود کا ایک حصہ اس سے علیحدہ ہو جائے تو اُس کے دل پر کیا بیتتی ہے۔اُس کے کرب اور تکلیف کا اندازہ وہ ہی کرسکتا ہے جو اس سانحے سے گذرا ہو۔۔'' عائشہ نے انتہائی دکھ اور تکلیف سے اپنے بھائی کو دیکھا۔جس کے قدموں کے نیچے کبھی زمین ہوا کرتی تھی اور اب وہ بالکل بے بس تھا۔

''یہ سب تو اللہ کے کام ہیں بیٹا، اُس نے وطن کے لیے اپنے وجود کا قیمتی حصہ دیا ہے۔اللہ اُسے اس کا اجر ضرور دے گا۔۔۔'' مسز رحیم نے ویٹر کو پائن ایپل جوس لانے کا اشارہ کیا۔عائشہ اٹھ کر گولف کلب کے لان کی طرف چل پڑی۔

''موسم کتنا بدل گیا ہے ناں۔۔۔'' عائشہ نے بہت محبت سے پیچھے سے آ کر اپنے بھائی کے گلے میں بازو ڈالے۔یہ اس کی محبت کے اظہار کا ایک مخصوص انداز تھا۔جس پر کسی زمانے میں موحد بہت چڑا کرتا تھا۔

''ہوں۔۔۔'' وہ جیسے گہری نیند سے جاگا۔اُس نے سرعت سے گردن اٹھا کر دیکھا۔''موسم تو بدلنے میں پھر بھی کچھ نہ کچھ وقت لیتے ہیں لیکن انسان تو موسموں سے بھی زیادہ سرعت سے تبدیل ہوتا ہے، بالکل گرگٹ کی طرح لمحوں میں کئی رنگ بدلتا ہے۔۔۔'' عائشہ نے موحد کے چہرے پر پھیلا تلخی کا دھواں اپنے دل میں اترتا محسوس کیا تھا۔وہ اس کے بالکل سامنے سفید گیند نما کرسی پر بیٹھ گئی۔

''ایسے گرگٹ نما دوستوں کے بدلنے پر خود کو دُکھی کرنا کہاں کی دانشمندی ہے بھائی۔۔'' اُس کے ناصحانہ انداز پر وہ زبردستی مسکرایا۔وہ اس کی بات کے پیچھے چھپے معنی کو سمجھ چکا تھا۔

''دل کو ایسی باتیں آسانی سے سمجھ آ جائیں تو اُسے دل کون کہے۔۔۔؟؟؟'' وہ کسی گہری سوچ کے زیر اثر تھا۔

''دل کو خود پر اتنا سوار نہیں کرتے ورنہ یہ زندگی کو تنگ کرنے کے سوا کچھ نہیں کرتا۔اس کی باگیں اپنے کنٹرول میں رکھتے ہیں۔'' عائشہ کے مشورے پر وہ پھیکے سے انداز کے ساتھ مسکرایا

''دل کی باگیں کیسے کنٹرول میں رکھتے ہیں۔۔۔؟؟؟؟'' وہ سخت رنجیدگی سے سامنے سے گذرتے ہوئے گھوڑوں کو دیکھ رہا تھا۔ہارس رائیڈنگ اس کا جنون تھی۔

''جس طرح گولف کھیلتے ہوئے گولف اسٹک کو اور گھوڑے کی سواری کے دوران گھوڑے کو اپنے قابو میں رکھتے ہیں۔۔۔'' عائشہ کی شرارت بھری مثالوں پر وہ آخر کار ہنس ہی پڑا تھا۔عائشہ نے ایک پر سکون سی سانس فضا میں خارج کی لیکن یہ لمحات خاصے مختصر تھے۔

''اس گولف کلب میں آکر میرا دل کر رہا ہے کہ میں ایک دفعہ تو زمین کی سختی کو اپنے پیروں پر محسوس کر سکوں۔ایک وقت تھا جب کبھی انتہائی فاتحانہ انداز سے زمین پر چلتے ہوئے کبھی میں نے سوچا بھی نہیں تھا کہ ایسا وقت بھی آئے گا جب میں زمین کے سینے پر قدم رکھنے کو ترس جاؤں گا۔انسان کتنا عجیب ہے ناں زندگی میں ہمیشہ بہترین کے لیے سوچتا ہے لیکن خود کو کبھی بدترین کے لیے تیار نہیں کرتا پھر میری طرح قنوطیت کے جال میں پھنس کر کڑھتا رہتا ہے۔'' اُس کے سنجیدہ لہجے میں دکھ کی آنچ آرہی تھی۔

''بھائی کبھی کبھی میں سوچتی ہوں کہ انسان کو بناتے ہوئے اللہ نے کیا یہ سوچا ہوگا کہ اس کی مٹی میں مایوسی اور ناامیدی خود بخود شامل ہو جائے گی۔۔'' وہ ہلکے پھلکے انداز میں گویا ہوئی تو اُس نے انتہائی محبت سے اپنی سادہ دل بہن کو دیکھا۔جس کا بس نہیں چلتا تھا کہ موحد رحیم کو ایک لمحے میں بھرپور زندگی گذارنے پر راضی کرلے۔

''کیا مطلب۔۔۔؟؟؟؟؟''اُس نے الجھ کر بڑی ٹٹولتی ہوئی نظروں سے عائشہ کو دیکھا۔

''جس دن آپ اس بات پر یقین کرلیں گے کہ آپ کی قسمت میں ان تمام چیزوں کو ایسے ہی شامل ہونا تھا، یقین کریں زندگی میں سکون آجائے گا۔'' عائشہ کی نصیحت کا اُس پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا کیونکہ ایک تمسخرانہ سی مسکراہٹ اُس لے چہرے پر بے ساختہ چھلکی۔

''کاش کبھی قسمت میرے ہاتھ لگ جائے تو میں اُس سے پوچھوں، تمہیں زندگی سے بھرپور چہروں کے ساتھ کھیلتے ہوئے ذرا بھی رحم نہیں آتا۔۔'' اُس کے چہرے پر گہری رنجیدگی، افسردگی اور بے بسی کے سارے ہی رنگ تھے۔

''قسمت کو کوسنے سے کہیں بہتر ہے کہ بندہ اپنے لیے نئے راستے تلاش کرے، ستاروں سے آگے کئی اور جہان ہمیشہ انسان کے منتظر رہتے ہیں۔بس ہمت پکڑنے کی دیر ہوتی ہے'' عائشہ اب اٹھ کراس کے بالکل قریب آگئی تھی۔اُس نے محبت سے موحد کے بکھرے بالوں کو اپنی انگلیوں سے سنوارا۔

''تمہیں یاد ہے عاشو دو سال پہلے جب تم، میں اور ماہم شام موسیقی میں شرکت کرنے کے لے پی سی بھوربن میں آئے تھے۔۔۔''اُس کے چہرے پر کسی خوبصورت سوچ کا عکس اتنا واضح تھا کہ عائشہ کو اپنے دل میں موجود دکھ کا حجم ایک دم ہی بڑھتا محسوس ہوا۔

''بھائی میں ''ماضی'' کی ان خوبصورت یادوں کو کبھی نہیں دہراتی جن کا اعادہ میرے ''حال'' کو برباد کردے۔۔۔''موحد کو اس لمحے اپنی بہن بڑی بے رحم لگی۔اُسے اندازہ ہوگیا تھا کہ وہ اس موضوع پر گفتگو کرنا نہیں چاہتی جو موحد کے لیے خوشی کے ساتھ ساتھ تکلیف کا بھی باعث بنتا تھا۔موحد نے شکوہ کناں نظروں سے اُسے دیکھا جو لاپرواہی سے کسی مشہور انگلش سونگ کو

گنگناتے ہوئے یہ بھول گئی تھی کہ کسی دور میں یہ سونگ بھی وہ تینوں بلند آواز میں گایا کرتے تھے۔

☆ ☆ ☆

''مجھے ہر حال میں تم سے ملنا ہے بس۔۔۔'' رامس کے لہجے میں بے چینی، بے تابی اور بے صبری وہ اتنی دور ہوتے ہوئے بھی محسوس کرسکتی تھی۔۔تکیے کے ساتھ ٹیک لگاتے ہوئے اُس نے فون پر دوسری طرف موجود رامس کو تسلی دی۔

''تم یہاں پہنچو تو سہی، پھر دیکھتے ہیں۔۔۔'' وہ نمکو کا جار گود میں رکھ کر اب ٹانگیں پھیلا کر بڑی فرصت سے نیم دراز ہو گئی۔

''میں اس شہر میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلے تمہارا چہرہ دیکھنا چاہتا ہوں، اس لیے تم فوراً ایئر پورٹ آ جاؤ۔۔۔'' مونگ پھلی کا دانہ منہ میں ڈالتے ہوئے وہ اس کی فرمائش پر ہنس پڑی تھی۔ وہ ابھی کراچی سے سوار بھی نہیں ہوا تھا اور اُسے ایئر پورٹ پر ابھی سے پہنچنے کا کہہ رہا تھا۔

''تم سوچ نہیں سکتیں کہ میں نے تمہیں کتنا مس کیا۔'' محبت سے بھرپور لہجہ اس کی سماعتوں سے ٹکرا کر اُسے عجیب سی سرشاری بخش رہا تھا۔

''تم میرا لکی ہانڈ بن گئی ہو ماہم۔۔۔'' دوسری طرف وہ بڑی ترنگ میں تھا اس کی بات پر ماہم کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ نمکو کے جار میں اس کی ساری دلچسپی ختم ہو گئی تھی وہ اب صرف اور صرف رامس علی کی طرف متوجہ تھی۔ جس کا لہجہ محبت کی شرینی سے لبریز تھا۔

''جب سے تم میری زندگی میں آئی ہو کامیابیوں نے میرا ہاتھ پکڑ لیا ہے۔'' اُس کی بات پر ماہم نے جی جان سے قہقہ لگایا۔

''خیر ہے ناں یہ فون پر کون سے لطیفے سنے جا رہے ہیں۔۔۔'' عائشہ نے اُس کے بیڈ روم میں بڑا کامیاب چھاپا مارا تھا۔ اُسے دیکھتے ہی ماہم نے فوراً خدا حافظ کہہ کر فون بند کر دیا تھا۔

''کچھ نہیں یار، رامس کا فون تھا، اُسے ایک فرم میں بہت شاندار جاب مل گئی ہے۔'' ماہم کی اطلاع پر اُس نے بُرا سا منہ بنایا اور اس کے ساتھ ہی بیڈ پر ڈھیر ہو گئی۔

''کتنی فضول لڑکی ہو تم، اکیلے اکیلے سیر سپاٹے کر کے میرا خیال آ گیا تمہیں۔۔۔'' ماہم کو بروقت یاد آیا کہ وہ بھوربھن ٹرپ کے بعد پہلی دفعہ اس سے مل رہی ہے۔

''یار اکیلی کہاں تھی، بابا، ماما، اور بھائی بھی ساتھ تھے۔۔۔'' اُس نے فوراً تصیح کی۔

''اس قدر ہنگامی دورے کی وجہ۔۔۔؟؟؟؟'' ماہم نے حیرت سے پوچھا۔ وہ اُس دن موحد کے بھڑک جانے کے بعد دانستہ عائشہ کی طرف نہیں گئی تھی۔

''بس یار بھائی بہت اپ سیٹ تھا اس لیے بابا نے ساری ایکٹویٹیز کینسل کر کے پروگرام بنا لیا، لیکن کوئی خاص مزا نہیں آیا۔''

''کیوں۔۔۔؟؟؟؟'' ماہم کو تعجب ہوا۔

''بس یار ماما بھائی کی وجہ سے اپ سیٹ تھیں۔۔۔'' عائشہ نے بے زاری سے تکیہ گود میں رکھتے ہوئے بتایا ''بھائی صاحب اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنائے ہوئے تھے اور بابا کو وہاں اپنے کچھ فرینڈ مل گئے، ایسے ہی بے کار گئے تین دن۔'' عائشہ کی صاف گوئی پر وہ کچھ سنبھل کر گویا ہوئی۔

''ہاں موحد نے قنوطیت اور مایوسی کی چادر کو خوامخواہ اوڑھ لیا ہے۔ نہ وہ ایڈمنسٹریشن کو جوائن کرنا چاہتا ہے اور نہ ہی کوئی اور ایکٹویٹی کرنے کو تیار۔'' ماہم کو بھی اس سے کافی شکایتیں تھیں۔

''وہ کبھی بھی ایسا نہیں تھا ماہم۔۔۔'' عائشہ نے فوراً اس کی بات رد کی ''اتنے بڑے سانحے کے بعد بھی وہ تین چار ماہ بالکل ٹھیک ٹھاک رہا تھا لیکن ہم لوگ بزی ہوئے تو اُسے لگا کہ ہم اُسے نظر انداز کر رہے ہیں بس اسی سوچ نے اُسے سب سے بددل کر دیا۔''

''خیر ایسی بھی کوئی بات نہیں، ہم سب تو ویسے کے ویسے ہی ہیں، وہ ضرورت سے زیادہ حساس ہو گیا ہے۔'' ماہم نے منہ بناتے ہوئے لوشن اٹھایا اور ہاتھوں کا مساج شروع کر دیا۔

''اُس کی حساسیت بھی ہمارے بدلتے رویوں کی مرہون منت ہے۔ ہم سب سمجھنے لگے ہیں کہ شاید وہ زندگی کی دوڑ میں اب ہمارا ساتھ نہیں دے پائے گا'' عائشہ کے لہجے میں میں اپنے بھائی کے لیے چھلکنے والا دکھ بڑا فطری سا تھا۔

''یار وہ جس طرح ہر وقت جلی کٹی سناتا ہے کون اس کے پاس جا کر بیٹھے گا۔ طنزیہ گفتگو اور شعلہ برساتی آنکھیں، وہ کسی طرح بھی پہلے والا موحد نہیں لگتا۔'' ماہم نے سارا قصور اُسی کے کھاتے میں ڈال دیا تھا۔ عائشہ اُسے بہت کچھ کہتے کہتے چپ کر گئی۔ ''چھوڑو ان باتوں کو، یہ بتاؤ، کیا ہو رہا ہے آج کل۔۔۔''؟؟؟

''کچھ نہیں یار، وہ ہی کلینک کی مصروفیات ہی سکون لینے نہیں دیتیں۔۔۔'' ماہم نے سستی سے جمائی لی ''انکل جواد نے کلینک کا سیٹ اپ بڑا کیا ہے خود بھی پاکستان آرہے ہیں ایک سائیکاٹرسٹ اور دو سائیکلوجسٹس کی بھی تقرری کی ہے۔ بس اُسی سلسلے میں کچھ زیادہ مصروف ہوں، تم سناؤ۔۔۔'' ماہم نے مساج کریم ڈریسنگ پر رکھتے ہوئے اُس سے پوچھا۔

''میری تو ایگزیبیشن سر پر سوار ہے۔ بابا نے میریٹ میں ہال کی بکنگ کروادی ہے۔ بس دن رات وہ ہی کام نمٹا رہی ہوں۔۔۔'' عائشہ نے کشن سر کے نیچے رکھتے ہوئے تفصیل سے بتایا۔ وہ آج کافی دن کے بعد ماہم کی طرف آئی تھی۔

''اوہ میریٹ سے مجھے یاد آیا کہ ایک مشہور برینڈ کی لان کی بھی وہاں ایگزیبیشن چل رہی ہے، آج شام میں وزٹ نہ کر کے آئیں وہاں کا۔۔۔'' ماہم بڑے جوش سے اٹھ بیٹھی تھی۔

''توبہ ہے ماہم تم شاپنگ کے لیے کیسے ہر گھڑی تیار کامران رہتی ہو۔۔۔'' عائشہ نے بیزاری سے اس کا پر جوش چہرہ دیکھا۔

''اور تم کتنی پوستی اور آدم بیزار لڑکی ہو، دنیا سے نرالے تمہارے شوق ہیں، کچی بستیوں میں جانا ہو، کوئی سوشل ورک کرنا ہو تو ایک منٹ میں تیار ہو جاتی ہو۔۔۔'' ماہم نے کھا جانے والی نظروں سے اُسے دیکھا تھا جس کے ماتھے پر پینٹ لگا ہوا تھا۔ وہ منہ ہاتھ دھوئے بغیر ادھر آ گئی تھی۔

''میری تیاری کو کون سا وقت لگتا ہے دو چار منہ پر چھینٹے مارے، سن گلاسز، بیگ، اور سیل فون اٹھایا اور تیار شیار۔۔۔''

''ہاں اور آج تو منہ پر دو چار چھینٹے مارنے کی بھی زحمت نہیں کی، بندہ گھر سے نکلتے ہوئے کم از کم منہ تو دھو لیتا ہے۔'' ماہم کو اس کی لاپرواہی پر بعض دفعہ بہت غصہ آتا تھا۔

''یار مجھے کس نے دیکھنا ہے پھر کسی شاعر نے میرے لیے ہی کہا ہے نئے کپڑے بدل کے جاؤں کہاں، اور بال بناؤں کس کے لیے۔۔۔؟؟؟'' عائشہ ابھی بھی غیر سنجیدہ تھی۔

''نئے کپڑے پہن کر بھی تم جس انداز سے گھومتی ہو لگتا ہی نہیں ہے کہ نئے ہیں یا پرانے، پتا نہیں کون سی بڈھی روح گھسی ہوئی ہے تمہارے اندر۔۔۔'' ماہم سخت چڑی تھی۔

''بھئی ہم مست ملنگ فقیر لوگ قلندرانہ مزاج رکھتے ہیں ظاہری حلیوں کی بجائے دلوں میں جھانکتے ہیں اور انسانیت سے پیار کرتے ہیں۔ہم درویشوں سے خفا نہ ہوا کرو''اُس کی بے نیازی میں شرارت کا عنصر نمایاں تھا۔ماہم نے اس کی بات پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔

''مجھے چھوڑو یہ بتاؤ کہ تمہارے اس سفید کبوتر کا کیا حال ہے۔۔۔؟؟؟؟عائشہ نے اُس کا موڈ سیٹ کرنے کے لیے اُسے چھیڑا۔

''کون سفید کبوتر۔۔۔؟؟؟؟''ماہم نے سخت تحیر بھرے انداز سے اُس کی آنکھوں میں مچلتی شرارت کو دیکھا۔

''بھئی وہ ہی جس کو آج کل تم خوب ''دانہ'' ڈال رہی ہو،حالانکہ وہ جال میں پہلے سے ہی پھنسا بیٹھا ہے۔۔۔''عائشہ کے ذومعنی انداز کو اب اُس نے فوراً بوجھا تھا۔

''کون۔۔۔؟؟؟رامس علی۔۔۔؟؟؟''ماہم کھلکھلا کر ہنسی۔اس کی آنکھوں میں خیراں کردینے والی روشنی آجکل اسی ایک نام سے آتی تھی۔

''ظاہر ہے،اُس کے علاوہ میں کسی اور کو کیوں کہوں گی۔۔۔''عائشہ نے بُرا سامنہ بنا کر ڈریسنگ کے آئینے میں اپنی شکل دیکھ کر منہ دھونے کا ارادہ ایک دفعہ پھر ترک کردیا تھا۔

''اُف کتنی بدتمیز لڑکی ہو تم اور انداز گفتگو کتنا فضول ہو گیا ہے تمہارا۔۔۔'' ماہم نے مصنوعی صدمے سے اُسے دیکھا جو سستی اور کاہلی کا پہاڑ بنے لیٹی ہوئی تھی۔

''بھئی ہم بندے کی شخصیت کے مطابق ہی اُسے ٹائیٹل دیتے ہیں،تم اپنے ایمان سے کہو کہ سفید جنگلی کبوتر نہیں لگتا وہ۔۔۔''اُس نے بڑے اشتیاق بھرے انداز سے دریافت کیا۔

''اچھے خاصے ہینڈسم اور ڈیشنگ بندے کے لیے تمہیں سفید کبوتر کا خطاب ہی ملا تھا۔۔''ماہم کو نہ چاہتے ہوئے بھی ہنسی آگئی۔

''ویسے یار،اُس نے تو مجھے حیران کردیا ہے۔بہت جلدی بہتری آئی ہے اُس میں۔تم سوچ نہیں سکتی ہو کہ مجھے اُس کی حالت دیکھ کر کتنی خوشی ہوتی ہے۔۔۔''ماہم نے کھلے دل سے اُسے سراہا۔

''ظاہر ہے کہ اُس کی حالت دیکھ کر تم سے زیادہ کون خوش ہوسکتا ہے۔۔۔''عائشہ نے طنزیہ انداز سے بھنویں اچکا کر اُس کے چہرے پر پھیلی دھنک کو دیکھا۔کبھی یہ رنگ صرف موحد کے آنے پر بے اختیاری میں چھلکتے تھے۔

''بھئی میرا مریض ہے وہ۔۔۔''ماہم نے کھسیا کر اُسے یاد دلایا۔

''اور مریض کو صحت مند ہوتے دیکھنا کسی بھی مسیحا کے لیے خوشی کی بات ہی ہوتی ہے۔''ماہم کی وضاحت پر ایک طنزیہ مسکراہٹ بڑی سرعت سے عائشہ کے چہرے پر پھیلی۔

''ایک تو میں ان مریض محبت ٹائپ لوگوں سے بہت تنگ ہوں،جو دیکھتے دیکھتے محبت کے تاج محل قائم کرلیتے ہیں اور پھر اُسی تاج محل پر جب ان کی محبت کا مقبرہ بنتا ہے تو دھاڑیں مار مار کر روتے ہیں۔۔۔''عائشہ کے لہجے کی تلخی پر وہ چونکی وہ ایک لمحے میں سمجھ گئی تھی کہ اس کا اشارہ موحد رحیم کی طرف ہے لیکن وہ دانستہ چپ رہی۔

''اماں، دعا کر کہ میں نعت کا مقابلہ جیت کر آؤں۔۔۔'' سکینہ کی فرمائشیں دن بہ دن بڑھتی ہی جا رہی تھیں۔اماں نے فریم سے نظریں ہٹا کر بیٹی کا پرجوش چہرہ دیکھا۔

''پتر،اللہ کے رسول کی محبت میں جیتنا ہے تو اس کی بتائی ہوئی باتوں پر عمل کر،اُس کے نقش قدم پر چل،یہ راہ بہت اوکھی اے کریئے ،تیرے میرے دے بس دا روگ نہیں۔''اماں نے ایک اور نیا سبق پڑھایا جو سکینہ کی سمجھ میں بالکل نہیں آیا تھا۔

''لو اماں یہ کیا بات ہوئی بھلا۔۔۔''وہ بمشکل اٹھ کر بیٹھی۔

''پتر سوہنے رب نوں اپنے نبی نال عشق سی تے اُس نے دنیا تخلیق کیتی،اتی کملے لوگ بس گلاں باتاں نال ہی خوش ہوندے رہندے آں۔حضورﷺ نے جیڑا کچھ اکھیا اے ذرا اودھے اُتے عمل تے کر،اے دنیا دی واہ واہ پتر اتھے ہی رہ جانی اے۔۔۔''اماں ہاتھ میں پکڑا فریم رکھ کر وضو کرنے چلی گئی تھی۔

''اماں جن لوگوں کو اللہ کے رسول سے محبت ہوتی ہے وہی تو نعت پڑھتے ہیں۔۔۔''سکینہ کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کس طرح اماں کو اپنی بات سمجھائے۔

''لو اے کی گل ہوئی۔۔۔''جمیلہ مائی نے ناک پر انگلی رکھ کر تعجب کا اظہار کیا۔''ہون میری تمانی دی آواز تے پھاٹا ڈھول اے، تے مینوں نعت پڑھن دا سلیقہ وی نئی،تے ایدھا کی مطلب اے کہ مینوں محبت نئیں۔۔۔''اماں نے تولیے سے منہ صاف کرتے ہوئے صاف اس کا مذاق اڑایا۔

''اماں میرا مطلب یہ تھوڑی تھا۔اب دنیا میں لاکھوں لوگوں کی آوازیں اچھی ہیں لیکن ہر کسی کو تو اللہ یہ سعادت نہیں دیتا ناں۔۔۔''سکینہ نے جمیلہ مائی کو سمجھانے کی ناکام کوشش کی۔

''پتر اللہ سمجھ بوجھ تے ہر بندے نوں ہی دیندا اے ناں۔۔۔''اماں نے مسکرا کر اس کا جھنجھلایا ہوا چہرہ دیکھا۔''ہون تینوں اگر اللہ دے رسول نال محبت اے تے توں نعت پڑھنی اے ناں،تے فیر دفع کر دنیا دی پوزیشناں نوں۔۔۔پتر مزا تے تاں اے جے اس سوہنے دے گھر وچ فرشت آویں،اودے لیے واسطے دعا کریا کر۔''اماں نے الماری کے اوپر سے انتہائی عقیدت سے قرآن پاک اٹھایا۔

''اماں تو بس میرے لیے دعا کر۔۔۔'' سکینہ نے ضد کی۔سفید ململ کے دوپٹے میں جمیلہ مائی کا سانولا چہرہ بڑا روشن اور پُرنور لگ رہا تھا۔

''پتر جیڑھا دل اپنے واسطے خود دعا نئیں کردا،اودھے واسطے کوئی دوجا کیوں کرے۔۔۔؟؟؟؟''اماں نے مسکرا کر اس کا ہکا بکا چہرہ دیکھا۔

''پتر تینوں تکلیف ہے ناں۔۔۔؟؟؟اوپیڑ(تکلیف)تو جانتی ہے یا تیرا رب،فیر کوئی دوسرا تیری تکلیف نوں محسوس کر کے کیویں سچے دل نال دعا کرے گا۔؟؟؟جمیلہ مائی پراسرار انداز سے مسکرائی۔''دوجیے نوں(دوسروں کو)دعا واسطے ضرور کہو،لیکن پتر اپنے واسطے خود وی دعا کرو،اللہ توں کی شرمانا،سوہنا رب سب جاندا اے،فیر وی او اکھدا اے کے میرے کولوں منگو،اودھیاں حکمتاں او ہی جانے۔۔۔''جمیلہ مائی نے قرآن پاک کھول لیا تھا اور سکینہ معلوم تھا کہ اماں اب اس کی کسی بات کا جواب نہیں دے گی۔

اُس نے کنکھیوں سے اماں کا مصروف انداز دیکھا وہ قرآن پاک پڑھتے ہوئے دنیا و مافیہا سے بیگانہ ہو جاتی تھی۔ سکینہ نے اپنے دائیں جانب پڑی لوہے کی چھوٹی سی ڈرمی کھولی جو ابا اس کی فرمائش پر سکھر سے لایا تھا۔ لوہے کے اس چھوٹے سے ڈرم میں اس کی کافی خفیہ چیزیں تھیں۔ یہ واحد جگہ تھی جہاں وہ اماں کو بھی ہاتھ ڈالنے کی اجازت نہیں دیتی تھی۔

اماں کو مصروف دیکھ کر اس نے ڈرمی سے فیئر اینڈ لولی نکال کر چہرے پر رگڑ رگڑ کر لگائی۔ سیاہ رنگ کے سرے دانی سے سرے کی سلائیاں نکال کر آنکھوں پر پھیری۔ اماں لپ اسٹک لگانے نہیں دیتی تھی اس لیے سرخ رنگ کی سپاری کے چند دانے نکال کر منہ میں ڈالے اور پھر زبان سے ہونٹوں کو رنگا۔ اب وہ چوری چوری لوشن نکال کر ہاتھوں پر لگا رہی تھی وہ تو شکر تھا کہ جمیلہ مائی کا چہرہ دوسری طرف تھا ورنہ وہ اس ہار سنگھار پر اس کی طبیعت سیٹ کر دیتی۔ اُس نے وال کلاک پر نظر ڈالی صبح کے نو بجنے والے تھے۔ ڈاکٹر خاور کا راؤنڈ شروع ہو چکا تھا اور وہ اس کے کمرے میں آنے ہی والے تھے۔ اس کے دل کی دھڑکنوں نے الگ اُسے بوکھلا رکھا تھا۔

اپنے کام سے فراغت پا کر اس نے تکیے کے ساتھ ٹیک لگائی اور اشفاق احمد کی وہ کتاب اٹھالی جو ڈاکٹر خاور ہی اس کے لیے لائے تھے۔ اُسے جب سے پتا چلا تھا کہ ڈاکٹر خاور کو مطالعہ پسند ہے وہ ہر وقت کوئی نہ کوئی کتاب اپنے گود میں رکھے بیٹھی رہتی۔

''واہ سکینہ خوب مطالعہ ہو رہا ہے۔۔۔'' وہ ایک دم ہی اندر آئے تھے ان کے ساتھ ڈاکٹر زویا کو دیکھ کر سکینہ کے دل پر مایوسی کے وائرس نے بڑا زوردار حملہ کیا۔ اماں نے بھی انہیں دیکھ کر فوراً قرآن پاک بند کر دیا تھا۔

''ماشاءاللہ، آج تو بہت فریش لگ رہی ہیں۔۔۔'' ڈاکٹر خاور نے اس کی فائل کو دیکھتے ہوئے ہلکے پھلکے لہجے میں کہا، سکینہ کا رنگ ایک دم گلابی ہو کر مزید سیاہ لگنے لگا تھا۔ اس کی پلکوں پر ارتعاش کی کیفیت کو محسوس کرتے ہوئے ڈاکٹر زویا نے بے اختیار بے چینی اور ناگواری سے پہلو بدلا۔

''یہ سکینہ نے ہونٹوں پر کیا لگایا ہے۔۔۔؟؟؟؟'' جمیلہ مائی کی جانچتی نظروں نے ایک لمحے میں بیٹی کی تیاریوں کو محسوس کیا۔

''بھئی سکینہ ایکسر سائز تو باقاعدگی سے ہو رہی ہے ناں۔۔۔؟؟؟'' ڈاکٹر خاور نے نظریں اٹھا کر اُسے دیکھا اور سکینہ کی دل کی دنیا میں زلزلہ سا آ گیا۔ بے ترتیب دھڑکنوں کو سنبھالنا اتنا مشکل نہیں تھا جتنا ڈاکٹر خاور کے ساتھ نگاہیں ملا کر بات کرنا۔ پلکوں پر منوں بوجھ آن گرا تھا۔ اس لیے اس نے سر جھکا کر اثبات میں سر ہلا دیا۔

''اپنی نعت کی بھی تیاری اچھی رکھیں۔ اگلے جمعے کو مقابلہ ہے، یاد ہے ناں۔۔۔'' ڈاکٹر خاور بھی آج اُسے بار بار مخاطب کر کے اس کا امتحان لینے پر تلے ہوئے تھے۔ سکینہ نے ایک دفعہ پھر سر ہلا کر ہاں میں جواب دیا۔

''بھئی خیر ہے ناں، یہ آج اشاروں کی زبان سے کیوں کام چلایا جا رہا ہے۔۔۔'' ڈاکٹر خاور نے ہاتھ میں پکڑے بال پوائنٹ کو حسب عادت ہلکا سا اس کے سر پر شرارت سے مارا۔ یہ ان کا مخصوص انداز تھا جو ان کے خوشگوار موڈ کی عکاسی کرتا تھا۔

''ایسی تو کوئی بات نہیں۔۔۔'' وہ بمشکل تھوک نگل کر بولی تھی۔ ڈاکٹر زویا نے ایک دفعہ پر رسٹ واچ پر بیزاری سے وقت دیکھا اور وہ تو شکر تھا کہ ڈاکٹر خاور جمیلہ مائی سے حال احوال پوچھ کر فوراً کمرے سے نکل گئے جب کہ سکینہ سوچ رہی تھی۔

''ایک ایسا شخص جس کی محبت خون کے ساتھ آپ کی شریانوں میں گھوم رہی ہو۔ جس کو دیکھ کر دل باغی ہو جائے۔ پلکیں اپنا سارا بوجھ آنکھوں پر ڈال دیں۔ دھڑکنیں شرارت سے گنگنانے لگیں۔ سماعتیں اُس شخص کی آہٹوں کو بھی محسوس کرنے لگیں تو ایسے شخص کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کیسے بات کی جا سکتی ہے۔۔۔؟؟؟؟''

''تائی یہ اپنی سکینہ آج ماشاء اللہ کتنی ٹھیک ٹھاک لگ رہی ہے ناں۔۔۔؟؟؟؟'' جاجی جو اماں کے لیے گرما گرما جلیبیاں لے کر ابھی ابھی پہنچا تھا سکینہ کو دیکھ کر چونک گیا۔ سکینہ ایک دم ہی حقیقت کی بے رحم دنیا میں واپس آئی تو سامنے سرخ خانوں والا رومال کندھوں پر رکھے جاجی کو دیکھ کر اس کا حلق تک کڑوا ہو گیا۔

''جا کر اپنی آنکھوں کا علاج کروا۔۔۔'' اُسے ایک دم ہی غصہ آیا۔ اس کی پر شوق نگاہیں سکینہ کو زہر لگ رہی تھیں۔

''کیوں جی۔۔۔؟؟؟؟'' جاجی شوخی سے بولا۔ وہ ابھی ابھی حمام سے نہا کر لٹھے کا سفید کرتا پہن کر آیا تھا۔

''میرے پاس تیری فضول باتوں کا کوئی جواب نہیں۔۔۔'' سکینہ کو جاجی کی شوخ نگاہوں سے سخت الجھن ہوئی۔ جب کہ جاجی کو اس کی جھلاہٹ بہت لطف دیتی تھی۔ اس لیے وہ کرسی گھسیٹ کر اماں کے پاس بیٹھ گیا۔ اُسے اس طرح جمے دیکھ کر سکینہ نے بے زاری سے قدرے رخ موڑ لیا۔ جب کہ جاجی کی محویت میں کوئی کمی نہیں آئی تھی سکینہ کو اپنی پشت پر دوسرے سے بھری آنکھوں کی موجودگی سخت جھنجھلاہٹ میں مبتلا کر رہی تھی۔

☆ ☆ ☆

گوالمنڈی کے مین بازار میں بنا یہ پانچ مرلے کا گھر خستگی اور بوسیدگی کا جیتا جاگتا اشتہار تھا۔ اس گھر کے سامنے والے حصے میں تین دکانیں بھی تھیں۔ جس کی وجہ سے پیچھے بنا گھر خاصا تنگ دتاریک سا نظر آتا تھا۔ دو کمرے چھوٹا سا باورچی خانہ، برآمدہ اور صحن پر مشتمل اس گھر میں صرف دو ہی مکین رہتے تھے۔ ایک کمرے میں ساٹھ سالہ بیمار خاتون تھیں۔ جن کی نگاہوں میں انتظار جم سا گیا تھا۔ جب کہ اس کے ساتھ اس کی جوان بیٹی، جس کی شادی کی فکر نے اس بیمار وجود کی نیندیں اڑا رکھی تھیں۔

سامنے والے کمرے میں دو پلنگ تھے جن پر کاٹن کی پرانی اور بدرنگ چادریں بچھی ہوئی تھیں۔ کمرے میں موجود واحد میز پر کتابیں، قلم دان، روشنائی کی دوات اور ایک پرانا سا لیمپ تھا۔ اس میز کے پاس رکھی کرسی کا رنگ اڑا ہوا اور اس کی پشت ادھڑی ہوئی تھی۔

صبح ہی سے ہونے والی بارش نے ثنا ئیلہ کو سخت بے زار کر رکھا تھا۔ برآمدے کی چھت کئی جگہوں سے ٹپکتی تھی جن کے نیچے اس نے کہیں جگ تو کہیں بالٹی وغیرہ رکھ کر احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس وقت بھی وہ چھت سے دھلے ہوئے کپڑوں کا ڈھیر سنبھالنے میں بے حال تھی جب کہ ٹپ ٹپ گرتے پانی کی آواز اس کے اعصاب پر ہتھوڑے کی طرح برس رہی تھی۔

''شہیر کا فون آئے گا تو اُسے کہوں گی کہ کہیں سے پیسوں کا بندوبست کرے، کم از کم ان بوسیدہ چھتوں کا تو کوئی علاج ہو۔۔۔'' اُس نے ہزار بار کی سوچی ہوئی بات دل میں دہرائی تھی لیکن اُسے یہ بھی پتا تھا کہ تین سال سے کویت میں گئے بھائی سے یہ بات کرنا بھی بذات خود ایک دشوار کن مرحلہ ہے۔ اسکے پاس اپنی مجبوریوں کی ایک لمبی داستان تھی جس میں سرفہرست اس کی عمر میں اس سے تیرہ سال بڑی ورزن بیوی کے میکے کے مسائل تھے۔ اچھے خاصے جاذب نظر بھائی کی عقل کو نہ جانے کیا ہوا تھا جو اُس نے کویت میں جاتے ہی اپنے پڑوس میں رہنے والی ایک ڈھلتی عمر کی خاتون سے دھواں دھار عشق کے بعد شادی کر لی تھی۔

''یار میں کبھی کبھی سوچتی ہوں کہ اتنے ان رومینٹک ماحول میں رہتے ہوئے بھی تم کس طرح اتنی رومانوی کہانیاں تخلیق کر لیتی ہو۔۔۔'' پڑوس میں رہنے والی نابیہ دروازہ کھلا دیکھ کر سیدھی وہیں آ گئی تھی۔ اُسے سیلن زدہ باورچی خانے کے فرش پر بیٹھے پیازوں کی چھانٹی کرتے دیکھ کر اس نے شرارتاً کہا۔

''یار وہ کام بھی آجکل کھٹائی میں پڑا ہوا ہے، عجیب سی بے زاری ہے ایک لفظ بھی نہیں لکھا جاتا۔۔۔'' ثنا ئیلہ نے سڑے ہوئے پیاز ایک شاپر میں ڈالتے ہوئے بُرا سا منہ بنایا۔

''دفع کرو ان سب چیزوں کو، یہ گرما گرم کڑی اور پکوڑے کھاؤ، خالہ کدھر ہیں۔۔۔؟؟؟'' نابیہ بھی لکڑی کی پیڑھی سنبھال کر اس کے پاس بیٹھ گئی تھی۔

''امی دوائی کھا کر سو رہی ہیں۔ ایک تو شوگر اور اوپر سے اُن کا بی پی بھی ہائی رہنے لگا ہے۔ بیماری کی وجہ سے سخت چڑ چڑی ہو گئی ہیں۔'' ثنا ئیلہ نے فریج سے گوندھا ہوا آٹا نکالا۔ کڑی اور پکوڑے دیکھ کر اُسے بھوک کا احساس جاگ اٹھا۔

''خیریت۔۔۔؟؟؟ پھر کوئی ٹینشن لے لی ہوگی انہوں نے۔۔۔'' وہ اس گھر کے تمام حالات سے آگاہ تھی۔ اس کی بات پر ایک تلخ سی

مسکراہٹ ثنائیلہ کے چہرے پر ٹھہری گئی۔

''یار ابا کے انتقال کے بعد سے تو خیریت نام کا لفظ ہی ہماری ڈکشنری سے نکل گیا ہے۔ ددھیال والوں نے ویسے ہی آنکھیں ماتھے پر رکھ لیں اور ننھیال میں صرف ایک ماموں تھے جو سات سمندر پار جو گئے تو دوبارا مڑ کر نہیں دیکھا۔'' اُس کی رنجیدگی پر نابیہ کچھ بے چین ہوئی۔

''یار آج کل مارکیٹ میں ایسے ہی رشتے دار آ رہے ہیں۔ اس لیے ان سے تو کوئی توقع ہی نہ رکھو۔'' نابیہ نے اُسے تسلی دی۔ ابا کے انتقال کے بعد ان دونوں خواتین کو پڑوس میں رہنے والی اس فیملی کا ہی آسرا تھا۔ دونوں خاندان پچیس سال سے وہیں آباد تھے۔

''یار ٹینشن ان کی نہیں شہیر کے رویئے کی ہے۔ ہم دو ہی تو بہن بھائی تھے اس نے بھی کویت میں جا کر آنکھیں ماتھے پر رکھ لی ہیں۔'' اُس کی افسردگی پر نابیہ نے اس کے ہاتھ سے پیڑا لے کر روٹی بیلنی شروع کر دی تھی۔

''شہیر تو شروع ہی سے انتہائی خود پسند اور خود غرض بندا تھا اُس سے تو بھلائی کی توقع رکھنا ہی فضول ہے۔۔۔۔'' نابعہ نے بڑی مہارت سے گرم توے پر روٹی ڈالی۔ اُسے اپنی بہترین دوست کے اکلوتے بھائی کی خود غرض فطرت اور بے حسّی آزردہ تو کرتی تھی لیکن وہ اس معاملے میں کچھ بھی کرنے سے قاصر تھی۔

''یار کچھ بھی تھا لیکن بھائی تو تھا ناں میرا۔۔۔'' ثنائیلہ کی مسکراہٹ میں عجیب سی بے بسی تھی۔ جب کہ اس کی بات پر نابیہ تڑخ کر بولی

''محترمہ تم نے خود ہی تو اپنی کسی کہانی میں لکھا تھا کہ دنیا میں بعض رشتے ایسے ہوتے ہیں جن کے ہونے یا نہ ہونے سے کسی دوسرے کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔۔۔''

''زندگی میں بعض چیزوں کو صفحات پر لکھنا جتنا آسان ہوتا ہے حقیقی زندگی میں ان پر عمل کرنا اتنا ہی مشکل، بعض الفاظ جب حقیقت کا لباس اوڑھ کر مجسم سامنے آ جائیں تو اُن کو دیکھنے سے ہی آنکھیں جلنے لگتی ہیں۔ اُن کو چھو کر محسوس کرنا تو بہت دور کی بات ہے۔'' وہ کسی گہری سوچ کے تانے بانے میں الجھی ہوئی تھی۔

''بعض چیزوں کی حقیقت کو جتنی جلدی سمجھ لیا جائے، زندگی اتنی جلدی آسان ہو جاتی ہے۔ ورنہ خود کو دھوکا دے کر بندہ کتنی دیر خوش رہ سکتا ہے۔'' نابیہ نے گرم گرم روٹی رومال میں لپیٹتے ہوئے ثنائیلہ کو سمجھانے کی کوشش کی۔

''یار مسئلہ میرے سمجھنے کا نہیں، امّی کی سمجھ کا ہے۔'' اُس کی آواز میں نمی کی آمیزش تھی نابیہ نے سوالیہ نظروں سے اُسے دیکھا۔

''انہیں یہ غلط فہمی ہے کہ اُن کے صاحبزادے نے ادھیڑ عمر ورزن صاحبہ سے شادی کسی مجبوری میں کی ہوگی۔'' اس کے انداز میں کثیف سی مایوسی اور جھنجھلاہٹ تھی

''شادی تو اُس نے واقعی مجبوری میں ہی کی ہوگی لیکن ایسی مجبوری جس میں شہیر صاحب کی اپنی کوئی بڑی آسانی چھپی ہوئی ہوگی، بُرا مت ماننا، بڑا حسابی کتابی ہے تمہارا بھائی۔'' نابیہ کی بات پر وہ پھیکے سے انداز میں مسکرائی۔

''یار دُکھ اس کی شادی کا نہیں، اُس کی بے مروتی اور بے حسّی کا ہے، اوّل تو موصوف فون ہی نہیں کرتے اور اگر کبھی ہمارا فون اٹھا لیں تو

مجبوریوں کی نہ ختم ہونے والی ایک لمبی فہرست ہوتی ہے اُس کے پاس۔'' ثنائیلہ کے چہرے پر ایک تاریک سا سایہ دوڑا۔

''امّی نے کل اُسے فون پر کہا کہ پیسے بھیجو، گھر کی مرمت کروانی ہے اُس نے بے مروتی سے کہا کہ گھر میں آپ اور آپی ہی تو ہیں کیا ضرورت ہے؟ اگر زیادہ ہی مسئلہ ہے تو پھر تینوں دکانوں کا جو کرایہ آتا ہے، اسے اس مد میں خرچ کر لیں۔'' ثنائیلہ کی بات پر نابیہ کو اپنا سارا ضبط ہوا میں تحلیل ہوتا محسوس ہوا تھا۔

''اُس احمق کو یہ نہیں پتا کہ اس گھر میں رہنے والے دو مکینوں کے سارے اخراجات انہی دکانوں کے کرایے سے ہی پورے ہوتے ہیں۔ ابھی تو وہ قرضہ بھی اتارنا ہے جسے لے کر موصوف کویت گئے تھے بلند و بالا دعوے کر کے۔'' نابیہ نے غصّے سے ہاتھ میں پکڑا پیڑا باقاعدہ بیلن پر پٹخا تھا۔

''کویت جا کر اس کی یادداشت خاصی کمزور ہو گئی ہے۔ اُسے سب کچھ بھول گیا ہے یہ بھی کہ ان دکانوں کا کرایہ ہے ہی کتنا۔'' وہ ناخن کھرچتے ہوئے سخت افسردہ تھی۔ ''اُسے یہ بھی یاد نہیں کہ پہلے بھی ان تین دکانوں کے کرائے سے گھر بمشکل چلتا تھا۔ اب تو امّی کی بیماری اور وہ قرضہ بھی شامل ہو گیا ہے جو وہ خود لے کر گیا تھا۔'' اُس کی آنکھوں میں نہ جانے کیوں پانی آئے جا رہا تھا۔

''سب پتا ہے اُسے ایویں ڈرامے کرتا ہے۔'' نابعہ کے لہجے میں طنز کی کاٹ تھی۔ ''ابھی اس پر اُدھیڑ عمر عورت کا عشق سوار ہے۔ اس لیے مت ماری گئی ہے اُس کی۔ ویسے بھی بڑی عمر کی عورت کا عشق جوان بندے کو نرا خوار ہی کرتا ہے۔'' ثنائیلہ کے لہجے میں گہرا دکھ پوشیدہ تھا۔ اُس کے بہنوئی نے بھی کچھ عرصہ پہلے چوری چوری اپنے سے دس سال بڑی مطلقہ خاتون سے شادی رچائی تھی جس کا گھر والوں کو چار سال بعد پتا چلا۔

''ایک بات بتاؤں۔۔۔؟'' ثنائیلہ کے چہرے پر نمودار ہونے والی پراسراری مسکراہٹ پر نابیہ نے فوراً چونک کر دیکھا۔

''جب کوئی ادھیڑ عمر مرد کسی الھڑ یا بالی عمر کی لڑکی سے محبت کرتا ہے تو اس کے پیچھے پاگل ضرور ہوتا ہے، لیکن اپنے حواس پھر بھی برقرار رکھتا ہے لیکن جب کوئی جوان مرد اپنے سے دگنی عمر کی عورت کے عشق میں گرفتار ہوتا ہے تو وہ اندھا، گونگا اور بہرا ہو جاتا ہے۔ وہ اپنے دماغ کی چابی کسی اندھے کنویں پھینک دیتا ہے اور بس دل کے سرکش گھوڑے پر اُس وقت تک سوار رہتا ہے۔ جب تک اُسے کوئی ٹھوکر نہیں لگتی'' ثنائیلہ کے لہجے میں کوئی گہرا مشاہدہ چھپا ہوا تھا۔

''ویسے یار شہیر تو اس عشق کے کھیل سے پہلے ہی انتہائی بدلحاظ، بے مروّت اور پیدائشی خود غرض بندہ تھا۔ نابیہ نے صاف گوئی سے کہا ''یاد نہیں تم سے چار سال چھوٹا ہونے کے باوجود ہر اچھی چیز اچک کر لے جاتا تھا'' اُس کی یادداشت میں ماضی کے بہت سے واقعات محفوظ تھے۔ ثنائیلہ کھانے کی ٹرے لے کر خاموشی سے باہر نکل آئی تھی۔

''دفع کرو شہیر کو یہ بتاؤ کہ تم ماہم منصور کے پاس گئیں تھیں۔۔۔'' نابیہ اُس کے پیچھے ہی صحن میں تھی۔ بارش کے بعد دھلا دھلایا آسمان بہت روشن اور چمکیلا لگ رہا تھا۔ وہ دونوں انار کے پیڑ کے نیچے چارپائی پر بیٹھ گئیں۔

''ہاں یار گئی تھی بہت مہنگی سائیکلوجسٹ ہے لیکن میری تحریروں کی قدر دان تھی اس لیے اُس نے آئندہ سیشن میں سختی سے کوئی بھی فیس

ادا کرنے سے منع کیا ہے۔'' ثنائیلہ نے خفیف سا ہنس کر بتایا، وہ ماہم کے پاس نابیہ کی کسی دوست کے توسط سے گئی تھی۔

''میں نے سنا ہے کہ رج کہ خوبصورت ہے وہ۔۔۔'' نابیہ نے شوخی سے آنکھ کا کونا دبایا تو وہ اس کی شرارت پر بے اختیار ہنس پڑی۔

''وہ اس قدر خوبصورت ہے کہ لڑکی ہو کر میرے لیے اُس پر سے نظر ہٹانا دشوار ہو رہا تھا۔ چاندی جیسا اجلا جسم اور رنگت جیسے کسی نے دودھ میں ہلکا سا روح افزاء ملا دیا ہو''

''واقعی۔۔۔؟؟؟؟'' نابیہ کے تجسس کو مزید ہوا ملی ''اور اپنے اُس نامعقول ہیرو کو دوبارا کہیں دیکھا۔۔۔؟؟؟'' اُس نے سلاد کھاتے ہوئے عجلت میں پوچھا تھا۔

''نہیں یار، تین دفعہ جناح سپر جا چکی ہوں، اُس کو اللہ جانے زمین کھا گئی یا آسمان نگل گیا'' ثنائیلہ کے لبوں پر پھیکی سی مسکراہٹ ابھری۔

''مجھے تو وہ تمہاری نظر کا دھوکا لگتا ہے۔ مان لو ثنائیلہ زبیر کہ تمہارا مضبوط تخیل تمہیں بے وقوف بنا رہا ہے، اور کچھ نہیں۔۔۔'' نابیہ نے اُسے سمجھانے کی ایک اور ناکام کوشش کی۔

''اگر وہ تخیل اتنا طاقتور اور خوبصورت ہے تو یار مجھے نام نہاد تلخ حقیقتوں کی کوئی ضرورت نہیں۔۔۔'' وہ سر جھکائے ایسے بولی جیسے اپنے کسی گناہ کا اعتراف کر رہی ہو۔۔ نابیہ نے سخت حیرت سے اپنے سامنے چارپائی پر بیٹھی اُس مصنفہ کو دیکھا جو اپنے ہی لفظوں کے سحر میں گرفتار ہو گئی تھی۔

☆ ☆ ☆

''اماں یہ محبت کیا ہوتی ہے۔۔۔؟؟؟؟؟''

ایک اُداس سی شام سکینہ نے اچانک ہی بڑے عجیب لہجے میں جمیلہ مائی سے سوال کیا تھا۔ آسمان پر روئی کے گالوں کی طرح اڑتے بادلوں کو دیکھ کر سکینہ ضد کر کے لان میں آ گئی تھی۔ اماں اس کی وہیل چیئر پھولوں کی کیاری کے پاس تھی۔ جب کہ جمیلہ مائی خود سنگ مرمر کے بینچ پر اپنی تسبیح لے کر بڑی فرصت سے بیٹھ گئی تھی۔ اس وقت ہوا درختوں کے پتوں کے ساتھ اٹھکیلیاں کر رہی تھی اور نم آلود جھونکے طبعیت کو خوشگوار سا احساس بخش رہے تھے۔

''اماں بتا ناں، یہ محبت کیا ہوتی ہے۔۔۔؟؟؟؟'' سکینہ نے تتلیوں کو غنچوں کے ساتھ آنکھ مچولی کھیلتے دیکھ کر پوچھا۔

''سکینہ پتر کیویں دے سوال کرنی اے۔۔۔'' اماں نے گھنے پیڑ کی آغوش میں بیٹھی کوئل کو دیکھ کر بے زاری سے کہا۔

''اماں بتا ناں ہے تو بتا دے، اویں نخرے نہ کیا کر۔۔۔'' سکینہ کی نازک مزاجی پر جمیلہ مائی ہنس کر بولی۔

''پتر، محبت وہ چیز ہے جو اپنے رب سے ہو تو بندے کو سکون دیتی ہے اور اگر سوہنے رب کے بندوں سے ہو جائے تو زرا خوار کرتی ہے۔۔۔'' جمیلہ مائی نے سمندر کو کوزے میں بند کیا۔ اس کے جواب پر سکینہ الجھ کر آسمان پر موجود پرندوں کی ڈار کو دیکھنے لگی جو ایک ہی لائن میں محوِ سفر تھے۔

''اچھا اماں فیر یہ بتا کہ یہ عشق کیا ہوتا ہے۔۔۔؟؟؟؟'' سکینہ نے روئی کے گالوں جیسے بادلوں میں سورج تلاش کر ہی لیا تھا۔

''نی سکینہ تو آج کتنے اوکھے اوکھے سوال کرنی اے، میں ٹھہری جاہل، کم عقل، میںنوں کی پتا۔۔۔'' جمیلہ مائی نے اپنے دل میں اٹھتی کرب کی لہر کو بمشکل دبایا۔

''اماں بتا ناں۔۔۔'' سکینہ کچھ دنوں سے کافی ضدی ہوتی جا رہی تھی۔اس کے لہجے میں عجلت بھرا اصرار تھا۔

''پتر تو نے کبھی بکریوں کا ریوڑ دیکھا ہے۔۔۔؟؟؟'' جمیلہ مائی کے پر اسرار انداز پر سکینہ کو سخت تعجب ہوا۔

''بس یوں سمجھ کہ عشق اپنے اندر کی بکری کو مارنے کا نام ہے۔۔۔'' جمیلہ مائی کی انتہائی عجیب بات پر وہ ایک لمحے کو ہکا بکا رہ گئی۔

''لے اماں، یہ کیا بات ہوئی بھلا۔۔۔'' سکینہ اس سخت بے تکی بات پر بُرا منا گئی۔اُس نے پھول کے اردگرد گھومتے ایک آوارہ بھنورے کو بے زاری سے دیکھا۔

''او میری جھلی دھی، بھلیے لوکے، یہ تو سیدھی سی گل اے، جو تیرے نکے سے دماغ میں نہیں گھس رہی۔۔۔'' جمیلہ مائی کو کبھی کبھی اسے چھیڑنے میں بہت مزا آتا تھا۔

''ہاں تو خود سیدھی گل کرتی نہیں، اب بھلا یہ کیا بات ہوئی کہ عشق اپنے اندر کی بکری کو مارنے کا نام ہے، کتنی فضول بات لگتی ہے یہ۔۔۔'' سکینہ نے جھنجھلا کر سر جھٹکا۔اُسے حقیقتاً اماں پر غصہ آ رہا تھا۔

''میں سوہنی آنے ورست گل کیتی اے سکینہ۔۔۔'' جمیلہ مائی نے انتہائی محبت سے اُس کا خفا خفا سا چہرہ دیکھا۔''دیکھ ناں پتر، میں ٹھہری کملی نمانی، مجھ سے تو کیوں پڑھے لکھے لوگاں والی باتوں کی توقع رکھتی ہے۔۔۔'' جمیلہ مائی نے اُسے صفائی دینے کی کوشش کی لیکن اس کا مزاج ہنوز سوا نیزے پر تھا۔

''اماں تو ڈھنگ کی بات کیا کرناں۔۔۔'' اپنی بیٹی کے جل کر دیے جانے والے مشورے پر جمیلہ مائی ہنس پڑی۔

''دیکھ سکینہ جس طرح بکری ہر ویلے میں، میں کردی اے، اسی طرح عشق وچ اپنی اُسی ''میں'' توں مارنا پیندا اے میری جند جان۔عشق وچ ''میں'' دا کوئی کم نیں ہوندا، بس اے نکی جئی گل اے، اے نکتہ سمجھ وچ آ جاوے تے عشق دے سارے گنجل کھل جاندے نے۔'' جمیلہ مائی کی اتنی سادہ بات پر وہ ششدر سی رہ گئی۔اُس نے سخت بے یقینی سے اماں کو دیکھا جو پھولوں کو ترنگ سے جھومتے دیکھ رہی تھی۔

''اماں یہ عشق دے گنجل کیسے کھلتے ہیں۔۔۔؟؟؟'' سکینہ نے پریشانی سے اماں کا پر سکون چہرہ دیکھا۔

''عشق دے گنجل کھولنے سوکھے (آسان) نہیں پتر، بڑیاں اوکھیاں راہواں نے عشق دا پنجہ جس گل وچ پے جاوے، او بندا ہی فنا ہو جاندا اے۔۔۔'' (عشق کے بھید کھولنا آسان نہیں اس کا پنجہ جس کے گلے میں پڑ جائے اُسے فنا کر دیتا ہے۔''

''اماں مجھے تیری باتیں ککھ سمجھ نہیں آتیں۔۔۔'' سکینہ کی آنکھوں میں بے زاری کا تاثر خاصا گہرا تھا۔

''پتر چھڈ ادے اس گل نوں، چل میری سوہنی دھی مجھے وہ نعت سنا جو تو ٹی وی پر پڑھے گی۔۔۔'' اماں کی بات پر سکینہ کا دھیان تھوڑا سا بٹا تو سہی لیکن وہ ذہنی خلفشار کا شکار تھی۔

''اماں، اس وقت گلے میں خراش سی ہے ناں، تو ایسا کر، شام کو سن لینا۔۔۔'' سکینہ نے سراسر جمیلہ مائی کو ٹالا تھا اور وہ ٹل بھی گئی تھی۔ جب کہ سکینہ اپنی وہیل چیئر پھولوں کی کیاری کے پاس لے آئی جہاں رنگ برنگی تتلیوں کو دیکھ کر وہ پلکیں جھپکنا بھول گئی۔

''محبت کی تتلی ہر کسی کے ہاتھ نہیں آتی، اسے پکڑنے کی خواہش کرنا فضول ہے۔۔۔'' کیاری پھلانگ کر اچانک ہی ڈاکٹر زویا سامنے آئیں۔ اُن کا لہجہ تلخ اور چہرے پر ایک زہریلی سی مسکراہٹ دیکھ کر سکینہ کی رنگت فق ہوگئی۔ وہ جو تھوڑا سا جھک کر اڑان بھرتی تتلی کو پکڑنے ہی والی تھی اُن کی اچانک آمد سے ہکا بکا رہ گئی۔

''یہ تتلی اُس وقت تو بالکل بھی ہاتھ نہیں آتی جب آپ کے پیروں کے نیچے زمین بھی اپنی نہ ہو۔۔۔'' ڈاکٹر زویا کے چہرے پر ایک تمسخرانہ سا تبسم تھا۔ جمیلہ مائی بوکھلا کر کھڑی ہوگئی تھی۔

''آپ ماں بیٹی اس وقت یہاں خیر سے ڈیرے ڈالے ہوئے ہیں۔۔۔؟؟؟'' انہوں نے بڑے کمال سے طنز کا تیر چلایا تھا۔ جمیلہ مائی خجل سی ہو کر وضاحت دینے لگی۔

''بس پتر یہ پاگل، نادان میری دھی ایویں ضد کر کے اس ویلے باہر نکل آئی۔۔۔'' جمیلہ مائی نے خفت زدہ انداز سے وضاحت کی۔ اُسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ سامنے کھڑی ڈاکٹر صاحبہ کا مزاج کس بات پر برہم ہے۔

''بچے تو ہر اچھی چیز کو دیکھ کر مچل ہی جاتے ہیں۔ آپ ماشاءاللہ اچھی خاصی سیانی ہیں، دھیان رکھا کریں۔'' ڈاکٹر زویا کا انداز اگرچہ ہلکا پھلکا تھا لیکن ان کی آنکھوں سے نکلنے والی تپش سکینہ کو اپنا دامن جلاتی ہوئی محسوس ہوئی۔

''بس پتر انسان ہیں ناں، بھول چوک ہو ہی جاندی اے۔۔۔'' جمیلہ مائی کو ڈاکٹر زویا کا ''پیغام'' جیسے ہی سمجھ آیا ایک فطری سی پریشانی نے دل و دماغ کا احاطہ کر لیا تھا۔ جب کہ سکینہ ہراساں نظروں سے اس خوشنما تتلی کو دیکھ رہی تھی جو ڈاکٹر زویا کے خوبصورت ہاتھ پر بیٹھ چکی تھی۔ وہ ہی تتلی جو کچھ دیر پہلے اُس کے اپنے ہاتھ میں آنے والی تھی۔

''ڈاکٹر خاور کہاں ہیں آپ، بھول گئے آج منال پر ڈنر کرنا تھا ہم نے۔۔۔'' سیل فون کان کے ساتھ لگاتے ہوئے ڈاکٹر زویا کے لہجے میں عجیب سا استحقاق تھا۔ انہوں نے دانستہ وہاں کھڑے کھڑے کال ملائی۔

''چل سکینہ پتر، اندھیرا اپھیل گیا اے، اندر چلیں۔۔۔'' جمیلہ مائی نے انتہائی افسردگی و رنجیدگی سے اپنی دھی کی وہیل چیئر کو دھکیلا، جب کہ سکینہ کے چہرے پر صدمے کی انتہائی کیفیت تھی۔ جب کہ ہاتھوں میں کپکپاہٹ سی اتر آئی۔ آنسوؤں کی لکیریں اس کی کنپٹی سے دائیں بائیں بہہ رہی تھیں۔

☆ ☆ ☆

(صائمہ اکرم چوہدری کا یہ دلچسپ ناول ابھی جاری ہے، باقی واقعات اگلی قسط میں پڑھیے)

''یار ایک دم فٹ اور لش سوٹ ہے یہ۔۔۔'' ماہم نے ہاتھ میں پکڑا گہرے سبز رنگ کا فراک اپنے ساتھ لگا کر دیکھا۔ آئینے میں اس کا وجود اتنا حسین لگ رہا تھا کہ عائشہ کافی لمحوں تک اُس پر سے ستائشی نظریں نہیں ہٹا سکی۔

''یار ماما، پاپا کی ویڈنگ اینورسری کے لیے یہ زبردست ہے، ہے ناں۔۔۔'' ماہم کی توصیفی نظریں سوٹ پر جب کہ عائشہ کی اس کے چہرے پر ٹکی ہوئیں تھیں۔ وہ آج ضرورت سے زیادہ چمک رہی تھی لگتا تھا کہ اس نے کل کا سارا دن پارلر میں گذارا تھا۔ آج اس کے والدین نے اسلام آباد آرمی کلب میں سب کو ڈنر پر انوائیٹ کر رکھا تھا۔ اس کی تیاریوں نے ماہم کو بے حال کر رکھا تھا۔ وہ عائشہ کو لے کر زبردستی سینٹورس مال پر آ گئی تھی جس کا آجکل اسلام آباد شہر میں خوب چرچا تھا۔

''یار اس سوٹ کا میرون رنگ بھی شاندار ہے۔ یہ تم اپنے لیے کیوں نہیں لے لیتی۔۔۔'' ماہم نے اُسی سوٹ کو عائشہ کے ساتھ لگا کر دیکھا تو وہ بدک کر پیچھے ہٹی۔

''توبہ کرو ماہم میں ایسے شوخ رنگ کب پہنتی ہوں۔۔۔'' ماہم کا مشورہ اُسے ایک آنکھ نہیں بھایا تھا اس لیے وہ عجلت میں بولی۔

''کیوں، شوخ رنگ تمہیں کاٹتے ہیں کیا۔۔۔؟؟؟'' ماہم برہمی سے گویا ہوئی۔ ''اگر رات کے فنکشن میں کوئی بوڑھی عورتوں والا کلر پہن کر آئیں تو گیٹ پر ہی عبرت کا نشان بنا دوں گی۔''

ماہم نے انگلی اٹھا کر اُسے دھمکی دی تو وہ بے ساختہ ہنس پڑی۔

''یہ سر عام کس کو دھمکیاں دے رہی ہیں ماہم آپ۔۔۔'' رامس اچانک ہی سامنے مارک اینڈ اسپنسر شاپ سے نکل کر اُن کے پاس آیا۔

''لو یہ چنا گھر کہاں سے ٹپک پڑا۔۔۔'' عائشہ کے بڑبڑاہٹ میں جھنجھلاہٹ اور کوفت کے بھی رنگ تھے۔

''تھینکس گاڈ، کوئی تو ینگ بندہ مجھے نظر آیا، ورنہ یہ عائشہ تو مجھے سخت بور کر رہی تھی، کہاں گھوم رہے ہو ہینڈسم۔۔۔''؟ وہ ماہم کی بے تکلفی اور طوطا چشمی پر پہلو بدل کر رہ گئی۔

''بس یار، اگلے ہفتے سے نئی جاب پر جوائن کرنی ہے، سوچا کہ کچھ شاپنگ کر لی جائے۔'' وہ عائشہ کو نظر انداز کیے ماہم کو فدا ہو جانے والی نظروں سے دیکھنے میں محو تھا جو چاکلیٹ کلر کے سوٹ میں دمک رہی تھی۔ اسے یوں ٹکٹکی باندھے ماہم کو دیکھتے ہوئے عائشہ کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اٹھا کر نچلے فلور پر پھینک دے۔

ویٹس گریٹ رامس۔۔۔'' ماہم نے کھلے دل سے اُسے سراہا تو عائشہ کی پیشانی پر موجود شکنوں میں اضافہ ہو گیا۔

''یہ بتاؤ، رامس یہ سوٹ کیسا رہے گا۔۔۔'' ماہم نے گہرے سبز رنگ کا فراک جس پر سرخ بناری پٹیاں لگی ہوئیں تھیں۔ اُس کے آگے کیا۔ جب کہ ماہم کی یہ حرکت عائشہ کو سخت زہر لگی تھی اس لیے وہ سامنے لگے ہینگرز پر لٹکے سوٹوں کو زبردستی دیکھنے لگی۔

''واؤ۔۔۔!!! امیزنگ، بہت خوبصورت ڈریس ہے یہ۔۔۔'' رامس کی توصیفی نظریں سوٹ کو کم اور ماہم کو زیادہ دیکھ رہی تھیں۔

''کمینی، میرے ہاتھوں آج قتل ضرور ہوگی۔۔۔'' عائشہ نے کھا جانے والی نظروں سے اُسے دیکھا جو شعلہ جوالا بنی سامنے آئینے میں وہ سوٹ اپنے ساتھ لگا کر خود کو ہر زاویئے سے دیکھ رہی تھی۔ اُس کی ضرورت سے زیادہ خود اعتمادی بعض دفعہ عائشہ کے صبر کا خوب امتحان لیتی تھی۔

''ڈریس اچھا ہے یا مجھ پر اچھا لگ رہا ہے۔۔۔'' ماہم کی خود پسندی کو باہر نکلنے کے لیے کسی خاص وجہ کی ضرورت نہیں ہوتی تھی اس کا تو عائشہ کو اچھی طرح اندازہ تھا۔

''تمہاری خوبصورتی نے اس ڈریس کو زیادہ جاذب نظر بنا دیا ہے۔۔۔'' اُس کے ستائشی لہجے پر ماہم کھلکھلا کر ہنسی۔

''پھر شام کو آ رہے ہوناں ڈنر پر۔۔۔'' ماہم نے سوٹ کو اچھی طرح سے دیکھتے ہوئے رامس سے پوچھا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ جواب دیتا ماہم کی کوفت سے لبریز آواز عائشہ کی سماعتوں سے ٹکرائی۔

''اوہ مائی گاڈ۔ عائشہ دیکھو، اس کے دوپٹے میں تو یہ چھوٹا سا سوراخ ہے۔۔۔'' وہ سخت پریشانی سے عائشہ کی جانب مڑی۔

''کہاں۔۔۔؟؟؟؟'' عائشہ نے جھک کر اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا، یہ بہت چھوٹا سا سوراخ نہ جانے کیسے ماہم کو نظر آ گیا تھا۔

''آپ کے پاس اسی رنگ میں کوئی اور پیس ہے۔۔۔'' وہ سیلز گرل کی طرف مڑی اُس کی عجلت میں ایک فطری سی بے تابی تھی۔

''سوری میم، یہ مشہور ڈیزائنر کا سوٹ ہے اور اس کے صرف دو ہی سوٹ آئے تھے ہمارے پاس۔۔۔'' سیلز گرل کے چہرے پر بڑی پروفیشنل سی مسکراہٹ چمکی۔

''اوہ نو۔۔۔!!!!'' وہ سخت مایوس ہوئی جب کہ عائشہ کو تو یہ سوچ کے ہی ہول اٹھنے لگے کہ ماہم کے ساتھ ایک دفعہ پھر بے شمار بوتیکس کی خاک دوبارا چھاننی پڑے گی۔

''آپ چیک تو کریں۔۔۔'' ماہم نے بے چینی سے کہا تو سیلز گرل اس کے بچکانہ انداز پر مسکرا دی۔

''سوری میم، مجھے اچھی طرح سے علم ہے، آپ ایسا کریں کہ اس کا میرون کلر لے لیں۔۔۔'' اُس نے ایک اور تجویز سامنے رکھی جو ماہم کو بالکل پسند نہیں آئی۔

''نو نیور، مجھے یہ ہی کلر اچھا لگا ہے، مجھے اسی میں لینا ہے۔۔۔'' ماہم کے لہجے میں محسوس کی جانے والی ضد تھی۔

''ماہم، دوپٹے میں یہ سوراخ تو بہت معمولی سا ہے، کسی کو بھی نظر نہیں آئے گا۔ اگر پسند ہے تو یہی ڈریس لے لیں۔۔۔'' رامس کی بات پر ماہم کے چہرے پر ایک ناگوار سا تاثر بڑی سرعت سے پھیلا تھا۔

''بے شک یہ سوراخ کسی کو بھی نظر نہیں آئے گا لیکن مجھے تو پتا ہے ناں کہ اس میں نقص ہے، چاہے چھوٹا سا ہی سہی۔۔۔'' ماہم کے عجیب سے انداز پر رامس حیران ہوا جب کہ عائشہ کو علم تھا کہ وہ اب یہ سوٹ مفت میں بھی نہیں لے گی۔

''لیکن یہ کوئی ایسا نقص تو نہیں، جس کے لیے اتنے اچھے سوٹ کو مسترد کیا جائے۔۔۔'' رامس نے قدرے بُرا مناتے ہوئے اُسے سمجھانے کی کوشش کی۔

''تمہارے لیے یہ خامی بڑی نہیں ہوگی۔'' اُس نے ناگواری سے ناک چڑھائی۔ ''لیکن مجھے اپنی پسندیدہ چیز میں کوئی بھی کمی اچھی نہیں لگتی۔۔۔'' ماہم کے انداز پر رامس کو جھٹکا لگا۔

''تم جتنی خوبصورت ہو اتنی ہی حیران کن بھی ہو۔۔۔'' رات کو ڈنر پر وہ رامس کی بات پر دلکشی سے مسکرائی۔۔سیاہ ڈنر سوٹ میں وہ خود بھی اچھا خاصا ڈیشنگ لگ رہا تھا۔

''کیا کروں یار، میں ایسی ہی ہوں۔۔۔'' اُس نے بڑی ادا سے اپنی راج ہنس جیسی گردن کو جھٹکا دیا۔

''تم تو رامس کو ایسے سب سے ملوا رہی ہو جیسے وہ تمہاری کوئی فخریہ پیشکش ہو۔۔۔'' عائشہ کو بعض دفعہ ماہم کی حرکتیں سخت ناگوار گزرتی تھیں اور وہ اس کا اظہار بھی فوراً کر دیتی تھی۔

''مائی ڈیئر وہ یہاں سب کے لیے اجنبی ہے۔اس لیے تعارف کروا رہی تھی۔اب بھی موحد کے حوالے کر کے آئی ہوں۔۔۔'' سفید رنگ میں وہ آسمان سے اتری کوئی حور لگ رہی تھی۔ یہ سوٹ اُس نے پورے مال کی بوتیکس چھان کر منتخب کیا تھا۔آج اُس نے خود کو سجانے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رکھا تھا۔آخر کو اس شہر کی ساری کریم اس فنکشن میں مدعو تھی۔

''تھینکس گاڈ، آج تم بھی انسانوں والے حلیے میں آئی ہو۔۔۔'' ماہم نے ابھی ابھی اُسے غور سے دیکھا تھا رائل بلیو کلر کا سوٹ عائشہ پر جچ رہا تھا۔

''یار ماما کے ہتھے چڑھ گئی تھی، اٹھا کر لے گئیں اپنے اُس فضول سے پارلر میں، جس نے پتا نہیں کیا کچھ میرے چہرے پر تھوپ دیا ہے۔سخت الجھن ہو رہی ہے۔۔۔'' وہ بہت زیادہ کوفت کا شکار لگ رہی تھی۔

''آج ہی تو ڈھنگ کی لگ رہی ہو۔خبردار کوئی اور فضول بات کی۔۔۔'' ماہم نے بے حد طنزیہ انداز میں اُس کی بات قطع کی۔وہ دونوں سوئمنگ پول کے کنارے پر رکھے صوفوں پر براجمان تھیں۔بے تحاشا نیلی روشنیوں میں سامنے سفید ماربل کا سوئمنگ پول بڑا سحر انگیز لگ رہا تھا۔ایسے لگ رہا تھا جیسے کسی نے پانی میں نیلا رنگ گھول دیا ہو۔

''آؤ موحد کے پاس چلتے ہیں، کہیں رامس بور ہی نہ ہو رہا ہو۔۔۔'' ماہم کے حواسوں پر آج ضرورت سے زیادہ رامس سوار تھا۔

''ارے یہاں تو لگتا ہے مقابلہ خاموشی ہو رہا ہے۔۔۔'' وہ دونوں گھوم کر سوئمنگ پول کے دوسرے کنارے پر پہنچیں تو موحد کی ڈیل چیئر کے سامنے والی کرسی پر براجمان رامس بیزاری سے اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔ماہم کو دیکھتے ہی اُس کی آنکھوں میں ایک جوت سی جاگی۔

''بھئی کہاں غائب ہو گئیں تھیں تم۔۔۔'' رامس کی بے تابی پر ماہم مسکرائی۔عائشہ نے کنکھیوں سے موحد کا سپاٹ چہرہ دیکھا وہ اپنے سیل فون پر کوئی گیم کھیلنے میں مصروف تھا۔

''رامس تم موحد سے ملے، یہ عائشہ کا بڑا بھائی ہے۔۔۔'' ماہم کی بات پر رامس نے چونک کر اُسے دیکھا جو لفٹ کروانے کے موڈ میں نہیں تھا۔

''جی میری بات ہوئی ہے ان سے، ان کے ساتھ ہونے والی ٹریجیڈی پر مجھے بہت افسوس ہے۔۔۔'' رامس نے کچھ محتاط انداز سے تاسف کی رسم نبھائی۔

''لیکن میرے لیے یہ ٹریجیڈی نہیں بلکہ فخر کی بات ہے۔ میری تو خواہش تھی کہ میرا پورا جسم ہی وطن کی راہ میں قربان ہو جاتا۔۔۔'' موحد کا انداز کچھ جتلاتا ہوا سا تھا اور حقیقت میں ایسا ہی تھا۔ اُسے بس اپنوں کے بدلتے رویّوں کا دکھ تھا۔ ماحول میں ایک اعصاب شکن سی بوجھل خاموشی نے جگہ بنالی۔

''آؤ رامس، میں تمہیں ثمن آپی سے ملواتی ہوں، تم دیکھنا ذرا میرا بھانجا کتنا کیوٹ ہے۔۔۔'' موحد کی طنزیہ نظروں کی وجہ سے ماہم کے لیے وہاں بیٹھنا دشوار ہو گیا تھا۔ اس لیے وہ بہانے سے وہاں سے اٹھی۔

''تمہاری دوست کا بھائی کچھ عجیب سا نہیں ہے۔۔۔'' فضا میں آرکسٹرا کی دھنوں کے باوجود عائشہ نے اس کا یہ جملہ پورے دھیان سے سنا تھا جو اُس نے اپنی دانست میں قدرے آہستگی سے کہا تھا۔

وہ ماہم کا جواب نہیں سن سکی تھی۔ اس کی نظروں میں موحد کا دھواں دھواں سا چہرہ تھا۔ وہ کرب کی نہ جانے کن منزلوں سے گذر رہا تھا۔ ماہم اور رامس کو اکھٹے ساتھ ساتھ چلتے دیکھنا اس کے لیے کتنا اذیت ناک تھا۔ عائشہ اس دکھ کا اندازہ بخوبی کر سکتی تھی۔

☆ ☆ ☆

''سکینہ یہ لے۔۔۔'' جمیلہ مائی کو کمرے میں نہ پا کر جاجی فوراً ہی اندر گھس آیا تھا۔ آتے ہی اُس نے ایک شاپر سکینہ کی طرف بڑھایا جو ہاتھ میں پکڑے خواتین ڈائجسٹ کو میز پر رکھ کر اُسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ جاجی دن بہ دن اُس کے لیے ناقابل برداشت ہوتا جا رہا تھا۔

''یہ کیا ہے۔۔۔؟؟؟؟'' سکینہ نے طنزیہ ہنکارہ بھرتے ہوئے ابرو چڑھا کر اُسے دیکھا۔

''کھول کر تو دیکھو تمہارے لیے لایا ہوں۔۔۔'' سکینہ کے سرد انداز کا بھی جاجی پر رتی برابر اثر نہیں ہوا تھا اس لیے وہ ڈھٹائی سے کھڑا تھا۔

''کس خوشی میں۔۔۔؟؟؟؟'' سکینہ کے مزاج میں تلخی کے بھی رنگ جھلکے۔

''وہ تو نے، ٹی وی پر جانا ہے ناں تو میں نے سوچا کہ تیرے لیے کوئی چھوٹی موٹی جیولری لے آؤں۔۔۔'' وہ بے خوفی سے اُس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے کہہ رہا تھا۔

''ایک بات تو بتا جاجی، آخر تو اپنے سارے کام کاج چھوڑ کر یہاں کیوں نکا ہوا ہے۔۔۔'' سکینہ کا ضبط آج جواب دے گیا۔

''تیرے لیے۔۔۔'' اُس نے دو لفظوں میں قصہ نبٹایا۔

''کیوں، مجھ میں کون سے ایسے ہیرے جڑے ہوئے ہیں۔۔۔'' سکینہ نے اکتاہٹ کے ساتھ سر کو ہلکی سی جنبش دی۔

''تجھے میری کمر کا یہ کُب بُرا نہیں لگتا۔۔۔'' سکینہ کے لہجے میں چھلکتی خود اذیتی پر اس نے شکوہ کناں نظروں سے اُسے دیکھا۔

''مجھے تمہاری کمر کا کُب (کوہان) نظر ہی نہیں آتا۔'' ''مجھے تو، تو کسی دیس کی پری لگتی ہے۔۔۔'' جاجی نے اُس کی آنکھوں میں آنکھیں

ڈال کر اعتماد سے کہا تھا اُس کی بات پر اُس نے بے چینی سے پہلو بدلا۔ اُس کی آنکھوں سے چھلکتے محبت کے پیالے سکینہ کو خوفزدہ کر گئے۔ ''اگر تجھے اتنا بڑا پہاڑ نظر نہیں آتا تو فوراً اپنی آنکھیں چیک کروا کے آ، سرکاری ہسپتال میں۔۔۔'' وہ ایک دم مشتعل ہوئی۔

''کملی جب بندہ محبت کی عینک لگا کر اپنے محبوب کو دیکھتا ہے تو اُسے وہ ہی نظر آتا ہے جو اُس کا دل اُسے دیکھاتا ہے۔ میرے دل کی آنکھ سے ذرا خود کو دیکھ، تجھے زندگی بہت خوبصورت لگے گی۔'' جاجی نے بھی آج اظہار کا موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا تھا۔ اُس کی آنکھوں میں چمکتے ستارے سکینہ کو وحشت میں مبتلا کر رہے تھے۔

''تیری تو مت ماری گئی ہے، اب میرا یہاں رہ رہ کر دماغ خراب نہ کر۔۔۔'' صبح سے ایک تو کمر کے درد نے اور اب جاجی کے دل کے انوکھے راگ اُس کو بےزار کر رہے تھے۔ اُس کا وہ تو خیریت رہی کہ اماں کمرے میں آ گئی تھی۔

''اعجاز علی، پتر یہ میرے والے موبائیل میں لوڈ تو کروا دے، تیرے تائے سے بات کرنی ہے مجھے۔۔۔'' جمیلہ مائی کے چہرے پر پھیلی تشویش پر جاجی نے فکرمندی سے دیکھا۔

''تائی ضروری بات کرنی ہے تو میرے والے نمبر سے کر لے۔۔۔'' جاجی نے فراخدلی سے اپنا سیٹ اماں کی طرف بڑھایا۔

''باہر جا کر بات کرتی ہوں، اندر ڈھنگ سے آواز نہیں آتی۔۔۔'' جمیلہ مائی نے کمرے سے نکلتے ہوئے جاجی کو بھی آنکھ سے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔

''تائی کیا ہوا۔۔۔؟؟؟؟ خیر تو ہے ناں۔۔۔؟؟؟؟'' جاجی نے باہر نکلتے ہی بےتابی سے پوچھا۔

''بس پتر، اللہ سوہنا کرم کرے اپنا، سکینہ دے ڈاکٹر نے بلایا سی۔۔۔'' جمیلہ مائی کے چہرے پر پھیلی رنجیدگی کی گہری تہہ جاجی کو فوراً ہی نظر آ گئی تھی۔

''کیا، کہا ڈاکٹر نے۔۔۔؟؟؟؟'' اعجاز کی ساری حسّیں بیدار ہوئیں۔

''اللہ سائیں رحم کرے ہم پر، سکینہ کی رپورٹیں ٹھیک نہیں آئیں پتر۔۔۔'' جمیلہ مائی کی قوت برداشت قابل رشک تھی۔ جب کہ جاجی کے چہرے کا رنگ ایک سیکنڈ میں فق ہوا تھا۔ وہ حواس باختہ انداز سے اماں کا افسردہ چہرہ دیکھ رہا تھا۔

☆ ☆ ☆

ڈی واٹسن کے گلاس ڈور کو تیزی سے دھکیل کر نکلنے کی کوشش میں وہ سامنے والے بندے سے بُری طرح ٹکرائی۔۔۔ میڈیسن والا لفافہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر دُور جا گرا تھا۔

ایک لمحے کو تو عائشہ کا دماغ سن سا ہو گیا تھا۔ آنکھوں کے آگے ستارے محو رقص تھے جب ایک انتہائی مہذب لہجہ اس کی سماعتوں سے ٹکرایا ''محترمہ، آپ ٹھیک ہیں ناں۔۔۔؟؟؟؟''

''دیوارِ چین سے ٹکرانے کے بعد کون بندہ ٹھیک رہ سکتا ہے۔۔۔'' وہ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھامے وہ بلند آواز سے بڑبڑائی تھی۔

''جی، کیا کہا، آپ نے۔۔۔؟؟؟؟'' سامنے والے کو بات تو سمجھ میں آگئی تھی لیکن تصدیق کے لیے اُس نے دوبارا پوچھا۔ عائشہ نے سر اٹھا کر سامنے دیکھا تو اُسے جھٹکا لگا۔ وہی شخص اپنے چہرے پر بڑی جاندار سی مسکراہٹ سجائے اسکی آنکھوں میں ایک دم ہی ڈھیروں جگنو چمک اٹھے تھے۔

''مانا کہ میں نے اُس دن آپ کو پینٹنگ نہیں دی لیکن اس کا مطلب یہ تھوڑی تھا کہ آپ میرا سر ہی توڑ دیں۔۔۔'' عائشہ نے اپنے سر کو سہلاتے ہوئے جل کر کہا تھا۔ اس کی بات پر سامنے موجود شخص کے حلق سے نکلنے والا قہقہ بڑا بے ساختہ تھا۔

''آئی ایم سوری، میں نے ایسا دانستہ نہیں کیا، ویسے بھی میں دل میں بغض رکھنے والا بندہ نہیں۔۔۔'' اُس نے بڑے مہذب انداز سے صفائی دی لیکن اس کی آنکھوں میں شرارت رقصاں تھی۔ وہ اب اس کی تمام ادویات اکھٹی کر کے شاپر میں ڈال رہا تھا۔

''ویسے کیا آپ کا اپنا میڈیکل اسٹور کھولنے کا ارادہ ہے۔۔۔'' اُس نے ادویات کی تعداد کو دیکھتے ہوئے شرارت سے پوچھا۔

''نہیں، یہ مجھے ایک فری میڈیکل کیمپ کے لیے چاہیے تھیں۔۔۔'' اُس نے بے ساختہ کہا۔

''اوہ، تو آپ ڈاکٹر بھی ہیں کیا۔۔۔'' اُس کو خوشگوار سی حیرانی نے گھیر لیا۔

''جی نہیں۔۔۔'' اُس نے شاپر پکڑتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔ ''لائیں میں یہ گاڑی میں رکھ دیتا ہوں، کافی بھاری ہے۔'' اُس نے پر خلوص انداز میں کہا تو وہ بھی انکار نہیں کر پائی۔ شاپر پچھلی سیٹ پر رکھ کر وہ جانے کے لیے مُڑا تو عائشہ نے بے ساختہ اُسے پکارا۔

''یہ میری ایگزیبشن کا انویٹیشن کارڈ ہے، آپ ضرور آیئے گا۔۔۔'' عائشہ نے اپنی گاڑی کی پچھلی سیٹ پر رکھے شاپر سے ایک کارڈ نکالا۔

''آپ مجھے کارڈ نہ بھی دیتیں تو میں ضرور آتا۔۔۔'' وہ زیر لب مسکراتے ہوئے بولا تھا۔

''آپ کو یاد تھا کہ ایگزیبشن کب ہے۔۔۔؟؟؟؟'' عائشہ نے اس کی سحر انگیز آنکھوں سے بمشکل نظریں چرائیں۔

''میری یادداشت الحمداللہ بہت عمدہ ہے۔ آپ نے اُس دن بتایا تو تھا اس لیے میں نے آرٹ گیلری سے تمام تفصیلات لے لی تھیں۔'' اُسکی بات پر عائشہ نے اچھنبے سے اُسے دیکھا

''آپ نے میری مطلوبہ پینٹنگ بنالی ناں۔۔۔؟؟؟؟'' اُس کا پر یقین لہجہ اُسے چونکا گیا۔

''جی ہاں، لیکن ایگزیبشن سے پہلے میں آپ کو نہیں دوں گی۔'' عائشہ کی سادگی پر وہ مسکرایا۔ ''مائی گاڈ، آپ نے واقعی پینٹنگ بنالی، میں تو سمجھا تھا کہ آپ نے یونہی میرا دل رکھنے کے لیے ہاں کر دی ہوگی۔'' اُس کی چہکتی ہوئی آواز میں سخت حیرانی تھی۔

''جب کہ میں سمجھی کہ آپ نے یونہی میرا دل رکھنے کو فرمائش کر دی ہوگی۔۔۔'' عائشہ کے منہ سے بے ساختہ پھسلا، وہ قہقہ لگا کر ہنس پڑا۔

''محترمہ اس کا مطلب ہے کہ ہم انجانے میں ایک دوسرے کے دلوں کی حفاظت کرتے پھر رہے تھے۔۔۔'' اُس کی گہری نظروں کے حصار پر عائشہ بوکھلا سی گئی۔ ذومعنی لہجہ، بولتی نگاہیں اور گھنی مونچھوں کے نیچے مسکراتے گلابی لب، تمام چیزوں نے عائشہ کو منجمد سا کر دیا تھا۔ دل میں اٹھتے انوکھے راگ الگ ہاتھ پاؤں پھیلا رہے تھے۔

☆ ☆ ☆

''اماں۔۔۔'' اُس نے گلا کھنکھار کر کروشیے کی بیل بناتی جمیلہ مائی کو مخاطب کیا تو اُس نے سر اٹھا کر سکینہ کو دیکھا۔ جو بڑی مہارت سے آنکھوں میں کاجل لگا رہی تھی۔

''سکینہ تو نعت کے مقابلے میں جا رہی ہے یا کسی کی جنج (برات) میں۔۔۔'' جمیلہ مائی کی آنکھوں میں ہلکی سی ناگواری تھی، اس سے پہلے کہ وہ کچھ اور کہتی سکینہ نے ہاتھ اٹھا کر اُسے فوراً کوفت بھرے انداز سے بولنے سے روکا۔

''دیکھ اماں، خدا کے واسطے، آج کچھ نہ کہنا، ٹی وی کی اسکرین پر بغیر میک اپ کے بالکل بے سوادی آؤں گی۔۔۔'' سکینہ کے لہجے میں عجیب سی بچگانہ ضد محسوس کر کے جمیلہ مائی بادل نخواستہ چپ کر گئی۔ وہ اب سخت حیرت سے سکینہ کی لوہے کی ڈری سے نکلنے والا میک اپ کا سامان دیکھ رہی تھی جو اُس نے نہ جانے کس سے اور کب منگوایا تھا اور اُسے خبر ہی نہیں ہوئی۔ وہ اب اپنی آنکھوں پر نیلے پیلے رنگوں کے آئی شیڈ لگا رہی تھی۔

''ناں سکینہ تیرا کی خیال اے کہ تو، یہ کالے پیلے رنگ لگا کے بہت سوہنی لگ رئی اے۔۔۔'' جمیلہ مائی نے ناک پر انگلی رکھ کر تعجب کا اظہار کیا تو وہ جھنجلا گئی۔

''ہاں کہہ دے کہ اپنے پنڈ کے شیدے قصائی کی کالی کٹی (کالی بھینس کی بچی) لگ رہی ہوں۔۔۔''

''لو مجھے کہنے کی کیا لوڑ ہے، تجھے تیرا یہ دو سو روپے والا شیشہ خود بتا دے گا۔۔۔'' جمیلہ مائی نے ہنس کر دوپٹہ اٹھا لیا اور کروشیے سے بیل بنانے لگی۔ سکینہ نے چوری چوری شیشے میں دیکھا اور اپنا چہرہ عجیب مضحکہ خیز سا لگا۔

''اماں کبھی کبھی واقعی کتنی سچی باتیں کرتی ہے''۔ اُس نے دل ہی دل میں سوچتے ہوئے فوراً پاس پڑے تولیے سے منہ رگڑ کر صاف کیا۔

''اماں سچ سچ بتا، کہ اب تیری سکینہ کیسی لگ رہی ہے۔۔۔؟؟؟؟'' سرخ لان کا دوپٹہ سر پر سلیقے سے اوڑھتے ہوئے اُس نے بے تابی سے پوچھا تو اماں نے رنگوں سے مبرا اس کا چہرہ دیکھ کر سکون کا سانس لیا۔

''میری دھی تو مجھے ویسے ہی پریوں کی ملکہ لگتی ہے۔۔۔'' جمیلہ مائی کو اچانک ہی اُس پر پیار آیا۔۔

''اماں شکل وصورت کا تو مجھے پتا نہیں لیکن یہ بات طے ہے کہ تیری دھی کی آواز پورے پنڈ کی لڑکیوں سے زیادہ پیاری ہے۔'' سکینہ کے لہجے میں چھلکتے غرور پر جمیلہ مائی کا دل دہل سا گیا اُس نے ناگواری سے اپنی بیٹی کو ایک دفعہ پھر شیشہ دیکھتے ہوئے دیکھا۔

''ہزار دفعہ سمجھایا ہے سکینہ، سوچ سمجھ کر بولا کر ریے، اللہ نوں اتا مان پسند نہیں۔۔۔''

''اماں کیا ہے، آج کے دن تو نصیحتیں نہ کر، ایک تو مجھے ساری رات خوشی کے مارے نیند نہیں آئی کہ میں نے پہلی دفعہ ٹی وی پر آنا ہے۔ اب طبیعت عجیب سی ہو رہی ہے۔۔۔'' سکینہ نے ہاتھ میں پکڑا فیس پاؤڈر تکیے پر پٹخا تو اس کا مزاج برہم دیکھ کر سکینہ مائی دانستہ خاموش رہی کچھ توقف کے بعد اُس نے دو ٹوک انداز میں کہا۔

''دیکھ سکینہ، یہ پہلی اور آخری دفعہ تجھے ٹی وی پر لے کر جا رہی ہوں لیکن اگلی دفعہ مجھ سے امید نہ رکھنا'' جمیلہ مائی نے اس کی بات سنی ان سنی کر کے ایک اور نصیحت کی۔ ''ہم یہاں علاج کے لیے آئے ہیں اللہ سوہنا شفاء دے تو ہم اپنے پنڈ واپس جائیں۔''

''اچھا ناں اماں، اب ڈاکٹر صاحب کے سامنے یہ پینڈو باتیں نہ کرنا، خدا خدا کر کے تو، تو نے اپنی پنڈ والی بولی بولنا یہاں چھوڑی ہے۔'' سکینہ بُری طرح چڑ گئی تھی۔ ''ہاں اور اپنے جاجی کو بتا دیا ہے ناں کہ وہ ہمارے ساتھ نہیں جائے گا'' اُسے ایک دم یاد آیا۔

''زیادہ اوکھی نہ ہوا کر۔۔۔'' جمیلہ مائی نے ناک سے مکھی اڑائی ''بتا دیا ہے کہ میڈم صبیحہ کا دماغ ٹھکانے نئیں اے، اس لیے وہ کملا ایں بیٹھ کر ہمیں اڈیک لے گا'' جمیلہ مائی نے غصے سے کہا تو اُس نے بھی مذید تبصرہ نہیں کیا۔

ڈاکٹر خاور کا ڈرائیور انہیں اپنی گاڑی پر ہوٹل چھوڑ آیا تھا۔ ان کے ساتھ سسٹر ماریہ بھی تھی جس کو ڈاکٹر خاور نے اماں کی مدد کے خیال سے ساتھ آنے کو کہا تھا۔ تاکہ وہیل چیئر سے اتارنے اور چڑھانے میں مدد کر سکے۔

مشہور و معروف ہوٹل کے اس خوبصورت ہال میں بے شمار کیمرے، روشنیاں اور لوگوں کو دیکھ کر سکینہ کافی بوکھلا سی گئی تھی۔ اس کے مقابلے میں جمیلہ مائی پر سکون تھی اور حسب معمول وہ اپنی تسبیح میں مگن تھی۔ سکینہ کو اسٹیج پر پہنچا دیا گیا تھا جہاں اس مقابلے میں شرکت کرنے والے شرکاء موجود تھے۔ بہت سی آنکھوں میں اپنے لیے ترحم کے جذبات دیکھنا سکینہ کے لیے کوئی نئی بات نہیں تھی، لیکن اس وقت وہ عجیب سی گھبراہٹ کا شکار ہو رہی تھی۔ اُس نے بے شمار لوگوں میں بھی ڈاکٹر خاور کو ایک دراز قد، خوبصورت مگر پر وقار خاتون کے ساتھ اندر آتے دیکھا تو اُس کے دل کی دنیا ہی بدل گئی۔ لوگوں کی آنکھوں میں موجود تمسخر، ترحم اور ہمدردی اب اُسے کوفت میں مبتلا نہیں کر رہا تھا۔

مقابلے کا آغاز ہو چکا تھا۔ اسٹیج سیکرٹری حصہ لینے والے افراد کو باری باری بلا رہی تھی۔ سکینہ کو پہلی نعت سننے کے بعد ہی اندازہ ہو گیا تھا کہ مقابلہ اتنا آسان نہیں اور دنیا میں ہزاروں لوگ ایسے موجود ہیں جن کی آوازیں دل پر اثر کرتی ہیں۔

''اماں بتا ناں، میں نے نعت کیسی پڑھی۔۔۔؟؟؟؟ مقابلے کے اختتام پر سسٹر ماریہ اُس کو وہیل چیئر پر بیٹھا کر ہال میں لے آئی تھیں۔ نتائج کا اعلان ایک وقفے کے بعد تھا۔ سکینہ نے

اماں کے پاس پہنچتے ہی بے تابی سے پوچھا تھا۔ اس سے پہلے کہ جمیلہ مائی اس کے سوال کو جواب دیتیں، ڈاکٹر خاور گرے رنگ کے سوٹ میں ملبوس ایک سو برسی خاتون کے ساتھ وہاں تشریف لے آئے۔ سکینہ کی دھڑکنوں نے اودھم سا مچا دیا۔

''ماما، ان سے ملیں، یہ سکینہ ہیں، جن کا میں نے آپ سے ذکر کیا تھا۔۔۔'' ڈاکٹر خاور کو ایک دم اپنے سامنے پا کر وہ بوکھلا سی گئی۔

''ماشاءاللہ بیٹا، آپ کی آواز بہت خوبصورت ہے۔'' اُس خاتون نے تھوڑا سا جھک کے سکینہ کے ماتھے پر بوسہ دیا۔ اُن کے محبت بھرے انداز پر سکینہ ششدر سی رہ گئی۔ اپنی بیماری کے دنوں میں جمیلہ مائی کے بعد یہ اس کی زندگی میں دوسری خاتون تھیں جنھوں نے انتہائی محبت اور شفقت بھرے انداز سے سکینہ کو مخاطب کیا تھا۔ اُس کی تو سخت حیرت سے قوت گویائی ہی سلب ہو گئی تھی۔ وہ خاتون اب اسی انداز سے جمیلہ مائی سے مخاطب تھیں۔

''خاور آپ کا اور سکینہ کے والد صاحب کا بھی بہت ذکر کرتا ہے، وہ بہت متاثر ہے آپ دونوں سے'' ڈاکٹر خاور کی والدہ کا خمیر بھی محبت سے گندھا ہوا لگ رہا تھا۔ اُن کے محبت بھرے انداز پر جمیلہ مائی اور سکینہ کھل کر مسکرائیں۔ دونوں کو ہی وہ خاتون بہت اچھی لگیں تھیں۔

''بس بہن جی میرے مولا کا کرم ہے، سب تعریف اسی ذات کی ہے، ہم انسانوں کا تو کوئی زور نہیں۔'' جمیلہ مائی کا لہجہ شکر گزاری سے لبریز تھا۔

''میں تو خاور سے کہہ رہی تھی کہ بچی کی آواز میں دل کو چھو لینے والا سوز ہے۔'' ڈاکٹر خاور کی والدہ کے اپنائیت بھرے انداز کے باوجود سکینہ سے ایک لفظ بھی نہیں بولا گیا۔ وہ انکھیوں سے اپنے بالکل سامنے بلیک پینٹ پر لائٹ پرپل شرٹ پہنے مردانہ وجاہت سے مالا مال ڈاکٹر خاور کو دیکھ رہی تھی جو سسٹر ماریہ سے گفتگو میں مگن تھے۔ ان کی والدہ کچھ دیر ان کے پاس ٹھہرنے کے بعد کسی اور کو ملنے کے لیے بڑھ گئیں تھیں۔

''ڈاکٹر خاور کو دیکھ کر یہ ہی لگتا تھا کہ کسی نیک عورت نے ان کی پرورش کی ہے۔ آج اس بات کا یقین بھی آ گیا۔'' ادھیڑ عمر سسٹر ماریہ نے ان کے جاتے ہی بلند آواز میں تبصرہ کیا۔

''اللہ پاک ان کو زندگی اور صحت دے اور اولاد کی خوشیاں دیکھائے۔۔۔'' جمیلہ مائی نے بھی خلوص دل سے دعا دی۔

اسی دوران پروگرام کے دوسرے مرحلے کا آغاز ہو گیا تھا۔ سسٹر ماریہ نے سکینہ کی وہیل چیئر کو اسٹیج کے بالکل قریب کر دیا تھا۔ مہمان خصوصی کے خطاب کے بعد نتائج کا اعلان ہونا تھا۔ سکینہ کو عجیب سی بے چینی لاحق ہوئی۔ دل میں عجیب سی پکڑ دھکڑ ہو رہی تھی۔ اُس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اسٹیج سیکرٹری سے نتائج والا صفحہ چھین کر پڑھ لیتی۔ وہ اماں سے کچھ فاصلے پر دیوار کے پاس تھی۔

''نی سکینہ جدوں دل بے چین ہووے تے آیت الکرسی پڑھیا کر۔۔۔'' اماں کی بات اچانک ہی ذہن کے پردے پر روشن ہوئی تو وہ آنکھیں بند کر کے آیت الکرسی کا ورد کرنے لگی۔

''کوئی فائدہ نہیں، جو چیزیں اللہ تعالیٰ قسمت میں لکھ دیتا ہے، وہ ہو کر رہتی ہیں۔۔۔'' یہ بات سن کر وہ دنگ رہ گئی۔ اُس نے گردن گھما کر اپنے سے چند گز کے فاصلے پر ایک انتہائی ہینڈسم شخص کو وہیل چیئر پر بیٹھے دیکھا۔ جس کے چہرے پر ایک بے رحم سی مسکراہٹ تھی۔

''کیا دیکھ رہی ہیں کہ اتنے خوبصورت اور ہینڈسم بندے کو قسمت نے کہاں لا بیٹھایا ہے۔۔۔'' وہ استہزائیہ انداز میں ہنسا۔ سکینہ اپنے خیالات کے عیاں ہونے پر ایک دم خفت زدہ ہوئی۔

''ویسے آواز آپ کی اچھی تھی اور نعت کا انتخاب بھی اچھا تھا۔'' وہ اسٹیج پر موجود مہمان خصوصی کی تقریر سننے کی بجائے اس پر بے لاگ تبصرہ کر رہا تھا۔ سکینہ کی ساری حسیات چاق و چوبند ہو گئیں لیکن وہ دانستہ چپ رہی۔

''کیا آپ کا بھی دل کرتا ہے کہ ایک دفعہ تو ضرور زمین کو اپنے قدموں سے چھو کر دیکھیں۔۔۔'' وہ تھکن گزیدہ لہجے میں اُس سے پوچھ رہا تھا سکینہ نے ایسے تعجب سے آنکھیں کھول کر اس کی بات سنی جیسے کوئی بہت غیر معمولی بات ہو۔

''بتائیں ناں سکینہ اللہ دتا۔۔۔'' اُس کے منہ سے اپنا نام سن کر سکینہ کا رنگ فق ہو گیا۔ اُسے پہلی دفعہ اس بندے سے خوف محسوس ہوا۔ جو اپنی وہیل چیئر اُس کے قریب لے آیا تھا۔

''پپ پتا نہیں۔۔۔'' وہ تھوک نگل کر بمشکل بولی۔

''دیکھو لڑکی زندگی بہت ظالم چیز ہے۔ اس میں کچھ پتا نہیں چلتا کہ کب آپ کے قدموں کے نیچے سے زمین اور سر کے اوپر سے آسمان چھن جائے۔ اس لیے خود کو ہر قسم کے حالات کے لیے تیار رکھنا چاہیے ورنہ میرے جیسا حال ہوتا ہے۔'' وہ اس اجنبی شخص کی بے موقع اور بے محل

نصیحت کو سمجھنے سے قاصر تھی۔ جس کے چہرے پر اذیت، بے بسی اور تلخی کا بسیرا تھا۔۔

سامنے اسٹیج پر نتائج کا اعلان شروع ہو گیا تھا۔ سکینہ کا سارا وجود مجسم سماعت بن گیا تھا کچھ لمحوں کے لیے وہ اپنے پہلو میں موجود وہیل چیر والے خوبصورت شخص کو بھی بھول گئی۔ اُس کے اعصاب پر منوں وزن آن گرا۔ ہر گزرتے لمحے کے ساتھ اس کی دھڑکنیں مدھم ہوتی جا رہی تھیں۔

☆ ☆ ☆

''وقت کی زنجیر میں الجھا ہوا لمحہ۔۔۔'' اُس نے پینٹنگ کا عنوان پڑھا اور ٹھٹھک کر رک گیا۔

''سورج پر دستک دیتا ہوا مخروطی ہاتھ۔۔۔'' اس تصویر نے تو گویا اس کی قوت گویائی سلب کر لی۔

''خزاں رت کی پہلی کونپل۔۔۔'' وہ مبہوت سا ہو گیا۔ اُس کی ستائشی نظریں اگلے کئی لمحوں تک اس پینٹنگ پر جمی رہیں۔

''آپ کے تخیل کی دنیا بہت وسیع ہے، بہت اچھوتے خیالات کو آپ نے کینوس پر منتقل کیا ہے۔۔۔'' سیاہ پینٹ پر کاسنی شرٹ پہنے اور بازوؤں کو کہنی تک فولڈ کیے وہ تازہ تازہ کی گئی شیو میں انتہائی خوبرو اور وجیہہ لگ رہا تھا۔ وہ نمائش کے پہلے دن، شام چار بجے کے قریب پہنچا اتنے عرصے میں عائشہ کو یقین ہو گیا تھا کہ وہ اب نہیں آئے گا۔ اُس وقت وہ یونیورسٹی کے طلباء و طالبات میں گھری ہوئی تھی۔

''آپ کب آئے۔۔۔؟؟؟؟'' ایک فطری سی خوشی کے بڑے بے ساختہ رنگ اس کے چہرے پر چھلکے۔ آج تو پنک کلر کی لمبی قمیض اور سفید چوڑی دار پاجامے کے ساتھ وہ اپنے کندھوں تک آتے بال کھولے عام دنوں سے ہٹ کر بڑی دلکش لگ رہی تھی۔

''میں اُس وقت آیا تھا جب آپ عوام الناس کو آٹوگراف دینے میں مگن تھیں۔۔۔'' اُس کے لہجے سے زیادہ آنکھوں میں شرارت رقصاں تھی۔ وہ اس کی بات پر جھینپ کر ہنس پڑی۔

''اوہ مائی گاڈ، بہت سحر انگیز ہے یہ تصویر'' وہ ایک پینٹنگ کے سامنے پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے اُس کی طرف مڑا۔ اُس کی آنکھوں میں موجود ستائش پر وہ مسکرائی۔

''سمندر کے پانیوں پر رقص کرتی ہوئی لڑکی اتنی خوبصورت لگ رہی تھی کہ اُس شخص کی نظریں کسی مقناطیس کی طرح اس تصویر پر جم گئیں تھیں۔ عائشہ نے اس پینٹنگ کو ''محبت'' کا عنوان دیا گیا تھا۔

''محبت میں وصل کا خمار جب دل کو اپنے حصار میں لے لیتا ہے تو زندگی ایسے ہی رقص کرتے ہوئے محسوس ہوتی ہے۔ انسان اپنے بازوؤں میں خوشبوؤں کو اوڑھ لیتا ہے۔ اُسے ہواؤں کی سرگوشیاں، چٹکتی کلیوں کی صدا اور درختوں کی برہنہ شاخوں پر کونپلوں کی شرارتیں تک سمجھ آنے لگتی ہیں۔'' اُس کے الفاظ میں بہتے پانیوں کی سی روانی پر اب حیران ہونے کی باری عائشہ کی تھی وہ چونک کر اُس شخص کو دیکھ رہی تھی جس کے نقوش میں کسی دیوتا کی سی تمکنت اور بے نیازی تھی۔

''آپ کے نزدیک محبت کیا ہے عائشہ۔۔۔؟؟؟؟'' اُس کی گہری نگاہ نے عائشہ کے دل کی دنیا اتھل پتھل کر دی تھی۔ وہ ہال کے ایک ستون سے ٹیک لگائے بازوؤں کو سینے پر لپیٹے بڑی فرصت سے اس طرح اُس سے مخاطب تھا جیسے دونوں میں صدیوں کی شناسائی ہو۔

''میں کوئی مصنفہ نہیں، ایک عام سی اور معمولی سی مصورہ ہوں۔ مجھے اپنے جذبات کا اظہار رنگوں کی صورت میں کرنا آتا ہے۔ میں لفظوں کے معاملے میں تہی دست ہوں۔'' اُس نے بے بسی سے کندھے اچکائے تو وہ بڑے دھیمے سروں میں ہنسا۔

''محبت کسی خزاں رسیدہ شاخ پر پھوٹنے والا پہلا شگوفہ ہے۔ کسی کی آنکھ میں خوشی کا احساس منجمند کرنے والا جذبہ ہے۔ کسی معصوم بچے کی پہلی قلقاری ہے اور تتلی کے پروں کی آہٹ ہے'' ماہم منصور بہت خاموشی سے اس منظر کا حصّہ بنی تھی۔ وہ دونوں چونکے۔

لیمن کلر کے سوٹ میں وہ موسم بہار کا کوئی اولین پھول محسوس ہو رہی تھی۔ اُس شخص نے سوالیہ نظروں سے اُس لڑکی کو دیکھا جس کی آنکھوں میں ایک مسحور کن سی چمک تھی۔ جب کہ وہ ان کی بات کا جواب دے کر اپنے ہاتھ میں پکڑا ایکے عائشہ کے ہاتھوں میں منتقل کرتے ہوئے بولی۔

''میں ماہم منصور ہوں، عائشہ رحیم کی بہترین دوست۔۔۔'' وہ اپنے سامنے کھڑے شخص کی شخصیت میں چھپی تمکنت سے بُری طرح مرعوب ہو چکی تھی۔ ''آپ کی تعریف؟'' ماہم نے انتہائی اشتیاق بھرے لہجے میں دریافت کیا تھا۔

''مجھے علی کہتے ہیں۔۔۔'' وہ بے نیازی سے اب اپنے سامنے دیوار پر آویزاں پینٹنگ کی طرف متوجہ تھا۔ اس نے ماہم پر صرف ایک سرسری سی نگاہ ڈالی اور اپنے سابقہ مشغلے میں مصروف ہو گیا۔

''مائی گاڈ۔۔۔!!!!'' وہ اس تصویر کے آگے بھی جم کر کھڑا ہو گیا۔

''کون ہے یہ۔۔۔؟؟؟ ماہم نے آنکھ کے اشارے سے عائشہ سے دریافت کیا۔

''اپالو کا مجسمہ۔۔۔'' ماہم نے اُس کے کان میں سرگوشی کی تو وہ ٹھٹک گئی اور سخت حیرت اور بے یقینی سے اُسے دیکھنے لگی۔

''عائشہ۔۔۔ یہ تو حقیقت میں آپ کا ماسٹر پیس ہے۔۔۔'' وہ مڑا اور اپنے سے چند قدم کے فاصلے پر کھڑی عائشہ کو دیکھا جو اُس کی بات پر سادگی سے مسکرائی جب کہ ماہم جو ٹکٹکی باندھے اُسے دیکھنے میں مگن تھی۔ اُس کے اس طرح اچانک پلٹنے پر ہڑبڑا کر اس تصویر کی طرف متوجہ ہو گئی۔

''صنم کدے میں دیوتا کے چرنوں میں بیٹھی ہوئی داسی کی آنکھوں میں اتنی وحشت ہے کہ مجھے لگتا تھا کہ کسی بھی لمحے یہ مورت بول پڑے گی۔'' وہ پُرشوق نظروں سے اُس پینٹنگ کا بغور جائزہ لے رہا تھا۔

''وحشت، خوف، ڈر، اضطراب، نفرت، محبت بلکہ دنیا کا ہر جذبہ لفظوں کا محتاج نہیں ہوتا۔ وہ قوت گویائی نہیں رکھتا لیکن اس کی زبان پھر بھی سمجھ میں آتی ہے'' عائشہ نے بھی گفتگو میں حصہ لیا۔

''ویٹس مائی پوائنٹ۔۔۔۔!!!!!! وہ پُرجوش ہوا۔

''آپ کی بات سے میں سو فیصد متفق ہوں لیکن اس کے باوجود محبت واحد ایسا جذبہ ہے جب بولتا ہے تو پوری کائنات رقص کرنے لگتی ہے۔ سماعتیں اس کے ذائقے کو چکھنا چاہتی ہیں۔ دل کی بنجر زمین پر جب لفظوں کے پھول کھلتے ہیں تو ہر چیز بہار کا پیراہن اوڑھ لیتی ہے۔ آنکھ کی بستی میں جب محبتوں کے موسم اترتے ہیں تو زندگی سرخ گلابوں سے سجی سیج محسوس ہوتی ہے۔'' اُس کا لہجہ دل کو چھوتا ہوا جب کہ لفظوں کا انتخاب اس قدر عمدہ تھا کہ وہ دونوں ہی چونک گئیں۔

''آپ کیا کوئی شاعر ہیں یا ادیب۔۔۔؟؟؟؟'' ماہم کا دل چاہا کہ وہ اس ساحر سے مخاطب ہو اس لیے وہ خود کو بولنے سے نہیں روک پائی۔

''کیا مطلب۔۔۔؟؟؟؟'' وہ حد درجہ سنجیدہ ہوا۔

''اصل میں آپ لفظوں کا استعمال اس قدر خوبصورتی اور مہارت سے کر رہے ہیں کہ مجھے لگتا ہے کہ آپ کا تعلق ادبی مکتبہ فکر سے ہے۔۔۔'' ماہم کو اپنا سارا اعتماد اس شخص کے سامنے بھک کر کے فضا میں تحلیل ہوتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ وہ زندگی میں پہلی دفعہ اس واردات سے گذری تھی اس لیے ہلکی سی جھنجھلاہٹ کا شکار ہوئی۔

''دیکھیں محترمہ، خوبصورت لفظوں پر صرف ادبی لوگوں کی اجارہ داری نہیں ہوتی اور ضروری نہیں کہ جن لوگوں کا تعلق ادب سے نہ ہو تو وہ سارے کے سارے ''بے ادب'' لوگوں کی کیٹگری میں آتے ہوں۔'' اُس کے دوٹوک سپاٹ سے انداز پر ماہم کا چہرہ سرخ ہوا۔

جب کہ وہ اب اگلی تصویر کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ ماہم کو اپنی ذات کی تحقیر سی محسوس ہوئی۔ وہ دل ہی دل میں اُس لمحے کو کوس رہی تھی جب اُس نے اس مغرور شخص کو مخاطب کرنے کی غلطی کی۔ جو دوبارا سے بڑی بے نیازی کے عالم میں پینٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالے بڑی فرصت سے اُس کام میں مشغول ہو گیا تھا جس کے لیے وہ گھر سے آیا تھا۔

''ہم اس کے ملازم نہیں ہیں جو یہاں اسے پروٹوکول دینے کو کھڑے رہیں۔'' ماہم نے سخت ناگواری سے عائشہ کو دھیمے لہجے میں کہا تو وہ گڑ بڑا سی گئی۔

''ایکسکیوزمی۔۔۔ ہمیں کچھ اور لوگوں سے ملنا ہے، امید ہے آپ مائنڈ نہیں کریں گے۔۔۔'' عائشہ نے بڑے محتاط سے انداز سے اُسے مخاطب کیا تو وہ فوراً مڑا۔

''اوہ۔۔۔ شیور، وائے ناٹ۔۔۔'' اُس کی آنکھوں میں بڑا نرم سا تاثر تھا۔

''یہ شخص دیکھنے میں جتنا ہینڈسم اور ڈیشنگ ہے۔ اس سے زیادہ روڈ اور بدتمیز ہے، کوئی ضرورت نہیں اس کو منہ لگانے کی۔۔۔'' ماہم تھوڑا سا فاصلے پر جاتے ہی پھٹ پڑی۔ ''اس کو تو خواتین سے بات کرنے کی بھی تمیز نہیں۔۔۔'' ماہم کے رخسار غصّے کی زیادتی سے تپ کر اسٹابری کی طرح سرخ ہو گئے تھے۔

''نو مائی ڈیئر، ایسا نہیں ہے۔ تم خوامخواہ حساس ہو رہی ہو۔ وہ ایسا نہیں ہے۔۔'' عائشہ نے تحمل بھرے انداز سے اُسے سمجھانے کی کوشش کی۔

''تمہیں بڑی لوگوں کی پہچان ہے۔۔۔'' ماہم نے اس کی بات پر سر جھٹکتے ہوئے بیزاری سے کہا۔ ''پتا نہیں خود کو کیا سمجھتا ہے، ذرا سی شکل اچھی ہے لیکن اخلاقیات نام کی کوئی چیز اُسے چھو کر بھی نہیں گذری'' ماہم کو بے تحاشا غصہ آ رہا تھا۔ اُسے پہلی دفعہ کسی نے اس طرح نظر انداز کیا تھا۔

''بی ریلکس ماہم۔۔۔'' عائشہ نے اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اپنائیت بھرے انداز سے کہا اور پھر صرف اس کا موڈ تبدیل کرنے کے لیے بات کا رخ بدلا۔ ''تم نے رامس کو نہیں انوائیٹ کیا تھا اس ایگزیبیشن میں۔۔۔؟؟؟''

''میں نے انوائیٹ کیا تھا۔ وہ آج کچھ بزی ہے اس لیے کل آئے گا۔۔۔'' اُس نے بمشکل اپنے تنے ہوئے اعصاب پر قابو پایا۔ ''ایک

بات تو بتاؤ۔۔۔ عائشہ۔۔۔؟؟؟؟'' اُس کا انداز اتنا عجیب نہیں تھا جتنا آنکھوں میں موجود تاثر اُسے عجیب سا بنا رہا تھا۔

''ہاں پوچھو۔۔۔؟؟؟؟'' عائشہ نے اس کی پیشانی پر موجود ان گنت شکنوں کی تعداد کو گنا۔

''کیا یہ شخص رامس سے زیادہ ہینڈسم ہے۔۔۔؟؟؟؟؟'' وہ ماہم کے اس بے تکے سوال پر ہکا بکا رہ گئی۔ اُسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ ماہم کی سوئی اُس شخص پر آ کر کیوں اٹک سی گئی ہے۔ اُس کے چہرے پر سوچ کا تاثر خاصا نمایاں تھا۔

''ماہم اس کا رامس سے بھلا کیا مقابلہ۔۔۔؟؟؟؟'' اُس نے خود کو سنبھالتے ہوئے ماہم کو دیکھا جو بڑے عجیب سے انداز سے اپنے سے کچھ فاصلے پر موجود اُس شخص کی پشت پر نظریں ٹکائے کھڑی تھی۔ اُس کے لبوں پر پھیلتی پراسرار سی مسکراہٹ جوں جوں گہری ہو رہی تھی عائشہ کو ویسے ویسے اپنا دل کسی گہری کھائی میں ڈوبتا ہوا محسوس ہوا۔

☆ ☆ ☆

وہ سخت بے یقینی، تعجب اور حیرت سے سامنے اسٹیج کی طرف دیکھ رہی تھی، جہاں سے کوئی صور ہی تو اُس کی سماعتوں میں انڈیلا گیا تھا۔ اُس کے چہرے پر کرب کا ایک جہان آباد تھا۔ الجھن، حیرت، دکھ اور نہ جانے کیا کیا کچھ اُس کی آنکھوں سے کسی آبشار کی طرح بہہ رہا تھا۔

''میں نے کہا تھا ناں کہ زندگی انسانوں کو ہمیشہ ہر چیز بہترین نہیں دیتی۔ بعض دفعہ کوئی دکھ، تکلیف یا رنج کسی اندھے اسپیڈ بریکر کی طرح اچانک ہی سامنے آ جاتا ہے۔ انسان کو زیادہ نہ سہی ایک جھٹکا تو ضرور ہی لگتا ہے'' وہ ہی جسم کو چھیدتی ہوئی نگاہیں اُس کے چہرے پر ٹھہریں تو سکینہ کے اعصاب تن سے گئے۔ اُسے اپنے حلق میں نمک کا کھارا سا ذائقہ محسوس ہوا۔

''وہ آنسو جن کو آنکھوں کے ذریعے باہر نکلنے کا راستہ نہ ملے وہ دل میں کتنی آگ لگاتے ہیں۔۔۔'' اس کرب کا اندازہ اُسے پہلی دفعہ ہوا اور وہ زیادہ دیر تک اس کرب کو برداشت نہیں کر پائی۔ سر جھکائے بے آواز آنسو بہاتے ہوئے وہ کچھ دیر تک کرسی کے ہتھے پر ہاتھ پھیرتی رہی۔

اُسے نہ جانے کیوں یقین نہیں آ رہا تھا کہ پہلی تین پوزیشنز میں اُس کا نام شامل نہیں۔ ہاں حوصلہ افزائی کے انعام کے لیے اُس کا نام پکارا جا رہا تھا۔ اُس نے اپنی آنکھوں کو زبردستی بند کر لیا تھا۔ اُس کے جسم کی لرزش سے اُس کی ابتر ذہنی کیفیت کی عکاسی ہو رہی تھی۔

''سکینہ اسٹیج پر تمہارا نام پکارا جا رہا ہے۔۔۔'' سسٹر ماریہ نے عجلت میں اُس کا کندھا ہلایا۔

''مجھے نہیں جانا اسٹیج پر۔۔۔'' اُس کے دوٹوک قطعی انداز میں آنسوؤں کی آمیزش تھی۔ سسٹر ماریہ نے بوکھلا کر اُس کا آنسوؤں کی بارش سے بھیگا چہرہ دیکھا۔ وہ ان آنسوؤں کے پیچھے چھپے محرک کو سمجھنے سے قاصر تھی۔ اُس نے سوالیہ نظروں سے اُسے دیکھا اور تعجب سے پوچھا۔ ''کیوں نہیں جانا۔۔۔؟؟؟؟''

''اپنے پاس رکھیں حوصلہ افزائی کا انعام، مجھے نہیں لینا۔۔۔'' اُس کے بھیگے لہجے میں عجیب سی بچگانہ ضد تھی۔ سسٹر ماریہ حیران ہوئی۔ اسٹیج پر دوسری دفعہ اُس کا نام پکارا جا رہا تھا۔ سسٹر ماریہ بوکھلا کر خود ہی اُس کا پرائز لینے اسٹیج کی طرف چلی گئیں۔ جب کہ سکینہ کو ایسا لگ رہا تھا کہ اُس کے بدن سے ساری توانائی نچڑ کر رہ گئی ہو۔ مقابلے کے نتائج سے اُسے یوں گمان ہو رہا تھا جیسے کسی نے ایفل ٹاور سے دھکا دے دیا ہو۔ وہ یہ تسلیم کرنے کو تیار ہی نہیں تھی کہ پہلی تین پوزیشنز میں اُس کا نام شامل نہیں۔

''دل چھوٹا نہیں کرتے پتر۔۔۔'' جمیلہ مائی نے اس کے چہرے پر پھیلا کرب دیکھا تو بے اختیار ہی اس کا سر سہلایا۔ جب کہ ان کی تسلی پر سکینہ کے بہتے آنسوؤں کی روانی میں یک لخت

اضافہ ہوا تھا۔

''فراڈ کیا ہے ان لوگوں نے میرے ساتھ۔۔۔'' اُس نے بیدردری سے اپنے بازوؤں کی پشت سے آنکھوں کو صاف کیا۔

''اوں، ہوں۔۔۔!!!!!'' جمیلہ مائی نے تاسف بھرے انداز سے اپنی لاڈلی کو دیکھا جو کسی صورت سنبھلنے کو تیار نہیں تھی۔ انہوں نے دانستہ اُسے کچھ کہنے سے احتراز بخشا۔

''بھائی، ماما نے مجھے فون کر کے بلایا ہے کہ آپ کو گھر لے چلوں۔'' سکینہ کی سماعتوں سے ایک آواز ٹکرائی تو اُس نے گردن موڑ کر اپنے سے تھوڑے فاصلے پر کھڑی ایک مہربان سی لڑکی کو دیکھا جو اُسی شخص کو جھک کر کہہ رہی تھی۔ جس کی نظریں سکینہ پر جمی ہوئیں تھیں۔

''ماما کہہ رہی ہیں کہ اُن کو دیر ہو جائے گی۔ پھر چلیں گھر۔۔۔؟؟؟؟'' سکینہ اپنی آنکھوں کو دوپٹے کے ساتھ رگڑ رگڑ کر خشک کرنے لگی۔ وہ اپنی وہیل چیئر کو بڑی تمکنت کے ساتھ چلاتا ہوا اُس کے پاس آن رکھا۔ سکینہ کے دل کی دھڑکنیں کسی ٹرین کی طرح بھاگنے لگیں۔

''سنیں۔۔۔!!!'' اُس کے لہجے میں تبدیلی کا عمل بڑی تیزی سے وقوع پذیر ہوا تھا۔ سکینہ نے جھٹکے سے سر اٹھا کر اُسے دیکھا۔

''قسمت کتنی بھی ظالم سہی لیکن اس کے سینے میں بھی دل دھڑکتا ہے۔ اُسے پتا ہوتا ہے کہ جب دل پر چوٹ لگتی ہے تو ہر رگ میں ایک محشر برپا ہو جاتا ہے۔ قسمت اگر کسی کے پیروں کے نیچے سے زمین کھینچتی ہے تو وقت آنے پر اُس شخص کے مانگتے ہاتھوں پر کلیاں بھی رکھتی ہے۔ اُس کے سر پر ایک مہربان سی ردا بھی تان دیتی ہے۔'' وہ مسکراتے ہوئے سکینہ، جمیلہ مائی اور اپنی بہن کے سخت حیرت زدہ چہروں سے محظوظ ہو رہا تھا۔

''انشاءاللہ زندگی تم پر بھی مہربان ہو گی اور وہ وقت ضرور آئے گا'' اُس نے لاپرواہی سے اسٹیج کی طرف دیکھا جہاں تقریب کے ختم ہونے کا اعلان ہو رہا تھا۔

''میرے ساتھ ہمیشہ ایسا ہی ہوتا ہے۔۔۔'' سکینہ کے حلق سے الفاظ ٹوٹ ٹوٹ کر نکلے۔

''جس دن اپنے دل سے توقع کا پودا اکھاڑ کر پھینک دو گی، یقین مانو، کوئی چیز دکھ نہیں دے گی۔ جسمانی معذوری تو ایک دکھ ہے ہی سہی لیکن ہر لمحہ ٹھوکروں پر رہنے والا دل معذور ہو جائے تو زندگی میں اس سے بڑا کرب کچھ نہیں ہوتا۔''؟؟؟ اُس نے چونک کر سکینہ کو دیکھا جس کی آنکھوں میں شکوؤں کا ایک جہاں آباد تھا۔ کانپتی ہوئی انگلیوں کو ایک دوسرے میں پیوست کیے وہ سر جھکائے اب بالکل خاموش تھی۔

''آپ کی آواز ماشاءاللہ بہت اچھی ہے۔۔۔'' وہ مہربان سی مسکراہٹ والی لڑکی بھی اُس کے پاس آن رکی۔ ''میری ماما تو سخت متاثر ہوئیں ہیں آپ سے۔'' وہ دوستانہ انداز سے اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہہ رہی تھی۔ ایک جبری مسکراہٹ نے سکینہ کے چہرے کا احاطہ کیا۔

''وش یو بیسٹ آف لک۔۔۔'' وہ اُسے کھلے دل سے سراہ رہی تھی۔ جب کہ سکینہ اور جمیلہ مائی اب سخت حیرت اور بے یقینی سے ان دو بہن بھائیوں کو ایسے دیکھ رہے تھے جیسے وہ کسی اور ہی سیارے کی مخلوق ہوں۔

''اُف میرے خدا۔۔۔!!!!''

ثنا ئیلہ نے ہاتھ میں پکڑا کاغذ گول مول کر کے ڈسٹ بن کی طرف اچھالا تھا۔ایک تو صبح سے فضا میں تپش کا احساس کافی زیادہ تھا۔اب شام کچھ بہتر محسوس ہوئی تو اُس نے پہلے صحن میں پانی کا چھڑکاؤ کیا اور پھر پیڈسٹل فین باہر نکال کر چار پائیاں بچھائیں۔انار کے درخت کے پاس چار پائی پر بالکل خاموش امّی جان کسی گہری سوچ میں تھیں۔ان کی نظریں برآمدے میں رکھے سوئی گیس کے چولہے پر جمی ہوئیں تھیں جسے دوپہر میں گرمی زیادہ ہونے کی وجہ سے ثنا ئیلہ اکثر برآمدے میں نکال لیتی تھی۔اس وقت آلو گوشت کا سالن بنا کر اُس آٹا گوندھ کر رکھا ہوا تھا جب کہ وہ خود اپنی کہانیوں والی فائل نکال کر لے آئی تھی۔

''یار تمہاری اس مہینے چھپنے والی کہانی نے زیادہ مزا نہیں دیا۔۔۔'' ساتھ والی دیوار سے نابیہ کا چہرہ برآمد ہوا۔اُس نے ہاتھ میں پکڑا ڈائجسٹ دیوار پر رکھا اور سوچوں میں گم ثنا ئیلہ کو مخاطب کیا۔درمیانی دیوار زیادہ بلند نہیں تھی اس لیے چار پائی پر کھڑے ہو کر آرام سے بات ہو جاتی تھی اس چیز کا فائدہ وہ دونوں بچپن سے اٹھاتی آ رہی تھیں۔

''کیا ہوا۔۔۔؟؟؟؟'' ثنا ئیلہ نے چونک کر دیوار پر لٹکی نابیہ کو دیکھا۔جس نے آج صبح سے کوئی چکر نہیں لگایا تھا۔

''یار لطف نہیں آیا،لگ ہی نہیں رہا تھا کہ یہ کہانی تم نے لکھی ہے۔عجیب سی اور بے ربط سی۔۔۔'' نابیہ کا شمار بڑے سفاک اور جنونی قسم کے ناقدین میں ہوتا تھا۔جو پسند آ جانے والی چیز پر تخلیق نگار کو منٹوں میں آسمان پر پہنچا دیتے اور پسند نہ آنے کی صورت میں بخیے ادھیڑ کر رکھ دیتے۔

''بھئی تم قارئین بہت ظالم لوگ ہوتے ہو۔کسی بھی لکھاری کو تھوڑا بہت بھی مارجن دینے کو تیار نہیں ہوتے اور ہمیشہ ہی یہ چاہتے ہو کہ تخلیق نگار اپنے دماغ کی ساری صلاحیتیں تم لوگوں کے لیے وقف کر دے۔بھئی ہم بھی انسان ہیں۔اچھے بُرے حالات کی زد میں آتے ہیں تو قلم کی روانی متاثر ہو سکتی ہے۔۔۔'' ثنا ئیلہ نے برآمدے کی دھوئیں سے جھلسی ہوئی دیوار کو غور سے دیکھتے ہوئے تلخی سے کہا تو وہ اُس کے منہ بنانے پر ہنس پڑی۔

''ہم قارئین کے اپنے مسائل ہیں۔ہم تخلیق نگاروں کو اپنے دل کی مسند پر بیٹھاتے ہیں اُن کے لکھے لفظوں کو سراہتے ہیں۔یہ ہماری ان سے معصوم سی محبت ہی ہے کہ ہم ان کے کرداروں کے ساتھ ہنستے اور روتے ہیں۔ہمارا المیہ ہے کہ ہم جان بوجھ کر یہ سمجھنا نہیں چاہتے کہ ان لوگوں کا شمار بھی عام لوگوں میں ہو سکتا ہے۔اس لیے کوئی بھی ہلکی سی خامی ،جو چاہے ان کی تحریروں میں ہو یا ان کی ذات میں ہمیں بُری طرح کھٹکتی ہے۔۔'' نابیہ قارئین کا مقدمہ ہمیشہ دلائل کے ساتھ لڑتی تھی اور اکثر کامیاب بھی ٹھہرتی تھی۔

''کیوں ہم رائٹرز کیا انسان نہیں ہوتے۔۔۔۔؟؟؟؟'' ثنا ئیلہ نے صحن میں بے تکلفی سے گھومتی کشو بیگم کو دیکھا اور اپنی فائل سے ایک اور صفحہ تڑوڑ مروڑ کر پھینکا۔

''جناب عالیہ ہم نے کب کہا کہ آپ انسان نہیں۔۔۔'' نابیہ ہنسی ''بس ہم نے آپ لوگوں کو انسانوں کی ذرا اعلیٰ قسم کی کیٹگری میں رکھا ہوا ہے۔۔۔''

''بھئی معاف کرو ہمیں۔۔۔'' ثنا ئیلہ نے سنجیدگی سے ہاتھ جوڑے۔ ''یہ اعلیٰ قسم کا درجہ اکثر ہی اعلیٰ قسم کی قربانیاں مانگتا ہے۔ہم عام

انسانوں میں ہی خوش ہیں۔'' اُس کے لہجے میں بلا کی سنجیدگی تھی۔

''خیر ہے یہ زبان کیوں انگاروں پر رکھی ہوئی ہے۔۔۔؟؟؟؟'' وہ بڑی مہارت سے دیوار پھلانگ کر ان کے صحن میں آ چکی تھی اور بے تکلفی سے دیگچی کا ڈھکن اٹھا کر دیکھ رہی تھی۔

''واہ آلو گوشت۔۔۔'' اُس نے چٹخارہ بھرا۔

''ہماری طرف تو آج ٹینڈوں نے سخت موڈ آف کر رکھا ہے۔۔۔'' وہ رکابی میں سالن ڈال کر ہاٹ پاٹ سے دوپہر کی بچی روٹی نکال کر بے تکلفی سے شروع ہو چکی تھی۔

''کچھ نہیں یار، ایسے ہی عجیب سی بے زاری چھائی ہوئی ہے طبعیت پر۔۔۔'' وہ فائل بند کر کے سستی سے کھڑی ہوئی۔

''خالہ کی طبعیت ٹھیک ہے ناں۔۔۔؟؟؟'' اُس نے بالکل خاموش لیٹیں اُس کی والدہ کو فکرمندی سے دیکھا جو شاید سو چکیں تھیں۔

''ہاں ٹھیک ہیں، دوائی کھا کر لیٹیں ہیں اس لیے غنودگی سی طاری ہے۔۔۔'' ثنائیلہ نے صحن میں گھومتی کٹو بیگم اور اس کی آل اولاد کو ان کے ڈربے کی طرف دھکیلا۔

''جب سے شہیر باہر گیا ہے خالہ کو تو چپ ہی لگ گئی ہے۔ پہلے تو ذرا محلے میں گھوم پھر آتیں تھیں۔ اب تو انہوں نے باہر نکلنا ہی چھوڑ دیا ہے۔۔۔'' نابیہ نے کولر سے اسٹیل کے گلاس میں پانی انڈیلا۔

''بس یار امّی کے اپنے دکھ ہیں۔۔۔'' وہ استہزائیہ انداز میں ہنسی۔ ''اُن کی زندگی میں صرف تین مرد آئے اور تینوں نے ہی بڑی بے وفا اور بے مروت قسم کی طبعیت پائی تھی۔ انہی تینوں کا دکھ انہیں گھن کی صورت کھاتا جا رہا ہے۔۔۔''

''میں سمجھی نہیں۔۔۔'' انابیہ نے پودوں کی کیاری میں گلاس کا بچا ہوا پانی پھینکتے ہوئے ثنائیلہ کو دیکھا جس نے آج اپنے چہرے پر ایک تلخ مسکراہٹ چسپاں کر رکھی تھی۔

''بھئی ایک اُن کے شوہر صاحب تھے جو بھری جوانی میں ان کا ساتھ چھوڑ کر ابدی نیند سو گئے۔۔۔'' وہ رنجیدہ ہوئی۔

''دوسرے اُن کے اکلوتے بھائی صاحب جو سات سمندر پار گئے تو دوبارہ مڑ کر نہیں دیکھا۔ اُس کے بعد اکلوتا بیٹا تھا جو بے مروتی اور خودغرضی میں سب سے آگے نکل گیا۔ یہ ہے مختصر داستان۔۔۔'' وہ بجلی کے اچانک جانے پر ہاتھ کا پنکھا اٹھا کر اب امّی کو جھلنے لگی۔

''لیکن ان تینوں مردوں پر ان کی اکلوتی بیٹی بھاری ہے۔۔۔'' نابیہ اُس کے پاس آن بیٹھی۔ ''خالہ تو بہت خوش قسمت ہیں کہ ان کو تمہاری صورت میں، نیک، فرمانبردار اور حساس دل کی حامل بیٹی ملی۔'' نابیہ نے اپنی مخلص سی دوست کا سادہ سا چہرہ دیکھا۔ اُسے معلوم تھا کہ اُس کی اپنی ماں میں جان تھی۔

''ہمارا سب سے بڑا المیہ ہی یہی ہے کہ ہم ''موجود'' کی بجائے ''غیر موجود'' کے پیچھے بھاگتے ہیں۔ ہمارے پاس سچا موتی بھی ہو تو ہم اُس سیپ میں زیادہ کشش محسوس کرتے ہیں جو چاہے اندر سے کھوکھلی ہی کیوں نہ ہو۔۔۔'' اُس کے حلق میں کڑواہٹ سی گھلنے لگی تھی۔

''یار دفع کرو ان سب چیزوں کو، یہ دنیا کے دھندے تو ختم ہی نہیں ہوتے، یہ بتاؤ کہ صحن میں کاغذوں کا طوفان کیوں آیا ہوا ہے۔۔۔'' نابیہ نے بات تبدیل کرنے کے لیے یونہی پوچھا۔ اُسے اپنی دوست کے چہرے رنجیدگی اور تلخی کا کوئی بھی رنگ اچھا نہیں لگتا تھا۔

''کچھ نہیں یار، خود سے اور لفظوں سے لڑ رہی تھی۔۔۔'' وہ حیرت سے ثنائیلہ کا بے تاثر چہرہ دیکھنے لگی۔ ''مجھے تو پہلی دفعہ احساس ہوا کہ لفظ بھی اڑیل گھوڑے کی طرح ہوتے ہیں۔ جب کسی بات پر بدک جائیں تو لاکھ کوشش کریں قابو ہی نہیں آتے۔''

''کیا مطلب۔۔۔؟؟؟؟'' نابیہ نے اچھنبے سے اُسے دیکھا جس کے اعصاب تن سے گئے تھے۔

''بھئی سیدھا سا مطلب ہے کہ ذہن میں کہانیاں اُودھم مچا رہی ہیں۔ باہر نکلنے کو بے تاب ہیں، لیکن لفظ مجھ سے روٹھ گئے ہیں۔ خیالات کا ہجوم ہے اور الفاظ ندارد'' اُس نے مختصراً اپنا مسئلہ بتایا۔ نابیہ نے اس کی سکڑی ہوئی بھنوؤں کو دیکھا اور ہموار لہجے میں گویا ہوئی۔

''ہوں۔۔۔!!!! نابیہ نے پر سوچ انداز سے اُسے دیکھا۔ ''تم ٹینشن مت لو کبھی کبھی ایسا ہو جاتا ہے، ایسا کرو کہ تھوڑا سا بریک لے لو۔۔۔'' اُس نے خلوص دل سے مشورہ دیا اُسے اپنی یہ دوست بہت عزیز تھی۔ نابیہ کو اچانک ہی یاد آیا۔ ''تم ماہم منصور کے پاس سیشن کے لیے نہیں گئیں۔۔۔''

''یار گئی تھی ماہم منصور کے پاس، کافی کتھارسس ہوا۔ اُس بیچاری کا بس نہیں چل رہا تھا کہ مجھے فوراً اس ذہنی الجھن سے چھٹکارا دلا دے۔۔۔'' ثنائیلہ بمشکل مسکرائی۔

''پھر۔۔۔؟؟؟؟'' نابیہ نے استفسار کیا۔

''میرے ساتھ بس ایک ہی مسئلہ ہے جو اُس سائیکو جسٹ کو سمجھ نہیں آ رہا۔۔۔'' اس کی آنکھوں کی روشنی مدھم ہوئی اور اُس کی شکست خوردہ آواز پر نابیہ نے چونک کر اس کا تارے چہرہ دیکھا۔

''میں اصل میں خود سمجھنا ہی نہیں چاہتی، اور جب آپ خود سمجھنا نہ چاہیں تو چاہے ساری دنیا مل کر ہی کیوں نہ زور لگا لے، کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔۔۔'' اُس نے شدید بے بسی سے کہہ کر آنکھیں بند کر لیں۔ نابیہ اس کے چہرے پر تحریر دکھ کی تحریر بڑے آرام سے پڑھ سکتی تھی۔ صحن میں اتنا اندھیرا نہیں چھایا تھا جتنا اُسے ثنائیلہ کا وجود مایوسی کے اندھیرے میں ڈوبا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

☆ ☆ ☆

اُس نے آنسوؤں سے تر چہرہ اٹھایا اور اپنے بالکل سامنے بیٹھے ڈاکٹر خاور کو دیکھا۔ وہ ہچکیوں کے درمیان روتے ہوئے بمشکل بولی۔

''ڈاکٹر صاحب، میرے ساتھ ناانصافی ہوئی ہے۔ ان لوگوں نے نتیجے میں دھاندلی کی ہے۔۔۔'' دکھ، تکلیف اور بے خوابی کے عطا کردہ بوجھل پن نے سکینہ کو بُری طرح سے نڈھال کر رکھا تھا۔ وہ پچھلے دو دن سے نہ تو کچھ کھا رہی تھی اور نہ ہی سو پا رہی تھی۔ اس کی اس حالت نے سکینہ مائی کے ہاتھ پاؤں پھیلا دیے۔

''دیکھو سکینہ۔۔۔'' ڈاکٹر خاور اس کے بیڈ کے پاس کرسی رکھ کر بیٹھے۔ ''تم ابھی کم عمر اور ناتجربہ کار ہو۔ بہت سی چیزوں کو سمجھ نہیں پا

رہیں۔'' ڈاکٹر خاور نے تاسف سے اس خستہ حال لڑکی کو دیکھا وہ گذشتہ دودنوں سے لاہور گئے ہوئے تھے۔ واپسی پر آتے ہی جمیلہ مائی نے ان سے رابطہ کیا اور سکینہ کی حالت کا بتایا تو وہ فوراً چلے آئے۔

''بلاشبہ تم نے بہت خوبصورت آواز میں نعت پڑھی تھی لیکن مقابلے میں بہت سی اور چیزوں کو بھی دیکھا جاتا ہے، میں نے کاظمی سے کہہ کر رزلٹ منگوایا ہے۔ تمہاری نعت میں دو تلفظ کی غلطیاں تھیں اور ایک جگہ تمہارا سانس بھی ٹوٹا تھا۔۔۔'' اُن کی بات پر سکینہ کے آنسو اور بھی روانی سے اُس کے گالوں پر لڑھکنے لگے۔

''ایسا ہو جاتا ہے، تمہارا یہ پہلا تجربہ تھا، انشاء اللہ اگلی دفعہ تم اپنی ان خامیوں پر قابو پالو گی۔۔۔'' انہوں نے اُسے سمجھانے کی ایک دفعہ پھر کوشش کی۔

''میں اگلی دفعہ کسی مقابلے میں حصّہ ہی نہیں لوں گی۔۔۔'' وہ بے آواز سسکنے لگی۔

''کیسے حصّہ نہیں لیں گی۔۔۔؟؟؟؟ میرا پتا ہے ناں آپ کو۔۔۔؟؟؟؟'' ڈاکٹر خاور کے لہجے میں جتاتا ہوا مان تھا سکینہ نے بے یقینی سے ان کا چہرہ دیکھا جس پر اس قدر خلوص تھا کہ اُس نے کسی مجرم کی طرح سر جھکا لیا۔

''اتنی چھوٹی چھوٹی باتوں پر آپ ایسے دریا بہائیں گی تو زندگی کیسے گذاریں گی۔۔۔'' ؟؟؟ ڈاکٹر خاور کے اپنائیت سے لبریز انداز پر اس نے بازو کی پشت سے اپنی آنکھوں کو بیدردی سے صاف کیا تھا۔

''آپ مجھے ایک بات سچی سچی بتائیں۔۔۔'' وہ ہونٹ کچلتے ہوئے آنکھوں میں تنی دھند کی چادر کو ہٹانے کی کوشش میں ہلکان تھی۔

''میں مانتی ہوں کہ میرے نعت پڑھنے میں ہزار غلطیاں ہوں گی لیکن کیا اُس مقابلے میں کسی ایک کی بھی آواز میری آواز سے زیادہ اچھی تھی بھلا۔۔۔؟؟؟'' اُس کے بچگانہ انداز پر ڈاکٹر خاور بے ساختہ ہنس پڑے۔

''ہرگز نہیں، اس بات کا اعتراف تو کاظمی صاحب نے بھی کیا ہے ان کے بقول آپکو بس ایک اچھے استاد کی ضرورت ہے۔۔۔'' ڈاکٹر خاور کی بات پر سکینہ کا تھما ہوا دل پھر دھڑکنے لگا۔

''ہاں تبھی انہوں نے مجھے بہلانے کو حوصلہ افزائی کا انعام تھما دیا۔۔۔'' پُرحدت قطرے مسلسل اُس کے گالوں پر لڑھک رہے تھے۔

''ہوں بس کر سکینہ، کیا یہاں ہسپتال میں رو رو کر سیلاب بہائے گی۔۔۔'' جمیلہ مائی نے تنبیہی نظروں سے اُسے گھورا تو اُس نے خفگی سے کندھے جھٹکے۔ جب کہ ڈاکٹر خاور اُس کے منہ پھلانے پر زیرِ لب مسکراتے ہوئے شاپر سے ایک خوبصورت سوٹ نکال کر اُس کی جانب بڑھایا۔'' یہ ماما نے آپ کے لیے بھجوایا ہے، وہ لاہور سے لائیں ہیں۔۔۔''

''نن نہیں پتر۔۔۔'' جمیلہ مائی کو کرنٹ سا لگا۔

''بھلا اس کی کیا لوڑ ہے۔ سکینہ کو عادت نہیں اتنے مہنگے کپڑوں کی۔۔۔'' جمیلہ مائی نے سکینہ کی ستائشی نظروں سے بوکھلا کر فوراً انہیں منع کیا۔ سفید شاپر سے جھانکتا لال کا سوٹ اپنی قیمت خود بتا رہا تھا۔ جب کہ سکینہ، اماں کی اس بات پر صدمے سے گنگ رہ گئی۔

''بھئی یہ کیا بات ہوئی۔ ماما تو سکینہ کی آواز سے سخت متاثر ہیں اور انہوں نے بہت محبت سے اس کے لیے خرید کر تحفہ بھیجا ہے۔۔۔'' ڈاکٹر خاور کو ان کا دوٹوک انداز میں انکار پسند تو نہیں آیا تھا لیکن وہ پھر بھی اپنے مخصوص متحمل انداز سے گویا ہوئے۔ جب کہ سکینہ بھی اپنا گزشتہ غم بھلائے اُس تحفے پر ستائشی نظریں ٹکائے بیٹھی تھی۔

''آپ کی بات سولہ آنے درست ہے ڈاکٹر صاحب۔'' جمیلہ مائی سخت الجھن کا شکار تھیں۔ ''آپ کی والدہ نے اس نمانی کو یاد رکھا، ان کی اتنی ہی مہربانی بہت ہے، پتر بُرا نہیں ماننا، آپ یہ کپڑے اپنی بہن کو دے دینا۔۔۔'' جمیلہ مائی اس سوٹ کو لینے کو کسی صورت تیار نہیں تھیں جب کہ سکینہ کسی صورت چھوڑنے کو رضامند دکھائی نہیں دے رہی تھی۔

''بھئی پہلی بات تو یہ ہے کہ میری کوئی بہن نہیں۔'' وہ کھل کر مسکرائے۔ ''دوسری بات یہ ہے کہ اگر ہوتی بھی تو کم از کم سکینہ کی چیز میں اُسے بھی نہ دیتا۔۔۔'' وہ فیصلہ کن انداز میں کہتے ہوئے کھڑے ہوئے تو جمیلہ مائی بوکھلا گئی۔

''پتر سچ بتاؤں میرا دل نہیں مان رہا، لینے کو۔۔۔'' جمیلہ مائی کا سارا وجود کسی طوفان کی زد میں آئی کشتی کی طرح ڈول رہا تھا۔

''ٹھیک ہے، آپ اسے فی الحال یہیں رکھیں، پرسوں ماما نے یہاں چیک اپ کے لیے آنا ہے اور وہ سکینہ سے بھی ملنے آئیں گی تو آپ انہیں خود واپس کر دیجیے گا۔۔۔'' ڈاکٹر خاور نے انتہائی سلیقے سے انہیں کہا اور فوراً ہی کمرے سے نکل گئے۔

''ہائے اماں، کتنا نرم و ملائم جوڑا ہے، خوامخواہ واپس کر رہی ہے۔۔۔'' سکینہ نے ان کے کمرے سے نکلتے ہی فوراً بے تابی سے سوٹ کھول کر پھیلا لیا۔ آسمانی رنگ کے سوٹ پر گہرے رنگوں کی نفیس سی کڑھائی نے اس کی خوبصورتی کو چار چاند لگا دیے تھے۔ سکینہ کا دل اس میں اٹک کر رہ گیا تھا۔

''سکینہ زیادہ شوہدی بننے کی لوڑ نہیں، پتر پرائے ریشم سے اپنا کھدر اچھا ہوتا ہے۔ دفع مار، ہم نے نہیں رکھنا۔۔۔'' جمیلہ مائی نے دوٹوک انداز سے کہہ کر سوٹ دوبارہ شاپر میں ڈالا تو سکینہ کو جھٹکا سا لگا۔

''اماں نہ واپس کرناں۔۔۔'' اُس کے چہرے پر اتنی لجاجت تھی کہ ایک لمحے کو جمیلہ مائی کا اپنا دل بھی ڈگمگا سا گیا۔

''دیکھ پتر میری گل توں سمجھنے دی کوشش کر۔۔۔'' جمیلہ مائی نے محبت کی زبان میں سمجھانے کی کوشش کی۔ ''تحفے اپنے ہی جوڑ کے لوگوں سے لیتے ہیں۔ اپنے سے اونچے لوگوں سے دوستی نرا سیاپا ہی ہوتی ہے۔ بندا ہر ویلے ان کے ساتھ پورا اترنے کی کوشش میں وخت میں ہی پڑا رہتا ہے۔''

''لے اماں، میرا ابا بھی تو جب بھی پنڈ سے آتا ہے تو کوئی نہ کوئی پنڈ کی سوغات ان کے لیے لاتا ہے ناں۔۔۔'' سکینہ کے جتاتے ہوئے لہجے پر جمیلہ مائی کو افسوس ہوا۔

''نی سکینہ، تو کتنی تھوڑ دل (چھوٹے دل) ہے۔ تو نے اپنے دل میں کتنا بغض پال رکھا ہے۔ توبہ توبہ۔۔۔'' انہوں نے انتہائی رنج سے اپنے ماتھے کو چھوا۔

''اماں نہ کرناں ایسی باتیں۔۔۔'' سکینہ کو ساری گیم الٹ ہوتی ہوئی محسوس ہوئی تو اُس نے فوراً ہی پینترا بدلا۔

''تو نے مجھے بہت مایوس کیا ہے سکینہ۔۔۔'' جمیلہ مائی کا دکھ کم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔

''امّاں یہ ساری باتیں تیری ٹھیک سہی پر میں نے یہ سوٹ واپس نہیں کرنا۔۔۔'' سکینہ کے دوٹوک انداز پر جمیلہ مائی کا چہرہ ناگواریت کی آماجگاہ بن گیا۔

''کیوں۔۔۔'' امّاں نے ابرو چڑھا کر سختی سے اُسے دیکھا۔

''دیکھ ناں امّاں، اس سے ملتا جلتا سوٹ اُس دن ڈاکٹر ضوپا نے بھی پہن رکھا تھا۔ کتنا اچھا لگ رہا تھا ناں۔۔۔'' سکینہ کے مچلتے انداز پر جمیلہ مائی کو اپنا دل بیٹھتا ہوا محسوس ہوا۔

''امّاں میرا بھی دل کرتا ہے کہ ایسے قیمتی اور نفیس کپڑے پہنوں۔۔۔'' اُس کے لہجے میں چھلکتی حسرت پر جمیلہ مائی کے فیصلے میں بڑی مضبوط دڑار پڑی جبکہ سکینہ اب شاپر کھول کر سوٹ پر ہاتھ پھیر کر اس کی ملائمت کو محسوس کر رہی تھی۔ اُس کے چہرے پر اتنا اشتیاق تھا کہ جمیلہ مائی بالکل ہی ڈھے گئی۔

☆ ☆ ☆

''موحد نے انکل کی فیکٹری سنبھال لی اور تم نے مجھے بتانا بھی مناسب نہیں سمجھا۔۔۔'' ماہم نے اُس کے گھر بڑا کامیاب چھاپہ مارا۔

''لو یہ کون سا اتنی بڑی خبر تھی جو میں اعلان کرتی پھرتی۔۔۔'' اپنی نئی پینٹنگ پر کام کرتی عائشہ کھلکھلا کر ہنسی۔ اُس کی ہنسی کی آواز ماہم کے اعصاب پر چابک بن کر پڑی۔ اُس نے خفگی بھری نگاہ اُس پر ڈالی جو ایک خوبصورت پینٹنگ پر بڑی دلجمعی سے کام کر رہی تھی۔

''ویسے حد ہی ہوگئی ہے بے مروتی کی، مجھے تو مسز رندھاوا نے بتایا تو مجھے تم پر سخت افسوس ہوا کہ تم نے ذکر کرنا بھی مناسب نہیں سمجھا'' ماہم حقیقتاً خفا خفا سی تھی۔

''ماہم آپس کی بات ہے کہ آج سے پہلے تک تم دونوں کی آپس میں ہمیشہ ڈائریکٹ ڈیلنگ رہی ہے۔ میرا خیال تھا کہ موحد نے تمہیں بتایا ہوگا'' اُس نے حتی المقدور اپنے لہجے کو خوشگوار رکھنے کی سعی کی۔

''موحد بہت بدل گیا ہے یار۔۔۔'' ماہم حد درجہ بدگمان ہوئی۔

''اُس کی آنکھوں میں اب شناسائی کی کوئی رمق نہیں رہی۔۔۔'' وہ اب کشن سر کے نیچے رکھ کر ٹانگیں پھیلا چکی تھی۔

''بھئی میں کیا کہہ سکتی ہوں، یہ تم دونوں کا آپس کا معاملہ ہے۔۔۔'' عائشہ نے جواب میں محض مسکرا کر کندھے اچکائے تو وہ جل کر بولی۔ ''یہ اپنی جان چھڑانے کا بھی بہترین طریقہ ہے'' اُس کی بات کے جواب میں وہ ہنس کر خاموش رہی۔

''ویسے یہ اپنا بزنس کرنے کا آئیڈیا اُسے کس عقلمند نے دیا ہے۔۔۔'' ماہم کے لہجے میں طنز کی آمیزش عائشہ کو بالکل اچھی نہیں لگی۔

''بھئی ذہین تو وہ شروع ہی سے ہے اور ہر وہ کام جس میں کوئی چیلنج چھپا ہوا، اُسے کرنے میں زیادہ دلچسپی لیتا ہے۔'' عائشہ نے دانستہ خوشگوار لہجے میں جواب دیا۔ ''بس بابا کے جس فیکٹری میں سب سے زیادہ شیئرز تھے وہ انہوں نے موحد کے لیے ہی خرید لی، آج کل وہ مینجنگ ڈائریکٹر بن کر سارے معاملات دیکھ رہا ہے اور خود کو خاصا انرجیٹک بھی محسوس کر رہا ہے۔۔۔''

''چلو اُس نے یہ کام تو ویسے اچھا کیا، کم از کم اس کی قنوطیت تو ختم ہو گی۔۔۔'' عائشہ اُس کے پل میں تولہ پل میں ماشہ بدلتے مزاج پر حیران ہوئی۔

''ہاں ماشاء اللہ خاصی تبدیلی آئی ہے اُس میں۔۔۔'' عائشہ کے ہر انداز میں اپنے بھائی کے لیے محبت تھی۔ ''اب تو وہ امریکہ جا کر مصنوعی ٹانگیں لگوانے کے لیے بھی تیار ہو گیا ہے۔''

''رئیلی۔۔۔؟؟؟؟'' ماہم اس اطلاع پر فوراً اٹھ بیٹھی۔ ''یہ تو واقعی اس صدی کی حیران کن خبر ہے، اُس کو میں نے کتنا سمجھایا تھا لیکن تب اُسے یہ بات سمجھ ہی نہیں آ رہی تھی۔''

''بھئی ساری بات تو اپنی اپنی سمجھ کی ہوتی ہے اور چیزیں اُسی وقت سمجھ میں آتی ہیں جب انسان سمجھنا چاہتا ہے۔۔۔'' عائشہ نے ہنستے ہوئے کہا۔

''ہوں۔۔۔'' وہ سر ہلا کر گلاس وال سے نظر آنے والے پھولوں کو دیکھنے لگی۔ کاسنی اور ارغوانی سے رنگ کے پھول آنکھوں کو بہت خوشنما لگ رہے تھے۔ ماہم کی نظریں ان پر جب کہ دھیان کی ساری کھڑکیاں کہیں اور کھلی ہوئیں تھیں۔

''ماہم کچھ الجھی الجھی سی لگ رہی ہو، خیر ہے ناں۔۔۔'' ماہم کے چہرے پر کسی گہری سوچ کی پرچھائیاں عائشہ کو حیران کر رہی تھیں۔ اس لیے وہ خود کو پوچھنے سے روک نہیں پائی تھی۔

''کچھ نہیں یار، ویسے ہی طبیعت میں کچھ اکتاہٹ سی تھی اس لیے اٹھ کر ادھر آ گئی۔۔۔'' اُس نے اپنے لہجے کو حتی الامکان ہلکا پھلکا رکھنے کی کوشش کی تو عائشہ نے سوالیہ انداز سے دیکھا۔

''پاپا کسی کورس پر لندن گئے ہوئے ہیں، ماما بھی ان کے ساتھ چلی گئیں۔ جب کہ ثمن آپی نے کافی دنوں سے چکر ہی نہیں لگایا۔۔۔'' اُس نے تفصیلاً بتایا۔

''تم نے بتایا نہیں کہ شائیلہ زبیر دوبارا نہیں آئیں۔۔۔؟؟؟؟'' عائشہ بھی اپنا کام مکمل کر کے اُس کے پاس ہی فلور کشن پر آن بیٹھی تھی۔ اُسے اچانک ہی یاد آیا تھا۔

''ہاں آئیں تھیں۔۔۔'' اُس نے لمبا سا سانس لیا۔ ''دو تین سیشن کے بعد کافی بہتر ہیں لیکن عشق کا بخار اتنی آسانی سے تھوڑا اترتا ہے۔۔۔'' ماہم کے لہجے میں محسوس کی جانے والی بے دلی اور اکتاہٹ تھی اور یہ چیز عائشہ کو جی بھر کر حیران کر رہی تھی۔ اُسے علم تھا کہ ماہم میں لاکھ خامیاں ہوں لیکن وہ اپنے پروفیشن کے ساتھ بہت مخلص تھی۔

''ہاں یہ عشق تو واقعی ہی انسان کو بہت خوار کرتا ہے۔۔۔'' عائشہ نے کھڑکیوں کے پٹ کھولے تو تازہ ہوا کا جھونکا اندر کے ماحول کو ٹھنڈا کر گیا۔

''ظاہر ہے کہ جو چیز خوار نہ کرے تو وہ پھر عشق کیسے کہلائے گی۔۔۔'' وہ استہزائیہ انداز میں ہنسی اور کچھ توقف کے بعد گویا ہوئی۔ ''خیر دفعہ

کرو، تمہاری ایگزیبیشن تو بہت زبردست گئی ہے یار، میڈیا نے کافی کوریج دی تمہیں۔۔۔‘‘

’’بس اللہ نے بہت کرم کیا، ورنہ سچ پوچھو تو مجھے کوئی ایسی خاص توقع نہیں تھی۔۔‘‘ عائشہ کے انداز میں انکساری اور عاجزی کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔

’’خیر اب ایسی بھی کوئی بات نہیں، اچھا خاصا تمہارا کام تھا خوامخواہ خود کو انڈراسٹیمیٹ مت کیا کرو۔۔۔‘‘ عائشہ نے حیرت سے اُسے دیکھا جو بدستور کھڑکی سے باہر نظریں جمائے محوِ گفتگو تھی۔

’’کیا حال ہے تمہارے اُس اینگری ینگ مین کا۔۔۔؟؟؟؟‘‘ ماہم نے اچانک ہی مڑ کر اُسے پوچھا تو ایک سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں اُسے سمجھ آگیا تھا کہ وہ کس کے متعلق بات کر رہی ہے۔ ’’خدا کا خوف کیا کرو، ماہم وہ ’’میرا‘‘ کہاں سے ہوگیا۔۔۔‘‘ عائشہ کی پیشانی پر بل پڑ ئے۔

’’بھئی وہ مغرور بندا تمہاری تخلیقات کو اتنی عقیدت سے دیکھ رہا تھا کہ مجھے لگا کیوپڈ کا تیر چل گیا ہے۔‘‘ ماہم کا انداز کچھ کھوجتا ہوا تھا۔

’’مائی ڈیئر، میں ان کیوپڈ صاحب کے تیروں پر یقین نہیں رکھتی۔۔۔‘‘ عائشہ نے لاپرواہی سے کہہ کر سنگھار میز سے لوشن اٹھایا اور اپنے ہاتھوں پر ملنے لگی۔ ’’ویسے بھی وہ آرٹ سے محبت کرنے والا بندہ ہے۔ روز پتا نہیں کتنے آرٹسٹوں سے ملتا ہوگا۔‘‘

’’لیکن عائشہ رحیم نام کی آرٹسٹ کے کام کے پیچھے تو وہ دیوانہ ہو رہا تھا۔ دیکھا نہیں تھا پوری نمائش میں اُسے تمہارے علاوہ کچھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔‘‘ ماہم کی آواز خاصی دھیمی تھی عائشہ نے الجھ کر اُسے دیکھا۔ وہ نہ جانے کیا کہنا یا جتانا چاہ رہی تھی۔

’’خیر اب اتنی بھی لمبی لمبی نہ چھوڑو۔۔۔‘‘ عائشہ نے منہ بنایا۔ ’’اُس نے پیرس، لندن، اسپین اور پتا نہیں کہاں کہاں سے آرٹ کے شاہکار اکٹھے کر رکھے ہیں۔۔۔‘‘ عائشہ نے اپنی انگلیوں سے رنگ کے دھبے اتارتے ہوئے مزید وضاحت دی۔ ’’میری تو حوصلہ افزائی کے چکر میں وہاں آیا ہوا تھا۔‘‘ وہ نہ جانے کیوں ماہم کو خوامخواہ صفائی دے رہی تھی۔

’’لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر اُسے تمہاری ہی حوصلہ افزائی کرنے کی کیا ضرورت ہے۔۔۔‘‘ ماہم کی بات پر اُس نے الجھ کر اُسے دیکھا۔ ’’تم کہنا کیا چاہ رہی ہو۔۔۔؟؟؟‘‘

’’مجھے کیا کہنا ہے یار۔۔۔‘‘ وہ زہریلی سی ہنسی ہنس دی۔

’’کیوں اُس بیچارے غریب بندے کے پیچھے پڑ گئی ہو۔۔۔؟؟؟‘‘ عائشہ نے دانستہ اپنا انداز ہلکا پھلکا رکھا۔

’’وہ کہاں سے غریب لگا ہے تمہیں۔۔۔؟؟؟؟‘‘ ماہم نے طنزیہ انداز سے اُسے دیکھا اور مزید گویا ہوئی ’’محترمہ ہنڈا اکارڈ گاڑی میں موصوف آئے تھے، تمہیں پتا ہے کہ اُس کی کیا قیمت ہے۔۔۔؟؟؟‘‘

’’مجھے کیا پتا یار۔۔۔‘‘ اُس نے بیزاری سے کندھے اچکائے۔

’’اتنی مہنگی گاڑی اوپر سے موصوف نے اٹالین سوٹ، ایکو کے جوتے، اوکلے کے سن گلاسز اور ہاتھ میں راڈو کی گھڑی باندھ رکھی تھی اور تمہیں وہ غریب لگ رہا تھا۔‘‘ ماہم نے دل کھول کر اُس کا مذاق اڑایا۔

''تمہیں اچھی طرح پتا ہے کہ میں برینڈ کونشس کبھی بھی نہیں رہی، میری بلا سے اُس نے جو بھی پہنا ہو۔۔۔'' عائشہ نے بظاہر سادہ سے انداز میں کہا تھا لیکن دل ہی دل میں وہ ابھی تک ماہم کے بھرپور مشاہدے پر حیران ہوئی۔

''کل میں نے اُسے اسلام آباد گولف کلب میں دیکھا تھا۔'' وہ اُس کی بات پر چونکی۔ یہ انکشاف کر کے وہ خود گلاس وال کے پاس جا کھڑی ہوئی۔

''اچھا۔۔۔؟؟؟؟'' عائشہ لوشن کی بوتل کا ڈھکن بند کرنا بھول گئی۔ ''پھر۔۔۔؟؟؟؟''

''پھر کیا، انتہا کا بے مروت اور بدلحاظ قسم کا بندہ ہے۔ اُس کی آنکھوں میں شناسائی کی ہلکی سی بھی جھلک نہیں تھی۔۔۔'' ماہم کے لہجے میں کڑواہٹ گھلنے لگی۔

''نہ کرو یار۔۔۔'' عائشہ نے سر کو خفیف سی جنبش دیتے ہوئے کہا۔

''اُس نے تمہیں دیکھا نہیں ہوگا، ورنہ یہ کیسے ممکن ہے۔۔۔'' عائشہ نے ٹشو باکس سے ایک ٹشو نکالتے ہوئے اُسے تسلی دی جس کا چہرہ توہین کے احساس سے سرخ ہو رہا تھا۔

''خیر ایسے بھی کوئی حالات نہیں تھے۔ وہ میرے بالکل برابر میں ایک خوبصورت سی لڑکی کے ساتھ واک کر رہا تھا۔۔۔'' ماہم کی اطلاع پر اُس کا سانس اٹکا۔

''کس کے ساتھ۔۔۔؟؟؟؟'' وہ ایک دم سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ اُسے لگا کہ اُسے سننے میں غلطی ہوئی ہے۔

''ایک اچھی شکل وصورت کی نک چڑھی سی لڑکی تھی۔ جو تین میل چلنے کے بعد ہی تھک گئی تھی۔۔۔'' ماہم کے لہجے میں حسد کی جھلک اُس کے لیے بالکل نئی تھی۔

''تو کیا تم تین میل تک اُن کے پیچھے چلتی رہی ہو۔۔۔'' عائشہ کی حیرانگی پر وہ کھسیا سی گئی۔

''کیوں میرا کیا دماغ خراب تھا۔۔۔'' اُس کے جل کر بولنے پر عائشہ کو ہنسی آ گئی۔ ''میں جس بینچ پر بیٹھی ہوئی تھی اس کے پاس سے گزرتے ہوئے وہ محترمہ اُسے کہہ رہی تھیں کہ وہ اب مزید تین میل اور نہیں چل سکتیں۔'' ماہم نے جھنجھلا کر وضاحت دی۔

''اوہ۔۔۔'' عائشہ نے ماہم کے چہرے پر واضح ناگواری کی لہر دیکھی ''تمہیں غصہ کس بات پر آ رہا ہے، اُس لڑکی کی نازک مزاجی پر یا اُس شخص کی بے مروّتی پر۔۔۔'' عائشہ نے شرارت سے پوچھا تو ماہم نے اُس کے کندھے پر ایک چپت رسید کی۔

''مجھے غصہ تم پر آ رہا ہے کہ آخر کیا ضرورت تھی اپنی اتنی خوبصورت پینٹنگ اُس سڑیل کو دینے کی۔۔۔'' وہ خفا ہوئی۔

''تو میں نے کون سا مفت میں اٹھا کر دے دی تھی اُسے۔۔۔'' وہ آہستگی سے اٹھی اور کھڑکی کے پاس آ کر پام کے درختوں کے گھرے پتوں کو دیکھنے لگی۔ ''اُس نے اچھا خاصا بھاری بھرکم سا چیک دیا تھا معاوضے میں۔۔۔'' اُس نے مڑ کر ماہم کا چہرہ دیکھا جس پر الجھن کے رنگ نمایاں تھے۔ اُس نے وہیں کھڑے کھڑے اندازہ لگانے کی کوشش کی اور پھر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر نرمی سے بولی۔

''کیا سوچ رہی ہو ماہم۔۔۔؟؟؟؟؟؟؟؟'' اس کی بات پر ماہم چونکی۔

''میں سوچ رہی ہوں کہ آخر اُس کے ساتھ وہ اسٹائلش سی لڑکی کون تھی۔۔۔'' ماہم کی آواز اُسے کسی گہرے کنویں سے آتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔ عائشہ کو اپنا دل اُسی کنویں میں ڈوبتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ ماہم کی آنکھوں میں چبھن بھری سی چمک سے عائشہ کو پہلی دفعہ خوف سا محسوس ہوا۔

☆ ☆ ☆

''تائی یہ ڈاکٹر ضویا کچھ عجیب سی ڈاکٹرنی نہیں ہے بھلا۔۔۔؟؟؟؟'' جاجی ایک ٹرے میں دو چائے کے کپ اور رس لے کر اندر آیا تو جمیلہ مائی کسی گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔

''کی ہویا پتر۔۔۔؟؟؟؟'' جمیلہ مائی نے ہڑبڑا کر جاجی کا پریشان چہرہ دیکھا۔

''کچھ نہیں تائی، اتنے غصّے گھورتی ہے کہ لگتا ہے آنکھوں سے سالم ہی نگل جائے گی۔۔۔'' جاجی نے اپنے صافے سے ماتھے کا پسینہ صاف کرتے ہوئے سکینہ کو دیکھا۔ جو ململ کا دوپٹہ منہ پر ڈالے گہری نیند میں تھی۔ اُسے دوپہر میں اعصاب کو پرسکون کرنے کے لیے کچھ ادویات ڈاکٹر خاور نے زبردستی کھلائی تھیں۔

''پتر، وڈے لوکاں دیاں وڈیاں گلاں ہوندیاں نے۔۔۔ اساں غریباں نوں کی پتا۔۔۔'' جمیلہ مائی کے لہجے میں محسوس کی جانے والے دکھ کی کیفیت تھی۔

''تائی تو، تو ہمیشہ کہتی تھی کہ انسان بڑا اپنے رویئے اور اخلاق سے ہوتا ہے۔۔۔'' جاجی نے الجھن بھری نظروں سے اپنی تائی کو دیکھا جو آجکل بیٹھے بیٹھے کسی گہری سوچ میں گم ہو جاتی تھی۔

''میریاں گلاں تے زیادہ غور وفکر نہ کریا کر جاجی، میں تاں نری جاہل تے اللہ دی مسکین بندی آں۔۔۔'' جمیلہ مائی نے بسم اللہ پڑھ کر چائے کا کپ اٹھایا۔ اس وقت اسے شدید طلب ہو رہی تھی۔ آج کل وہ کبھی کبھار پنجابی بولنے کا شوق بھی جاجی کے ساتھ ہی پورا کر رہی تھی ورنہ سکینہ تو بُری طرح چڑ جاتی تھی۔

''تیرے تائے دا کوئی ٹیلی فون نہیں آیا پتر۔۔۔'' جمیلہ مائی نے گہری سوچ سے نکلتے ہوئے پوچھا۔

''کل آیا تھا، تایا کہہ رہا تھا کہ اس جمعرات کو لاری پر چڑھے گا اور انشاءاللہ جمعے کی نماز اسی ہسپتال کی مسجد میں پڑھے گا۔۔۔'' جاجی کی اطلاع پر جمیلہ مائی نے سکون کا سانس لیا۔

''خیر تو ہے ناں تائی، تو کچھ پریشان سی لگ رہی ہے۔۔۔'' جاجی کی آنکھوں میں الجھن سی تیرنے لگی۔

''کجھ نہیں پتر، اے پریشانیاں تے زندگی دا حصّہ نے۔ سوہنا رب بس کسی آزمائش میں نہ ڈالے۔۔۔'' جمیلہ کا لہجہ پرسکون تھا۔

''تجھے ہزار دفعہ سمجھایا ہے تائی کہ تو، سکینہ کی ٹینشن نہ لیا کر، اس کے علاج کے لیے مجھے اپنا سارا مال ڈنگر بھی بیچنا پڑا تو بیچ دوں گا۔۔۔'' جاجی کی بات پر اُس نے ایک ٹھنڈی سانس بھری۔

''پتر، اگر سکینہ فیروی ٹھیک نہ ہوئی۔۔۔؟؟؟؟؟''جمیلہ مائی نے کھوجتی نظروں سے اُس کا چہرہ پڑھا۔

''مجھے فیروی کوئی مسئلہ نہیں۔ میں خود سنبھال لوں گا، تائی تجھے مجھ پر اعتبار نہیں ہے کیا۔۔۔'' جاجی کی بات پر ایک بے بسی سے لبریز مسکراہٹ جمیلہ مائی کے لبوں پر ابھری۔

''پتر، تجھ سے زیادہ اپنے سوہنے رب پر اعتبار ہے۔ وہ میرے دل کے ٹکڑے کو کسی آزمائش نہیں ڈالے گا' جمیلہ مائی کے لہجے میں اندھا یقین ہلکورے لے رہا تھا۔ اُس نے کچھ دیر کھوجتی نظروں سے دیوار پر چڑھتی مکڑی کو دیکھا۔

''جاجی ایک گل تے دس پتر۔۔۔'' وہ جمیلہ مائی کی بات پر چونکا۔ ''کیا تجھے واقعی میری سکینہ چنگی لگدی اے۔۔۔؟؟؟؟'' جمیلہ مائی کے بیگانہ انداز پر وہ پہلے تھوڑا سا جھینپا اور پھر ہنس پڑا اور پھر اپنے ہاتھوں کے کٹورے میں اپنا چہرہ رکھ کر بولا'' چاچی یہ بھی کوئی پوچھنے والی بات ہے۔ یاد نہیں جب سکینہ چھوٹی سی ہوتی تھی تو میں اُس کی انگلی پکڑ کر پورے پنڈ میں گھوما کرتا تھا۔ ماسی شیداں کے ویہڑے (صحن) سے جامن چوری چوری لا کر دیتا تھا۔ اس بات کی وجہ سے مجھے بے بے سے کتنی پھینٹی پڑتی تھی۔''

''ہاں بھئی تیری بے بے کو غصہ بھی تو بہت آتا ہے ناں۔۔۔'' جمیلہ مائی نے انتہائی محبت سے اپنی دیورانی کا ذکر کیا۔ جاجی اپنی ماں کو بے بے کہتا تھا۔ وہ کچھ توقف کے بعد اُداسی سے گویا ہوئی۔'' جاجی تیری بے بے کو میری سکینہ سے بہت خار چڑھنے لگا ہے ناں۔۔۔؟؟؟؟

''نہیں نہیں تائی۔۔۔'' جاجی تھوڑا سا بوکھلایا۔ ''بس میں اتنے دن سے یہاں ڈیرے ڈالے بیٹھا ہوا ہوں اور وہاں گندم کی کٹائی ہو رہی ہے۔ اس لیے بے بے غصہ کھا گئی ہے۔'' وہ بڑے عجلت بھرے انداز میں صفائی دے رہا تھا۔

''پتر، جمیلہ نے یہ بال دھوپ میں کھڑے ہو کر سفید نہیں کیے۔ ایک ایک چٹے بال میں سالوں کا تجربہ ہے۔ جمیلہ مائی اس کی معصومیت پر مسکرائی۔

''بس تائی بے بے وی ناں۔۔۔'' اُس نے کان میں انگلی گھماتے ہوئے خجالت سے کہا۔ ''ایویں سکینہ کی بیماری سے گھبرا گئی ہے۔۔۔''

''پتر بیماری بھی تو آزمائش ہی ہوتی ہے اور وہ آزمائش جو کسی بیگانے بندے کی ہو، اُسے کون ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لاتا ہے۔۔۔'' جمیلہ مائی کی بات جتنی تلخ تھی لہجہ اتنا ہی سادہ تھا۔ جاجی ان کی بات پر گڑبڑا کر سامنے دیوار کے کونے میں گھر بناتی مکڑی کو غور سے دیکھنے لگا۔ جس نے بڑی تیزی سے جالا بنا تھا۔

☆ ☆ ☆

''مجھے سمجھ میں نہیں آتا بیٹا کہ میں آپ کا کیسے شکریہ ادا کروں۔۔۔'' رامس کی ماما کے لہجے میں ماہم کے لیے محبت ہی محبت تھی۔ ماہم نے مسکراتے ہوئے اپنے سامنے بیٹھی خوبصورت خاتون کو دیکھا جن کی شخصیت دلکشی، متانت اور محبت کا بہترین امتزاج تھی۔ اس وقت وہ سفید اور سیاہ رنگ کے بلاک پرنٹنگ والے سوٹ میں بلا کی جاذب نظر لگ رہی تھیں۔

''میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ صرف چھ ماہ میں میرا بیٹا بالکل پہلے کی طرح صحت مندانہ انداز سے زندگی گذارے گا۔۔۔'' وہ بڑے پر

وقار انداز میں مسکرائیں۔''اُسے بہت اچھی جاب ملی لیکن آپ نے اُسے اپنی گارمنٹس فیکٹری لگانے کا مشورہ دیا اور ماشاء اللہ وہ بہت عمدگی کے ساتھ اس پراجیکٹ پر کام کر رہا ہے۔۔۔''

''جی آنٹی، میرا خیال تھا کہ وہ اپنا بزنس کرنے سے اُس کے اعتماد میں مزید اضافہ ہوگا۔اپنے کام کو انسان بھرپور توانائی کے ساتھ سرانجام دینے کی کوشش کرتا ہے ناں۔۔۔''ماہم نے ہاتھ میں پکڑا نفیس سا قلم میز پر رکھ کر انہیں دیکھا جو آج حد درجہ مطمئن اور خوش تھیں۔

''جی میں آپ کی بات سے سو فیصد متفق ہوں۔۔۔''رامس کی ماما نے اثبات میں سر ہلایا۔''اس پراجیکٹ نے میرے بیٹے کو ماشاء اللہ ایک نئی زندگی بخش دی ہے۔اس کے پاپا کی بھی لیدر کی پروڈکٹس کا بزنس تھا۔اس حوالے سے ان کے دنیا بھر میں کونٹیکٹس تھے جو رامس کے بہت کام آئیں گے۔''

''جی دیٹس مائی پوائنٹ۔۔۔!!!''ماہم پرجوش ہوئی۔''وہ آزاد منش انسان ہے کسی کے ماتحت رہ کر کام کرنا اس کی فطرت میں نہیں ہے اسی وجہ سے میں نے اُسے یہ مشورہ دیا تھا''ماہم نے ہنستے ہوئے انہیں دیکھا جو توصیفی انداز سے ماہم کے بے داغ، اجلے چہرے کو دیکھ رہی تھیں۔

''آپ نے اس کی شخصیت کا بالکل سو فیصد درست تجزیہ کیا ہے ماہم۔۔۔''انہوں نے کھلے دل سے اُسے سراہا۔''آپ واقعی بہت اچھی سائیکوجسٹ ہیں۔۔۔''

''جی میں واقعی ایک اچھی سائیکالوجسٹ ہوں، لیکن بہت اچھی انسان نہیں۔۔۔''ماہم کے شرارت بھرے انداز پر وہ چونکیں۔''کیا مطلب۔۔۔؟؟؟''

''مطلب یہ کہ بعض دفعہ کچھ معاملات میں مجھے ایسا لگتا ہے کہ جیسے خود بھی مجھے کسی اچھے سائیکلوجسٹ کی ضرورت ہے۔۔۔''اس کی صاف گوئی پر رامس کی ماما بڑے پروقار انداز سے مسکرائیں۔''خیر ایسی تو کوئی بات ہو ہی نہیں سکتی۔''انہوں نے ماننے سے صاف انکار کیا۔

''کیوں آنٹی۔۔۔؟؟؟؟''وہ دلچسپی سے ان کا پریقین چہرہ دیکھ رہی تھی۔

''آپ تو خود دوسروں کو اپنے علم سے فائدہ پہنچا رہی ہیں تو اپنی ذات سے اتنی لاپرواہ کیسے ہو سکتی ہیں۔۔۔''انہوں نے اپنی طرف سے بھرپور دلیل دی جو ماہم نے چٹکیوں میں اڑا دی۔

''بھئی یہ بتائیں دنیا کے بہترین ڈاکٹر کیا خود بیمار نہیں ہوتے۔۔۔''ماہم اب اس گفتگو سے محظوظ ہو رہی تھی۔

''جی ڈاکٹر بھی بیمار ہوتے ہیں، لیکن ان کو بیماری کے علاج کے طریقوں سے بھی آگاہی ہوتی ہے۔۔۔''انہوں نے اپنی تیسری انگلی میں موجود ڈائمنڈ رنگ کو گھماتے ہوئے جواب دیا۔

''ویسے ایک دلچسپ بات بتاؤں، کہ زیادہ تر ڈاکٹر اپنے علاج کے لیے بھی دوسرے ہی ڈاکٹروں سے رابطہ کرتے ہیں چاہے وہ ان کے کولیگ ہوں یا کوئی دوست۔۔۔''ماہم نے ہنستے ہوئے انہیں بتایا جب کہ رامس کی ماما کی سوئی وہیں اٹکی ہوئی تھی۔

''لیکن آپ کے معاملے میں تو میں ایسا سوچ بھی نہیں سکتی کہ آپ کو بھی کسی سائیکالوجسٹ کی ضرورت ہو سکتی ہے۔۔۔''وہ سنجیدہ ہوئیں۔

''آنٹی چراغ تلے اندھیرا والا محاورہ ایسے ہی تو ایجاد نہیں ہو گیا ناں۔۔۔'' ماہم کی شرارت انہیں کافی دیر کے بعد سہی لیکن سمجھ آ ہی گئی تھی۔ ''بیٹا ایک اور پرسنل سوال کر سکتی ہوں۔۔؟؟'' وہ تھوڑا سا جھجک کا شکار ہوئیں تو ماہم نے دوستانہ انداز سے سر ہلایا۔

''آپ کی کہیں انگیجمنٹ وغیرہ تو نہیں ہوئی۔۔۔؟؟؟؟؟'' اُن کے کھوجتے انداز پر وہ ٹھٹکی۔

''نہیں آنٹی، ابھی ایسا تو کوئی سلسلہ نہیں۔۔۔'' وہ تھوڑا سا محتاط ہوئی۔ ''خیریت۔۔۔؟؟؟؟''

''جی بیٹا میں سوچ رہی تھی کہ اتنی پیاری بچی کے حقوق کسی نہ کسی کے نام محفوظ ہو چکے ہونگے۔ اچھی چیزوں کی طرف تو لوگ فوراً لپکتے ہیں۔۔۔'' رامس کی ماما کے دلچسپ انداز بیان پر وہ بے ساختہ ہنس پڑی۔

''لوگ تو آنٹی بہت لپکتے ہیں لیکن ماما کا کہنا ہے کہ میری خاص بیٹی کے لیے کوئی خاص الخاص چیز ہی ہونی چاہیے۔۔۔'' ماہم نے شریر انداز سے انہیں آگاہ کیا۔

''یہ تو وہ بالکل ٹھیک کہتی ہیں۔۔۔'' وہ فوراً متفق ہوئیں۔ ''ملواؤ ناں اپنی ماما سے کسی دن ہمیں۔۔۔'' انہوں نے اصرار بھرے انداز سے فرمائش کی تو وہ مسکرا دی۔ ''جی آنٹی کیوں نہیں، ماما ایک مہینہ پہلے پاپا کے ساتھ لندن گئی ہیں۔ پندرہ دن تک ان کی واپسی ہو جائے گی انشاءاللہ۔ آپ آیئے گا ہمارے ہاں۔۔۔'' اُس نے کھلے دل سے انہیں دعوت دی۔

''آپ کے ہاں تو اب آنا ہی پڑے گا۔ رامس بھی کئی دفعہ مجھے کہہ چکا ہے۔۔۔'' ان کے ذومعنی انداز پر ماہم کے دماغ میں گھنٹی بجی۔ اُس نے چونک کر انہیں دیکھا جو محبت بھرے انداز سے اُسے دیکھ رہی تھیں۔ ماہم کے سارے ہی حواس ایک دم بیدار ہوئے تھے لیکن تب تک کافی دیر ہو چکی تھی۔ رامس کی ماما اُس کے گھر آنے کا تہیہ کر چکیں تھیں۔

☆ ☆ ☆

وہ اپنی سوچوں میں مگن اچانک ہی اس سنسان سی گلی سے باہر سڑک پر آئی تھی اور پیچھے سے آنے والی گاڑی کے زوردار ہارن کی وجہ سے وہ اچھل کر فٹ پاتھ پر چڑھی، اگر ڈرائیور فوراً بریک نہ لگاتا تو شاید اب تک گاڑی اُس کو روندتی ہوئی چلی جاتی۔ وہ بڑی سرعت سے فٹ پاتھ کی دیوار سے ٹکرائی۔ تکلیف کے احساس کے ساتھ ہی جھک کر اپنے پاؤں کے انگوٹھے کو دیکھنے لگی۔ ناخن فٹ پاتھ کے فرش کے ساتھ ٹکرانے کی وجہ سے تھوڑا سا اکھڑ کر تکلیف کا باعث بن رہا تھا۔ اُس کے چہرے پر تکلیف کے آثار نمایاں تھے۔

''محترمہ آپ کا اگر خودکشی کا ارادہ ہے تو اس سڑک پر میری گاڑی کے علاوہ بھی بے شمار گاڑیاں ہیں۔۔۔'' سیاہ رنگ کے چشمے کو اتار کر اس نے سامنے کھڑی حواس باختہ سی لڑکی کو دیکھا۔

جو ہراساں نظروں سے سامنے کھڑی گاڑی کو منہ کھولے دیکھ رہی تھی۔ اُس کے چہرے نے ایک منٹ میں کئی رنگ بدلے۔

''آپ سکندر شاہ ہیں۔۔۔؟؟؟؟'' ثنا ئیلہ اپنے پاؤں کی تکلیف کو بھول کر ٹکٹکی باندھے اُس شخص کو دیکھ رہی تھی جو اُسے پورے ایک ماہ اور دس دن کے بعد نظر آیا تھا۔

''کیا مطلب۔۔۔؟؟؟؟'' اُس کے ماتھے کے بل گہرے ہوئے۔

''آپ سکندر شاہ ہیں ناں۔۔۔'' اُس نے بے صبری سے پوچھا۔

''جی نہیں، میرا نام ہرگز سکندر شاہ نہیں۔۔۔'' اُس کی بادامی رنگ کی آنکھوں میں الجھن کے رنگ اترے۔ وہ گاڑی کا شیشہ نیچے کیے بغور اُسے دیکھ رہا تھا۔

''پھر آپ کا کیا نام ہے۔۔۔؟؟؟؟'' ثنا ئیلہ کا سوال اتنا احمقانہ نہیں تھا جتنے پوچھنے کا انداز بچگانہ تھا۔

''آپ کی تعریف۔۔۔؟؟؟؟'' اُس نے طنزیہ انداز سے بھنویں اچکا کر اُس لڑکی کو دیکھا جو خوامخواہ بے تکلف ہونے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔

''مجھے ثنا ئیلہ کہتے ہیں۔۔۔'' اُسے اپنی حماقت کا احساس اُس شخص کے چہرے پر چھائی بے زاری سے بخوبی ہو گیا تھا۔

''پھر۔۔۔؟؟؟'' اُس کی سوالیہ نظروں سے وہ بوکھلا سی گئی۔

اصل میں آپ کی شکل میری ایک دوست کے بھائی سے بہت ملتی ہے۔۔۔'' اُس نے انتہائی بے تکے انداز سے بات سنبھالنے کی کوشش کی۔

''تو محترمہ اس میں میرا تو کوئی قصور نہیں ہے ناں، اللہ کے کام ہیں۔۔۔'' اُس نے اکتاہٹ بھرے انداز سے اُس لڑکی کو دیکھا جس کے ہاتھ میں موجود فائل سامنے کیچڑ میں گر گئی تھی اور وہ اُس سے بے نیاز اُس سے تفتیش کرنے میں مگن تھی۔

''محترمہ پہلے اپنے ڈاکومنٹس سنبھالیں آپ۔۔۔'' اُس کے توجہ دلانے پر ثنا ئیلہ نے اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا۔

''اوہ نو۔۔۔'' وہ فوراً لپکی لیکن ایک ہی قدم چلنے کی کوشش میں لڑکھڑا گئی۔

''میڈم یہ لیں اپنے کاغذات۔۔۔'' اُس کا ڈرائیور لپک کر اترا اور فائل اس کی طرف بڑھائی جو خاصی خراب ہو چکی تھی۔ جب کہ ثنا ئیلہ

بے بسی سے اپنے ٹوٹے ہوئے ناخن کو دیکھ رہی تھی جو اُسے تکلیف دے رہا تھا۔

''میں اب اس کا کیا اچار ڈالوں گی مجھے انٹرویو کے لیے جانا تھا۔۔۔'' اُس نے چڑ کر گاڑی کی سیٹ پر ڈھٹائی سے براجمان شخص کو دیکھا جس نے نیچے اترنے کی بھی زحمت نہیں کی تھی۔

''کہاں انٹرویو کے لیے جانا ہے آپ کو۔۔۔؟؟؟؟'' وہ رسٹ واچ سے ٹائم دیکھتے ہوئے سرد مہری سے بولا تھا۔

''جہاں بھی جانا ہو۔ سارا ٹائم تو یہیں نکل گیا ہے۔۔۔'' ثنائیلہ نے رنجیدگی سے ڈرائیور کے ہاتھ میں اپنی فائل کو دیکھا جس پر کیچڑ کا بڑا سا داغ لگ گیا تھا۔ اس سے بھی بڑا داغ اُس کے دل میں سکندر شاہ کی طرف سے لگ گیا تھا۔

''جو ہونا تھا محترمہ وہ تو ہو گیا، آپ یہ اپنی ڈاکومنٹس والی فائل میرے ڈرائیور کو دیں دیں۔ میری کمپنی کو بھی کچھ ورکرز کی ضرورت ہے، ہو سکتا ہے کچھ ایڈجسٹمنٹ ہو جائے۔'' اُس نے سنجیدگی سے کہہ کر اپنے ڈرائیور کو اشارہ کیا جو بڑی سرعت سے اپنی سیٹ پر آن بیٹھا تھا۔ وہ اس کی اس قدر غیر متوقع بات پر ششدر رہ گئی۔

''لل، لیکن۔۔۔'' اُس نے بولنا چاہا۔۔۔

''آپ کا سی وی ہے ناں اس میں۔۔۔؟؟؟؟'' اُس کے دوٹوک اور حتمی انداز پر ثنائیلہ نے بوکھلا کر گردن ہلائی۔ ''لیکن اس پر تو کیچڑ لگ گیا ہے۔۔۔''

''انسان کے اپنے کردار پر کوئی کیچڑ نہیں لگنا چاہیے، کاغذوں کی خیر ہوتی ہے۔۔۔'' اُس نے اپنے ڈرائیور کو گاڑی چلانے کا اشارہ کیا اور اگلے ہی لمحے گاڑی فراٹے بھرتی اس کی نظروں سے دُور ہوتی گئی۔

''یار تم نے تو یہ بڑا افسانوی سا واقعہ سنایا ہے مجھے۔۔۔'' کیریوں کو نمک لگا کر کھاتی ہوئی نابیہ نے بڑے مزے سے اپنی دوست کو دیکھا جو دھلے ہوئے کپڑے جھٹک جھٹک کر تار پر پھیلا رہی تھی۔ وہ جیسے ہی شام میں اُس کی طرف آئی تو ثنائیلہ نے اُسے صبح درپیش آنے والے واقعے سے آگاہ کیا۔

''ہاں، مجھے تو خود بھی یقین نہیں آ رہا۔۔۔'' ثنائیلہ نے تولیے کو نچوڑتے ہوئے سادگی سے کہا۔ ''ایک لمحے کو تو میں دنگ ہی رہ گئی تھی کہ وہ اس طرح میرے سامنے آ جائے گا۔۔۔''

''ویسے یار تھا وہ کیسا۔۔۔؟؟؟'' نابیہ نے بہت شوخی سے آنکھ کا کونا دبایا تو وہ مسکرا دی۔

''حلیہ تو ویسا ہی تھا جیسے کہ میں نے اپنی کہانی میں بیان کیا تھا لیکن مزاجاً وہ مجھے کچھ اکھڑا اکھڑا اور خشک سا لگا تھا۔ سچ پوچھو تو مجھے اُس سے بات کر کے مایوسی ہی ہوئی۔'' وہ کسی سوچ کے تانے بانے میں الجھی اب کپڑے اور زیادہ جھٹک جھٹک کر پھیلا رہی تھی۔

''یہ تو بالکل فطری سی بات ہے۔ وہ تمہاری کہانی کا ایک کردار تھا اور تم لکھاری لوگ تو ویسے بھی ذیب داستاں کے لیے کچھ بڑھا چڑھا کر لکھ دیتے ہو، جب کہ وہ شخص ایک جیتی جاگتی حقیقت کے طور پر سامنے تھا۔۔۔'' نابیہ نے ہاتھ میں پکڑی ایک چھوٹی سی کیری انار کے درخت پر بیٹھی

گلہری کو ماری، جو اچھل کر دوسری شاخ پر چڑھ گئی۔

''بہت بُری بات ہے نابیہ، کیوں بے زبانوں کو تنگ کرتی ہو۔۔۔'' شائیلہ بالٹی غسل خانے میں رکھ کر اب اُس کے پاس آن بیٹھی۔

''سارے اناروں کا اس نے ستیاناس مار دیا ہے۔'' نابیہ نے بُرا سا منہ بنایا اور پھر کچھ یاد آنے پر متجسس انداز میں بولی۔ ''ویسے خالہ نے تمھیں نوکری کرنے کی اجازت کیسے دے دی۔؟

''کیسے نہ دیتیں۔۔۔'' اُس نے رنجیدگی سے بھرپور سانس بھری۔ ''حالات تمہارے سامنے ہیں۔ گھر آثارِ قدیمہ کا اعلیٰ نمونہ بن چکا ہے اور شہیر کی طرف سے کوئی امید نہیں۔'' ''ہاں یہ تو ٹھیک کہا تم نے۔ سب سے پہلے اس کھنڈر گھر کا حلیہ ٹھیک کرنا۔۔۔'' نابیہ کو اس گھر کی خستہ حالی ہمیشہ دکھی کرتی تھی۔

''ہوں۔۔۔!!! ارادہ تو یہی ہے۔۔۔'' اُس نے آزردگی سے کہا تھا۔

''اگر سکندر شاہ کی طرف سے کوئی کال نہ آئی تو۔۔۔؟؟؟'' نابیہ کی بات پر اُس کی سانس اٹکی۔

''تو کوئی بات نہیں، اللہ کوئی اور سبب بناوے گا۔۔۔'' اُس نے پُریقین انداز سے کہا تو نابیہ مسکرا دی۔

☆ ☆ ☆

صبح راؤنڈ پر ڈاکٹر خاور کے ساتھ سکینہ کے کمرے میں داخل ہوتے ہی ڈاکٹر زویا کو ایک زوردار جھٹکا لگا۔۔۔ اُس نے سخت حیرت اور بے یقینی سے سامنے نیلے رنگ کے لان کے سوٹ میں ملبوس سکینہ کو دیکھا جو خاصی نکھری نکھری سی لگ رہی تھی۔

''واہ ڈاکٹر زویا، آج تو آپ کا اور آپ کی مریضہ کا سوٹ بالکل ایک جیسا ہے۔۔۔'' سسٹر ماریہ کی بات پر تو گویا ڈاکٹر زویا کو کرنٹ سا لگا تھا۔ جب کہ سکینہ کی فائل کو دیکھتے ڈاکٹر خاور نے بھی سر اٹھا کر بڑی خوشگوار حیرت کے ساتھ دونوں کو دیکھا۔ سکینہ کا چہرہ خوشی سے تمتما رہا تھا جب کہ ڈاکٹر زویا نے اپنے چہرے پر پھیلی ناگواریت کو بمشکل چھپایا۔ توہین کے شدید احساس کی وجہ سے اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ انہیں سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ اتنا مہنگا سوٹ سکینہ جیسی لڑکی نے خرید بھی کیسے لیا جس کا تو علاج بھی بیت المال کے توسط سے ہو رہا تھا۔

''کیا آپ دونوں یہ سوٹ اکٹھے لے کر آئیں تھیں، رنگ، کڑھائی، سب کچھ ایک جیسا ہے۔۔۔'' سسٹر ماریہ کی چلتی زبان ڈاکٹر زویا کو سخت زہر لگ رہی تھی۔

''سسٹر آپ فالتو باتیں کرنے کی بجائے کام پر دھیان دیں۔۔۔'' ڈاکٹر زویا کے تنبیہی لہجے پر وہ تھوڑا سا سنبھل گئی۔ جب کہ سکینہ کی خوشی کی کوئی انتہا ہی نہیں تھی۔ ڈاکٹر خاور اس کی فائل پر کچھ لکھتے ہوئے زیرِ لب مسکرائے انہیں علم تھا کہ یہ وہی سوٹ ہے جو ماما نے سکینہ کے لیے بھجوایا تھا۔

''سکینہ، یہ جو آپ کے کمرے کے کونے میں واکر رکھی ہے، اس کا مقصد شو پیس بنا کر رکھنا نہیں، بلکہ استعمال کرنا ہوتا ہے۔۔۔'' انہیں یاد آیا تو انہوں نے ہلکے پھلکے انداز سے ڈانٹا۔

''ڈاکٹر صاحب، مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں۔۔۔'' سکینہ نے اپنی کاجل لگی آنکھوں کو پھیلا کر بات ادھوری چھوڑی۔

''ڈرکس بات کا۔۔۔؟؟؟؟؟''انہوں نے دونوں بازو سینے پر باندھ کر اس کی بات قطع کی اور دلچسپی سے دیکھا۔

''مجھے لگتا ہے کہ میں اس کی مدد سے چلوں گی تو گر جاؤں گی۔۔۔''سکینہ نے جھجکتے ہوئے اپنا مسئلہ بتایا تو وہ کھل کر مسکرائے۔''بھئی جب تک آپ چلنے کی کوشش نہیں کریں گی تو آپ کا علاج کیسے ہوگا۔۔۔؟؟؟ تھوڑی سی ہمت پکڑیں یہ قطعاً بھی مشکل کام نہیں ہے۔۔۔''انہوں نے نرم لہجے میں کافی سارے امید کے جگنو پکڑائے۔

''کوشش تو کرنا پڑے گی، ظاہر ہے کہ آپ ساری زندگی تو ہسپتال میں نہیں رہ سکتیں۔۔۔''ڈاکٹر زویا کے تیکھے سے لہجے پر ایک تاریک سا سایہ جمیلہ مائی کے ساتھ ساتھ سکینہ کے بھی چہرے پر دوڑا تھا۔

''نہیں، نہیں زویا آپ کو پتا نہیں ہے، سکینہ بہت بہادر لڑکی ہے۔۔۔''ڈاکٹر خاور کی تصیح پر زویا زبردستی مسکرائیں حالانکہ وہ دل ہی دل میں پیچ وتاب کھا رہی تھیں کہ کون سا لمحہ ہوا اور وہ گھر جا کر یہ لباس اپنے جسم سے اتاریں جس کی وجہ سے آج انہیں نرسوں کے سامنے بڑی سبکی کا احساس ہوا تھا۔

''ڈاکٹر صاحب میں کوشش کروں گی۔۔۔''سکینہ نے کچھ سوچ کر کہا۔

''شاباش، گڈ گرل۔۔۔''وہ مسکرا کر ایک دفعہ پھر سکینہ کے دل کی دنیا تہہ و بالا کر گئے۔ اب تو شکر تھا کہ سکینہ نے خود کو کافی حد تک سنبھال لیا تھا۔ وہ ڈاکٹر خاور کے سامنے اپنا چہرہ سپاٹ رکھنے کی بھرپور کوشش کرتی اور اس کوشش میں کسی نہ کسی حد تک کامیاب بھی رہتی۔

''دیکھا امّاں، ڈاکٹر زویا کی شکل پر کیسے بارہ بج گئے تھے۔ قسم سے مجھے تو سواد ہی آ گیا تھا''ان لوگوں کے کمرے سے نکلتے ہی سکینہ نے باقاعدہ چٹخارہ لیا تو جمیلہ مائی نے تاسف بھری نظروں سے اُس کے سرخ چہرے کو دیکھا جس پر انار پھوٹ رہے تھے۔

''یہ امیر لوگ ہر چیز پر اپنی ہی اجارہ داری سمجھتے ہیں، کسی گھر میں کام کرنے والی ملازمہ اگر مالکن کی طرح کا پرنٹ بھی پہن لے تو مالکن دوبارا اُس سوٹ کو ہاتھ بھی نہیں لگاتی۔ یہ کہاں کی انسانیت ہے امّاں۔۔۔''سکینہ کی تلخ بات پر جمیلہ مائی نے سنجیدگی سے کہا۔

''پتر ہر انسان کے ظرف کا پیمانہ دوسرے سے مختلف ہی ہوتا ہے۔''وہ کچھ توقف کے بعد گویا ہوئیں۔''لیکن تو کس خوشی میں اتنی شوخی ہو رہی ہے۔۔۔؟؟؟''

''قسم سے امّاں مجھے تو مزا ہی آ گیا، ڈاکٹر زویا کا بس نہیں چل رہا تھا کہ مجھے گولی ہی مار دے۔۔۔''بہت عرصے کے بعد سکینہ کھل کر ہنسی۔

''پتر، پرائی چیزوں کے اوپر مان سجائیں اے، مقابلے بازی بھی اپنے ہان (مقابلے) کے لوگوں میں جچتی ہے۔''جمیلہ مائی نے اُسے سمجھانے کی کوشش کی اور وہ حسب عادت چڑ گئی۔

''امّاں، میں نے کب ڈاکٹر زویا کے ساتھ اپنا مقابلہ کیا ہے۔ وہ ہی خوامخواہ میرے پیچھے پڑ گئی ہے۔۔۔''

''پتر، تجھے اچھی طرح پتا ہے کہ وہ تیرے پیچھے کیوں پڑی ہے۔۔۔''جمیلہ مائی کے جتاتے ہوئے لہجے پر اس کا منہ سرخ ہوا۔''پرائی چیزوں پر نظر رکھے گی تو مالکوں کی آنکھوں میں کھٹکے گی ہی، اس لیے مخمل پر ٹاٹ کا پیوند لگانے کی کوشش نہ کر، سنبھل جا۔۔۔''

''اماں۔۔۔''سکینہ کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔۔۔''امّاں تیری باتوں سے مجھے اب لگتا ہے کہ تو میری سگی نہیں سوتیلی ماں

ہے۔۔۔'' اُس کی بدلحاظی میں بدگمانی عروج پر تھی۔

''سگی ماں ہوں تو سمجھاتی ہوں، ورنہ سوتیلی کو کیا پڑی کہ تجھے اندھے کنویں میں گرنے سے بچائے۔۔۔'' جمیلہ مائی نے اُس کی نم آنکھوں سے نظریں چراتے ہوئے کہا۔

''اُس دن میری نعت کے مقابلے میں کوئی پوزیشن نہیں آئی، تب بھی تو نے میرا ذرا بھی لحاظ کیے بغیر کہہ دیا کہ باقی لوگوں نے نعت زیادہ اچھی پڑھی تھی۔'' سکینہ کو اپنا ایک پرانا دکھ بالکل صحیح موقعے پر یاد آیا تھا۔

''چل تو نے اُس دن والی بات کر ہی دی تو اچھا ہے تجھے بتا دوں۔۔۔'' جمیلہ مائی وضو کے لیے کھڑی ہوئی۔ ''آج ایک بات کن (کان) کھول کے سن لے سکینہ، پتا ہے تیری پوزیشن کیوں نہیں آئی۔۔۔'' جمیلہ مائی کا لہجہ خاصا دل دکھانے والا تھا۔ سکینہ نے دہل کر اس کی شکل دیکھی۔

''تیرے غرور کی وجہ سے۔۔۔'' جمیلہ مائی نے ایک خنجر ہی تو اس کے نازک دل میں اتارا تھا۔

''تو اپنی خوبصورت آواز پر بہت مان کرتی تھی ناں، اللہ نے تجھے سبق سکھانے کو جھٹکا دیا ہے کہ سنبھل جا، لیکن یہ جھٹکے بھی شاید عقل والوں کے لیے ہوتے ہیں۔۔۔'' جمیلہ مائی کی صاف گوئی نے سکینہ کا دل چکنا چور کر دیا۔ وہ سخت صدمے اور بے یقینی سے اماں کو دیکھتی رہ گئی جو اپنی بات کر کے فوراً ہی غسل خانے میں گھس گئی تھی جب کہ سکینہ کی آنکھوں سے آنسو ایک قطار کی صورت میں بہنے لگے اُسے لگا کہ اس کی قوت گویائی سلب ہو کر رہ گئی ہے۔

☆ ☆ ☆

''خیریت۔۔۔؟؟؟؟؟''

''کیا اس سڑک پر آپ کا کوئی سیاسی جلسہ وغیرہ کرنے کا ارادہ ہے۔۔۔؟؟؟؟'' شرارت سے بھرا ایک لہجہ اُس کی سماعتوں سے ٹکرایا تو عائشہ کے لبوں سے بڑی پرسکون سی سانس خارج ہوئی۔ اُس نے بے اختیار مڑ کر دیکھا سیاہ پینٹ پر آسمانی شرٹ پہنے آنکھوں پر سیاہ گاگلز چڑھائے وہ عین اُس کے پیچھے تھا۔

''ایسا کوئی ارادہ تو نہیں تھا۔۔۔ عائشہ نے مسکراتے ہوئے اُسے دیکھا جو گلاسز اتار کر اپنی سحر انگیز آنکھوں سے اُسے دیکھ رہا تھا۔

''لیکن سوچ رہی ہوں کہ جتنے لوگ اکٹھے ہو چکے ہیں ایک آدھ تقریر کھڑکا ہی دوں۔۔۔'' اتنی سخت گرمی میں بھی عائشہ کی خوش اخلاقی عروج پر تھی۔

''پوچھ سکتا ہوں کہ یہ عوام الناس کس خوشی میں آپ کی گاڑی کا گھیراؤ کیے ہوئے ہے۔۔۔'' اُس نے جانچتی نظروں سے معاملہ سمجھنے کی کوشش کی۔

''سب اپنے اپنے ہنر آزما رہے ہیں میری معصوم گاڑی کے جگر پر۔۔۔'' عائشہ نے مزے سے کہا۔

''کیا مطلب، کون سے ہنر۔۔۔؟؟؟؟'' اُس نے اب غور سے ان کی کاروائی کو دیکھا۔

''گاڑی کی چابی اندر رہ گئی ہے اور دروازے سب لاک ہیں۔۔۔''

''اوہ، لیکن اتنے سارے لوگ کیسے اکٹھے ہو گئے۔۔۔'' اُس کی حیرت کم ہونے میں ہی نہیں آ رہی تھی۔

''قوم کے نوجوانوں نے اپنی بہن کی ایک آواز پر لبیک کہا اور آ گئے۔۔۔'' عائشہ نے ہلکے پھلکے انداز سے اپنا مسئلہ بتایا۔

''واہ آفرین ہے ان محمد بن قاسموں پر، یہاں کوئی میرا جیسا مسکین بندہ ہوتا، تو یقین کریں کہ کوئی بھی گھاس نہ ڈالتا۔۔۔'' اُس کے انداز میں شرارت کے سبھی رنگ محسوس کر کے وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ وہ اب اُس کی وٹز (Vitz) گاڑی کے دروازے کا بغور جائزہ لے رہا تھا۔

''میرا خیال ہے کہ تجربات کرنے سے بہتر ہے کہ ہم کوئی مکینک لے آئیں۔۔۔'' اُس کے مشورے پر عائشہ نے اثبات میں سر ہلایا۔ وہ وہاں موجود لوگوں سے کسی قریبی شاپ کا پوچھ کر اب اپنی گاڑی کا دروازہ اُس کے لیے کھول چکا تھا۔

''اور آج کل کس پینٹنگ پر کام چل رہا ہے۔۔۔؟؟؟'' اُس نے گاڑی کا کلچ دباتے ہوئے اشتیاق بھرے انداز سے پوچھا۔

''کوئی خاص نہیں، بس آجکل موحد بھائی کے آفس کے لیے ایک خاص چیز بنانے کا ارادہ ہے۔۔۔'' اُس نے بے تحاشا ٹریفک کے ہجوم میں بڑی مہارت سے گاڑی چلاتے اُس شخص کو

دیکھا جس سے ایک عجیب سی اپنائیت محسوس ہوتی تھی۔

''ہوں گڈ، جب مکمل ہو جائے تو مجھے ضرور دکھایئے گا۔۔۔'' اُس نے گیئر بدلتے ہوئے فرمائش کی۔

''ہرگز نہیں، پھر آپ کہیں گے کہ مجھے بھی ویسی ہی بنا کر دیں۔۔۔'' عائشہ کی شوخی اُسے اچھی لگی تھی۔ تبھی وہ بڑے دل سے قہقہہ لگا کر ہنسا۔

''نہیں کہتا جناب، ہمیں معلوم ہے کہ آپ ہم جیسے غریب لوگوں کو کب لفٹ کروائیں گی۔۔۔؟؟؟''

''جی جی، پہلا غریب بندہ دیکھا ہے جو اتنی مہنگی گاڑی میں گھوم رہا ہے۔۔۔'' اُسے بالکل درست موقعے پر ماہم کی بات یاد آئی تھی۔ اُس کی بات پر وہ ایک دفعہ پھر ہنسا۔ ''مائی گاڈ کتنی پہچان ہے آپ کو گاڑیوں کی۔۔۔'' اُس کی بات پر وہ ایک دم خفت زدہ ہوئی۔

''خیر ایسی بھی کوئی بات نہیں، میری فرینڈ ماہم کو اصل میں گاڑیوں کا کریز ہے اُسی کے ذریعے معلومات ملتی رہتی ہیں۔۔۔'' اُس نے خوامخواہ صفائی دی تو وہ چونک گیا۔ ''کون سی فرینڈ؟؟؟ وہ جو اُس دن ایگزیبیشن میں آپ کے ساتھ چپکی ہوئیں تھیں۔''

''جی، وہ ہی جن کو اُس دن آپ نے اسلام آباد گولف کلب میں پہچاننے سے انکار کر دیا تھا۔۔۔'' عائشہ کی زبان بڑے غلط موقعے پر پھسلی تھی۔ وہ اب اپنے نچلے ہونٹ کو دانتوں تلے داب کر اُس کا حیرت زدہ چہرہ دیکھ رہی تھی۔

''اچھا۔۔۔؟؟؟؟ میں نے تو نہیں دیکھا انہیں۔۔۔'' اُس کے لہجے کی سچائی پر عائشہ کو فوراً ہی یقین آیا تھا۔ ''ویسے بھی پہچان بھی لیتا تو شاید بات نہ کرتا، کیونکہ میں ان کو تو بالکل بھی نہیں جانتا۔''

''جانتے تو آپ مجھے بھی نہیں تھے۔۔۔'' وہ جو گاڑی کو پارکنگ میں کھڑا کرنے کے لیے مناسب جگہ دیکھ رہا تھا اس کی بات سے لطف اندوز ہوا۔

''آپ کو تو پہلی نظر دیکھنے پر ہی مجھے یوں لگا کہ جیسے ہمارے درمیان صدیوں کی آشنائی ہے۔کبھی کبھی اچانک ہی ہماری کسی بندے کے ساتھ کیمسٹری میچ کرنے لگ جاتی ہے۔ہے ناں۔؟ وہ تھوڑا سا جھک کر شرارت بھرے انداز سے اُس سے تصدیق کرنا چاہ رہا تھا۔اُس کے لہجے میں کچھ تھا کہ عائشہ گڑبڑا سی گئی۔

''ہاں شاید۔۔۔''اُس نے اپنی بے ترتیب دھڑکنوں کو سنبھالنے کی کوشش کی۔

''شاید نہیں یقیناً۔۔۔''وہ اس کی گہری نظروں کے حصار میں تھی۔

''آپ کو کیا کوئی شک ہے۔۔۔؟؟؟؟''وہ بڑے فاتحانہ انداز سے اس کے دل کے راستے عبور کر رہا تھا۔

''مجھے کیوں شک ہونے لگا۔۔۔''وہ اس اچانک واردات سے گھبرا سی گئی۔

''ہونا بھی نہیں چاہیے۔۔۔''اُس کی نظروں کی تپش عائشہ کے ہاتھ پیر پھلا رہی تھی۔

''اوہ نو۔۔۔!!!!''عائشہ کی نظر سامنے سڑک پر پڑی،وہ لوگ ایک ورکشاپ کے بالکل سامنے تھے جب ایک دس بارہ سالہ بچے کو ایک موٹر سائیکل پر سوار شخص ٹکر مار کر بھاگ گیا تھا۔ایک دم سے ہی شور مچ گیا۔

''مائی گاڈ۔۔!!!!وہ بہت عجلت میں گاڑی سے اترا۔ورکشاپ کے آگے کچی سی جگہ پر مٹی کے اوپر گرے بچے کو اس نے بہت تیزی سے جا کر اٹھایا تھا۔اُس کے سر سے خون ایک فوارے کی صورت میں بہہ رہا تھا۔عائشہ ایک دم گھبرا سی گئی۔

''عائشہ،یہاں پاس ہی میرے دوست کا کلینک ہے پہلے اسے وہاں نہ لے جائیں،اسے فوری ٹریٹمنٹ کی ضرورت ہے۔۔۔''اُس بچے کا خون اس کی شرٹ کو خراب کر چکا تھا۔اس بچے کے کپڑوں اور ہاتھوں پر لگی کالک اور گریس کے نشانات سے انہوں نے اندازہ لگایا کہ وہ سامنے والی ورکشاپ پر کام کرتا ہے۔اب وہاں کافی لوگ اکھٹے ہو گئے تھے۔اُس نے اپنا رومال اُس بچے کے سر پر مضبوطی سے باندھ دیا تھا۔

اگلے ہی دس منٹوں میں وہ دونوں قریبی کلینک میں تھے۔عائشہ کو اُس نے گاڑی میں ہی بیٹھے رہنے کی تلقین کی تھی جب کہ وہ خود اُس بچے کو لے کر کلینک میں چلا گیا تھا۔جب کہ عائشہ حیرانگی سے اُسے دیکھ رہی تھی جس کی شرٹ بالکل خراب ہو چکی تھی جب کہ وہ اس سے لاپرواہ بڑے پر اعتماد انداز سے چل رہا تھا۔عائشہ کو پہلی دفعہ احساس ہوا تھا کہ ان دونوں کی کیمسٹری بالکل ٹھیک میچ ہوئی ہے۔

☆ ☆ ☆

''ماہم تمہیں آخر ہوا کیا ہے۔۔۔؟؟؟؟''

رامس کو اس کا مضطرب انداز بہت بے چین کر رہا تھا۔وہ اس کے ساتھ ہوتے ہوئے بھی ساتھ نہیں تھی۔

''تم سب لوگوں کو آخر یہ کیوں لگ رہا ہے کہ مجھے کچھ ہوا ہے۔۔۔؟؟؟''ولیج میں اس کے ساتھ ڈنر کرتی ماہم جھنجھلا گئی۔ابھی تو اُسے عائشہ کی تفتیش نے جی بھر کے بے زار کر رکھا تھا۔

''دیکھا۔۔۔؟؟؟اس کا مطلب ہے کہ میں ٹھیک کہہ رہا ہوں''وہ پرجوش ہوا تو ماہم نے حیرانگی سے اُسے دیکھا۔''جب میرے علاوہ

بھی کسی اور کو لگ رہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہی ہے کہ تم میں کوئی نہ کوئی تبدیلی تو آئی ہے ناں۔۔۔''

''کوئی تبدیلی نہیں آئی بس تم لوگوں کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔۔۔'' ماہم نے ضبط کا دامن ہاتھ سے چھوڑا تو وہ تعجب انگیز نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

''حیرت ہے کہ تمہیں بھی غصہ آتا ہے۔۔۔'' وہ فرائیڈ رائس پر منچورین ڈالتے ہوئے سادگی سے بولا۔

''کیوں میں انسان نہیں ہوں کیا۔۔۔؟؟؟؟'' ماہم نے ہاتھ میں پکڑا کانٹا پلیٹ میں پٹخا تو وہ حیران ہوا۔

''انسان تو ہو، لیکن تم ایک سائیکلوجسٹ بھی تو ہو ناں۔۔۔'' رامس نے رشین سلاد اس کی طرف بڑھاتے ہوئے اُسے یاد دلایا تو اس نے ناگواری سے کندھے جھٹکے۔

''میں ایک انسان پہلے ہوں اور سائیکلوجسٹ بعد میں ہوں۔ مجھے بھی ان تمام مسائل کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے جو ایک عام انسان کو درپیش ہوتے ہیں۔۔۔'' ماہم کو نہ جانے کیوں اپنے غصے پر قابو پانا دشوار ہو رہا ہے۔

''لیکن تم عام انسانوں سے زیادہ ان مسائل پر قابو پانے کی اہلیت رکھتی ہو ماہم۔۔۔'' رامس کی آنکھوں میں نرمی کا تاثر دیکھ کر وہ کچھ ڈھیلی ہوئی۔ ''آئی ایک سوری رامس، پتا نہیں کیوں طبعیت پر کچھ بےزاری سی ہے۔ پچھلے کچھ دنوں سے کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا۔۔۔''

''ہوں۔۔۔'' وہ ذومعنی انداز سے مسکرایا۔ ''مجھے تو یہ سب آثار محبت کے لگ رہے ہیں۔ کہیں محبت وحبت تو نہیں ہو گئی تمہیں۔۔۔'' اُس نے چھیڑا۔

''محبت۔۔۔؟؟؟'' وہ چونکی۔ ''مجھے۔۔۔؟؟؟'' اُس نے بے یقینی سے رامس کا مسکراتا چہرہ دیکھا۔ ''یہ کیسے ہو سکتا ہے۔۔۔؟؟؟'' اُس نے بُرا سا منہ بنایا۔

''کیوں تم انسان نہیں ہو، کیا تمہیں محبت نہیں ہو سکتی۔۔۔'' اُس نے شریر انداز سے اُسے جتایا تو وہ ہنس دی۔ ''بہت تیز ہو تم، فوراً ہی حساب برابر کرتے ہو۔۔۔''

''بائے گاڈ نہیں، ایسے ہی زبان پھسل گئی تھی۔'' اُس نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے بڑے خوشگوار انداز سے فوراً صفائی دی۔

''ہوں، تمہیں لگتا ہے کہ مجھے محبت ہو گئی ہے۔۔۔'' وہ اب بڑی دلچسپی سے پوچھ رہی تھی۔ بیزاری کا احساس ایک دم ہی ختم ہوا۔

''ہاں۔۔۔'' وہ ٹشو سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے مسکرایا۔

''وہ کس طرح۔۔۔؟؟؟؟'' ماہم نے اپنی پلیٹ میں سلاد ڈالتے ہوئے اب تجسس بھرے انداز سے پوچھا۔

''کیونکہ جب میں محبت کی واردات سے گذرا تھا تو میرے ساتھ بھی یہی ہوا تھا۔ عجیب سی بے چینی اور جھنجھلاہٹ نے پورے وجود کا احاطہ کر لیا تھا۔ کچھ بھی اچھا نہیں لگتا تھا۔ بس دل کرتا تھا کہ ایک ہی شخص سے ملوں، اُسی کو دیکھوں، اُسی سے بات کروں۔۔۔'' وہ کانٹے اور چھری کا بڑی مہارت سے استعمال کرتے ہوئے اُسے اپنی داستان مزے سے سنا رہا تھا۔ ماہم نے خوشگوار حیرت سے اس کا انتہائی پُراعتماد انداز دیکھا۔ وہ اس

وقت بلیو جینز پر پنک ٹی شرٹ پہنے ہوئے بہت ہینڈسم لگ رہا تھا۔

''اچھا۔۔۔؟؟؟'' ماہم نے اپنے گلاس میں پانی انڈیلا۔'' ویسے بائی داوے تمہیں کس سے محبت ہوئی تھی۔۔۔؟؟؟'' اُس کی خودساختہ بے نیازی پر وہ ہنسا۔

''تمہیں نہیں پتا۔۔۔؟؟؟؟''

''نہیں۔۔۔'' ماہم نے بمشکل اس کی آنکھوں میں چمکتے جگنوؤں سے نظریں چرائیں۔

''اگر تمہیں نہیں پتا، تو پھر تو پوری دنیا میں کسی کو بھی نہیں پتا ہوگا۔۔۔'' اُس نے مصنوعی مایوسی سے اُسے دیکھا جو سرخ رنگ کے لان کے سوٹ میں دمک رہی تھی۔ حالانکہ اس نے آنکھوں میں کاجل اور ہونٹوں پر ہلکا سا لپ گلوس لگا رکھا تھا۔ معمولی سی تیاری نے بھی اس کے دلکش نقوش کو جاذبیت عطا کر دی تھی۔

''مجھے کیا پتا۔۔۔'' ماہم نے بمشکل اپنی مسکراہٹ کو چھپایا۔

''ذرا میری آنکھوں کی طرف دیکھ کر یہ بات کرو۔۔۔'' اُس کے لہجے سے زیادہ اس کی نظروں کی حدت نے ماہم کے چھکے اڑائے۔

''اس میں کون سی مشکل ہے۔۔۔'' وہ خود کو سنبھالے اب اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے دیکھ رہی تھی۔

''ہاں تم ایسا کر سکتی ہو، کیونکہ تم کوئی عام سی لڑکی تھوڑی ہو۔۔۔'' اُس نے توصیفی انداز سے اُسے سراہا۔

''اس میں کوئی شک بھی نہیں۔۔۔'' اُس نے اپنی راج ہنس جیسی گردن اٹھا کر دیکھا، اسی لمحے اس کی نظر گلاس وال سے باہر پارکنگ کی طرف پڑی۔ اس کا دل دھک کر کے رہ گیا۔ گلاس وال چونکہ رامس کی پشت کی جانب تھی اس لیے وہ نہیں دیکھ سکتا تھا۔ جب کہ ماہم سخت بے یقینی سے اُسی شخص کو دیکھ رہی تھی جو اُسی دن والی لڑکی کے ساتھ اپنی گاڑی میں بیٹھ رہا تھا وہ لوگ شاید اس ہوٹل کے فرسٹ فلور پر بنے فیملی ہال سے کھانا کھا کر نکلے تھے۔

''کیا ہوا۔۔۔؟؟؟؟'' رامس نے جانچتی نظروں سے اُس کا پھیکا پڑتا چہرہ دیکھا۔

''کچھ نہیں۔۔۔'' ماہم نے اپنی مرتعش ہوتی دھڑکنوں کو بمشکل سنبھالا۔ زبردستی مسکراتے ہوئے اُس نے پانی کا گلاس لبوں سے لگا۔ وہ اب تنقیدی نظروں سے کبھی رامس اور کبھی اُس شخص کو دیکھ رہی تھی جو گاڑی کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ رہا تھا۔ جب کہ اس کے ساتھ سیاہ سوٹ میں اسٹائلش سی لڑکی اس کے برابر کی سیٹ سنبھال چکی تھی۔ اُس لڑکی کے انداز میں ایک محسوس کیا جانے والا استحقاق تھا۔

''کن سوچوں میں گم ہو جاتی ہو؟؟؟؟؟'' وہ ہلکا سا جھنجلایا۔

''تمہاری دھیان سے نکلوں تو کچھ اور سوچوں۔۔۔'' ماہم نے سراسر اُسے بہلایا۔ جب کہ اس کے ایک چھوٹے سے جملے نے رامس کے چہرے پر اتنی روشنیاں پھیلا دی تھیں کہ ماہم کو اس کی طرف دیکھنا دشوار ہو گیا تھا۔

''تم سوچ بھی نہیں سکتی ہو کہ تم نے میری زندگی کو کتنا بدل دیا ہے۔ میں جو سوچتا تھا کہ بابا کے اس بہیمانہ قتل کے بعد میں دوبارا کبھی نہیں سنبھل سکوں گا اور ٹینشن کے فیز سے کبھی نکل نہیں پاؤں گا، تم نے کتنی خوبصورتی اور مہارت سے مجھے زندگی کا یہ حسین رخ دکھایا ہے۔'' وہ کھلے دل

سے اس کو سراہ رہا تھا۔

''ماما تو صبح و شام تمہیں دعائیں دیتی ہیں۔ بھائی کو بھی تم سے ملنے کا اشتیاق ہے۔ کسی دن آؤ ناں ہمارے گھر۔۔۔'' اُس نے جیلی کسٹرڈ اپنے باؤل میں نکالتے ہوئے اُسے آفر کی۔

''انکل جواد کے ساتھ آؤں گی کبھی۔۔۔'' ماہم نے اُسے یونہی تسلی دی۔ اُس کا اس ڈنر سے ایک دم ہی دل اچاٹ ہو گیا تھا۔ بس نہیں چل رہا تھا کہ سب کچھ چھوڑ کر اُس شخص کے پیچھے نکل جائے جو اپنی ہنڈا اکارڈ میں ابھی ابھی یہاں سے نکلا تھا۔۔۔

''آخر مجھے ہوا کیا ہے۔۔۔؟؟؟؟؟'' وہ بُری طرح جھنجھلا گئی۔ وہ خود بھی اپنی حالت کو سمجھنے سے قاصر تھی۔

''اُس شخص کے ساتھ کسی لڑکی کو دیکھ کر مجھے آخر کیوں غصہ آتا ہے۔۔۔؟؟؟'' ذہن میں نمودار ہوتے اس سوال پر وہ چونکی اور اگلے ہی لمحے اُسے جھٹکا لگا اور اُس نے سخت خوفزدہ نظروں سے اپنے سامنے بیٹھے شخص کو دیکھا جس کے دل کی دنیا اس کے نام سے آباد ہو چکی تھی۔ جب کہ اُسے اپنے دل میں ویرانیاں سی اترتی محسوس ہو رہی تھیں۔

☆ ☆ ☆

وہ سکینہ اللہ دتا کی زندگی کا ایک اہم ترین دن تھا۔۔۔

موسم کی دلفریبی اپنی جگہ، ہلکی ہلکی سی کن من نے ایک سماں باندھ رکھا تھا۔ ٹھنڈی ہوا اپنے ساتھ چمپا اور رات کی رانی کی مہک لیے آ رہی تھی۔ اُس دن نہ جانے سکینہ کو کیا ہوا جو وہ واکر کے ساتھ چلنے پر مچل اٹھی حالانکہ اس سے پہلے ڈاکٹر خاور اور ان کے کولیگس نے کئی دفعہ ہمت بندھائی تھی لیکن سکینہ زمین پر پاؤں رکھنے کو آمادہ نہیں ہوئی تھی۔ اُس دن اُس نے سسٹر ماریہ سے خود ہی تھوڑا سا چلنے کی خواہش کا اظہار کیا تو وہ بھی اس کایا پلٹ پر حیران رہ گئیں۔

''شاباش، سکینہ، ہمت کرو۔۔۔'' سسٹر ماریہ نے خلوص دل سے سکینہ کی ہمت بندھائی۔ وہ اپنے ساتھ ایک اور نرس کو مدد کے لیے لے آئی تھیں۔ اس وقت وہ چاروں کوریڈور میں تھیں جہاں شام کا وقت ہونے کی وجہ سے اکا دکا لوگ ہی تھے۔

''سسٹر ماریہ، میں گر تو نہیں جاؤں گی۔۔۔'' سکینہ کی آنکھوں میں خوف اور سراسیمگی صاف پڑھی جا رہی تھی۔

''کچھ نہیں ہوتا پتر، اللہ سوہنے کا نام لے کر ہمت کر۔۔۔'' نرس کے بولنے سے پہلے ہی جمیلہ مائی نے اُس کے سر پر ہاتھ پھیر کر تسلی دی۔

''اماں۔۔۔'' سکینہ نے ڈرتے ڈرتے وہیل چیئر سے پہلا پاؤں زمین پر رکھا اور اُس کا سارا وجود ہی لرز گیا۔

''بہت مشکل ہے اماں۔۔۔'' وہ ایک جھٹکے سے وہیل چیئر پر بیٹھ گئی۔ اُس کی سانسیں بے ربط اور ماتھے پر پسینے کی بوندیں نمایاں تھیں۔ وہ اب زور زور سے سانس لے رہی تھی۔

''چل میری دھی، کوشش تے کرناں۔۔۔'' جمیلہ مائی نے بازو سے پکڑ کر اُس کی ہمت بندھائی۔

''نہیں، ناں۔۔۔'' وہ ایک لمحے کو ہچکچائی۔

''دیکھ پتر، تیری جسمانی حالت کچھ مضبوط ہوگی تو ڈاکٹر وڈا اپریشن کریں گے ناں، چل میری شہزادی۔۔۔''

''سکینہ اٹھ ناں، دیکھ وہ ڈاکٹر خاور آرہے ہیں، وہ تجھے واکر کے ساتھ چلتا دیکھ کر بہت خوش ہوں گے۔'' سسٹر ماریہ کی بات پر اُسے کرنٹ سالگا۔ سارا خوف اور ڈر ایک لمحے کو فضا میں تحلیل ہوگیا۔ وہ بڑے جوش کے ساتھ کھڑی ہوئی تھی۔

''شاباش۔۔۔!!!!'' وہ واکر کو مضبوطی سے پکڑ کر کھڑی ہوئی تو سسٹر ماریہ نے کھلے دل سے اُسے سراہا۔

''اماں۔۔۔'' پہلا قدم اٹھاتے ہی اُس نے باقاعدہ چیخ کر خوشی کا اظہار کیا تو جمیلہ مائی بے ساختہ مسکرائی۔ سکینہ کا دل دھک دھک کر رہا تھا۔ ہوا میں خنکی تھی لیکن اس کے باوجود اُسے لگ رہا تھا کہ پسینہ ہر مسام سے بہہ رہا ہے۔

''وری گڈ سکینہ۔۔۔'' نرس ماریہ کو بھی دل کی گہرائیوں سے خوشی کا احساس ہوا تھا۔ سکینہ نے دوسرے کے بعد تیسرا قدم اٹھایا ہی تھا کہ اُسے اپنی پشت پر ایک نسوانی قہقہے کا احساس ہوا۔

''ماشاءاللہ، زبردست۔۔۔'' ڈاکٹر خاور کے توصیفی لہجے پر سکینہ کے واکر پر جمے ہاتھ بُری طرح کپکپائے۔ وہ ساکت پلکوں کے ساتھ وہیں جم گئی۔ اُسے اپنی پشت پر ڈاکٹر خاور کی موجودگی کا احساس ہو رہا تھا۔ وہ اس وقت مجسم سماعت تھی۔ اُسے علم تھا کہ وہ اس کوریڈور کے دوسرے کونے سے اس طرف ہی آرہے تھے۔

''وری نائس۔۔۔!!!! سکینہ اور ہمت کریں۔۔۔'' ڈاکٹر خاور کی آواز سن کر خوشی کے مارے سکینہ کے ہاتھوں کی کپکپاہٹ بڑھ گئی۔

''بسم اللہ۔۔۔'' اُس نے جیسے ہی اگلا قدم اٹھایا۔ اماں کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

''دھیان سے، کہیں بہت تیز چلنے کی کوشش میں کوئی نقصان نہ کروا لینا۔۔۔'' زہر میں بجھے اُس لہجے نے سکینہ کے پاؤں جکڑ لیے۔ وہ جھٹکے سے مڑی، آواز کی سمت دیکھنے کی کوشش میں اُس کا پاؤں لڑکھڑایا، اور ہاتھوں کی گرفت واکر سے بالکل ختم ہوگی۔ ڈاکٹر زویا کی آواز پر دونوں نرسوں اور جمیلہ مائی کا دھیان بھی صرف ایک لمحے کو ہٹا تھا اور سکینہ ہسپتال کے ٹائلوں والے فرش پر بُری طرح گری تھی۔ اُس کی دل دہلا دینے والی چیخوں سے پورا کوریڈور گونج اٹھا تھا۔ اُس کی آواز میں اتنا کرب اور تکلیف کا احساس تھا کہ وہاں موجود تمام لوگوں کو اپنا دل پھٹتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ ایک لمحے کو تو ڈاکٹر زویا کو بھی اپنی روح فنا ہوتی ہوئی اور جسم کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہوئے محسوس ہوئے تھے۔

☆ ☆ ☆

''شائیلہ زبیر آپ جاب کیوں کرنا چاہتی ہیں۔۔۔؟؟؟'' وہ پیپر ویٹ اپنی ہتھیلی پر گھماتے ہوئے اپنے سامنے بیٹھی لڑکی کو دیکھ رہا تھا۔ جس کے چہرے پر لکھی کوفت کی تحریر باآسانی پڑھی جا سکتی تھی۔ اُس نے دو دن پہلے ہی اُسے انٹرویو کے لیے کال کیا تھا۔

''لوگ جاب کیوں کرتے ہیں۔۔۔؟؟؟'' شائیلہ کو اپنا بنایا ہوا بت ٹوٹنے کا اتنا افسوس تھا کہ وہ زیادہ دیر تک تحمل کا مظاہرہ نہیں کر سکی تھی۔ اُس کے لہجے کی تپش پر وہ مسکرایا۔ اُسے اندازہ تھا کہ اُس نے پورے تین گھنٹے انتظار کے بعد اُسے اپنے آفس میں بلوایا تھا۔ سیاہ آبنوسی لکڑی کی میز کے پیچھے بیٹھا وہ خاصا شاندار لگ رہا تھا۔

''ہوں، اچھا سوال ہے کہ لوگ جاب کیوں کرتے ہیں۔۔۔؟؟؟'' اُس نے ہاتھ میں پکڑا پیپر ویٹ میز پر رکھ کر اُسے غور سے دیکھا اور کچھ توقف کے بعد گویا ہوا۔ ''کچھ لوگ معاشی حالات کی تنگی کی وجہ سے جاب کرتے ہیں، کچھ ٹائم پاس کے لیے اور کچھ اپنی صلاحیتوں کو آزمانے کے لیے۔۔۔''

''اور کچھ اپنے گھر کی ٹپکتی چھتوں کو ٹھیک کروانے اور اپنی بیمار والدہ کا بہتر علاج کروانے کے لیے۔۔۔'' شائیلہ نے اس کی بات عجلت میں کاٹ کر تلخی سے کہا تو وہ ایک لمحے کو چپ سا رہ گیا۔

''آپ کے والد۔۔۔؟؟؟؟'' اُس نے تھوڑا سا سنبھل کر پوچھا۔

''انتقال ہو گیا ہے۔۔۔'' اُس کے دل پر بوجھ سا آن پڑا۔

''بھائی کتنے ہیں۔۔۔؟؟؟؟

''صرف ایک، اور وہ بھی ملک سے باہر۔۔۔'' وہ ناخن کھرچتی بے نیازی سے بولی۔

ملک سے باہر ہیں پھر تو انکم اچھی خاصی ہونی چاہیے آپ کی۔۔۔'' اُس کے لہجے میں طنز کی آمیزش شامل ہوئی تو شائیلہ نے گہرا سانس بھرا۔

''جی انکم اچھی خاصی ہی ہے۔۔۔'' وہ استہزائیہ انداز سے ہنسی ''لیکن صرف ان کی بیگم اور ان کے خاندان کے لیے۔۔۔'' اُس کے لہجے میں دکھ کی جو آنچ تھی اس کی تپش سامنے بیٹھے شخص نے اپنے دل میں محسوس کی تھی۔

''کیا مطلب۔۔۔؟؟؟؟'' وہ الجھا۔

''مطلب یہ کہ بھائی صاحب کے پاس اپنی مجبوریوں کی لمبی فہرست ہے اور میرے کوئی اور بہن بھائی نہیں اس لیے مجھے سب کچھ خود ہی کرنا ہے۔'' اُس کے طنزیہ لب و لہجے جی بھر کے تلخی تھی۔ اس کی بات پر سامنے بیٹھے شخص نے ایک لمبا سانس لیا تھا۔

''اس سے پہلے آپ کا گھر کیسے چلتا تھا۔۔۔؟؟؟؟'' اُس نے لحظہ بھر کو اُسے دیکھا۔

''ہماری دو تین اپنی دکانیں ہیں لیکن چونکہ وہ ایک محلے کے اندر ہیں اس لیے زیادہ کرایہ نہیں اور پھر روز بہ روز بڑھتی مہنگائی نے مسائل کو بھی بڑھا دیا ہے۔'' اُس نے مختصراً بتایا۔

''ہوں۔۔۔'' اُس کے چہرے پر سوچ کا تاثر بہت گہرا تھا۔ ''ایسا ہے کہ آپ کی کوالیفکیشن تو اچھی ہے اور کمپیوٹر ڈیپارٹمنٹ میں سیٹ بھی ہے لیکن مسئلہ یہ ہے کہ وہاں پر آپ سے پہلے کوئی خاتون نہیں ہیں۔۔۔''

''تو اس میں کیا مسئلہ ہے۔۔۔؟؟؟؟'' شائیلہ نے تعجب سے پوچھا۔

''مسئلہ تو کوئی نہیں ہے، مجھے لگا کہ کہیں آپ اتنے سارے مردوں کے درمیان کام کرنے پر تیار نہ ہوں۔۔۔'' اُس نے بڑی دلچسپی سے اپنے سامنے بیٹھی لڑکی کو دیکھا جو اُس کو لحظہ لحظہ حیران کر رہی تھی۔

''جب کوئی عورت کسی کام کے لیے گھر سے نکل آئے اور اُس کے پلو کے ساتھ مجبوریوں کی ایک لمبی قطار بھی بندھی ہوئی ہو تو وہ اپنے ارد

گرد کے ماحول سے ویسے ہی لاتعلق ہو جاتی ہے۔'' اُس کے لبوں پر وہ ہی دل جلا دینے والی مسکراہٹ نے احاطہ کیا تھا۔

''محترمہ لاتعلق ہو جانا اتنا آسان بھی نہیں ہوتا، جتنا آپ سمجھ رہی ہیں ایسی صورت میں جب آپ صنف مخالف سے تعلق رکھتی ہوں اور اپنے ڈپارٹمنٹ میں واحد خاتون بھی ہوں۔'' اُس کی آنکھوں میں تمسخرانہ سی چمک اتنی واضح تھی کہ ثنا ئیلہ کی پیشانی پر خاصے گہرے بل پڑے۔

''اب آپ مجھے کیا جتانا چاہتے ہیں۔۔۔''

''میں آپ کو 'جتانا' نہیں ''سمجھانا'' چاہتا ہوں کہ کسی اسکول سائیڈ پر کوئی جاب دیکھیں تو بہتر ہے۔۔۔'' اُس نے وضاحت دینے کی کوشش کی۔

''پھر میں آپ کی طرف سے انکار سمجھوں۔۔۔؟؟؟؟'' اُس نے ایک ہی جملے میں اس شخص کو چپ کروایا۔

''میں نے ایسا کب کہا محترمہ۔۔۔؟؟؟؟'' وہ حیرانگی سے اُسے کھڑا ہوتے ہوئے دیکھ رہا تھا ثنا ئیلہ کا چہرہ شدید قسم کے تناؤ کا شکار لگ رہا تھا۔

''مطلب تو وہ ہی تھا ناں۔۔۔'' اُس کے انداز میں عجلت تھی۔

''محترمہ آپ کے مطلب سمجھنے والی حس خاصی کمزور ہے۔اس کا پہلی فرصت میں علاج کروائیں۔۔۔'' اُس کے چہرے پر شگفتگی رقم تھی ۔ثنا ئیلہ عجیب سے مخمصے کا شکار ہوئی کہ چلی جائے یا یہیں کھڑی رہے۔

''بہرحال آپ کو اپائنٹمنٹ لیٹرل جائے گا لیکن آپ کوئی بھی فیصلہ ہو سوچ سمجھ کر کیجیے گا۔میری یہ بالکل نئی فیکٹری ہے میں کام کے معاملے میں کوئی رعایت ہرگز نہیں دوں گا۔'' اُس کی بات پر ثنا ئیلہ کے ساکت صامت وجود میں گویا بجلی سی دوڑی۔

''تھینکس۔۔۔!!!! اپنے کام میں کوئی بھی رعایت لینا میرے اصولوں میں بھی کہیں شامل نہیں، آپ بھی اس بات کو اپنے ذہن میں رکھیے گا۔'' ثنا ئیلہ کی بات پر اُس کے چہرے پر محظوظ کن سی مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔جب کہ ثنا ئیلہ بڑی متوازن چال کے ساتھ اس کے آفس سے نکل آئی تھی۔

''مائی گاڈ۔۔۔!!!!'' نابیہ نے ساری داستان سن کر شرارت سے آنکھیں پٹپٹائیں۔''تم نے یہ ساری باتیں سکندر شاہ کو کہہ دیں۔۔۔'' ثنا ئیلہ اس کی بات کا بُرا منائے بغیر مسکراتے ہوئے اس کے بنائے پکوڑوں سے انصاف کرتی رہی۔وہ اس انٹرویو کے بعد سیدھی نابیہ کے پاس ہی آئی تھی جو خوبصورت موسم سے لطف اندوز ہونے کے لیے برآمدے میں چار پائی بچھائے بیٹھی تھی۔اُسے دیکھ کر وہ جھٹ سے پکوڑے تل لائی تھی جن کا آمیزہ اُس نے آسمان پر بادل دیکھتے ہی بنا لیا تھا۔پکوڑوں اور چائے کی مہک پورے صحن میں پھیل گئی تھی۔

''تم نے اُسے اپنی کہانی کے کردار سکندر شاہ کا بتایا۔۔۔؟؟؟؟'' اس کی بات پر ثنا ئیلہ نے ایک دھپ اُسے رسید کی تو وہ ہنستی چلی گئی۔

''مجھے اٹھا کر اُس نے آفس سے باہر پھینک دینا تھا ویسے ہی بڑا روکھا پھیکا سا بندہ لگتا ہے۔۔۔'' اُس نے آسمان پر روئی کے گالوں جیسے بادلوں کو دیکھتے ہوئے اُسے اطلاع دی۔

''یار تمہاری اسٹوری کا سکندر شاہ تو بڑا رومینٹک سا تھا۔۔۔'' نابیہ نے متبسم لہجے میں کہا۔

''ہاں، لیکن یہ تو اُس سے بالکل مختلف ہے۔۔۔'' شمائیلہ تھوڑا سا اُداس ہوئی۔ ''اُس میں سکندر شاہ والی کوئی بات ہی نہیں۔۔۔''

''نہیں ہے تو اُس میں وہ تمام خوبیاں بنالو۔۔۔'' نابیہ نے ہری مرچ پکوڑے میں سے نکالتے ہوئے مفت مشورہ دیا۔

☆ ☆ ☆
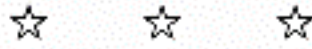
''ابا۔۔۔'' سکینہ نے دیسی گھی میں شکر ڈال کر روٹی کھاتے اللہ دتہ کمہار کو مخاطب کیا۔ جو صبح ہی سفر کر کے ہسپتال پہنچا تھا۔ اب فریش ہونے کے بعد سکون سے روٹی کھا رہا تھا۔

''کیا ہوا پتر۔۔۔؟؟؟؟'' اللہ دتے نے مسکرا کر اپنی لاڈلی بیٹی کا سنجیدہ چہرہ دیکھا۔

''ابا، اگر اللہ بدصورت جسم کے سینے میں دل نہ ڈالتا تو کتنا اچھا ہوتا۔۔۔'' سکینہ کی بات پر اللہ دتا اگلا لقمہ لینا بھول گیا۔ جب کہ سکینہ نے جمیلہ مائی کی غیر موجودگی کا بھرپور فائدہ اٹھا کر یہ سوال کیا تھا۔

''وہ کیوں پتری۔۔۔؟؟؟؟'' اُس نے کھوجتی نظروں سے استفسار کیا۔ سکینہ کے انداز پہلی دفعہ اُسے کچھ چونکا سے گئے تھے۔

''دیکھ ناں ابا۔ یہ دنیا کتنی ظالم ہے۔ ہر خوبصورت چیز پر بس خوبصورت لوگوں کا حق سمجھتی ہے۔ لوگوں کو لگتا ہے کہ بدصورت جسم کے اندر کوئی پتھر کا دل ہے۔ جس میں کوئی جذبہ نہیں پیدا ہو سکتا۔ وہ ہم جیسوں کی طرف ہر بات کے جواب میں ایسے دیکھتی ہے جیسے کہہ رہی ہو کہ پہلے اپنی اوقات پہچانو، پھر چاند کو اپنے دامن میں بھرنے کی خواہش کرنا۔۔۔'' سکینہ کا لہجہ بڑا بے بس کر دینے والا تھا۔

''ہاں تو پتری، چاند کو پکڑنے کی خواہش کرنا بھی تو کوئی دانشمندی نہیں۔۔۔'' اُن کا لہجہ ناصحانہ تھا اور وہ اب سکینہ کی ہر بات کو غور سے سن رہے تھے۔ بھوک کا احساس ایک دم ہی ختم ہو گیا تھا۔

''پھر ابا، دل کو انوکھا لاڈلہ کیوں کہتے ہیں۔۔۔؟؟؟؟'' سکینہ استہزائیہ انداز میں ہنسی۔

''پتری یہ انوکھے لاڈلے زندگی میں اکثر وختا ہی ڈالے رکھتے ہیں۔ اس لیے ان کو اتنے لاڈ میں نہ ہی رکھا جائے تو چنگا ہوتا ہے۔ ورنہ بندہ بڑا تنگ ہوتا ہے۔۔۔'' اللہ دتے نے شکر کا ڈبہ بند کرتے ہوئے سنجیدگی سے جواب دیا۔

''کیا کہہ رہی ہے یہ سکینہ۔۔۔؟؟؟؟'' جمیلہ مائی جو ابھی ابھی غسل خانے سے نکلی تھی۔ اُس نے اپنے شوہر کے آخری جملے سے گفتگو کا اندازہ لگانے کی کوشش کی۔ اُس کے تیکھے سے انداز پر سکینہ کا رنگ اڑا اور اللہ دتا کی زمانہ شناس نظروں سے پوشیدہ نہ رہ سکا۔

''کچھ نہیں، بس اِدھر اُدھر کی باتیں کر رہی تھی دھی رانی۔۔۔'' ابے نے سراسر ٹالا تھا۔ سکینہ کی رنگت بحال ہوئی۔

''یہ جاجی کہاں گیا ہے۔۔۔؟؟؟؟'' جمیلہ مائی کی بات پر سکینہ نے بُرا سا منہ بنایا۔ ''ہمیں کون سا بتا کر جاتا ہے۔۔۔''

''وہ ذرا فوٹو اسٹیٹ والی دکان پر میرے شناختی کارڈ کی فوٹو کاپی کروانے گیا ہے۔۔۔'' اللہ دتا کو آج پہلی دفعہ سکینہ کے انداز بہت حیران کر رہے تھے یا پھر اُس میں تبدیلی ہی اتنی نمایاں آئی تھی کہ سبھی کو کھٹک رہی تھی۔

''شناختی کارڈ کی کاپی کیا کرنی ہے۔۔۔؟؟؟؟'' جمیلہ مائی نے کھانے کے برتن سمیٹتے ہوئے سادگی سے پوچھا۔

''ڈاکٹر خاور نے منگوائی ہے، سکینہ کی فائل میں لگانے کو۔۔۔'' ڈاکٹر خاور کے نام پر سکینہ کا دل بے ہنگم انداز میں دھڑکا۔ اُس نے کنکھیوں سے دونوں کو دیکھا جو اپنی اپنی جگہ پر کسی گہری سوچ میں تھے۔ سکینہ نے بھی اپنا لان کا دوپٹہ منہ پر ڈالا اور سونے کے لیے لیٹ گئی ویسے بھی جمیلہ مائی کی موجودگی میں وہ بے دھڑک ہو کر اُسے اوٹ پٹانگ سوال تو کر نہیں سکتی تھی۔

''کیا کچھ، کہا ہے ڈاکٹر صاحب نے۔۔۔؟؟؟؟'' جمیلہ مائی نے اپنے شوہر کے پاس بیٹھتے ہوئے اُس کے چہرے کے تاثرات کا بغور جائزہ لیا۔

''ڈاکٹر صاحب کوئی بہت زیادہ پر امید نہیں ہیں بھلیے لوکے۔۔۔'' اللہ دتا نے گہری سانس بھر کے دلگرفتی سے کہا۔ البتہ اس کی آواز اتنی دھیمی تھی کہ بس جمیلہ مائی کی سماعتوں تک بمشکل پہنچی تھی۔

''ڈاکٹروں سے امید تو مجھے بھی نئیں، بس مولا سائیں اپنا کرم کرے گا۔۔۔'' جمیلہ مائی نے تسلی آمیز انداز سے اپنے شوہر کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

''ہوں۔۔۔'' اللہ دتا نے کسی خیال کے زیرِ اثر سر ہلایا۔

''اپریشن کا کچھ کہا انہوں نے۔۔۔'' قدرے تفکر آمیز انداز سے اُس نے پوچھا۔

''ہاں۔۔۔'' اُس نے اثبات میں سر ہلایا۔

''کہیں اپریشن کرنے سے انکار تو نہیں کر دیا انہوں نے۔۔۔'' جمیلہ مائی نے اپنے بدترین خدشے کا اظہار کیا۔

''انکار تو نہیں کیا، لیکن وہ کہتے ہیں کہ سکینہ کی جسمانی حالت جب تک بہتر نہیں ہو جاتی، ہم کوئی رسک نہیں لے سکتے۔۔۔'' اللہ دتا نے فوراً وضاحت کی۔ کمرے میں ایک بوجھل سا سناٹا بڑی سرعت سے پھیل گیا تھا۔ سکینہ دوپہر کے کھانے کے بعد اب گہری نیند میں تھی۔

''سکینہ کی ماں۔۔۔'' اللہ دتے نے اپنی بیوی کے جھکے سر کو دیکھتے ہوئے الجھن آمیز لہجے میں کہا۔ ''یہ اپنی سکینہ کچھ بدل نہیں گئی۔۔۔''

''کیا مطلب۔۔۔؟؟؟؟'' جمیلہ مائی نے بوکھلا کر اپنے شوہر کی شکل دیکھی۔

''وہ اب بہت عجیب و غریب سے سوال کرنے لگی ہے، اُس کی باتوں میں قناعت اور شکر گذاری کم اور گلے شکوے زیادہ جھلکنے لگے ہیں۔۔۔'' اللہ دتا کی بات پر جمیلہ مائی آمادگی سے مسکرا دی۔

''اس میں پریشان ہونے والی کون سی لوڑ ہے۔۔۔'' اُس نے تحمل بھرے انداز سے مناسب الفاظ کا چناؤ کرتے ہوئے مذید کہا۔ ''ہماری دھی رانی کی سوچیں تو کسی جھرنے کے پانی کی طرح صاف شفاف تھیں۔ بس بیماری اور آزمائش نے اُسے تھوڑا سا گدلا کر دیا ہے۔ اس میں اس نمانی کا کیا قصور، بندے کی ذات میں ہی بے صبرا اور ناشکرا پن کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔'' جمیلہ مائی نے بھرپور طریقے سے اپنی بیٹی کا دفاع کیا تھا۔

''اک تے مجھے تیری سمجھ نہیں آتی، ویسے سارا دن اُس معصوم کے پیچھے ڈنڈا سوٹا لے کر پڑی رہتی ہے، اور اب کیسے اُس کی طرفداری کر

رہی ہے۔" اللہ دتا اُس کی سادگی پر ہنستے ہوئے کہہ رہا تھا۔ جمیلہ مائی نے فٹ جواب دیا۔

"ہاں ناں، اُس کے سامنے کہوں گی تو زیادہ شوخی ہو جائے گی۔"

"ویسے سکینہ کی ماں، تجھے تجھے کبھی کبھی اللہ سے گلہ تو ہوتا ہوگا، کہ اللہ سوہنے نے اکوں اک دھی دی اور وہ بھی معذور۔۔۔" اللہ دتے کو نہ جانے آج کیا سوجھی تھی جو جمیلہ مائی سے یہ سوکر بیٹھا۔

"توبہ کرو سکینہ کے ابا توبہ۔۔۔" جمیلہ مائی نے فوراً کانوں کو ہاتھ لگائے۔ "کیوں مجھے گناہ گار کرتے ہو، پہلے ستاراں (سترہ) سال سوہنے رب کی منتیں مرادیں کر کے اولاد لی، اور اب کیا اُس ذات سے گلہ کرتی میں چنگی (اچھی) لگوں گی، میں کون ہوتی ہوں سوہنے رب کو مشورے دینے والی، کہ اللہ ایسی نہیں، ویسی اولاد دینی تھی۔ مولا کا کرم ہے، اُس کا احسان ہے کہ میری سونی گود کو اُس نے بھرا۔" جمیلہ مائی فطرتاً قناعت پسند تھی۔ اللہ دتا کو اُس کی یہی ادا تو سب سے زیادہ بھاتی تھی۔

"فیر وی سکینہ کی ماں، اگر تیری دھی ٹھیک نہ ہوئی تو۔۔۔" اللہ دتے نے ایک اور دل دکھاتا سوال کیا۔

"مجھے فیر وی سوہنے مالک سے کوئی شکوہ نہیں۔۔۔" جمیلہ مائی نے اپنی ایک بات سے اُسے چپ کروا دیا۔ "اگر اللہ سوہنے نے میری دھی کو ایسے ہی رکھنا ہے تو اس میں بھی کوئی اس کی مصلحت ہوگی۔"

"اچھا، پھر تو کیا کرے گی۔۔۔؟؟؟؟" اللہ دتے نے صافے سے منہ صاف کرتے ہوئے اُسے چھیڑا۔ اُسے آج جمیلہ مائی سے بات کر کے لطف آ رہا تھا۔

"کچھ نہیں، اللہ نے مجھے یہ دو ہاتھ دیے ہیں ناں، اسے اٹھا کر ہمیشہ دعا کروں گی کہ وہ میرے دل کے ٹکڑے کو کسی آزمائش میں نہ ڈالے، دعا کرنے کا اختیار تو رب نے اپنے بندے کو دیا ہے ناں۔۔۔" جمیلہ مائی نے اٹھ کر پنکھے کی ہوا کو تیز کیا۔

"لے یہ کیا بات ہوئی، پہلے تو اللہ کے فیصلوں پر راضی تھی، اب کہتی ہے کہ دعا کر کے فیصلہ تبدیل کروائے گی۔۔۔" اُس نے دوبارا اُسے تنگ کرنے کو کہا۔

"جب اللہ سوہنے نے کہا ہے کہ مجھ سے مانگو، تو میں اُسی سے مانگوں گی ناں۔۔۔" جمیلہ مائی نے اُسے سمجھانے کی کوشش کی۔ "میں اللہ کو مشورہ تو نہیں دوں گی بس اُسے اپنے دل کی آرزو بتاؤں گی، آگے پوری کرنا یا نہ کرنا تو اُس کا اختیار ہے ناں۔۔۔"

"تیرا کیا خیال ہے کہ اللہ تیری آرزو پوری کر دے گا۔۔۔" اللہ دتے نے اپنی بیوی کا پرعزم چہرہ دیکھا۔

"جب اللہ سوہنا مجھے سترہ سال کی دعاؤں کے بعد اولاد دے سکتا ہے تو اگلے سترہ سال کی دعاؤں سے میری دھی کو شفاء بھی دے سکتا ہے۔ بس بندے کی نیت صاف اور اللہ پر بھروسہ ہونا چاہیے" جمیلہ مائی آج اُسے حیران کرنے پر تلی ہوئی تھی۔

☆ ☆ ☆

''سکینہ یہ لے۔۔۔'' جمیلہ مائی کو کمرے میں نہ پا کر جاجی فوراً ہی اندر گھس آیا تھا۔ آتے ہی اُس نے ایک شاپر سکینہ کی طرف بڑھایا جو ہاتھ میں پکڑے ڈائجسٹ کو میز پر رکھ کر اُسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ جاجی دن بہ دن اُس کے لیے ناقابلِ برداشت ہوتا جا رہا تھا۔

''یہ کیا ہے۔۔۔؟؟؟؟'' سکینہ نے طنزیہ ہنکارہ بھرتے ہوئے ابرو چڑھا کر اُسے دیکھا۔

''کھول کر تو دیکھو تمہارے لیے لایا ہوں۔۔۔'' سکینہ کے سرد انداز کا بھی جاجی پر رتی برابر اثر نہیں ہوا تھا اس لیے وہ ڈھٹائی سے کھڑا تھا۔

''کس خوشی میں۔۔۔؟؟؟؟'' سکینہ نے سنگ کر کہا۔

''وہ تو نے ٹی وی پر جانا ہے ناں تو میں نے سوچا کہ تیرے لیے کوئی چھوٹی موٹی جیولری لے آؤں۔۔۔'' وہ بے خوفی سے اُس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے کہہ رہا تھا۔

''ایک بات تو بتا جاجی، آخر تو اپنے سارے کام کاج چھوڑ کر یہاں کیوں رُکا ہوا ہے۔۔۔'' سکینہ کا ضبط آج جواب دے گیا۔

''تیرے لیے۔۔۔'' اُس نے دو لفظوں میں قصہ نبٹایا۔

''کیوں، مجھ میں کون سے ایسے ہیرے جڑے ہوئے ہیں۔۔۔'' اُس نے دوٹوک انداز سے اُسے دیکھا جو مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''مجھے تو، تو کسی دیس کی پری لگتی ہے۔۔۔''

''تجھے میری کمر کا یہ کُب بُرا نہیں لگتا۔۔۔'' سکینہ کے لہجے میں چھلکتی خود اذیتی پر اس نے شکوہ کناں نظروں سے اُسے دیکھا۔

''مجھے تمہاری کمر کا کُب (کوہان) نظر ہی نہیں آتا۔۔۔'' جاجی نے اُس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اعتماد سے کہا تھا اُس کی بات پر وہ ساکت رہ گئی۔ اُس کی آنکھوں سے چھلکتے محبت کے پیالے نے سکینہ کو خوفزدہ کر دیا۔ ''اگر تجھے اتنا بڑا پہاڑ نظر نہیں آتا تو فوراً اپنی آنکھیں چیک کروا کے آ، سرکاری ہسپتال میں۔۔۔'' وہ ایک دم مشتعل ہوئی۔

''کملی جب بندہ محبت کی عینک لگا کر اپنے محبوب کو دیکھتا ہے تو اُسے وہ ہی نظر آتا ہے جو اُس کا دل اُسے دیکھاتا ہے۔ میرے دل کی آنکھ سے ذرا خود کو دیکھ، تجھے زندگی بہت خوبصورت لگے گی۔'' جاجی نے بھی آج اظہار کا موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا تھا۔ اُس کی آنکھوں میں چمکتے ستارے سکینہ کو اندھے کنویں میں دھکیل رہے تھے۔

''تیری تو مت ماری گئی ہے، اب میرا یہاں رہ رہ کر دماغ خراب نہ کر۔۔۔'' صبح سے ایک تو کمر کے درد نے اور اب جاجی کے دل کے انوکھے راگ اُس کو بے زار کر رہے تھے۔ اُس کا وہ تو خیریت رہی کہ اماں کمرے میں آ گئی تھی۔

''اعجاز علی، پتر یہ میرے والے موبائیل میں لوڈ تو کروا دے، تیرے تائے سے بات کرنی ہے مجھے۔۔۔'' جمیلہ مائی کے چہرے پر پھیلی تشویش پر جاجی نے فکرمندی سے دیکھا۔

''تائی ضروری بات کرنی ہے تو میرے والے نمبر سے کر لے۔۔۔'' جاجی نے فراخدلی سے اپنا سیٹ اماں کی طرف بڑھایا۔

''باہر جا کر بات کرتی ہوں، اندر ڈھنگ سے آواز نہیں آتی۔۔۔'' جمیلہ مائی نے کمرے سے نکلتے ہوئے جاجی کو بھی آنکھ سے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔

''تائی کیا ہوا۔۔۔؟؟؟؟ خیر تو ہے ناں۔۔۔؟؟؟؟'' جاجی نے باہر نکلتے ہی بے تابی سے پوچھا۔

''بس پتر، اللہ سوہنا کرم کرے اپنا، سکینہ دے ڈاکٹر نے بلایا سی۔۔۔'' جمیلہ مائی کے چہرے پر پھیلی رنجیدگی کی گہری تہہ جاجی کو فوراً ہی نظر آ گئی۔

''کیا، کیا ڈاکٹر نے۔۔۔؟؟؟؟'' اعجاز کی ساری حسیّں بیدار ہوئیں۔

''اللہ سائیں رحم کرے ہم پر، سکینہ کی رپورٹیں ٹھیک نہیں آئیں پتر۔۔۔'' جمیلہ مائی کی قوت برداشت قابل رشک تھی۔ جب کہ جاجی کے چہرے کا رنگ ایک سیکنڈ میں فق ہوا تھا۔ وہ حواس باختہ انداز سے اماں کا افسردہ چہرہ دیکھ رہا تھا۔

☆ ☆ ☆

ڈی واٹسن کے گلاس ڈور کو تیزی سے دھکیل کر نکلنے کی کوشش میں وہ سامنے والے بندے سے بُری طرح ٹکرائی۔۔۔ میڈیسن والا لفافہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر دُور جا گرا تھا۔

ایک لمحے کو تو عائشہ کا دماغ سن سا ہو گیا تھا۔ آنکھوں کے آگے ستارے محو رقص تھے جب ایک انتہائی مہذب لہجہ اس کی سماعتوں سے ٹکرایا۔ ''محترمہ، آپ ٹھیک ہیں ناں۔۔۔؟؟؟؟''

''دیوارِ چین سے ٹکرانے کے بعد کون بندہ ٹھیک رہ سکتا ہے۔۔۔'' وہ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھامے وہ بلند آواز سے بڑبڑائی تھی۔

''جی، کیا کہا، آپ نے۔۔۔؟؟؟؟'' سامنے والے کو بات تو سمجھ میں آ گئی تھی لیکن تصدیق کے لیے اُس نے دوبارا پوچھا۔ عائشہ نے سر اٹھا کر سامنے دیکھا تو اُسے جھٹکا لگا۔ وہی شخص اپنے چہرے پر بڑی جاندار سی مسکراہٹ سجائے اسکی آنکھوں میں ایک دم ہی ڈھیروں جگنو چمک اٹھے۔

''مانا کہ میں نے اُس دن آپ کو پینٹنگ نہیں دی، لیکن اس کا مطلب یہ تھوڑی تھا کہ آپ میرا سر ہی توڑ دیں۔۔۔'' عائشہ نے اپنے سر کو سہلاتے ہوئے جل کر کہا۔ اس کی بات پر سامنے موجود شخص کے حلق سے نکلنے والا قہقہہ بڑا بے ساختہ تھا۔

''آئی ایم سوری، میں نے ایسا دانستہ نہیں کیا، ویسے بھی میں دل میں بغض رکھنے والا بندہ نہیں۔۔۔'' اُس نے بڑے مہذب انداز سے صفائی دی لیکن اس کی آنکھوں میں شرارت رقصاں تھی۔ وہ اب اس کی تمام ادویات اکھٹی کر کے شاپر میں ڈال رہا تھا۔

''ویسے کیا آپ کا اپنا میڈیکل اسٹور کھولنے کا ارادہ ہے۔۔۔'' اُس نے ادویات کی تعداد کو دیکھتے ہوئے شرارت سے پوچھا۔

''نہیں، یہ مجھے ایک فری میڈیکل کیمپ کے لیے چاہیے تھیں۔۔۔'' اُس نے بے ساختہ کہا۔

''اوہ، تو آپ ڈاکٹر بھی ہیں کیا۔۔۔'' اُس کو خوشگوار سی حیرانی نے گھیر لیا تھا۔

''جی نہیں۔۔۔'' اُس نے شاپر پکڑتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔ ''لائیں میں یہ گاڑی میں رکھ دیتا ہوں، کافی بھاری ہے۔'' اُس نے پُر خلوص انداز میں کہا تو وہ بھی انکار نہیں کر پائی۔ شاپر پچھلی سیٹ پر رکھ کر وہ جانے کے لیے مُڑا تو عائشہ نے بے ساختہ اُسے پکارا۔

''یہ میری ایگزیبیشن کا انویٹیشن کارڈ ہے، آپ ضرور آیئے گا۔۔۔'' عائشہ نے اپنی گاڑی کی پچھلی سیٹ پر رکھے شاپر سے ایک کارڈ نکالا۔

''آپ مجھے کارڈ نہ بھی دیتیں تو میں ضرور آتا۔۔۔'' وہ زیرِ لب مسکراتے ہوئے بولا تھا۔

''آپ کو یاد تھا کہ ایگزیبیشن کب ہے۔۔۔؟؟؟؟'' عائشہ نے اس کی سحر انگیز آنکھوں سے بمشکل نظریں چرائیں۔

''میری یاداشت الحمد اللہ بہت عمدہ ہے۔ آپ نے اُس دن بتایا تو تھا اس لیے میں نے میریٹ کی ریسپشن سے تمام تفصیلات لے لی تھیں۔'' اُسکی بات پر عائشہ نے اچھنبے سے اُسے دیکھا

''آپ نے میری مطلوبہ پینٹنگ بنالی ناں۔۔۔؟؟؟؟'' اُس کا پریقین لہجہ اُسے چونکا گیا۔

''جی ہاں، لیکن ایگزیبیشن سے پہلے میں آپ کو نہیں دوں گی۔'' عائشہ کی سادگی پر وہ مسکرایا۔ ''مائی گاڈ، آپ نے واقعی پینٹنگ بنالی، میں تو سمجھا تھا کہ آپ نے یونہی میرا دل رکھنے کے لیے ہاں کر دی ہو گی۔'' اُس کی چہکتی ہوئی آواز میں سخت حیرانی تھی۔

''جب کہ میں سمجھی کہ آپ نے یونہی میرا دل رکھنے کو فرمائش کر دی ہو گی۔۔۔'' عائشہ کے منہ سے بے ساختہ پھسلا، وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

''محترمہ اس کا مطلب ہے کہ ہم انجانے میں ایک دوسرے کے دلوں کی حفاظت کرتے پھر رہے تھے۔۔۔'' اُسکے ذومعنی انداز پر عائشہ نے بڑبڑا کر اُسے دیکھا جس کے چہرے پر موجود مسکراہٹ میں کچھ تھا جو عائشہ کے پیروں نے آگے چلنے سے انکار کر دیا تھا۔

☆ ☆ ☆

''اماں۔۔۔'' اُس نے گلا کھنکھار کر کروشیے کی بیل بناتی جمیلہ مائی کو مخاطب کیا تو اُس نے سر اٹھا کر سکینہ کو دیکھا۔ جو بڑی مہارت سے آنکھوں میں کاجل لگا رہی تھی۔

''سکینہ تو، نعت کے مقابلے میں جا رہی ہے یا کسی کی جنج (برات) میں۔۔۔'' جمیلہ مائی کی آنکھوں میں ہلکی سی ناگواری تھی، اس سے پہلے کہ وہ کچھ اور کہتی سکینہ نے ہاتھ اٹھا کر اُسے فوراً بولنے سے روکا۔

''دیکھ اماں، خدا کے واسطے، آج کچھ نہ کہنا، ٹی وی کی اسکرین پر بغیر میک اپ کے بالکل بے سوادی آوں گی۔۔۔'' سکینہ کے لہجے میں عجیب سی ضد محسوس کر کے جمیلہ مائی با دلِ نخواستہ چپ کر گئی۔ وہ اب سخت حیرت سے سکینہ کی لوہے کی ڈرمی سے نکلنے والا میک اپ کا سامان دیکھ رہی تھی جو اُس نے نہ جانے کس سے اور کب منگوایا تھا اور اُسے خبر ہی نہیں ہوئی۔ وہ اب اپنی آنکھوں پر نیلے پیلے رنگوں کے آئی شیڈ لگا رہی تھی۔

''ناں سکینہ تیرا کی خیال اے کہ تو، یہ کالے پیلے رنگ لگا کے بہت سوہنی لگ رئی اے۔۔۔'' جمیلہ مائی نے ناک پر انگلی رکھ کر تعجب کا اظہار کیا تو وہ جھنجلا گئی۔

''ہاں کہہ دے کہ اپنے پنڈ کے شیدے قصائی کی کالی کٹی (کالی بھینس کی بچی) لگ رہی ہوں۔۔۔''

''لو مجھے کہنے کی کیا لوڑ ہے، تجھے تیرا یہ دو سو روپے والا شیشہ خود بتا دے گا۔۔۔'' جمیلہ مائی نے ہنس کر دوپٹہ اٹھا لیا اور کروشیے سے بیل بنانے لگی۔ سکینہ نے چوری چوری شیشے میں دیکھا اور اپنا چہرہ عجیب مضحکہ خیز سا لگا۔

''اماں کبھی کبھی واقعی کتنی سچی باتیں کرتی ہے''۔ اُس نے دل ہی دل میں سوچتے ہوئے فوراً پاس پڑے تولیے سے منہ رگڑ کر صاف کیا۔

''اماں سچ سچ بتا، کہ اب تیری سکینہ کیسی لگ رہی ہے۔۔۔؟؟؟؟'' سرخ لان کا دوپٹہ سر پر سلیقے سے اوڑھتے ہوئے اُس نے بے تابی سے پوچھا تو اماں نے رنگوں سے منور اس کا چہرہ دیکھ کر سکون کا سانس لیا۔

''میری دھی تو مجھے ویسے ہی پریوں کی ملکہ لگتی ہے۔۔۔'' جمیلہ مائی کو اچانک ہی اُس پر پیار آیا تھا۔۔

''اماں شکل وصورت کا تو مجھے پتا نہیں لیکن یہ بات طے ہے کہ تیری دھی کی آواز پورے پنڈ کی لڑکیوں سے زیادہ پیاری ہے۔'' سکینہ کے لہجے میں چھلکتے غرور پر جمیلہ مائی کا دل دہل سا گیا اُس نے ناگواری سے اپنی بیٹی کو ایک دفعہ پھر شیشہ دیکھتے ہوئے دیکھا۔

''ہزار دفعہ سمجھایا ہے سکینہ، سوچ سمجھ کر بولا کر کریے، اللہ نوں اتنا مان پسند نئیں۔۔۔''

''اماں کیا ہے، آج کے دن تو نصیحتیں نہ کر، ایک تو مجھے ساری رات خوشی کے مارے نیند نہیں آئی کہ میں نے پہلی دفعہ ٹی وی پر آنا ہے۔ اب طبعیت عجیب سی ہو رہی ہے۔۔۔'' سکینہ نے ہاتھ میں پکڑا فیس پاؤڈر والا تکیہ پر پٹخا تو اس کا مزاج برہم دیکھ کر سکینہ مائی دانستہ خاموش رہی کچھ توقف کے بعد اُس نے دوٹوک انداز میں کہا۔

''دیکھ سکینہ، یہ پہلی اور آخری دفعہ تجھے ٹی وی پر لے کر جا رہی ہوں لیکن اگلی دفعہ مجھ سے امید نہ رکھنا'' جمیلہ مائی نے اس کی بات سنی ان سنی کر کے ایک اور نصیحت کی۔''ہم یہاں علاج کے لیے آئے ہیں اللہ سوہنا شفاء دے تو ہم اپنے پنڈ واپس جائیں۔''

''اچھا ناں اماں، ہزار دفعہ یہ بات بتا چکی ہے اب ڈاکٹر صاحب کے سامنے یہ پینڈو باتیں کرنا نہ شروع ہو جانا۔۔۔'' سکینہ بُری طرح چڑ گئی۔''ہاں اور اپنے جاجی کو بتا دیا ہے ناں کہ وہ ہمارے ساتھ نہیں جائے گا۔'' اُسے ایک دم یاد آیا۔

''زیادہ او کھی نہ ہوا کر۔۔۔'' جمیلہ مائی نے ناک سے مکھی اڑائی ''بتا دیا ہے کہ میڈم صیبہ کا دماغ ٹھکانے نئیں اے، اس لیے وہ کملا یہیں بیٹھ کر ہمیں اڈیک لے گا۔'' جمیلہ مائی نے غصے سے کہا تو اُس نے بھی مذید تبصرہ نہیں کیا۔

ڈاکٹر خاور کا ڈرائیور انہیں اپنی گاڑی پر ہوٹل چھوڑ آیا تھا۔ ان کے ساتھ سسٹر ماریہ بھی تھی جس کو ڈاکٹر خاور نے اماں کی مدد کے خیال سے ساتھ آنے کو کہا تھا۔ تاکہ وہیل چیئر سے اتارنے اور چڑھانے میں مدد کر سکے۔

مشہور و معروف ہوٹل کے اس خوبصورت ہال میں بے شمار کیمرے، روشنیاں اور لوگوں کو دیکھ کر سکینہ کافی بوکھلا سی گئی تھی۔ اس کے مقابلے میں جمیلہ مائی پرسکون تھی اور حسب معمول وہ اپنی تسبیح میں مگن تھی۔ سکینہ کو اسٹیج پر پہنچا دیا گیا تھا جہاں اس مقابلے میں شرکت کرنے والے شرکاء موجود تھے۔ بہت سی آنکھوں میں اپنے لیے ترحم کے جذبات دیکھنا سکینہ کے لیے کوئی نئی بات نہیں تھی، لیکن اس وقت وہ عجیب سی گھبراہٹ کا شکار ہو رہی تھی۔ اُس نے بے شمار لوگوں میں بھی ڈاکٹر خاور کو ایک دراز قد، خوبصورت مگر پروقار خاتون کے ساتھ اندر آتے دیکھا تو اُس کے دل کی دنیا ہی بدل گئی۔ لوگوں کی آنکھوں میں موجود تمسخر، ترحم اور ہمدردی اب اُسے کوفت میں مبتلا نہیں کر رہا تھا۔

مقابلے کا آغاز ہو چکا تھا۔ اسٹیج سیکرٹری حصہ لینے والے افراد کو باری باری بلا رہی تھی۔ سکینہ کو پہلی نعت سننے کے بعد ہی اندازہ ہو گیا تھا کہ

مقابلہ اتنا آسان نہیں اور دنیا میں ہزاروں لوگ ایسے موجود ہیں جن کی آوازیں دل پر اثر کرتی ہیں۔

''اماں بتا ناں، میں نے نعت کیسی پڑھی۔۔۔؟؟؟؟ مقابلے کے اختتام پر سسٹر ماریہ اُس کو وہیل چیئر پر بیٹھا کر ہال میں لے آئی تھیں۔نتائج کا اعلان ایک وقفے کے بعد تھا۔سکینہ نے

اماں کے پاس پہنچتے ہی بے تابی سے پوچھا تھا۔اس سے پہلے کہ جمیلہ مائی اس کے سوال کو جواب دیتیں، ڈاکٹر خاور گرے رنگ کے سوٹ میں ملبوس ایک سوبرسی خاتون کے ساتھ وہاں تشریف لے آئے۔سکینہ کی دھڑکنوں نے اودھم سا مچا دیا۔

''ماما، ان سے ملیں، یہ سکینہ ہیں، جن کا میں نے آپ سے ذکر کیا تھا۔۔۔''ڈاکٹر خاور کو ایک دم اپنے سامنے پا کر وہ بوکھلا سی گئی۔

''ماشاءاللہ بیٹا، آپ کی آواز بہت خوبصورت ہے۔'' اُس خاتون نے تھوڑا سا جھک کے سکینہ کے ماتھے پر بوسہ دیا۔اُن کے محبت بھرے انداز پر سکینہ ششدر سی رہ گئی۔اپنی بیماری کے دنوں میں جمیلہ مائی کے بعد یہ اس کی زندگی میں دوسری خاتون تھیں جنہوں نے انتہائی محبت اور شفقت بھرے انداز سے سکینہ کو مخاطب کیا تھا۔اُس کی تو سخت حیرت سے قوت گویائی ہی سلب ہو گئی تھی۔وہ خاتون اب اسی انداز سے جمیلہ مائی سے مخاطب تھیں۔

''خاور آپ کا اور سکینہ کے والد صاحب کا بھی بہت ذکر کرتا ہے، وہ بہت متاثر ہے آپ دونوں سے''ڈاکٹر خاور کی والدہ کا خمیر بھی محبت سے گندھا ہوا لگ رہا تھا۔اُن کے محبت بھرے انداز پر جمیلہ مائی اور سکینہ کھل کر مسکرائیں۔دونوں کو ہی وہ خاتون بہت اچھی لگیں تھیں۔

''بس بہن جی میرے مولا کا کرم ہے، سب تعریف اسی ذات کی ہے، ہم انسانوں کا تو کوئی زور نہیں۔''جمیلہ مائی کا لہجہ شکر گزاری سے لبریز تھا۔

''میں تو خاور سے کہہ رہی تھی کہ بچی کی آواز میں دل کو چھو لینے والا سوز ہے۔'' ڈاکٹر خاور کی والدہ کے اپنائیت بھرے انداز کے باوجود سکینہ سے ایک لفظ بھی نہیں بولا گیا۔وہ کنکھیوں سے اپنے بالکل سامنے بلیک پینٹ پر لائٹ پرپل شرٹ پہنے مردانہ وجاہت سے مالا مال ڈاکٹر خاور کو دیکھ رہی تھی جو سسٹر ماریہ سے گفتگو میں مگن تھے۔ان کی والدہ کچھ دیر ان کے پاس ٹھہرنے کے بعد کسی اور کو ملنے کے لیے بڑھ گئیں تھیں۔

''ڈاکٹر خاور کو دیکھ کر یہ ہی لگتا تھا کہ کسی نیک عورت نے ان کی پرورش کی ہے۔آج اس بات کا یقین بھی آ گیا۔''ادھیڑ عمر سسٹر ماریہ نے ان کے جاتے ہی بلند آواز میں تبصرہ کیا۔

''اللہ پاک ان کو زندگی اور صحت دے اور اولاد کی خوشیاں دیکھائے۔۔۔''جمیلہ مائی نے بھی خلوص دل سے دعا دی۔

اسی دوران پروگرام کے دوسرے مرحلے کا آغاز ہو گیا تھا۔سسٹر مارے نے سکینہ کی وہیل چیئر کو اسٹیج کے بالکل قریب کر دیا تھا۔مہمان خصوصی کے خطاب کے بعد نتائج کا اعلان ہونا تھا۔سکینہ کو عجیب سی بے چینی لاحق ہوئی۔دل میں عجیب سی پکڑ دھکڑ ہو رہی تھی۔اُس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اسٹیج سیکرٹری سے نتائج والا صفحہ چھین کر پڑھ لیتی۔وہ اماں سے کچھ فاصلے پر دیوار کے پاس تھی۔

''نی سکینہ جدوں دل بے چین ہووے تے آیت الکرسی پڑھیا کر۔۔۔''اماں کی بات اچانک ہی ذہن کے پردے پر روشن ہوئی تو وہ آنکھیں بند کر کے آیت الکرسی کا ورد کرنے لگی۔

''کوئی فائدہ نہیں، جو چیزیں اللہ تعالیٰ قسمت میں لکھ دیتا ہے، وہ ہو کر رہتی ہیں۔۔۔'' یہ بات سن کر وہ دنگ رہ گئی۔ اُس نے گردن گھما کر اپنے سے چند گز کے فاصلے پر ایک انتہائی ہینڈسم شخص کو وہیل چیئر پر بیٹھے دیکھا۔ جس کے چہرے پر ایک بے رحم سی مسکراہٹ تھی۔

''کیا دیکھ رہی ہیں کہ اتنے خوبصورت اور ہینڈسم بندے کو قسمت نے کہاں لا بیٹھایا ہے۔۔۔'' وہ استہزائیہ انداز میں ہنسا۔ سکینہ اپنے خیالات کے عیاں ہونے پر ایک دم خفت زدہ ہوئی۔

''ویسے آواز آپ کی اچھی تھی اور نعت کا انتخاب بھی اچھا تھا۔۔'' وہ اسٹیج پر موجود مہمان خصوصی کی تقریر سننے کی بجائے اس پر بے لاگ تبصرہ کر رہا تھا۔ سکینہ کی ساری حسیات چاق و چوبند ہو گئیں لیکن وہ دانستہ چپ رہی۔

''کیا آپ کا بھی دل کرتا ہے کہ ایک دفعہ تو ضرور زمیں کو اپنے قدموں سے چھو کر دیکھیں۔۔۔'' وہ تھکن گزیدہ لہجے میں اُس سے پوچھ رہا تھا سکینہ نے ایسے تعجب سے آنکھیں کھول کر اس کی بات سنی جیسے کوئی بہت غیر معمولی بات ہو۔

''بتائیں ناں سکینہ اللہ دتا۔۔۔'' سکینہ کا رنگ فق ہو گیا۔ اُسے پہلی دفعہ اس خوبصورت بندے سے خوف محسوس ہوا۔ جو اپنی وہیل چیئر تھوڑی اُس کے قریب لے آیا تھا۔

''پپ پتا نہیں۔۔۔'' وہ تھوک نگل کر بمشکل بولی۔

''دیکھو لڑکی زندگی بہت ظالم چیز ہے۔ اس میں کچھ پتا نہیں چلتا کہ کب آپ کے قدموں کے نیچے سے زمین اور سر کے اوپر سے آسمان چھن جائے۔ اس لیے خود کو ہر قسم کے حالات کے لیے تیار رکھنا چاہیے ورنہ میرے جیسا حال ہوتا ہے۔'' وہ اس اجنبی شخص کی بے محل نصیحت کو سمجھنے سے قاصر تھی۔ جس کے چہرے پر اذیت، بے بسی اور تلخی کا بسیرا تھا۔۔

سامنے اسٹیج پر نتائج کا اعلان شروع ہو گیا تھا۔ سکینہ کا سارا وجود مجسم سماعت بن گیا تھا کچھ لمحوں کے لیے وہ اپنے پہلو میں موجود وہیل چیئر والے خوبصورت شخص کو بھی بھول گی۔ اُس کے اعصاب پر منوں وزن آن گرا تھا۔ ہر گزرتے لمحے کے ساتھ اس کی دھڑکنیں مدھم ہوتی جا رہی تھیں۔

☆ ☆ ☆

(صائمہ اکرم چوہدری کا یہ دلچسپ ناول ابھی جاری ہے، باقی واقعات اگلی قسط میں پڑھیے)

''واٹ۔۔۔؟؟؟؟'' عائشہ نے سخت تعجب سے ماہم کا پھیکا سا چہرہ دیکھا۔

''تم مجھے آج بتا رہی ہو، کہ رامس کی ماما، اُس کا پرپوزل لے کر پرسوں تمہارے گھر آئیں تھیں۔۔۔'' عائشہ نے ہاتھ میں پکڑی گاڑی کی چابی میز پر پٹخی۔ وہ آج اچانک ہی ماہم کے آفس کی طرف نکل آئی تھی لیکن یہاں آ کر اُسے احساس ہوا کہ اُسے یہاں نہیں آنا چاہیے تھا۔

ماہم کے کلینک میں اپنے خراب موڈ کی وجہ سے عائشہ زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکی اور اس کے عجلت میں واپس چلے جانے پر ماہم کو احساس ہوا کہ وہ اُس سے ٹھیک ٹھاک خفا ہو چکی ہے۔ اسی وجہ سے وہ شام کو فوراً عائشہ کی طرف پہنچی تا کہ اُسے منا سکے۔

وہ ان کے گھر کا گیٹ کھول کر اندر آئی تو سامنے لان میں عائشہ اپنے باغبانی کے مشغلے میں بُری طرح مصروف تھی۔ ماہم کو اندر آتا دیکھ کر بھی وہ اپنے کام میں مگن رہی۔ اُس کا چہرہ سپاٹ اور انداز میں لاتعلقی نمایاں تھی۔ ماہم اُس کے بالکل قریب آن پہنچی جب کہ عائشہ کے چہرے پر ہنوز نو لفٹ کا بورڈ آویزاں تھا۔

''تم مجھ سے خفا ہو۔۔۔؟؟؟؟ ماہم نے اس کا پھولا ہوا منہ دیکھ کر بالکل درست اندازہ لگایا۔

''مجھے کیا ضرورت پڑی ہے تم سے ناراض ہونے کی۔۔۔؟؟؟؟'' عائشہ نے ہاتھ میں پکڑا پائپ فرش پر پھینک دیا۔ سفید ٹائلوں پر پانی بڑی سرعت سے پھیلتا گیا۔ وہ آج کافی دن کے بعد بڑی فراغت کے ساتھ پورچ میں ایک ترتیب سے رکھے سنگِ مرمر کے گملوں میں پانی ڈال رہی تھی۔ تھوڑی دیر پہلے اس نے مالی بابا کے ساتھ مل کر لان کے پودوں کی کانٹ چھانٹ کا مرحلہ بھی عبور کیا تھا اس لیے اس کے ہاتھوں اور کپڑوں پر کہیں کہیں مٹی کے دھبے دکھائی دے رہے تھے۔

''اس لیے کہ میں نے تمہیں رامس کے پرپوزل کا جو نہیں بتایا۔۔۔'' ماہم نے تھکی تھکی سی سانس لے کر اُسے دیکھا جو بالکل اجنبی انداز سے اپنے کام میں مگن تھی۔

''میں نے تمہیں ایسا کب کہا۔۔۔؟؟؟؟'' عائشہ نے خفگی سے بھرپور ایک نظر اس پر ڈالی اور پائپ دوبارا اُٹھا لیا۔

''تم میرے آفس میں اتنا زیادہ خفا جو ہو رہی تھیں۔۔۔'' ماہم نے اُسے یاد دلایا۔

''کیوں مجھے ناراض نہیں ہونا چاہیے تھا کیا۔۔۔؟؟؟؟'' عائشہ نے اُلٹا اُس سے سوال کیا۔

''اس میں ناراضگی کی کیا بات ہے۔۔۔؟؟؟؟'' ماہم نے بے نیازی سے کہتے ہوئے مور پنکھ کے پودے کو غور سے دیکھا جو دھلنے کے بعد خاصا نکھرا نکھرا سا لگ رہا تھا۔

''مجھے تم پر حیرانگی ہو رہی تھی۔۔۔'' عائشہ نے صاف گوئی سے کہا۔

''رامس کے پرپوزل پر حیران ہونے والی کیا بات تھی۔۔۔'' ماہم نے تجاہلِ عارفانہ کا خوب مظاہرہ کیا۔ عائشہ نے گھور کر اُسے دیکھا۔

''مجھے حیرانگی رامس کے پرپوزل پر نہیں، تمہارے تین دن کے بعد بتانے پر ہو رہی تھی۔۔۔'' عائشہ نے ایک ایک لفظ پر زور دے کر

اُسے کچھ باور کروانے کی کوشش کی جواب خفت زدہ انداز سے دائیں بائیں دیکھ رہی تھی۔

''تمہیں اندازہ تو تھا یار کہ وہ مجھے پرپوز کرنے والا ہے۔۔۔'' ماہم نے ہلکی سی جھنجھلاہٹ کے ساتھ اُسے دیکھا جو کیاریوں کو پانی لگا رہی تھی۔

''میرے ''اندازوں'' کی تم بات نہ ہی کرو تو بہتر ہے۔ تمہارے بارے میں میرے اندازے اکثر غلط ہی نکلتے ہیں۔۔۔'' اُس کے طنز پر ماہم کی پیشانی پر ہلکا سا بل آیا۔

''تم انسانوں کی طرح بیٹھ کر کہیں بات نہیں کر سکتیں۔۔۔'' ماہم نے اس کے ہاتھ سے زبردستی پائپ پکڑ کر آسٹریلین گھاس پر پھینکا۔

''پہلے تم تو انسانوں کے ساتھ برتنا سیکھ لو، پھر کسی اور کو ایسے بھاشن دینا۔۔۔'' عائشہ نے تیزی سے اُس کی بات کاٹی اور وہ ہنوز ناراضگی کے اظہار کے لیے ہلکا سا رخ پھیرے سامنے لگے کوسموس کے پودے کو دیکھنے میں مگن رہی۔

''تم نے کیا اس کوسموس کے پودے پر ریسرچ پیپر لکھنا ہے، جو اس کے ارغوانی، کاسنی اور آتشی پھولوں پر نظریں جمائے کھڑی ہو۔'' ماہم نے کندھے سے پکڑ کر اس کا رخ اپنی طرف موڑا۔ وہ اپنے مزاج کے برعکس دانستہ ہلکا پھلکا انداز اپنائے ہوئے تھی۔

''ہاں لکھنا ہے۔۔۔'' عائشہ نے بمشکل اپنی اکتاہٹ پر قابو پا کر کہا۔

''بھئی اس میں اتنا ناراض ہونے والی کیا بات ہے۔ پچھلے تین دن سے ماما نے بزی کر رکھا تھا۔ وہ جب سے لندن سے واپس آئیں ہیں تمہاری طرف آنے کو ٹائم ہی نہیں ملا۔'' ماہم نے وضاحت دینے کی کوشش کی لیکن وہ خاموش رہی۔ ''یقین کرو آج جیسے ہی فرصت ملی فوراً تمہارے گھر کا رخ کیا ہے۔ تم نے بھی تو کوئی چکر نہیں لگایا۔'' وہ عائشہ کے ساتھ چلتے ہوئے لان چیئرز پر آن بیٹھی۔

''محترمہ صبح بھی میں ہی آپ کے کلینک گئی تھی، آپ نہیں آئیں تھیں۔۔۔'' عائشہ نے طنزیہ لہجے میں اُسے یاد دلایا۔

''آج کیا تمہارا بس لڑنے کا ہی موڈ ہے۔۔۔'' ماہم کے دوٹوک انداز پر عائشہ نے کچھ لمحوں کے لیے اس کے پھیکے پڑتے چہرے کو دیکھا اور پھر قدرے تحمل سے بولی۔

''چائے پیو گی۔۔۔'' عائشہ کے سرد انداز پر ماہم کا چہرہ کچھ لمحوں کے لیے تناؤ کا شکار ہوا۔

''اتنے روکھے پھیکے انداز سے پوچھو گی تو کس کافر کا چائے پینے کو دل چاہے گا۔'' ماہم نے بُرا سا منہ بنایا اور لان چیئر پر بیٹھ گئی۔

''تمہاری فضول سی داستان امیر حمزہ میں خالی پیٹ تو ہرگز نہیں سن سکتی۔ اس لیے چائے پینی ہے تو بتا دو، ورنہ میں اپنے لیے بنوانے لگی ہوں۔۔۔'' عائشہ کا انداز اگرچہ ابھی بھی اپنے اندر خفگی لیے ہوا تھا لیکن اس میں نرمی کی جھلک محسوس کر کے وہ بھی بے تکلفی سے بولی۔

''صرف چائے نہیں بلکہ قیمے والے سموسے بھی بنواؤ اور فرینچ فرائس بھی۔۔۔''

''یہاں تمہارے رامس صاحب نے کوئی ہوٹل نہیں کھول رکھا جو فرمائشی پروگرام نشر کر رہی ہو۔۔۔'' اُس کے لہجے میں طنز کی کاٹ محسوس کر کے ماہم نے بڑی جھنجھلاہٹ سے پہلو بدلا۔

''ایک بات تو بتاؤ، تمہیں غصہ رامس کے پرپوزل پر آ رہا ہے یا میرے نہ بتانے پر۔۔'' اُس کی کھوجتی نظروں پر وہ سنبھل کر بیٹھ

گئی۔ ''تمہیں کیا لگتا ہے۔۔۔؟؟؟؟'' اُس نے الٹا سوال کیا تو وہ بے دھڑک انداز میں بولی۔

''پر پوزل تو میرے اب تک ایک سو ایک آ چکے ہیں لیکن تم نے کبھی اس طرح ری ایکٹ نہیں کیا، جس طرح تم رامس کے نام پر کرتی ہو۔'' اُس کے بالکل ٹھیک تجزیے پر عائشہ نے بے چینی سے پہلو بدلا۔

''کیا مطلب ہے تمہارا۔۔۔؟؟؟'' وہ گملے میں لگے گارڈینیا کے سفید پھولوں کو دیکھتے ہوئے تغافل بھرے انداز سے گویا ہوئی۔

''مطلب وطلب تو یہ ہی ہے کہ محترمہ کو رامس علی کے پر پوزل پر اعتراض ہے بس۔۔۔'' اُس نے سو فیصد درست اندازہ لگایا لیکن مدمقابل بھی عائشہ تھی جسے اپنے تاثرات کو چھپانے میں کمال حاصل تھا۔

''بھئی ہم کون ہوتے ہیں اعتراض کرنے والے۔۔۔'' اُس نے ہاتھ جھاڑتے ہوئے لاپرواہی سے کہا تو ماہم تپ اٹھی۔ ''مجھے لگتا ہے کہ تمہارا بات کرنے کا موڈ نہیں۔'' وہ برہم انداز سے اپنے گھر جانے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی۔

''زیادہ ایکٹینگ کرنے کی ضرورت نہیں، آرام سے بیٹھ جاؤ، وہ قیمے والے سموسے تمہاری ساس نہیں کھائیں گی۔'' عائشہ نے ایک نگاہ میں اس کے چہرے پر پھیلی سرخی کو دیکھا۔ وہ دوبارا بیٹھ گئی اور اب لاتعلق انداز سے میوسیفولیا کے نیلے پھولوں کو دیکھنے لگی۔ اُس کی ناراضگی کو عائشہ نے ایک لمحے میں محسوس کر کے خود کو سنبھالا۔

''یہ لو نیلا پھول۔۔۔'' عائشہ نے صلح جو انداز سے ایک پھول توڑ کر اس کی طرف بڑھایا۔ ''میں نے سنا ہے کہ نیلے رنگ کے پھول ڈپریشن کے مریضوں کے لیے جادوئی اثر رکھتے ہیں۔ ان کی روشنی، مہک اور دلفریبی کسی دوا کی طرح مزاج پر اثر ڈالتی ہے۔۔۔'' عائشہ کے شرارت بھرے انداز پر وہ بے ساختہ ہنس پڑی۔ ''بہت خبیث چیز ہو تم۔۔۔'' اُس کا موڈ بحال ہو گیا تھا۔ ماہم نے سکون کا سانس لیا۔

''دیکھا کتنی جلدی اثر ڈالا۔۔۔'' عائشہ بھی کھلکھلا کر ہنسی اور دانستہ خوشگوار انداز سے پوچھا۔

''ہاں اب بتاؤ کہ پھر کب کروا رہی ہو منگنی۔۔۔''

''منگنی۔۔۔؟؟؟'' وہ چونکی۔ ''مگر کس سے۔۔۔؟؟؟'' ماہم کے سوال پر عائشہ کو جھٹکا لگا۔

''دماغ ٹھیک ہے تمہارا۔۔۔؟؟؟؟'' عائشہ نے کھا جانے والی نظروں سے اُسے گھورا۔ ''میں تمہاری اور رامس کی انگیجمنٹ کی بات کر رہی ہوں۔۔۔''

''اوہ۔۔۔'' وہ پُراسرار انداز سے مسکرائی۔ ''میں نے کب کہا کہ اُس کا پر پوزل قبول کر لیا گیا ہے۔۔۔'' اُس کی بات پر عائشہ ششدر رہ گئی۔

''کیوں، اب کیا تکلیف ہے۔۔۔؟؟؟؟'' اُس نے کوفت زدہ انداز سے پہلو بدلا۔

''تکلیف تو کوئی نہیں ہے، بس دل ہی نہیں مانتا۔۔۔'' اُس نے مختصراً قصہ نبٹایا۔

''تم نے کب سے دل کے اشاروں پر چلنا شروع کر دیا۔۔۔'' عائشہ اب غور سے اس کا زرد ہوتا چہرہ دیکھ رہی تھی۔

''جب سے دل نے بڑے مبہم قسم کے اشارے دینا شروع کیے ہیں۔۔۔'' اُس کے انداز میں اکتاہٹ کا عنصر نمایاں تھا۔

''تو دل کو سمجھاؤ ناں۔۔۔'' عائشہ کو اپنے اندر خطرے کی گھنٹی بجتی محسوس ہوئی۔

''نہیں سمجھتا ناں، ضدی بچہ بنا بیٹھا ہے۔۔۔'' ماہم نے کھلے دل سے اپنی بے بسی کا اظہار کیا۔

''یہ کیا بات ہوئی بھلا۔۔۔؟؟؟'' عائشہ نے ایک جانچتی نگاہ اس کے تھکے تھکے انداز پر ڈالی۔ اُسے پہلی دفعہ وہ حد درجہ الجھی اور پریشان سی دیکھائی دی۔ اُس میں تبدیلی کا عمل بڑی سرعت سے وقوع پذیر ہوا تھا اور اُس کے بدلے بدلے انداز اب سب کو چونکانے لگے تھے۔

''پتا نہیں یار، دل کے ساتھ مسئلہ کیا ہے۔ اُس راستے پر چلنے کی ضد کرتا ہے جس میں خواری ہی خواری ہے۔۔۔'' ماہم کے انداز میں ہلکی سی جھنجھلاہٹ در آئی۔

''مثلاً کون سے راستے پر۔۔۔؟؟؟؟'' عائشہ نے اپنے بے قابو ہوتے دل کو بمشکل سنبھالتے ہوئے پوچھا۔

''بتاؤں گی بہت جلد، ابھی تو مجھے اپنے تیر آزمانے دو، اُس کے بعد دیکھتے ہیں، کیا کرنا ہے۔۔۔'' اُس کی بات پر عائشہ کے چہرے کا رنگ اڑا اور اُس نے سخت خوفزدہ نظروں سے اپنے سامنے بیٹھی بے تحاشا حسین لڑکی کو دیکھا جس کے حسن سے اُسے پہلی دفعہ خوف محسوس ہوا تھا۔

☆ ☆ ☆

اُس دن بُری طرح گرنے کے بعد سکینہ کی آنکھ کھلی تو اُس نے خود کو آئی سی یو کی بہت سی مشینوں کے درمیان پایا تھا۔ ہوش میں آتے ہی اُسے جسم کی ہڈیوں میں جان لیوا درد محسوس ہوا۔ اُسے آنکھ کھولتے دیکھ کر جمیلہ مائی کا حواس باختہ چہرہ کچھ پرسکون ہوا۔ اُسے اماں ہی سے پتا چلا کہ اُسے کئی گھنٹوں کے بعد مکمل ہوش آیا تھا۔ ہوش میں آنے کے بعد بھی اگلے چوبیس گھنٹے اُس نے ادویات کی وجہ سے غنودگی میں گذار دیے تھے۔

''اماں میری شکل کتنی بے سُری سی ہوگئی ہے ناں۔۔۔'' آئی سی یو سے کمرے میں منتقل ہونے کے بعد جیسے ہی اُس کی نظر آئینے پر پڑی تو وہ ایک لمحے کو خود بھی ڈر گئی۔ نچلا ہونٹ اور دائیں آنکھ ابھی بھی سوجی ہوئی اور ماتھے پر تین ٹانکوں کا اضافہ بھی ہو چکا تھا۔ جب کہ جسمانی چوٹوں کا تو کوئی حساب ہی نہیں تھا۔ درد کشا ادویات کے باوجود انگ انگ دکھتا ہوا محسوس ہوتا تھا۔ سکینہ کے لیے وہ بڑے اذیت والے لمحات تھے۔

''پتر، شکر کر کہ تیری جان بچ گئی ورنہ اُس دن تو مجھے لگا کہ بس میری دھی اب گئی۔۔۔'' جمیلہ مائی ان کرب انگیز لمحات کو یاد کر کے رنجیدہ ہوئی۔

''اماں پتا نہیں ایک لمحے میں کیا ہوا، زمین میرے قدموں سے نکل گئی اور مجھے احساس ہی نہیں ہوا۔۔۔'' سکینہ نے ایک دفعہ پھر سامنے لگے شیشے سے نظریں چرائیں۔ دل دکھ کے گہرے احساس سے بھر گیا۔

''پتر، قدموں سے زمین اور ٹانگوں سے جان نکلنے میں بس تھوڑا ہی ٹیم (وقت) لگتا ہے۔ بندہ منٹوں میں چٹ پٹ ہو جاتا ہے۔'' جمیلہ مائی نے انتہائی محبت سے اُس کے ماتھے کا بوسہ لیا اس واقعے کے بعد وہ بہت ڈر گئی تھی۔

''اماں شکل تو میری پہلے بھی بے سوادی تھی اوپر سے یہ نیا چن (چاند) بھی میرے متھے پر بن گیا ہے۔۔۔'' سکینہ کی روہانسی آواز پر جمیلہ مائی کے دل کو کچھ ہوا۔

''دیکھ سکینہ اگر تو نے منٹ منٹ بعد اپنی صورت شیشے میں دیکھ کر رولا ڈالنا ہے تو بتا دے۔ میں ابھی یہ شیشہ دیوار سے اتار کر رکھ دوں

گی۔۔۔'' جمیلہ مائی نے اپنی آنکھوں کوململ کے دوپٹے سے صاف کیا۔ آج کل اس کی آنکھیں نہ جانے کیوں بار بار نم ہو جاتی تھیں۔

''اماں دیوار سے شیشہ اتار دینے سے کون سا حقیقت بدل جائے گی۔ اسے لگا رہنے دے، اچھا ہے ناں سکینہ کو اپنی اوقات یاد رہے گی۔۔۔'' اُس کے لہجے میں آنسوؤں کی آمیزش محسوس کر کے جمیلہ مائی کا دل پھٹنے لگا۔

''دیکھ پتر شکل سے کچھ نہیں ہوتا جو لوگ ہمیں چنگے لگتے ہیں۔ وہ ہمیں ہر حالت میں سوہنے لگتے ہیں۔ جو پیار، محبت شکل دیکھ کر کیا جائے وہ کون سا اصلی ہوتا ہے۔'' جمیلہ مائی نے اُسے تسلی دینے کی کوشش کی۔

''اماں اصل اور نقل کی پہچان کیسے ہوتی ہے۔۔۔؟؟؟'' سکینہ نے اپنی سوجی ہوئی آنکھ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے تلخی سے کہا۔ ''دل تو محبوب کی بس ایک نظر کا متلاشی ہوتا ہے۔''

''دفع کر پتر۔۔۔!!!'' اماں نے ناک سے مکھی اڑاتے ہوئے نصیحت کی۔ ''بس اللہ کے ساتھ لو لگا میری جند جان، اُسے بندوں کی شکلوں سے نہیں ان کے عملوں سے پیار ہوتا ہے۔۔''

''مجھے تو لگتا ہے اماں، اللہ بھی بس سوہنے لوگوں کا ہی ہے۔۔۔'' سکینہ کی بدگمانی پر جمیلہ مائی دہل سی گئی۔

''ناں میری جان، سوہنے رب کے بارے میں ایسے باتیں نہیں کرتے۔۔۔''

''دیکھ ناں اماں، اللہ نے نہ مجھے اچھی شکل دی، نہ عقل دی، نہ پیسہ دیا اور نہ ہی صحت دی۔ کوئی ایک چیز تو دے دیتا۔'' سکینہ نے باقاعدہ انگلیوں پر گن کر بتایا تو جمیلہ مائی کو غصہ ہی تو آ گیا

''چودہ سال تو فصلوں، کھلیانوں اور پنڈ میں دڑنگے لگاتی پھرتی تھی۔ کیا تجھے اُس وقت اللہ نے صحت وتندرستی نہیں دی تھی تو نے اُس وقت کون سا اللہ کا شکر کر کر کے زبان گھسا دی تھی۔'' جمیلہ مائی نے اُسے نہ چاہتے ہوئے بھی آئینہ دکھایا۔

''مجھے کیا پتا تھا کہ پندرھویں سال میں، میں یوں منجے (چارپائی) پر آن پڑوں گی۔۔۔'' سکینہ نے استہزائیہ انداز سے اماں کو دیکھا جو کہہ رہی تھی۔

''واہ میرے مولا سائیں، بندا کتنا ناشکرا اور خودغرض ہے، جیسے ہی اُسے پتا چلتا ہے کہ کوئی مصیبت آنے والی ہے تو فوراً تسبیح اور جائے نماز سنبھال لیتا ہے۔ ورنہ سینہ تان کے فخر کے ساتھ اُسی کی زمیں پر پھرتا ہے اور اُسے اُس وقت رب کی یاد نہیں آتی۔۔۔''

''اماں تو ہر وقت، مولوی صاحب کی بیگم کی طرح لیکچر نہ دیا کر، ویسے ہی میرا دل بہت اداس ہے۔۔۔'' سکینہ کی آواز میں پہلے کی طرح دم خم نہیں تھا لیکن وہ پھر بھی بولنے سے باز نہیں آتی تھی اور اماں کے ساتھ نوک جھونک کا سلسلہ بھی جاری رہتا۔

''یہی تو سارا مسئلہ ہے، ہم نے اسلام کا ٹھیکہ بس مولویوں کو دے رکھا ہے اور خود بیٹھ کر ہاتھ ہلاتے رہتے ہیں۔۔۔'' اماں کمر پر ہاتھ رکھ کر تاسف بھرے انداز سے کھڑی ہوئی تو سکینہ نے سوالیہ نظروں سے اُسے دیکھا۔

''پتی اور چینی لینے جا رہی ہوں باہر، آج خود چائے بنا کر پیوں گی۔ کینٹین کی کالی شاہ چا تو میرے حلق سے نہیں اترتی۔۔۔'' اماں نے

لاتعلق سے انداز سے اُسے اطلاع دی اور کمرے سے نکل گئی۔سکینہ نے ایک دفعہ پھر سامنے لگے آئینے میں اپنے گردن پر پڑا نیل دیکھا تو اُس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔اُسی لمحے ڈاکٹر خاور نے کمرے میں قدم رکھا تھا سکینہ نے بے ساختہ بازو کی پشت سے اپنی نم آنکھوں کو صاف کرنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہی۔

''سکینہ۔۔۔!!!!!'' ڈاکٹر خاور نے تنبیہی نظروں سے اُسے دیکھا تو وہ زبردستی مسکرا دی۔''بہت بُری بات ہے یہ۔۔۔''

''کیا کروں ڈاکٹر صاحب، آنکھ میں آنسو بھی بس سیلاب کی طرح اچانک آ جاتے ہیں اور منہ زور سیلابوں کے آگے کمزور سے بند کہاں ٹھہرتے ہیں۔۔۔''اُس کا انداز بے بسی سے لبریز تھا

''آپ کو پتا ہے سکینہ، میری میڈیکل لائف میں آپ کے گرنے والا واقعہ ایک ایسا سانحہ تھا کہ مجھے حقیقتاً اپنے پیروں سے زمین نکلتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔'' وہ ایک کرسی گھسیٹ کر بالکل آرام سے بیٹھ گئے۔اُس واقعے کے بعد انہوں نے پہلی دفعہ سکینہ سے یوں فرصت میں بات کی تھی۔

''یہ کیسے ہوسکتا ہے۔۔۔'' سکینہ نے بے یقینی سے ان کا سادہ سا چہرہ دیکھا۔''آپ تو ڈاکٹر ہیں، اور ڈاکٹروں کو تو اپنی زندگی میں بڑے بڑے حادثے دیکھنے کو ملتے ہیں۔۔۔''

''ہاں آپ ٹھیک کہتی ہیں لیکن یہ حادثہ ایسا تھا جس نے مجھے بے پناہ خوشی کا احساس بھی دیا اور کربناک اذیت سے بھی روشناس کیا۔۔۔'' وہ بلاتکلف اپنے احساسات بیان کر رہے تھے۔

''میری زندگی کی یہ ایک بڑی خواہش تھی کہ آپ کو اپنے قدموں پر چلتا دیکھوں۔۔۔''انہوں نے حسرت بھرے انداز سے اضافہ کیا۔

''پھر۔۔۔؟؟؟؟'' سکینہ کا دل بے قابو ہوا۔

''اور میری زندگی کا وہ اذیت ناک لمحہ تھا جب میں نے آپ کو زمین پر بُری طرح گرتے دیکھا۔۔۔''اُن کے لہجے میں دکھ کا ایک جہان آباد تھا۔''مجھے لگا کہ ایک تیز رفتار ٹرین میرے پرخچے اڑاتی ہوئی گذر گئی ہے۔۔۔''

''ایسا کیوں لگا۔۔۔؟؟؟؟'' سکینہ بولی نہیں تھی لیکن اُس کی آنکھیں چیخ چیخ کر یہ سوال کر رہی تھیں۔

''مجھے زندگی میں پہلی دفعہ احساس ہوا کہ آپ کے ساتھ میرا صرف ڈاکٹر اور مریض کا رشتہ نہیں۔۔۔'' ڈاکٹر خاور کی بات پر سکینہ سانس لینا بھول گئی اور ہکا بکا انداز سے دیکھنے لگی۔محبت کی تتلی اچانک ہی اس کی فریکچر شدہ بازو پر آ کر بیٹھ گئی تھی۔

''میں نے تجزیہ کیا ہے کہ بعض دفعہ احساس اور خلوص کا رشتہ تمام رشتوں پر حاوی ہو جاتا ہے اور آپ کے ساتھ میرا تعلق انہی دو جذبوں پر مشتمل ہے۔'' وہ مسکرا کر سکینہ کے دل کی دنیا میں ایک طوفان برپا کر گئے۔جب کہ سکینہ کو اپنی سماعتوں پر یقین نہیں آ رہا تھا وہ اپنی سوچی ہوئی آنکھ کے ساتھ سامنے بیٹھے ڈاکٹر خاور کو ٹکٹکی باندھے دیکھے جا رہی تھی۔اُسے پہلی دفعہ شیشے میں اپنی سوجی ہوئی شکل بُری نہیں لگی۔

☆ ☆ ☆

''اُف۔۔۔!!!!میری کمر ٹوٹ گئی یار۔۔۔'' نابیہ نے بھاری بھرکم بیگ باقاعدہ زمین پر پٹخ کر ثنائیلہ کو دیکھا جو ایک لوہے کا ٹرنک بمشکل گھسیٹتی لا رہی تھی۔

''یار میرا تو اپنا بُرا حال ہو گیا ہے۔سانس ہی بحال نہیں ہو پا رہا۔۔۔'' بے ربط سانسوں کے ساتھ ثنائیلہ بولی۔

''بھائی نے کہا بھی تھا کہ سارا سامان پیک کر دو، میں مزدور بلا کر لے آتا ہوں، لیکن تم نے اپنے ساتھ مجھے بھی مروا دیا۔۔۔'' نابیہ کا تھکن سے انگ انگ دکھ رہا تھا۔وہ اب دڑھم سے چارپائی پر لیٹتی اُسے بلند آواز میں کوس رہی تھی۔

''حد کرتی ہو تم بھی یار، بڑا بڑا سامان تو وہ ہی اٹھائیں گے لیکن اب الماریوں سے کپڑے، برتن وغیرہ تو ہمیں ہی سمیٹنے تھے ناں۔۔۔'' ثنائیلہ نے پانی والے کولر سے گلاس بھر کر منہ سے لگایا اور ایک ہی سانس میں غٹاغٹ پی گئی۔

''ہائے ہائے، بازو، ٹانگیں، کمر ہر چیز دہائی دے رہی ہے۔۔۔'' نابیہ اپنی ٹانگیں دباتے ہوئے بولی تو ثنائیلہ ایک دم ڈھیروں خفت کا شکار ہوئی۔

''سوری یار، میری وجہ سے تمہیں اتنی تکلیف اٹھانی پڑی۔۔۔'' ثنائیلہ نے اسٹیل کے گلاس میں پانی اُس کی طرف بڑھایا۔

''اب زیادہ شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں، میں نے یہ سب تمہارے لیے نہیں، خالہ کے لیے کیا ہے۔شکر ہے کہ ان کے چہرے پر بھی کوئی مسکراہٹ دیکھنے کو ملی ہے۔۔۔'' نابیہ نے پانی پی کر گلاس چارپائی کے نیچے رکھا اور خود بے تکلفی سے لیٹ گئی۔

''امی کو تو لگتا ہے کہ نئی زندگی مل گئی ہے۔اب تو خود بھاگ بھاگ کر سارے کام کرنے لگی ہیں اور محلے میں بھی نکلنا شروع کر دیا ہے۔۔۔'' ثنائیلہ بھی اس کے پاس ہی آن بیٹھی۔

''ویسے یار یہ تمہارے ماموں اچانک کہاں سے دریافت ہو گئے، اور اتنا بھاری بھرکم چیک بھی بھجوا دیا۔۔۔'' نابیہ تجسس کے مارے ایک دفعہ پھر اٹھ بیٹھی جب کہ اس کی بے تابی پر وہ مسکرا کر بولی۔

''ہزار دفعہ بتا چکی ہوں کہ ماموں نہیں، ان کا وکیل آیا تھا۔جس نے اپنے فون سے ممانی سے بھی امی کی بات کروائی تھی اور بتایا تھا کہ نانا کا چکوال والا آبائی گھر اور زمینیں جو ماموں نے

بیچی تھیں۔اُس کا حصہ بھجوایا ہے۔۔۔''

''لیکن وہ خود کیوں نہیں آئے؟؟؟ اور رابطہ کیوں نہیں رکھا۔۔۔'' نابیہ کی تسلی نہیں ہو پا رہی تھی۔

''ممانی نے بتایا تھا کہ ہمارا پی ٹی سی ایل نمبر جوان کے پاس تھا وہ بند ہونے کی وجہ سے رابطہ نہیں ہو پایا۔۔۔'' اُس نے دیوار سے اپنے گھر کے صحن میں جھانکا جہاں سیمنٹ، بجری اور اینٹوں کا طوفان آیا ہوا تھا۔کل سے گھر کی مرمت ہونے کا کام شروع ہو رہا تھا۔

''ویسے ڈیئر بڑے نیک انسان ہیں تمہارے ماموں، جو بڑی شرافت سے اپنی بہن کا حصہ بھجوا دیا، ورنہ آجکل کے دور میں تو بس نفسا نفسی کا عالم ہے۔'' نابیہ کی حیرت کم ہونے میں ہی نہیں آ رہی تھی۔اس لیے وہ بار بار اس چیز کا اظہار کر رہی تھی۔

''تمہارے ماموں سے بات نہیں ہوئی خالہ کی۔۔۔؟؟؟؟''

''نہیں یار وہ ملک سے باہر تھے، ممانی کہہ رہی تھیں کہ وہ تفصیل سے پاکستان میں آکر بات کریں گے۔'' شائیلہ کی اطلاع پر نابیہ نے بھی موضوع بدلا۔

''ویسے تم لوگوں نے بھی اچھا کیا کہ ساون کی بارشوں سے پہلے ہی گھر کی مرمت کا کام شروع کروا دیا۔ ورنہ یاد ہے ناں کہ پچھلے سال کتنا مسئلہ ہوا تھا۔'' نابیہ اب واش بیسن کے آگے کھڑی منہ ہاتھ دھو رہی تھی۔

''سچ پوچھو، تو مجھے ابھی تک یقین نہیں آ رہا کہ اللہ نے اتنا اچھا سبب بنا دیا ورنہ ہمیں شہیر سے تو کوئی بھلائی کی امید ہی نہیں تھی۔'' شائیلہ کے لہجے میں بے یقینی کا عنصر محسوس کر کے نابیہ ہنس پڑی۔

''شہیر کو ان پیسوں کی خبر مل گئی تو اڑتا ہوا پاکستان آ جائے گا۔۔۔'' نابیہ نے تولیہ تار پر پھیلاتے ہوئے تلخی سے کہا۔

''ٹھیک کہتی ہو تم، اس لیے میں نے امی کو سختی سے منع کیا ہے کہ اس سے بالکل بھی ذکر نہ کریں۔ اب تو ان کو بھی بہت سی چیزیں سمجھ آ گئی ہیں۔'' شائیلہ اُداس ہوئی۔

''دفع کرو اُسے تم، ذرا سوچو کہ پورے گھر میں ٹائلیں لگ کر کتنا خوبصورت لگے ناں۔۔۔'' نابیہ نے اُس کے پاس آتے ہوئے دانستہ موضوع تبدیل کیا اور وہ واقعی بڑے پر جوش انداز میں گویا ہوئی۔ ''یار مجھے تو ابھی تک یقین نہیں آ رہا کہ میرا اتنے سالوں کا سپنا پورا ہو رہا ہے۔ ابھی بھی لگتا ہے جیسے کوئی خواب دیکھ رہی ہوں۔'' گھر کی تعمیر شائیلہ کا ایک ایسا سپنا تھا جس کے پورا ہونے کی امید اُس نے بالکل ختم کر دی تھی لیکن یہ خواب اتنی آسانی سے پورا ہو جائے گا اس کا اُسے اندازہ نہیں تھا۔ اس لیے وہ بے یقینی کا شکار تھی۔

''اللہ بہت بے نیاز ہے بس ہم لوگ عُجلت کا مظاہرہ کر جاتے ہیں ورنہ وہ تو اپنے کسی بندے کو تنہا نہیں چھوڑتا۔۔۔'' نابیہ نے فضا میں موجود مروا کی دلفریب خوشبو کو اندر اتارتے ہوئے کہا تو وہ مسکرا دی۔

''اور سناؤ سکندر شاہ کو تم نے بتا دیا کہ تمہیں اب جاب کی کوئی ضرورت نہیں رہی۔۔۔'' نابیہ نے اچانک ہی اُس سے پوچھا تو وہ چونک گئی۔ ''اوہ تو، میں تو اس افراتفری میں بھول ہی گئی حالانکہ اپائنٹمنٹ لیٹر ملے بھی کافی دن ہو گئے، کیا سوچتا ہو گا وہ کہ پہلے تو کتنی اتاؤلی ہو رہی تھی اور اب اس کے نخرے ہی ختم نہیں ہو رہے۔''

''چلو کل اس کے دفتر فون کر کے بتا دینا۔۔۔'' نابیہ نے چارپائی پر بیٹھتے ہوئے تسلی دی تو اُس نے فوراً کہا۔ ''نہیں یار، اچھا نہیں لگتا، میں کل خود اس کے آفس جا کر بتا آؤں گی۔'' وہ معصومیت سے بولی تو اُس نے کندھے اچکا کر شرارت سے کہا۔ ''تم بھی اُس سے ملاقات کے بہانے ڈھونڈتی ہو۔۔۔''

''نہیں یار۔۔۔'' وہ ایک دم شرمندہ ہوئی۔ ''سچ پوچھو تو عشق کا سارا بھوت ناک کے ذریعے باہر نکل گیا ہے۔ ماہم منصور بالکل ٹھیک کہتی تھی کہ آپ کا مضبوط تخیل آپ کو گمراہ کر رہا ہے۔''

''تھینکس گاڈ۔۔۔!!!!تمہیں یہ بات سمجھ میں آئی۔۔۔'' نابیہ نے دونوں ہاتھ دعائیہ انداز میں منہ پر پھیرتے ہوئے بلند آواز میں کہا تو وہ ڈھیروں خفت کا شکار ہوئی۔

''مجھے لگتا ہے کہ اب سکندر شاہ کو تم سے محبت ہو جائے گی۔۔۔'' نابیہ کے شریر انداز پر وہ چونکی۔

''مجھے ایسی کوئی خوش فہمی نہیں، اس شخص کی آنکھوں میں اتنی اجنبیت، اور لہجے میں اتنا روکھا پن ہوتا ہے کہ میری محبت بیچاری آخر کب تک اس کے پیچھے خوار ہو۔۔۔'' اُس نے خود ہی اپنا مذاق اڑایا تھا جو نابیہ کو بالکل اچھا نہیں لگا۔

''اب ایسا بھی کوئی پرنس نہیں۔ پتا نہیں خود کو سمجھتا کیا ہے۔۔۔'' وہ چڑی۔

''جو بھی سمجھتا ہے۔ بالکل ٹھیک سمجھتا ہے۔۔۔'' ثنائیلہ نے اس کی بات کاٹ کر تیزی سے کہا۔

''کیا مطلب۔۔۔؟؟؟؟'' نابیہ نے بھنویں اچکا کر اُسے دیکھا جو پل میں تولہ اور پل میں ماشہ تھی۔

''بھئی نخرہ بھی تو اسے سوٹ کرتا ہے ناں۔'' ثنائیلہ کی بات پر وہ ہکا بکا انداز سے اُسے دیکھنے لگی جس کے چہرے پر کسی دلفریب سوچ نے بڑے خوبصورت رنگ بکھیر دیے تھے۔

''تم آج بھی وہیں کھڑی ہو جہاں آج سے کچھ ماہ پہلے تھی۔ اس لیے خود کو یہ کہہ کر دھوکا مت دو کہ تمہیں سکندر شاہ سے محبت نہیں رہی۔'' نابیہ کی دل دکھاتی صاف گوئی پر اُس کا دل رنج سے دوچار ہوا اور وہ سر جھکائے اپنے ہاتھوں کی لکیروں کو دیکھتی رہی۔

☆ ☆ ☆

''امّاں۔۔۔'' سکینہ نے کروشیے کے ساتھ ابا کی ٹوپی بنانے میں مگن جمیلہ مائی کو پکارا۔

''ہاں میری جند، میری جان۔۔۔'' جمیلہ مائی نے انتہائی محبت سے اُس کے اُداس چہرے کو دیکھا۔ اب تو اُس کی حالت کافی بہتر ہوگئی تھی لیکن کمر پر لگنے والی چوٹ کی وجہ سے وہ اٹھنے بیٹھنے میں دشواری محسوس ہوتی تھی۔

''پتا نہیں کیوں امّاں، آج کل اپنا پنڈ، اپنا گھر، ٹیوب ویل اور کچا صحن بہت یاد آتا ہے۔۔۔'' سکینہ کی رنجیدہ آواز سن کر جمیلہ مائی اگلا ٹانکا اٹھانا بھول گئی۔ آج پتا نہیں کتنے عرصے کے بعد اُس نے اپنے پنڈ کو یاد کیا تھا۔

''خیر ہے ناں پتر، آج تجھے اپنے گھر کی کیسے یاد آگئی۔۔۔؟؟؟'' جمیلہ مائی کی آنکھوں میں استعجاب اتر آیا۔

''اپنا گھر کس ظالم کو بھولتا ہے امّاں۔ گھر لوٹ جانے کا احساس ہی اتنا خوبصورت ہوتا ہے کہ بندے کو راستے کی ساری تھکن بھول جاتی ہے۔۔۔'' وہ سر جھکائے بہت آہستگی سے بولی۔

''اس میں تو کوئی شک نہیں پتر۔۔۔'' جمیلہ مائی بھی اداس ہوئی۔

''رمضان المبارک شروع ہونے والا ہے اور یاد ہے ناں کہ اپنے پنڈ میں روزے رکھنے کا کتنا سواد آتا تھا'' سکینہ کی بات پر کمرے میں آتی سسٹر ماریہ کھل کر مسکرائی۔ اُس نے ڈرپ لگانے کے لیے کینولہ اٹھایا۔ ''گاؤں کی خالص آب وہوا کا تو اپنا ہی ایک لطف ہوتا ہے۔ میں زندگی میں بس ایک دفعہ ہی پنجاب کے ایک گاؤں میں گئی تھی اور بہت مزا آیا تھا۔ دوبارا ایسا موقع نہیں ملا'' سسٹر ماریہ کے لہجے میں چھپی حسرت کو محسوس کر کے سکینہ نے فوراً دعوت دی۔

''سسٹر آپ اس عید پر ہمارے پنڈ چلو گی۔۔۔'' سکینہ کی بات پر کمرے میں داخل ہوتے ڈاکٹر خاور مسکرائے۔

''بھئی عید پر آپ کے گاؤں میں کیا کسی خصوصی دعوت کا اہتمام کیا جاتا ہے۔۔۔'' اُن کے شرارت بھرے انداز پر سکینہ کے گندمی رنگت میں سرخی کا اضافہ ہوا۔ اُس کے گرنے والے واقعے کے بعد ڈاکٹر خاور آج کل صبح وشام باقاعدگی سے اُس کے کمرے کا راؤنڈ کر رہے تھے۔ سکینہ کے سٹی اسکین کی رپورٹ ان کے ہاتھ میں تھی۔

''جی عید پر ہمارے پنڈ کے قبرستان کے پاس بہت بڑا میلہ لگتا ہے۔ بہت کھیل تماشے ہوتے ہیں۔۔۔'' سکینہ کے بچگانہ انداز پر وہ خوشدلی سے مسکرائے۔

''پھر تو ڈاکٹر صاحب ہم سب کو سکینہ کے گاؤں ضرور جانا چاہیے۔۔۔'' سسٹر ماریہ نے بڑی احتیاط سے کینولہ اُس کے ہاتھ پر لگاتے ہوئے گفتگو میں حصہ لیا۔

''ست بسم اللہ، جم جم آؤ پتر۔۔۔'' جمیلہ مائی کا چہرہ خوشی کے احساس سے کھلا جا رہا تھا۔

''پتا ہے ڈاکٹر صاحب ہمارے پنڈ والے گھر میں امّاں ہر دوسرے مہینے مٹی کا لیپ کر کے صحن کا فرش ہموار رکھتی تھی۔ گھر کے دائیں کونے میں بنے چھپڑ میں امّاں کی لاڈلی بھوری بھینس اور میری تین بکریاں رہتی ہیں۔ ساتھ ہی مرغیوں کا کُھڈا (گھر) بھی ہے۔ ہمارے صحن میں ایک طرف

مٹی کا چولہا اور پانی کا نلکا بھی لگا ہوا ہے۔ گھر کی دیواریں چھوٹی چھوٹی ہیں جہاں کھڑے ہو کر میں اپنی سہیلیوں سے باتیں کرتی تھی۔'' ایک ٹھنڈی سانس لے کر سکینہ اُس ماحول میں پہنچ گئی جو قسمت کی ستم ظریفی سے اُس سے عارضی طور پر چھن گیا تھا۔

''انشاء اللہ ہم آپ کے گھر کبھی نہ کبھی ضرور جائیں گے۔۔۔'' سسٹر ماریہ نے اُسے تسلی دی۔

''کیا آپ کا دل کرتا ہے کہ واپس اپنے گھر جائیں۔۔۔'' ڈاکٹر خاور نے دلچسپی سے پوچھا۔

''جی میرا دل کرتا ہے کہ میں اپنے پیروں پر بھاگتی ہوئی گھر جاؤں اور اماں کی جھڑکیوں کی پرواہ کیے بغیر نلکے سے منہ لگا کر پانی پیوں اور پھر بہت سا پانی اپنی ہتھیلیوں میں بھر کر فضا میں اچھالوں۔ اپنے گھر میں لگے تندور سے تازہ روٹیوں کی سوندھی مہک کو محسوس کروں۔ مٹی کی ہانڈی میں پکتے شوربے والے سالن سے ایک بوٹی چوری چوری نکالوں اور اماں کے ڈر سے گرم گرم چبا جاؤں۔ امرود اور آموں کے درختوں پر گلہریوں کا تعاقب کروں۔ لیکن میں اب ایسا نہیں کرسکتی اس معذوری نے میرا چھپڑ، ٹیوب ویل، لسی کی چاٹی اور بے فکری کی زندگی چھین لی ہے۔'' سکینہ تھکن زدہ انداز میں مدید بولی۔

''مجھے اپنے صحن میں لگا نلکا اور جامن کے درخت پر بیٹھیں چڑیاں بہت یاد آتی ہیں۔ آم کے درختوں میں کوکتی کوئل اور شام کے سناٹے میں چلنے والی پن چکی کی آواز سنے لگتا ہے صدیاں گذر گئیں۔ میرے گاؤں میں چلنے والی سرکش ہوا کے ساتھ آتی منہ زور خوشبو، موسلا دھار بارش، پھولوں پر تتلیوں کے غول، جگنوؤں کے قافلے اور میرے سارے موسم مجھ سے بچھڑ گئے ہیں۔'' اُس کے گلے میں آنسوؤں کا گولہ سا اٹک گیا۔ ایک بوجھل سی خاموشی کمرے کے بیچ میں ٹھہر گئی۔

''انشاء اللہ آپ کو اپنے سارے موسم واپس ضرور ملیں گے۔۔۔'' ڈاکٹر خاور کی آنکھوں میں ایک خاموش سا دلاسہ اور یقین تھا۔

''آپ عید پر کچھ دن کے لیے گھر کیوں نہیں چلی جاتیں۔۔۔؟؟؟؟'' ڈاکٹر خاور کی بات پر جمیلہ مائی کی آنکھوں میں روشنی چمکی اس نے بے یقینی سے اُس مہربان مسیحا کو دیکھا۔ ان کے مشورے پر کم از کم جمیلہ مائی کو اپنے اندر توانائی بھرتی ہوئی محسوس ہوئی۔

''ڈاکٹر صاحب میں پنڈ سے آپ کے لیے دیسی گھی اور شکر لے کر آؤں گی۔۔۔'' سکینہ کا موڈ ایک دم بحال ہوا۔

''بھئی مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں، بس آپ خیریت سے آجایئے گا واپس۔۔۔'' ڈاکٹر خاور کی بات پر اس کا سادہ لوح دل ایک دفعہ پھر غلط فہمی کا شکار ہوا۔ وہ کمرے سے نکل گئے تھے لیکن ان کی آواز کی بازگشت کسی مست قلندر کی طرح پورے کمرے میں جھومنے لگی۔

''بس آپ خیریت سے آجایئے گا واپس۔۔۔'' اس ایک جملے نے سکینہ کو آنے والے دنوں کے لیے ڈھیروں توانائی بخش دی تھی۔

☆ ☆ ☆

''سید پور ولیج مختلف تہذیبوں کی عکاسی کا ایک خوبصورت مرقع ہے۔۔۔''

رامس اور ماہم موسم کی دلفریبی کا لطف اٹھانے ابھی ابھی مارگلہ کی پہاڑیوں کے درمیان بسے اس خوبصورت گاؤں میں پہنچے تھے جو ہمیشہ سے سیاحوں کی نگاہ کا مرکز رہا تھا۔ رامس نے سر اٹھا کر پہاڑیوں کے بالکل درمیان میں بسے اس گاؤں کو دیکھتے ہوئے ماہم کو کہا۔

''مجھے بھی یہاں مٹی اور گارے سے بنے گھر اور عمارتیں دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے پہاڑوں کے درمیان بسا یہ گاؤں کسی اور ہی دنیا کا حصہ ہو۔۔۔'' ماہم نے تائید کی وہ آج رامس کے بھرپور اصرار پر اُس کے ساتھ چلنے پر آمادہ ہوئی تھی۔ رامس کچھ عرصے سے اپنے بزنس میں بُری طرح مصروف تھا۔

''ہاں باہر سے آنے والے لوگ سوچ بھی نہیں سکتے کہ مارگلہ کی پہاڑیوں کے درمیان ایسی جگہ بھی ہو سکتی ہے جہاں بالکل خالص قسم کے ماحول کا احساس ہوتا ہو۔'' رامس نے نرمی سے کہا

''جی اور وہ بھی کسی ملک کے دارالحکومت کے عین مرکز میں ایسی جگہ کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔'' ماہم نے دور دور تک بچھی چار پائیوں اور ان پر رکھے خوبصورت گاؤ تکیے دیکھتے ہوئے توصیفی لہجے میں کہا تو وہ مسکرا دیا۔

''آج کی شام بہت دلکش ہے لیکن اس کی دلفریبی مجھے اس لیے زیادہ محسوس ہو رہی ہے کیونکہ تم میرے ساتھ ہو۔۔۔'' رامس نے دیس پردیس ریسٹورنٹ کے باہر رکھی چار پائی پر بیٹھ کر گاؤ تکیے سے ٹیک لگائی۔

''مجھے یہ جگہ ہمیشہ فیسی نیٹ کرتی ہے۔۔۔'' ماہم نے دیوار پر لگی ثقافتی تصاویر کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ اُس کے سامنے والی چار پائی پر بڑے شاہانہ انداز سے بیٹھی کوئی مغلیہ شہزادی لگ رہی تھی۔

''اور مجھے ہر وہ جگہ سحر انگیز لگتی ہے جہاں تم میرے ساتھ ہوتی ہو۔۔۔'' بارش کی ننھی ننھی بوندوں نے ماحول کی خوبصورتی کو دوبالا کیا۔

''تم اتنے زیادہ رومانوی طبیعت کے حامل ہوں گے مجھے اس کا اندازہ نہیں تھا۔۔۔'' ماہم نے بڑی ادا سے اُسے دیکھا جس کی نگاہیں اُس پر جمی ہوئیں تھیں۔ ماہم کی بات پر اس نے بڑے دل سے قہقہہ لگایا۔

''تم جتنی خوبصورت ہو کہیں بھی چلی جاؤ، وہاں کا ماحول خود بخود دلکش ہو جاتا ہے۔۔۔'' رامس کے انداز پر وہ مسکرائی۔

''موسم گرما میں بے وقت کی بارش کتنی دل فریب اور رومانی لگتی ہے ناں۔۔۔'' رامس نے اس کی خوبصورت آنکھوں میں جھانکتے ہوئے پوچھا۔

''مجھے تو ہر موسم کی بارش ایسی ہی لگتی ہے۔'' ماہم نے گھنگھروں کی طرح بجتی پروا کی آواز سن کر کہا۔

''پتا ہے ماہم، کبھی کبھی میرا دل کرتا ہے کہ میں تمہیں چاندنی رات کو چاند کے بالکل سامنے بیٹھا کر دیکھوں۔۔۔'' اس کی بات پر ماہم کے دل پر چھائی کثافت ایک لمحے کو دور ہوئی۔

''تم نے کیا لیدر گارمنٹس کے ساتھ ساتھ ''مکھن'' لگانے والی فیکٹری بھی لگالی ہے۔۔۔'' ماہم کی ہنسی نے اُس کے دل کے تاروں کو چھوا۔ بارش میں تیزی آنے کی وجہ سے وہ دونوں مندر والی سائیڈ پر چل دیے۔

''میں مذاق نہیں کر رہا ہوں ماہم۔۔۔'' وہ چلتے چلتے رکا اور مڑ کر اُس کے گلابی چہرے کو وارفتگی سے دیکھنے لگا۔ ''میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ پاپا کی ڈیتھ کے بعد جب میں مایوسی کی دلدل سے نکلوں گا تو ایک خوبصورت موڑ میرا منتظر ہوگا۔۔۔''

''رامس تم کسی سامری جادوگر کی طرح گفتگو کرنے لگے ہو۔۔۔'' وہ مندر کے سامنے بنے برآمدے کے ستون کے پاس آ کر رکی۔ بارش

کی بوچھاڑ نے دونوں کو بھگو دیا۔

''جب انسان کے دل میں محبت پڑاؤ کرتی ہے تو اس کے ساز سے نکلنے والے راگ اگلے بندے کو کسی جادوگر کا سحر ہی محسوس ہوتے ہیں۔۔۔'' وہ دونوں بازو سینے سے باندھے اُسے دیکھ رہا تھا جو اپنی ہتھیلیوں پر پانی کے قطرے جمع کر رہی تھی۔

''کیا دنیا میں ہونے والی ساری بارشوں کا رنگ ایک سا ہی ہوتا ہے۔۔۔'' وہ اُس کی معصومیت پر فدا ہوا۔

''میں تمہیں دنیا کی ساری بارشوں کے رنگ دکھاؤں گا یہ میرا تم سے وعدہ ہے۔۔۔'' مدھم گھمبیر لہجہ بارش کی آواز سے ہم آہنگ ہونے لگا۔ مست ہوا نے ماہم کے سارے بال بکھیر دیے تھے۔ بارش کے قطرے اس کے چہرے پر موتیوں کی طرح ٹکے ہوئے تھے۔ وہ بڑی بے خودی کے عالم میں اُسے دیکھ رہا تھا۔ جس کا پورا وجود کسی اجلی کرن کی طرح تھا۔ وہ اب برآمدے کے کونے میں بیٹھے فقیر کے پاس بیٹھ گئی۔ جس نے اپنے ستار پر کوئی خوبصورت دھن چھیڑ دی تھی۔ وقت تیزی سے گذرتا جا رہا تھا۔

''یہ میرا گھر ہے جو شدت سے تمہارا منتظر ہے۔۔۔'' واپسی پر رامس نے ایف سیون سیکٹر کے ایک خوبصورت بنگلے کے باہر گاڑی روکی۔

''اٹس بیوٹی فل۔۔۔'' ماہم کی توصیفی نگاہیں بڑے آرٹسٹک انداز میں بنے اس وسیع و عریض گھر پر جم گئیں۔

''پھر تم کب آ رہی ہو اس گھر میں مستقل رہنے کے لیے۔۔۔'' رامس نے اب کہ براہ راست انداز سے پوچھ لیا۔ وہ جو شام سے اس کی معنی خیز گفتگو کو بڑی مہارت اور خوبصورتی سے نظر انداز کرتی آئی تھی اس کی بات پر سٹپٹا سی گئی۔

''ابھی لے جاؤں، گھر میں صرف ماما اور بھائی ہی ہوں گے۔۔۔'' اس کی شرارت پر وہ بوکھلا کر بولی۔ ''پاگل تو نہیں ہو گئے ہو، یہ کوئی وقت ہے بھلا۔۔۔''

''کیا ہوا۔۔۔؟؟؟؟ صرف رات کے ساڑھے دس ہی تو بجے ہیں۔۔۔'' اس کا انداز بھرپور شوخی لیے ہوئے تھا۔

''شرافت سے مجھے گھر چھوڑ کر آؤ، سمجھے۔۔۔'' ماہم نے مصنوعی سنجیدگی سے کہا۔

''ایک شرط پر۔۔۔؟؟؟؟'' وہ ہنوز غیر سنجیدہ تھا ماہم نے سوالیہ نظروں سے اُسے دیکھا۔ ''بھئی تمہارے والدین اور تم کتنا وقت لو گے سوچنے کے لیے۔۔۔؟؟؟؟''

''تم ہتھیلی پر سرسوں کیوں جمانا چاہتے ہو۔۔۔؟؟؟؟'' ماہم نے بھی دوٹوک انداز سے اُسے دیکھا جو اس کی بات پر حیران ہوا۔ ''بھئی تمہارا اور میرا ساتھ چھ ماہ سے زائد ہو چکا ہے اب اس سے زیادہ اور کتنا وقت لو گی تم پرکھنے کے لیے۔۔۔؟؟؟؟''

''میں کوئی بھی فیصلہ عجلت میں نہیں کرتی۔۔۔'' ماہم نے اپنی مجبوری بیان کی تو وہ ایک لمحے کو خاموش ہو گیا اور پھر کچھ سنبھل کر گویا ہوا۔

''اٹس اوکے، لیکن تم مزید کتنا ٹائم لو گی۔۔۔''

''میں کچھ کہہ نہیں سکتی۔۔۔'' اُس نے کندھے اچکا کر اسے گاڑی چلانے کا اشارہ کیا۔

''تم جتنے سال مرضی سوچنے کے لیے لے لو، لیکن مجھ سے وعدہ کرو کہ جب بھی فیصلہ کرو گی تو وہ میرے حق میں ہو گا۔'' گاڑی کا موڑ بڑی

مہارت سے کاٹتے ہوئے اُس نے بڑی عجیب سی فرمائش کی جسے سنتے ہی وہ بدک اٹھی۔

''لو یہ کیا منطق ہوئی بھلا۔۔۔؟؟؟؟'' اُس نے بُرا سامنہ بنایا تو اس نے ایکسیلیٹر پر پاؤں رکھ کر ایک دم اسپیڈ بڑھا دی۔

''رامس گاڑی آہستہ چلاؤ، ورنہ میں چلتی گاڑی سے اتر جاؤں گی۔۔۔'' اُس کی دھمکی کا فوری اثر ہوا۔

''تم مجھے کیوں اتنا بے بس کر دیتی ہو۔۔۔'' اُس نے اپنے تنے ہوئے اعصاب پر بمشکل قابو پاتے ہوئے بیچارگی سے اُس کی طرف دیکھا۔

''گاڑی دھیان سے چلاؤ۔۔۔'' ماہم نے اُسے ٹوکا۔

''مجھے لگتا ہے کہ میں کوئی روبوٹ ہوں جس کا ریموٹ کنٹرول تمہارے ہاتھ میں ہے۔تم جیسا کہتی ہو میں ویسا ہی کرنے لگتا ہوں۔۔۔'' وہ تقریباً جھلا سا گیا۔وہ خاموش رہی۔ٹھیک آدھے گھنٹے کے بعد وہ گاڑی اس کے گیٹ کے آگے روک چکا تھا۔

''فرض کرو، رامس جیسا تم چاہتے ہو، ویسا نہ ہو تو تم کیا کرو گے۔۔۔؟؟؟؟'' ماہم نے بڑا سفاک قسم کا سوال بڑے عام سے لہجے میں کیا تو وہ بھونچکا سا اُس کی شکل دیکھنے لگا جیسے سننے میں مغالطہ ہو گیا ہو۔

''بتاؤ ناں۔۔۔؟؟؟؟'' ماہم گاڑی سے نکل کر اب کھڑکی میں جھکی بڑی سنجیدگی سے اُسے دیکھ رہی تھی۔اُس نے گاڑی کی سیٹ سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کیں اور گہرا سانس لیا۔ایک لمحے کے توقف کے بعد وہ گویا ہوا۔

''پھر شاید میں مر جاؤں۔۔۔'' بڑی پست سی آواز میں جواب دے کر اس نے آنکھیں کھولیں۔ضبط کی کوشش میں نڈھال سرخ آنکھوں میں اذیت کا ایک جہاں آباد دیکھ کر ماہم حق دق سی رہ گئی۔

☆ ☆ ☆

''نسخہ ہائے وفا'' عائشہ نے فیض احمد فیض کی کتاب پڑھ کر سائیڈ میز پر رکھی۔۔۔

ایک طویل جمائی لے کر وہ ننگے پاؤں کارپٹ پر کھڑی ہوئی۔دونوں ہاتھوں سے بالوں کو سمیٹ کر کیچر لگایا اور بوجھل قدموں سے چلتی ہوئی دیوار پر لگے کیلنڈر کے سامنے آن کھڑی ہوئی۔

اُس شخص سے دوبارا ملاقات ہوئے پورے اٹھائیس دن ہو چکے تھے۔اب اتنی لمبی غیر حاضری اُسے بُری طرح جھنجھلا میں مبتلا کر رہی تھی۔پہلے وہ کہیں نہ کہیں اُس سے ٹکرا جاتا تھا اور ہر ملاقات عائشہ کو بڑا خوشگوار سا احساس بخشتی تھی لیکن جب سے وہ اس کے دل کی سرزمین پر داخل ہوا تھا تب سے منظر عام سے ہی غائب ہو گیا۔یہ صورتحال عائشہ کے لیے بڑی تکلیف دہ تھی وہ بار بار ان جگہوں پر جا رہی تھی جہاں اُس سے ملنے کے مدھم سے بھی امکانات ہوتے لیکن نتیجہ ہنوز صفر تھا۔

''کیا ہو گیا ہے مجھے۔۔۔'' وہ جھنجھلا کر اپنا سیل فون اٹھائے ننگے پاؤں ہی اپنے اسٹوڈیو کی طرف نکل آئی۔رات کے دو بجے پورے گھر میں سناٹا چھایا ہوا تھا۔اسٹوڈیو کی تمام لائٹیں جلا کر وہ کینوس پر لگی اس تصویر کے سامنے آن کھڑی ہوئی جو اُس نے علی کی خصوصی فرمائش پر آئل پینٹنگ کا ایک منفرد تجربہ کر کے بنائی تھی۔

''ایک خوبصورت دیہاتی لڑکی اپنی گود میں دیگچی رکھے ڈھیر سارا لہسن چھیلنے میں مصروف تھی۔اس کے پاس دو سفید کبوتر کھیل رہے تھے۔گھر کا دروازہ کھولے اس کی آنکھیں کسی کی منتظر تھیں یوں لگتا تھا جیسے انتظار اس کی آنکھوں میں منجمد ہو گیا ہو۔''

عائشہ کو لگا کہ جیسے اس کا وجود اس لڑکی میں تحلیل ہو گیا ہو۔اُس نے کرب انگیز انداز سے آنکھیں اُس پینٹنگ پر ٹکا دیں جس کا مالک دنیا کے میلے میں کہیں کھو گیا تھا۔وہ کارپٹ پر رکھے فلور کشن پر بڑے نڈھال انداز سے بیٹھ گئی۔اُس کی نظریں سیل فون کی اسکرین پر جمی ہوئیں تھیں۔آخری ملاقات میں دونوں کے درمیان نمبروں کا تبادلہ بھی ہوا تھا اور اس کے بعد وقفے وقفے سے اس کے مختصر ایس ایم ایس بھی آتے رہے تھے۔

''مجھے خود فون کر کے اُس کی خیریت پوچھنی چاہیے۔۔۔''اُس کے دل نے سرگوشی کی۔

''میں کیوں اُس کو فون کروں،اُس نے وعدہ کیا تھا کہ آرٹ گیلری میں ہونے والی اگلی نمائش اکھٹی دیکھیں گے۔۔۔''دماغ نے بر وقت ایک یاد دہانی کروائی۔

''ہو سکتا ہے کہ وہ کسی مسئلے میں الجھا ہوا ہو،مصروف بھی تو بہت رہتا ہے۔۔۔''دل کی دلیل پر اس نے فون بک سے اس کا نمبر نکالا۔

''ایسی بھی کیا مصروفیت کہ بندہ ایک منٹ کی کال بھی نہ کر سکے۔۔۔''انا اُس کا دامن پکڑ کر بیٹھ گئی۔

''کتنی بے وقوف ہو تم عائشہ،ایک اجنبی شخص کی باتوں پر ایمان لے آئی۔اتنی آسانی سے اُسے دل کا دروازہ کھولنے کی اجازت دے دی۔اُسے شاید یاد بھی نہ ہو کہ کوئی جدائی کی دھوپ میں جھلس گیا ہے۔۔۔''دماغ نے ٹھیک ٹھاک اس کی کلاس لی۔

''محبت بھلا ان منطقوں کو کہاں سمجھتی ہے۔اُس میں بھلا انا کی گنجائش ہی کہاں۔۔۔''دل نے ایک دفعہ پھر اُسے ورغلایا۔

''انا سے مراد''میں''ہے اور اپنا آپ یکجا ہو تو محبت بھی کہیں نہ کہیں سے مل ہی جاتی ہے۔۔۔''دماغ نے دل کو چاروں شانے چت کیا۔

''کیا ہو گیا ہے مجھے۔۔۔''اُس نے بے بسی سے اپنا سر دونوں ہاتھوں سے تھام لیا۔آنکھیں آنسوؤں سے لبالب بھر گئیں۔

''عائشہ۔۔۔''کسی نے آہستگی سے دروازہ کھولا۔وہ اچھل کر کھڑی ہوئی اور خوفزدہ نظروں سے دروازے کی طرف دیکھا جہاں موحد سخت حیرانگی سے اُسے دیکھ رہا تھا۔اُس کا کمرہ اسٹوڈیو کے بالکل سامنے والا تھا۔

''مائی گاڈ،تم اس وقت یہاں کیا کر رہی ہو۔۔۔''وہ اپنی وہیل چیئر آہستہ آہستہ گھسیٹتا ہوا اُس کے پاس لے آیا اور کھوجتی نظروں سے اُسے دیکھنے لگا جو قدرے رخ موڑے اپنے آنسو چھپانے کی بھرپور کوشش کرتے ہوئے بولی۔''آپ اس وقت یہاں کیسے آ گئے۔۔۔؟؟؟؟''

''میں کچن میں جانے کے لیے نکلا تو تمہارے اسٹوڈیو کی لائٹ جلتی دیکھ کر یہاں آ گیا۔۔۔''اُس نے سادگی سے وضاحت دی تو عائشہ سر جھٹک کر اس کے پاس آ گئی۔

''چلیں،باہر چلتے ہیں۔یہاں گھٹن کا احساس ہو رہا ہے۔۔۔''وہ اس کی وہیل چیئر کی پشت پر آ کر اسے دھکیلنے لگی۔جب کہ موحد اس کی سرخ آنکھوں کو دیکھ کر الجھ گیا۔

''گھٹن باہر نہیں،انسان کے اندر ہوتی ہے مائی ڈیئر۔۔۔''موحد کی اداسی سے لبریز آواز پر وہ چونکی اور دانستہ خاموش رہی۔وہ دونوں

باہر نکل آئے تھے۔ لان میں لگے برقی قمقمے اور انرجی سیور باہر کے اندھیرے پر قابو پانے میں ناکام تھے۔ تازہ ہوا کا جھونکا ان دونوں کو طمانیت کا احساس بخش گیا۔

''آپ اتنی رات گئے کیوں جاگ رہے تھے۔۔۔'' عائشہ نے ہلکے پھلکے انداز سے بات بدلنے کی کوشش کی۔

''حالانکہ یہ سوال تو مجھے تم سے کرنا چاہیے۔ میں تو ایک عرصے سے رتجگوں کا عادی ہوں۔۔۔'' لان کی طرف جاتی سیڑھیوں پر بیٹھے ہوئے وہ اس کی بات پر چونک گئی۔

''میری بس یونہی طبیعت بیزار سی ہو رہی تھی سوچا کہ کچھ کام نبٹا لوں۔۔۔''

''کام نبٹا لوں یا۔۔۔؟؟؟؟؟'' موحد نے بات ادھوری چھوڑ کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔''عاشو میری طرف دیکھو ذرا۔۔۔'' اس کے محبت بھرے انداز پر وہ بالکل مڑ کر اس کی طرف دیکھنے لگی جس کے چہرے پر تشویش کے سائے پھیلے ہوئے تھے۔

''تم ٹھیک ہو ناں، کوئی مسئلہ تو نہیں۔۔۔'' موحد کے لہجے میں ہزاروں اندیشے پنہاں تھے۔ عائشہ کو بے اختیار اپنے بھائی پر پیار آیا۔ وہ گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اس کے دونوں ہاتھ تھام کر بولی۔''میں ایک بہادر فوجی آفیسر باپ کی بیٹی اور دلیر فوجی کی بہن ہوں۔ مجھے کیا مسئلہ ہو سکتا ہے۔۔۔'' اُس نے دانستہ خوشگوار انداز سے اُسے مطمئن کرنے کی کوشش کی۔ موحد نے انتہائی محبت سے اس کے بالوں کو سہلایا۔

''میں تمہارا بھائی ہی نہیں، بہت اچھا دوست بھی رہا ہوں عائشہ۔۔۔'' موحد کے جتلاتے لہجے پر اُس نے فوراً تردید کی۔''آپ میرے اب بھی بہت اچھے دوست ہیں''

''پھر اچھے دوستوں سے دل کی بات نہیں چھپاتے۔۔۔'' موحد کی بات پر اس کے چہرے پر پھیلی مسکراہٹ گہری ہوئی۔

''آپ سے بھلا میں کوئی بات چھپا سکتی ہوں۔'' اُس نے لاجواب کیا۔''میرے دو ہی تو دوست ہیں، ایک آپ اور دوسری ماہم۔۔۔'' اُس کی بات پر ایک تاریک سایہ موحد کے چہرے پر پھیلا۔''کیا حال ہے تمہاری دوست کا۔۔۔؟؟؟''

''وہ آپ کی بھی تو دوست ہے۔۔۔'' عائشہ نے فوراً جتلایا تو وہ لاتعلق انداز سے ہنسا۔''میری اور اس کی دوستی اُسی دن ختم ہو گئی تھی جب میں زندگی کی دوڑ میں اُس کے ساتھ چلنے سے معذور ہو گیا تھا۔ اب تو ایک لولا لنگڑا اور پھیکا سا تعلق ہے۔ جو شاید تمہاری وجہ سے مجبوری کی دوڑ سے بندھا ہوا ہے۔''

''اور وہ محبت کیا ہوئی۔۔۔؟؟؟؟'' عائشہ کی بات پر تلخی کا دھواں اُس کے چہرے پر پھیلا۔

''جب محبت کی عمارت میں خود غرضی، لالچ اور جھوٹ کی اینٹیں لگنے لگیں تو ایسی عمارت کتنی دیر تک اپنی بنیادوں پر کھڑی رہ سکتی ہے۔ اُسے دیمک لگ جاتی ہے اور کسی دن وہ خود اپنے قدموں میں آن گرتی ہے۔ میں بھی اسی عمارت کے ملبے پر بیٹھا محبت کی موت کا سوگ مناتے ہوئے اپنی عدت پوری کر رہا ہوں۔'' موحد کی بات پر وہ ہلنا ہی بھول گئی۔ کسی بت کی طرح ساکت، بے حس انداز میں کھڑے کھڑے اُس نے اپنے عزیز جان بھائی کی آنکھوں کی نمی کو اپنے دل میں اترتا محسوس کیا تھا۔ گرم گرم آنسو اس کی آنکھوں سے بھی پھسلنے لگے۔

''الف اللہ چنبے دی بوٹی، مَن مرشد لائی ہُو۔۔۔''

سکینہ کی سوز میں ڈوبی سحر انگیز آواز پورے کوریڈور میں گونج رہی تھی۔ساون کی بے وقت کی بارش کے بعد اب فضا میں چونکہ خاموشی تھی اس لیے آواز دُور دُور تک پھیل رہی تھی۔ ویسے بھی چھٹی کے اسپیشل وارڈ میں سناٹا ہی چھایا رہتا۔اس وقت مختلف وارڈز کی تین چار نرسیں سسٹر ماریہ کی دعوت پر سکینہ کے کمرے میں ڈیرہ لگائے ہوئے تھیں اور گانوں کا فرمائشی پروگرام عروج پر تھا۔اماں قریبی بازار میں کچھ ضروری چیزیں لینے گئی تو سسٹر ماریہ بھاگ کر اپنی دوستوں کو اکٹھا کر لائیں جن کے سامنے اس نے سکینہ کی آواز کی خوب تعریفیں کر رکھی تھیں۔اس لیے اس وقت اماں کی غیر موجودگی کا بھرپور فائدہ اٹھایا جا رہا تھا۔سکینہ کو چونکہ بھرپور اہمیت مل رہی تھی اس لیے اس کا جوش وخروش دیدنی تھا۔

''کدی آمل سانول یار وے۔۔۔

میری لوں لوں چیخ پکار وے۔۔۔

میری جندڑی ہوئی اُداس وے۔۔۔

میرا سانول۔آس نہ پاس وے۔۔۔

آنکھیں بند کیے، انتہائی محویت کے عالم میں وہ کسی اور ہی جہان میں پہنچی ہوئی تھی۔اس لیے اُسے کمرے میں کسی اور کی موجودگی کا احساس ہی نہیں ہوا۔اُس نے جیسے ہی غزل پوری گا کر آنکھیں کھولیں تو کمرے میں ڈاکٹر خاور اور ڈاکٹر زویا کے ساتھ سر جھکائے شرمندہ کھڑی نرسوں کو دیکھ کر اُس کا رنگ اُڑا۔

''بہت خوب سکینہ، میں تو بہت عرصے سے کہہ رہا ہوں کہ آپ موسیقی کی دنیا میں تہلکہ مچا سکتی ہیں۔۔۔'' ڈاکٹر خاور کے توصیفی لہجے پر اُس کے چہرے کی رنگت بحال ہوئی۔

''لیکن ڈاکٹر خاور بہتر ہے کہ یہ اپنا شوق گھر جا کر ہی پورا کریں۔۔۔'' ڈاکٹر زویا کے کاٹ دار لہجے پر ڈاکٹر خاور نے چونک کر دیکھا۔''یہ ہسپتال ہے اور اس طرح شور مچانے سے باقی مریض ڈسٹرب ہو سکتے ہیں۔'' ڈاکٹر زویا کے لہجے میں ناگواریت کی لہر محسوس کر کے وہاں کھڑی سسٹر ماریہ نے کوفت سے پہلو بدلا۔

''ڈاکٹر صاحبہ یہ دائیں بائیں والے دونوں کمرے بالکل خالی ہیں اور ویسے بھی پرائیوٹ وارڈ میں آج بالکل رش نہیں۔'' ان کی وضاحت پر ڈاکٹر زویا جھنجلاہٹ کا شکار ہوئیں۔

''مجھے اچھی طرح سے معلوم ہے کہ اس وارڈ میں مریضوں کی کیا پوزیشن ہے۔آپ لوگ بھی محفل موسیقی سے لطف اندوز ہونے کی بجائے اپنے اپنے وارڈ میں ڈیوٹی کریں تو بہتر ہے۔'' ڈاکٹر زویا کی جھاڑ پر سب نرسوں کے چہرے پر اُتر گئے۔

''زویا کیا ہو گیا ہے بھئی۔اتنا اچھا موسم ہے انجوائے کرنے دیں سب کو، کبھی کبھی تو ایسا موقع ملتا ہے۔'' ڈاکٹر خاور نے نرمی سے سب کو جانے سے روکا تو زویا کے چہرے سے برہمی جھلکنے لگی لیکن وہ مصلحتاً خاموش رہی۔

''سکینہ وہ سنائیں ناں، میری ڈاچی دے گل وچ ٹلیاں۔۔۔''ڈاکٹر خاور کی فرمائش پر زویا کے علاوہ بھی لوگ بے ساختہ مسکرا دیے جب کہ سکینہ نے گھبرا کر انکھیوں سے ڈاکٹر زویا کو دیکھا جو بیزاری سے کھڑے پہلو پر پہلو بدل رہی تھیں۔

''سنائیں ناں۔۔۔'' ڈاکٹر خاور نے اصرار بھرے انداز سے کہہ کر کرسی سنبھال لی۔''بھئی زویا بیٹھ جائیں ناں، اتنی ٹف روٹین میں کبھی کبھی تو انجوائے کرنے کا موقع ملتا ہے'' ان کے نرم انداز پر وہ بادل نخواستہ بیٹھ گئیں۔

''ڈاکٹر صاحب مجھے لگتا ہے کہ میں اچھی طرح گا نہیں پاؤں گی۔۔۔'' سکینہ نے ڈاکٹر زویا کی آنکھوں سے نکلتے شعلوں سے گھبرا کر کہا۔

''سکینہ تو لگتا ہے کہ بڑے سنگرز کی طرح نخروں پر اتر آئیں ہیں ورنہ تھوڑی دیر پہلے تو آواز پارکنگ تک جا رہی تھی جسے سنتے ہی خاور مجھے زبردستی یہاں لے آئے۔''ڈاکٹر زویا کے لہجے میں طنز کی آمیزش محسوس کر کے سسٹر ماریہ نے پاس کھڑی اپنی کولیگ کو معنی خیز انداز میں کہنی ماری۔

''سارا غصہ تو اس بات کا ہے۔۔۔'' سسٹر ماریہ نے پاس کھڑی دوسری نرس کے کان میں سرگوشی کی۔

''سکینہ جلدی کرو ناں، پھر اماں جی آ جائیں گی۔۔۔''سسٹر ماریہ نے یاد دلایا تو سکینہ نے ہڑبڑا کر آنکھیں بند کیں۔ ڈاکٹر خاور کی پرشوق نظریں اُس کے چہرے پر جمی ہوئیں تھیں۔

''میری ڈاچی دے گل وچ ٹلیاں۔۔۔'' اُس نے بڑے جذب بھرے انداز سے تان اٹھائی

وے میں پیر مناون چلی آں۔۔۔'' وہ اب بڑے مگن انداز سے اپنے گلے سے سُر نکال رہی تھی۔

''پیراں ہو پیراں۔۔۔'' سکینہ کے دل میں چھپا کرب اس کے گلے میں پوری قوت سے جاگ اٹھا تھا۔ کمرے میں بالکل ہی سناٹا چھا گیا۔ ایک لمحے کو تو زویا بھی متاثر ہوئی۔ وہ گا نہیں رہی تھی ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے کوئی طلسم پڑھ کر سب کو اپنے سحر میں جکڑ رہی ہو۔ شام کی خاموشی میں اس کی آواز کا جادو پورے زوروں پر تھا۔ پہلی دفعہ ڈاکٹر زویا کو اس عام سی لڑکی سے خوف محسوس ہوا وہ ہراساں نظروں سے ڈاکٹر خاور کو دیکھ رہی تھی جو کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے انتہائی محبت اور عقیدت سے سکینہ کا زخمی چہرہ غور سے دیکھتے ہوئے کسی اور ہی دنیا کے مکیں لگ رہے تھے۔

''سکینہ تمہاری آواز کے جادو سے بچنا دنیا کا مشکل ترین کام ہے۔۔۔؟؟؟'' ڈاکٹر خاور کا خوشگوار انداز ڈاکٹر زویا کو دانت پیسنے پر مجبور کر گیا۔

''ڈاکٹر صاحب جن لوگوں پر محبت کا جادو نہیں چلتا، ان پر آواز کا جادو کیا خاک اثر کرے گا۔۔۔'' سکینہ بولی نہیں تھی لیکن اس کی آنکھوں میں موجود یہ سوال سبھی نے بڑی سرعت سے پڑھ کر ایک دوسرے سے نگاہیں چرائیں۔

''خاور چلیں یا پھر آج یہاں شام غزل منانے کا ارادہ ہے۔۔۔''ڈاکٹر زویا نے انگارے چباتے ہوئے کہا تو وہ ہنس پڑے۔''دل تو نہیں کر رہا لیکن آپ کہتی ہیں تو چلے چلتے ہیں۔''

''دل تو نہیں کر رہا۔۔۔'' سکینہ نے ان کی گفتگو سے اپنے مطلب کا فقرہ پلو سے باندھا اور وہ ساری رات اس نے خوبصورت وادی میں کسی تتلی کی طرح دھنک رنگوں میں بھیگتے ہوئے گذاری وہ سوتے ہوئے اتنا مسکرا رہی تھی کہ جمیلہ مائی کی آنکھوں سے نیند اڑ گئی۔

☆ ☆ ☆

''اس کا مطلب ہے کہ آپ نے جاب نہ کرنے کا مکمل تہیہ کر لیا ہے۔۔۔؟؟؟؟''
سکندر شاہ کا چہرہ سپاٹ جب کہ لہجے میں سخت بے یقینی تھی۔ ثنائیلہ جو اُن کے آفس میں موجود تھی۔ اُن کے اس انداز پر گڑبڑا سی گئی۔ وہ دائیں ہاتھ میں پکڑی بال پوائنٹ اپنی بائیں ہتھیلی پر ہلکے ہلکے انداز سے مارتے ہوئے اُسے بڑے مضطرب لگے تھے۔
''جی میرا اب کسی بھی قسم کی جاب کرنے کا کوئی ارادہ نہیں۔۔۔'' ثنائیلہ نے سنبھل کر وضاحت دی۔
''ایک دفعہ پھر سوچ لیں، اتنی اچھی آفر آپ کو شاید دوبارہ نہ ملے۔۔۔'' انہیں نہ جانے کیوں اس منفرد سی لڑکی میں دلچسپی پیدا ہوگئی تھی۔
''جاب سے دلچسپی تو مجھے کبھی بھی نہیں رہی۔ میں تو اپنے گھر کے حالات کی وجہ سے ایسا کرنا چاہ رہی تھی۔'' وہ اپنے اوپر جمی نظروں سے گھبرا کر بولی۔
''پھر ایک دم کیا کوئی جادو کی چھڑی ہاتھ لگ گئی یا آپ کی لاٹری نکل آئی ہے۔۔۔'' ان کا طنزیہ انداز ثنائیلہ کو بالکل بھی اچھا نہیں لگا اور وہ خود کو کوسنے لگی جب اُس نے مروتاً اُن کے آفس میں آکر انکار کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔
''لاٹری ہی سمجھ لیں۔۔۔'' اُس نے سپاٹ سے انداز میں کہا اور رسٹ واچ پر ٹائم دیکھنے لگی اسے اٹھنے کے لیے پر تولتے دیکھ کر وہ مسکرائے۔''اگر کوئی سیلری کا ایشو ہے تو اس میں کمی بیشی کی جا سکتی ہے۔''
''میں نے ایسا کب کہا۔۔۔'' ثنائیلہ کا چہرہ سرخ ہوا تو وہ دلچسپی سے دیکھنے لگے۔''پھر آپ مجھے جاب نہ کرنے کی اصل وجہ بتائیں۔۔۔؟؟؟''
''اصل وجہ۔۔۔؟؟؟؟'' وہ الجھی ''آپ کا کیا مطلب ہے کہ میں آپ سے جھوٹ بول رہی ہوں۔۔۔؟؟؟؟'' اُسے ایک دم ہی غصہ آیا اور وہ ناک چڑھا کر اُسے دیکھنے لگی جو اپنی کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے اس کی حالت سے محظوظ ہو رہا تھا۔
''ظاہر ہے۔۔۔'' اُس نے کندھے اچکائے۔''ابھی پندرہ دن پہلے آپ کو اس جاب کی شدید ضرورت تھی اور آپ ہر حال میں اسے حاصل کرنا چاہتی تھیں لیکن پندرہ دن میں ایسا کیا ہو گیا جو آپ اب بالکل انکاری ہو گئیں۔''
''بتایا تو ہے کہ میری لاٹری نکل آئی ہے۔۔۔'' وہ چڑ کر کھڑی ہوئی۔
''اچھا۔۔۔؟؟؟؟'' وہ شرارتاً جھک کر اپنی سحر انگیز آنکھوں سے اُسے دیکھنے لگے۔ ثنائیلہ کا دل بغاوت پر اتر آیا اور قدم چلنے سے انکاری ہو گئے۔
''دیکھیں آپ مجھے اصل وجہ بتائے بغیر نہیں جا سکتیں۔۔۔'' اُن کے انداز میں موجود اصرار پر وہ کوفت کا شکار ہوئی۔''کیوں زبردستی ہے کیا۔۔۔؟؟؟''
''ہاں زبردستی ہے۔۔۔'' وہ بہت عرصے کے بعد کھل کر مسکرائے تو ثنائیلہ نے یہی سوچا کہ اصل بات بتا کر اپنی جان چھڑا لی جائے۔
''دیکھیں میری والدہ کو اپنے بھائی کی طرف سے آبائی زمین میں سے حصہ مل گیا ہے۔ اس لیے مجھے نوکری کی کوئی خاص ضرورت نہیں رہی۔'' اُس نے نظریں چراتے ہوئے خوامخواہ صفائی دی تو وہ زیرِ لب مسکرا دیے۔

''یہ ماموں جی کیا پہلے گمشدہ تھے جو اچانک دریافت ہو گئے یا ان کا ضمیر جاگ اُٹھا۔'' اُس نے سراسر مذاق اڑایا تو ثنائیلہ نے گلہ آمیز نگاہوں سے دیکھا اور خاموش رہی۔

''اوہ ایم سوری۔۔۔'' اُسے فوراً ہی احساس ہوا۔''اور وہ جو آپ کا دوسرا مسئلہ تھا۔۔۔؟؟؟''

''کون سا۔۔۔؟؟؟؟'' اُس نے بے صبرے پن سے پوچھا۔

''وہ ہی جو آپ کسی سکندر شاہ کو ڈھونڈتی پھر رہی تھیں، اس کا کیا ہوا۔۔۔؟؟؟؟'' اُس کے غیر سنجیدہ انداز پر ثنائیلہ کو دھچکا سا لگا۔ وہ اُس لمحے کو کوسنے لگی جب بے تابی اور عجلت میں وہ اُس سے پوچھ بیٹھی تھی۔''جی ایسی کوئی بات نہیں ہے۔۔۔'' وہ صاف مکر گئی۔

''اس کا مطلب ہے کہ آپ پھر مجھ سے جھوٹ بول رہی تھیں۔۔۔'' اُس کی بات پر اُسے کرنٹ سا لگا اور وہ جو سامنے دیوار پر موجود پینٹنگ کو دیکھنے میں مگن تھی جس پر ایک سفید گھوڑا بڑے عزم اور ہمت سے اٹھنے کی سعی کر رہا تھا۔

''وہ تو میری کہانی کا ایک کردار تھا۔۔۔'' وہ ایک دفعہ پھر جذباتیت کا شکار ہوئی اور اُس کے سامنے مہاگنی لکڑی سے بنے میز کے پیچھے بیٹھا شخص بُری طرح چونکا۔''آپ کہانیاں لکھتی ہیں۔۔۔؟؟؟'' وہ اب بغور اس کے چہرے پر اڑتی ہوائیاں دیکھ رہا تھا۔

''جی۔۔۔'' اُس نے یوں سر جھکایا جیسے اپنی کسی بڑی غلطی کا اعتراف کر رہی ہو۔

''کیسے لکھتی ہیں آپ۔۔۔'' اشتیاق بھرے انداز سے پوچھا گیا۔

''جی ہاتھ سے۔۔۔'' بوکھلاہٹ میں ایک دفعہ پھر زبان پھسلی اور اس کے جواب میں اس کے حلق سے نکلنے والا قہقہہ بڑا جاندار تھا۔ ثنائیلہ کا بس نہیں چل رہا تا کہ زمین پھٹے اور اس میں سما جائے۔

''اچھا تو سکندر شاہ آپ کی کہانی کا ایک کردار تھا، کہاں گیا وہ۔۔۔؟؟؟؟'' وہ اب بہت زیادہ دلچسپی سے پوچھ رہا تھا۔

''اس کا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا۔۔۔'' ثنائیلہ کے لہجے میں چھپا درد اُسے حیران کر گیا۔ وہ سخت تعجب سے اپنے سامنے کھڑی لڑکی کو دیکھنے لگا جو اُسے اس دنیا کی مخلوق نہیں لگ رہی تھی۔

''پھر۔۔۔؟؟؟؟'' وہ ہمہ تن گوش ہوا۔

''اُس ایکسیڈنٹ میں اُس کی ٹانگیں ضائع ہو گئیں۔۔۔'' ثنائیلہ کی بات پر اُس شخص کو دھچکا لگا اور وہ ششدر نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگا جو اس وقت خود بھی کسی کہانی کا ایک اُداس سا کردار لگی تھی۔ اُس کی بات پر سکندر شاہ کا سارا وجود ہل سا گیا۔

''کیسا تھا وہ۔۔۔؟؟؟؟'' وہ جیسے خواب کی سی کیفیت میں بولا۔

''بہت اچھا، خواتین کا احترام کرنے والا، انسانیت سے پیار کرنے والا۔۔۔'' اُس کے لہجے میں احترام اور عقیدت کے سبھی رنگ تھے۔

''کیا میرے جیسا تھا وہ۔۔۔'' اُس کا لہجہ سپاٹ اور آنکھیں ضبط کی کوشش میں سرخ ہوئیں۔

''ہوں، کہہ سکتے ہیں۔۔۔'' اُس نے گول مول انداز میں جواب دیا تو وہ استہزائیہ انداز میں ہنسا۔''اچھا تبھی آپ میری طرف دیکھ کر

چونکیں تھیں۔۔۔'' اُسے یاد آیا۔

''جی بس غلطی ہو گئی۔۔۔'' اُس کے جل کر بولنے پر وہ ہنسا۔

''پھر حقیقی دنیا میں سکندر شاہ آپ کو کیسا لگا۔''؟؟؟؟؟ وہ بے تابی سے بولا۔

''بالکل بھی اچھا نہیں لگا۔۔۔'' وہ چڑ کر بولی۔'' آپ کی طرح مغرور نہیں تھا وہ، آپ تو کسی کے گرنے پر گاڑی سے اترنا بھی اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔۔۔'' اُسے ایک دم ہی وہ واقعہ یاد آیا تو بڑی صاف گوئی سے کہہ بھی دیا۔

''کیا میں آپ کو مغرور لگتا ہوں۔۔۔''؟؟؟؟؟ اُس کی آواز پست اور آنکھیں لال ہوئیں۔

''جی ہاں۔۔۔'' شائیلہ نے بھی آج بہادری کے سارے ریکارڈ توڑ ڈالے۔

''میں مغرور نہیں ہوں۔۔۔'' ضبط کی کوشش میں اُس کا چہرہ بھی سرخ ہوا۔ کنپٹی کے پاس پھڑکتی رگ اس کے اندرونی خلفشار کی بھرپور عکاسی کر رہی تھی۔

''پھر کیا ہیں۔۔۔؟؟؟؟'' شائیلہ نے اُس کی جلتی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھا۔

''میں مغرور نہیں، معذور ہوں۔۔۔'' اُس کے لہجے میں ٹوٹے ہوئے شیشے کی سینکڑوں کرچیاں تھیں جو شائیلہ کے دل پر پوری قوت سے برسیں۔ وہ سخت حیرت، بے یقینی اور صدمے سے بڑی میز کے پیچھے چھپے بیٹھے شخص کو دیکھتے ہوئے دھم سے کرسی پر بیٹھ گئی۔ اُس کی ٹانگوں سے ایک دم ہی جان نکلی تھی اُسے لگا تھا کہ وہ شاید کبھی بھی اس شخص کے سامنے سے نہ اٹھ پائے۔

☆ ☆ ☆

قطار اندر قطار سفیدے کے درختوں میں گھری اس روش کے ایک کونے پر وہ کینوس جمائے بڑی افسردگی سے اُس تصویر کو مکمل کرنے میں مگن تھی جو اُس نے ماہم کی خصوصی فرمائش پر شروع کر رکھی تھی۔ صبح سویرے آج پارک میں لوگوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر تھی۔ رمضان المبارک کے آغاز کے ساتھ ہی مارننگ واک کرنے والے لوگوں کی تعداد میں کمی آ گئی تھی۔ اس وقت بھی آسمان پر بادلوں کی وجہ سے ہلکا ہلکا سا اجالا بڑی سستی کے ساتھ پھیل رہا تھا۔ دُور کسی جھینگر نے اپنا سُر الاپا تو فضا کے جامد سناٹے میں ارتعاش برپا ہو گیا۔

''مجھے علم تھا کہ کسی درختوں کے جھنڈ میں پھولوں کی باڑ کے پاس ہوا کی سرگوشیاں سنتے ہوئے آپ اپنے کام میں مگن ہوں گی۔۔۔'' گھمبیر سا لہجہ عائشہ کو اپنی سماعتوں کا دھوکا محسوس ہوا تھا اس لیے وہ مڑے بغیر اپنے کام میں مصروف رہی ویسے بھی آجکل دل کی آوازوں نے اُسے حد درجہ بے زار کر رکھا تھا۔

''محترمہ میں آپ سے مخاطب ہوں۔۔۔'' سفید ٹریک سوٹ میں وہ بالکل اُس کے سامنے آن کھڑا ہوا تو عائشہ کو لگا جیسے اب بصارت بھی اُس کے ساتھ دھوکا کر رہی ہے۔ پچھلے دنوں اُس نے کوئی ہزاروں دفعہ اُسے سوچا تھا اور لوگوں کے ہجوم میں کھوجا تھا۔

''آپ مجھ سے خفا ہیں کیا۔۔۔؟؟؟؟'' وہ قدرے بلند آواز میں بولا تو وہ حقیقت کی دنیا میں آئی۔ وہ اب بے حد تحیر آمیز نگاہوں سے

اپنے سامنے موجود اس دشمن جاں کو دیکھ رہی تھی۔

''کیا ہوا اتنے غصے سے کیوں گھور رہی ہیں۔۔۔؟؟؟؟'' وہ شریر ہوا تو عائشہ کو اپنی پچھلے دنوں کی ساری اذیت یاد آ گئی اور وہ دانستہ سنجیدگی سے اپنی پینٹنگ کی طرف متوجہ ہو گئی۔

''کیسی ہیں آپ۔۔۔؟؟؟ پوچھیں گی نہیں کہ میں پچھلے دنوں کہاں غائب تھا۔۔۔؟؟؟؟

''میں ٹھیک ہوں۔۔۔'' اُس نے مڑے بغیر سپاٹ انداز میں کہا تو وہ تھوڑا سا مایوس ہوا۔

''ہوں۔۔۔اس کا مطلب ہے کہ میرا اندازہ درست ثابت ہوا کہ آپ مجھ سے سخت خفا ہو نگی۔۔۔''

''مجھے کیا ضرورت پڑی ہے آپ سے خفا ہونے کی۔۔۔'' شکوہ کرتے کرتے ڈھیر سارا پانی آنکھوں میں جمع ہو گیا جس کو چھپانے کے لیے وہ اپنے برش کو کپڑے سے صاف کرنے لگی۔

''ادھر دیکھیں میری طرف۔۔۔'' اُس نے کینوس اٹھا کر سائیڈ پر کیا اور اُس کے بالکل سامنے آن کھڑا ہوا۔ عائشہ کی دھڑکنوں میں ارتعاش برپا ہو گیا۔

''مجھے معلوم ہے کہ آپ ناراض ہیں مجھ سے اور یہ ناراضگی آپ کا حق بنتی ہے۔۔۔'' بہت عام سے لہجے میں کہی اس خاص بات نے عائشہ کو سُن کر دیا۔

''سوری عائشہ۔۔۔'' اُس کے گھمبیر لہجے پر عائشہ نے بمشکل اپنے حواس سنبھالے۔ ''اصل میں گھر تبدیل کیا تھا اوپر سے کچھ خاندانی جائیداد کے معاملات تھے ان کو دیکھنا تھا پھر میری جو جاب ہے اس میں بھی اپنی ذات کے لیے تو کوئی وقت ہی نہیں نکلتا۔'' وہ بڑے نرم لفظوں میں اُسے ساری تفصیل بتا رہا تھا عائشہ بالکل خاموش رہی۔

''سوری مجھے آپ کے ساتھ آرٹ گیلری میں نمائش دیکھنے بھی جانا تھا مگر ان دنوں میں ایک سیمینار میں مصروف تھا۔۔۔'' اُسے اچانک ایک اور بات یاد آئی۔ وہ اب سامنے بڑے سارے پتھر پر بیٹھ کر بڑے اشتیاق سے عائشہ کو دیکھنے لگا۔ جس کے چہرے پر لکھی خفگی دور ہی سے پڑھی جا رہی تھی۔

''بہت بُرے ہیں آپ۔۔۔؟؟؟؟؟'' وہ اس کے بالکل سامنے نصب سنگِ مرمر کے بینچ پر بیٹھ گئی۔

''ہاں اس میں تو کوئی شک نہیں۔۔۔'' اُس نے گردن کو خم دے کر تسلیم کیا۔ ''لیکن آپ پارک کے اسی سنسان سے کونے میں کیوں کام کرتی ہیں۔ درختوں کے جھنڈ سے کوئی جانور نکل آئے تو۔۔۔'' اُس کی فکرمندی عائشہ کو اچھی لگی۔

''بے فکر رہیں، انسانوں سے زیادہ خطرناک نہیں ہوتے جانور۔۔۔'' اس نے ہنس کر مذاق اڑایا۔

''پھر بھی یہ بہتر نہیں ہے۔ ایک تو آپ صبح سویرے یہاں آ جاتی ہیں دوسرے رمضان کی وجہ سے یہاں لوگ بھی کم کم آ رہے ہیں۔ کوئی ضرورت نہیں یہاں درختوں کے جھنڈ میں کام کرنے کی۔۔۔'' اُس کے لہجے میں حق جتاتا انداز عائشہ کو طمانیت کا گہرا احساس بخش رہا تھا۔

''میرے ساتھ ڈرائیور ہوتا ہے ناں۔۔۔'' اس کی ہنسی میں بڑی نرالی سی کھنک آ گئی۔

''ہاں وہ ڈرائیور جو پارکنگ میں گاڑی کھڑی کیے سیٹ ریلکس کر کے خراٹے لے رہا ہے۔ابھی دیکھ کر آیا ہوں اُسے۔۔۔'' اُس نے منہ بنایا تو عائشہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

''مجھے اس جگہ کام کر کے مزا آتا ہے۔۔۔''

''ہاں پتا ہے جتنا مزا آتا ہے سارے جہاں کی بیزاری چہرے پر اکھٹی کیے زبردستی اس فضول سی تصویر پر اسٹروک مار رہی تھیں۔'' اُس نے چڑایا۔

''یہ فضول سی تصویر ہے۔۔۔'' اُس نے آنکھیں پھیلا کر حیرت کا اظہار کیا۔

''ایک دم فضول۔۔۔'' وہ صاف گوئی سے گویا ہوا'' کلر اسکیم آپ نے اتنی ڈارک کر دی ہے کہ تصویر میں مصنوعی پن سا آ گیا ہے۔ پتا نہیں آپ کا دھیان کہاں تھا'' وہ ایک سفاک تنقید کار بھی تھا اس کا اندازہ ابھی ابھی عائشہ کو ہوا۔اُس نے خود بھی پینٹنگ کو تنقیدی نظروں سے دیکھا تو اس کا بوجھل پن ایک نظر میں ہی سامنے آ گیا۔

''کہہ تو آپ بالکل ٹھیک رہے ہیں۔۔۔'' اس کے خفت زدہ انداز پر وہ کھل کر مسکرایا''بس ثابت ہوا کہ جو چیز آپ میرے لیے تخلیق کرتی ہیں اس میں شامل محبت کے رنگ اُسے شاہکار بنا دیتے ہیں۔'' اُس کی شرارت پر عائشہ کا دل دھڑ کا۔

''خیر ایسی بھی کوئی بات نہیں۔۔۔'' اُس نے کندھے اچکائے۔''یہ پینٹنگ تو ماہم کے لیے زبردستی بنا رہی تھی۔'' اُس نے گھبرا کر وضاحت دی تو اُس نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔'' آجکل کام کا موڈ نہیں بن رہا تھا ناں۔۔۔'' اُس کے معصومانہ انداز پر وہ مسکرایا۔

''ماہم کے لیے۔۔۔'' وہ چونکا۔''ان کے لیے تو یہ ایک دم پرفیکٹ ہے کوئی ضرورت نہیں زیادہ محنت کرنے کی۔۔۔'' اُس کے شوخ انداز پر عائشہ نے اپنی ہنسی کو بمشکل ضبط کیا۔

''میری معصوم سی دوست نے آپ کا کیا بگاڑا ہے، جو ایسے کہہ رہے ہیں۔'' اُس نے مصنوعی خفگی سے دیکھا تو اُس نے فوراً بات قطع کی۔

''معاف کیجئے گا آپ کی دوست معصوم تو ہرگز نہیں۔ایسے گھورتی ہیں جیسے سالم ہی نگل جائیں گی۔۔۔'' وہ ہاتھ میں پکڑا پتھر سڑک پر اچھال کر خوشگوار لہجے میں بولا۔

''ایسی کوئی بات نہیں۔۔۔'' عائشہ کو اپنی دوست کے متعلق یہ کمنٹس اچھے نہیں لگے۔''وہ بہت اچھی لڑکی اور بہت زبردست سائیکلو جسٹ ہے۔۔۔'' اُس کی بات پر وہ حیران ہوا۔

''جی سائیکلو جسٹ۔۔۔'' عائشہ ہنسی'' کیوں آپ کو کیا سائیکلو جسٹ اچھے نہیں لگتے۔؟؟؟''

''مجھے تو بس آپ اچھی لگتی ہیں۔۔۔'' اُس کے پُر حدت لہجے میں کچھ تھا جو عائشہ جیسی پر اعتماد لڑکی کی پلکیں لرز کر رہ گئیں اُس نے نظر اٹھا کر دیکھا۔وہ پُر شوق نگاہوں سے اُسے ہی تک رہا تھا۔عائشہ کو اپنا دل بغاوت پر اترتا محسوس ہوا۔

''آپ نے مجھے مس کیا تھا ناں۔۔۔'' اُس کے لہجے میں اتنا یقین تھا کہ عائشہ چاہنے کے باوجود اپنا سر نفی میں نہیں ہلا سکی۔ماحول میں ایک بھید بھری سی خاموشی نے بڑی تیزی سے احاطہ کیا تھا۔

''اماں۔۔۔''!!!!!

سکینہ نے سخت خفا، بیزار اور برہم برہم سی جمیلہ مائی کو مخاطب کرنے کی غلطی کی تو وہ ہاتھ میں پکڑا اون کا گولہ میز پر پٹخ کر اُسے گھورنے لگیں۔ان کی آنکھوں سے نکلنے والے انگارے سکینہ کو اپنا وجود جھلستا ہوا محسوس ہوا۔

''کیا ہے اماں، ایسے کیوں دیکھ رہی ہے جیسے قصائی اپنے جانور کو دیکھتا ہے۔۔۔'' سکینہ نے دانستہ خوشگوار انداز میں کہا۔

''دیکھ سکینہ۔۔۔'' اماں نے ہاتھ اٹھا کر دوٹوک انداز میں کہا ''اس کمرے میں یا تو میں رہوں گی یا یہ شیطانی چرخا۔۔۔''

''اماں یہ شیطانی چرخا نہیں، ٹی وی ہے، ہزار دفعہ بتا چکی ہوں کہ ڈاکٹر خاور کی والدہ نے خصوصی طور پر میرے لیے بھجوایا ہے۔۔۔''

''کیوں تو کیا آسمان سے اتری ہے۔۔۔؟؟؟؟'' وہ غصے سے تیز تیز سویٹر بننا شروع ہو گئیں ہر سال وہ اپنے اور اس کے لیے گرمیوں میں خود اون سے جرسی اور سویٹر بنایا کرتی تھیں۔پرانے زمانے کے ان سویٹروں سے سکینہ بُری طرح چڑتی تھی لیکن اماں کو اپنے اس مشغلے سے کبھی اکتاہٹ نہیں ہوئی۔

''میں نے تھوڑی فرمائش کی تھی۔۔۔'' سکینہ نے منہ بنایا۔''وہ اُس دن ہسپتال میں آئیں تو میں اکیلی تھی، انہوں نے کہا کہ سارا دن تمہیں بوریت نہیں ہوتی ایک ہی کمرے میں رہتے رہتے اور اگلے دن ان کا ڈرائیور یہ ٹی وی دے گیا۔''

''تو نے اُسی وقت واپس کیوں نہیں کیا۔۔۔'' اماں کے کڑے تیور اس کے ہاتھ پیر پھلا گئے۔

''اب اُس ڈرائیور کو میں کیا کہتی۔۔۔'' سکینہ گڑبڑا سی گئی۔

''ویسے تو تیری زبان ریل گڈی کی طرح چلتی ہے۔جہاں اپنا مطلب ہوتا ہے وہاں تیرا انجن پاکستانی ٹرینوں کی طرح خراب ہو کر کھڑا ہو جاتا ہے۔'' جمیلہ مائی کے چہرے پر جھلکتی برہمی سکینہ کو تشویش میں مبتلا کر دیا۔اماں نے دو دن سے اُس سے بالکل بول چال بند کر رکھی تھی۔وہ اُس دن سکینہ کی رپورٹیں لینے لیب گئیں تو واپس کمرے میں ٹی وی دیکھ کر انہیں سخت دھچکا لگا اور جب اس کا پس منظر معلوم ہوا تو ان کا موڈ مزید خراب ہو گیا۔

''دیکھ اماں اس میں میرا کوئی قصور نہیں۔۔۔'' سکینہ نے اپنی صفائی دینے کی کوشش کی۔

''پتر اپنی ماں کو زیادہ نادان نہ سمجھ، تیرے آنکھ کے اشارے تک میں سمجھتی ہوں، یہ جو تو کٹی ہوئی پتنگ کی طرح آسمانوں پر ڈولتی پھر رہی ہے ناں کسی دن اوندھے منہ زمین پر آن گرے گی۔'' جمیلہ مائی کے الفاظ درشت اور لہجہ اُس سے بھی زیادہ سخت تھا سکینہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

''اوپر سے تو نے سوہنے رب کی آواز کا جو غلط استعمال شروع کر رکھا ہے ناں، مجھے ساری خبریں ملتی رہتی ہیں۔۔۔'' جمیلہ مائی کی بات پر وہ بوکھلا گئی۔

''اللہ سوہنے نے اپنی آواز صرف اس کی حمد و ثناء کے لیے دی ہے اور تو فضولیات کے ذریعے اپنی آواز کا اجلا پن ختم کر رہی ہے۔سکینہ کچھ ہوش کے ناخن لے۔۔۔'' جمیلہ مائی کو ایک اور بات یاد آئی تو غصہ دگنا ہو گیا۔

''اماں میں تو بلھے شاہ، سلطان باہو اور وارث شاہ کا کلام ہی گاتی ہوں۔۔۔'' سکینہ کا بھیگا لہجہ اماں کو تھوڑا سا نرم کر گیا۔

''کوئی ضرورت نہیں، بس حمد اور ثناء ہی پڑھا کر۔۔۔'' امّاں نے نروٹھے پن سے کہا تو سکینہ نے سر ہلا دیا وہ دل ہی دل میں سخت حیران تھی کہ امّاں کو کس نے بتایا وہ تو اس کی موجودگی میں کچھ بھی گنگنانے سے حتی الامکان پرہیز ہی کرتی تھی۔

''اور سن، تو خود وڈے ڈاکٹر صیب سے کہنا کہ ہمیں ٹی وی شی وی کا کوئی شوق نہیں، وہ یہ ڈبہ اٹھا کر واپس لے جائیں۔'' امّاں کے اس حکم پر اس کی ٹانگوں سے جان نکلی۔

''امّاں، میں کیسے کہوں۔۔۔'' وہ ممنائی۔ ''تو خود کہہ دینا ناں۔۔۔'' اُس نے گیند امّاں کے کورٹ میں ڈالی۔

''دیکھ مجھ نمانی کو یہ پڑھے لکھوں والی باتیں نہیں آتیں، ویسے بھی ڈاکٹر صیب کو کسی وی چیز کا انکار کرنا مجھے بہت اوکھا لگتا ہے۔'' امّاں کی منطق پر وہ حیران رہ گئی۔

''لے امّاں، خود تو بات نہیں کر سکتی اور مجھے قربانی کا بکرا بنا رہی ہے۔۔۔'' سکینہ کو غصہ آیا۔

''ظاہر ہے تجھے ہی کہوں گی۔۔۔'' انہوں نے بڑی مہارت سے سویٹر کا نمونہ بنتے ہوئے طنزاً کہا۔ ''یہ تحفے تیرے لیے ہی تو آسمان سے ٹپک رہے ہیں۔''

''ہاں تو میں کون سا فرمائشیں کر کر کے منگوا رہی ہوں۔۔۔'' سکینہ نے ٹھیک ٹھاک بُرا منا کر پروین شاکر کی کتاب خوشبو اٹھالی۔ امّاں نے اس بات پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ جب کہ سکینہ کا دھیان کہیں اور تھا اس لیے کتاب میں کوئی دلچسپی محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ اس نے اکتا کر کتاب بند کر دی۔

''امّاں کتنے دن ہو گئے، ہم باہر ہی نہیں نکلے۔۔۔'' سکینہ کے لہجے میں ایک فطری سی اُداسی جھلکی۔

''باہر کیسے لے کر جاؤں، ڈاکٹر صیب نے سختی سے منع کیا ہے کہ پورا ایک مہینہ بیڈ ریسٹ کرنا ہے کوئی ورزش نہیں اور نہ ہی کوئی ہل جل۔۔۔'' سکینہ مائی بھی افسردہ ہوئی سکینہ کے گرنے کے واقعے کے بعد اس کی جسمانی حالت خاصی خراب ہوئی تھی۔

''امّاں تو نے ڈاکٹروں سے پوچھا کہ میرا اپریشن کب کریں گے۔۔۔؟؟؟؟'' سکینہ، جمیلہ مائی کی توجہ وقتی طور پر دوسری جانب مبذول کروانے میں کامیاب ہو ہی گئی۔

''اب تو جب تک تیری کمر کی چوٹ ٹھیک نہیں ہو گی تب تک تو کچھ بھی نہیں ہوگا۔'' اون کا گولہ ان کے ہاتھ سے چھوٹا اور فرش پر پھسلتا گیا۔

''اعجاز نے بھی واپس جا کر کوئی فون نہیں کیا۔۔۔'' امّاں کے تشویش زدہ انداز پر سکینہ نے بڑے بے رحم لہجے میں کہا۔

''امّاں دفع کر، کیوں کسی سے امید لگاتی ہے۔ پنڈ واپس پہنچتے ہی اُس کی بے بے نے اُس کی طبیعت سیٹ کر دی ہو گی اب تو اُسے یاد بھی نہیں رہا ہو گا کہ وہ کبھی یہاں آیا تھا۔'' اُس کی بات پر جمیلہ مائی کا دل دھک کر کے رہ گیا۔ اُس کے چہرے پر اس قدر بے یقینی، دکھ اور کرب کے سائے تھے کہ سکینہ کو پہلی دفعہ امّاں پر رحم آیا۔

☆ ☆ ☆
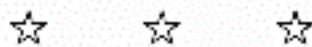
''یہ آپ ماں بیٹا کس ایجنڈا سیٹنگ میں مصروف ہیں۔۔۔''بڑی عجلت میں لاؤنج کی سیڑھیاں اترتے ہوئے عائشہ نے ماما اور موحد کو چھیڑا۔ جو سر جوڑے ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے تھے۔

''اتنی مشکل سے تو یہ موحد میرے ہاتھ لگا ہے۔ بزنس نے اُسے دن رات کا ہوش بھلا رکھا ہے۔۔۔'' ماما نے شکوہ کیا لیکن ان کے لہجے میں جھلکتا سکون عائشہ نے فوراً ہی محسوس کیا۔ موحد کے رویئے میں تبدیلی کا کم از کم ماما پر بہت خوشگوار اثر پڑا تھا۔ خود موحد بھی اُسے بہت بدلا بدلا سا دیکھائی دیا۔

''تم کہاں جا رہی ہو۔۔۔؟؟؟؟''انہوں نے اُسے آج کچھ بہتر حلیے میں باہر جاتے دیکھ کر پوچھا۔

''بیت المال والے بے سہارا بچوں کے لیے کوئی فنکشن ارینج کر رہے ہیں، میرے ذمے بھی کچھ کام ہیں وہ ہی نبٹانے۔۔۔'' خلاف توقع عائشہ کی بات پر ماما کا مزاج برہم نہیں ہوا وہ قدرے رازدانہ انداز میں بولیں۔''تمہاری ماہم سے کوئی ملاقات ہوئی۔۔۔؟؟؟؟''

''کمال کرتی ہیں ماما۔۔۔'' وہ ہنسی''ماہم سے آتے جاتے تو کوئی نہ کوئی ملاقات ہوتی ہی رہتی ہے، کیوں کوئی خاص بات۔۔۔؟؟؟؟'' اُس نے پہلی دفعہ موحد اور ماما کے چہرے پر موجود غیر معمولی سنجیدگی کو محسوس کیا۔

''تمہیں اُس نے ثمن کے بارے میں کچھ بتایا۔۔۔؟؟؟''

''ثمن آپی کے۔۔۔؟؟؟؟''وہ زبردست انداز میں چونکی۔''نہیں، کیوں۔۔۔؟؟؟؟''

''صبح صبح تمہاری خالہ آئیں تھیں۔۔۔''انہوں نے اپنی بہن کی کا ذکر کیا جو ماہم کی آپی ثمن کی ساس تھیں۔''خیریت ماما۔۔۔'' عائشہ بھی وہیں صوفے پر ان کے پاس آن بیٹھی۔

''بیچاری بہت پریشان تھیں، ثمن نے کسی چینل پر مارننگ شو شروع کر رکھا ہے اس کی وجہ سے اس کے اور انصر کے تعلقات میں اس قدر کشیدگی آگئی ہے کہ ثمن گھر چھوڑ کر میکے آن بیٹھی ہے۔'' ماما کے انکشاف پر وہ ایک دم پریشان ہوئی۔

''اوہ۔۔۔اٹس سوسیڈ۔۔۔'' وہ حیران ہوئی۔''میں نے تو بہت پہلے ہی ماہم کو کہا تھا کہ خالہ کے گھر کا ماحول بالکل ایسا نہیں ہے اس لیے ثمن آپی کو احتیاط کرنی چاہیے''

''پھر۔۔۔؟؟؟؟'' انہوں نے بے صبری سے پوچھا۔

''آپ کو پتا تو ہے کہ انکل منصور اور آنٹی نے اپنی دونوں بیٹیوں کی ہر بات مان مان کر انہیں خاصا ضدی بنا رکھا ہے۔'' ماہم نے صاف گوئی سے کہا۔''ماہم کو ہی میرا مشورہ پسند نہیں آیا تھا تو ثمن آپی تو اُس سے بھی دو قدم آگے ہیں۔۔۔''

''اللہ ہدایت دے سب بیٹیوں کو۔۔۔'' ماما بڑبڑائیں۔''ثمن تو پندرہ دن سے میکے آئی ہوئی ہے تم سے کوئی ذکر نہیں کیا ماہم نے۔۔۔؟؟؟؟''

''میرے سامنے تو ایسا کوئی ذکر نہیں ہوا، میں پرسوں ہی تو گئی تھی اُس کی طرف۔۔۔''عائشہ کو یاد آیا۔''میں نے تو احیان کو بھی نہیں دیکھا

وہاں، ورنہ وہ تو خاصا اودھم مچائے رکھتا ہے گھر میں۔۔۔''

''احیان کو تو وہ سسرال میں ہی چھوڑ گئی ہے کہ آپ کی اولاد ہے خود سنبھالیں۔۔۔'' ماما کی اطلاع پر عائشہ کو سخت افسوس ہوا۔ وہ بے یقینی سے ماما کا رنج میں ڈوبا چہرہ دیکھنے لگی یہ رشتہ ماما نے ہی کروایا تھا اس لیے عائشہ کو ان کی حد درجہ پریشانی سمجھ میں آئی۔

''ماما آپ کیوں ٹینس ہو رہی ہیں، اس میں آپ کا تو کوئی قصور نہیں۔۔۔؟؟؟؟'' موحد کا لہجہ پرسکون اور انداز تسلی دلاتا ہوا تھا۔ عائشہ نے چونک کر اس کا فریش فریش سا چہرہ دیکھا۔

''بھائی خیر ہے، آجکل کون سی کریم لگا رہے ہیں، بڑے چمک رہے ہیں۔۔۔'' عائشہ نے چھیڑا

''ماشاءاللہ کہتے ہیں ساتھ۔۔۔'' ماما نے فوراً ٹوکا تو موحد کے قہقہے نے عائشہ کو اور زیادہ خوشگوار حیرت میں مبتلا کیا۔

''تم بات کرنا ناں، ماہم اور ثمن سے۔۔۔'' ماما کی سوئی وہیں اٹکی ہوئی تھی۔

''آپ فکر نہ کریں میں اپنے کام سے فراغت پا کر سیدھے ماہم کی طرف ہی جاؤں گی۔۔۔'' عائشہ نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر تسلی دی تو وہ کھوجتی نگاہوں سے عائشہ کا چہرہ دیکھتے ہوئے اچانک بولیں۔

''یہ جو بات تم کچھ دیر پہلے موحد سے پوچھ رہی تھیں، تم خود بھی تو بتاؤ کہ یہ انسانوں والی جون میں کیسے آتی جا رہی ہو۔۔۔'' انہوں نے وائٹ اور فیروزی کلر کے سوٹ میں اچھی طرح تیار عائشہ کو بوکھلا کر رکھ دیا۔ ''کیوں ماما، کیا کچھ اور لگ رہی ہوں۔۔۔؟؟؟؟'' اُسے نئی فکر نے گھیر لیا۔

''ہرگز نہیں۔۔۔'' انہوں نے بے ساختہ اس کے ماتھے کا بوسہ لیا۔ ''اب کچھ انسانوں والے کام کرنا شروع کیے ہیں تم دونوں نے۔۔۔'' وہ کچھ دیر پہلے والی پریشانی بھولے اب انتہائی محبت سے دونوں کا چہرہ دیکھ رہی تھیں۔ موحد کے سیل فون پر کوئی کال آ گئی تھی وہ مسکراتے ہوئے وہیل چیئر پر دوسری جانب چلا گیا۔

''ماما، بھائی کی حرکتیں مجھے کچھ مشکوک سی لگ رہی ہیں۔۔۔'' عائشہ کے شرارتی انداز پر وہ کھل کر مسکرائیں اور فوراً تائید میں سر ہلایا۔ ''آپ کو بھی لگا ناں۔۔۔؟؟؟؟'' وہ پرجوش ہوئی تو انہوں نے مسکرا کر کہا۔ ''جب سے موحد نے اپنا ڈاکٹر تبدیل کیا ہے اُس میں خاصی تبدیلی آئی ہے۔''

''بھائی کیا اب ملٹری ہسپتال میں نہیں جا رہے کیا۔۔۔؟؟؟؟'' عائشہ اس اطلاع پر تعجب کا شکار ہوئی۔

''نہیں، کوئی اسپائنل سرجن ہے ڈاکٹر خاور، کسی پرائیوٹ ہسپتال میں ایک گھنٹے کے لیے آتا ہے۔ مجھے مسز علوی نے بتایا تھا اور میں نے فوراً موحد کو وہاں بھجوایا تو دیکھو میرے بیٹے میں کتنی مثبت تبدیلی آ رہی ہے۔۔۔'' ماما کا پرسکون چہرہ عائشہ کو بہت اچھا لگا۔

''بہت ینگ سا ڈاکٹر ہے۔ موحد بہت تعریف کرتا ہے اس کی۔۔۔'' ماما بھی لگتا تھا کہ اُس سے کافی متاثر ہو چکی تھیں۔

''لیکن ماما مجھے تو یہ کوئی اور ہی تبدیلی محسوس ہو رہی ہے۔۔۔'' عائشہ نے موحد کو غور سے دیکھتے ہوئے شرارت سے کہا تو ماما فوراً ہنسیں۔

''مجھے لگتا ہے کہ موحد کی کسی لڑکی سے بات ہوتی ہے۔۔۔'' ماما نے تھوڑا سا جھک کر سرگوشی کے انداز میں بتایا تو عائشہ نے خوشگوار حیرت

اور بے یقینی سے ماما کا مسکراتا چہرہ دیکھا۔

''کیسی ماں ہیں آپ، اپنے بیٹے کی اس حرکت پر خوش ہو رہی ہیں ورنہ روایتی مائیں تو ان موقعوں پر طوفان کھڑا کر دیتی ہیں۔۔۔'' عائشہ نے ہنستے ہوئے انہیں اکسایا اور ٹی وی لاؤنج کے دوسرے کونے میں انتہائی آہستگی سے گفتگو کرتے موحد کو دیکھا جس کے چہرے پر کسی دلفریب خیال کا سایہ تھا۔

''میرا دماغ خراب ہے جو طوفان کھڑا کروں۔۔۔'' وہ قدرے بُرا منا گئیں۔ ''خدا خدا کر کے تو میں نے اپنے بیٹے میں کوئی مثبت تبدیلی دیکھی ہے۔ اتنی ذمے داری سے فیکٹری سنبھالی ہے اور مصروفیت نے اس پر اچھا اثر ڈالا ہے تمہارے بابا بھی شکر ادا کر رہے تھے۔'' ماما نے تفصیلاً بتایا تو عائشہ شرارت سے فوراً اٹھ کر موحد کے بالکل پیچھے آن کھڑی ہوئی۔

''بھائی میری بات کروائیں ناں۔۔۔'' وہ بالکل اس کے کان کے پاس آ کر شوخی سے بولی۔ موحد نے گڑبڑا کر سیل فون آف کیا۔

''عاشو، یہ کیا بدتمیزی ہے۔ میری فیکٹری سے فون تھا۔۔۔'' اُس نے خفت زدہ انداز سے خوامخواہ صفائی دی۔ اسکی آنکھیں اس جھوٹ کا بالکل ساتھ نہیں دے رہی تھیں۔

''میں نے کب کہا کہ فیکٹری سے فون نہیں تھا۔۔۔'' وہ شریر ہوئی۔

''اُسی فیکٹری میں بیٹھ کر بات کرنے والی سے ہی تو بات کر رہی تھی۔۔۔'' وہ اپنے مخصوص انداز سے گھٹنوں کے بل اس کے سامنے بیٹھ گئی۔ اب موحد کے دونوں ہاتھ اس نے مضبوطی سے پکڑ لیے۔ وہ نہ جانے کیوں بلش ہوا اور یہ منظر عائشہ نے بڑی دلچسپی سے دیکھا۔

''ایسی کوئی بات نہیں۔۔۔'' وہ بُری طرح گھبرا کر سامنے کچن کی طرف دیکھنے لگا جہاں ابھی ابھی ماما اٹھ کر گئیں تھیں۔

''سچی، پکا وعدہ، ماما کو نہیں بتاؤں گی۔۔۔'' عائشہ نے لالچ دیا تو وہ مسکرا دیا۔ ''کیوں ایلفی کی طرح چپک گئی ہو ساتھ۔۔۔''

''اچھا۔۔۔؟؟؟؟'' عائشہ نے مصنوعی تعجب سے دیکھا۔ ''اور وہ جو آپ کے ساتھ زبردستی گوند کی طرح چپکنے کی کوشش کر رہی ہے، اُس کو کچھ نہیں کہتے۔۔۔''

''اُس کو بھی بہت سنائی تھیں لیکن وہ ڈھٹائی میں تم سے بھی چار ہاتھ آگے ہے۔۔۔'' موحد کے منہ سے بے اختیار پھسلا۔ عائشہ کھلکھلا کر ہنسی اور ہنستے ہوئے موحد کا جھنجھلایا ہوا چہرہ دیکھنے لگی جو اپنا سر دونوں ہاتھوں سے تھامے بیٹھا تھا۔ اُسے معلوم تھا کہ یہ زبان کا پھسلنا اپنی شامت خود بلوانے کے مترادف تھا اور یہ شامت آ ہی چکی تھی۔

☆ ☆ ☆

''بدلے بدلے سے میرے سرکار نظر آتے ہیں۔۔۔'' نابیہ نے کسی خوبصورت سوچ میں محو ثنائیلہ کے کان میں شرارت سے کہا تو وہ سٹپٹا سی گئی۔ وہ دونوں رات کے کھانے کے بعد چھت پر چہل قدمی کر رہی تھیں۔ آج کل ثنائیلہ اور اُس کی والدہ نے مستقل نابیہ کے گھر میں ڈیرے ڈالے ہوئے تھے۔

''کیا مطلب ہے تمہارا۔۔۔؟؟؟؟ اُس نے گڑبڑا کر نابیہ کی آنکھوں میں مچلتی شوخی کو دیکھا۔

''مطلب یہ کہ محترمہ چپکے چپکے زیرِ لب مسکراتی ہیں، گنگناتی ہیں، اور کونے کھدروں میں چھپ کر فون سنتے جاتے ہیں یہ سب مشکوک حرکتیں نہیں تو اور کیا ہیں۔۔۔؟؟؟'' نابیہ نے اُسے آڑے ہاتھوں لیا تو وہ گھبرا سی گئی۔

''کچھ نہیں یار، ابھی تک یقین نہیں آ رہا کہ ہمارا گھر بن رہا ہے، بس یہی سوچ میرے جیسی لڑکی کو خوش کرنے کو کافی ہے۔'' ثنائیلہ نے چھت کی منڈیر سے اپنے صحن میں جھانکا، جہاں ٹائلیں لگنے کا کام آدھا ہو چکا تھا۔

''اے لڑکی۔۔۔'' نابیہ نے کندھے سے پکڑ کر اس کا رخ اپنی طرف موڑا۔ ''یہ بے وقوف تم کسی اور کو جا کر بنانا، مجھے بالکل سچ سچ بات بتاؤ کہ تم ہو کن چکروں میں۔۔'' وہ اب کمر پر ہاتھ رکھے اُسے مصنوعی خفگی سے گھور رہی تھی۔

''یقین کرو کہ ایسی کوئی بات نہیں۔۔۔'' ثنائیلہ نے سراسر اُسے ٹالا تو وہ لاپرواہی سے کندھے اچکا کر رہ گئی۔ ''ٹھیک ہے کبھی نہ کبھی تو اپنا پیٹ ہلکا کرنے آؤ گی ناں اُس وقت مجھ سے کوئی امید نہ کرنا کہ میں تمہیں کوئی ''بدہضمی'' دور کرنے والی دوا دوں گی۔۔۔'' نابیہ نے ہنستے ہوئے اُسے خبردار کیا۔

''پوری دنیا میں میری تم ایک ہی تو اچھی دوست ہو یار۔۔۔'' ثنائیلہ نے اپنی دونوں بانہیں اس کے گلے میں ڈالیں۔

''نو مسکا۔۔۔'' وہ اس کے بازوؤں کے گھیرے سے بڑی صفائی سے نکل آئی۔

''یہ تم کل اپنے سارے ہتھیاروں سے لیس ہو کر کہاں گئی تھیں، میں اسکول سے آئی تو امی نے بتایا تھا۔۔۔'' نابیہ کی کھوجتی نظروں نے اس کے چہرے کی اڑتی رنگت کو بھانپا۔

''توبہ ہے تم میری کتنی جاسوسی کرنے لگی ہو۔'' ثنائیلہ نے خود کو سنبھالتے ہوئے قدرے رُخ موڑا۔ وہ تو نابیہ کے سکول سے آنے سے پہلے ہی واپس آ گئی تھی۔ نابیہ ایک قریبی اسکول میں شوقیہ ملازمت کرتی تھی۔

''جاسوسی تو نہیں کی، وہ تو یونہی ذکر نکلا تو امی نے بتایا کہ تم بھی کہیں نوکری کی درخواست جمع کروانے گئی ہو، مجھے سخت حیرت ہوئی کہ تم نے مجھ سے کوئی ذکر ہی نہیں کیا۔'' نابیہ نے سنجیدگی سے بتایا تو اُس نے ایک لمبا سانس لیا۔

''ہاں یار، میں کل سکندر شاہ کے آفس گئی تھی۔۔۔'' اس نے اصل بات بتا ہی دی ویسے بھی وہ نابیہ سے کوئی بات زیادہ دیر تک چھپا نہیں سکتی تھی۔

''تم نے تو وہاں جاب کرنے سے انکار نہیں کر دیا تھا۔۔۔'' اُس کو تعجب ہوا۔

''ہاں تو میں کون سا اُس کے پاس نوکری کے لیے گئی تھی۔۔۔'' اُس کے سادہ سے انداز پر نابیہ نے سوالیہ نظروں سے اُسے دیکھا۔ جو زیرِ لب مسکراتے ہوئے بولی۔

''مجھے اُس نے لنچ پر انوائیٹ کیا تھا۔۔۔''

''کیا۔۔۔؟؟؟؟'' نابیہ کو سخت دھچکا لگا۔''اُس نے تمہیں لنچ پر بلایا اور تم چلی گئیں۔۔۔'' اُس نے بے یقینی سے دیکھا۔

''تو کیا نہ جاتی۔۔۔؟؟؟؟'' وہ اتنی معصومیت سے گویا ہوئی کہ نابیہ چاہنے کے باوجود اُسے کچھ بھی نہ کہہ پائی۔

''تمہیں بُرا لگا ہے کیا۔۔۔؟؟؟؟''

''بُرا تو نہیں لیکن بہت عجیب لگا کہ کہاں وہ پہلے سیدھے منہ بات نہیں کرتا تھا اور اب لنچ پر بھی انوائیٹ کرنے لگا ہے۔اُس کی طبعیت ٹھیک ہے۔؟؟؟'' نابیہ نے طنزیہ انداز سے اُس کے چہرے پر پھیلے خوبصورت دھنک کو دیکھا۔

''ہاں طبعیت تو مجھے بھی اُس کی کچھ خراب ہی لگ رہی ہے۔۔۔'' وہ زیر لب معنی خیز انداز میں مسکرائی تو نابیہ نے نہ سمجھنے کے انداز میں اُسے دیکھا۔

''وہ بہت بدل گیا ہے یار۔۔۔'' ثنائیلہ بڑے دل سے مسکرا رہی تھی۔

''اُس کے بدلنے کا تو مجھے پتا نہیں لیکن تمہارے چہرے پر محبت کی ''بدلیاں'' مجھے صاف نظر آ رہی ہیں۔۔۔'' نابیہ کے جل کر بولنے پر وہ کھلکھلا کر ہنسی۔اُس کی ہنسی میں موجود کھنک کو سن کر نابیہ نے دل ہی دل میں اپنی اس پیاری دوست کے لیے بڑے خلوص دل سے دعا کی تھی کہ اللہ اُسے دائمی خوشیاں دے۔

☆ ☆ ☆

''میں میں پتر میری دھی رانی کو بھلا کس نے یہ پھولوں کا گلدستہ بھجوانا ہے۔تمہیں مغالطہ لگا ہوگا۔۔۔'' جمیلہ مائی نے سرخ کیپ پہنے اُس نوعمر سے لڑکے کو بڑی سنجیدگی سے کہا جو ٹی سی ایس کوریئر آفس سے سکینہ کے لیے بُکے لے کر ہسپتال پہنچا تو جمیلہ مائی ہکا بکا رہ گئی۔

''اماں جی، آپ کی بیٹی کا نام سکینہ اللہ دتا نہیں ہے کیا۔۔۔'' اُس لڑکے نے جھنجھلاہٹ بھرے انداز سے سوال کیا۔

''نام تو میری دھی کا یہی ہے۔۔۔'' جمیلہ مائی جو کمرے کے دروازے پر جم کر ایسے کھڑی تھی کہ سکینہ کو باوجود کوشش کہ باہر کا منظر دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

''یہ پرائیوٹ وارڈ کا کمرہ نمبر آٹھ نہیں ہے کیا۔۔۔؟؟؟؟'' وہ لڑکا تھوڑا سا ہٹ کر اب دروازے پر لگی نیم پلیٹ دوبارا دیکھنے لگا۔

''یہی ہے۔۔۔'' جمیلہ مائی نے کوفت زدہ انداز سے اس کوریئر والے لڑکے کو دیکھا جو ڈھٹائی سے سرخ پھولوں کا گلدستہ لیے کسی چٹان کی مانند کھڑا تھا جب کہ جمیلہ مائی خوفزدہ نظروں سے ایسے پھولوں کو دیکھ رہی تھی جیسے کسی نے اس میں بم چھپا رکھا ہو۔

''پھر اسی ایڈریس پر یہ بُکے بھجوایا گیا ہے۔۔۔'' اُس لڑکے نے اطمینان سے کہا۔

''لیکن ہمیں کس نے یہ بھجوانا ہے۔۔۔'' جمیلہ مائی نے ناک پر انگلی رکھ کر سخت تعجب کا اظہار کیا تو اس احمقانہ سوال پر وہ لڑکا بُری طرح جھنجھلایا۔

''مجھے کیا پتا خالہ کس نے بھجوانا ہے، میں اپنی طرف سے تھوڑی لے کر آیا ہوں۔۔۔'' اُس کی آواز میں جھنجھلاہٹ کے ساتھ کوفت کا عنصر

بھی شامل ہو گیا۔'' آپ یہ وصول کر کے اس رسید پر دستخط کر دیں۔۔۔'' اُس نے رسید بک آگے بڑھائی تو جمیلہ مائی کو جیسے کرنٹ لگا۔

''نہ پتر نہ۔۔۔ہم نے نہیں لینے یہ پھول شول۔۔۔'' انہوں نے صاف انکار کیا تو اس لڑکے کو بھی غصہ آ گیا۔''دیکھیں اب یہ میں واپس تو نہیں لے کر جا سکتا، آپ وصول کر کے میری طرف سے بے شک پھینک دیں مجھے مزید ڈاک بھی ڈلیور کرنے جانا ہے۔۔۔'' اُس لڑکے نے ایسے دیکھا جیسے کہہ رہا ہو کہ میری جان چھوڑیں۔

''اماں تو اُس سے پوچھ لے کہ جس نے بھیجا ہے، اُس کا کیا نام ہے۔۔۔؟؟؟؟'' سکینہ نے بیزاری سے جمیلہ مائی کو کہا تو وہ لڑکا فوراً بولا۔

''کوئی موحد رحیم ہیں انہوں نے بھیجا ہے ڈی ایچ اے سے۔۔۔''

''موحد عبدالرحیم ۔۔۔'' جمیلہ مائی نے سخت حیرت سے سکینہ اللہ دتا کا چہرہ دیکھا جو خود بھی یہ نام سن کر ہکا بکا تھی۔

''اس گُلے کے ساتھ ایک چھوٹا سا کارڈ بھی ہے۔۔۔'' اُس لڑکے نے بڑی عجلت میں سرخ گلابوں والا گلدستہ جمیلہ مائی کی طرف بڑھایا جو سخت تذبذب کا شکار تھی۔

''اماں، اس کارڈ کے اوپر دیکھ کہ کیا لکھا ہے۔۔۔؟؟؟؟ سکینہ کے مشورے پر اماں نے قدرے ناگواری سے اُسے دیکھا۔''مجھ کم عقل، جاہل کو کیا پتا، تو خود دیکھ لے۔۔۔'' گلابوں کی مسحور کن خوشبو جمیلہ مائی کے مزاج کو برہم کیے جا رہی تھی۔ اماں نے تھوڑا سا پیچھے ہٹ کر اُس لڑکے کو اندر آنے کا اشارہ کیا تو وہ سرعت سے کمرے میں داخل ہوا۔

''یہ پہلے یہاں سائن کر دیں۔۔۔'' اُس نے رسید بک سکینہ کے آگے کی تو اس نے دستخط کر کے وہ گلدستہ پکڑا۔ جب کہ کوریئر بوائے نے اس موقعے سے فوراً فائدہ اٹھایا اور آناً فاناً کمرے سے نکل گیا۔

''لو وہ تو واپس بھی چلا گیا، اب اس مصیبت کا کیا کرنا ہے۔۔۔'' جمیلہ مائی کے چہرے پر ناگواری کی لہر بڑی تیزی سے پھیلی۔ انہوں نے غصے سے سکینہ کو دیکھا جو سرخ رنگ کے ربن کے ساتھ بندھے چھوٹے سے کارڈ کو ایسے دیکھ رہی تھی جیسے دنیا کا آٹھواں عجوبہ دیکھ لیا ہو۔ کارڈ پر تحریر تھا۔

''اچھی لڑکی، تمہارے زخمی ہونے کا پتا چلا، بہت دکھ ہوا۔ اللہ تمہیں زندگی اور صحت دے۔۔۔''

''کی ہویا سکینہ۔۔۔؟؟؟؟؟'' جمیلہ مائی کے لہجے میں ہلکی سی جھنجھلاہٹ در آئی۔

''کچھ نہیں ہوا اماں۔۔۔'' سکینہ کا دل ایک عجیب ناقابل بیاں کیفیت میں گھرا۔

''کون ہے یا موحد۔۔۔؟؟؟؟'' اُن کی جواب طلب نگاہ سکینہ کے چہرے پر جمی ہوئی تھی۔

''میرا خیال ہے اماں یہ وہ ہی لڑکا ہے جو اُس دن مقابلہ نعت خوانی میں ملا تھا۔ اُس کے ساتھ اس کی بہن بھی تھی جو مجھے تسلی دے رہے تھے۔'' سکینہ نے اماں کو یاد دلانے کی کوشش کی۔

''وہ جو خود بھی وہیل چیئر پر تھا۔۔۔'' جمیلہ مائی کو فوراً یاد آیا تو سکینہ نے اثبات میں سر ہلایا۔

''لیکن اُسے کس نے بتایا کہ تو یہاں ایڈمٹ ہے۔۔۔؟؟؟'' جمیلہ مائی کے لہجے میں بڑی کاٹ دار کیفیت محسوس کر کے سکینہ نے بُرا سا منہ بنایا۔

''تیرا کیا خیال ہے کہ میں بتا کر آئی ہوں۔۔۔'' سکینہ کی سخت شکایتی نظروں پر جمیلہ مائی گڑبڑا گئی۔''میں نے ایسا کب کہا۔۔۔؟؟؟؟''

''مجھے تو خود اُس دن اپنا سیاپا پڑا ہوا تھا، رو رو کر میرا بُرا حال تھا تمہارے سامنے۔۔۔''امّاں کی جانچتی نظروں سے گھبرا کر اُس نے فوراً صفائی دی تو امّاں کو فوراً یقین آ گیا کیونکہ سکینہ سارا وقت تو اس کی نظروں کے سامنے رہی تھی۔

''کارڈ پر کیا لکھا ہے۔۔۔؟؟؟؟''جمیلہ مائی نے بے صبری سے پوچھا۔

''کچھ نہیں امّاں، صرف نام لکھا ہے۔۔۔''سکینہ نے نظریں چراتے ہوئے جھوٹ بولا۔ جب کہ جمیلہ مائی بلند آواز میں بڑبڑائی۔''آخر اُس کو کیسے پتا چلا کہ تو اس ہسپتال میں داخل ہے اور اس نے یہ گلدستہ کیوں بھجوایا؟؟؟؟'' وہ بُری طرح تذبذب کا شکار تھی۔

''مجھے تو اس بات پر حیرت ہے کہ اُسے میرے گرنے اور زخمی ہونے کا کس نے بتایا۔۔۔؟؟؟؟''سکینہ چاہتے ہوئے بھی امّاں کو یہ بات نہیں کہہ سکی اور وہ سادگی سے جمیلہ مائی کا فکرمند چہرہ دیکھنے لگی جو کسی گہری سوچ میں گم سخت پریشان دیکھائی دے رہی تھی جب کہ پورے کمرے میں سرخ گلابوں کی خوشبو نے اودھم مچا رکھا تھا اور دونوں ماں بیٹی اس خوشبو کی وجہ سے بوکھلائی ہوئی ایک دوسرے کی شکلیں دیکھ رہی تھیں۔

☆ ☆ ☆

عائشہ دارالامان میں مقیم اسّی سالہ بابا تاج محمدؐ کو ایمرجنسی میں لے کر پہنچی تو اس وقت شام کے سات بج رہے تھے۔وہ ہر پندرہ دن کے بعد اس دارالامان میں چکر لگاتی تھی اور کچھ وقت ان بزرگوں کے ساتھ گذارتی تھی جنہیں ان کے گھر والے بوجھ سمجھ کر یہاں پھینک گئے تھے۔اُس دن وہ وہاں آئی تو بابا تاج کی طبعیت خاصی خراب تھی۔

وہ انہیں لے کر قریبی ہسپتال کی ایمرجنسی میں فوراً پہنچی۔ان کی طبعیت سنبھلنے تک وہ اس پرائیوٹ ہسپتال میں رہی اور پھر اپنے ساتھ آئے ادارے کے بندے کو ان کا خیال رکھنے کی تاکید کر کے وہ گھر کے لیے نکلی تو اُس وقت رات کے دس بج رہے تھے۔

وہ ایمرجنسی سے نکل کر قریبی کینٹین کی تلاش میں نکلی۔ہسپتال کے اندر بنے شفاء میڈیکل کالج کی کینٹین اس وقت بند ہو چکی تھی۔اس لیے وہ مین کیفے ٹیریا کی طرف چل نکلی۔اسلام آباد کے اس مہنگے پرائیوٹ ہسپتال میں ہر وقت ہی رش کی کیفیت رہتی تھی۔وہ بڑی فرصت سے کوریڈور میں چل رہی تھی کہ اچانک اس کی نظر دائیں کوریڈور سے نکل کر گائنی وارڈ کی طرف جاتے کپل کی طرف پڑی۔وہ بُری طرح ٹھٹھک کر رکی۔اُس نے بے یقین نظروں سے اپنے سے کافی فاصلے پر دوسری طرف جاتے علی کو دیکھا۔

''مائی گاڈ۔۔۔'' اُس کے پیروں کے نیچے سے زمین نکلی۔

''یہ تو علی تھا۔۔۔''وہ سخت خوفزدہ نظروں سے اس خوش باش جوڑے کو دیکھ رہی تھی جس کی پشت اب اس کی طرف تھی وہ دونوں باتیں کرتے کرتے گائنی وارڈ میں داخل ہو گئے تھے۔

''یہ میرا وہم تو نہیں۔۔۔''عائشہ اپنی زندگی کے بدترین تجربے سے سنبھلتے ہوئے خود کو تسلی دے رہی تھی۔

وہ پاگلوں کی طرح اُن کے تعاقب میں اُسی وارڈ کی طرف بھاگی۔وہ دونوں اُس سے کچھ فاصلے پر تھے۔عائشہ کے چہرے پر بڑی ٹوٹتی

سی کیفیت تھی۔ اُسے بالکل یقین نہیں آرہا تھا۔ وہ اپنے مخصوص اسٹائل کی مسکراہٹ کے ساتھ ریسپشن پر موجود لڑکی سے کچھ پوچھ رہا تھا۔ اُس کی بائیں سائیڈ پر سرخ رنگ کے لان کے سوٹ میں ملبوس اسٹائلش سی لڑکی کھڑی تھی اس لڑکی کو دیکھ کر وہ پہلی دفعہ زندگی میں حسد کے جذبے سے روشناس ہوئی۔ وہ گلاس وال کے پاس رکھے صوفے پر دھم سے بیٹھ گئی۔ اُس کی ٹانگوں میں ایک قدم بھی چلنے کی سکت نہیں رہی۔ وہ دونوں اُس کی موجودگی سے بے خبر ایک ڈاکٹر کے روم میں چلے گئے تھے۔۔۔

''مجھے، اُس کو کال کرنی چاہیے۔۔۔'' عائشہ نے کانپتے ہاتھوں سے اپنے بیگ سے سیل نکالا۔ بیل جارہی تھی اور عائشہ کو اپنی دھڑکنیں ڈوبتی ہوئی محسوس ہوئیں۔

''ٹوں ٹوں ٹوں۔۔۔'' دوسری جانب سے اس نے کال کاٹ دی۔ عائشہ کو ایسے لگا جیسے کسی نے اُس کا دل مٹھی میں لے کر مسل دیا ہو۔ اُس نے پاگلوں کی طرح دوبارا اُس کا نمبر ملایا۔ اب کہ چوتھی بیل پر فون اٹھا لیا گیا۔

''ہیلو۔۔۔'' عائشہ کے منہ سے گھٹی گھٹی سی آواز نکلی۔

''میں تھوڑا سا بزی ہوں، آپ کو کچھ دیر میں بیک کال کرتا ہوں۔۔۔'' عائشہ کو اُس کے تحمل بھرے انداز میں عجلت کا عنصر محسوس ہوا۔

''کوئی ضرورت نہیں، مجھ سے بات کرنے کی۔۔۔'' اُس نے حلق میں اٹکے آنسوؤں کو بمشکل نگلتے ہوئے تلخی سے کہا اور فون اپنے بیگ میں پھینک کر وہ تیزی سے وارڈ میں سے نکلی۔ اُس کی مٹھیاں بھینچی ہوئی اور چہرہ سخت تناؤ کا شکار لگ رہا تھا وہ بہت سرعت سے کوریڈور میں چل رہی تھی۔ سیڑھیاں اترتے ہوئے اُس نے اپنی گیلی ہوتی آنکھوں کو بیدردی سے رگڑا۔ دل پر ایک کرب انگیز سا بوجھ آن پڑا تھا جس نے ایک ایک نس میں انتشار برپا کر دیا تھا۔ ہسپتال کی پارکنگ تک جاتے ہوئے وہ باقاعدہ رو رہی تھی۔ اپنی گاڑی کا لاک کھولتے ہوئے اُسے اپنے مسلسل بجتے فون کی آواز سنائی دی۔ ڈرائیونگ سیٹ سنبھالتے ہی اُس نے بیگ کھول کر سیل نکالا تو اُس کی تقریباً آٹھ کالز آچکی تھیں۔ عائشہ نے فیصلہ کن انداز سے فون اٹھایا اور بیدردی سے پاور ڈ آف کر دیا۔

وہ اب اسٹیرنگ پر سر رکھے بالکل بچوں کے سے انداز میں ہچکیاں لے لے کر رو رہی تھی۔ اُسے اپنے پورے جسم میں ناقابل برداشت درد محسوس ہو رہا تھا ایسے لگ رہا تھا جیسے کوئی اس کے وجود کے ریشے ریشے کو آگ کر رہا ہو۔ وہ بے بسی کی انتہا پر تھی۔

☆ ☆ ☆

آج تو ماہم کی چھب ہی نرالی تھی۔۔۔

سرخ ڈینیم اسکنی جینز کے ساتھ سفید ٹی شرٹ میں ماہم بڑی اسٹائلش لگ رہی تھی۔ اُس کے ساتھ ڈارک بلیو جینز کے ساتھ ٹی پنک شرٹ میں ثمن آپی بھی کسی سے کم نہیں لگ رہی تھیں۔ وہ

اور ثمن پچھلے دو دن سے بھوربن مری میں تھیں اس کی آمد کا سن کر راس بھی فوراً پی سی ہوٹل پہنچ گیا کیونکہ ماہم نے اُسے ارجنٹ کال پر وہاں بلوایا تھا۔ ایک تو بھوربن کا موسم خاصا آفت

تھا اوپر سے رش بھی نہ ہونے کے برابر، ورنہ گرمیوں کی چھٹیوں میں وہاں لوگوں کا ہجوم بعض دفعہ بڑی کوفت کا باعث بنتا۔

''بہت ہینڈسم بندہ ہے ماہم، اسے مس مت کرو۔۔۔'' ثمن آپی نے پہلی ہی ملاقات میں ماہم سے بڑی عجلت میں کہا۔ وہ رامس کی وجاہت سے سخت متاثر نظر آ رہی تھیں۔

''بس ایسے ہی کچھ الجھن کا شکار ہو رہی ہوں کہ کہیں عجلت میں آپ کی طرح کوئی غلط فیصلہ نہ کر لوں۔۔۔'' ماہم نے اورنج جوس کا خالی گلاس میز پر رکھتے ہوئے صاف گوئی سے کہا۔ اس وقت وہ پی سی کے نادیہ ریسٹورنٹ میں بوفے لنچ کے لیے موجود تھیں۔ رمضان المبارک کے احترام میں یہ ہال صرف فارنرز کے لیے کھلا ہوا تھا لیکن افسوس کا مقام تھا کہ یہاں موجود زیادہ تعداد مقامی لوگوں کی تھی، جن میں ماہم اور ثمن بھی شامل تھیں۔ خوبصورت رنگوں کی پوشش والی کرسیوں اور خوابناک سے ماحول میں بڑے دھیمے سروں سے بجتا میوزک ریسٹورنٹ کا ماحول بڑا متاثر کن بنا رہا تھا۔

''انصر سے شادی میری زندگی کی سب سے بڑی بے وقوفی تھی۔۔۔'' سلاد کاؤنٹر کی طرف جاتے ہوئے انہوں نے تلخ لہجے میں اعتراف کیا۔

''آپ کو ماما نے کتنا سمجھایا تھا کہ ان کی فیملی بہت دقیانوسی ہے لیکن اس وقت آپ پر محبت کا بھوت سوار تھا'' ماہم نے منہ پھٹ انداز سے کہتے ہوئے اپنی پلیٹ میں چکن میکرونی سلاد ڈالا

''اسی لیے تو اب پچھتا رہی ہوں۔۔۔'' انہوں نے باربی کیو پاستا سلاد نکالتے ہوئے منہ بنایا۔

''ویسے آپ نے احیان کو وہاں چھوڑ کر بالکل بھی اچھا نہیں کیا، مجھے آپ کا یہ فیصلہ بالکل بھی پسند نہیں آیا'' وہ اب دوسری پلیٹ میں فرائیڈ اسپرنگ چکن نکال رہی تھی۔

''تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ احیان کی وجہ سے مجھے کتنے مسائل ہو سکتے تھے۔ اچھا ہے ناں اس کے باپ کو بھی پتا چلے کہ ماں اگر شوبز میں تھی تو بچے کو تو پراپر ٹائم مل رہا تھا ناں۔۔۔'' ثمن آپی کا غصہ کم ہونے میں ہی نہیں آ رہا تھا۔

''میرے لیے تھوڑا سا شنگھائی چکن نکالنا۔۔۔'' انہوں نے ماہم کو اشارہ کیا اور خود کرسی پر آ کر بیٹھ گئیں۔

''احیان بہت ڈسٹرب ہے آپی۔۔۔'' ماہم نے ان کے سامنے والی چیئر سنبھالی تو وہ چونک گئیں۔ ''تمہیں کس نے کہا۔۔۔؟؟؟؟''

''انصر بھائی کی مدر کی رات میرے سیل پر کال آئی تھی۔۔۔'' وہ بڑی مہارت سے کانٹے اور چھری کا استعمال کرتے ہوئے بولی۔

''تمہیں کیا ضرورت پڑی تھی ان سے بات کرنے کی۔۔۔'' وہ خفا ہوئیں۔

''اب ان کی کال آ گئی تھی اور مجھ سے اٹینڈ بھی ہو گئی تو یہ غیر مناسب لگتا تھا کہ میں ان سے بات کرنے سے انکار کر دوں، ویسے بھی جھگڑا تو آپ دونوں میاں بیوی کا ہے۔'' ماہم نے بڑے تحمل سے ان کا کوفت زدہ چہرہ دیکھا اور کھانے کی طرف متوجہ ہو گئی۔

''ہونہہ۔۔۔'' وہ سر جھٹک کر کھانے کی طرف متوجہ ہوئیں۔ ''جھگڑا میرا نہیں انصر کا ہے۔ اُسے میرا شوبز میں کام کرنا، میری ڈریسنگ اور میرے سارے حلقہ احباب سے خوامخواہ چڑ ہو گئی ہے۔ اُس کا بس نہیں چلتا کہ مجھے کسی پنجرے قید کر کے رکھ لے۔'' انہوں نے اپنی ستواں ناک چڑھا کر بیزاری سے کہا تو ماہم نے اس بات پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ وہ خاموشی سے اپنے رائس ختم کرنے میں لگی رہی۔

''وہ تمہارا مجنوں نظر نہیں آ رہا۔۔۔'' انہوں نے یونہی بات بدلنے کے لیے رامس کا پوچھا جو اسی ہوٹل میں مقیم تھا۔

''سوئمنگ کر رہا ہے۔۔۔'' ماہم نے تازہ ترین بتایا۔

''فیملی بیک گراؤنڈ کیسا ہے۔۔۔''؟؟؟؟ ثمن آپی کو سخت تجسس ہوا۔

''اچھی، پڑھی لکھی اور ویل اسٹیبلش فیملی ہے۔ ننھیال تو سارا برٹش نیشنلٹی ہولڈر ہے۔ باپ کا بھی کروڑوں کا بزنس تھا۔ ان کی ڈیتھ کے بعد اب رامس ہی اُسے سنبھالنے کو نکلا ہے۔ صرف دو بھائی اور ایک والدہ ہیں۔۔۔'' ماہم نے مختصراً اتنا ہی بتایا جتنا وہ جانتی تھی۔

''والدہ اُس کی خاصی حسین خاتون ہیں۔ کشمیری لگتی ہیں۔۔۔'' ماہم کے توصیفی لہجے پر وہ مسکرائیں۔

''بظاہر تو ساری چیزیں اچھی لگ رہی ہیں اور سب سے بڑی بات کہ فیملی چھوٹی ہے میری طرح پورے جنجال پورے میں نہیں جانا پڑے گا۔ میرے گھر میں تو نندوں کے لنچ ڈنر ہی ختم ہونے کو نہیں آتے۔۔۔'' ثمن آپی کی ہر بات کی تان اپنی سسرال پر ہی آ کر ٹوٹتی تھی۔

''ہاں تو آپ کون سا روایتی بہو کی طرح ان کے آگے پیچھے پھرتی تھیں۔ سب کو اپنے ٹھکانے پر رکھا ہوا تھا آپ نے۔۔۔'' ماہم نے دانستہ ان کا مزاج بہتر کرنے کے لیے چھیڑا تو وہ ہنس پڑیں۔ ''ہاں یہ تو ہے الصر کی چاروں بہنیں مجھ سے سخت خار کھاتی تھیں'' ان کے فخریہ لہجے پر ماہم کھلکھلا کر ہنسی۔

''اور ہاں موحد کا دماغ کچھ ٹھکانے پر آیا۔۔۔'' انہیں اچانک یاد آیا۔ وہ مینگو سلش کے گلاس میں اسٹرا گھماتے ہوئے بولیں تو ماہم نے فوراً کہا۔ ''ہاں سنا ہے کہ کوئی بزنس وغیرہ اسٹارٹ کیا ہے اُس نے، اور مصنوعی ٹانگیں لگوانے باہر بھی جائے گا۔''

''شکر ہے کہ تم نے فوراً فیصلہ کر لیا، کہیں میری طرح محبت کے چکر میں اُس کے پیچھے خوار نہیں ہوئیں۔۔۔'' انہوں نے ٹشو سے ہاتھ صاف کیے۔

''توبہ کریں۔۔۔'' ماہم نے کانوں کو ہاتھ لگائے۔ ''میرا اتنا اسٹیمنا نہیں۔۔۔'' وہ تلخی کی حد تک صاف گو تھی۔

''میرا تو خیال ہے کہ ان محبت وحبت کے چکروں میں پڑنے کی ضرورت ہی نہیں، بس ہر لحاظ سے اپنا فائدہ دیکھنا چاہیے۔'' ثمن آپی کی فلاسفی پر وہ مسکرائی وہ ان سے بالکل متفق تھی لیکن پھر بھی دل کے کسی نہ کسی کونے سے ایک خواہش سر اٹھاتی محسوس ہوتی تھی۔

''تم رامس کو جوائن کرو گی اب۔۔۔؟؟؟؟'' انہوں نے لنچ سے فارغ ہوتے ہوئے پوچھا تو اُس نے اثبات میں سر ہلایا۔

''جی اور آپ۔۔۔؟؟؟؟''

''میں ذرا ہائیکینگ ٹریک تک ہو کر آتی ہوں۔۔۔'' وہ اُس کے ساتھ چلتی ہوئی باہر آئی۔

''ماما کو کال کر لیجیے گا، وہ آجکل آپ کی وجہ سے بہت اپ سیٹ ہیں۔۔۔'' اُس نے چلتے چلتے یاد دلایا تو وہ مین لابی میں کھڑی کچھ نوعمر لڑکیاں بڑے اشتیاق بھرے انداز ان کی طرف بڑھیں۔ ''آپ مارننگ شو والی ڈاکٹر ثمن ہیں ناں۔۔۔؟؟؟''

ماہم نے مسکراتے ہوئے آپی کو اپنی فینز کے گھیرے میں دیکھا اور خود سوئمنگ پول کی طرف بڑھ آئی۔ جہاں نیلے رنگ کے سحر انگیز پانی

میں کچھ بچے اور بڑے پانی کے ساتھ اٹھکیلیاں کرنے میں مگن تھے۔اُسے وہاں آتے دیکھ کر رامس نے بڑے جوش سے ہاتھ ہلایا تو وہ بھی مسکرادی۔

''ہائے۔۔۔''تولیے سے اپنے گیلے بال صاف کرتا وہ ماہم کے پاس پہنچا۔سفید شارٹس اور بنیان میں اس کا دراز قد نمایاں ہو رہا تھا۔ماہم سوئمنگ پول کے کنارے پر رکھی نیلے اور سفید رنگ کی کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھ گئی۔

''مجھے سوئمنگ کا بچپن سے کریز ہے۔۔۔''وہ اس کے بالکل سامنے رکھی خالی کرسی پر بیٹھا اور بڑے اشتیاق بھرے انداز سے بولا''تمہیں سوئمنگ آتی ہے۔۔۔؟؟؟؟''

''ہاں بہت زیادہ۔۔۔''ماہم نے اس کی آنکھوں میں چمکتے جگنوؤں سے نظریں چرائیں۔وہ کل سے بے تحاشا خوش تھا۔

''ہمارے گھر کے لان میں بہت بڑا تو نہیں لیکن کافی کشادہ سوئمنگ پول ہے۔۔۔''اُس کے بچگانہ انداز میں دی گئی اطلاع پر وہ مسکرائی۔وہ کچھ لمحوں کے توقف کے بعد پھر گویا ہوا۔

''مجھے ابھی تک یقین نہیں آرہا کہ تم نے مجھے کال کر کے یہاں آنے کی دعوت دی ہے۔۔۔''وہ کل سے ایک ہی بات بار بار دہرار ہا تھا اور ماہم ہر دفعہ مسکرا دیتی۔وہ اب کافی مطمئن ہو چکی تھی کچھ ثمن آپی نے اُس کی اچھی خاصی برین واشنگ کی تھی کہ اپنا وقت ضائع نہ کرو۔اس لیے اس کا ارادہ تھا کہ آج شام کی چائے پر وہ اُسے مثبت جواب دے ہی دے گی اور وہ ڈائمنڈ رنگ پہن لے گی جو وہ بطور خاص اس کے لیے دوبئی سے لایا تھا۔

''آج شام کی ہائی ٹی تمہاری میری طرف سے گارڈن کیفے میں۔۔۔'' ایک دلکش مسکراہٹ کے ساتھ ماہم نے اُس کی طرف دیکھا وہ کچھ حیران ہوا۔

''کیا آج کی شام کوئی خاص شام ہے۔۔۔''رامس نے اُسے اپنی گہری آنکھوں کے حصار میں لیا۔

''ہاں،بہت خاص۔۔۔''اُس نے بڑی قاتل نگاہوں سے اُس شخص کو دیکھا جو دل وجاں سے اُس پر فدا تھا۔

''اس کا مطلب ہے کہ میں خاص اہتمام کے ساتھ تیار ہو کر آؤں۔۔۔''ماہم کے چہرے پر پھیلی دھنک رامس کے دل میں کئی پھول کھلا گئی۔

''ظاہر ہے اب اسی شارٹس اور بنیان میں تو آنے سے رہے۔۔۔''ماہم نے شرارت سے اُسے اوپر سے لے کر نیچے تک بغور دیکھا،وہ تھوڑا سا چونکی،ٹھٹھکی اور اب ہراساں نظروں سے رامس کی پنڈلیوں سے اوپر پھلبھری کے سفید گول دائروں میں بنے داغ دیکھنے لگی۔اُس کے چہرے پر بڑی واضح مایوسی پھیلی۔

''رامس کیا تمہیں برص ہے۔۔۔'' وہ بہت عجیب نگاہوں سے اُسے دیکھ رہی تھی۔

وہ اپنی دُھن میں مگن ہنسا۔''ہاں یار لیکن بس ٹانگوں کے اس تھوڑے سے حصے میں ہی کچھ داغ ہیں اور بہت سالوں سے ہیں۔۔۔''اُس نے سادگی سے جواب دیا۔

''یہ مرض تو وقت کے ساتھ بڑھتا ہے ناں۔۔۔'' نگاہوں کے ساتھ اب اس کا لہجہ بھی کچھ عجیب ہوا۔وہ اب تمسخرانہ نظروں سے اپنے سامنے بیٹھے شخص کو دیکھ رہی تھی جس نے اتنی بڑی بیماری کو اُس سے چھپا رکھا تھا۔اُس کی پیشانی پر ہلکا سا بل آنے لگا۔

''اللہ کا شکر ہے کہ میرے ساتھ ایسا کچھ نہیں۔ یہ داغ تو بہت بچپن سے میری ٹانگوں پر ہیں اور ان میں کوئی اضافہ نہیں ہوا۔۔۔'' وہ بڑے مطمعن انداز سے اپنے سیل فون پر آنے والی کال کی طرف متوجہ ہوگیا۔

جب کہ ماہم کا موڈ بالکل خراب ہو گیا تھا۔ وہ اپنی اندر اٹھتی ہوئی ناگوار لہروں کو دباتے ہوئے یہ سوچنے میں مگن تھی کہ اُس نے شام کی دعوت کیسے کینسل کرنی ہے۔ وہ اب حتمی فیصلہ کر چکی تھی۔ اُس نے انتہائی خوش و خرم اور مطمعن انداز سے سیل پر گفتگو میں مگن رامس کو دیکھا۔ جس کا نام اُس نے ایک دم ہی اپنی زندگی کی کتاب سے کاٹ دیا تھا۔ اب وہ بیزاری اور کوفت سے دائیں بائیں دیکھ رہی تھی۔

☆ ☆ ☆

(صائمہ اکرم چوہدری کا یہ دلچسپ ناول ابھی جاری ہے، باقی واقعات اگلی قسط میں پڑھیے)

''ماہم تم اسلام آباد واپس آ گئی ہو اور تم نے مجھے بتانا تک مناسب نہیں سمجھا۔۔۔'' رامس کی استعجاب، رنج اور بے یقینی میں ڈوبی کال ماہم نے اٹینڈ تو کر لی تھی لیکن یہ وہ ہی جانتی تھی کہ کس دل اور ناگواری سے کی تھی۔ کوفت کا ایک بڑا بھرپور سا حملہ ہوا تھا اُس پر۔۔۔

''میں نے تمہیں سیل پر ٹیکسٹ تو کیا تھا کہ ثمن آپی کی طبعیت اچانک خراب ہوگئی ہے اس لیے میں ایمرجنسی میں واپس جا رہی ہوں۔۔۔'' ماہم کے لہجے میں رکھائی کا عنصر غالب تھا اور یہی چیز رامس کے لیے پریشان کا باعث بن رہی تھی۔

''ماہم تم نے خود مجھے شام کی چائے پر انوائیٹ کیا تھا۔ تم کم از کم مجھے انفارم تو کر دیتیں۔ میں دو گھنٹے تک مطلوبہ جگہ پر بیٹھا تمہارا انتظار کرتا رہا۔۔۔'' رامس کے لہجے میں ہلکی سی جھنجھلاہٹ نے دوسری جانب اُسے مزید کوفت میں مبتلا کیا۔

''ہزار دفعہ بتا چکی ہوں کہ آپی کی طبعیت خراب ہوگئی تھی اب کیا میں پورے ہوٹل میں اعلان کر کے نکلتی۔۔۔'' ماہم کے تلخ انداز پر وہ کچھ لمحوں کے لیے بالکل گنگ ہو گیا۔

''مجھے ایک کال کر لیتیں تو چلو میں بھی تم لوگوں کے ساتھ ہی نکل آتا۔۔۔'' اُس نے کچھ سنبھل کر کہا تو وہ خاموش رہی۔ ''اب کیسی طبعیت ہے ان کی۔۔۔؟؟؟''

''بہتر ہیں۔۔۔'' ماہم نے مختصراً جواب دیا۔ وہ اس دل ہی دل میں اُس لمحے کو کوس رہی تھی جب اُس نے دسویں بار آنے والی رامس کی کال کو اٹینڈ کرنے کا فیصلہ کیا۔

''تم خفا ہو مجھ سے۔۔۔؟؟؟؟'' وہ بُری طرح الجھا۔ ماہم کے رویے میں اچانک آنے والی تبدیلی کو سمجھنے سے وہ قاصر تھا اور یہی چیز اسے الجھن میں مبتلا کر رہی تھی۔

''نہیں۔۔۔'' اُس کا لہجہ سپاٹ تھا۔ ''میں کیوں خفا ہونے لگی۔۔۔'' اُس کا لہجہ ہنوز سرد تھا۔

''اچھا۔۔۔'' وہ کچھ چپ ہوا۔ ''کیا میں ثمن آپی کی عیادت کے لیے آ جاؤں۔۔۔؟؟؟؟'' اُس نے ملنے کا ایک بہانہ تلاش کر ہی لیا۔

''ہرگز نہیں۔۔۔'' ماہم نے تیزی سے بات قطع کی تو وہ گڑبڑا سا گیا اس قدر بے مروّتی کی اُسے توقع ہی کہاں تھا۔ جب کہ دوسری جانب وہ کہہ رہی تھی۔ ''اصل میں وہ ذہنی طور پر کچھ ٹینس ہیں اس لیے کسی سے بھی نہیں مل رہیں۔۔۔''

''اوہ۔۔۔'' رامس نے ایک لمبی سانس فضا میں خارج کی۔ ''اُن کا مسئلہ حل نہیں ہوا کیا۔۔۔؟؟؟؟'' اُس نے سنبھل کر پوچھا۔

''نہیں، انہوں نے خلع کے لیے عدالت میں دعوی دائر کر دیا ہے۔۔۔'' ماہم کی اطلاع پر اُسے اچنبھا ہوا۔ اس لیے وہ خود کو بولنے سے روک نہیں پایا۔ ''یہ تو اچھا نہیں کیا انہوں نے، کوئی مل بیٹھ کر مسئلے کا حل نکال لیتیں۔۔۔''

''مسئلوں کے حل وہاں نکلتے ہیں، جہاں لوگ انہیں سلجھانا چاہتے ہیں۔ جب کہ انصر بھائی حد درجہ دقیانوسی سوچ کے حامل روایتی مرد ہیں۔۔۔'' ماہم کا لہجہ زہر میں ڈوبا ہوا تھا جو رامس کو بہت عجیب لگا۔

''ہوں ۔۔۔تم ٹھیک کہتی ہو۔۔۔'' وہ زبردستی متفق ہوا اور کچھ توقف کے بعد بولا۔''تم نے اُس دن مجھ سے کیا خاص بات کرنی تھی۔۔۔؟؟؟؟''

''کس دن۔۔۔؟؟؟؟'' وہ جان بوجھ کر انجان بنی۔

''اُس دن بھوربھن میں، جب تم نے مجھے شام کو چائے پر انوائیٹ کیا تھا۔۔۔'' رامس نے اُسے یاد دلانے کی کوشش کی۔

''اُس دن۔۔۔'' اُس نے کچھ سوچتے ہوئے فقرہ لمبا کھینچا۔رامس کی تمام تر حسیّں اُس کی جانب متوجہ ہوئیں جب کہ دل کی دھڑکنوں میں ارتعاش برپا ہوا۔

''کیا میں نے ایسا کچھ کہا تھا۔۔۔''؟؟؟ اُس نے شان استغناء سے پوچھا تو دوسری جانب رامس کے ارمانوں پر ڈھیروں اوس گر گئی۔

''ہاں ناں۔۔۔تم نے اُس دن کہا تھا کہ کوئی خاص بات کرنی ہے۔۔۔'' رامس نے خود ہی ڈھیٹ بن کر یاد دلانے کی کوشش کی جب کہ دوسری جانب ماہم پر سخت بیزار ہوئی۔

''مجھے تو ایسا کچھ یاد نہیں۔۔۔'' وہ صاف مکر گئی۔اُس کے سپاٹ انداز پر رامس کو صدمہ ہوا۔وہ مارے حیرت اور رنج کے کافی دیر تک کچھ بول ہی نہ پایا۔

☆ ☆ ☆

وہ دریائے کنہار کے ٹھنڈے یخ پانی میں دونوں پاؤں ڈالے بڑی افسردہ سی بیٹھی تھی۔نم آلود ہوا کے جھونکے اس کے بالوں کے ساتھ اٹھکیلیاں کر رہے تھے۔خوبصورت سرسبز پہاڑ، دلکش وادیاں، سحر انگیز نظارے کوئی بھی چیز عائشہ کے دل کو خوشی کا احساس نہیں بخش رہی تھی۔وہ بڑے سے پتھر پر بے زاری سے بیٹھی سامنے کچھ بچوں کو جنگلی پھول اکھٹے کرتے دیکھ رہی تھی۔اُسے ماما اور بابا کے ساتھ ناران، کاغان آئے ہوئے پورے تین دن ہو چکے تھے۔اُس کے انگ انگ سے افسردگی کا احساس نمایاں تھا۔

''عاشو، ابھی میرے سیل پر ماہم کی کال آئی تھی وہ پوچھ رہی ہے کہ تمہارا نمبر کیوں بند ہے۔۔۔؟؟؟؟'' ماما نے اچانک ہی اس کی پشت سے آ کر کندھے پر ہاتھ رکھا تو وہ چونک گئی۔

''ویسے ہی ماما۔۔۔'' وہ تتلیوں کے ایک غول پر نظریں جمائے سپاٹ سے انداز سے بولی۔

''عائشہ تم ٹھیک تو ہو بیٹا، میں پچھلے کچھ دن سے نوٹ کر رہی ہوں کہ تم کچھ اُلجھی اُلجھی سی ہو۔۔۔'' ماما نے شال اپنے گرد لپیٹتے ہوئے غور سے اس کا مرجھایا ہوا چہرہ دیکھا۔

''ایسے ہی تھک گئی ہوں ماما۔۔۔'' اُس نے زبردستی مسکراتے ہوئے انہیں مطمئن کرنے کی کوشش کی۔''اسی لیے تو جب آپ کا اور بابا کا ناران کا پروگرام بنا تو میں بھی زبردستی ساتھ چلی آئی۔'' اُس نے ہاتھ میں پکڑا چھوٹا سا پتھر پانی کی طرف اُچھالا۔

''وہ تو تم نے اچھا کیا، لیکن نہ جانے کیوں میری چھٹی حس کہہ رہی ہے کہ تم کچھ ڈسٹرب ہو۔۔۔'' ماما اس کے ساتھ بیٹھیں۔وہ اب

کھوجتی نظروں سے اُس پر نگاہ جمائے ہوئے تھیں۔

''ماما، چھٹی حس اُس وقت کام کرتی ہے جب آپ کی باقی پانچ حسیں بھی بالکل ٹھیک ہوں۔۔۔'' وہ دانستہ خوشگوار لہجے میں گویا ہوئی اُسے ماما کی پوسٹ مارٹم کرتی نظروں سے الجھن ہو رہی تھی لیکن اس معاملے میں کچھ مزید کہہ کر انہیں پریشان کرنا نہیں چاہتی تھی۔

''میری پانچویں، چھٹی کیا سب ہی حسیں تم بہن بھائیوں نے خراب کر دی ہیں۔ایک تھوڑا سا بہتر ہوتا ہے تو دوسرے کے منہ کے زاویے بگڑ جاتے ہیں۔'' ماما تھوڑا سا چڑ کر بولیں تو عائشہ ہنس پڑی۔اُس نے اب ایک بڑا پتھر پانی میں پھینکا اور پھر دلچسپی سے لہروں کا کھیل دیکھتے ہوئے بولی۔

''ڈونٹ ووری ماما، میں بالکل ٹھیک ہوں، پچھلے دنوں ایگزیمینیشن، بلڈ ڈونیشن پھر بیت المال والوں کے فنکشنز وغیرہ نے تھکا دیا۔اس لیے آپکو ایسا لگ رہا ہے۔۔۔'' اُس نے اپنے بال کیچر میں جکڑتے ہوئے انہیں ایک دفعہ پھر تسلی دینے کی کوشش کی۔

''ہاں تو اسی لیے تو میں تمہیں منع کرتی ہوں کہ ایسے اوٹ پٹانگ کام کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔'' ماما کو بھی کھل کر بولنے کا موقع مل گیا اور انہوں نے ضائع بھی نہیں کیا۔وہ قدرے خفا خفا انداز سے کہہ رہی تھیں۔'' آجکل موحد نے بھی اپنی فیکٹری کو حواسوں پر سوار کر رکھا ہے لیکن شکر ہے کہ وہ مصروف ہوا ورنہ اس کی وجہ سے مجھے سخت پریشانی تھی۔'' ان کا دھیان تھوڑا سا بٹا تو عائشہ نے سکون کا سانس لیا۔اُسے پتا تھا کہ ماما اب دوسرے چینل پر چلنا شروع ہو جائیں گی اور ایسا ہی ہوا۔

''عائشہ ذرا پتا تو کرواؤ کہ یہ موحد آخر بات کس سے کرتا ہے۔۔۔'' انہیں اچانک یاد آیا تو وہ بے صبری سے گویا ہوئیں۔

''ماما، جس سے بھی بات کرتا ہو، آپ تو شکر ادا کریں کہ آپ کے بیٹے کے چہرے پر بھی مسکراہٹ آئی۔۔۔'' عائشہ نے لاپرواہی سے کہا تو وہ مسکرا دیں۔

''کبھی تو تم بالکل ٹھیک ہو۔۔۔'' وہ فوراً متفق ہوئیں۔''لیکن پھر بھی کچھ اندازہ تو ہو، کہیں اُسے بھی تمہاری طرح ہمدردی کا بخار نہ چڑھ جائے، اللہ جانے کون ہو؟؟؟۔۔۔'' ان کے لہجے میں چھپے ہزاروں اندیشے محسوس کر کے وہ زبردستی مسکرائی۔

''کمال کرتی ہیں ماما، آپ کو اس کی عادت کا نہیں پتا کہ کتنا چوزی ہے وہ۔۔۔'' عائشہ کو تھوڑا سا غصہ آیا۔''بلکہ آپ یہ سوچیں کہ اُس لڑکی کو جو ہمدردی کا بخار چڑھا ہے وہ چڑھا ہی رہے، ورنہ موحد کی زندگی بہت مشکل ہو جائے گی۔'' اُس کی بات پر ماما نے دہل کر اُسے دیکھا۔

''کیسی خوفناک باتیں کرتی ہو عائشہ، اللہ نہ کرے کہ میرے بیٹے کی زندگی میں ایسا فیز دوبارا آئے۔۔۔'' انہوں نے تیزی سے اس کی بات قطع کی تو عائشہ خاموش رہی۔دور کسی جھرنے کے بہنے کی آواز ماحول کی خوبصورتی میں اضافہ کر رہی تھی۔

''بابا کہاں ہیں۔؟؟؟؟ان کو یہاں بھی اپنے دوست مل گئے۔۔۔'' عائشہ نے یونہی ان کو مخاطب کرنے کو کہا۔

''اُن کو کہاں دوست نہیں ملتے۔۔۔'' ماما نے بیزاری سے کہا۔''کہنے کو میرے ساتھ وقت گذارنے آئے ہیں اور صبح سے کمال صاحب کے ساتھ شطرنج کی بازی بچھائے بیٹھے ہیں۔'' ماما کو بھی روایتی بیویوں کی طرح اپنے شوہر سے ٹائم نہ دینے کا شکوہ رہتا۔

''آپ بھی شطرنج کھیلنا سیکھ لیں ناں۔۔۔'' عائشہ نے اُن کو چھیڑا۔

''دفع کرو۔۔۔'' اُن کے ماتھے کا بل گہرا ہوا۔''یہاں زندگی ہی شطرنج کا کھیل بنی ہوئی ہے۔ ہر روز ایک نئی مات اور نئی چال۔۔۔'' اُن کا موڈ ٹھیک ٹھاک خراب ہو چکا تھا۔''تم بیٹھو یہاں، میں ذرا ریسٹ ہاؤس کا چکر لگا کر آتی ہوں۔۔۔'' وہ ایک دم ہی کھڑیں ہوئیں تو عائشہ نے سکون کا سانس لیا۔ وہ آجکل خود سخت مردم بیزار ہو رہی تھی اور اپنی تنہائی میں کسی کی بھی موجودگی اُس کے لیے کوفت سے لبریز جھنجھلاہٹ کا باعث بنتی تھی اور اپنی اس عادت پر وہ چاہتے ہوئے بھی قابو پانے میں ناکام تھی۔ یہی وجہ تھی کہ جب بابا نے شمالی علاقہ جات کا پروگرام بنایا تو وہ زبردستی ان کے ساتھ چل دی کہ شاید وہاں جا کر دل ناداں سنبھل جائے۔

''اپنا سیل فون آن کر لینا۔ ماہم کال کرے گی تمہیں۔۔۔'' ماما نے تھوڑا سا آگے جاتے ہی پلٹ کر کہا تو اُس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ وہ خاموشی سے اپنے اردگرد کے دلکش مناظر کو دیکھتے ہوئے سوچنے لگی۔

''انسانی زندگی میں محبت کا کتنا مضبوط کردار ہے۔ جس کی وجہ سے انسان کے اندر کا موسم باہر کے موسم پر غالب آ جاتا ہے۔ جب محبت کے مواصلاتی نظام میں کوئی رکاوٹ آ جائے تو جان لیوا افسردگی دل میں ڈیرہ ڈال لیتی ہے۔ ساری خواہشیں بنجر اور اداسی نما وحشت کسی مکڑی کی طرح آپ کے وجود کے گرد جالا بن کر بے بس کر دیتی ہے۔ ایسے میں باہر کا کوئی بھی خوبصرت نظارہ انسان کو خوش نہیں کر سکتا۔''

اُس نے اچانک بیٹھے بیٹھے اپنا سیل فون آن کیا تو ٹیکسٹ میسجز کی بھرمار نے اُس کا استقبال کیا۔ وہ بے دلی سے سکرین پر نظر دوڑا رہی تھی۔ اُس دشمن جان کے ڈھیروں پیغامات اُس کی نظر کرم کے منتظر تھے۔ پچھلے ایک ہفتے سے اس کا فون بند تھا۔

''تم اپنا فون آن کیوں نہیں کر رہی ہو۔ تمہاری خاموشی میرے لیے کتنی اذیت ناک ہے تم اس چیز کا تصور بھی نہیں کر سکتیں۔'' بالکل سپاٹ انداز سے اُس نے علی کا ایک میسج پڑھا۔

''اور جس اذیت سے میں گذر رہی ہوں، تم صرف اس کا تصور ہی کر لو تو پاگل ہو جاؤ۔۔۔'' اُس نے بہت تلخی سے سوچا اور اُس کا اگلا ٹیکسٹ پڑھنے لگی۔

''تم نے کبھی کسی جنگل میں خوشنما پھولوں کی زمین کے اندر چھپی دلدل کو دیکھا ہے۔ اُس کے اندر دھنس جانے کا تصور کتنا خوفناک ہوتا ہے۔ تمہاری خاموشی اور ناراضگی اس دلدل سے بھی زیادہ ہولناک ہے میرے لیے۔۔۔'' اُس کا ایک اور میسج عائشہ کا منتظر تھا۔ اُس کے دل کی ایک دھڑکن مس ہوئی اور آنکھیں پانیوں سے لبریز ہو گئیں۔ دریائے کنہار کے پانی میں اُس کے پاؤں فریز ہو چکے تھے لیکن وہ ان تمام چیزوں سے بے نیاز تھی۔ دوسری جانب شاید اُس کو ڈلیوری رپورٹس موصول ہو گئیں تھیں اس لیے اب سام سنگ کی خوبصورت سکرین پر اُس کا نمبر جگمگا رہا تھا۔

عائشہ جس جگہ پر براجمان تھی وہاں چاروں طرف خاموشی تھی دور کہیں کوئی جھرنا بہہ رہا تھا۔ اس خاموشی میں جھرنے کی آواز اور سیل فون کی مترنم سی گھنٹی اس کے اعصاب کے لیے ایک کڑا امتحان بن گئی۔ وہ اس کی آواز سننا نہیں چاہتی تھی۔ اس لیے تیسری دفعہ آنے والی کال پر اس نے فون کی آواز ہی بند کر دی۔ وہ اب بے آواز رو رہی تھی۔

''میرے دل کی طرف آنے والے تمہارے سارے سگنل مجھے یہی پیغام دے رہے ہیں کہ تم مجھ سے ناراض ہو۔ خفگی تمہارا حق ہے اور

تمہیں منانا میری زندگی کی سب سے بڑی مجبوری، کیوں کہ مجھے زندہ رہنے کے لیے اُس ہوا کی ضرورت ہے جو تمہاری جانب سے آتی ہے۔۔۔'' اُس کا ایک اور ٹیکسٹ عائشہ کے لیے سکرین پر نمودار ہوا۔

''لیکن مجھے آپ کی ضرورت نہیں اس لیے مجھے کوئی کال یا ٹیکسٹ نہ کریں۔۔۔'' اُس نے دل پر جبر کر کے یہ لائن لکھی اور اگلے بندے کو بھیج دی۔ دوسری جانب اس ٹیکسٹ کے بعد بالکل خاموشی چھا گئی۔ اب یہ خاموشی عائشہ کے دل پر کسی بلڈوزر کی طرح چلنے لگی۔ اُس نے کافی دیر تک تو برداشت کیا اور پھر ہچکیاں لے کر رونے لگی۔ ناران کے پہاڑ بھی اس لڑکی کے رنج میں افسردہ سے نظر آنے لگے۔

☆ ☆ ☆
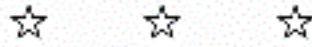
وہ اماوس کی ایک اور سیاہ رات تھی۔ فضا میں حبس کا عنصر نمایاں تھا۔ ہوا کی غیر موجودگی کی وجہ سے پورے ماحول پر عجیب سی کیفیت طاری تھی۔ شہتوت اور پیپل کے درختوں کے پتے اپنی اپنی جگہ ساکت تھے۔ سکینہ لان کی سیڑھیوں کے پاس برآمدے میں وہیل چیئر پر بالکل خاموش بیٹھی تھی۔ آج پورے ایک مہینے کے بیڈ ریسٹ کے بعد اُس نے سسٹر ماریہ سے درخواست کی تو وہ اُسے باہر لے آئیں۔ اماں گہری نیند میں تھیں اس لیے انہوں نے ان کو اٹھانا مناسب نہیں سمجھا۔

''سسٹر ماریہ، یہ ڈاکٹر خاور آجکل راؤنڈ پر کیوں نہیں آتے۔۔۔؟؟؟؟'' سکینہ نے اپنا لہجہ حتی الامکان سادہ رکھتے ہوئے وہ سوال کر ہی لیا جو وہ اماں سے نہیں کر سکتی تھی۔

''پتا نہیں، آجکل کچھ الجھے الجھے سے ہیں۔۔۔'' سسٹر ماریہ کی بات پر وہ چونکی۔ ''اور ڈاکٹر زویا۔۔۔؟؟؟''

''ڈاکٹر زویا بھی منہ پھلائے پھرتی ہیں۔ سارے راؤنڈز آجکل جونیئر ڈاکٹرز اور پوسٹ گریجویٹ ٹرینیز ہی کر رہے ہیں۔۔۔'' سسٹر ماریہ جو آج کال پر تھی اُس کے سامنے رکھے سنگِ مرمر کے بینچ پر بیٹھ گئی۔

''کیا ڈاکٹر خاور، ڈاکٹر زویا سے محبت کرتے ہیں۔۔۔'' سکینہ نے دل پر جبر کر کے یہ سوال پوچھ ہی لیا۔ جو وہ کافی دنوں سے پوچھنا چاہ رہی تھی۔ سسٹر ماریہ اس ہسپتال میں کئی سالوں سے تھیں اور کافی ''باخبر'' قسم کی نرس تھیں۔

''پتا نہیں سکینہ، لیکن ڈاکٹر زویا تو ان کے پیچھے پاگل ہے، سارا وارڈ جانتا ہے کہ وہ ڈاکٹر خاور کے پیچھے ہی پاکستان میں آئی ہے۔'' سسٹر ماریہ نے ناک سے مکھی اڑاتے ہوئے بیزاری سے کہا۔ ''مجھے تو سخت زہر لگتی ہیں۔ نک چڑھی سی۔۔۔''

''ہیں تو خوبصورت، کسی اجلی کرن کی طرح۔۔۔'' سکینہ اُداس ہوئی۔

''آگ لگے ایسے حسن کو، جو صرف دوسروں کا دل جلانا ہی جانتا ہو۔۔۔'' سسٹر ماریہ نے جل کر کہا۔ انہیں نہ جانے کیوں ڈاکٹر زویا سے سخت خار تھی۔

''خدا جب حسن دیتا ہے نزاکت آ ہی جاتی ہے۔۔۔'' وہ استہزائیہ انداز میں ہنسی۔

''یہ نزاکت نہیں، غرور ہے جس کا سر ہمیشہ نیچا ہی ہوتا ہے۔۔۔'' سسٹر ماریہ نے فوراً ہی تصحیح کی تو ایک پھیکی سی مسکراہٹ سکینہ کے لبوں پر ٹھہر گئی۔

''ابھی تو ہم جیسے بدصورت لوگوں کے سر جھکے ہوئے ہیں۔ خوبصورت لوگ بھی بلند میناروں کی طرح ہوتے ہیں ہمیشہ ان کو گردن اٹھا کر ہی دیکھنا پڑتا ہے۔۔۔'' سکینہ کی رنج میں ڈوبی آواز پر سسٹر چونک گئی۔''سکینہ تمہیں کیا ہوا؟''

''مجھے کیا ہونا ہے۔۔۔'' اُس کی آنکھوں میں ہزاروں شکوے مچلے۔

''سکینہ کہیں تجھے محبت کا روگ تو نہیں لگ گیا۔۔۔'' سسٹر ماریہ نے خوفزدہ نظروں سے اپنے سامنے بیٹھی اُس لڑکی کو دیکھا جو اُسے بہت اچھی لگتی تھی۔

''محبت بھی تو کسی دیوی کی طرح ہے وہ اپنے چرنوں میں ہر خاص و عام کو کہاں بیٹھنے دیتی ہے۔ ہم جیسے لوگ جن پر کوئی دوسری نظر ڈالنا بھی پسند نہیں کرتا۔ وہ تو اس محبت کی تلاش میں من مندروں کے باہر بیٹھ کر گھنٹیاں ہی بجاتے رہتے ہیں، لیکن ان کی آواز نہ کسی کے کانوں تک پہنچتی ہے اور نہ کسی کے دل کے دروازے ان کے لیے کھلتے ہیں'' سکینہ کے فلسفیانہ انداز پر سسٹر ماریہ لاجواب ہوئی۔

''واہ سکینہ، تجھے بھی اپنی اماں اور ابے کی طرح بڑی بڑی باتیں کرنا آ گئیں ہیں۔۔۔'' سسٹر ماریہ نے اپنے دوپٹے کو جھلتے ہوئے گرمی کے احساس کو کم کیا۔

''میری اماں اور ابا تو کسی اور ہی سیارے کے لوگ ہیں۔ صبر کے گھونٹ پیتے ہیں شکر کا لباس اوڑھتے ہیں۔ ان کی درویشانہ زندگی میں کسی بھی چیز کی گنجائش نہیں نکلتی۔ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ اتنے سادہ لوگوں کی اولاد کو تخلیق کرتے ہوئے اللہ نے اتنا بے صبرا پن کیوں ڈال دیا'' ماریہ نے تعجب سے سسٹر ماریہ کا حیرانگی میں ڈوبا چہرہ دیکھا۔

''لوگ کہتے ہیں کہ اولاد اپنے والدین پر جاتی ہے۔ میں نے تو کوئی چیز بھی اپنے اماں ابا سے نہیں لی۔۔۔'' سکینہ کو آج سچ بولنے کا دورہ پڑا ہوا تھا۔

''بھئی یہ تو اللہ کی حکمتیں ہیں وہ ہی بہتر جانتا ہے، تم اپنے ذہن پر اتنا زور نہ ڈالا کرو'' سسٹر ماریہ نے سستی سے جمائی لی۔ پورے وارڈ میں اس وقت خاموشی کا راج تھا۔

''میں نے سنا ہے سکینہ تجھے اس مقابلے والے سوہنے لڑکے نے پھول بھیجے ہیں۔۔۔'' سسٹر ماریہ کو بیٹھائے بیٹھائے اچانک ہی یاد آیا تو سکینہ چونک اُٹھی۔

''آپ کو کس نے بتایا۔۔۔؟؟؟؟''

''مجھے کس نے بتانا تھا۔۔۔'' وہ ہنسیں۔''جس دن وہ کوریئر والا آیا تھا میں بالکل پیچھے کوریڈور میں ہی تو کھڑی تھی۔۔۔'' اُس نے فخر سے اپنا کارنامہ بتایا۔

''لیکن آپ کیسے پتا چلا کہ یہ پھول اُسی لڑکے نے بھیجے ہیں۔۔۔'' سکینہ تعجب کا شکار ہوئی۔

''لو یہ کون سا مشکل کام تھا۔۔۔'' سسٹر ماریہ کھلکھلا کر ہنسی۔''اُس دن مقابلے والے روز میں تمہارے ساتھ ہی تو تھی۔ اُس کی بہن نے

کئی دفعہ تو اُس کا نام لیا تھا۔ پھر نام اتنا پیارا اور منفرد تھا اس لیے یاد رہ گیا۔''

''لیکن میں حیران ہوں کہ اُسے کیسے پتا چلا، میں یہاں ایڈمٹ ہوں۔۔۔'' سکینہ خود کلامی کے انداز میں بولی۔

''بھئی وہ ڈاکٹر خاور کے پرائیوٹ والے کلینک میں آتا ہے ناں علاج کے لیے۔ دو ہفتے پہلے یہاں ہسپتال آیا ہوا تھا مجھ سے ملاقات ہوئی تو اُس نے تمہارا پوچھ لیا، میں نے کہا کہ یہیں کمرہ نمبر آٹھ میں ہے۔۔۔'' سسٹر ماریہ نے فخریہ اپنا کارنامہ بتایا تو سکینہ نے بُرا سا منہ بنا کر اطمینان بھرا سانس لیا۔

''اب یہ بات غلطی سے بھی میری اماں کے سامنے نہ کر دینا وہ طبیعت سیٹ کر دیں گی۔۔۔'' سکینہ نے اُسے ڈرایا تو وہ ایک دفعہ پھر ہنس دیں۔''میرا دماغ تھوڑی خراب ہے، خالہ کو تو اُس دن اُس کوریڈور والے پر اتنا غصہ آ رہا تھا کہ مجھے لگا کہ دو چار ہاتھ لگا ہی نہ دیں۔

''خیر اماں اب اتنا بھی آپے سے باہر نہیں ہوتی۔۔۔'' سکینہ نے نہ محسوس انداز سے اپنی ماں کی طرفداری کی۔

''تمہیں پتا ہے کہ وہ لڑکا مصنوعی ٹانگیں لگوانے امریکہ جا رہا ہے۔۔۔'' سسٹر ماریہ کی اطلاع پر وہ حیران ہوئی۔''کیا واقعی۔۔۔؟؟؟؟''

''ہاں ناں، بہت پیسے والے لوگ ہیں، اپنے والدین کا اکلوتا بیٹا اور دو بہنوں کا ایک ہی بھائی ہے۔ باپ اُس کا آرمی میں بہت بڑے عہدے پر ہے۔۔۔'' سسٹر ماریہ کی معلومات اپ ٹو ڈیٹ تھیں سکینہ حیران ہوئی۔

''اماں کہتی ہے کہ پیسہ سب کچھ نہیں ہوتا، لیکن میں کہتی ہوں کہ پیسہ ایک ایسی چابی ہے جس سے کئی دروازے کھل سکتے ہیں۔ ایسے دروازے جن کے باہر ہم جیسے لوگ غریب حسرت بھری نگاہوں سے کھڑے ہوتے ہیں۔۔۔'' اُس کے لہجے میں تلخی در آئی۔

''سکینہ ایک بات کہوں۔۔۔؟؟؟؟'' سسٹر ماریہ کے چہرے پر تذبذب کے آثار سکینہ کے لیے اچنبھے کا باعث بنے لیکن اس نے تجسس بھری فضا میں سانس لیتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔

''غصہ تو نہیں کرے گی۔۔۔؟؟؟'' سسٹر ماریہ شش و پنج کا شکار ہوئی۔

''نہیں ناں۔۔۔'' سکینہ نے عجلت میں کہا۔

''تم اُس لڑکے سے کہو کہ وہ تمہیں بھی علاج کے لیے باہر لے جائے اتنا تو ان کے پاس پیسہ ہے۔۔۔'' سسٹر ماریہ کی بات پر سکینہ کو دھچکا سا لگا۔''وہ مجھے کیوں لے جانے لگا۔۔؟'' اُس نے سخت ناگواری سے سسٹر ماریہ کا پرجوش چہرہ دیکھا۔ اُسے یہ بات بالکل پسند نہیں آئی۔

''مجھے لگتا ہے کہ وہ تجھے پسند کرنے لگا ہے ورنہ اُسے کیا ضرورت پڑی ہے کہ تجھے پھول بھیجتا۔۔۔''

''سسٹر مجھے ایسی کوئی خوش فہمی نہیں۔۔۔'' سکینہ نے کاٹ دار لہجے میں اس کی بات قطع کی۔''ہم جیسے لوگوں سے ایسے لوگ ہمدردی ضرور کر سکتے ہیں محبت نہیں۔۔۔'' سکینہ نے تلخی سے کہا تو سسٹر ماریہ ذرا تیز لہجے میں گویا ہوئی۔

''بھئی کوئی ہمدردی میں اتنا فکر مند کیوں ہونے لگا، میں نے اُسے تمہارے گرنے کا بتایا تو سخت بے چین ہو گیا تھا۔ وہ بار بار مجھ سے تمہارا

پوچھ رہا تھا۔'' سسٹر ماریہ نے عجلت میں ایک اور راز افشا کیا تو سکینہ کی ساری اُلجھن دُور ہوگئی۔

''ایک بات یاد رکھنا سسٹر، یہ دکھ اور تکلیف کا رشتہ بہت عجیب ہے۔ہم لاکھ طبقاتی تضادات کا شکار ہوں جہاں ہمیں اپنے دکھ سے ملتا جلتا کوئی اور غم نظر آتا ہے تو ہم بے تاب ہو جاتے ہیں تب ہمیں کچھ لمحوں کے لیے شکل وصورت، اسٹیٹس اور ساری چیزیں بھول جاتی ہیں۔صرف اتنا یاد رہ جاتا ہے کہ یہ بھی اُسی تکلیف سے گذر رہا ہے جس سے میں دوچار ہوں۔ایسا چاہے وقتی طور پر ہو،لیکن ہوتا ضرور ہے۔۔۔'' سکینہ کے لہجے میں کوئی گہرا تجربہ بول رہا تھا۔

''میں اگر اُس دن وہیل چیئر پر نہ بیٹھی ہوتی تو وہ مجھ پر ایک نظر ڈالنا بھی پسند نہ کرتا۔یہ مشترکہ دکھ کا رشتہ بھی کبھی کبھی انسان کو ایک ڈور سے باندھ دیتا ہے۔۔۔'' وہ شہتوت کے پتوں کو اب آہستہ آہستہ ہلتے ہوئے دیکھنے لگی۔

''ہوا چل پڑی ہے ناں۔۔۔'' سسٹر ماریہ نے اُس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا تو بات بدلی۔''بہت حبس والا موسم ہے۔ ہے ناں۔۔۔؟''

''میری اماں کہتی ہے کہ جب ہوا ٹھہر جائے اور ہر طرف حبس اور بے چینی ہو تو ایسے موسم میں کوئی اپنا کسی سے خفا ہوتا ہے۔اُس کا دل دکھا ہوتا ہے تو موسم بھی احتجاجاً سانس روک کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔جس سے فضا میں گھٹن کا احساس بڑھ جاتا ہے۔'' سکینہ کی بات پر سسٹر ماریہ سخت حیران ہوئی۔

''سکینہ تجھے کیا ہو گیا ہے۔؟ کیسی عجیب باتیں کرنے لگی ہے۔۔۔؟؟؟؟؟

''مجھے محبت ہو گئی ہے سسٹر ماریہ۔۔۔'' سکینہ نے ایک لمبا سانس لے کر انکشاف کیا تو سسٹر ماریہ کا سانس گلے میں ہی اٹک گیا۔وہ ششدر نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگی، جس کا چہرہ رات کی سیاہی میں اور زیادہ سانولا لگ رہا تھا لیکن اُس پر محبت کی سرخی جھلک رہی تھی۔

''مرن جوگیے، یہ کیا، کیا تو نے۔۔۔'' سسٹر ماریہ کے محبت بھرے لہجے میں فکرمندی چھلکی۔

''میں نے تھوڑا کیا ہے،خود بخود ہو گیا۔۔۔'' سکینہ نے وہیل چیئر کی پشت سے ٹیک لگا کر بے بسی سے کہا۔''لیکن کس سے محبت ہوئی ہے۔۔۔؟؟؟؟'' سسٹر ماریہ کا سانس اٹکا۔

''سورج سے، جس کی طرف جانے والی ہر چیز جل جاتی ہے۔۔۔'' سکینہ جیسے نیند میں بولی اور سسٹر ماریہ کو یقین ہو گیا کہ رات کو ان درختوں کے نیچے بیٹھنے سے لڑکی پر سایہ ہو گیا ہے۔

☆ ☆ ☆

''اُف۔۔۔!!!! کتنا پیارا لگ رہا ہے ناں ہمارا گھر۔۔۔'' ثنا ئیلہ کے لہجے میں خوشی اور بے یقینی کے سارے رنگ محسوس کر کے نابیہ مسکرا دی۔

''یقین مانو، مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ جیسے میں کوئی خواب دیکھ رہی ہوں۔۔۔'' وہ سچ مچ اپنی آنکھوں کو ملتے ہوئے بولی۔

''بس بھی کرو یار، اب ایسا بھی کیا خوش ہونا کہ بندہ احمق ہی لگنے لگے۔۔۔'' نابیہ نے توصیفی نظروں سے پورے گھر کو دیکھتے ہوئے اُسے چھیڑا۔

''یار میں کبھی کبھی سوچتی ہوں کہ ہم مڈل کلاس طبقے کے لوگ کتنے خوش قسمت ہوتے ہیں، چھوٹی چھوٹی خوشیاں اور چھوٹے چھوٹے خواب پورے ہوتا دیکھ کر کم از کم خوشی کے سچے جذبے سے روشناس تو ہو جاتے ہیں ناں۔۔۔'' وہ بالکل بچوں کی طرح گول گول دائرے میں گھوم رہی تھی۔

''میرا گھر میری جنت۔۔۔'' ثنائیلہ کے لہجے کی کھنک پر نابیہ نے معنی خیز نظروں سے اُسے دیکھا اور موڑھا سنبھال کر بیٹھ گئی۔ ''محترمہ یہ آپ کی عارضی جنت ہے۔ اصل گھر تو آپ کا وہ ہوگا جہاں آپ کے پیا جی آپ کو بینڈ باجوں کے ساتھ لے کر جائیں گے۔۔۔''

''یار پیا گھر جب جانا ہوگا تب جانا ہوگا ناں، مجھے اپنا ''آج'' تو انجوائے کرنے دو۔۔۔'' ثنائیلہ نے خوشگوار انداز سے کہتے ہوئے کھڑکی سے پردہ ہٹایا تو سامنے ہی گیلری میں بہت سے گملے ایک ترتیب سے رکھے ہوئے بڑا خوبصورت تاثر دے رہے تھے۔

''کب آرہے ہیں تمہارے ماموں اور ممانی۔۔۔؟؟؟؟'' نابیہ نے تجسس بھرے انداز سے پوچھا۔

''اگلے مہینے کی دس تاریخ کو۔۔۔'' ثنائیلہ کا چہرہ سچی خوشی کے احساس سے چمکا۔ بہت عرصے کے بعد وہ کھل کر مسکرا رہی تھی۔

''کوئی بچے ہیں ان کے۔۔۔؟؟؟؟''

''ہاں شاید دو یا پھر تین۔۔۔'' ثنائیلہ نے بیڈ کی چادر ٹھیک کرتے ہوئے سادگی سے کہا۔

''کوئی بیٹا بھی ہے ان کا ہینڈسم سا کہ نہیں۔۔۔'' نابیہ کے شرارت بھرے انداز پر وہ چونک گئی۔ ''بھئی ہو بھی تو میری طرف کوئی گنجائش نہیں نکلتی۔۔۔'' اُس نے بھی شوخی سے جواب دیا اور کشن گود میں رکھ کر اس کے بالکل سامنے صوفہ کم بیڈ پر بیٹھ گئی۔ گھر میں کافی نئی چیزوں کا اضافہ ہو چکا تھا جن میں سے ایک یہ صوفہ بھی تھا۔

''ہمیشہ جب بھی سوچنا، اپنے بارے میں ہی سوچنا۔۔۔'' نابیہ نے جل کر اُس کا ہنستا چہرہ دیکھا۔

''کیا مطلب۔۔۔؟؟؟؟'' ثنائیلہ کو ابھی ابھی اُس کی بات سمجھ میں آئی۔

''بھئی اب کب تک تمہارے بے وفا بھائی کا سوگ مناؤں، جو مجھے دن دیہاڑے خواب دکھا کر خود اپنے سے اتنی بڑی عمر کی لڑکی سے شادی رچا کر بیٹھ گیا ہے۔۔۔'' نابیہ کا انداز خوشگوار لیکن لہجہ درد میں ڈوبا ہوا تھا۔ ثنائیلہ کے چہرے پر ایک تاریک سایہ دوڑا۔

''وہ تمہارے قابل ہی کہاں تھا۔ خود غرض لوگوں کی زندگی کی ترجیحات میں محبت کا نمبر سب سے آخری ہوتا ہے۔۔۔'' ثنائیلہ نے بھی آج اُس سے کھل کر بات کرنے کی ٹھان ہی لی۔ وہ اس محبت کی داستان کا ایک خاموش کردار تھی۔

''ہوں۔۔۔'' وہ زبردستی مسکرائی۔ ''مجھے نہ جانے کیوں لگتا تھا کہ میں اسے اپنی محبت سے بدل دوں گی۔۔۔'' نابیہ کا لہجہ تھکن گزیدہ تھا۔ اُس کی آنکھوں میں نمی لہرائی۔

''محبت تو بہت حساس جذبہ ہے۔ یہ اُسی دل پر اثر کرتا ہے جو اُس کے راگ سمجھتا ہو۔ جب کہ شہیر کی زندگی میں ایسی چیزوں کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ جس کو جنم دینے والی ماں اور بے غرض محبت کرنے والی بہن کا احساس نہیں وہ کسی اور شخص کے نازک جذبوں کی کہاں حفاظت کرتا۔'' ثنائیلہ اٹھ کر بالکل اس کے پاس آن بیٹھی۔

''تم بہت اچھی لڑکی ہو۔اور بعض لوگ بہت بدقسمت ہوتے ہیں کیونکہ انہیں اچھی چیزیں راس نہیں آتیں۔وہ اپنی بے وقوفی میں ان چیزوں کے پیچھے بھاگتے ہیں جو ان کے حق میں بہتر نہیں ہوتیں۔۔۔''ثنا ئیلہ نے اس کا نرم ہاتھ تھپتھپاتے ہوئے محبت سے کہا۔

''بس اچھے لوگوں کی بھی ایک خامی ہوتی ہے کہ انہیں بہت سادہ اور آسان باتیں اپنے دل کو سمجھانا نہیں آتیں۔۔۔''نابیہ نے ہاتھ کی پشت سے اپنی نم آنکھوں کو صاف کیا۔

''خبردار،رونا نہیں،میں جان نکال دوں گی۔۔۔''ثنا ئیلہ نے انگلی اٹھا کر اُسے وارننگ دی تو وہ روتے روتے مسکرا دی۔

''یار تم تو میری طاقت ہو۔مجھے حوصلہ دیتی ہو اور خود اندر سے چڑیا کی طرح تمہارا دل ہے۔۔۔''ثنا ئیلہ نے اُسے چھیڑا تو وہ ایک دم خفت کا شکار ہوئی۔

''اچھا چھوڑو،یہ بتاؤ کہ تم اپنے سکندر شاہ سے کب ملواؤ گی مجھے۔۔۔''اُس نے فوراً ہی موضوع بدلا تو سکندر شاہ کے نام کے ساتھ ہی ثنا ئیلہ کے چہرے پر اترنے والی دھنک نے اُسے مبہوت کر دیا۔

''بہت جلد،میں نے اُسے بتایا تھا تمہارے بارے میں۔۔۔''ثنا ئیلہ کی اطلاع پر وہ پرجوش ہوئی۔''اچھا۔۔؟؟؟واقعی۔۔۔؟؟؟''

''ہاں ناں،لیکن وہ کچھ عرصے کے لیے امریکہ جا رہا ہے۔وہاں سے آجائے تب ملوانے لے کر جاؤں گی۔''ثنا ئیلہ کی بات پر وہ تھوڑا سا مایوس ہوئی۔

''دھیان سے،ایسا نہ ہو کہ کوئی امریکن میم بھی ساتھ ہی لے آئے۔۔۔''نابیہ نے ہنستے ہوئے اُسے چھیڑا۔

''خیر اب ایسے بھی کوئی حالات نہیں۔۔۔'' وہ حد درجہ پُراعتماد انداز سے گویا ہوئی تو نابیہ نے رشک بھری نگاہوں سے اُس کا چہرہ دیکھا جو دن بہ دن نکھرتا ہی جا رہا تھا۔

☆ ☆ ☆

''تمہارا دماغ ٹھیک ہے ماہم۔۔۔؟؟؟؟''

عائشہ ناران سے واپسی پر ماہم کی طرف گئی تو وہاں ملنے والی اطلاع پر اُس کے دماغ کے سارے فیوز ہی بھک کر کے اڑ گئے۔جب کہ وہ سامنے صوفے سے ٹیک لگائے لاپرواہی سے اپنے ناخن فائل کرنے میں مگن تھی۔عائشہ نے کھا جانے والی نظروں سے اُسے دیکھا۔

''اس میں دماغ کی خرابی کی کیا بات ہے،میں نے تمہیں صرف اتنا بتایا ہے کہ میں نے رامس کا پرپوزل ریجیکٹ کر دیا ہے۔۔۔''اُس کا اطمینان قابل دید تھا۔

''لیکن اس قدر فضول،بے تکی اور احمقانہ وجہ سے کسی بھی انسان کو مسترد کرنا کہاں کی انسانیت ہے یار۔۔۔''عائشہ کو ابھی تک یقین نہیں آ رہا تھا کہ ماہم نے برص کے معمولی داغوں کی بنا پر رامس کو بُری طرح ریجیکٹ کر دیا ہے۔

''تمہیں کیوں تپ چڑھ رہی ہے۔۔۔''ماہم نے ابرو چڑھا کر اُس کا سرخ چہرہ دیکھا۔''کچھ دن پہلے تک تو تم اس سے بُری طرح چڑتی

تھیں اب ایک دم ہی اُس سے ہمدردی کا بخار چڑھ گیا ہے۔۔۔'' ماہم کا تمام تر دھیان اب بھی اپنے ناخنوں کی تراش خراش کی طرف تھا۔

''میں اُس سے اگر کسی وجہ سے چڑتی تھی تو اُس کے پیچھے ایک مضبوط جواز تھا۔۔۔'' عائشہ تھوڑا سا ڈھیلی ہوئی۔

''مثلاً۔۔۔؟؟؟؟'' ماہم نے طنزیہ انداز سے اس کا مضطرب انداز دیکھا جو بڑے سادہ لہجے میں کہہ رہی تھی۔'' مجھے ایسا لگتا تھا جیسے تم میرے بھائی کو مسترد کر کے اب اس کی جگہ اس شخص کو دے چکی ہو۔ یہ ایک فطری سی بات تھی جس کے معاملے میں، میں بے بس تھی۔'' اُس کے تلخ انداز پر ماہم ایک لمحے کو ساکت ہوئی اور اگلے ہی لمحے اس نے بے ساختہ اپنی نظریں اُس سے چرائیں۔ وہ اب خود کو سنبھالتے ہوئے دانستہ ہلکے پھلکے انداز سے بولی۔

''میں تو سمجھی تھی کہ شاید تمہیں اس شخص کی پرسنالٹی ہی پسند نہیں۔۔۔''

''میں اللہ کی بنائی ہوئی چیزوں میں نقص نہیں نکالتی اور نہ ہی ان چیزوں پر کمنٹ کرتی ہوں جن کو بنانے میں انسان کا اپنا کوئی کردار نہیں ہوتا۔ میں نے اپنے کوئی خود ساختہ خوبصورتی کے معیار نہیں بنا رکھے۔ مجھے اللہ کی بنائی ساری مخلوق سے پیار ہے۔ اس میں میرا کوئی کمال نہیں، میں فطرتاً ایسی ہوں۔۔۔'' عائشہ کی سادہ سی بات ماہم کو کسی خنجر کی طرح چبھی۔ وہ عجیب سی نظروں سے اُسے دیکھتے ہوئے بولی۔

''تمہارا کیا خیال ہے کہ میں اللہ کی بنائی ہوئی چیزوں میں نقص نکالتی ہوں۔۔۔''

''میں نے ایسا تو نہیں کہا۔۔۔'' عائشہ نے کندھے اچکا کر اُسے حیرت سے دیکھا۔ جس کے چہرے پر بڑی تیزی سے تپش پھیلی۔

''اگر تم فطرتاً سادہ ہو تو اگلا بندہ بھی فطرتاً حسن پرست ہو سکتا ہے۔ میں تمہیں بہت پہلے سے بتا چکی ہوں کہ میرے اندر یہ خامی ہے کہ میں ہر چیز میں پرفیکشن چاہتی ہوں اور اپنی اس خامی پر قابو پانے کے معاملے میں بے بس ہوں۔۔۔'' وہ تھوڑا سا تلخ ہوئی۔

''شاید تم ٹھیک کہتی ہو۔۔۔'' وہ تھوڑا سا افسردہ ہوئی اس کے دل میں رامس کے لیے تاسف بھرتا ہی جا رہا تھا۔'' کیا تم نے رامس کو بتا دیا کہ کس وجہ سے تم نے اُس کا پرپوزل مسترد کیا ہے۔؟؟؟؟؟'' اُس نے بے چینی سے دریافت کیا۔

''نہیں۔۔۔'' ماہم کے جواب پر عائشہ کو کچھ سکون ہوا۔'' میں نے اُسے بتایا ہے کہ ماما چاہ رہی ہیں کہ کسی آرمی بیک گراؤنڈ کے بندے کے ساتھ میری شادی ہو۔''

''پھر۔۔۔؟؟؟؟'' عائشہ نے بے صبرے پن سے پوچھا۔

''وہ شاکڈ رہ گیا اور کئی لمحوں تک بول ہی نہیں پایا۔۔۔'' ماہم کی اطلاع پر عائشہ پھر بے سکون ہوئی۔'' اُس کو لگا تو نہیں کہ اصل وجہ کچھ اور ہے۔۔۔؟؟؟''

''میں کیا کہہ سکتی ہوں۔۔۔'' ماہم نے اپنے ہاتھوں کو کاٹن سے صاف کرتے ہوئے لاپرواہی سے کہا۔'' میری اُس سے فون پر بات ہوئی تھی بھوربن سے آنے کے بعد میں نے اُس سے کوئی ملاقات نہیں۔ مجھے اُس پر غصہ ہی بہت تھا۔''

''تمہیں کس بات کا غصہ تھا۔۔۔'' عائشہ نے بمشکل خود کو مشتعل ہونے سے روکا۔

''اُس نے اتنی بڑی بیماری مجھ سے چھپا کر رکھی، وہ تو مجھے اچانک پتا چل گیا ورنہ شادی کے بعد پتا چلتا تو کتنا بُرا ہوتا۔۔۔'' وہ نزاکت سے ناک چڑھا کر بولی۔

''یہ کوئی بڑی بیماری تو نہیں ماہم، میں نے بہت سے لوگوں کو اس کے ساتھ نارمل زندگی گذارتے دیکھا ہے۔خود میری آمنہ آپی کی کہنی پر ایک نشان تھا لیکن انہیں تو کوئی مسئلہ نہیں ہوا'' عائشہ کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ اپنی نادان دوست کو کیسے سمجھائے۔

''آئی ایم سوری عائش۔۔۔''اُس کے چہرے پر گہری سنجیدگی اور قطعیت تھی۔''میرا دل تو پہلے ہی نہیں مان رہا تھا اور اس بات کے بعد تو ہرگز نہیں۔۔۔''اُس نے ہاتھ جھاڑے۔

''اصل میں بات ہی یہ ہے ماہم کہ تمہارا دل ہی اُس پر نہیں اٹکا اور تمہیں کسی بہانے کی تلاش تھی اور وہ تمہیں مل گیا۔''اُس کے جل کر بولنے پر وہ ہنستی ہی چلی گئی۔عائشہ نے تاسف بھرے انداز سے اُسے دیکھا۔

''تم جو بھی سمجھو، لیکن میری زندگی میں اب رامس کی کوئی گنجائش نہیں نکلتی، ہر شخص کو اپنے لیے بہتر سوچنے کا حق ہے اور کوئی اس کا یہ حق چھین نہیں سکتا۔'' ماہم کی بات پر ایک غضب کی لہر عائشہ کے چہرے پر چھلکی اُسے لگا کہ وہ اپنا ضبط کھو دے گی اس لیے وہ شدید طیش کے عالم میں اُس کے کمرے سے نکل آئی۔وہ تیزی سے اپنے گھر کا گیٹ عبور کر رہی تھی جب اُس کے سیل پر ایک انجان نمبر سے کال آئی۔جو نہ چاہتے ہوئے بھی اُس نے اٹینڈ کر لی۔

''میں رامس علی بات کر رہا ہوں اور آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔۔۔'' دوسری جانب سے بغیر سلام دعا کے اس فرمائش کو سن کر عائشہ ہکا بکا رہ گئی۔اُس کے قدموں نے آگے چلنے سے انکار کر دیا۔''جی۔۔۔'' وہ صرف اتنا ہی بول سکی۔

''پلیز انکار مت کیجیے گا۔۔۔''اُس کے التجائیہ انداز پر عائشہ بالکل چپ کی چپ رہ گئی۔

''آج شام سات بجے بلیو ایریا میں سالٹ اینڈ پیپر ریسٹورنٹ میں آپ کا انتظار کروں گا۔۔۔'' اپنی بات مکمل کر کے اُس نے فوراً ہی فون بند کر دیا۔

''اُف، کس مصیبت میں پھنس گئی ہوں۔۔۔''اندر آتے ہوئے وہ بُری طرح جھنجلا گئی۔گھر میں شاید کوئی گیسٹ آئے ہوئے تھے۔ٹی وی لاؤنج سے گذرتے ہوئے اُس نے ملازمہ سے ڈرائینگ روم میں آئے ہوئے مہمانوں کے بارے میں اشارے سے دریافت کیا۔اندر سے بولنے کی آوازیں آرہی تھیں۔

''انصر صاحب آئے ہوئے ہیں۔۔۔'' ملازمہ کی اطلاع پر وہ فوراً اپنے بیڈروم کی طرف لپکی۔وہ اس وقت انصر بھائی کی داستانِ غم سننے کے قطعاً موڈ میں نہیں تھی۔اُسے معلوم تھا کہ انہوں نے ثمن آپی کو سمجھانے کی درخواست کرنی ہے جو کم از کم اُس کے لیے ناممکن کام تھا۔

☆ ☆ ☆

''وہ آپ کی بہترین دوست ہے۔۔۔'' رامس کا لہجہ آزردہ تھا۔ وہ تھکے تھکے انداز سے اُس کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔

''وہ صرف اپنی بہترین دوست ہے۔۔۔'' عائشہ نے اپنے دل میں خود کو جواب دیا۔ اُسے بھی ماہم پر کافی غصہ تھا لیکن پھر بھی وہ اُس کی دوست تھی اس لیے عائشہ نے اپنا تبصرہ اُس کے سامنے محفوظ ہی رکھا۔

''میں نے ہمیشہ آپ کو ان کے ساتھ دیکھا ہے، آپ ان کو سمجھاتی کیوں نہیں ہیں۔۔۔'' رامس نے جھنجھلا کر اپنے سامنے بیٹھی سادہ اور مہربان سی لڑکی کو غور سے دیکھا۔ جو اس کی درخواست پر نہ صرف اُس سے ملنے کے لیے آ گئی تھی بلکہ پچھلے ایک گھنٹے سے اُس داستان غم بھی بڑے تحمل سے سن رہی تھی۔

''کیا سمجھاؤں، اُس سیانی بی بی کو۔۔۔'' عائشہ چاہتے ہوئے بھی یہ سوال نہیں کر پائی۔

''مجھے سمجھ نہیں آتا کہ ماہم کو اچانک ہوا کیا، اُس نے خود مجھے وہاں بلوایا تھا۔۔۔'' رامس کی آنکھیں رتجگوں کی غمازی کر رہی تھیں۔ شیو بڑھی ہوئی اور وہ سخت پریشان اور آزردہ حال لگ رہا تھا۔ اُس کی ذہنی حالت کا اندازہ اس کی بے ربط گفتگو سے لگایا جا سکتا تھا۔

''پتا نہیں بیٹھے بٹھائے اُسے کیا ہو گیا۔۔۔'' وہ اذیت اور حیرت کی انتہا پر تھا۔

''اُس کا ایسے ہی بیٹھے بٹھائے دماغ خراب ہوتا ہے۔۔۔'' عائشہ یہ فقرہ بس سوچ سکتی تھی۔

''اُس نے مجھے اچانک ہی نظر انداز کرنا شروع کر دیا۔ میری کال اٹینڈ نہیں کرتی، کسی ٹیکسٹ کا جواب نہیں دیتی۔۔۔'' وہ اپنی پیشانی کو مسلتے ہوئے بمشکل بولا۔

''اچھا خاصا ہینڈسم اور ڈیشنگ بندہ ہے۔ اللہ جانے اس احمق کو وہ داغ کہاں سے نظر آ گئے۔۔۔'' عائشہ نے یہ سوچتے ہوئے بے چینی سے پہلو بدلا۔

''میرا تو سوچ سوچ کر دماغ پھٹنے لگا اور پھر اچانک مجھے خیال آیا کہ میں آپ سے بات کروں کہ ہو سکتا ہے کہ اُس نے آپ سے اصل بات شیئر کی ہو۔۔۔'' وہ کھوجتی نظروں سے عائشہ کا سپاٹ چہرہ پڑھنے کی کوشش کر رہا تھا جب کہ عائشہ کے لیے اُس کے آزردہ چہرے پر نظر ٹکانا اس وقت دنیا کا مشکل ترین کام تھا جسے وہ انتہائی دقت سے سرانجام دے رہی تھی ساتھ ہی ساتھ دل میں ماہم کو کوسنے کا سلسلہ بھی عروج پر تھا۔

''اصل بات سے آپ کی کیا مراد ہے؟ آپ کا کیا خیال ہے کہ اُس نے آپ سے جھوٹ بولا ہے۔۔۔؟؟؟'' عائشہ کے پُراعتماد انداز پر وہ گڑبڑا گیا۔

''میں نے ایسا کب کہا۔۔۔'' وہ بوکھلا کر بولا۔ ''اصل میں جب میری ماما اُس کے گھر گئیں تھیں تو اس کی ممی نے بہت اچھا رسپانس دیا تھا اور پھر پی سی میں اُس کی آپی بھی مجھ سے بہت امپریس ہوئیں تھیں۔۔۔'' اُس کی معصومیت پر عائشہ نے ایک دفعہ پھر ماہم کو دل میں بے دریغ گالیوں سے نوازا۔

''وہ کمینی سارے ہی جہان کو ایسا ہی رسپانس دیتی ہے۔۔۔'' عائشہ نے اس فقرے کو بمشکل اپنے لبوں پر آنے سے روکا۔

''اُس کا تعلق جس کلاس سے ہے میرا نہیں خیال کہ وہاں والدین کی رائے کو اتنی اہمیت دی جاتی ہوگی اور ماہم جیسی لڑکی تو بالکل بھی نہیں دے سکتی۔'' وہ تلخ ہوا۔

''ساری باتیں تو تمہیں معلوم ہیں پھر مجھے کیا یہاں جھک مارنے کو بلایا ہے۔۔۔'' عائشہ بس سوچ کر رہ گئی۔

''وہ بالکل ٹھیک ٹھاک تھی۔ (اُس دماغ اچانک ہی خراب ہوتا ہے) اُس نے مجھے شام کو چائے پر بلوایا تھا۔ (یہ اُس کا پرانا طریقہ واردات ہے) پھر نہ جانے اُسے کیا ہوا کہ اچانک ہی ہوٹل چھوڑ کر اسلام آباد آ گئی اور مجھے بتایا تک نہیں۔۔۔'' (اُس نے بتا کر پھنسنا تھوڑی تھا) رامس کی ہر بات کو جواب وہ دل ہی دل میں بڑی سرعت سے دے رہی تھی۔ بظاہر اُس کے ہونٹ خاموش اور نظریں اُس کے پریشان حال چہرے پر تھیں۔

''اب مجھ سے کیا چاہتے ہیں۔۔۔؟؟؟؟'' عائشہ نے دوٹوک انداز میں پوچھا۔

''آپ اُسے سمجھائیں ناں، کہ وہ میرے ساتھ ایسا نہ کرے۔۔۔'' اُس نے بچگانہ انداز سے کہا۔

''میرے بس میں اگر یہ ہوتا تو شاید میں سب سے پہلے اُسے اُس وقت سمجھاتی جب اُس نے موحد کو چھوڑا تھا۔۔۔'' وہ نہ جانے کیسے بلند آواز میں اس دفعہ سوچنے کی غلطی کر گئی۔ منہ سے نکلی بات کو اندر دھکیلنا ناممکن تھا۔ رامس کا چہرہ تاریک اور عائشہ کا فق ہوا۔

''کیا مطلب۔۔۔؟؟؟؟'' وہ عجلت میں بولا۔ عائشہ نے اپنی نگاہیں چرائیں اور خاموش رہی۔

''موحد آپ کا بھائی ہے ناں، جو مجھے اُس دن فنکشن میں ملا تھا۔۔۔'' بے صبری اور بے چینی اُس کے انگ انگ سے نمایاں ہوئی۔ عائشہ سر ہلا کر رہ گئی وہ بہت بُرے طریقے سے پھنسی تھی۔ اُس کے منہ سے بے ساختگی میں نکلی ہوئی بات رامس کے دل میں تیر کی طرح پیوست ہوئی تھی۔

''ماہم کا اُس سے کیا تعلق تھا۔۔۔؟؟؟'' اُس کی آنکھوں میں وحشت کے سبھی رنگ جاگ اٹھے۔ وہ ٹکٹکی باندھے کھوجتی نگاہوں سے اُسے دیکھ رہا تھا۔

''وہی تعلق جو ماہم کا آپ سے تھا۔۔۔'' عائشہ نے سچ بولنے کا فیصلہ کر ہی لیا۔ بعض دفعہ ایک تلخ سچ انسان کو مستقبل کی بہت سی پریشانیوں سے بچا لیتا ہے۔ عائشہ کی بات پر اُسے جیسے سکتہ ہی تو ہوا تھا۔

''پھر۔۔۔؟؟؟'' رامس کی قوت گویائی سلب ہوگئی اس لیے اُس نے آنکھ کے اشارے سے سوال کیا۔

''پھر وہ سوات اپریشن میں معذور ہوگیا اور ماہم کی تیز رفتار زندگی میں ایسے لوگوں کی گنجائش کہاں نکلتی ہے۔۔۔'' اُس کے لہجے میں کڑواہٹ سی گھل گئی۔

''لیکن میری تو دونوں ٹانگیں سلامت ہیں۔۔۔'' عائشہ کو وہ یہ سوال پوچھتا ہوا تھوڑا سا ابنارمل لگا۔

''آپ کی ٹانگیں سلامت لیکن اُن پر۔۔۔'' وہ سخت تذبذب کا شکار ہوئی۔

''بس رہنے دیں، مجھے پتا چل گیا۔۔۔'' اُس نے تیزی سے عائشہ کی بات کاٹی۔ اُس کے لہجے میں بے یقینی، دکھ اور صدمے کے سارے رنگ تھے۔ اُس کی یادداشت کے منظر نامے پر اُس سے آخری ملاقات کا سین بڑی قوت سے اُبھرا۔ وہ ابھی تک ششدر سی حالت میں تھا۔

''میں سوچ بھی نہیں سکتا کہ وہ اتنی معمولی سی بات کو جواز بنا کر ایک جیتے جاگتے انسان کو رد کر سکتی ہے۔۔۔'' بہت دیر بعد وہ سرگوشی کے انداز میں بولا تو عائشہ نے سکون کا سانس لیا۔ ورنہ وہ تو اس کی حالت دیکھ کر خوفزدہ ہو گئی تھی۔

''جب وہ ایک معمولی سے سوراخ کی وجہ سے اتنا خوبصورت لباس مسترد کر سکتی ہے تو آپ تو ایک بالکل زندہ حقیقت ہیں۔۔۔'' عائشہ نے اُسے اُس دن والا واقعہ یاد دلایا تو وہ کچھ ڈھیلا سا پڑ گیا۔ دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھامے وہ کئی منٹوں تک ایک ہی پوزیشن میں رہا۔ عائشہ کو اُس پر ترس آیا۔ ان دونوں کے سامنے پڑی کھانے پینے کی اشیاء ٹھنڈی یخ ہو گئیں تھیں۔

''لیکن ایک سوٹ اور زندہ جیتے جاگتے انسان میں کوئی تو فرق ہونا چاہیے ناں۔۔۔؟؟؟'' اُس نے سر اٹھا کر سرخ آنکھوں سے عائشہ کو دیکھا تو خوف کی ایک لہر اُس کے پورے وجود میں دوڑ گئی۔ وہ جان گئی تھی کہ وہ ضبط کے کڑے مراحل سے گذر رہا ہے۔

''ہاں کچھ لوگ یہ بھول جاتے ہیں کہ بے جان اشیاء میں دل کی دھڑکنیں نہیں ہوتیں لیکن زندہ لوگوں کی تو نبض چلتی ہے اور انہیں دکھ، غم، تکلیف جیسے سارے جذبے کرب کی بھٹی میں دھکیل سکتے ہیں۔۔۔'' عائشہ کے لہجے میں چھلکتا رنج مصنوعی نہیں تھا۔ وہ بالکل بے بس انداز میں ایسے اُس کے سامنے بیٹھا تھا کہ ایک دفعہ تو عائشہ کو اُس پر موحد کا گمان ہوا۔

''آپ میرے لیے موحد کی طرح ہیں اور میری خواہش ہو گی کہ میں آپ کو بھی اُسی طرح زندگی میں کامیاب اور خوش و خرم دیکھوں، جیسے میں اب اپنے بھائی کو دیکھتی ہوں۔'' اُس کے پرخلوص انداز پر وہ چونکا۔ اُس کے پاس اس بات کا کوئی جواب نہیں تھا۔

''زندگی میں بعض دفعہ ہم یونہی چلتے چلتے غلط موڑ مڑ جاتے ہیں، تھوڑا سا چلنے کے بعد احساس ہوتا ہے کہ یہ راستہ تو ہماری منزل کو نہیں جاتا۔ اس لمحے وہاں بیٹھ کر خود کو کوسنے سے بہتر ہے کہ بندہ یہ سوچ کر پلٹ جائے کہ کوئی نہ کوئی راستہ تو ہمارا ہو گا ناں۔۔۔'' اُس کی آنکھوں میں بڑا نرم سا تاثر تھا وہ بے یقینی سے اُسے دیکھتا گیا۔

''یقین کریں کہ یہ کام مشکل ضرور ہے لیکن ناممکن نہیں۔۔۔'' اب بولنے کی باری عائشہ کی تھی وہ ہونٹ بھینچے اُسے سن رہا تھا۔

''وہ ایسی کیوں ہے۔۔۔؟؟؟؟'' ساری بات سن کر وہ بمشکل بولا۔

''وہ جیسی ہے وہ ویسی ہی رہے گی۔ اپنی زندگی کو آسان بنانے کے لیے چیزوں کو اُسی طرح قبول کرنا شروع کر دیں جیسی وہ حقیقت میں ہوتی ہیں۔ ناں کہ انہیں ویسا بنانے کی کوشش میں اپنی زندگی کو ہلکان کر لیں جیسا کہ ہم چاہتے ہیں۔۔۔'' عائشہ نے پانی کا گلاس اُس کی جانب بڑھایا اور اُس نے چپ چاپ پکڑ کر لبوں سے لگا لیا۔ وہ ایک ہی سانس میں پورا گلاس خالی کر گیا۔

''کیا آپ بھی ماہم کی طرح ہیں۔۔۔؟؟؟'' اُس نے گلاس میز پر رکھتے ہوئے بہت عجیب سا سوال کیا۔

''کیا میں آپ کو ویسی لگتی ہوں۔۔۔؟؟؟؟'' ماہم نے اُس کی خالی آنکھوں میں جھانکا۔

''نہیں۔۔۔'' وہ ایک لمحے کے توقف کے بغیر بولا ''ماہم کہتی تھی کہ عائشہ بہت عجیب لڑکی ہے۔ انسانیت کا پرچار کرتی ہے۔ آج کل کے دور میں ایسی کتابی باتیں بھلا کون کرتا ہے۔'' وہ خود فراموشی کے عالم میں اُس کی بات دہرا رہا تھا عائشہ ہنس کر چپ ہو گئی۔

''لیکن میں اب سوچتا ہوں کہ عجیب آپ نہیں وہ خود تھی۔۔۔ بھلا کوئی اتنی معمولی سی بات پر چیزوں کے ساتھ انسانوں کو بھی ریجیکٹ کرتا ہے۔'' اُس کا صدمہ کم ہونے میں ہی نہیں آ رہا تھا۔ عائشہ کو اُس پر رحم آیا۔

''بس ہر شخص کے زندگی گذارنے کے اپنے اصول اور ضابطے ہوتے ہیں، ہم کیا کہہ سکتے ہیں۔۔۔'' عائشہ نے بڑی صفائی سے اپنا دامن بچایا۔ وہ تو ابھی بھی اُس لمحے کو کوس رہی تھی جب وہ بے اختیاری میں اُس کے سامنے موحد کا راز افشا کر گئی۔

''تھینک یو سو مچ۔۔۔'' وہ اچانک اٹھ کھڑا ہوا۔ ''آپ نے مجھے بہت بڑی الجھن سے نکالا۔'' وہ اب اپنے والٹ سے پیسے نکالتے ہوئے مدید بولا۔ ''میں نہ جانے کب تک یہ سوچ سوچ کر پاگل ہوتا رہتا کہ آخر اُس نے مجھے کیوں چھوڑا، وہ مجھے بے شک رو کر دیتی لیکن اصل وجہ بتا دیتی تو میں آپ کو کبھی زحمت نہ دیتا۔'' وہ اب بل بک میں بغیر گنے پیسے رکھ رہا تھا۔

''آپ ٹھیک ہیں ناں، میں آپ کو ڈراپ کر دوں۔۔۔'' عائشہ خود بھی گھبرا کر کھڑی ہوئی۔

''آپ ٹینس نہ ہوں، میں بالکل ٹھیک ہوں۔۔۔'' وہ کھڑے کھڑے اُسے تسلی دیتے ہوئے زبردستی مسکرایا۔

''پھر میں اس بات کی امید رکھوں کہ میری اگلی ملاقات آپ سے کسی ہسپتال یا سائیکلوجسٹ کے کلینک میں نہیں ہوگی۔۔۔'' عائشہ کی بات پر وہ ہلکا سا چونکا اور اب کے وہ کھل کر مسکرایا۔

''انشاء اللہ۔۔۔'' اُس کے لہجے میں کچھ تھا جو عائشہ نے مطمئن ہو کر سر ہلا دیا۔

''میں آپ کو آپ کے گھر ڈراپ کر دوں۔۔۔'' وہ اب بالکل متوازن لہجے میں اُس سے پوچھ رہا تھا۔ ''نو تھینکس، میرے پاس گاڑی ہے۔۔۔'' عائشہ اب اس کی ہمراہی میں ریسٹورنٹ سے باہر نکل رہی تھی۔

''میرے پاس ایک پینٹنگ ہے، میں اگر وہ آپ کو دینا چاہوں تو کہاں ملیں گے آپ۔۔۔'' عائشہ نے اپنی گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے اُسے دیکھا جو باہر کی فضا میں اب کھل کر سانس لے رہا تھا۔ اُسے اندازہ ہوا کہ وہ دوبارا اُس سے ملنے کا کیوں کہہ رہی ہے۔

''یقین کریں، میں کچھ ایسا ویسا نہیں کروں گا، آپ مطمئن رہیں۔۔۔'' اُس نے بڑی سرعت سے عائشہ کی سوچ کو پڑھا تو وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ ''آپ ماشاء اللہ بہت ذہین ہیں۔''

''ذہین لوگ ہی ہمیشہ احساس کی بھٹی میں جلتے ہیں۔ عقل نہ ہو تو بہت سے مسئلوں کا تو ادراک ہی نہیں ہوتا۔۔۔'' اُس کے خوشگوار انداز پر عائشہ ایک دفعہ پھر ہنس دی۔

''کل فاطمہ پارک میں شام پانچ بجے، ڈن۔۔۔'' عائشہ نے فوراً ہی پروگرام ترتیب دیا۔

''او۔۔۔ کے۔۔۔ ڈن۔۔۔!!!!'' وہ اب کھل کر مسکرا رہا تھا اُسے اپنے سامنے کھڑی مہربان سی لڑکی کے سارے اندیشے سمجھ میں آ رہے تھے اور وہ اُسے مدید پریشان کرنا نہیں چاہ رہا تھا۔

☆ ☆ ☆
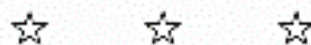
''نی سکینہ، عصر کا ویلا (وقت) ہو گیا کہ نہیں۔۔۔؟؟؟؟''

اماں نے بالکل بے حس و حرکت لیٹی سکینہ کو مخاطب کرنے کے لیے یونہی پوچھا۔ اُسے اس طرح بالکل ساکت لیٹے دیکھ کر ایک لمحے کو تو جمیلہ مائی کے دل کو کچھ ہوا۔ وہ کئی گھنٹوں سے ایک ہی پوزیشن میں لیٹی ہوئی چھت کی کڑیاں گن رہی تھی۔

''نی سکینہ پتر، میں تجھ سے پوچھ رہی ہوں۔۔۔'' اماں نے خوفزدہ انداز سے ذرا اونچی آواز میں اُسے مخاطب کیا۔

''پتا نہیں اماں۔۔۔'' اُس کے وجود میں بالکل بھی جنبش نہیں ہوئی۔ اماں دہل کر اٹھ بیٹھی۔

''نی سکینہ، میری دھی ایسے کیوں لیٹی ہے۔۔۔؟؟؟'' اماں بے تابی سے اس کا چہرہ چھو کر دیکھنے لگی۔

''پھر کس طرح لیٹوں اماں۔۔۔؟؟؟؟'' سکینہ کا لہجہ کسی گہرے دکھ میں ڈوبا ہوا اور چہرے پر ویرانی ہی ویرانی تھی۔

''چل میری دھی اٹھ کر بیٹھ، ایسے لیٹی ہے میرے دل کو ہول اٹھ رہے ہیں۔۔۔'' اماں نے اُسے سہارا دے کر بیٹھایا۔ وہ چپ چاپ ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔

''لان کی سیر کو چلے گی میری دھی رانی۔۔۔؟؟؟'' اماں نے اُس کے ماتھے کا بوسہ لیا۔

''نہیں اماں، دل نہیں کر رہا۔۔۔'' وہ نہ جانے کیوں اس قدر بے زار تھی۔

''اچھا پھر میں اپنی دھی کو ٹی وی چلا دوں۔۔۔؟؟؟؟'' اماں کے منہ سے یہ غیر متوقع بات سن کر بھی سکینہ کو حیرت نہیں ہوئی۔

''رہنے دیں اماں، کیا دیکھنا ہے، وہ ہی روز کے ایک جیسے سیاپے۔۔۔'' وہ جیسے نیند میں بولی اور اُس کے جواب پر اماں کو یقین ہو گیا کہ وہ ٹھیک نہیں ہے۔ ورنہ ٹی وی کی تو وہ حد درجہ شوقین تھی۔ خبریں، حالات حاضرہ اور سبھی ڈراموں کی کہانیاں اُسے ازبر تھیں۔

''میں اپنی دھی کو باہر سے تازہ اخبار لا دوں۔۔۔'' جمیلہ مائی کو اس کی خاموشی اور بے زاری کسی پن کی طرح چبھ رہی تھی۔

''نہیں اماں۔۔۔'' وہ ہلکا سا جھنجھلا گئی۔

''کیا کوئی درد یا تکلیف تو نہیں ہو رہی میری چندا کو۔۔۔'' جمیلہ مائی کو ابھی ابھی ایک خیال آیا۔

''اماں مجھے یہ چندا، وندا نہ کہا کر، بھلا اتنا کالا کلوٹا بھی چاند ہوتا ہے بھلا۔۔۔'' اُس کے چڑ کر بولنے پر اماں مسکرا دی۔ اُس کے وجود میں گہرا اطمینان اترتا گیا۔

''اب ایسے مشکوک انداز میں کیوں دیکھ دیکھ کر ہنس رہی ہے۔۔۔'' سکینہ کی جھنجھلاہٹ میں کوفت بھی شامل ہوئی۔

''بس تو میری دھی بے شک ایسے ہی لڑتی رہا کر مجھ سے، لیکن ایسے چپ کر کے نہ لیٹا کر میرے دل میں ہول اٹھتے ہیں۔۔۔'' اماں کی سادہ سی بات پر سکینہ کو ایک دم ہی غصہ آیا۔

''تو بھی اماں، بہت ہی عجیب ہے، لڑتی ہوں تو تب بھی تجھے غصہ آتا ہے اور چپ کر کے لیٹ جاؤں تو تب بھی سکون نہیں۔۔۔'' وہ اب بُرا سا منہ بنا کر لیٹ گئی۔ بازو کی پشت سے اُس نے آنکھوں کو ڈھانپ لیا۔ اُسے نہ جانے کیوں پچھلے ایک ہفتے سے خوامخواہ ہی بے زاری ہو رہی تھی۔

''اے سکینہ یہ وڈے ڈاکٹر صیب کیا باہر کے ملک گئے ہیں۔۔۔؟؟؟؟'' جمیلہ مائی نے اس کا پسندیدہ موضوع چھیڑا تو اُس نے فوراً آنکھوں سے بازو ہٹا کر اماں کو دیکھا جو اپنا کروشیہ سنبھال کر بیٹھ گئی تھی۔

''کون سے وڈے ڈاکٹر، یہاں تو سارے ہی وڈے بنے پھرتے ہیں۔۔۔'' سکینہ نے انجان بن کر پوچھا۔

''او میری جھلی دھی رانی میں ڈاکٹر خاور کی بات کر رہی ہوں۔۔۔'' اماں کا انداز انتہائی پرسکون تھا سکینہ کو جمیلہ مائی پر رشک آیا وہ بڑی سے بڑی بات بھی بہت سکون سے کر جاتی۔

''مجھے کیا پتا اماں۔۔۔'' اُس نے بیزاری سے ناک پر سے مکھی اڑائی۔ ''میں کون سا ان کی سیکرٹری لگی ہوئی ہوں۔۔۔''

''لے تجھے کیا ہوا، تو کیوں اوکھی ہو رہی ہے۔۔۔'' جمیلہ مائی اس کی ناراضگی کو سمجھنے سے قاصر تھی۔

''تو بھی تو الٹے سیدھے سوال کر رہی ہے، اب مجھے کیا پتا ڈاکٹر صاحب کہاں گئے۔ خود تو سارا دن ہسپتال میں سیریں کرتی ہے، کسی سے پوچھ لینا تھا۔'' سکینہ نے ایک دفعہ پھر بازو اپنی آنکھوں پر رکھ لیا۔ ڈاکٹر خاور کی غیر موجودگی نے اُس کے دل کا سارا سکون غارت کر رکھا تھا۔ دل و دماغ عجیب سی بغاوت پر اترے ہوئے تھے۔ ہر چیز کاٹ کھانے کو دوڑ رہی تھی۔

''تجھ سے تو بات کرنا ہی عذاب ہے، ایویں گلے پڑ رہی ہے۔۔۔'' جمیلہ مائی کی بڑبڑاہٹ سکینہ کی سماعتوں تک پہنچی تھی لیکن اُس نے کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ اُس کی مسلسل خاموشی سے تنگ آ کر جمیلہ مائی کروشیہ اور دھاگا رکھ کر کمرے سے نکل گئی۔ اُس کا ارادہ ریسپشن پر بیٹھی نرسوں کے ساتھ گپ شپ لگانے کا تھا۔

''سکینہ۔۔۔'' ہلکا سا ناک کرنے کے بعد دروازہ کھلا اور ڈاکٹر خاور نے دھیرے سے اُس کا نام لیا تو سکینہ ایسے لگا جیسے اُس کی سماعتیں اُسے دھوکا دے رہی ہوں۔

''سکینہ، کیا آپ سو رہی ہیں۔۔۔'' وہ اب بالکل اُس کے سرہانے آ کر بولے تو اُس نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھولیں وہ اب بے یقینی سے اپنے سامنے تھکے تھکے سے ڈاکٹر خاور کو دیکھ رہی تھی۔ جو آج کافی دن کے بعد اُس کے کمرے میں آئے تھے۔

''کیسی طبیعت ہے آپ کی۔۔۔'' انہوں نے سنجیدگی سے اُس کی فائل اٹھائی اور غور سے دیکھنے لگے۔

''میں تو ٹھیک ہوں، لیکن آپ کہاں چلے گئے تھے۔۔۔؟؟؟؟'' سکینہ کے منہ سے بے ساختہ پھسلا تو ایک پھیکی سی مسکراہٹ ان کے لبوں پر نمودار ہوئی۔

''اپنا تو یہ ہی حال ہے جو کوئے یار سے نکلے تو سوئے دار چلے۔۔۔'' انہوں نے صاف ٹالا۔ وہ اب سکینہ سے اس کی ادویات کے بارے میں دریافت کر رہے تھے۔

''ڈاکٹر صاحب، آپ پریشان ہیں ناں۔۔۔؟؟؟؟'' سکینہ کی بات نے ڈاکٹر خاور کو کچھ لمحوں کے لیے تعجب میں مبتلا کیا ''آپ کو کس نے کہا۔۔۔؟؟؟؟''

''ہر بات کہنے والی تھوڑی ہوتی ہے۔۔۔'' وہ رنجیدہ سے انداز سے مسکرائی۔ ''جن لوگوں سے ہمارا رشتہ دل کا ہو۔ان کے ساتھ ہمارا تعلق وجدان کا ہوتا ہے۔ان کی پریشانی کی خبروں پر دل کو بے چینی کے پرلگ جاتے ہیں۔اُن کے سب دکھ سکھ وحی کی طرح ہمارے دلوں پر اترتے ہیں۔''

''واہ، سکینہ آپ تو فلاسفر ہوگئیں ہیں۔۔۔'' وہ کرسی گھسیٹ کر اُس کے پاس بیٹھ گئے۔''اماں کہاں ہیں۔۔۔؟؟؟؟'' انہوں نے دائیں بائیں دیکھا تو وہ مسکرادی۔

''اماں اس وقت راؤنڈ پر نکلیں ہیں، آج کل انہوں نے آپ کی ڈیوٹی سنبھال لی ہے۔۔۔'' سکینہ کہنیوں کے بل اٹھتے ہوئے بولی۔اُس کی شرارت پر وہ مسکرادیے۔

''بس کچھ زندگی کے معاملات میں بُری طرح الجھا ہوا تھا۔۔۔'' انہوں نے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

''جب تک انسان کا سانس کی ڈور کے ساتھ رشتہ قائم ہے، یہ معاملات تو ایسے ہی چلتے رہیں گے۔۔'' ڈاکٹر خاور کو سکینہ آج پہلے سے زیادہ سمجھدار لگی۔

''ڈاکٹر صاحب کبھی محبت کی ہے آپ نے۔۔۔؟؟؟؟'' سکینہ کے سوال سے زیادہ وہ اُس کی جرائت پر چونکے۔

''کیوں۔۔۔؟؟؟؟'' ان کی آنکھوں میں استعجاب کی لہر دوڑی۔

''جب شہر محبت کی ہوا لگتی ہے تو انسان ایسے ہی شروع میں کچھ دن پریشان رہتا ہے۔اُس کے بعد جب دل کو نئے موسم راس آنے لگتے ہیں تو پھر زندگی میں کافی سکون ہو جاتا ہے۔'' سکینہ کی بات نے انہیں جی بھر کر حیران کیا۔

''اچھا تو آپ کا کیا خیال ہے کہ مجھے شہر محبت کی ہوا لگ گئی ہے۔۔۔؟؟؟؟'' انہوں نے دلچسپی سے اپنے سامنے بیٹھی عام سی لڑکی کو دیکھا۔جو کئی دفعہ انہیں چونکا جاتی تھی۔

''میں کیا کہہ سکتی ہوں۔۔۔'' وہ تذبذب کا شکار ہوئی۔''ایسے معاملات میں باہر کے لوگوں کی نظریں بہت تیز ہوتی ہیں۔بعض دفعہ خود انسان کو اس چیز کا ادراک بھی دوسروں سے ہی ہوتا ہے۔سکینہ نے انہیں مزید حیران کیا۔

''نہیں خیر ایسی تو کوئی بات نہیں۔۔۔'' انہوں نے لاپرواہی سے اُسے تسلی دی۔

''یہ آپ مجھے ''بتا'' رہے ہیں یا خود کو ''سمجھا'' رہے ہیں۔۔۔'' سکینہ کے ذو معنی انداز پر وہ گھبرا کر کھڑے ہوئے۔انہیں پہلی دفعہ لگا کہ ان کے سامنے بیٹی لڑکی نے اپنی آنکھوں میں ایکسرے مشین فٹ کروالی ہے۔

''سکینہ آپ نے میری غیر موجودگی میں بڑی بڑی باتیں کرنا کہاں سے سیکھ لیں۔۔۔'' انہوں نے فوراً موضوع بدلا۔

''آپ کی غیر موجودگی میں کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی تھا۔۔'' اُس کا لہجہ افسردگی میں ڈوبا ہوا تھا۔''انسانی چہرے مجھے دلچسپ لگے۔اس لیے انہیں پڑھنے کی کوشش کر رہی ہوں۔۔۔''

''انسانی چہرے پڑھنا آسان کام نہیں، وہ ہی تو اصل میں دھوکا دیتے ہیں۔۔'' انہوں نے واپسی کے لیے قدم بڑھائے۔

''ڈاکٹر صاحب ایک منٹ۔۔۔'' اُس نے ان کو جانے سے روکا۔'' آپ کیلیے میں نے ایک کتاب منگوائی تھی۔۔۔'' سکینہ نے عجلت میں کہا۔

''میرے لیے۔۔۔'' وہ بڑی خوشگوار حیرت کے ساتھ کھڑے ہوئے۔'' وہ کیوں۔۔۔؟؟؟''

''آپ بھی تو میرے لیے کئی گفٹس لاتے ہیں، میں نے تو آپ سے کبھی نہیں پوچھا'' اُس کے شکوے پر وہ مسکراتے ہوئے مستنصر حسین تارڑ کی کتاب کا بیک سرورق دیکھنے لگے۔

''پیار کا پہلا شہر۔۔۔'' کتاب کا نام پڑھتے ہی انہیں جھٹکا لگا۔

''یہ میرے لیے ہے کیا۔۔۔؟؟؟؟'' انہوں نے بے یقینی سے سکینہ کو دیکھا۔ جس کی آنکھوں میں محبت کا ایک جہاں آباد تھا۔

''جی آپ کے لیے۔۔۔'' وہ مسکرائی۔

''لیکن یہی ناول کیوں۔۔۔؟؟؟؟'' ڈاکٹر خاور کی آنکھوں میں الجھن تیرنے لگی۔

''مجھے اس ناول کی ہیروئن ''پاسکل'' میں اپنی جھلک نظر آتی ہے۔۔۔'' وہ کچھ نہ کہتے ہوئے بھی بہت کچھ کہہ گئی۔

''لیکن پاسکل کی قسمت میں تو نارسائی لکھی گئی تھی۔۔۔'' انہوں نے انتہائی سنجیدہ انداز میں یاد دلایا۔ وہ یہ ناول پہلے بھی پڑھ چکے تھے۔

''تو کیا ہوا۔۔۔'' وہ استہزائیہ انداز میں مسکرائی تو ڈاکٹر خاور نے سوالیہ نگاہوں سے اُسے دیکھا۔

''مجھے معلوم ہے ہم جیسے لوگوں کی قسمت میں اللہ ''نارسائی'' کا دکھ ان مٹ روشنائی سے لکھ دیتا ہے۔ کوئی دوا، کوئی دعا، کوئی تدبیر بھی اسے نہیں بدل سکتی۔۔۔'' سکینہ کے لہجے میں قنوطیت تھی۔ وہ بہت عجیب انداز سے مسکرا رہی تھی۔ ڈاکٹر خاور کو اس کی مسکراہٹ سے پہلی دفعہ خوف محسوس ہوا۔ اس لیے وہ بڑی تیزی سے کمرے سے نکل گئے۔

☆ ☆ ☆

ثنائیلہ سخت حیرت، بے یقینی اور تعجب سے سفید ٹاملوں اور آتشی بوگن ویلیا کی بیلوں سے ڈھکا آرٹسٹک انداز میں بنا بنگلہ دیکھ رہی تھی۔ اس وسیع و عریض بنگلے کے سیاہ گیٹ پر لگی تختی پر لکھا نام اور عہدہ پڑھ کر اُسے دھچکا لگا۔ وہ اندر داخل ہونے سے پہلے ہی سخت مرعوب ہو چکی تھی۔ گیٹ پر اُس کی آمد کی اطلاع تھی اس لیے اُسے فوراً ہی اندر پہنچا دیا گیا۔ وسیع پورٹیکو میں ایک لائن میں تین گاڑیاں کھڑی تھیں۔ دائیں جانب لش گرین لان میں ایک موروں کا جوڑا اٹھکیلیاں کر رہا تھا۔ وہ انہیں دیکھ کر وہ مبہوت ہوئی۔

''زبردست۔۔۔!!!!'' اُس نے دل ہی دل میں انہیں سراہا۔ اچانک اس کی نگاہ لان میں بوگن ویلیا کی بیل کے پاس بیٹھے موحد پر پڑی۔ جو دلچسپی سے اُسے اندر آتے دیکھ رہا تھا۔

''آئیں ناں ثنائیلہ۔۔۔!!! آپ رُک کیوں گئیں۔۔۔؟؟؟؟'' موحد نے بڑی خوشدلی سے استقبال کیا۔ پچھلے تین دن سے اُس کو فلو اور ہلکا بخار تھا۔ اُس نے ثنائیلہ سے ذکر کیا تو اُس نے عیادت کی فرمائش کر دی، جسے وہ ٹال نہیں سکا۔ دونوں میں بہت اچھی انڈر اسٹینڈنگ پیدا ہو چکی تھی۔

''آپ کی ماما گھر نہیں ہے ناں۔۔۔؟؟؟؟'' ثنائیلہ نے کئی کینال پر مشتمل اس گھر کو توصیفی نظروں سے دیکھا اور اُس کے لہجے میں چھپا خوف محسوس کر کے موحد ہنس دیا۔

''ماما تو اندر ہیں۔۔۔'' اُس نے جان بوجھ کر چھیڑا۔ ثنائیلہ گھبرا کر لان چیئر سے فوراً کھڑی ہو گئی۔

''کیا ہو گیا ہے ثنائیلہ۔۔۔'' اُس کی اڑتی رنگت دیکھ کر وہ شوخ ہوا۔'' آپ کا تو چڑیا کی طرح نازک دل ہے۔۔۔''

''آپ نے تو کہا تھا کہ ماما اور سسٹر ناران گئی ہوئیں ہیں۔۔۔'' ثنائیلہ نے سخت شکایتی نظروں سے اُسے دیکھا۔

''ارے بابا، وہ واقعی ناران گئی ہوئی تھیں۔'' موحد نے مسکرا کر کہا۔'' لیکن رات ان کی واپسی ہو گئی تھی اور صبح وہ لوگ بابا کے ساتھ کھاریاں گئے ہیں کوئی ملٹری کا فنکشن ہے۔'' موحد کی اطلاع پر ثنائیلہ نے سکون کا سانس لیا اور دوبارا سے لان چیئر پر بیٹھ گئی۔

''یہ پھولوں کا گلدستہ شاید میم آپ میرے لیے لائی تھیں۔۔۔'' موحد کے شرارت بھرے انداز پر وہ سپٹا گئی۔

''آئی ایم سوری۔۔۔'' اُس نے ماتھے پر نمودار ہونے والی ننھی بوندوں کو ٹشو سے صاف کرتے ہوئے بکے اُس کی جانب بڑھایا جو وہ اپنی گود میں رکھ کر بیٹھی ہوئی تھی۔

''اب کیسی طبعیت ہے آپ کی۔۔۔؟؟؟؟'' اُس کو عیادت کی رسم نبھانے کا بھی خیال آیا۔

''اب تو بالکل ٹھیک ہو گیا ہوں۔۔۔'' اُس کی معنی خیز نگاہیں ثنائیلہ کے ہاتھ پیر پھلا رہی تھیں۔

''آپ اپنی کہانیوں میں رومینٹک ڈائیلاگ لکھتی ہیں۔۔۔'' موحد کے سنجیدہ سے سوال نے اُسے مذید بوکھلا دیا۔'' کیا مطلب۔۔۔'' ؟؟؟؟

''مطلب یہ کہ ابھی تو میں نے کچھ کہا ہی نہیں اور محترمہ بالکل اسٹابری کی طرح سرخ ہو گئی ہیں تو جب وہ خود لکھتی ہوں گی تو تب کیا حالت ہو گی۔۔۔'' موحد کو اپنے سامنے بیٹھی یہ سادہ سی لڑکی نہ جانے کیوں اچھی لگنے لگی تھی۔

''لفظ لکھنا اور چیز جب کہ ان کو برتنا ایک اور مرحلہ ہوتا ہے۔۔۔'' ثنائیلہ نے پر اعتماد نظر آنے کی کوشش کی۔

''کون سی چیز زیادہ آسان ہے، لکھنا یا ان کا تجربہ کرنا۔۔۔'' وہ دلچسپی سے بولا۔

''تھیوری سے زیادہ پریکٹیکل ہمیشہ مشکل ہوتا ہے۔۔۔'' ثنائیلہ کے بے ساختہ جملے پر وہ قہقہ لگا کر ہنسا۔ جب کہ ثنائیلہ خفت زدہ انداز سے موروں کے جوڑے کو دیکھنے لگی جو پورے لان میں اٹھکیلیاں کر رہے تھے۔

''یہ میرے بابا کو چولستان میں رہنے والے ایک ملازم نے گفٹ کیے تھے۔۔۔'' موحد نے اُس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھتے ہوئے اطلاع دی۔

''یہ کب سے ہیں آپ کے گھر۔۔۔؟؟؟؟'' ثنائیلہ نے تجسس سے پوچھا۔

''پچھلے دو سال سے یہ ہمارے گھر کا حصہ ہیں، لیکن مجھے آج انکی خوش قسمتی کا یقین آ گیا ہے۔'' موحد کے ذومعنی انداز پر اس نے چونک کر دیکھا۔

''آپ جب سے یہاں ہیں اُس وقت سے انہی پر نظر کرم کر کے بیٹھی ہیں اس لیے مجھے لگا کہ مجھ سے زیادہ تو یہ لگی ہیں۔'' موحد کی بات پر وہ بے ساختہ جھینپ سی گئی۔ اُس کے گال تپ گئے اور وہ پلکیں جھپک جھپک کر سامنے بیٹھے شخص کو دیکھنے لگی۔ جس کا بدلا ہوا روپ اُس کے ہاتھ پیر پھلا رہا تھا۔

''ثنا ئیلہ، ایک بات کہوں۔۔۔؟؟؟؟'' اُس کے لہجے کی حدت سے ثنا ئیلہ کا دل پگھلا۔

''ابھی بھی وقت ہے، سوچ لیں کہ میرے جیسا شخص زندگی کی دوڑ میں آپ کے ساتھ کیسے چلے گا۔۔۔؟؟؟'' ثنا ئیلہ نے ایک دم نگاہ اٹھا کر اُس کی جانب دیکھا۔ موحد کی آنکھوں میں بے بسی کے سارے رنگ تھے۔

''محبت اگر، سوچ سمجھ کر اور نفع و نقصان دیکھ کر کی جائے تو وہ محبت نہیں ایگری منٹ ہوتا ہے اور مجھے زندگی میں ایگری منٹ کبھی بھی اچھے نہیں لگتے۔۔۔'' وہ بڑے پر اعتماد انداز سے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مدید گویا ہوئی۔

''اس چیز کی کیا گارنٹی ہے کہ میں جو دونوں پاؤں زمین پر رکھے آپ کے سامنے موجود ہوں۔ آنے والے وقتوں میں یہ زمیں بھی میرے قدموں کے نیچے رہے گی یا نہیں۔'' وہ اس کی بات پر لاجواب ہوا۔

''مجھے ہمیشہ اس چیز پر فخر رہے گا کہ آپ کے جسم کا ایک حصہ اپنے فرائض کی انجام دہی کے نتیجے میں ضائع ہوا۔ یہ عزت اور یہ مقام ہر شخص کے حصے میں تھوڑا آتا ہے۔ اللہ ایسے کاموں کے لیے اپنے خاص بندوں کا انتخاب کرتا ہے۔۔'' ثنا ئیلہ کے لفظ موحد کے جسم میں ایک نئی توانائی کا خوبصورت اور توانا احساس بھر رہے تھے۔

''ایک بات تو بتائیں۔۔۔'' وہ تھوڑی سی ہچکچاہٹ کا شکار ہوئی۔ موحد نے سر اٹھا کر اُس عام سی نظر آنے والی خاص لڑکی کو دیکھا۔

''میں تو عام سی شکل و صورت کی لڑکی ہوں۔ آپ کو مجھ میں کیا خاص نظر آ گیا۔۔۔'' ثنا ئیلہ کے لبوں پر وہ سوال آ ہی گیا جو وہ کافی دنوں سے کرنا چاہ رہی تھی۔

''آپ کی اپنے فرضی کردار سے محبت اور لگن، جس کے نتیجے میں، میں آپ کے سامنے ہوں۔۔۔'' موحد نے مسکرا کر کہا۔ ''آپ مجھے بہت حیران کن لگیں، آپ کے جذبے میں سچائی تھی اور جب جذبوں میں سچائی ہو اور کچھ کر گذرنے کی دھن ہو تو منزلیں خود بخود سامنے آ جاتی ہیں۔۔۔''

''ایک اور بات پوچھوں۔۔۔؟؟؟؟'' ثنا ئیلہ کے چہرے پر گہری سوچ کا تاثر ابھرا موحد نے فوراً اثبات میں سر ہلایا۔ ''اگر زندگی میں آپ کے ساتھ یہ حادثہ نہ ہوا ہوتا، اور آپ اپنے قدموں پر کھڑے ہوتے تو کیا تب بھی مجھ جیسی عام سی لڑکی کے جذبوں کی پذیرائی کرتے۔۔۔''

''کیا مطلب۔۔۔؟؟؟؟'' وہ بُری طرح چونکا۔

''دیکھیں ناں، آپ کے اسٹیٹس اور میرے اسٹیٹس میں زمیں و آسمان کا فرق ہے۔ آپ کی وجاہت اور متاثر کن شخصیت کو دیکھ کر ابھی بھی لڑکیاں مڑ مڑ کر دیکھتی ہیں۔ آپ کے پاس وہ سب کچھ ہے جو میرے پاس نہیں۔ ایسے میں کیا تب بھی آپ کی زندگی میں میری کوئی گنجائش نکلتی۔۔۔'' اُس نے انتہائی سفاک سوال بڑے سادہ لہجے میں پوچھا۔ موحد نے ایک لمبا سانس لیا۔

''میں اس حادثے سے پہلے قسمت پر یقین نہیں رکھتا تھا لیکن اس کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ اللہ کی پلاننگ میں جو چیزیں شامل ہوں، وہ ہو کر رہتی ہیں۔ آپ کو میری زندگی میں آنا ہی تھا۔ یہ کیسے ہوتا؟ یہ اللہ بہتر جانتا ہے چاہے یہ حادثہ ہوتا یا نہ ہوتا۔ آپ کی جگہ میرا گھر اور میرا دل ہی تھا۔۔۔'' موحد میں بڑی مثبت تبدیلی آئی تھی۔ وہ مسکراتے ہوئے اُسے دیکھ رہا تھا جواب کھلکھلا کر ہنس رہی تھی۔

☆ ☆ ☆

عائشہ نے کوئی آٹھویں بار اپنی رسٹ واچ میں وقت دیکھا تھا۔ اُس کی نگاہیں پارک کے داخلی گیٹ کی جانب تھیں جہاں سے رامس نے آنا تھا۔ گذشتہ رات اُس نے بڑے پژمردہ خیالات کے ساتھ بسر کی۔ دل کے ساتھ ویسے ہی اُس کی ٹھنی ہوئی تھی۔ ساری رات وہ اپنے بیڈروم سے اسٹوڈیو کے چکر لگاتے ہوئے گذار دیتی۔ دل کو کسی بھی لمحے سکون حاصل نہیں تھا۔ ہر وقت یہی سوچ دل و دماغ کا احاطہ کیے رکھتی کہ اُس شخص نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا۔

''اُس کو پوری دنیا میں افیئر چلانے کے لیے کیا میں ہی ملی تھی۔۔۔؟؟؟؟؟'' یہ سوچ اُسے بُری طرح جھنجھلا کر رکھ دیتی۔ انہی پریشان کن سوچوں کی وجہ سے اُس نے کئی تصاویر اپنی خراب کیں۔ کئی کینوس اٹھا کر اسٹور میں پھینکے۔

''شکل سے تو وہ بالکل بھی ایسا نہیں لگتا تھا۔۔۔'' دل ہر وقت یہی دہائی دیتا رہتا۔

''شکلیں ہی تو دھوکا دیتی ہیں۔ یہ لوگوں کی فنکاری ہی تو ہوتی ہے کہ وہ ایک چہرے پر کئی چہرے سجا لیتے ہیں۔۔۔'' دماغ بڑی مکاری سی مسکراہٹ کے ساتھ یاد دلاتا۔ وہ اپنی گاڑی کے ساتھ ٹیک لگائے شام کی واک کے لیے آنے والے لوگوں کو بےزاری سے دیکھ رہی تھی۔ دماغ میں مختلف سوچوں نے اودھم مچا رکھا تھا۔ وقت جیسے جیسے گذر رہا تھا عائشہ کے دل کی دھڑکنیں بے ترتیب ہوتی جا رہی تھیں۔

''کہیں اُس بے وقوف نے خودکشی تو نہیں کر لی، پہلے بھی یہ کارنامہ سرانجام دے چکا ہے۔۔۔'' عائشہ کا دھیان اب رامس کی جانب ہوا۔

''ماہم کمینی کے مسئلے ہی ختم نہیں ہوتے، پتا نہیں آجکل کن چکروں میں ہے، جو محترمہ کی مصروفیت ہی ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی۔'' عائشہ کو ایک دم ہی ماہم پر غصہ آنے لگا۔

''انسانیت نام کی کوئی چیز نہیں ہے اس میں، سائیکلوجی پڑھ پڑھ کر خود بھی سائیکک ہو گئی ہے۔۔۔'' ماہم نے آگے بڑھ کر شہتوت کے درخت سے ایک نرم سی ٹہنی توڑی۔ وہ اب ماہم کو دل ہی دل میں کوستے ہوئے گیٹ کی طرف دیکھ رہی تھی۔

''میری بلا سے، بھاڑ میں جائے رامس، میں خوامخواہ اس کے لیے اپ سیٹ ہو رہی ہوں۔۔۔'' اُس نے اب اپنی کلاس خود لی۔ رسٹ واچ پر ٹائم دیکھا۔ اُسے وہاں کھڑے ہوئے پورے چالیس منٹ ہو چکے تھے۔

''اُس کو کال کر کے پوچھ لیتی ہوں کہ کہاں رہ گیا ہے وہ۔۔۔'' ایک عقلمندانہ نکتہ اُسے بڑی دیر بعد سوجھ ہی گیا۔ اُس نے گاڑی کی فرنٹ سیٹ سے اپنا بیگ نکالا۔

''ہیلو۔۔۔'' وہ بالکل اُس کے پیچھے سے آ کر بولا تو عائشہ اچھل کر رہ گئی۔ اُس نے فق چہرے سے اپنے پیچھے بلیک جینز پر فیروزی ٹی

شرٹ میں بالکل فریش رامس کو دیکھا۔ اُسے کئی لمحوں تک یقین ہی نہیں آیا۔

''آپ زندہ ہیں۔۔۔؟؟؟؟'' عائشہ کے طنزیہ انداز پر وہ قہقہ لگا کر ہنسا اور ہنستا ہی چلا گیا۔'' مجھے ایک سو ایک فیصد یقین تھا کہ آپ یہی سوچ رہیں ہوں گی کہ میں نے شاید سوسائیڈ (خودکشی) کر لی ہے۔۔۔''

''خیر ایسی بھی کوئی بات نہیں۔۔۔'' وہ صاف مکر گئی۔ اُسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ اتنا تروتازہ اور فریش بھی لگ سکتا ہے۔

''کیا دیکھ رہی ہیں، کہ میں اتنا نہا دھو کر دل لگا کر شیو کر کے کیسے آ گیا۔۔۔؟؟؟؟'' اُس نے بڑی سرعت سے عائشہ کے ذہن میں ابھرتی سوچوں کو پڑھا۔

''یہ سب میں نے آپ کے لیے کیا ہے۔ اس لیے تو لیٹ ہو گیا۔۔۔'' وہ گاڑی سے ٹیک لگائے بڑے مزے سے بتا رہا تھا۔'' کل میرے مجنوں والے حلیے کو دیکھ کر آپ پریشان ہو گئیں تھیں ناں تو میں نے سوچا کہ جو لوگ آپ کے لیے اپ سیٹ ہوتے ہوں ان کو مذید پریشان کرنا کہاں کی انسانیت ہے۔۔۔'' وہ بھی سامنے درخت سے ایک لمبی ساری ٹہنی توڑ لایا تھا۔ جب کہ عائشہ حیرانگی سے اُس پُر اعتماد نوجوان کو دیکھ رہی تھی جو کبھی ماہم کی کلینک میں علاج کے لیے آیا کرتا تھا۔

''میں نے ساری رات اس بات کا سوگ منایا۔ تکیے میں منہ دے کر بالکل بچوں کی طرح آخری بار رویا۔ اُس کے بعد صبح ناشتہ کر کے اپنی محبت پر خوب ہنسا۔۔۔'' وہ زمین پر لکیریں کھینچتے ہوئے بڑے دلچسپ انداز سے اپنا کارنامہ سنا رہا تھا۔

''اچھا، میں تو کل ڈر گئی تھی۔۔۔'' عائشہ نے صاف گوئی سے کہا۔

''آپ نے سوچا ہو گا کہ جذباتی سا بندہ ہے کہیں خود کو کوئی نقصان نہ پہنچا لے۔۔۔'' اُس کا اندازہ سو فیصد درست تھا۔

''میں شاید ایسا بھی کر گذرتا۔۔۔'' وہ لاپرواہی سے بولا'' اگر آپ نے مجھے اپنے بھائی موحد کا نہ بتایا ہوتا۔۔'' عائشہ اس کی بات پر اُلجھ گئی۔

''میں نے سوچا کہ جب موحد جیسا بندہ، جس نے ایک عظیم مقصد کی بناء پر اپنے جسم کا ایک حصّہ کھو دیا۔ جب اُس نے اُس جیسے شخص کی قدر نہیں کی تو میں اُس کے سامنے کس کھیت کی مولی ہوں۔۔۔'' وہ استہزائیہ انداز میں ہنسا۔

''پھر اُس نے جس معمولی بات کو وجہ بنا کر مجھے مسترد کیا، میں تو ششدر رہ گیا۔۔۔'' وہ ہاتھ میں پکڑی ٹہنی زمین پر آہستہ آہستہ مارتے ہوئے رنجیدہ لہجے میں مذید بولا۔'' مجھے وہ اچھی لگتی تھی لیکن اپنی شکل وصورت کی بناء پر نہیں، اپنے پروفیشن کی وجہ سے۔۔۔'' اُس کی بات پر عائشہ بُری طرح چونکی۔

''میرا خیال تھا کہ اُسے انسانیت سے محبت ہے۔ وہ مسیحائی کے پیشے سے وابستہ ہے۔ اس لیے میری زندگی میں آنے والے سارے خلاء پُر کر دے گی، لیکن۔۔۔'' وہ دھیمے لہجے میں بولتے بولتے چپ کر گیا۔

''بس ہر انسان اپنے لیے بہتر سوچ سکتا ہے، ہم کیا کہہ سکتے ہیں۔۔۔'' عائشہ کو کچھ لمحوں کے لیے اپنا غم بالکل بھول گیا۔

''مجھے کئی دفعہ اس کی چیزیں عجیب تو لگتی تھیں لیکن میں جان بوجھ کر نظر انداز کر دیتا تھا، لیکن مجھے اب پتا چلا کہ انسان اپنی ان چھوٹی چھوٹی

چیزوں سے بہت جلد پہچانا جاتا ہے جو وہ روانی میں کر رہا ہوتا ہے۔۔۔'' رامس نے پہلی دفعہ کھل کر اعتراف کیا۔

''خیر چھوڑیں، آپ میرے لیے کون سی پینٹنگ لائی ہیں۔۔۔'' رامس نے جان بوجھ کر گفتگو کا رخ بدلا تو عائشہ بھی کندھے جھٹک کر گاڑی کی ڈگی کی طرف بڑھی۔

''واؤ۔۔۔ بیوٹی فل۔۔۔'' رامس توصیفی نگاہوں سے اُس خوبصورت پینٹنگ کو دیکھ رہا تھا۔

'' پہاڑوں کے درمیان بل کھاتا ایک خوبصورت راستہ تھا۔ جو تاحدِ نگاہ صاف شفاف اور روشن دیکھائی دے رہا تھا۔ جب کہ پہاڑ سرخ، زرد اور سبز رنگوں کے پھولوں سے اس طرح لدے ہوئے تھے کہ کوئی بھی حصّہ خالی نظر نہیں آ رہا تھا۔''

''آپ کا تخیل بہت خوبصورت ہے۔۔۔'' رامس نے کھلے دل سے سراہا تو وہ مسکرا دی۔

''میرا خیال تھا کہ آپ میرے لیے ایسی پینٹنگ بنا کر لائیں گی جس میں ایک لمبی ریلوے لائن پر ایک نوجوان اپنا سر جھکائے مایوس اور پریشان کن حالت میں بیٹھا ہوگا۔ اس سے کچھ فاصلے پر ایک خوبصورت لڑکی اس کو چھوڑ کر ہمیشہ کے لیے جا رہی ہوگی۔۔۔'' وہ رامس کی بات پر بے ساختہ ہنس پڑی۔

''ہرگز نہیں، میں ایسا کر ہی نہیں سکتی۔۔۔'' عائشہ نے فوراً تردید کی۔ ''مجھے اگر رنگوں سے کچھ شدھ بدھ ہے تو میری کوشش ہوتی ہے کہ میری پینٹنگ سے کسی دوسرے بندے کو مثبت تحریک ملے۔ مجھے مایوسی اور ناکامی کا کوئی بھی رنگ اچھا نہیں لگتا۔۔'' وہ بہت سلجھے ہوئے انداز سے اپنا موقف بتا رہی تھی۔

''آپ بہت اچھی لڑکی ہیں۔۔۔'' رامس نے بڑے دل سے کہا۔ ''وہ شخص بہت خوش قسمت ہوگا، جو زندگی کے سفر میں آپ کا شریک ہوگا۔۔۔'' اُس کی بات پر عائشہ کو جھٹکا لگا اور لاشعوری طور پر دل کے کئی ٹانکے ادھڑتے چلے گئے۔ ایک دفعہ پھر دھیان کا دریا اُسی شخص کی سمت میں بہنے لگا۔ جس نے دوبارا اُس سے رابطہ کرنے کی بھی زحمت نہیں کی تھی۔

''کیا ہوا، آپ اداس کیوں ہوگئیں۔۔۔'' وہ غضب کا چہرہ شناس تھا۔ اُس کے چہرے کے نقوش میں ویسی ہی نرمی جھلکتی تھی جو اس دشمن جان کے چہرے پر بجتی تھی۔

''ایسی تو کوئی بات نہیں، آپ سنائیں آپ کا بزنس کیسا چل رہا ہے۔۔۔'' عائشہ نے خود کو سنبھالتے ہوئے بات بدلی۔

''ابھی تو سب چیزوں کا آغاز تھا، لیکن آغاز میں ہی ایسا دھکا لگا ہے کہ ابھی تک جسم کی لرزش نہیں جا رہی۔۔۔'' وہ دانستہ خوشگوار لہجے میں کہہ کر ہنسا۔

''کوئی بات نہیں آغاز میں ملنے والی ناکامی بعض دفعہ کسی بڑی کامیابی کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔'' عائشہ نے اُسے ہمت دلائی۔ وہ اب اپنی گاڑی کے پاس کھڑے دس بارہ سالہ بچے سے شام کے سارے اخبار خرید رہی تھی۔ رامس نے بہت حیرانگی سے یہ منظر دیکھا۔

''آپ اتنے سارے غیر معروف نام کے اخبار لے کر کیا کریں گی۔۔۔؟؟؟'' رامس نے سخت تعجب سے اُسے اپنے بیگ سے پیسے

نکالتے ہوئے دیکھا۔ اُس نے بچے سے کوئی بقایا نہیں لیا تھا۔ رامس اب اُس بچے کے چہرے پر پھیلنے والی مسرّت کو دیکھ رہا تھا جو سبز رنگ کا ایک نوٹ دیکھ کر اُس کے چہرے پر ابھری تھی۔

''کچھ نہیں، بس اسٹور میں رکھ دوں گی۔۔۔'' عائشہ نے اُسے مزید حیران کیا۔ ''تو اتنے سارے اکھٹے لینے کی کیا ضرورت تھی۔۔۔؟؟؟'' رامس نے بے تابی سے پوچھا۔

''مجھے تو ضرورت نہیں تھی، لیکن اُس بچے کو ضرورت تھی کیونکہ اُس کے گھر کا چولہا انہی پیسوں سے چلتا تھا۔'' اُس کی بات پر رامس حیران ہو کر اس سادہ سی لڑکی کو دیکھنے لگا۔ جواب ایک بوڑھی خاتون سے گاڑی صاف کرنے والے کپڑے وافر مقدار میں خرید رہی تھی۔

''آپ کو اتنی زیادہ ہمدردی ہو رہی ہے تو آپ ان کی ویسے ہی مدد کر دیتیں، اتنا سامان خریدنے کی کیا ضرورت تھی۔'' وہ جیسے ہی فارغ ہوئی تو رامس نے اُسے جھٹ مشورہ دیا۔

''ہر شخص پیشہ ور بھکاری نہیں ہوتا، ہمیں اگر اللہ نے رزق کی فراوانی دی ہے تو اس کے ساتھ غریبوں کی عزت نفس کو مجروح کرنے کا پرمٹ تو نہیں دے دیا ناں۔۔۔'' وہ اُس کی بات پر کئی لمحے تک بول ہی نہیں پایا۔

''آپ ماہم سے بہت مختلف ہیں۔۔۔'' وہ اُس سے سخت متاثر ہو چکا تھا۔

''میں ماہم سے اتنی ہی مختلف ہوں جتنا ایک انسان، دوسرے انسان سے ہوتا ہے۔۔۔'' وہ اب رسٹ واچ پر ٹائم دیکھ رہی تھی۔ مغرب کی اذان کا وقت ہونے والا تھا۔

''کیا میں موحد سے ملنے کے لیے آپ کے گھر آ سکتا ہوں۔۔۔'' وہ اس کی اچانک فرمائش پر کچھ پریشان ہوئی۔ ''وہ کیوں۔۔۔؟؟؟''

''میں اُس سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ جب کوئی آپ کی ذات کی نفی کر دے۔ آپ کی پوری شخصیت کو مسترد کر دے تو اس دکھ سے نکلنے میں کتنا وقت لگتا ہے۔۔۔؟؟؟'' رامس کے سوال پر عائشہ کو لگا جیسے اُس کی قوت گویائی سلب ہو گئی ہو۔ اپنے سامنے کھڑا خوش باش اور فریش سا نوجوان ابھی بھی اُس غم سے باہر نہیں نکلا تھا وہ ایک دفعہ پھر بے سکون ہوئی۔

☆ ☆ ☆

''اماں تو میری کتابیں اور رسالے بوری میں کیوں ڈال رہی ہے۔۔۔'' ؟؟؟؟ سکینہ نے سامان کے ڈھیر پر پریشان حال بیٹھی جمیلہ مائی کو مخاطب کیا۔ جو اُس کی کتابوں کا ڈھیر سفید رنگ کی بوری میں ڈال رہی تھی۔ پورا کمرہ پھیلا ہوا تھا۔

''نی سکینہ ہور کیا کروں تیری کتابوں کا۔۔۔؟؟؟؟'' جمیلہ مائی نے اپنی الجھن کا اظہار کیا۔ ''اب عید پر اتنا سارا سامان ہم پنڈ تو نہیں لے کر جا سکتے ناں۔۔۔'' گھر جانے کے لیے پیکینگ کرتی جمیلہ مائی خاصی فکر مند تھی کیونکہ رمضان المبارک کا آخری عشرہ چل رہا تھا اور اللہ دتا، جاجی کو لے کر ہسپتال پہنچ گیا تھا تاکہ سکینہ اور اس کی ماں کو پنڈ لے جا سکے۔ اس وقت وہ کمرے کے ایک کونے میں جائے نماز بچھائے ظہر کی نماز پڑھنے میں مصروف تھا۔ جب کہ جاجی کو ریلوے اسٹیشن پر ٹکٹوں کی بکنگ کے لیے بھیجا ہوا تھا۔

''یہ کتابیں اسی کمرے میں چھوڑ جا، واپس بھی تو آنا ہے ناں۔۔۔'' سکینہ ہلکی سی جھنجھلاہٹ کا شکار ہوئی۔

''کیسے چھوڑ دوں، وہ ہیڈ نرس کہہ رہی تھی کہ سارا کمرہ خالی کر کے جانا۔۔۔'' جمیلہ مائی کی پریشانی سن کر سکینہ کا دل دھک کر کے رہ گیا۔

''اماں، کہیں ایسا تو نہیں ہوگا کہ ہم عید کر کے واپس آئیں تو ہسپتال والے یہ کمرہ کسی اور کو دے دیں۔۔۔'' سکینہ کے لہجے میں جھلکتا خوف جمیلہ مائی کو بھی فکر مند کر گیا۔

''اللہ خیر سکھ رکھے پتر، یہ کمرہ نہ سہی کوئی اور مل جائے گا۔۔۔'' جمیلہ مائی نے دلاسا دیا۔

''اماں میں یہ کمرہ کسی اور کو نہیں دوں گی۔ میری بہت یادیں اس سے وابستہ ہیں۔۔۔'' سکینہ کے لہجے میں بچگانہ سی ضد محسوس کر کے اللہ دتا مسکرایا۔ جائے نماز تہہ کر کے اُس نے اپنی دھی کے ماتھے پر ایک پھونک ماری۔

''پتر جو چیزیں، بندے کی قسمت میں ہوں ان کو کوئی بھی نہیں چھین سکتا۔۔۔'' اُس نے اپنی دھی کو تسلی دی اور بڑے مطمئن انداز سے جمیلہ مائی کو لوہے کے ٹرنک میں کپڑے تہہ کر کے رکھتے ہوئے دیکھنے لگا۔

''ابا، وڈے ڈاکٹر صیب سے بات کر کے جانا ناں، کہ ہمارا کمرہ کسی کو نہ دیں۔۔۔'' سکینہ کی فرمائش پر اللہ دتا مسکرا دیا۔

''پتری، وڈے ڈاکٹر صیب ویسے ہی ہمارا اتنا خیال رکھتے ہیں اور جو بھلا مانس ہمارا بغیر کہے مان رکھتا ہو۔ اُسے بار بار کہہ کر کیا شرمندہ کرنا'' اللہ دتا کے زندگی گذارنے کے اپنے اصول تھے۔ وہ ان پر مضبوطی سے کار آمد تھا۔ سکینہ کو ابے کی بات پر ہلکی سی شرمندگی ہوئی۔

''ڈاکٹر صاحب تو بیچارے خود بہت سیدھے سادھے اور اللہ لوک ہیں۔۔۔'' جمیلہ مائی نے بھی گفتگو میں حصہ لیا۔

''نی بھلیے لوکے۔۔۔ اک بات کن کھول کے سن لے۔۔۔'' اللہ دتا تھوڑا سا سنجیدہ ہوا۔ سکینہ اور جمیلہ مائی نے حیرت سے اُسے دیکھا۔

''یہ سیدھے اور اللہ لوگ بھی ہم جیسے عام لوگوں کے لیے امتحان ہوتے ہیں۔۔'' اللہ دتے کمہار نے بہت عجیب بات کی۔

''وہ کیوں ابا۔۔۔؟؟؟؟'' سکینہ جی بھر کر حیران ہوئی۔

''یہ سیدھے سادھے لوگ من کے سچے اور اللہ کے بہت پیارے ہوتے ہیں۔ جو خود تو اللہ سوہنے کی خوشنودی کے سارے امتحان آسانی سے پاس کر جاتے ہیں لیکن ان کی سادگی دوسروں کے لیے بڑا امتحان بن جاتی ہے۔ ناسمجھ اور خود کو ہوشیار سمجھنے والے لوگ ان کی سادگی کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں اللہ سائیں کی نظروں سے گر جاتے ہیں۔ اس لیے ایسے لوگوں سے محتاط ہو کر ملنا چاہیے۔'' اللہ دتے کی بات نے سکینہ کو سخت الجھن میں مبتلا کیا۔

''ابا، ایسے لوگ تو پھر امتحان نہیں بلکہ دوسروں کے لیے سزا ہوئے ناں۔۔'' سکینہ کا لہجہ اللہ دتے کو اچھا نہیں لگا۔

''ناں پتر ناں، اللہ کے پیاروں کے لیے ایسے لفظ مذاق میں بھی استعمال نہیں کرتے۔ سزا تو ہمیں ہمارے بداعمال کی ملتی ہے ان کی سادگی کی تو نہیں۔۔۔'' اللہ دتے نے اپنی بات کی وضاحت کی۔

''تو ابا ان کو کیا ضرورت پڑی ہے اتنا اچھا بننے کی، جب ان کی اچھائی ہی دوسروں کے لیے امتحان بن جائے۔۔۔'' سکینہ نے بُرا سا منہ

بتایا تو اللہ دتا اپنی لاڈلی کی بات پر ہنس پڑا۔

''پتر اگلے بندے کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ بُرائی کا ڈھول اپنے گلے میں ڈال کر بجاتا رہے، اللہ سوہنے نے عقل تو دی ہے ناں۔۔۔''

جمیلہ مائی نے بھی اپنے گھر والے کی طرفداری کی۔ جو سکینہ کو ایک آنکھ نہیں بھائی۔

''اماں تو نے بھی لگتا ہے کہ ابے کی ہر بات کی تائید کرنے کی قسم کھا رکھی ہے۔۔۔''

''ساری شریف عورتیں ایسا ہی کرتی ہیں ویسے بھی جس عورت سے اُس کا میاں خوش ہو وہ سیدھی جنت میں جاتی ہے۔۔۔'' جمیلہ مائی نے سکینہ کی پرانی فائل احتیاط سے ٹرنک میں رکھتے ہوئے اپنی طرف سے بڑی پتے کی بات بتائی۔

''اماں تو تو ویسے بھی سیدھی جنت میں جائے گی سارا دن تو تسبیح پکڑ کر جائے نماز پر بیٹھی رہتی ہے، تجھے کس چیز کی فکر ہے۔'' سکینہ نے ہنستے ہوئے اماں کا مذاق اڑایا۔

''اگر صرف تسبیح پکڑنے سے جنت ملنے لگتی تو پتر سارا جہان رنگ برنگی تسبیحاں گلے میں لٹکائے پھرتا۔ اللہ بندے کو اس کی نیتوں اور اعمال سے پرکھتا ہے۔'' جمیلہ مائی نے اُسے سمجھانے کی کوشش کی۔

''پھر بھی اماں تو، اتنی اچھی اور نیک ہے، اللہ تجھ سے تو فوراً راضی ہو جائے گا۔۔۔'' سکینہ نے جمیلہ مائی کو مسکا لگایا۔

''پتر بات انسان کے اچھے یا بُرے ہونے کی نہیں ہوتی بات صرف ایک لمحے کی ہوتی ہے۔ اب یہ انسان کی قسمت کے اس لمحے کی جھولی میں اُس کے لیے خیر کے پھول ہیں یا بُرائی کے کانٹے۔'' اللہ دتے نے اپنی بیٹی کو ایک نئی چیز سکھانے کی کوشش کی۔

''ابا اگر ساری بات قسمت کی ہی ہے تو ہم خوامخواہ دوڑے پھر رہے ہیں۔۔۔'' سکینہ کو یہ فلسفہ اچھا نہیں لگا اور اُس نے فٹ سے اظہار بھی کر دیا۔

''پتر قسمت والی کتاب میں لکھی باتیں اپنی جگہ، پر اللہ نے ''تدبیر'' کی کنجی بھی تو انسان کو تھمائی ہے ناں۔۔۔''

''تدبیر کی کنجی سے سارے دروازے کہاں کھلتے ہیں ابا، جب قسمت انسان پر ہنستی ہے تو تدبیر کی ساری کوششیں دھری کی دھری رہ جاتی ہیں۔۔۔''

''پتر جب دعا کا سکہ چلتا ہے تو تیرے میرے جیسے نادان لوگ بھی حیران رہ جاتے ہیں کہ مولا کریم اتنا مہربان تھا اور ہم خوامخواہ اُس سے مایوس ہوتے رہے۔'' اللہ دتے کے پاس ہر چیز کا جواب تھا۔

''چاچا جی یہ بہت مشکل باتیں ہیں، آپ کیوں سکینہ کو ''تقدیر'' اور ''تدبیر'' کے فلسفے میں الجھا رہے ہیں۔'' ڈاکٹر خاور نے کمرے میں داخل ہوتے ہی سکینہ کے ابا کو مخاطب کیا جو بڑی خوش دلی سے ان سے گلے مل رہے تھے۔

''پتر انسان نے خود اپنے آپ کو رنگ برنگی باتوں میں الجھا لیا ہے۔ ورنہ دین اسلام جیسا بھی بھلا کوئی سادہ دین ہو سکتا ہے۔۔۔'' اللہ دتا کا مدبرانہ انداز ڈاکٹر خاور کو بہت متاثر کرتا تھا۔

''کہتے تو آپ بالکل ٹھیک ہیں، بس انسان کو سیدھی سادھی باتیں بھی ذرا دیر سے ہی سمجھ میں آتی ہیں۔'' ڈاکٹر خاور نے کمرے میں پھیلے پھیلاوے کو دیکھتے ہوئے اندازہ لگایا۔ ''کیا جانے کی تیاری ہو رہی ہے۔۔۔''

''جی ڈاکٹر صیب۔۔۔'' وہ دونوں میاں بیوی مسکرائے۔

''ہاں بھئی سکینہ ٹھیک ہو، اتنا لمبا سفر کر لو گی ناں۔۔۔'' ڈاکٹر خاور کے خوشگوار انداز پر سکینہ نے بڑی عجلت میں سر ہلایا۔ ''ڈاکٹر صاحب آپ سے ایک بات پوچھوں۔۔۔؟''

''ہاں ہاں، کیوں نہیں۔۔۔'' وہ اس کے چہرے پر تذبذب کے آثار دیکھ کر حیران ہوئے۔

''کہیں ایسا تو نہیں ہوگا ناں کہ میں واپس آؤں تو میرا یہ کمرہ کسی اور کے نام الاٹ ہو جائے۔۔۔'' سکینہ نے آخر کار وہ سوال کر ہی لیا جس نے اُسے پریشان کر رکھا تھا۔

''ایسے کیسے ہو سکتا ہے سکینہ، آپ بے فکر ہو کر جائیں، میں ہوں ناں۔۔۔'' ڈاکٹر خاور کے تسلی آمیز انداز پر سکینہ نے سکون کا سانس لیا۔

''ہو گئی ہے تیرا اب تسلی۔۔۔'' جمیلہ مائی کو اس کی بچگانہ حرکت پر غصہ آیا۔

''اور ڈاکٹر صاحب میں اپنی کتابیں اور رسالے اس الماری میں رکھ کر تالا لگا دوں۔۔۔'' سکینہ نے موقع غنیمت جان کر اگلی فرمائش کی۔ اُس پر اماں کی تنبیہی نظروں کا کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔ اُس کے لیے اس کے مسئلے زیادہ اہم تھے۔

''ہاں تو رکھ جائیں ناں، اس میں کیا مسئلہ ہے۔۔۔'' ڈاکٹر خاور نے اس کی فائل پر نوٹس لکھتے ہوئے بے دھیانی سے کہا۔

''لیکن وہ ہیڈ نرس تو کہتی ہے کہ سارا کمرہ خالی کر کے جائیں۔۔۔'' سکینہ کے الجھن بھرے انداز پر وہ چونکے۔ ''اچھا۔۔۔؟؟؟؟'' چلیں کوئی مسئلہ نہیں، میں ان سے کہہ دوں گا آپ اتنا ساز و سامان لے کر کیسے جائیں گے۔۔۔'' ڈاکٹر خاور کے لہجے کی فکر مندی سکینہ کو اچھی لگی۔ جب کہ جمیلہ مائی اور اللہ دتا نے بڑی ممنون نگاہوں سے انہیں دیکھا جو ان کے لیے کم از کم رحمت کا فرشتہ بن گئے تھے۔

''لے تائی اپنی سکینہ کے لیے پوری برتھ اور ہم تینوں کے لیے ایک علیحدہ برتھ کروا کے بڑی مشکل سے آیا ہوں۔۔۔'' جاجی اپنی دھن میں کندھے پر رکھے صافے سے منہ پونچھتا ہوا اندر داخل ہوا۔ پہلے ہی قدم پر سٹپٹا کر رک گیا اور بوکھلا کر ڈاکٹر خاور کو سلام کیا۔

''ہاں بھئی عید کی وجہ سے بکنگ بھی تو بہت مشکل ہوتی ہے ناں۔۔۔'' ڈاکٹر خاور نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''جی ڈاکٹر صاحب تیسرے درجے میں تو آرام سے بکنگ ہو رہی تھی لیکن ہم اپنی سکینہ کو اتنی گرمی میں اکانومی کلاس میں تو نہیں لے کر جا سکتے ناں، اس لیے مہنگی ہی سہی لیکن اے سی والے ڈبے کی سیٹیں کروائی ہیں۔۔۔'' جاجی کی سادگی کم از کم سکینہ کے لیے سخت کوفت کا باعث بنی۔

''ہاں بڑی جہاز کی ٹکٹیں کروا آیا ہے ناں، شوہدا کہیں کا۔۔۔'' سکینہ نے دل ہی دل میں اُسے کوسا۔ جو ٹھنڈے پانی کے کولر سے برف نکال کر منہ پر پھیر رہا تھا۔

''آج تو تایا، بہت ہی روزہ لگا ہے مجھے۔۔۔'' اُس نے جھینپ کر وضاحت دی کیونکہ کمرے میں موجود سبھی لوگ نے بڑی دلچسپی سے اُسے دیکھا۔

''اس دفعہ بڑے عرصے بعد چکر لگا آپ کا۔۔۔'' ڈاکٹر خاور نے ہنستے ہوئے جاجی کو دیکھا۔

''بس ڈاکٹر صاحب گندم کی کٹائی کا سیزن لگا کر آیا ہوں۔'' اُس نے اب گرمی کی شدت سے بچنے کے لیے گیلا تولیہ سر پر رکھ لیا۔

''پھر اپنی شادی کے میٹھے چاول کب کھلا رہے ہو۔۔۔'' ڈاکٹر خاور نے جاتے جاتے اُسے چھیڑا تو جاجی کا منہ شرم سے سرخ ہو گیا۔

''بہت جلدی ڈاکٹر صاحب۔۔۔'' اُس نے کنکھیوں سے سکینہ کا غصے سے لال چہرہ دیکھا۔ جس کا دل جل کر خاکستر ہو گیا تھا۔ جب کہ جمیلہ مائی اور اللہ دتا کے چہرے پر بڑے اطمینان کے رنگ پھیلے تھے۔ سکینہ نے بیزاری سے دیوار کی جانب منہ کر لیا۔

☆ ☆ ☆

سیل فون کان کے ساتھ لگائے گفتگو کرتے موحد کے چہرے پر اتنے رنگ تھے کہ ماہم کچھ لمحوں کے لیے ٹھٹک کر دروازے میں ہی رُک گئی۔ کشن گود میں رکھے وہ اتنی محویت کے ساتھ بات میں مگن تھا کہ اُسے گلاس ڈور کو دھکیل کر اندر آتی ماہم کی بھی خبر نہیں ہو سکی۔

''خیر ہے اتنی دھیمی آواز میں کہاں راز و نیاز میں مصروف ہو۔۔۔؟؟؟'' ماہم کے طنزیہ انداز پر وہ چونکا۔ اُس نے سیل فون پر مگن انداز سے ہی ماہم کو سامنے صوفے پر ہاتھ سے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اُس کے بدلے بدلے ڈھنگ ماہم کے لیے بڑے حیران کن تھے۔ ماہم کو بیٹھا کر وہ ابھی بھی بڑے اطمینان سے گپ شپ میں مگن رہا۔ اُس کا یہ انداز ماہم کو سلگا گیا۔ اُس نے بمشکل خود کو مشتعل ہونے سے روکا۔

''عائشہ کہاں ہے۔۔۔؟؟؟'' ماہم نے قدرے ناگواری سے اُس کی مصروفیت میں خلل ڈالا۔

''ایک منٹ۔۔۔'' اُس نے سیل فون پر دوسری جانب موجود شخصیت سے معذرت کی۔ ''عائشہ اور ماما تو گھر نہیں ہیں۔۔۔'' موحد کا انداز سراسر ٹرخانے والا تھا۔ ماہم کو گویا کسی نے کھینچ کر پتھر مار دیا ہو۔ غصہ کسی ابال کی طرح خون میں شریانوں کے ساتھ دوڑنے لگا۔

''میرا خیال ہے کہ تم خاصے مصروف ہو، اس لیے مجھے چلنا چاہیے۔۔۔'' وہ تپ کر کھڑی ہوئی۔ احساس توہین سے اُس کا چہرہ سرخ ہوا۔ جب کہ موحد نے ایک دفعہ پھر ہاتھ کے اشارے سے اُسے رکنے کو کہا اور خود فون پر موجود ہستی سے بڑے نرم لہجے میں معذرت کرنے لگا۔

''ہاں اب بتاؤ، کہ کیا کہہ رہی ہو۔۔۔؟؟؟'' وہ بڑے پر اعتماد انداز سے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا۔ ماہم گڑبڑا سی گئی۔

''میرا خیال ہے کہ تم خاصے بزی تھے، میں نے خوامخواہ تمہیں ڈسٹرب کیا۔۔۔'' ماہم کے کچھ جتلاتے ہوئے انداز پر وہ طنزاً مسکرایا۔ ''ڈسٹرب تو خیر تم نے مجھے نہیں کیا، ویسے بھی تم تو عائشہ سے ملنے آئیں ہوں گی۔ اس لیے میرے ڈسٹرب ہونے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔''

''کیسا چل رہا ہے تمہارا بزنس۔۔۔؟؟؟'' ماہم نے خود کو سنبھالتے ہوئے فوراً بات کا رخ بدلا۔

''الحمد اللہ، بہت شاندار۔۔۔'' ماہم کو نہ جانے کیوں اُس کے لہجے میں طنز کی واضح آمیزش محسوس ہوئی۔ وہ ہاتھ میں پکڑے ریموٹ کنٹرول سے ٹی وی آن کرتے ہوئے بولا تھا۔ ماہم کا دل چاہا کہ وہ فوراً سے بیشتر اٹھ جائے لیکن اب اس طرح سے اچانک اٹھنا بھی عجیب لگ رہا تھا۔

''بابا نے ایک اور فیکٹری کا بھی سودا کیا ہے میرے لیے۔۔۔'' موحد کی بات پر وہ چونکی۔ ''یہ سب کچھ سنبھال لو گے۔۔۔'' ماہم کے لہجے میں بھی طنز کی کاٹ تھی۔

''میں نے کون سا اپنے کندھوں پر رکھ کر سنبھالنا ہے۔ ماشاءاللہ ملازمین کی ایک فوج ہے میرے ساتھ۔'' موحد کا لہجہ ہی نہیں آنکھیں بھی سلگ رہی تھیں۔ اُس کا لاتعلق سا انداز ماہم کے لیے نا قابل برداشت ہوتا جارہا تھا۔

''ویسے بھی بزنس ٹائیکون بننا کوئی آسان کام نہیں، ٹانگیں نہ سہی ذہن تو اللہ نے دیا ہے ناں۔۔۔'' وہ اپنی سابقہ رو میں بولا۔ جب کہ ماہم نے اس کی اس بات پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔

''کب تک آجائے گی عائشہ۔۔۔؟؟؟'' ماہم کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو ہی گیا۔ اُس نے بیزاری سے اپنی رسٹ واچ میں وقت دیکھا۔

''ماما کے ساتھ کسی بیوٹی سیلون میں گئی ہے اور تم سے زیادہ کون جان سکتا ہے کہ ان پارلرز میں کتنا وقت لگتا ہے۔۔۔'' وہ اُس پر نظریں جمائے بیٹھا تھا۔ اُس کا ہر جملہ ماہم کو اپنے دماغ پر ہتھوڑے کی طرح برستا محسوس ہورہا تھا۔

''کیا بنا ثمن آپی کے معاملے کا، وہ بیچارا احیان تو اس سارے معاملے میں خوامخواہ ہی پس گیا'' موحد نے اُس کے چہرے کے تنے ہوئے نقوش سے حظ اٹھاتے ہوئے پوچھا۔

''پتا نہیں کون سے جاہلوں کے خاندان میں پھنس گئیں ہیں میری آپی۔۔۔'' ماہم بھی کھل کر میدان میں اتر آئی اور ویسے بھی وہ زیادہ دیر تک ادھار رکھنے کے قائل نہیں تھی۔ اُسے معلوم تھا کہ ثمن آپی کی شادی موحد اور عائشہ کے ننھیال میں ہوئی تھی اس لیے اُس نے اپنی طرف سے خاصا کڑا وار کیا۔

''ہاں جاہلوں کے خاندان میں جا کر وہ بھی جاہل بن گئیں۔۔۔'' موحد دانستہ بلند آواز میں قہقہہ لگا کر ہنسا۔ ماہم کا چہرہ خفت کے احساس سے سرخ ہوا۔ ''انتہائی دقیانوسی خیالات کا حامل ہے ان کا سسرال۔ کیوں نہیں دیتے آپی کو مارننگ شو کرنے کی اجازت۔۔۔'' وہ بیچ پا ہوئی۔

''شریف لوگ ہیں بیچارے، اُن کے ہاں نہیں ہوتے ہونگے ایسے تماشے۔۔۔'' موحد نے بھی دو بدو جواب دیا۔

''ایسی بھی کیا شرافت کہ بندہ اپنا گھر ہی خراب کرلے۔ آپی نے خلع کا نوٹس بھجوادیا ہے انہیں۔۔۔'' اُس نے اپنی تیکھی ناک چڑھا کر اطلاع دی تو موحد کا دل جل کر راکھ ہوگیا۔

اب بندہ پوچھے کہ ٹی وی پر آنے کا ایسا بھی کیا جنون، کہ اپنا گھر اور بچے تک داؤ پر لگا دیا۔۔۔'' موحد کے طنز پر وہ بھڑک کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

''بات جنون کی نہیں انصر بھائی کی بلا وجہ کی ''انا'' کی ہے۔ ان کے خود ساختہ اصولوں نے ثمن آپی کی زندگی کو عذاب بنا رکھا ہے۔۔۔'' وہ چلتے چلتے بولی۔

''ان سارے اصولوں وقوانین سے ثمن آپی شادی سے پہلے بھی بخوبی واقف تھیں۔۔۔'' موحد کے جتاتے ہوئے انداز پر وہ رکی۔

''ان کی شادی ارینج میرج تھوڑی تھی۔ زبردست قسم کے افیئر کے بعد یہ معرکہ سرانجام پایا تھا۔ یہ بات تم لوگ کیوں بھول جاتے ہو۔۔۔'' موحد کی آواز بے ساختہ اونچی ہوئی۔ ماہم کو جھٹکا لگا۔ اُس نے ایک غصیلی نگاہ بڑے پرسکون انداز میں بیٹھے موحد پر ڈالی اور پاؤں پٹختی ہوئی ان کے گھر سے نکل گئی۔ یہ اُس کے لیے بلاشبہ ایک سخت دن تھا۔ اُسے موحد کے سرد اور طنزیہ لہجے سے سخت مایوسی ہوئی۔ وہ غصے سے گیٹ سے نکلی تو باہر ٹی سی ایس والے نمائندے کو عین سامنے کھڑے دیکھ کر ٹھٹک گئی۔

''آپ عائشہ عبدالرحیم ہیں۔۔۔'' کوریئر کے مخصوص لباس میں موٹر سائیکل پر بیٹھا نوجوان جھجک کر بولا۔

''جی۔۔۔'' ماہم نے کچھ سوچ کر اثبات میں سر ہلایا۔

''یہ آپ کے لیے بکے اور گفٹ پیک ہے۔ یہاں سائن کر دیں۔۔۔'' اُس کی بات پر ماہم نے بڑی عجلت میں دستخط کر کے سرخ گلابوں کا خوبصورت بکے اور گفٹ پیک وصول کیا۔ اُس کے ساتھ ہی اُس نے مڑ کر دیکھا تو چوکیدار اپنے مخصوص کیبن میں نہیں تھا۔ کوریئر والا جا چکا تھا۔ وہ دھڑکتے دل کے ساتھ یہ چیزیں اٹھائے تیز تیز چلتے ہوئے اپنے بنگلے میں آ گئی جو عائشہ کے گھر کے بالکل سامنے تھا۔ اپنے بیڈروم میں پہنچ کر اُس نے فوراً بیدردی سے ریپر پھاڑا۔ اندر سے ایک خوبصورت ٹیڈی بیئر نکلا جس کے گلے میں ہار ڈال کر ایک چھوٹا مگر نفیس سا کارڈ ڈالا ہوا تھا۔ ماہم نے فوراً کارڈ کھولا۔

''دنیا کی سب سے اچھی لڑکی کے لیے، جو مجھ سے نہ جانے کیوں خفا ہو گئی ہے۔۔۔'' اس فقرے کے نیچے بھیجنے والے نے اپنا نام علی لکھا ہوا تھا۔ پھول، کارڈ، گفٹ یہ ساری چیزیں ماہم کا سکون درہم برہم کر گئیں۔ اُس نے اپنے اندر ایک آلاؤ سا بھڑکتا محسوس کیا۔ جس کے شعلے اُسے اپنے دل کی طرف لپکتے ہوئے محسوس ہوئے۔ اُسے معلوم تھا کہ یہ سب چیزیں کہاں سے آئیں ہیں۔ وہ شخص جو اس کے دل و دماغ پر بُری طرح سے قابض ہو گیا تھا۔

''ماہم منصور کی زندگی میں شکست نام کا کوئی لفظ نہیں۔۔۔'' وہ ایک ہی نقطے پر نگاہ جمائے اب بالکل سنجیدگی سے پلاننگ میں مصروف تھی۔

☆ ☆ ☆

''ڈاکٹر خاور، یہ محبت انسان کو اتنا خوار کیوں کرتی ہے۔۔۔؟؟؟؟'' ڈاکٹر زویا نے آج ہمت کر کے یہ سوال کر ہی لیا تھا۔ وہ دونوں آج بڑی فرصت سے ڈاکٹرز روم میں بیٹھے کافی سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ آج ماہم کی رات کی ڈیوٹی تھی اور اُس نے افطاری بھی ہسپتال میں ہی کی تھی۔ اس وقت رات کے گیارہ بج رہے تھے۔

''مائی ڈیئر محبت نہیں، بلکہ یک طرفہ محبت انسان کو خوار کرتی ہے۔ انسان ون وے آخر کب تک چل سکتا ہے۔۔۔'' ڈاکٹر خاور نے تھوڑا سا محتاط انداز اپنایا۔ ڈاکٹر زویا کی اکثر باتیں اب انہیں جھنجھلاہٹ میں مبتلا کرنے لگیں تھیں۔

''مجھے ایسے لگتا ہے کہ جیسے میں کسی صحرا میں سراب کے پیچھے بھاگ رہی ہوں۔ میرا حلق خشک اور ٹانگیں اب مزید چلنے سے انکاری ہو گئیں ہیں۔۔۔'' وہ آج حد درجہ آزردہ تھیں۔ ان کی آنکھوں میں موجود ہلکی سی نمی ڈاکٹر خاور کو تاسف میں مبتلا کر گئی۔

''زویا، آپ واپس چلی جائیں اپنے والدین کے پاس، یہ آپ کے حق میں بہتر ہوگا۔۔۔'' ڈاکٹر خاور نے دل پر جبر کر کے وہ مشورہ اُسے دے ہی دیا جو وہ کافی عرصے سے اُس کی دل آزاری کے خوف سے نہیں دے پا رہے تھے۔

''وہ کیوں۔۔۔؟؟؟؟'' زویا نے شکوہ کناں نگاہوں سے انہیں دیکھا۔

''دیکھیں، آپ کے والدین کا پاکستان میں شفٹ ہونے کا کوئی ارادہ نہیں۔ آپ نے اپنی میڈیکل کی تعلیم باہر سے حاصل کی اور اب اسپیشلائزیشن بھی وہیں سے مکمل کریں تو زیادہ بہتر ہے۔'' ڈاکٹر خاور نے بہت سنبھل کر گفتگو کا آغاز کیا۔

''آپ کو اچھی طرف سے علم ہے ڈاکٹر خاور کہ میں پاکستان آپ کی وجہ سے آئی ہوں۔۔۔'' اعتراف کا لمحہ آ چکا تھا۔

''میں آپ کو بہت پہلے سے بتا چکا ہوں کہ میری زندگی میں فی الحال میرے پروفیشن کے علاوہ کسی اور چیز کی گنجائش نہیں نکلتی۔۔۔'' انہوں نے صاف گوئی سے کہا۔ زویا نے بھی شاید آج ان کے ڈھکے چھپے انداز کو نہ سمجھنے کی قسم کھا رکھی تھی۔

''خاور مجھے ایک بات بتائیں۔۔۔'' اُس کی بات پر وہ چونکے۔ ''مجھ میں کس چیز کی کمی ہے۔۔۔'' زویا کے لہجے میں ٹوٹے ہوئے شیشوں جیسی چبھن تھی۔ وہ عجیب سی نگاہوں سے انہیں دیکھ رہی تھی جن پر کسی بھی چیز کا اثر نہیں ہوتا تھا۔ کئی دفعہ تو زویا کو لگتا کہ وہ اُس کے ساتھ ہوتے ہوئے بھی دماغی طور پر کہیں اور ہوتے۔

''میں نے کب کہا کہ کمی آپ میں ہے۔۔۔'' انہوں نے سنجیدگی سے اپنے سامنے بیٹھی نازک سی لڑکی کو دیکھا جو لگتا تھا کہ کسی بھی لمحے رو دے گی۔

''پھر آپ مجھے بار بار مسترد کیوں کرتے ہیں۔۔۔'' زویا کے سوال پر ایک ناگواری کی لہر ان کے چہرے پر ابھری۔

''اللہ مجھے معاف کرے زویا، میں کون ہوتا ہوں کسی کو رد کرنے والا۔۔۔'' ان کے لہجے میں ہلکی سی خفگی در آئی۔ ''زندگی میں ساری اچھی چیزیں سب کے لیے نہیں ہوتیں۔ میری زندگی گذارنے کی اپنی ترجیحات ہیں۔ جس میں ابھی ایسی کسی چیز کی گنجائش نہیں نکلتی۔۔۔'' اُس کے چہرے پر پھیلی زردی کو دیکھ کر ڈاکٹر خاور نے اپنا لہجہ نرم کیا۔

''میں آپ کا انتظار کر سکتی ہوں۔۔۔'' ڈاکٹر زویا نے بھی آج ڈھٹائی کی انتہاء کر دی۔

''لیکن میں آپ کو ایسی کوئی انتظار کی ڈور نہیں تھما سکتا، کیونکہ میں جب بھی شادی کا فیصلہ کروں گا تو اُس لڑکی کا تعلق کم از کم میڈیکل کے شعبے سے نہیں ہوگا۔۔۔'' ڈاکٹر خاور نے آج کھل کر اُسے اپنے خیالات سے آگاہ کر ہی دیا۔ یہ بات سن کر زویا کا چہرہ تاریک ہوا۔ وہ ششدر سی نگاہوں سے ان کا سپاٹ چہرہ دیکھنے لگی۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ خاور کے ذہن میں اپنی شریک حیات کے حوالے سے کچھ مخصوص قسم کے نظریات ہونگے۔ وہ جوان کے ساتھ انڈر اسٹینڈنگ کا دعوی کرتی تھی اس بات کے جواب میں کافی دیر تک بول ہی نہیں سکی اور جب بولی تو ڈاکٹر خاور کو دھچکا لگا۔

''کہیں آپ کو اپنی پیشنٹ سکینہ اللہ دتا سے محبت تو نہیں ہوگئی۔۔۔'' اس وقت انتہائی بے تکی بات پر ڈاکٹر خاور کو سخت غصہ آیا لیکن وہ پی گئے۔ زویا کا یہی بچگانہ انداز ان کو بُرا لگتا تھا۔

''کیوں، اُس سے محبت کرنا گناہ ہے کیا۔۔۔'' وہ تھوڑا سا تلخ ہوئے تو زویا کو اپنے حلق میں کوئی چیز پھنستی ہوئی محسوس ہوئی۔ اُس نے بڑی مشکل سے کھینچ کر سانس لیا۔

''آپ کے انتخاب پر مجھے ہنسی آ رہی ہے۔ آپ کے ٹیسٹ کو کیا ہوگیا ڈاکٹر خاور۔۔۔'' وہ بڑی جلدی بدگمان ہوئی۔ اُس کے اشتعال انگیز جملے پر ڈاکٹر خاور نے بمشکل خود پر ضبط کیا جب کہ وہ طنزیہ انداز سے کہہ رہی تھی۔

''میں بھی حیران تھی کہ آپ پورے وارڈ میں سب سے زیادہ اُسے کیوں اہمیت دیتے ہیں۔۔۔'' ڈاکٹر زویا کی آنکھوں سے شعلے نکلے۔''اُس کے لیے خصوصی طور پر ٹی وی منگوایا گیا، مختلف مقابلہ جات میں اپنی گاڑی پر لے کر جاتے رہے۔ اُس سے اصرار کر کر کے غزلیں سنی جاتیں تھیں۔ واہ ڈاکٹر خاور واہ سچ کہتے ہیں سیانے کہ محبت اندھی ہوتی ہے۔'' زویا کا لہجہ، الفاظ اور زہریلی مسکراہٹ ان کے ضبط کے پیمانے کو چھلکا ہی گئی۔

''اسٹاپ اٹ زویا، نو مور۔۔۔'' وہ ایک دم جھٹکے سے کھڑے ہوئے اور انگلی اٹھا کر زویا کو وارننگ دی۔ اُن کا چہرہ سرخ اور لہجہ سرد ہوا۔''ایک لفظ بھی مذید مت کہیے گا۔۔۔'' ان کے چہرہ کسی چٹان کی مانند پتھریلا نظر آ رہا تھا زویا کا چہرہ سپید پڑ گیا۔ ایک سخت سی نگاہ اُس پر ڈال کر وہ کمرے سے نکل گئے۔ وہ تیزی سے پارکنگ کی طرف جا رہے تھے جب انہوں نے لان میں ایک پول کے پاس سکینہ اور سسٹر ماریہ کو دیکھا۔ ان کے پاس سے گذرتے ہوئے ان کے قدم خود بخود سست ہو گئے۔ سکینہ بڑے جذب اور عقیدت بھرے انداز کے ساتھ آنکھیں بند کیے سلطان باہو کا کلام گانے میں مگن تھی۔

اُس کے سانولے چہرے پر اس وقت اتنی روشنی اور پاکیزگی تھی کہ ڈاکٹر خاور کئی لمحوں تک ٹکٹکی باندھے اُسے دیکھتے رہے۔ اپنے چہرے پر نگاہوں کا ارتکاز محسوس کر کے سکینہ نے آنکھیں کھولیں تو سامنے ڈاکٹر خاور کو دیکھ کر گھبراہٹ کا شکار ہوئی۔ وہ آج بہت ہی عجیب سی نگاہوں سے اُس پر نظریں جمائے ہوئے اپنی جگہ ساکت کھڑے تھے۔

''ڈاکٹر صاحب، آئیں یہاں بیٹھ جائیں۔۔۔'' سسٹر ماریہ بڑے عجلت بھرے انداز سے بینچ سے اٹھیں اور انہیں احتراماً بیٹھنے کا اشارہ

کیا۔ وہ ایک دم ہی ہوش کی دنیا میں آئے۔''آپ
لوگ اس وقت یہاں کیا کر رہے ہیں۔۔۔''
''کچھ نہیں ڈاکٹر صاحب سکینہ کے اماں ابا تو سو گئے تھے۔ اس کو گھٹن ہو رہی تھی اس لیے میں اسے لان میں لے آئی۔۔۔'' سسٹر ماریہ نے گھبرا کر وضاحت دی۔ اُس کی ویسے بھی سکینہ سے دوستی کافی گہری ہو گئی تھی۔
''اٹس۔ اوکے آپ یہاں سے جائیں، میں کچھ دیر کے لیے سکینہ کے پاس بیٹھوں گا۔۔۔'' انہیں نہ جانے کیا ہوا جو یہ فرمائش کر بیٹھے۔ سسٹر ماریہ نے تعجب بھرے انداز سے انہیں دیکھا جو اپنے حواسوں میں نہیں لگ رہے تھے۔ وہ کچھ لمحوں کے توقف کے بعد اندر کی جانب بڑھ گئیں۔
''سکینہ کوئی اچھی سی چیز سناؤ، جو تھکے ہوئے اعصاب کو پرسکون کر دے۔۔۔'' انہوں نے پارکنگ کی طرف غصے سے جاتیں ڈاکٹر زویا کو دیکھ کر بلا ارادہ کہا۔ ان کی اس فرمائش پر سکینہ کا دل بے قابو ہوا۔ وہ کچھ پل سخت بے یقینی سے ڈاکٹر خاور کو دیکھتی رہی جو آج بہت مختلف روپ میں اُس کے سامنے تھے۔
''الف اللہ، چنبے دی بوٹی، مرشد لائی ہو۔۔۔'' سکینہ نے بالکل بے اختیاری کے عالم میں لے اٹھائی۔ اُس کی آواز نے ڈاکٹر زویا کے قدم جکڑ لیے۔ اُس نے بے ساختہ مڑ کر دیکھا۔ سامنے سکینہ آنکھیں بند کیے کسی اور ہی دنیا میں پہنچی ہوئی تھی جب کے اس کے بالکل سامنے براجمان ڈاکٹر خاور بڑی عقیدت بھری نگاہوں سے ٹکٹکی باندھے سکینہ کا سانولا چہرہ دیکھنے میں مگن تھے۔ زویا کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔
''اللہ کرے مر جائے یہ بدصورت چڑیل۔۔۔'' ڈاکٹر زویا نے نفرت کی انتہا پر پہنچتے ہوئے بڑے دل سے سکینہ کو بد دعا دی۔

☆ ☆ ☆

''سکینہ کی ماں تیرا کیا خیال ہے کہ اس دفعہ عید پر اپنی دھی رانی کا نکاح نہ کر دیں۔۔۔'' اللہ دتا کی بات پر جمیلہ مائی پر شادی مرگ طاری ہو گی۔ وہ دونوں اس وقت سارا سامان باندھے پنڈ جانے کے لیے تیار تھے۔ رات کی ٹرین سے ان کی بکنگ ہو چکی تھی۔ اس وقت سکینہ کو اسٹاف نرس فزیوتھراپسٹ کے پاس لے کر گئی ہوئی تھی۔
''سکینہ کے ابا کیا حاجی کی بے بے مان گئی۔۔۔'' جمیلہ مائی بے تابی سے اٹھ کر اللہ دتا کے پاس آ گئی۔ جو صوفہ کم بیڈ پر آنکھیں بند کیے کسی گہری سوچ میں تھا۔
''اُس کی بے بے کا تو پتا نہیں، لیکن اللہ رکھے نے مجھے تسلی دی ہے کہ پاء جی آپ بے فکر رہیں۔۔۔'' اللہ دتے نے اپنے چھوٹے بھائی اللہ رکھے کی رائے بتا کر جمیلہ مائی کو مطمئن کرنا چاہا جس کے چہرہ اس بات پر بجھ سا گیا۔
''اللہ خیر سکھ رکھے۔ میری دھی کے حصے کی خوشیاں اُسے ضرور ملیں گی۔۔۔'' جمیلہ مائی کو تسلی دینے کے لیے سکینہ کے ابے نے بڑے پر یقین انداز سے کہا۔
''انشاء اللہ۔۔۔'' جمیلہ مائی کے دل سے بے ساختہ نکلا۔

''جاجی تو ماشاءاللہ بہت خوش دیکھائی دیتا ہے۔۔۔'' جمیلہ مائی نے خوشدلی سے تبصرہ کیا اور اگلے ہی لمحے ایک سوچ اُسے پریشان کر گئی۔''سکینہ کے ابا، مجھے مائی رحمتے نے فون کر کے بتایا ہے کہ جاجی کی بے بے آجکل تعویز گنڈوں کے چکروں میں ہے۔۔۔''

''تعویز، گنڈے۔۔۔'' اللہ دتا چونک کر اُلجھن بھرے انداز سے اپنی بیوی کو دیکھنے لگا۔''وہ کیوں۔۔۔؟؟؟''

''وہ اس رشتے سے خوش جو نہیں ہے، کہتی ہے کہ جاجی کا تعویزوں سے ذہن پھیر دے گی۔۔۔''جمیلہ مائی کی بات پر اللہ دتے نے تاسف بھرے انداز سے دیکھا۔

''سکینہ کی ماں، کیسی باتیں کرتی ہے۔تو ان تعویز گنڈوں کے چکروں میں کہاں سے آ گئی۔۔۔؟؟؟''اپنے شوہر کی بات پر وہ ایک دم شرمندہ ہوئی۔''جادو تو برحق ہے ناں۔۔۔''اُس نے دلیل دی تو اللہ دتے نے تاسف بھرے انداز سے اپنی بیوی کا چہرہ دیکھا۔

''سکینہ کی ماں، بے شک جادو برحق ہے لیکن اپنے ذہن میں ہمیشہ یہ سوچ رکھ، کہ جو کرتا ہے، اللہ کرتا ہے اور اللہ جو کرتا ہے بہتر کرتا ہے۔ اس میں کسی جادو، وادو کا کوئی کمال نہیں، اور اللہ کوئی بچہ تھوڑی ہے جسے لوگ انگلی پکڑ کر جس طرف لے جانا چاہیں لے جائیں، یہ سب کمزور عقیدے کی نشانیاں ہیں۔جو اچھائی اس نے تیری قسمت میں لکھ دی ہے وہ تجھے مل کر ہی رہے گی، اور جو برائی تیرا مقدر ہے اُسے دعا کے علاوہ کوئی چیز نہیں بدل سکتی۔بس اپنا ایمان پختہ رکھ۔۔۔''اللہ دتے کے سنجیدہ انداز پر جمیلہ مائی پر گھڑوں پانی پڑ گیا۔

''سکینہ کے ابا، میں بھی انسان ہوں اور اولاد کی محبت مجھے بھی کمزور کر سکتی ہے۔ایسے ہی تو اولاد کو آزمائش نہیں کہا گیا۔۔۔'' جمیلہ مائی افسردہ ہوئی۔

''چل تو اپنا دل چھوٹا نہ کر۔۔۔''وہ نرم ہوا۔''اللہ سے رحم کی توقع رکھا کر، وہ انسان کو وہی دیتا ہے جس کی انسان کو امید ہوتی ہے۔۔۔'' وہ ٹھنڈی سانس لے کر وضو کے لیے اُٹھ کھڑا ہوا۔جمیلہ مائی نے انتہائی محبت سے اپنے شریک حیات کا چہرہ دیکھا۔

''سکینہ کے ابا۔۔۔''جمیلہ مائی کی پکار پر اُس نے مڑ کر دیکھا۔

''میری دھی جب بالکل ٹھیک ہو جائے گی تو میں اُسے ڈاکٹر نہ سہی لیکن نرس ضرور بناؤں گی۔۔۔''جمیلہ مائی کی معصوم سی خواہش پر وہ بے ساختہ ہنس پڑا۔

''بھلیے لوکے، ابھی اس کے ویاہ کے بارے میں فکر مند ہو رہی تھی۔اب تو اُسے نرس بنانے پر تُل گئی ہے۔۔۔''اُس نے جان بوجھ کر اُسے چھیڑا۔

''نرس تو وہ شادی کے بعد بھی بن سکتی ہے ناں۔۔۔''جمیلہ مائی کی بات پر اللہ دتا مسکرایا۔''مجھے کیا پتا، یہ سب پڑھے لکھے لوگوں کی باتیں ہیں، بس دعا کر کہ اپنی دھی رانی کو اللہ صحت یاب کر دے، ساری چیزیں صحت کے ساتھ ہی چنگی لگتی ہیں۔۔۔''

''تائی کیا بات ہے، اکیلے اکیلے کیوں مسکرا رہی ہے۔۔۔''جاجی افطاری کا سامان لے کر اندر آیا تو جمیلہ مائی کو مسکراتے دیکھ کر تجسس

بھرے انداز سے بولا۔ ''اکیلے اکیلے تو نہیں ابھی سکینہ کا ابا بھی یہیں تھا۔نماز پڑھنے مسجد میں گیا ہے۔''

''تائی سکینہ کہاں گئی۔۔۔؟؟؟'' جاجی نے متلاشی نگاہوں سے دائیں بائیں دیکھا تو جمیلہ مائی نے سادگی سے کہا۔''وہ ڈاکٹرنی صاحبہ کے پاس گئی ہے ورزش کرنے۔۔۔''

''تائی یہ اپنی سکینہ نے آجکل غصہ کرنا کم نہیں کر دیا۔۔۔'' جاجی کے شرارت بھرے انداز پر وہ ہنس دیں۔

''غصہ کم نہیں کیا، بس اپنے ابے کا لحاظ کر جاتی ہے۔اُس کے سامنے بولتی بند ہو جاتی ہے اُس کی۔۔۔'' جمیلہ مائی کی صاف گوئی پر جاجی نے بڑا جاندار قہقہہ لگایا۔

''اس کا مطلب ہے تائی کے مجھے مستقبل میں تائے کو اپنے ساتھ ہی گھر میں رکھ لینا چاہیے۔۔۔'' دوپٹے کے پلو سے اپنا چہرہ خشک کرتی جمیلہ مائی بڑے دل سے مسکرائی۔ اُسے اپنی دھی کے خوشگوار مستقبل سے جڑی ہلکی سی سوچ بھی گھنٹوں خوش رکھنے کے لیے کافی ہوتی تھی۔یہی وجہ تھی کہ وہ شام افطاری تک بلاوجہ مسکراتی رہی۔

عائشہ ننگے پاؤں کارپٹ پر چلتے چلتے دیوار کے پاس لگے کیلنڈر کے پاس آ کر رک گئی۔اُس کے چہرے پر بڑی تلخ سی مسکراہٹ پھیلی۔اُس دشمن جاں سے بات کیے ہوئے ایک مہینے سے زائد کا عرصہ ہو گیا تھا۔اُس نے غصے میں آ کر جو اسے کال یا ٹیکسٹ نہ کرنے کا میسج کیا تھا۔اُس کے بعد بالکل خاموشی چھا گئی تھی۔اُس نے بھی دوسری جانب دوبارا رابطہ نہ کرنے کی شاید کوئی قسم کھالی تھی۔

''آخر وہ لڑکی کون ہو سکتی ہے جو اس کے ساتھ ہسپتال میں تھی۔۔۔؟؟؟؟''اس سوال کے جواب میں دماغ میں جو سوچ اُبھرتی تھی۔وہ چاہتے ہوئے بھی اُس کے متعلق سوچنا نہیں چاہتی تھی۔اُس نے اپنی گیلی ہوتی ہوئی آنکھوں کو سختی سے رگڑا اور بیگ اٹھا کر اپنے بیڈ روم سے نکل آئی۔

''عائشہ کہاں جا رہی ہو۔۔۔''ماما نے شاید اُسے کچن کی کھڑکی سے باہر جاتے دیکھا تھا۔اس لیے پیچھے سے پکار لیا۔

''کہیں نہیں ماما،بس یہ تھوڑا سا سینٹورس مال کی طرف جا رہی ہوں۔۔۔''اُس نے مختصراً جواب دیا لیکن ماما کے اگلے سوال نے اُسے کوفت میں مبتلا کیا۔''کیا ماہم کے ساتھ جا رہی ہو۔؟؟؟؟''

''نہیں ماما،وہ آجکل پتا نہیں کن چکروں میں ہے۔۔۔''اُس نے بیزاری سے اپنے سامنے کھڑی ماما کو دیکھا جن کی کھوجتی نگاہوں پر وہ کچھ مضطرب ہوئی۔انہیں نہ جانے کس انہونی کا احساس ہوا جو وہ فوراً بولیں۔''میں ساتھ چلوں تمہارے۔۔۔؟؟؟؟''

''کم آن ماما۔۔۔!!!''وہ جھنجھلائی۔''آپ تو تیار ہونے میں پورا گھنٹہ لگا دیں گی اور میں اُس وقت تک واپس بھی آ جاؤں گی۔۔۔''

''یہ رات کے نو بجے کیا کرنے جانا ہے تم نے اکیلے۔۔۔؟؟؟؟''ماما تھوڑا سا فکر مند ہوئیں تو عائشہ نے آگے بڑھ کر ان کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور ایک لمبی سانس فضا میں خارج کی۔''ماما میں اس سے بھی زیادہ دیر سے گھر آتی رہی ہوں،لیکن آپ کبھی ایسے پریشان نہیں ہوئیں۔آج کیا ہو گیا ہے۔۔۔؟؟؟''اُس کے نرم انداز پر وہ کچھ ڈھیلی پڑ گئیں۔''پتا نہیں بیٹا ایسے ہی دل کچھ پریشان سا ہے۔اس لیے کہہ دیا۔۔۔''

''چلیں پھر میں نہیں جاتی۔۔۔''وہ بڑے اطمینان سے سامنے پڑے صوفے پر بیٹھ گئی۔

''ارے نہیں بیٹا،میں نے ایسا کب کہا۔۔۔''ماما کو ایک دم شرمندگی ہوئی۔''کیا کوئی خاص چیز لینے جانا تھا۔۔۔''

''ماما خاص کا تو پتا نہیں،موحد بھائی نے ایک غریب معذور لڑکی کے لیے عید کی شاپنگ کا کہا تھا۔وہ ہی کرنے جا رہی تھی۔''عائشہ کی اطلاع پر ان کو جھٹکا لگا۔

''معذور لڑکی۔۔۔؟؟؟؟وہ کہاں سے مل گئی موحد کو۔۔۔؟؟؟؟''ایک فطری سی پریشانی نے ان کا گھیراؤ کیا۔''کیا وہ وہی ہے جس سے موحد فون پر باتیں کرتا ہے۔۔۔''

''نو ماما۔۔۔''عائشہ ہنسی۔''وہ لڑکی تو اچھی خاصی ٹھیک ٹھاک ہے۔اپنے پیروں پر چلتی ہے۔۔۔''

''تمہیں کس نے بتایا۔۔۔؟؟؟؟''وہ بے صبری سے بولیں۔

''چوکیدار بابا نے یونہی ذکر کیا تھا کہ عائشہ بی بی آپ کی کوئی دوست ملنے آئیں تھیں جب ہم ناران گئے تھے۔آپ تو ملیں نہیں لیکن موحد صاحب کے ساتھ وہ کافی دیر بیٹھیں رہیں ہیں لان میں۔۔۔''عائشہ کے انکشاف پر ماما کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔''تم نے پوچھا موحد سے؟؟؟؟''

''جی بتا رہے تھے کہ ان ہی کی کوئی دوست تھی۔۔۔'' عائشہ نے مزے سے بتایا۔اُس کا موڈ خاصا بہتر ہو گیا تھا۔

''بہت چالاک نکلا یہ موحد، ہمیں بھی ملوا دیتا۔۔۔'' انہوں نے منہ بناتے ہوئے کہا تو عائشہ مسکرا دی۔''لیکن اُس معذور لڑکی کو کس چکر میں عیدی بھجوائی جارہی ہے۔۔۔'' انہیں یاد آیا تو وہ تھوڑا سا جھنجھلائیں۔

''ماما آپ کو پتا تو ہے کہ خدمت خلق کے جراثیم ہم دونوں بہن بھائیوں کو جینز میں ملے ہیں۔وہ لڑکی اُسی ڈاکٹر کی پیشنٹ ہے جس کے پاس موحد آجکل جارہا ہے۔'' عائشہ نے تفصیل سے بتایا تو انہوں نے سکون کا سانس لیا۔

''اور تو کوئی بات نہیں ہے ناں۔۔۔؟؟؟؟'' وہ ابھی بھی مشکوک تھیں۔اُن کے اس انداز پر عائشہ مسکرا دی۔''یہ نہ ہو کہ وہ کل کو اُسی لڑکی کا ہاتھ پکڑ کر گھر لے آئے کہ ماما ان سے ملیں یہ ہے آپ کی ہونے والی بہو۔۔۔''

''اگر ایسا بھی ہو جائے تو اس میں کوئی مضائقہ بھی نہیں۔۔۔'' وہ مزے سے بولی۔جب کہ اس بات پر ماما کو تو لگتا تھا کہ پتنگے لگ گئے۔''دماغ ٹھیک ہے تم دونوں کا، دنیا سے انوکھی اولاد ہے میری۔کان کھول کر سن لو اور بتا دینا اپنے بھائی کو میں اس گھر میں کوئی اور وہیل چیئر برداشت نہیں کروں گی۔'' وہ پاؤں پٹختی ہوئیں اندر چلی گئیں جب کہ عائشہ کو ان کی بات سے خاصا صدمہ پہنچا۔

''واہ میرے مولا، انسان کتنا خود غرض ہے اپنی اولاد کے لیے ہر لحاظ سے مکمل چیز چاہتا ہے اور دوسروں کے لیے اُسے اپنی اپاہج اولاد کا اتنا بڑا نقص بھی نظر نہیں آتا۔۔'' وہ دل ہی دل میں کڑھتی ہوئی پورچ تک آئی اور گاڑی اسٹارٹ کی۔وہ ابھی میں روڈ پر ہی آئی تھی کہ سیل فون پر رامس علی کی کال نے اُسے اپنی طرف متوجہ کیا۔

''مدر ٹریسا، اب کہاں خدمت خلق میں مصروف ہیں۔۔۔؟؟؟؟'' اُس کی چہکتی ہوئی آواز نے عائشہ کے اندر چھائی کثافت کو دور کیا۔

''سینٹورس مال جانے کا ارادہ ہے۔۔۔'' عائشہ نے گاڑی کو تیسرے گیئر میں ڈالتے ہوئے جواب دیا۔

''ہوں، موجیں ہو رہی ہیں۔۔۔'' وہ ہنسا۔عائشہ کو اُس کی قوت ارادی پر حیرت ہوئی۔وہ خود کو بہت جلد نارمل لائف کی طرف لانے کی کوشش کر رہا تھا۔

''موجیں تو نہیں، بس تھوڑی بہت شاپنگ کا ارادہ تھا۔۔۔'' اُس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

''میں خود بھی بلیوا ایریا میں ہوں۔ماما کی کل برتھ ڈے ہے، کچھ سمجھ نہیں آ رہا کہ ان کے لیے کیا کروں۔۔۔'' اُس نے اپنی الجھن کا اظہار کیا۔

''کچھ بھی لے، خواتین کے لیے کچھ لینا ہو تو بہت چوائس ہوتی ہے۔۔۔'' عائشہ نے سگنل پر کھڑے ہونے کے لیے کلچ دبا کر بریک پر پاؤں رکھا۔

''مثلاً۔۔۔؟؟؟؟'' وہ ابھی بھی کنفیوز تھا۔

''کوئی سوٹ، بیگ، جیولری یا پرفیوم۔۔۔'' اُس نے ایک ہی سانس میں کئی چیزیں گنوائیں تو دوسری جانب وہ بے ساختہ ہنس پڑا۔''یہی

تو سمجھ نہیں آ رہا تاں کہ کون سا لوں، ساری چیزیں ایک جیسی لگ رہی ہیں۔۔۔''

''حد ہو گئی ہے بھئی۔۔۔'' عائشہ کے لہجے میں مصنوعی برہمی چھلکی۔ ''تمہاری کوئی بہن نہیں ہے کیا۔۔۔''

''نہیں۔۔۔'' وہ مزے سے بولا تو عائشہ کو اس کی مشکل کا اب درست اندازہ ہوا۔ ''ایسا کرو کہ بلیو ایریا سے سیدھے ''سینٹورس'' آ جاؤ، میں کچھ مدد کر دیتی ہوں۔۔۔'' اُس کی آفر پر دوسری جانب وہ کھل اٹھا۔ اُس نے مروتاً بھی انکار نہیں کیا۔ ''او۔کے میرا انتظار کرو۔۔۔''

''اُف لگتا ہے کہ سارا شہر ہی یہاں اکھٹا ہے۔۔۔'' ویک اینڈ ہونے کی وجہ سے پارکنگ میں بھی خاصا رش تھا۔ اُسے بمشکل جگہ ملی۔ گاڑی لاک کر کے وہ مال کی طرف بڑھی۔ فضا میں نم آلود ہواؤں نے اس کا استقبال کیا۔ اپنے بالوں میں لاپرواہی سے ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ اندر داخل ہوئی۔ گراؤنڈ فلور میں کافی رش تھا۔ رامس کے انتظار میں ایک کارنر پر بنی فوڈ شاپ کے خوبصورت صوفے پر بیٹھ گئی۔ برٹنی اسپیئرز کے گانے کی خوبصورت دھن بج رہی تھی۔ وہ الیکٹرک سیڑھیوں سے اترتے مختلف لوگوں کو دیکھنے لگی۔

''کیا لوگ واقعی ہی اتنے خوش ہوتے ہیں، جتنے نظر آتے ہیں۔۔۔'' ہنستے مسکراتے لوگوں کو دیکھتے ہوئے وہ سوچنے لگی۔ ایک دم ہی اس کی نظر ایک منظر پر پڑی۔ اُسے جھٹکا لگا۔ حیرت اور بے یقینی کی زیادتی سے وہ سامنے الیکٹرک سیڑھیوں سے اترتے اُس خوش باش کپل کو کھڑے ہو کر دیکھنے لگی۔

اُسے حقیقتاً سوواٹ کا جھٹکا لگا۔ دکھ، غم، بے یقینی اور صدمے کے تاثرات سے اُس کے چہرے کے زاویے بگڑ سے گئے۔ دل کرب کی اتھاہ گہرائیوں میں گرتا گیا۔ وہ دھم سے دوبارا سنگل صوفے پر بیٹھ گئی۔ اُس کی گمان کی آخری سرحدوں پر بھی کہیں نہیں تھا کہ وہ آج علی کے ساتھ ہنستی مسکراتی ماہم کو دیکھے گی جو اپنے سارے ہتھیاروں سے لیس سارے جہان پر بجلیاں گراتی پھر رہی تھی۔ کسی بات پر ہنستے ہوئے اُس نے بے ساختہ اپنا ہاتھ علی کے بازو پر رکھا تھا۔ وہ دونوں اس کی موجودگی سے لاعلم تھے۔

''واٹ اے بیوٹی فل اینڈ پرفیکٹ کپل۔۔۔'' عائشہ کے بالکل سامنے دو ٹین ایجر لڑکیاں لیمن سلش کے گلاس میں اسٹرا گھماتی ہوئی ان دونوں پر بلند آواز پر تبصرہ کر رہی تھیں۔ عائشہ کو یوں لگا کہ جیسے کسی نے اُسے سینٹورس کی بلند عمارت سے بڑا زوردار دھکا دے دیا ہو۔ آنسوؤں کی ایک پتلی سی لکیر اُس کی دونوں آنکھوں سے نکل کر پورے چہرے پر پھیلتی گئی۔

☆ ☆ ☆

(صائمہ اکرم چوہدری کا یہ دلچسپ ناول ابھی جاری ہے، باقی واقعات اگلی قسط میں پڑھیے)

''یہ ماہم کچھ عجیب سی نہیں ہوگئی۔۔۔'' ماما نے اس کے تندور بنے ماتھے پر ٹھنڈے پانی کی پٹیاں رکھتے ہوئے اچانک کہا۔ وہ پچھلی رات سے سخت بخار میں جل بھن رہی تھی۔ پتا نہیں اندر کون سا آگ کا آلاؤ تھا جو سرد ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔

''صبح مجھے گیٹ پر ملی تھی اور میں نے اُسے تمہاری بیماری کا بھی بتایا، لیکن اُس نے سارا دن ہو گیا، ایک دفعہ جھانکنے کی بھی ضرورت نہیں سمجھی۔'' ماما کا الجھن بھرا انداز پاس بیٹھے موحد کو سلگا گیا۔ تبھی وہ طنزیہ لہجے میں گویا ہوا۔۔۔

''وہ کون سا ڈاکٹر لگی ہوئی ہے جو آپ اُسے صبح سے یاد کیے جا رہی ہیں۔۔۔'' موحد نے گود میں رکھا اخبار ایک دفعہ پھر اٹھا لیا۔ اُس کی تیوری کے گہرے بل اس کے خراب موڈ کی نشاندہی کر رہے تھے۔ عائشہ کی طبیعت کی خرابی کی وجہ سے وہ آج فیکٹری بھی نہیں گیا تھا۔

''پھر بھی اتنی اچھی دوست ہے وہ عائشہ کی۔۔۔'' ماما کی سادگی پر وہ بُری طرح چڑا اور ہاتھ میں پکڑا اخبار عائشہ کے بیڈ پر پھینک دیا۔ ''آپ ایسا کریں کہ ابھی ماہم کے گھر جائیں اور وہاں جا کر یہ بھاشن سنا آئیں جو آپ کئی گھنٹوں سے مجھے اور عائشہ کو سنا رہی ہیں۔۔۔''

''کیا ہو گیا ہے موحد، اس میں اتنا خفا ہونے کی کیا ضرورت ہے۔۔۔'' ماما نے حیرت کی زیادتی سے آنکھیں پھیلائیں۔

''ظاہر ہے جب آپ ایک ہی ٹاپک پر بات کر کر کے اگلے کے دماغ کی لسی بنائیں گی تو اُسے غصہ نہیں آئے گا کیا۔۔۔'' وہ بُری طرح جھنجھلایا۔ ''اب ایسی کون سی وہ نواب زادی لگیں ہوئیں ہیں جن کی تیمارداری نہ کرنے کا دکھ آپ کو کھائے جا رہا ہے۔۔۔'' اُس کے تیز بولنے پر ماما چپ کر گئیں۔

''آپ دونوں نے اگر لڑنا ہے تو پلیز میرے سرہانے بیٹھ کر یہ کارنامہ مت سرانجام دیں۔'' عائشہ کی نقاہت زدہ آواز میں بیزاری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اُس نے بمشکل آنکھیں کھول کر ماما اور موحد کو دیکھا جو اب خفگی سے قدرے رخ موڑے بیٹھے تھے۔

''میں نے تو بس ایک بات کی تھی۔۔۔''

''ماما، پلیز لیو دس ٹاپک ناؤ۔۔۔'' موحد نے باقاعدہ ہاتھ جوڑے تو وہ شکایتی نگاہوں سے عائشہ کو دیکھنے لگیں۔ کمرے میں چھینے والی خاموشی نے بڑی عجلت میں اپنا ڈیرہ جما لیا۔

''میں تمہارے لیے دلیہ بنواتی ہوں۔۔۔'' ماما ناراضگی کے اظہار کے طور پر کچن چلی گئیں۔

''دماغ خراب ہو گیا ہے ماہم کا۔۔۔'' ماما کے باہر نکلتے ہی موحد نے عائشہ کو مخاطب کیا۔ ''اس قدر فضول اور بے تکی باتیں کرنے لگی ہے کہ دماغ کھولنے لگتا ہے۔'' عائشہ نے اس کی بات پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ اُس کا تو اپنا دماغ بھی کل سے ماؤف تھا۔ رہ رہ کر وہ سین یاد آ رہا تھا جس میں ماہم نے ہنستے ہوئے علی کے بازو پر اپنا ہاتھ رکھا تھا۔

''عائشہ۔۔۔'' موحد نے فکرمندی سے اس کا ماتھا چھوا۔ حدت پہلے کی نسبت خاصی کم ہو گئی تھی۔

''یہ بیٹھے بیٹھائے تم نے کیسے طبیعت خراب کر لی، ابھی کل صبح تک تو بالکل ٹھیک ٹھاک تھیں۔۔۔'' اُس کا لہجہ نرم ہوا۔

''پتا نہیں بھائی۔۔۔'' وہ بمشکل گویا ہوئی۔ ''مجھے خود نہیں پتا۔۔۔'' اُس نے نقاہت سے آنکھیں بند کر لیں۔ ویسے بھی آنسو آجکل ہر وقت نکلنے کو بے تاب رہتے تھے۔

''عائشہ کوئی اور مسئلہ تو نہیں۔۔۔'' موحد اُس کی کمزور اور زرد شکل دیکھ کر ٹھٹک سا گیا۔ اُسے کسی غیر معمولی بات کا احساس ہوا۔

''کچھ نہیں ہے بھائی، پلیز مجھے تنگ نہ کریں۔۔۔'' اُس نے اتنی لجاجت سے کہا کہ موحد کے ہونٹوں پر ایک دم چپ لگ گئی۔ ''مجھے سونے دیں۔۔۔'' اُس نے نروٹھے پن سے کہا تو وہ خاموشی سے اپنی وہیل چیئر سمیت باہر نکل آیا۔

''ماما عائشہ کے کمرے میں مت جایئے گا، وہ سو رہی ہے۔۔۔'' اُس نے سنجیدگی سے ماما کو کہا جو دلیے کا پیالہ اٹھائے اس کے کمرے کی طرف جا رہی تھیں۔

''اتنی جلدی۔۔۔'' ماما کو موحد کا لہجہ غیر معمولی سنجیدہ لگا تو وہ وہیں کھڑی رہ گئیں۔

''ماما عائشہ کے ساتھ کوئی مسئلہ ہے کیا؟؟؟'' ماما نے چونک کر اُسے دیکھا۔ وہ بُری طرح الجھا ہوا تھا۔

''پتا نہیں بیٹا، لیکن کافی دنوں سے وہ مجھے کچھ ٹینس سی لگ رہی ہے۔۔۔'' ماما کی بات پر ایک گہری سوچ کا تاثر اُس کے چہرے پر ابھرا۔ اگلے ہی لمحے وہ دونوں لاؤنج میں بیٹھے اپنی ساری ناراضگی بھلائے عائشہ کے متعلق گفت و شنید میں مگن ہو گئے۔

☆ ☆ ☆

جمیلہ مائی نے پنڈ پہنچتے ہی اپنے پورے گھر کو مٹی اور گارے کا لیپ کر کے چمکا کر رکھ دیا تھا۔ عید الفطر کا تیسرا دن تھا اور صبح سے گھر میں مہمانوں کی آمد و رفت تھی۔ آدھا پنڈ تو صرف سکینہ کو دیکھنے کے لیے پورے ذوق و شوق سے آ رہا تھا۔ اکثر لوگ تو یہ کام روزانہ کی بنیادوں پر باقاعدگی سے کر رہے تھے۔

آج صبح سے کافی گرمی تھی۔ اللہ دتے نے پورے صحن میں چھڑکاؤ کر کے چار پائیاں بچھا دی تھیں۔ جمیلہ مائی نے اندر سے کھیس اور گاؤ تکیے لا کر رکھ دیے۔ بان کی چار پائی پر سکینہ انتہائی بیزاری سے نیم دراز تھی۔

''اماں ہم اسلام آباد واپس کب جائیں گے۔۔۔'' سکینہ نے مٹی کی پرات میں ہل ہل کر آٹا گوندھتی جمیلہ مائی کو مخاطب کیا۔ ''دھی رانی اتنی جلدی کیوں۔۔۔؟؟؟'' پنڈ میں آ کر جمیلہ مائی کا موڈ خاصا خوشگوار ہو گیا تھا۔ اس کی اور سکینہ کی روزانہ ہونے والی جھڑپوں میں بھی تعطل آ گیا تھا۔

''یہ اتنی جلدی ہے کیا۔۔۔'' سکینہ نے اکتاہٹ سے کہا۔ ''پورے دس دن ہو گئے ہیں ہمیں، اتنی سخت گرمی ہے یہاں۔۔۔'' اُس کی نازک مزاجی پر جمیلہ مائی بے ساختہ ہنس پڑی۔ ''آ لینے دے تیرے ابے کو، بتاؤں گی کہ تیری دھی شہرن ہو گئی ہے۔۔۔''

''بات شہری ہونے کی نہیں ہے اماں۔۔۔'' سکینہ نے اکتاہٹ سے سبزی کی ٹوکری پر چڑھے مرغوں کی فوج کو دیکھا۔ جنہوں نے ٹھونگیں مار کر کچھ سبزی نیچے زمین پر گرا دی تھی۔

''پھر کیا مسئلہ ہے۔۔۔؟'' جمیلہ مائی نے نلکا چلا کر پانی نکالا اور ہاتھ دھونے لگی۔

''یہ جو ہر روز جلوس مجھے دیکھنے آجاتا ہے ناں مجھے اس سے کوفت ہوتی ہے۔۔۔'' سکینہ نے اصل بات اگل ہی دی۔ امّاں کا تنکے کی آتھی پر جما ہاتھ وہیں کا وہیں رہ گیا۔

''نی سکینہ سارے پنڈ کے لوگ تجھ سے پیار کرتے ہیں اور تیرا آگے سے نخرا ہی نہیں مان۔۔۔'' امّاں اپنے ململ کے دوپٹے سے ہاتھ صاف کرتی ہوئی چارپائی پر آن بیٹھی۔

''کوئی محبت وحبت نہیں کرتے وہ۔۔۔'' سکینہ کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہوئیں۔ ''مذاق اڑاتے ہیں میرا، ایک دوسرے کہ کھنیاں مار مار کر اشارے کرتے ہیں جو تجھے نظر نہیں آتے۔'' سکینہ تو گویا پھٹ ہی پڑی جب کہ جمیلہ مائی بھی کافی لمحوں تک بول ہی نہیں پائی۔

''اویں وہم ہے تیرا۔۔۔'' جمیلہ مائی نے نظریں چرائیں اور اٹھ کر چولہا جلانے لگی۔

''جمیلہ آپا کیا بنا رہی ہو رات کے کھانے میں۔۔۔'' صحن کی چھوٹی دیوار کے دوسری طرف ہمسائی کا چہرہ نمودار ہوا۔ سکینہ نے اپنی آنکھوں پر دوپٹہ رکھ لیا۔

''کچھ نہیں شریفاں، دیسی مرغا بنایا تھا سکینہ کے لیے، اُس کو دیسی ککڑ کا شوربہ بہت پسند ہے، تو سنا۔۔۔؟؟؟؟''

''خیر ہے آپا، بڑے دیسی مرغے کھلا کر اپنی دھی کی جان بنا رہی ہو۔۔۔'' شریفاں کی بات پر امّاں نے مسکراتے ہوئے ہاتھ میں پکڑی لکڑی چولہے میں لگائی اور پھونکیں مارنے لگی۔

''یہ اپنی سکینہ آج شام ڈھلنے سے پہلے ہی سو گئی۔۔۔'' شریفاں نے تجسس بھرے انداز سے پوچھا تو امّاں نے چونک کر سکینہ کو دیکھا جو سونے کی اداکاری بہت عمدہ کر رہی تھی۔

''ہاں بس نمانی کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں۔۔۔'' جمیلہ مائی نے یونہی بہانہ کیا۔

''اے آپا۔۔۔'' ہمسائی نے تھوڑا سا رازدانہ انداز اختیار کیا۔ ''کیا یہ بات درست ہے کہ تو اس دفعہ سکینہ کا شگن کرنے آئی ہے۔۔۔؟؟؟؟''

''تجھے کس نے کہا۔۔۔؟؟؟؟'' امّاں نے چولہے میں پھونکیں مارنے کا مشغلہ عارضی طور پر ملتوی کیا اور کن اکھیوں سے سکینہ کو دیکھا جو بالکل ساکت لیٹی تھی۔

''اے مجھے کس نے کہنا تھا۔۔۔'' شریفاں نے ناک پر انگلی رکھی۔ ''پورے پنڈ میں رولا پڑا ہوا ہے۔۔۔'' اپنی ہمسائی کے منہ سے یہ بات سن کر جمیلہ مائی کو بہت عجیب لگا۔

''اور پتا ہے، جاجی کی بے بے تو پنڈ کے ہر گھر میں جا کر اپنا رونا رو رہی ہے۔۔۔'' شریفاں کا لہجہ کچھ دھیما ہوا۔ جمیلہ مائی گھبرا کر دیوار کے پاس آگئی اتنا تو اُسے بھی پتا تھا کہ اُس کی دیورانی کا مزاج خاصا اکھڑا اکھڑا سا ہے۔ سکینہ کو بھی وہ بس کھڑے کھڑے دیکھنے آئی تھی۔

''کیا کہہ رہی ہے وہ۔۔۔؟؟؟؟'' جمیلہ مائی نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔

''یہی کہ پاء اللہ دتا نے اُس کے میاں پر زور ڈال کے اُس کے پتّر کو زبردستی قربانی کا بکرا بنا دیا ہے۔ ورنہ سکینہ کبڑی سے کون شادی کرتا۔۔۔'' شریفاں بی بی کے منہ سے نکلنے والی تلخ بات پر جمیلہ مائی کے ساتھ ساتھ سکینہ کے دل کو بھی گھونسا سا لگا۔

''ہر کسی کے گھر میں کہتی ہے کہ جمیلہ نے اُس کے حاجی کو تعویز گھول کے پلا دیے ہیں تبھی اُسے سکینہ کا کُب نظر نہیں آتا۔۔۔'' شریفاں بی بی میں بھی شاید شرافت نام کو نہیں تھی تبھی وہ بے تکلفی سے اتنے زہریلے جملے جوں کا توں ماں بیٹی کے سامنے کہے جا رہی تھی۔

''میری سکینہ، انشاءاللہ اپریشن کے بعد بالکل ٹھیک ٹھاک ہو جائے گی۔۔۔'' جمیلہ مائی ہمسائی کی ساری باتوں کے جواب میں بس اتنا ہی کہہ سکی۔

''تو آپا پھر سکینہ کے شگن بھی اپریشن کے بعد کر لینا، ہتھیلی پر سرسوں کیوں جما رہی ہو۔۔۔'' ہمسائی نے چسکہ لینے کے انداز میں کہا تو جمیلہ مائی نے بھی دل پر جبر کر کے کہہ دیا۔

''ابھی تو خود ہمارے گھر میں کچی پکی سی بات تھی پتا نہیں پنڈ والوں نے کہاں سے پوری داستان گھڑ لی''

''خیر آپا، اب داستان تو نہ کہو۔۔۔'' وہ منہ پر دوپٹہ رکھ کر ہنسی۔''کوئی نہ کوئی تو حاجی والی بات میں سچائی ہو گی، ایویں تو نہیں وہ شوہدا بھاگ بھاگ کر ہسپتال جاتا۔''

''دیکھ شریفاں، بیٹیوں والی ماؤں کو ایسی باتیں کرنا زیب نہیں دیتا۔۔۔'' جمیلہ مائی دوبارا اپنی پیڑھی پر آ کر بیٹھ گئی۔ اُس کا متحمل انداز اُس کی ہمسائی کو ایک آنکھ نہیں بھایا۔

''لو میں نے ایسا کیا کہہ دیا۔۔۔'' اُس نے بُرا سا منہ بنایا۔''بھئی سچ پوچھو تو مجھے لگی لپٹی آتی نہیں جو سچ تھا کہہ دیا، ہم سے حاجی کی بے بے کا رونا نہیں دیکھا جاتا، ہم بھی اولاد والے ہیں۔'' شریفاں نے اپنی بات مکمل کر کے فوراً دیوار سے سر نیچے کر لیا۔ جمیلہ مائی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

''اماں اب سکون آ گیا۔۔۔'' سکینہ کے لہجے کی کڑواہٹ اس کی سماعتوں تک پہنچی تو دل اور زیادہ غمگین ہو گیا۔''اللہ ہدایت دے ہم سب کو۔۔۔'' جمیلہ مائی نے دل ہی دل میں دعا کرتے ہوئے گیلی لکڑیوں کو اور قوت سے پھونکیں مارنا شروع کر دیں۔

☆ ☆ ☆

''ہوں۔۔۔ لگتا ہے کہ رائٹر صاحبہ کو اپنے گمشدہ لفظ واپس مل گئے ہیں۔۔۔؟؟؟؟'' نابیہ دبے قدموں اس کے پیچھے آن کھڑی ہوئی تھی۔ کچھ دیر اس کے لکھے پیراگراف کو پڑھنے کے بعد اُسے اندازہ ہو گیا تھا کہ آج ثنائیلہ کی طبیعت لکھنے پر آمادہ ہے۔ وہ لکھنے میں اس قدر محو تھی کہ اسے نابیہ کی موجودگی کا احساس تک نہیں ہوا۔

''اوہ۔۔۔'' وہ چونکی اور بے ساختہ مڑ کر نابیہ کو دیکھا جو اپنے چہرے پر خوشگوار مسکراہٹ سجائے عین پیچھے کھڑی تھی۔

''یار اللہ پاک نے بہت کرم کیا مجھ پر۔۔۔'' ثنائیلہ نے ایک پرسکون سانس فضا میں خارج کی''یقین مانو، دماغ میں خیالات کا ہجوم ہے اور لفظ خود بخود میرے پیچھے بھاگ رہے ہیں۔''

''ہوں۔۔۔'' اس کی بات سنتے ہوئے نابیہ مسکرا کر سامنے پلنگ پر بیٹھ گئی۔

''اس کا مطلب ہے کہ تمہارے قارئین کو ایک دفعہ پھر تمہاری بہترین تحریریں پڑھنے کو ملیں گی۔۔۔'' نابیہ کی بات پر ثنائیلہ کھل کر مسکرائی۔

''پتا نہیں یار، ہر لکھاری کی طرح میری بھی یہی کوشش ہوتی ہے کہ میرا قاری مجھ سے مایوس نہ ہو۔۔۔'' ثنائیلہ نے انکساری سے جواب دیا۔

''کیا حال ہے تمہارے ہیرو کا۔۔۔؟؟؟؟'' نابیہ کی بات پر ثنائیلہ کے چہرے پر کئی خوبصورت رنگ بکھرے۔

''ہیرو صاحب، ماشاءاللہ بالکل ٹھیک ٹھاک ہیں، اپنے بزنس میں مصروف۔۔۔'' اُس نے مختصراً بتایا۔

''کب بھیجیں گے موصوف اپنے گھر والوں کو۔۔۔؟؟؟؟'' نابیہ نے تجسس سے پوچھا۔

''پتا نہیں یار، ابھی اس موضوع پر بات نہیں ہوئی۔۔۔'' ثنائیلہ نے سادگی سے جواب دیا۔

''لو یہ کیا بات ہوئی بھلا۔۔۔'' نابیہ نے بُرا سا منہ بنایا۔'' آخر تم لوگ گھنٹوں باتیں کیا کرتے ہو۔۔۔؟؟؟؟

''اور بھی غم ہیں زمانے میں محبت کے سوا۔۔۔'' ثنائیلہ نے شوخی سے اُسے ٹالا اور وہ ٹل بھی گئی۔

''تم ماہم منصور کے پاس دوبارہ نہیں گئیں۔۔۔؟؟؟؟'' نابیہ کو اچانک یاد آیا۔

''نہیں یار، ٹائم ہی نہیں ملا۔ اس کی اسسٹنٹ کا بھی درمیان میں ایک دو دفعہ فون آیا تھا۔'' ثنائیلہ ایک دم شرمندہ ہوئی۔

''تمہیں ان کے پاس جانا چاہیے تھا مائی ڈیئر۔۔۔'' نابیہ نے اسے زور دے کر کہا۔

''کل انشاءاللہ جاؤں گی، امی کو اکیلے چھوڑ کر جانا بھی تو ایک مسئلہ ہے۔۔۔'' ثنائیلہ نے اپنا مسئلہ بتایا تو نابیہ نے چٹکی بجا کر حل بھی نکال دیا۔

''کوئی مسئلہ نہیں، تم مجھے کال کر لینا، میں خالہ کے پاس رہ جاؤں گی۔''

''تھینک یو یار۔۔۔'' ثنائیلہ نے ممنون لہجے میں کہا تو نابیہ نے فوراً انگلی اٹھا کر وارننگ دی۔'' نو سوری، نو تھینکس، ان فرینڈ شپ۔۔۔''

☆ ☆ ☆

''بی بی جی، آپ کو بیگم صاحبہ ڈرائینگ روم میں بلا رہی ہیں۔۔۔'' ملازمہ کی بات پر عائشہ نے بیزاری سے پوچھا۔'' کیوں۔۔۔؟؟؟؟

''جی کچھ مہمان آئے ہوئے ہیں۔۔۔'' ملازمہ نے اطلاع دے کر سائیڈ میز سے ناشتے کے برتن اٹھانے شروع کر دیے۔ وہ پچھلے ایک ہفتے سے اپنے کمرے سے باہر نہیں نکلی تھی۔ اُسے لوگوں سے وحشت ہوتی تھی۔ اپنا سیل فون تک اُس نے بند کر رکھا تھا۔ منہ پر دو چار چھینٹے مار کر اُس نے بالوں میں بے دلی سے برش پھیرا اور پاؤں گھسیٹتی ہوئی ڈرائینگ روم کی طرف چل دی۔

اندر پہلا قدم رکھتے ہی اسے شاک لگا۔ وہ اپنی جگہ پر کھڑی کی کھڑی رہ گئی۔ بے یقینی اور حیرت کا ایک سمندر اُس کے چہرے پر بہتا ہوا صاف محسوس ہو رہا تھا۔ وہ سامنے صوفے پر بڑی خوشگوار مسکراہٹ کے ساتھ بیٹھے رامس علی کو دیکھ کر ہکا بکا رہ گئی۔ اُس کے بالکل پاس موحد اپنی ویل چیئر پر بیٹھا ہوا تھا۔

''ارے عائشہ تم نے کبھی رامس کا گھر میں ذکر ہی نہیں کیا۔۔۔'' ماما کی خوش اخلاقی آج عروج پر تھی۔

''تمہارا سیل فون بند ہونے کی وجہ سے بیچارا پریشانی میں تمہیں ڈھونڈتا ہوا یہاں تک آن پہنچا۔۔۔'' ماما لگتا تھا کہ رامس علی سے خوب

متاثر ہو چکی تھیں۔ اس لیے ان کے لبوں پر مسکراہٹ اور لہجے میں شرینی کی فراوانی تھی۔

''کیسی ہیں آپ۔۔۔؟؟؟؟'' رامس اس کی حیرت سے محظوظ ہوتے ہوئے بولا تھا۔

''میں اب ٹھیک ہوں۔۔۔'' عائشہ خود کو سنبھال کر اب سنگل صوفے پر آن بیٹھی۔

''تم لوگ بیٹھو، میں رامس بیٹے کے لیے اچھی سی چائے کا بندوبست کرواتی ہوں۔۔۔'' ماما بڑے عجلت بھرے انداز میں کچن کی طرف نکلیں۔

''آؤ ناں یار کسی دن میرے آفس، بیٹھ کر گپ شپ کریں گی۔۔۔'' موحد کے بے تکلفانہ انداز پر عائشہ کو خوشگوار حیرت ہوئی۔

''ہاں ضرور۔۔۔'' رامس کھل کر مسکرایا۔

''یہ تم کیا میری جاسوسی کرتے ہوئے گھر تک آن پہنچے ہو۔۔۔'' عائشہ نے ہلکا پھلکا سا طنز کیا۔

''اُف بہت مشکل کام تھا یہ۔۔۔'' وہ ہنسا۔'' آپ تو سیل بند کر کے آرام سے بیٹھ گئی تھیں۔۔۔''

''پھر، تم نے کیا ہوائی مخلوق سے مدد لی۔۔۔''؟؟؟؟ عائشہ کے طنز پر وہ قہقہہ لگا کر ہنسا جب کہ موحد کے چہرے پر بھی مسکراہٹ دوڑ گئی۔

''نہیں۔۔۔'' اُس نے بے اختیار نفی میں سر ہلایا۔'' وہ تو کل مجھے جناح سپر میں موحد بھائی مل گئے تو میں نے فوراً آپ کا پوچھا تو پتا چلا کہ آپ ہفتہ بیماری منا رہی ہیں'' اُس نے ہلکے پھلکے انداز میں اصل بات بتائی تو عائشہ نے پرسکون سانس لیا۔

''بھئی مجھے تو ایک میٹنگ کے لیے نکلنا ہے، اس لیے رامس آپ سے پھر انشاء اللہ تفصیلی ملاقات ہوگی۔'' موحد کے دوستانہ انداز پر رامس مسکرایا۔

''جی ضرور، میں انشاء اللہ آپ کے آفس میں حاضر ہوں گا۔۔۔'' رامس نے انہیں یقین دہانی کروائی تو وہ الوداعی الفاظ کے ساتھ فوراً کمرے سے نکل گئے۔

''آپ نے اُس دن میرے ساتھ خوب ڈرامہ کیا۔۔۔'' رامس کی بات پر عائشہ کے زخم پھر سے ہرے ہو گئے۔

''اوہ اُس دن۔۔۔'' عائشہ چونکی۔'' ایک تو سیل کی بیٹری ڈاؤن ہو گئی اور دوسرے راستے میں گاڑی خراب ہو گئی تھی۔'' عائشہ کو بروقت بہانہ مل گیا

''اُف۔۔۔'' رامس نے مصنوعی صدمے سے اپنا سر پکڑ لیا۔

''کیوں، کیا ہوا۔۔۔؟؟؟؟ عائشہ کو اُس کے چہرے کے تاثرات سے کچھ غیر معمولی سا احساس ہوا۔

''جھوٹ بولنا بھی ایک آرٹ ہے اور اس کے لیے کسی ڈگری کی ضرورت نہیں، لیکن افسوس کہ آپ جیسی اچھی لڑکیوں کو یہ ہنر سیکھنے سے بھی نہیں آسکتا'' رامس نے شرارت بھرے لہجے میں کہا تو عائشہ کو کسی گڑبڑ کا احساس ہوا۔ اُس نے سوالیہ نگاہوں سے اُسے دیکھا جو کہہ رہا تھا۔

''بھئی پارکنگ میں آپ کی گاڑی کے ساتھ ہی تو میں اپنی گاڑی پارک کر کے آیا تھا۔ سارے فلور آپ کی تلاش میں چھان کر پارکنگ میں پہنچا تو گاڑی غائب ہو چکی تھی۔'' اُس کی بات پر عائشہ پر گھڑوں پانی پڑ گیا۔ وہ تو غنیمت رہی کہ ماما چائے کی ٹرالی کے ساتھ آ گئیں۔

''بھئی رامس کسی دن اپنی ماما کو لے کر آؤ ناں ہمارے ہاں۔۔۔'' ماما کی بات پر عائشہ نے کوفت سے پہلو بدلا، ایک تو رامس کی شوخی سے بھرپور نظریں اور دوسرے ماما کی غلط فہمی، اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ کوئی منتر پڑھ کر اس تصویر سے غائب ہو جائے۔

''جی آنٹی ضرور، انشاءاللہ۔۔۔'' رامس نے اپنی پلیٹ میں پزا کا ایک بڑا ٹکڑا ڈالتے ہوئے بے تکلفی سے کہا۔

''اور بزنس کیسا چل رہا ہے آپ کا۔۔۔؟؟؟؟'' ماما نے اپنی معلومات میں اضافے کے لیے انٹرویو شروع کر دیا۔ جب کہ وہ عائشہ کی بے زاری کو محسوس کر کے محض اسے تنگ کرنے کے لیے ماما کے سوالات کے جواب بڑی تفصیل سے دے رہا تھا اور اُس کی یہ تفصیل ہی تو عائشہ کو اکتاہٹ میں مبتلا کر رہی تھی۔

☆ ☆ ☆

''ہوں۔۔۔'' ماہم نے اپنے سامنے خوش باش بیٹھی مصنفہ کو دلچسپی سے دیکھا۔ جو پچھلے ایک گھنٹے سے اُسے اپنی اسٹوری تفصیل سے سنا رہی تھی۔

''یقین مانیں، ثنا ئیلہ یہ میری زندگی کا ایک منفرد کیس ضرور ہے لیکن اتنا زیادہ حیران کن بھی نہیں۔۔۔'' ماہم نے بال پوائنٹ اپنی ٹھوڑی پر جماتے ہوئے اطمینان سے کہا۔

''لیکن میم، یہ سب کیا تھا۔۔۔؟؟؟؟'' ثنا ئیلہ ابھی تک حیرت کے سمندر میں غوطے کھا رہی تھی۔

''کیا مطلب۔۔۔؟؟؟؟''

''جو چیزیں میری تخیل میں تھیں وہ میرے سامنے مجسم حقیت بن کر کیسے آ گئیں۔۔۔؟؟؟؟

''دیکھو ثنا ئیلہ، زندگی میں ''زندگی'' سے زیادہ حیرن کن چیز کوئی نہیں اور انسانی ذہن کو اللہ تعالی نے بہت وسعت عطا کی ہے۔ بلاشبہ تمہارا تخیل بہت مضبوط تھا لیکن جیسا تم نے سوچا، زندگی میں ویسا ہی ہوا۔ اسے ہم ایک حسین اتفاق سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتے۔۔۔'' ماہم نے بڑی دلکش مسکراہٹ کے ساتھ اُسے تسلی دی۔

''ہاں ایک اور بات۔۔۔؟؟؟؟'' ماہم کو اچانک یاد آیا، ثنا ئیلہ نے چونک کر اسے دیکھا۔

''ہم اپنے مذہبی نقطہ نگاہ سے دیکھیں تو یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اللہ کہتا ہے کہ تم مجھ سے جیسا گمان رکھو گے، میں تمہیں ویسا ہی دوں گا۔۔۔'' ماہم کی دلیل سے اب ثنا ئیلہ متاثر ہوئی۔

''بس، تمہیں اللہ پاک پر یقین تھا اور اللہ نے تمہارے یقین کو مضبوطی بخشی، اس سے زیادہ کچھ بھی نہیں۔۔۔'' ماہم نے مزید اُسے سمجھایا تو وہ اب کھل کر مسکرائی۔

''آپ کی باتوں سے لگتا ہے کہ آپ بہت اچھی سائیکو جسٹ ہی نہیں، بہت عمدہ انسان بھی ہوں گی۔۔۔'' ثنا ئیلہ نے فوراً تعریف کی۔

اس کی اس بات پر ماہم تھوڑا سا سنجیدہ ہوئی۔

''دیکھیں ثنا ئیلہ، لوگوں کو پرکھنے کے لیے ان کے پروفیشن کو ایک پیمانہ بنانا بالکل غلط بات ہے۔۔۔''

''کیا مطلب۔۔۔؟؟؟؟'' ثنا ئیلہ نے اُلجھن بھرے انداز میں دیکھا۔

''آپ نے زندگی میں کبھی مشاہدہ کیا ہو گا کہ کبھی کبھی اپنے شعبے میں بے پناہ کامیاب لوگ اپنی ذاتی زندگی میں بالکل ایک ناکام زندگی

گذار رہے ہوتے ہیں۔اس لیے چیزوں کو مکس اپ نہیں کرنا چاہیے۔ان کو انہی کے رنگ میں سمجھیں تو زندگی میں آپ کی دوسروں سے وابستہ توقعات کے پل کبھی نہیں گرتے۔۔۔''ماہم نے بہت پتے کی بات اُسے بتائی تھی۔

''ہوں۔۔۔''ثنائیلہ نے سر ہلایا۔

''کہنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ مجھے بہت اچھی سائیکولوجسٹ سمجھتی ہیں، ہیں ناں۔۔۔''ماہم نے سوالیہ نگاہوں سے اُسے دیکھا تو اُس نے جھٹ میں اثبات میں سر ہلا دیا۔

''ہو سکتا ہے کہ میری ذاتی زندگی میں جھانک کر آپ کو بہت مایوسی ہو۔۔۔'' ماہم کی بات نے اُسے الجھن میں مبتلا کیا۔

''ضروری نہیں کہ ہر ڈاکٹر دکھی انسانیت کا درد سمجھتا ہو اور ہر ڈاکو ظالم ہی ہو، سمجھی میں آئی بات۔۔۔'' ثنائیلہ نے ہلکے پھلکے انداز میں سمجھایا اور اسے اس دفعہ واقعی ہی بات سمجھ میں آ گئی تھی۔

''ویسے ملواؤ ناں، اپنے سکندر شاہ کو ہم سے بھی۔۔۔'' ماہم نے اُسے چھیڑنے کی غرض سے کہا۔

''جی ضرور۔۔۔'' ثنائیلہ بلش ہوئی۔

''ویسے، اُسے بھی یہ اسٹوری سنائی کہ نہیں۔۔۔؟؟؟؟''ماہم نے اشتیاق بھرے انداز سے دریافت کیا۔

''جی سنائی تھی۔۔۔''ثنائیلہ نے مسکرا کر جواب دیا۔''میرے جذبے کی بھرپور طاقت نے ہی تو اس کے دل کے سارے دروازے کھولے ہیں۔۔۔''

''ہوں، بیسٹ آف لک۔۔۔''ماہم نے اپنی نیک تمناؤں کا اظہار کیا۔

''تھینکس، لیکن میں آپ کو ہمیشہ یاد رکھوں گی۔۔۔''ثنائیلہ نے خلوص دل سے کہا۔

''اور میں بھی۔۔۔''ماہم نے بھی الوداعی مسکراہٹ کے ساتھ اُسے یقین دلایا۔

☆ ☆ ☆

''قسم سے اماں، اپنے ہسپتال والے کمرے میں آ کر تو مجھے سکون آ گیا ہے۔۔۔''سکینہ نے یہ فقرہ صبح سے کوئی چوتھی دفعہ بولا تھا۔ ہر دفعہ جمیلہ مائی اس کی بات پر مسکرا دیتی۔

''یہاں کم از کم، ہر روز''چسکے'' لے کر میری داستان سننے والے لوگ تو نہیں آتے ناں۔۔۔''سکینہ کی بات پر جمیلہ مائی کا دل دُکھا۔

''بس پتر، دعا کیا کر کہ اللہ پاک ایسی آزمائش میں کسی کو ڈالے ہی ناں، جو دوسروں کے لیے تفریح کا سامان بنے۔۔۔'' جمیلہ مائی نے تسبیح کے دانے گراتے ہوئے سکینہ کو آج کا پہلا سبق پڑھایا۔

''بس اماں، لوگ سمجھتے ہیں کہ جس آزمائش میں سے کوئی دوسرا گذر رہا ہے، وہ ان پر کبھی آ ہی نہیں سکتی۔۔۔''سکینہ نے اپنی کتابوں کو جھاڑتے ہوئے رنج بھرے لہجے میں کہا۔☆

''اللہ سوہنا، سب پر اپنا کرم ہی رکھے۔آزمائشوں کی آگ تو ''حوصلے'' اور ''صبر'' کے پانی سے ہی بجھتی ہے پتر۔۔'' جمیلہ مائی نے اٹھ کر کھڑکی کھولی تو ٹھنڈی ہوا کا جھونکا اندر کے ماحول کو تبدیل کر گیا۔

''شکر ہے سکینہ تم واپس آگئیں، یقین کرو، پورا وارڈ ہی مجھے ویران لگ رہا تھا۔۔۔'' سسٹر ماریہ جو ابھی کمرے میں داخل ہوئیں تھیں۔سکینہ کو دیکھ کر بے ساختہ خوشی کا اظہار کرنے لگیں۔ان کی بات پر سکینہ بھی مسکرا دی۔

''میں نے خود آپ سب لوگوں کو بہت یاد کیا۔۔۔'' سکینہ نے بھی فوراً بتایا۔

''ڈاکٹر خاور تو اکثر ہی تمہیں یاد کرتے تھے۔۔۔'' نرس نے ڈرپ کا کینولہ پاس کرتے ہوئے سرسری انداز سے بتایا تو سکینہ کا دل ایک عجیب سی لے پر دیوانہ وار رقص کرنے لگا۔

''ہاں وہ عید والے دن، وہ دونوں بہن بھائی بھی تم سے ملنے آئے تھے۔۔۔'' سسٹر ماریہ کی اطلاع پر جمیلہ مائی اور سکینہ دونوں چونکیں۔

''کون۔۔۔؟؟؟؟'' جمیلہ مائی نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''وہ ہی موحد اور عائشہ۔۔۔'' سسٹر ماریہ نے روانی میں بتایا۔''یقین کریں خالہ دونوں بہن بھائیوں کا بہت بڑا دل ہے۔عید والے دن یہاں موجود سب مریضوں کے لیے پھل فروٹ اور سارے نچلے عملے کو عیدی دے کر گئے تھے۔۔۔'' سسٹر ماریہ ان سے خوب متاثر ہو چکی تھی۔اس لیے کھل کر تعریفی پروگرام جاری تھا۔

''اللہ پاک ان کو اس چیز کا اجر دے۔۔۔'' جمیلہ مائی نے دل سے دعا کی۔

''جی خالہ، اللہ تعالیٰ نے دیا تو سب کو ہی ہے لیکن دوسروں پر خرچ کرنے کی توفیق کسی کسی کو ہی دی ہے۔۔۔'' سسٹر ماریہ نے افسردگی سے کہا۔

''بس بیٹا اللہ کا مال ہے۔ جتنا اللہ کے بندوں پر خرچ کرو، وہ دوگنا کر کے واپس کرتا ہے۔اتنی سی بات سمجھ میں آجائے تو کوئی اپنی تجوریوں کو تالے لگا کر بے سکون نہ ہو۔'' جمیلہ مائی وضو کرنے کے لیے واش روم کی طرف چل پڑی۔ان کے اندر جاتے ہی سسٹر ماریہ سرگوشی کے انداز سے بولی۔

''بھئی سکینہ وہ بہن بھائی، تمہارے لیے بھی تحفے دے کر گئے ہیں، میری الماری میں پڑے ہیں۔۔۔''

''میرے لیے۔۔۔'' سکینہ تھوڑا سا خوفزدہ ہوئی۔

''تجھے لا دوں گی، تم اماں کو نہ بتانا۔۔۔'' سسٹر ماریہ نے اُسے تجویز دی۔

''نہیں سسٹر ماریہ، تو اماں کے سامنے دے دینا، اگر اسے اچھا لگا تو ٹھیک، ورنہ خود رکھ لینا۔۔۔'' سکینہ کو اماں سے چھپا کر چیز لینا اچھا نہیں لگا۔اس لیے جھٹ سے کہہ دیا۔

''واہ سکینہ، تم تو اپنے پنڈ سے اس دفعہ بڑی سمجھدار ہو کر آئی ہے۔۔۔'' سسٹر ماریہ نے کھلے دل سے تعریف کی۔

''سارا سارا دن جامن کے درخت کے نیچے لیٹی ابے کے لمبے لمبے لیکچر جو سنتی تھی۔۔۔'' سکینہ نے ہنس کر بتایا۔

''اچھا، کیا کہتا تھا تمہارا ابا۔۔۔'' سسٹر ماریہ اس کی ڈرپ سیٹ کر کے وہیں بیٹھ گئی۔

''ابا کہتا تھا کہ سکینہ یہ بیماری تجھے ہر حال میں جھیلنی ہی ہے۔اللہ پاک کا شکر ادا کر کے اس سے مدد مانگے گی تو تجھے وہ آسانی دے گا،لیکن اگر رولا ڈالے گی تو یاد رکھ رب کی ہلکی سی ناراضگی کا بوجھ بھی برداشت کرنا، بندے کی بس کی بات نہیں۔۔۔'' سکینہ نے سنجیدگی سے بتایا۔

''بات تو تمہارے ابے نے پورے سولہ آنے درست کہی ہے۔۔۔'' سسٹر ماریہ نے فوراً تائید کی اور پھر کچھ یاد آنے پر بولی ''بس سکینہ ،اب تو اپنے علاج پر توجہ دے، باقاعدگی سے فزیوتھراپی کروا، تاکہ جلدی جلدی تیرا آپریشن ہو سکے۔۔۔''

''میرے لیے دعا کرنا سسٹر۔۔۔'' سکینہ افسردگی سے مسکرائی تو سسٹر ماریہ نے اس کا ہاتھ گرم جوشی سے دبا کر یقین دہانی کروانے میں دیر نہیں کی۔۔۔

☆ ☆ ☆

''دماغ خراب ہوگیا ہے آج کل کی ینگ جنریشن کا۔۔۔'' ماما نے ڈائننگ روم میں داخل ہوتے ہی بلند آواز میں تبصرہ کیا۔ان کا مزاج ٹھیک ٹھاک برہم تھا۔فرائیڈ رائس اپنی پلیٹ میں نکالتے ہوئے موحد نے چونک کر انہیں دیکھا۔

''اب کیا ہوا ہے۔۔۔؟؟؟؟'' عائشہ نے بیزاری سے پوچھا،وہ ویسے ہی آجکل چڑچڑے پن کا شکار تھی۔

''بھئی ثمن نے انصر کو خلع کا نوٹس بھجوادیا۔۔۔'' ماما نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''اتّی پرانی خبر ہے یہ۔۔۔''موحد نے بیزاری سے ناک سے مکھی اڑانے والے اسٹائل میں کہا۔

''نئی خبر یہ ہے کہ انصر نے اُسے جواب میں طلاق بھجوادی۔۔۔'' ماما نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے دھماکہ کیا۔

''واٹ۔۔۔'' عائشہ نے ہاتھ میں پکڑا پانی کا گلاس میز پر رکھتے ہوئے ماما کو بے یقینی سے دیکھا۔جو سخت پریشان دکھائی دے رہی تھیں۔

''ثمن آپی تو بے وقوف تھیں ہی، یہ انصر بھائی کو کیا ہوا۔۔۔؟؟؟'' عائشہ کو سخت صدمہ ہوا۔

''بے وقوف عورتیں، ایسے ہی اپنے مردوں کا دماغ خراب کرتی ہیں کہ ان کے سوچنے سمجھنے کی ساری صلاحیتیں ماؤف ہو جاتی ہیں۔'' موحد نے تلخ لہجے میں تبصرہ کیا وہ تسلی سے کھانا کھانے میں مگن تھا۔جب کہ عائشہ کی بھوک تو اڑ گئی تھی۔

''خالہ تو بہت پریشان ہوں گی۔۔۔'' عائشہ کو یاد آیا۔اُسکی ساری بھوک اڑ گئی تھی۔

''میری بہن بیچاری کا تو بہت بُرا حال ہے۔۔۔'' ماما سر پکڑے بیٹھیں تھیں۔

''فار گاڈ سیک ماما۔۔۔اب آپ اگلے کئی دن تک اس بات کا سوگ نہ مناتی رہیے گا۔'' موحد نے صاف گوئی سے کہا۔''حالانکہ جن کو سوگ منانا چاہیے اور عدت بھی پوری کرنی چاہیے وہ صبح سولہ سنگھار کر کے ٹی وی اسکرین پر ناظرین کا دل بہلا رہی ہونگی۔''

''وہ تو ٹھیک ہے بیٹا، لیکن مجھے احیان کی ٹینشن ہے،اس کا کیا بنے گا۔۔۔؟؟؟؟'' ماما نے تاسف بھرے انداز سے اپنی پریشانی بتائی۔

''کیوں،احیان کو کیا مسئلہ ہے،اپنے باپ کے پاس ہے،دادا،دادی،پھپھو سارے رشتے تو ہیں اُس کے پاس۔۔۔''موحد نے دانستہ اپنا لہجہ نرم رکھا۔

''اگر ثمن نے اس کی ملکیت کا دعوی کر دیا تو۔۔۔؟؟؟؟'' ماما نے اپنا خدشہ بتایا تو وہ استہزائیہ انداز سے ہنس پڑا۔

''اُف ماما، کتنی بھولی ہیں آپ۔۔۔'' اس کے لہجے میں طنز کی آمیزش تھی۔''ثمن آپی ٹائپ چیزیں سب سے پہلے اپنے بچوں سے ہی جان چھڑاتی ہیں انہیں لگتا ہے کہ بچے ان کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔۔۔''موحد کی اس درجہ تلخ لیکن حقیقت پر مبنی بات پر ماما کے ساتھ ساتھ عائشہ کو بھی چپ لگ گئی۔

''لیکن بہت بُرا ہوا ہے یہ۔۔۔'' عائشہ بمشکل بولی۔

''جب کہ میرے خیال میں انصر بھائی اور احیان کے لیے بہت اچھا ہوا ہے۔۔۔''موحد نے اچار گوشت پلیٹ میں ڈالتے ہوئے صاف گوئی سے کہا۔

''وہ کیسے۔۔۔؟؟؟؟'' عائشہ اور ماما کی نگاہوں نے سوال کیا۔

''دیکھیں ناں، انصر بھائی اب اپنے لیے کچھ اور سوچیں گے اور احیان کو بھی روز روز کے جھگڑوں سے نجات مل جائے گی۔'' وہ بڑے سکون سے کھانا کھانے لگا۔

''لیکن احیان کو ماں تو نہیں ملے گی ناں۔۔۔'' ماما کا دکھ کم ہونے میں ہی نہیں آ رہا تھا۔

''تو پہلے کون سا اُس پر دن رات ماں کی ممتا نچھاور ہو رہی تھی، دن تو سارا ثمن آپی کا گھر سے باہر ہی گذرتا تھا۔'' موحد تلخی سے ہنسا۔

''پھر بھی بیٹا۔۔۔'' ماما افسردہ ہوئیں۔

''دفع کریں ماما، خالہ سے بھی کہیں کہ خود غرض لوگوں کا زیادہ دیر تک سوگ نہیں مناتے، میں خود بات کروں گا انصر بھائی سے'' اُس نے ٹشو پیپر سے ہاتھ صاف کیے۔

''عائشہ تم چکر لگا آنا ذرا ماہم کے گھر، دیکھنا وہاں کیا صورتحال ہے۔۔۔'' ماما نے فکرمندی سے کہا

''کوئی ضرورت نہیں ہے عائشہ۔۔۔'' موحد نے تیزی سے ان کی بات قطع کر کے کہا۔ ''یہ اتنا بیار رہی ہے، ماہم نے جھانک کر بھی نہیں دیکھا، ہمیں کیا ضرورت پڑی ہے۔'' وہ بھی بدلحاظ ہوا۔ عائشہ بھی پھیکے سے انداز سے مسکرا دی۔

''ماما، آپ کیوں ٹینشن لے رہی ہیں، جو چیزیں ماہم یا ثمن آپی اپنی چوائس سے کرتی ہیں ان پر کبھی دکھی نہیں ہوتیں۔'' عائشہ نے سادگی سے انہیں مطمئن کرنے کی کوشش کی۔

''چلو اپنی خالہ کے ہاں تو چکر لگا آنا ناں۔۔۔'' ماما نے ہتھیار ڈالتے ہوئے کہا۔

''ہاں، ان کی طرف سے ہو آؤں گی۔۔۔'' عائشہ نے انہیں مطمئن کیا۔

☆ ☆ ☆

پورے گھر میں موتیا کے پھولوں کی مہک پھیلی ہوئی تھی۔ثنا ئیلہ صبح دس بجے ہی نابیہ کو اپنے گھر چھوڑ کر ماہم کی طرف نکل گئی تھی۔نابیہ کچھ دیر تو اس کی والدہ کے ساتھ گپ شپ کرتی رہی اور اس کے بعد ان کو میڈیسن دے کر خود ٹی وی پر ایک ڈرامہ دیکھنے لگی۔ثنا ئیلہ کی امی ادویات کے زیر اثر سو گئیں تھیں۔ان کے آرام میں خلل پڑھنے کے خوف سے اُس نے ٹی وی بند کر دیا اور بانو قدسیہ کا ایک ناول اٹھا کر باہر صحن میں نکل آئی۔آسمان گہرے سیاہ بادلوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔وہ پھولوں کی کیاری کے پاس چار پائی بچھا کر لیٹ گئی۔موتیے کے پھولوں کی بھینی بھینی خوشبو نے پورے ماحول کو معطر بنا رکھا تھا۔وہ بڑے مزے سے ناول سے لطف اندوز ہو رہی تھی جب گھر کے دروازے پر بیل ہوئی۔

''یہ ثنا ئیلہ کیا اتنی جلدی آ گئی ،ابھی تو ایک گھنٹہ ہوا ہے۔۔۔''وہ مختلف سوچوں کے زیر اثر بے دھیانی میں دروازہ کھول گئی۔

''یہ زبیر انکل کا گھر ہے۔۔۔''سامنے بلیک پینٹ اور پرپل شرٹ میں ملبوس نوجوان نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔اس کی روشن بادامی آنکھیں نابیہ پر جمی ہوئی تھیں۔

''جی بالکل یہ زبیر صاحب کا ہی گھر ہے۔۔۔''نابیہ نے پراعتماد انداز میں جواب دیتے ہوئے اس کا بغور جائزہ لیا۔وہ اپنے حلیے سے ایک پڑھا لکھا،سلجھا ہوا نوجوان لگ رہا تھا۔

''ان سے ملاقات ہو سکتی ہے۔۔۔''اُس نے بے چینی سے پوچھا۔

''جی نہیں۔۔۔''نابیہ نے بڑے آرام سے جواب دیا۔

''کیوں۔۔۔؟؟؟؟وہ ایک دم حیران ہوا۔

''جی ان سے ملاقات کے لیے آپ کو شہر خموشاں جانا پڑے گا،وہ آجکل وہیں ہوتے ہیں۔۔۔''دروازے کے عین درمیان کھڑی وہ لڑکی اُس کے چھکے اڑا رہی تھی۔

''شہر خموشاں۔۔۔''اُسے فوری طور پر سمجھ ہی نہیں آیا۔''کیا مطلب۔۔۔؟؟؟؟''

''مطلب یہ کہ ان کا انتقال ہو چکا ہے۔۔۔''نابیہ کی اطلاع پر وہ کئی لمحوں تک بول ہی نہیں سکا۔

''اور ان کا بیٹا شہیر تو ہوگا ناں۔۔۔'' وہ اس اچانک اطلاع سے سنبھل کر بولا تو نابیہ کو اندازہ ہوا کہ وہ سارے ہی خاندان سے واقف ہے۔

''جی شہیر سے ملاقات کے لیے آپ کو کویت جانا پڑے گا۔۔۔''نئی اطلاع پر اُسے ایک دم پھر دھچکا لگا۔

''ان کی بیٹی۔۔۔؟؟؟؟؟''اب کہ اُس نے محتاط انداز سے سامنے کھڑی لڑکی کو دیکھا۔جس کا پراعتماد انداز ہی اس کی سب سے بڑی خوبصورتی تھا۔

''ان کی بیٹی اسلام آباد گئی ہوئی ہیں۔۔۔''وہ دلکشی سے مسکرائی۔

''اور پھپھو۔۔۔؟؟؟؟''سب سے اہم سوال اُس نے سب سے آخر میں کیا تھا۔

''اوہ تو آپ ثنا ئیلہ کے وہ والے کزن ہیں،جو گذشتہ کئی سالوں سے لاپتہ تھے۔۔۔''اُس نے شرارت بھرے لہجے میں کہتے ہوئے اب

دروازہ چھوڑا تو اُس شخص نے بھی ایک پرسکون سانس فضا میں خارج کی۔

''آجایئے، خالہ میڈیسن لے کر سورہی ہیں، فوراً نہیں اٹھا سکتی، ورنہ ان کی طبیعت خراب ہو جائے گی۔۔۔'' اُس نے اُسے اندر آنے کا اشارہ کیا۔

''اوہ، کیا ہوا ان کو۔۔۔؟؟؟؟'' وہ تھوڑا سا فکر مند ہوا اور اب صحن میں رکھی چارپائی پر بیٹھ گیا۔

''شوگر، اور ہائی بلڈ پریشر کے علاوہ انجائنا کی تکلیف بھی ہو چکی ہے۔۔۔'' نابیہ سامنے کچن میں بڑھ گئی۔ پانچ منٹ کے بعد وہ جام شیریں کے ایک جگ اور دو گلاس لیے باہر آئی۔

''آپ پھپھو کی کیا لگتی ہیں۔۔۔؟؟؟؟'' اُس نے سنجیدگی سے پوچھا تو نابیہ چونک گئی۔

''جی میں ان کی بیٹی ثنائیلہ کی بیسٹ فرینڈ ہوں، نابیہ۔۔۔'' اُس نے گلاس ان کی جانب بڑھاتے ہوئے کہا تو اُس نے سر ہلا دیا۔

''انکل زبیر کا انتقال کب ہوا، پھپھو کی جب ماما سے بات ہوئی تھی، انہوں نے تو نہیں بتایا۔'' وہ الجھن بھرے انداز سے گویا ہوا۔

''کچھ سال پہلے۔۔۔'' نابیہ برآمدے سے موڑھا اٹھا لائی اور اب اس سے کچھ فاصلے پر بیٹھتے ہوئے بولی۔ ''ہوسکتا ہے کہ وہ فون پر یہ بات نہ بتانا چاہتی ہوں۔'' اُس نے بھی محتاط انداز سے جواب دیا۔

''آپ کے والد اور والدہ نہیں آئیں۔۔۔؟؟؟؟'' نابیہ نے حیرت سے پوچھا۔

''ان کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی، پھر ایڈریس بھی کچھ کنفرم نہیں تھا، اس سے پہلے تو وکیل صاحب ہی آئے تھے۔'' اُس نے تفصیل سے جواب دیتے ہوئے اس صاف ستھرے گھر کو دیکھا۔

''آپ لوگوں کو ثنائیلہ اور ان کی والدہ سے رابطہ رکھنا چاہیے تھا، انہوں نے بہت مشکل وقت دیکھا ہے۔'' نابیہ نے اُس اجنبی شخص سے شکوہ کیا۔

''بس ہم لوگوں کے حالات بھی کچھ ایسے ہو گئے تھے۔۔۔'' اُس نے بھی صفائی دیتے ہوئے اس سادہ سی لڑکی کو غور سے دیکھا۔

''میرا خیال ہے کہ میں خالہ کو اٹھا دیتی ہوں۔۔۔'' اُس کی نظروں کے ارتکاز سے گھبرا کر نابیہ نے عجلت بھرے انداز میں کہا۔

''میرا خیال ہے کہ رہنے دیں، میں کل امی کے ساتھ ہی چکر لگا لوں گا۔'' وہ نہ جانے کیوں ایک دم کھڑا ہو گیا۔

''دیکھیں، آپ خالہ سے مل کر جائیں، ورنہ وہ مجھ سے خفا ہو جائیں گی۔۔۔'' نابیہ نے گھبرا کر کہا۔

''آپ میرا یقین رکھیں، میں دوبارہ آؤں گا، اس وقت ثنائیلہ بھی گھر ہوں گی، تب تفصیلی بات ہوگی۔۔۔'' وہ فوراً باہر نکلا۔ نابیہ اس کے پیچھے لپکی۔

''میرا انتظار کیجئے گا۔۔۔'' اُس نے سن گلاسز ٹشو پیپر سے صاف کرتے ہوئے بڑے گہرے لہجے میں کہا، نابیہ کی دل کی دھڑکنوں میں ارتعاش سا برپا ہوا۔ وہ سامنے گلی میں کھڑی اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔ جب کہ نابیہ وہیں کھڑی کی کھڑی اُسے جاتے دیکھتی رہ گئی۔

''تم دنیا کی انتہائی بے مروت لڑکی ہو۔۔۔'' ماہم کی بے تکلفانہ آواز سن کر عائشہ کو دھچکا سا لگا۔ رائل بلیو سوٹ میں اس کی شہابی رنگت دمک رہی تھی۔ وہ بے تکلفی سے اُس کے کمرے کے پردے ہٹا رہی تھی۔

''کیا ہوا، ایسے کیوں گھور رہی ہو، جیسے کوئی بھوت دیکھ لیا ہو۔۔۔'' ماہم نے شوخی سے لبریز لہجے میں کہا۔ وہ اب اُس کے بیڈ پر بیٹھ چکی تھی۔

''بھوت تم سے زیادہ خوفناک نہیں ہو سکتا۔۔۔'' ماہم چاہتے ہوئے بھی اس پر یہ طنز نہیں کر سکی۔

''سوری یار، تم اتنا بیمار رہی، میں عیادت کے لیے نہیں آسکی۔'' وہ بڑے دوستانہ انداز میں پہلے کی طرح شروع ہو چکی تھی۔ ''بس ثمن آپی والے مسئلے نے سب کو اپ سیٹ کر رکھا تھا۔''

''کیوں۔۔۔؟؟؟'' عائشہ بمشکل اتنا ہی بول سکی۔

''بس یار انصر بھائی طلاق دینا نہیں چاہتے تھے اور ثمن آپی ان کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی تھیں۔۔۔'' اُس نے ہلکے پھلکے انداز میں سنگین مسئلے پر روشنی ڈالی۔

''چلیں اب تو ثمن آپی کی خواہش پوری ہو گئی۔۔۔'' اُس نے ٹانگیں پھیلاتے ہوئے کہا۔

''تھینکس گاڈ۔۔۔'' وہ قہقہہ لگا کر ہنسی۔ ''ویسے یہ طلاق تو ان کے حق میں بڑی فائدہ مند ہوئی۔۔۔'' اُس نے خوشگوار انداز میں اطلاع دی۔

''وہ کیسے۔۔۔؟؟؟'' عائشہ جبراً بولی، ورنہ اس کا بات کرنے کو بالکل بھی دل نہیں چاہ رہا تھا۔

''بھئی انہیں تو فوراً ہی الیکٹرانک میڈیا سے بڑے بڑے پراجیکٹ ملنے لگے۔ آجکل بہت خوش ہیں وہ۔۔۔'' ماہم نے بڑی خوشدلی سے اُسے بتایا۔

''کوئی بات نہیں یہ علیحدگی تو انصر بھائی کے حق میں بھی بڑی فائدہ مند ہوئی۔۔۔'' عائشہ اپنی طبیعت کے برخلاف طنز کر ہی گئی۔

''وہ کیسے۔۔۔؟؟؟؟'' ماہم نے عجلت بھرے انداز میں پوچھا۔

''بھئی انصر بھائی کو یو این او سے بہت زبردست آفر آئی اور انہوں نے فوراً قبول کر لی۔'' عائشہ نے ماہم کے چہرے کا اُڑتا رنگ فوراً محسوس کیا۔

''یہ تو اچھی بات ہے۔۔۔'' عائشہ کو پتا تھا کہ اس نے بہت دل پر جبر کر کے یہ فقرہ کہا تھا۔

''اس کے علاوہ، انصر بھائی کے بہت زبردست پرپوزل بھی آنا شروع ہو گئے ہیں۔۔۔'' اس اطلاع پر ماہم کے چہرے پر ابھرنے والا تاثر بڑا عجیب تھا۔

''وہ دوسری شادی کریں گے کیا۔۔۔؟؟؟؟'' ماہم کا سوال کم از کم عائشہ کو بہت بچگانہ لگا لیکن بہت عرصے کے بعد اس نے اپنے اندر کچھ ٹھنڈک اترتے محسوس کی تھی۔

''یس، آف کورس، ان کا حق ہے یار۔۔۔'' عائشہ نے کھلے دل سے اپنے کزن کی حمایت کی۔

''چلو دفع کرو، ہمیں کیا، یہ بتاؤ کہاں گم تھی۔۔۔؟؟؟؟'' ماہم کا چہرہ بے سکون ہو چکا تھا لیکن اب ایک دم اٹھ کر جانا نامناسب تھا۔ اس لیے وہ مروتاً بیٹھی رہی۔

''کہیں نہیں، بس ایسے ہی بیاری بھگتا رہی تھی۔۔۔'' عائشہ اب کھل کر مسکرا رہی تھی۔

''ہاں بھئی کیا حال ہے تمہارے ہیرو کا۔۔۔'' ماہم کے منہ سے پھسلا۔ عائشہ نے چونک کر اسے دیکھا'' کون سا ہیرو۔۔۔؟؟؟؟؟'' عائشہ کے سپاٹ لہجے پر ماہم نے الجھ کر اسے دیکھا۔ جیسے یقین نہ آ رہا ہو۔

''بھئی علی کی بات کر رہی ہوں۔۔۔''

اُس نے چبا چبا کر کہا تو وہ فوراً بولی۔ ''پتا نہیں میرا اُس سے کوئی رابطہ نہیں۔'' کچھ توقف کے بعد وہ مزید گویا ہوئی۔ ''ویسے ہر تیسرے دن کسی نہ کسی نئی لڑکی کے ساتھ کہیں نہ کہیں نظر آ جاتا ہے۔'' عائشہ نے بھی اس کا سکون درہم برہم کیا۔

''اچھا۔۔۔؟؟؟؟'' ماہم کو دھچکا سا لگا۔

''تم نے خود بھی تو دیکھا تھا اُسے گولف کلب میں۔۔۔'' عائشہ نے اُسے یاد دلایا تو ماہم پھیکے سے انداز سے مسکرا دی۔

''تم سناؤ آجکل کیا ہو رہا ہے۔؟؟؟؟؟'' عائشہ کا لاپرواہ انداز ماہم کے اندر بے چینی سی بھر گیا۔

''کچھ خاص نہیں، بس کلینک، گھر یا پھر جم۔۔۔'' ماہم نے بے دلی سے جواب دیا اور جانے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی۔

''کیا ہوا۔۔۔؟؟؟؟'' عائشہ نے اپنے چہرے پر آنے والی بے ساختہ مسکراہٹ کا بمشکل گلہ گھونٹا۔

''یار چلتی ہوں اب، ثمن آپی کے ساتھ مارکیٹ کا پروگرام تھا'' ماہم نے صاف بہانہ بنایا تھا اور عائشہ نے بھی اُسے جتایا نہیں۔ وہ بس اسے اضطرابی انداز سے باہر نکلتے ہوئے دیکھنے لگی

☆ ☆ ☆
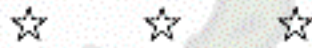
''ہاں بھئی سکینہ اس دفعہ گاؤں سے واپس آنے کے بعد کچھ چپ چپ سی ہو۔۔۔'' ڈاکٹر خاور نے پہلی ہی ملاقات میں بھانپ لیا تھا کہ سکینہ میں کوئی تبدیلی آئی ہے۔ انہیں دیکھ کر اس کی آنکھوں میں جگنو تو چمکتے تھے لیکن طبیعت میں ایک ٹھہراؤ سا آ گیا تھا۔

''پتا نہیں ڈاکٹر صاحب لیکن اس دفعہ گاؤں جا کر طبیعت بہت اُداس ہوئی۔'' اُس نے بھی بے تکلفی سے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

''کیوں سکینہ۔۔۔؟؟؟؟'' ڈاکٹر خاور نے بڑے نرم لہجے میں پوچھا اور اس کی فائل پر تازہ کیے گئے ٹیسٹ کی رپورٹس دیکھنے لگے۔

''پہلی دفعہ احساس ہوا کہ خنجر کی دھار ہی بندے کو زخمی نہیں کرتی زبان اور نظروں کے تیر زیادہ دل دکھاتے ہیں۔'' سکینہ تھوڑا سا افسردہ ہوئی۔

''ٹھیک کہتی ہیں آپ، جسم کا زخم تو بھر جاتا ہے لفظوں کے گھاؤ تو کبھی نہیں بھرتے، ہر دفعہ یاد آنے پر پہلے سے زیادہ تکلیف ہوتی ہے۔'' وہ بھی کسی گہری سوچ کے زیرِ اثر بولے تھے۔

''آپ ٹھیک ہیں ناں۔۔۔'' سکینہ نے چونک کر پوچھا۔ اس وقت جمیلہ مائی کمرے میں نہیں تھی اس لیے اُسے کھل کر بولنے کا موقع ملا ہوا تھا۔

''آپ کو کیسا لگ رہا ہوں۔۔۔'' وہ زبردستی مسکرائے۔

''کچھ کچھ الجھے الجھے اور پریشان سے۔۔۔'' سکینہ کی بات پر وہ تعجب کا شکار ہوئے۔

''آپ کو کیسے پتا چل جاتا ہے سکینہ۔۔۔'' ؟؟؟؟؟ان کے سوال پر سکینہ اللہ دتا کے لبوں پر ابھرنے والی مسکراہٹ اتنی بامعنی تھی کہ ڈاکٹر خاور کو اپنے سوال کا جواب مل گیا۔

''پتا نہیں۔۔۔'' سکینہ نے بھی انہیں صاف ٹالا''پتا ہے ڈاکٹر صاحب جب میں ٹھیک ہو جاؤں گی ناں تو پہلے قرآن پاک حفظ کروں گی۔۔۔''ڈاکٹر خاور اس کے منہ سے بالکل غیر متوقع بات سن کر حیران ہوئے۔

''پھر اس کے بعد ایک مدرسہ بناؤں گی، اس میں بچیوں کو قرآن پڑھاؤں گی۔۔۔'' سکینہ کی آخری دو باتیں کمرے میں آتی جمیلہ مائی نے بڑی دھیان سے سنی تھیں۔

''پتر پہلے والا کام تو، تو ابھی بھی کر سکتی ہے۔۔۔'' جمیلہ مائی بالکل سامنے آ کر بولی۔

''اللہ کے ساتھ ''جب'' اور ''تب'' والے رشتے نہیں بناتے، اس پر پکا یقین کرتے ہیں۔۔۔'' جمیلہ مائی کی بات پر سکینہ فوراً حیرت سے بولی۔

''کیا مطلب ہے اماں۔۔۔؟؟؟؟

''پتر، تو جو کہہ رہی ہے کہ ''جب'' میں ٹھیک ہو جاؤں گی ''تب'' قرآن پاک حفظ کروں گی، اس کا مطلب ہے کہ تو اللہ سے اپنی شرطوں پر سودا کرنا چاہتی ہے۔۔۔'' جمیلہ مائی کی سادہ سی بات سے ڈاکٹر خاور سخت متاثر ہوئے۔

''اللہ کو یہ شرطوں والے تعلق اچھے نہیں لگتے، ہر حال میں اس کا دم بھرتے ہیں پتر، پھر وہ بھی اپنے بندے کو آسانی دیتا ہے۔'' جمیلہ مائی کا پرسکون لہجہ سکینہ کے ساتھ ساتھ ڈاکٹر خاور کو بھی سوچ میں مبتلا کر گیا تھا۔ تینوں اب اپنی اپنی جگہ پر مختلف سوچوں کے زیر اثر کھڑے تھے۔

☆ ☆ ☆

''بھائی اگر آپ کا کوئی دوست آپ کے ساتھ مخلص نہ ہو تو کیا کرنا چاہیے۔۔۔'' موحد کے ساتھ شام کو لان میں واک کرتے ہوئے عائشہ نے اچانک پوچھا۔ وہ اس کی وہیل چیئر کو سائیڈ پر کر کے اب اس کے سامنے لان چیئر پر بیٹھ گئی۔

''سب سے پہلے تو اُسے ''دوست'' ہرگز نہیں کہنا چاہیے، کیونکہ اگر اس نے بھی دشمنوں والا کام ہی کرنا ہے تو اسے دوستوں کی لسٹ میں کیوں شامل کیا جائے۔'' موحد نے ہلکے پھلکے لہجے میں جواب دیا۔ وہ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد پھر گویا ہوئی۔

'' بھائی لوگ دھوکا کیوں دیتے ہیں۔۔۔؟؟؟؟'' وہ بُری طرح الجھی ہوئی تھی۔ موحد نے بھی اسے ٹوکا نہیں۔ وہ چاہ رہا تھا کہ اس کی یہ سادہ سی بہن آج کھل کر اپنے ذہن کی تمام گرہیں سلجھا ہی لے۔

''بعض لوگ اس لیے دھوکا دیتے ہیں کیونکہ وہ فطرتاً ایسے ہوتے ہیں، ان سے کسی کو بھی فیض نہیں ملتا۔ بعض حد درجہ خودغرض ہوتے ہیں، ویسے تو ٹھیک چلتے ہیں لیکن جہاں اپنے مفادات کی پتنگ کو ڈولتے دیکھتے ہیں وہیں داؤ پیچ لڑا کر اپنی ڈور تیز کر لیتے ہیں۔ پھر ان کے راستے میں جو بھی آئے، اُس کی پرواہ نہیں کرتے۔ جب کہ بعض بُرے نہیں ہوتے بس کبھی کبھار کمزور لمحوں کی زد میں آ جاتے ہیں اور اپنے پیاروں کو ہرٹ کر جاتے ہیں لیکن انہیں اس چیز کا کبھی نہ کبھی احساس ضرور ہوتا ہے۔'' موحد کے تفصیلی جواب پر اس نے سنجیدگی سے سر ہلایا۔

''اچھا، یہ بتاؤ کہ اپ سیٹ کیوں ہو۔۔۔؟؟؟؟'' موحد نے محبت سے لبریز لہجے میں پوچھا۔

''ایسے ہی آج ماہم کے ساتھ میں کچھ غلط باتیں کرگئی، اب افسوس ہو رہا ہے۔۔۔'' وہ شرمندگی سے بولی۔

''تم اور غلط، ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔۔۔'' موحد کے لہجے کا یقین اسے مزید خفت میں مبتلا کرگیا۔ اُس نے فوراً صفائی دیتے ہوئے کہا۔

''کچھ ایسا بھی غلط نہیں، لیکن کچھ باتیں اور چیزیں صرف اسے ''جتانے'' کے خیال میں کہہ دی، اب افسوس ہو رہا ہے کہ نہ ہی کہتی۔''

''کوئی بات نہیں، اُس پر کون سا اثر ہوگا۔۔۔'' موحد نے دونوں ہاتھ جھاڑتے ہوئے خوشدلی سے کہا تو وہ بھی ہنس دی۔

''ویسے بھی جو لوگ دوسروں کے جذبات سے کھیلنا اپنا حق سمجھتے ہوں تو ان کو بھی کبھی کبھی اس احساس سے گذارنا چاہیے تاکہ انہیں معلوم ہو کہ درد کا ذائقہ ہر زبان میں ایک جیسا ہی ہوتا ہے'' موحد کی بات پر وہ چونکی۔

''تو بھائی پھر ان میں اور ہم میں کیا فرق رہ جائے گا۔۔۔'' عائشہ کو اس کی فلاسفی پسند نہیں آئی۔

''بھئی ہم نے کوئی درد سہنے کا ٹھیکہ تو نہیں لے رکھا یا دوسروں کو یہ پرمٹ تو نہیں دیا ہوا کہ وہ جب چاہیں ہمیں بے وقوف بنا جائیں۔۔۔'' موحد تھوڑا سا تلخ ہوا۔

''پھر بھی۔۔۔'' عائشہ نے بوگن ویلیا کی بیل کو تھوڑا سا ہلاتے ہوئے افسردگی سے کہا۔

''تمہیں پتا ہے کہ ہم اپنے آدھے سے زیادہ غم اچھا بننے کی کوشش میں خود خریدتے ہیں۔ لوگوں کو خود موقع دیتے ہیں کہ وہ ہمیں بار بار ہرٹ کریں۔'' موحد نے ہاتھ میں پکڑے بوگن ویلیا کے کاسنی پھول کو فضا میں اڑایا۔

''پھر کیا کرنا چاہیے۔۔۔؟؟؟؟'' عائشہ نے بے دھیانی میں پوچھا۔

''ان کو فوراً شٹ اپ کال دینی چاہیے۔۔۔'' موحد کی بات پر وہ ہکا بکا رہ گئی۔ جب کہ وہ اپنی وہیل چیئر اب پھولوں کی باڑھ کے پاس لے گیا۔ ''یہ پھول میری دنیا کی سب سے اچھی بہن کے لیے جو اکثر دھوکے اپنی مروت پسند طبیعت کے ہاتھوں خود کھاتی ہے۔۔۔'' موحد کے شرارتی لہجے پر وہ ایک دم شرمندہ سی ہوئی۔ اُس نے جھجکتے ہوئے وہ گلابی پھول پکڑ لیا تھا۔

''بھئی جب لوگ ہزاروں دھوکے دے کر بھی شرمندہ نہیں ہوتے، تو تم کیوں دھوکے کھاتے ہوئے خفت کا شکار ہو رہی ہو۔۔۔'' موحد نے اُسے چھیڑا۔

''بھائی اب آپ زیادتی کر رہے ہیں۔۔۔'' عائشہ نے احتجاج کیا۔

''ہاں بالکل ایسے ہی اپنے خلاف ہونے والی زیادتی پر فوراً احتجاج کرتے ہیں۔ یہی چیز تو میں تمہیں سمجھانا چاہ رہا ہوں۔۔۔'' موحد کے ہلکے پھلکے انداز پر وہ نہ چاہتے ہوئے بھی ہنس دی۔

☆ ☆ ☆

''کون تھا وہ، کہاں رہتا تھا اور ماموں ممانی ساتھ کیوں نہیں آئے، تم نے کچھ تو پوچھا ہوتا۔'' ثنائیلہ کے لہجے میں ہلکی سی جھنجھلاہٹ تھی۔ وہ ابھی ابھی ماہم کے کلینک سے گھر لوٹی تھی۔ آتے ہی نابیہ نے اُسے، اس کے کزن کے آنے کی اطلاع دے دی۔ سارا قصہ سننے کے بعد اُسے ایک دم غصہ ہی آ گیا۔

''میں کیا کرتی، وہ خود ہوا کے گھوڑے پر سوار تھا۔۔۔'' نابیہ نے اپنی طرف سے صفائی دینے کی کوشش کی۔

''چلو، امّی کو ہی اٹھا دیتیں، اب ان کو پتا چلے گا تو پتا ہے کتنا خفا ہوں گی۔۔۔'' ثنائیلہ نے اپنا بیگ چارپائی پر رکھا اور اُس پر دراز ہو گئی۔ جہاں کچھ دیر پہلے نابیہ بڑے سکون سے لیٹی ناول پڑھنے میں مصروف تھی۔

''تم خالہ کو ابھی مت بتانا، وہ کل اپنے والدین کے ساتھ خود آئے گا ناں۔۔۔'' نابیہ نے اُسے ٹھنڈا کرنے کے لیے ایک گلاس پانی بڑھایا۔

''سخت نامعقول لڑکی ہو تم۔۔۔'' اُس نے گلاس پکڑتے ہوئے اُسے جھاڑا۔

''میں کیا کرتی، وہ تم لوگوں کے بارے میں ہی سوال جواب کیے جا رہا تھا۔۔۔'' نابیہ نے ہلکی سی خفگی سے کہا۔

''ہونہہ، چاہے کوئی چور اچکا ہی ہو، نیا نیا گھر بنا دیکھ کر جائزہ لینے آیا ہو۔۔۔'' ثنائیلہ کو ایک اور خدشے نے گھیرا۔

''خیر اب ایسا بھی کوئی محل نہیں تم نے کھڑا کر لیا کہ اچھے خاصے ہینڈسم لوگ چور بننے کے لیے مچل جائیں۔'' نابیہ کو بھی غصہ آ گیا تھا۔

''اچھا ہینڈسم تھا۔۔۔؟؟؟؟ ویسے ماموں خود بھی جوانی میں بالکل کسی فلمی ہیرو کی طرح تھے۔۔۔'' ثنائیلہ اپنی خفگی بھول کر ایک دم اشتیاق بھرے لہجے میں بولی۔

''ہینڈسم نہیں بلکہ ٹھیک ٹھاک ظالم پرسنالٹی تھی۔۔۔'' نابیہ کا موڈ بھی خوشگوار ہوا۔

''چلو، پھر تمہارا کام تو بن گیا۔۔۔'' ثنائیلہ بڑے اطمینان سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔

''خیر اب اتنی بھی اس کی مت نہیں ماری گئی کہ مجھ جیسی لڑکی کے ساتھ اپنے کام بنانے لگے۔۔۔'' نابیہ خطرناک حد تک صاف گو تھی۔

''کیوں تمہیں کیا ہوا، اچھی خاصی ہو، نازک سی، اسمارٹ سی، دراز قد، گورا رنگ اور یہ ناگن کی طرح لہراتی تمہاری چوٹی، بنی بنائی کسی پاکستانی فلم کی ہیروئین۔۔۔'' ثنائیلہ نے اُسے چھیڑا

''اوہ بہن معاف کرو مجھے۔۔۔'' نابیہ نے سچ مچ اُس کے سامنے ہاتھ جوڑے۔ ''لگتا ہے تم نے کبھی پاکستانی فلمیں دیکھی نہیں، وہاں لڑکیوں کا نہیں آنٹیوں کا راج ہے۔۔۔''

''کہاں یار، اب تو ساری فلم انڈسٹری کو ہی زوال آ گیا۔۔۔'' ثنائیلہ تھوڑا سا افسردہ ہوئی۔

''یہاں تو آہستہ آہستہ سارے ہی شعبوں کو زوال آتا جا رہا ہے، کہاں ریلوے، کہاں پی آئی اے اور تم فلم انڈسٹری کو رو رہی ہو۔۔۔'' نابیہ نے تلخی سے یاد دلایا۔

''چلو چھوڑو۔۔۔'' ثنائیلہ نے بات ختم کرتے ہوئے کہا۔''بس تم ابھی امی سے ذکر نہ کرنا، کہیں خدانخواستہ کل وہ لوگ نہ آئیں تو والدہ صاحبہ تو گلی میں جا کر بیٹھ جائیں گی۔''

''ہاں یار، مجھ سے بھی بڑی غلطی ہوگئی، مجھے کم از کم اس سے فون نمبر تو لینا چاہیے تھا ناں۔۔۔'' نابیہ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔

''اور کیا، اُس کا نہ سہی کم از کم اپنا سیل نمبر تو دے دیتیں اُسے۔۔۔'' ثنائیلہ نے اُس کا تاسف کم کرنے کے لیے بات کو ہلکا پھلکا سا رنگ دیا۔

''یہ تو اس سے بھی بڑی غلطی ہوگئی۔۔۔'' نابیہ اس کی شرارت سمجھ کر کھلکھلا کر ہنسی پھر کچھ یاد آنے پر بولی۔''تم بتاؤ کہ ماہم منصور کے ساتھ تمہاری آخری میٹنگ کیسی رہی؟؟؟''

''بہت زبردست، یار وہ بہت لاجواب لڑکی ہے، اُس کو دیکھ کر خیال آتا ہے کہ اللہ نے اُسے کتنے پیار سے بنایا ہوگا۔۔۔'' ثنائیلہ نے توصیفی لہجے میں کہا۔

''کیا بہت خوبصورت ہے وہ۔۔۔؟؟؟؟'' نابیہ کو تجسس ہوا۔

''اتنی خوبصورت کہ اُسے دیکھ کر لگتا ہے کہ خوبصورتی کی اگر کوئی مجسم تعریف ہوتی تو وہ اس کا بہترین نمونہ ہوتی۔۔۔'' ثنائیلہ نے اُس کے تجسس کو ہوا دی۔

''سب سے بڑی بات کہ وہ ایک بہترین سائیکلوجسٹ ہے۔انسان کے زخموں پر اتنی نرمی سے مرہم لگاتی ہے کہ درد کا احساس ہی نہیں ہوتا۔'' ثنائیلہ کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ماہم کی شان میں ایک آدھ کتاب لکھ دیتی۔

''لیکن ایسے لوگ جب خود کسی کو زخم دیتے ہیں تو ان کو پھر پوری دنیا میں کہیں شفا نہیں ملتی۔۔۔'' نابیہ نے سنجیدگی سے کہا۔

''ماہم جیسے لوگ کسی کو دکھ دے ہی نہیں سکتے۔۔۔'' ثنائیلہ کے لہجے میں کوئی اندھا یقین بولا تھا۔

''کیوں، وہ انسان نہیں ہوتے کیا۔۔۔؟؟؟؟؟ یا تم خوبصورت لوگوں کو انسانوں کی کیٹگری میں رکھتی ہی نہیں۔۔۔'' نابیہ کا لہجہ عجیب سا ہوا۔

''پتا نہیں، لیکن مجھے ماہم ایسی نہیں لگتی۔'' اُس نے صاف گوئی سے کہا۔

''اللہ کرے وہ ویسی ہی ہو جیسا تم سوچتی ہو۔'' نابیہ نے نرم انداز اختیار کیا۔''لیکن لوگوں کے بارے میں بڑے بڑے بت مت بنایا کرو، کیونکہ جب وہ ٹوٹتے ہیں تو بہت تکلیف ہوتی ہے۔'' نابیہ کے لہجے میں چھپا دکھ اُس کے چہرے پر لہرایا تو وہ اپنی سب سے پیاری دوست کو دیکھتی ہی رہ گئی۔

☆ ☆ ☆

''یہ رامس کیسا لڑکا ہے عائشہ۔۔۔؟؟؟؟'' وہ جو ماما کے ساتھ کچن کے کاموں میں ہاتھ بٹا رہی تھی۔ان کی بات پر چونک اٹھی۔ ماما کو آج کافی دنوں کے بعد اپنے ہاتھ سے کوکنگ کرنے کا شوق اٹھا تھا۔انہوں نے اپنے ساتھ فارغ بیٹھی عائشہ کو بھی لگا لیا۔

''رامس اچھا ہے امی، لیکن میں اسے بہت زیادہ نہیں جانتی۔۔۔'' عائشہ نے چاول دھوتے ہوئے سادگی سے جواب دیا۔

''پھر تمہیں کہاں مل گیا۔۔۔؟؟؟؟'' ماما نے بون لیس چکن فریج سے نکالتے ہوئے حیرت کا اظہار کیا۔

''یہ ماہم کا پیشنٹ تھا ناں۔۔۔'' اُس کی بات پر ماما اپنی جگہ پر ٹھٹک کر رک گئیں۔''ماہم کا پیشنٹ۔۔۔؟؟؟؟لیکن اسے کیا ہوا۔۔۔؟؟؟؟''ماما حیرت کے عالم میں اپنا اگلا کام کرنا ہی بھول کر عائشہ کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھنے لگیں۔

''کچھ نہیں ماما، بس کچھ ڈپریشن وغیرہ کا مسئلہ تھا۔۔۔''اُس نے سرسری انداز میں بتایا تو ماما نے سکون کا سانس لیا۔وہ اب گوشت کا پیکٹ شیلف پر رکھ کر دوبارا اس کی طرف متوجہ ہوئیں۔

''فیملی بیک گراؤنڈ کیسا ہے اُس کا۔۔۔؟؟؟؟؟''ماما کے سوال نے عائشہ کو اُلجھن میں مبتلا کیا۔

''ماما، آپ کو اچھی طرح سے پتا ہے کہ میں لوگوں سے ایسے سوال نہیں کرتی، اور نہ ہی مجھے پسند ہے کہ کوئی مجھ سے کرے۔۔۔''

''افوہ، اتنی بے وقوف لڑکی میں نے دنیا میں آج تک نہیں دیکھی۔۔۔'' ماما نے غصے میں فریج کھولی۔''تمہاری جگہ پر ماہم ہوتی تو پہلی ملاقات میں گڑے مردے تک اکھاڑ لیتی۔'' ساتھ ہی انہوں نے فریج کا دروازہ زور سے بند کیا۔

''سوری میں ماہم کبھی نہیں بن سکتی۔۔۔''اُس نے ہلکی سی ناگواری سے کہا اور ساتھ ہی ایپرن باندھنے لگی۔''یہ چکن ڈیپ فرائی کرنا ہے ناں۔۔۔؟؟؟؟''

''ہاں۔۔۔''ماما نے ایک نظر ڈال کر کہا تو وہ آئل نکالنے لگی۔

''ویسے لڑکا تو مجھے بہت اچھا لگا ہے، سلجھا ہوا، کسی اچھے خاندان کا لگتا ہے۔۔۔''ماما کی سوئی رامس پر آکر اٹک سی گئی تھی۔

''جی ہاں، ماہم بتا رہی تھی کہ اس کی والدہ بھی ایجوکیٹڈ اور خاصی ڈیسنٹ خاتون ہیں۔۔۔''عائشہ نے برنر جلاتے ہوئے کہا۔

''ماہم اس کی والدہ سے بھی مل چکی ہے، کہیں۔۔۔'' ماما کے چہرے پر پریشانی کی لہر نمودار ہوئی۔''کوئی پرپوزل وغیرہ کا چکر تو نہیں۔۔''

''ہاں، رامس کی والدہ تو انٹرسٹڈ تھیں لیکن ماہم نے انکار کر دیا۔۔''اُس نے گول مول انداز میں جواب دیا۔

''ماہم نے انکار کر دیا۔۔۔؟؟؟؟''ماما کو دھچکا سا لگا۔''اچھا خاصا پڑھا لکھا اور اسٹیبلش لڑکا ہے، انکار کیوں کر دیا۔۔۔''انہوں نے ادرک کا پیسٹ پلیٹ میں نکالتے ہوئے سخت حیرت کا اظہار کیا۔

''ایسے ہی الٹے دماغ کی تو ہے، کوئی چیز نہیں پسند آئی ہوگی۔۔۔''عائشہ نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

''پھر بھی کوئی نہ کوئی وجہ تو ہوگی۔۔۔''ماما کی تسلی نہیں ہو پا رہی تھی۔

''ماما کوئی وجہ نہیں تھی، بس محترمہ کی ناک کے نیچے کوئی چھوٹی موٹی چیز تو آتی نہیں۔ پھر وہ ابھی شادی ہی کرنا نہیں چاہتی۔''عائشہ نے ان کو مطمئن کرنے کی ہر ممکن کوشش کی اور اس میں کامیاب بھی ہوگئی۔

''ویسے مجھے یہ لڑکا بہت اچھا لگا ہے۔۔۔''ماما نے کھل کر اپنی رائے کا اظہار کیا تو عائشہ کا ماتھا ٹھنکا۔

''آپ کیا سمجھ رہی ہیں ماما۔۔۔؟؟؟''وہ ان کی طرف دیکھ کر بڑے پراعتماد انداز میں بولی تو ماما تھوڑا سا گڑبڑا سی گئیں۔

''بھئی میں تو بس جنرل سی بات کر رہی تھی، مجھے لگا کہ اس کا جھکاؤ تمہاری طرف ہے۔۔۔'' ماما نے بھی کھل کر بات کرنے کا فیصلہ کر ہی لیا۔

''کم آن ماما، ایسی کوئی بات نہیں۔۔۔'' عائشہ نے دوٹوک انداز میں کہا۔''اول تو ایسا کچھ نہیں اگر ہو بھی تو مجھے اس لحاظ سے بالکل پسند نہیں۔۔۔''

''کیوں، کیا برائی ہے اُس میں۔۔۔؟؟؟؟'' ماما نے تیوری چڑھا کر پوچھا۔

''بات بُرائی کی نہیں، پسند یا ناپسند کی ہے ماما، اور جب مجھے پتا ہے کہ ایسی کوئی بات نہیں، پھر اس موضوع پر بحث کا فائدہ۔'' اُس نے سنجیدگی سے کہا تو ماما چپ کر گئیں، لیکن ان کے چہرے کے تاثرات سے لگ رہا تھا کہ ان کا مزاج برہم ہو چکا ہے۔ وہ اب خاموشی سے کوکنگ میں مصروف ہو گئیں۔

☆ ☆ ☆

''اوہ مائی گاڈ، آپ یہاں کیسے۔۔۔؟؟؟؟'' ماہم اپنے کلینک میں علی کو دیکھ کر تقریباً حواس باختہ سی ہو گئی۔ وہ تو اپنے روٹین کے کاموں میں مصروف تھی، جب انٹرکام پر اس کی اسسٹنٹ نے ایک گیسٹ کے آنے کی اطلاع دی، آج صبح سے کوئی خاص اپائنٹمنٹ بھی نہیں تھی اس لیے وہ تقریباً فارغ تھی۔

''کیوں مجھے یہاں نہیں آنا چاہیے تھا کیا۔۔۔'' ماہم کی حیرانگی پر انہوں نے متانت بھرے انداز سے پوچھا اور سامنے سنگل صوفے پر بیٹھ گئے۔

''نو، نو ایٹ آل، میں نے تو یونہی کہا، ورنہ آپ کو اپنے کلینک میں دیکھ کر یقین کریں بہت خوشی ہو رہی ہے۔'' ماہم کے چہرے کے ہر نقش سے مسرت کا سمندر ٹھاٹھیں مارتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ وہ بے اختیار اٹھ کر ان کے سامنے رکھے صوفے پر آن بیٹھی۔ وہ اس کی بات پر مسکرا دیے۔

''بہت اچھا سیٹ اپ بنایا ہے آپ نے۔۔۔'' انہوں نے کھلے دل سے سراہا۔

''بس جی گذارا چل رہا ہے۔۔۔'' ماہم کے منہ سے نکلنے والے انکساری سے بھرپور الفاظ نے انہیں چونکا دیا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ یہ لڑکی کبھی عاجزی یا انکساری کا بھی اظہار کر سکتی ہے۔ اُس کے بارے میں ان کا ایک اندازہ غلط ہوا۔

''فنٹاسٹک ہے سب کچھ۔۔۔'' وہ کھڑے ہو کر اُس کے کلینک کا بغور جائزہ لینے لگے۔ ''کلر اسکیم بہت کول رکھی ہے آپ نے، یہ مریضوں کو اچھا تاثر بخشتی ہو گی۔'' وہ چلتے چلتے دیوار کے پاس رک گئے اور بے اختیار وہاں لگی پینٹنگ کو دیکھنے لگے۔ ماہم نے بے چینی سے پہلو بدلا، اُسے معلوم تھا کہ یہ پینٹنگ عائشہ نے اُسے گفٹ کی تھی۔

''کیا لیں گے آپ، چائے یا کافی۔۔۔؟؟؟؟'' ماہم نے اس پینٹنگ سے اُس کا دھیان ہٹانے کے لیے کہا لیکن علی کی نظریں تو گویا اس پینٹنگ پر چپک سی گئیں تھیں۔

''بلیک کافی۔۔۔'' انہوں نے مڑے بغیر بے تکلفی سے جواب دیا۔

''اور ساتھ میں۔۔۔؟؟؟؟'' ماہم نے مزید پوچھا۔

''سینڈوچ۔۔۔'' ایک اور بے تکلفی کا مظاہرہ ہوا۔

''کیسی چل رہی ہے آپ کی یہ جاب۔۔۔''؟؟؟وہ بمشکل اپنی نگاہیں اُس تصویر سے ہٹانے میں کامیاب ہو ہی گئے۔

''جاب الحمداللہ بہترین چل رہی ہے، آپ سنائیں کیسا چل رہا ہے آپ کا کام۔۔۔؟؟؟؟'' ماہم نے اپنے دھڑکتے دل پر قابو پا کر بمشکل پوچھا۔

''بس اوپر والی ذات کا کرم ہے۔۔۔'' ان کے لفظوں سے زیادہ لہجے میں انکساری تھی۔

''میں اور میری آپی ایک چیریٹی شو کرنا چاہ رہے تھے، اگر آپ بھی اس میں شرکت کریں۔۔۔'' ماہم نے اپنی طرف سے بڑا سوچ سمجھ کر پتا پھینکا۔

''چیریٹی شو۔۔۔؟؟؟؟'' وہ بھرپور انداز سے چونکے۔''آپ کو ان چیزوں سے دلچسپی ہے کیا۔۔۔؟؟؟''ان کے منہ سے بے اختیار پھسلا۔

''کیوں میں انسان نہیں ہوں، مجھ پر اپنے اردگرد کے حالات کا اثر نہیں ہوسکتا کیا۔'' اُس کی صاف گوئی نے انہیں شرمندہ سا کیا۔

''اصل میں، آپ کو دیکھ کر لگتا نہیں ہے کہ آپ اس قسم کے کاموں میں دلچسپی لیتی ہوں گی۔۔۔''علی نے بھی بلا جھجک اپنی رائے کا اظہار کیا۔

''ایک بات کہوں بُرا نہ مانیے گا۔۔۔'' ماہم کی بات پر وہ ذرا سنبھل کر بیٹھے۔

''نیکی کا احساس ہر دل میں ہوتا ہے، کچھ لوگ اپنے چھوٹے سے اچھے کام کا بھی ڈھنڈورا پیٹتے ہیں، لوگوں کو پکڑ پکڑ کر بتاتے ہیں کہ وہ دکھی انسانیت کی خدمت کر رہے ہیں، لیکن میری فلاسفی تھوڑا مختلف ہے۔'' ماہم کی باتیں آج انہیں سخت حیران کر رہی تھیں انہیں اپنی گذشتہ سوچوں پر شرمندگی ہوئی۔

''میرا نظریہ ہے کہ اگلے بندے کی عزتِ نفس کا بھرپور احساس کیا جائے اور ایسے مدد کی جائے کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو، ایسے ہی تو نہیں کہا گیا کہ اس طرح سے دو کہ آپ کے بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو۔۔۔'' ماہم آج فل فارم میں تھی۔

علی نے توصیفی نگاہوں سے اپنے سامنے بیٹھی لڑکی کو دیکھا اور لاپرواہی سے بولے۔''یہ تو آپ نے بالکل ٹھیک کہا، لیکن اگر آپ کو چیریٹی کا کام کرتے دیکھ کر کوئی اور بھی انسپائر ہوتا ہے تو اسکا ثواب بھی تو آپ کے کھاتے میں جائے گا۔''

''ہاں، ہوسکتا ہے، لیکن اپنا اپنا نظریہ ہے۔۔۔'' ماہم نے بھی کندھے اچکائے۔ وہ اب بلیک کافی کا کپ ان کی جانب بڑھا رہی تھی۔

''بھئی آپ کی مدر ٹریسا دوست آجکل کہاں گم ہیں۔۔۔''علی نے آخر وہ سوال کر ہی لیا، جس کے لیے وہ خصوصی طور پر یہاں آئے تھے۔

''کون، عائشہ۔۔۔؟؟؟؟'' ماہم کو بلیک کافی آج سے پہلے اتنی کڑوی کبھی نہیں لگی۔

''جی، کافی عرصے سے نظر نہیں آئیں وہ۔۔۔''علی کا لہجہ سرسری سا تھا۔

''اُس کی ماما آجکل اُس کے دھڑا دھڑ پرپوزل دیکھ رہی ہیں، بس ایک آدھ ہفتے میں فائنل ہو جائے گا۔ اس لیے بزی ہے۔'' ماہم کی بات سنے علی کا سارا سکون درہم برہم کیا۔

''اوہ۔۔۔'' انہوں نے گرما گرم کافی کا کپ لبوں سے لگا لیا، جس نے ایک دم سے جلن کا احساس بھر دیا۔

''اُف۔۔۔'' انہوں نے فوراً کپ ٹرے میں رکھا۔ ماہم کی کھوجتی نگاہیں ان کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔

''بھئی دھیان سے، ٹیک اٹ ایزی۔۔۔'' ماہم نے فوراً اٹھ کر ٹھنڈے پانی کا گلاس ان کی جانب بڑھایا۔

''بہت گرم کافی تھی، پتا ہی نہیں چلا۔۔۔'' وہ زبردستی مسکرائے۔

''کوئی بات نہیں، شروع شروع میں جلن کا احساس زیادہ ہوتا ہے، پھر سکون آجاتا ہے۔'' ماہم کے ذومعنی انداز پر وہ چونکے، اور پھر سنبھل کر دوبارا کافی کا کپ اٹھا لیا۔

☆ ☆ ☆

''اماں پتا نہیں کیوں، کچھ دنوں سے دنیا اچھی نہیں لگ رہی۔۔۔'' سکینہ نے چڑیوں کے لیے باجرہ نکالتی اماں کو مخاطب کیا۔

''کوئی بات نہیں پتر، اللہ جس کو اپنی طرف راغب کرنا چاہتا ہے، اُسے دنیا سے بیزار کر دیتا ہے۔۔۔'' اماں کا چہرے پر ازلی سکون تھا۔ وہ اب کھڑکی کی سلاخوں سے ہاتھ نکال کر باجرہ باہر لان میں بیٹھی چڑیوں کو ڈال رہی تھی۔

''لیکن مجھے تو کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا، نہ کتابیں، نہ کپڑے، نہ جوتے، نہ ٹی وی کے ڈرامے۔۔۔'' سکینہ نے اپنا ایک اور مسئلہ بیان کیا۔

''قرآن کی پڑھائی کیا کر۔۔۔'' اماں کے پاس ہر مسئلے کا حل موجود تھا۔

''میرا دل کرتا ہے کہ کہیں جنگلوں میں چلی جاؤں، جہاں سکون ہو۔۔۔'' اُس کے بیزار لہجے پر اب مکمل طور پر اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

''پتر دلوں کا سکون بس ایک ہی ذات کے ذکر سے ملتا ہے اور دل کے سکون سے بڑی کوئی دولت نہیں۔ بس اُسی دولت کی دعا کیا کر۔'' جمیلہ مائی اب اٹھ کر اُس کے پاس آ بیٹھی۔

''ادھر آ، تیرے بالوں میں تیل لگا دوں، کیسے جھاڑ جھنکار کی طرح ہو رہے ہیں۔'' جمیلہ مائی الماری سے سرسوں کے تیل کی شیشی اٹھا لائی۔

''اماں تجھے ٹینشن نہیں ہوتی۔۔۔؟؟؟؟'' سکینہ نے اماں کا پرسکون چہرہ دیکھتے ہوئے عجیب سے لہجے میں پوچھا۔

''وہ کیا ہوتی ہے پتر۔۔۔؟؟؟؟'' اماں نے سادگی سے پوچھا۔

''بھئی پریشانی، فکر، رنج وغیرہ۔۔۔'' سکینہ ہلکا سا جھنجھلائی۔

''دیکھ پتر جو پریشانی غم اور رنج اللہ نے قسمت میں لکھ دیا ہے، وہ تو مل کے ہی رہنا ہے۔ اُس پر ''رولا'' (شور) ڈالنے کا فائدہ۔۔۔؟؟؟؟'' جمیلہ مائی نے اپنی نرم پوروں سے اس کے سر کا مساج شروع کر دیا۔ سکینہ کو تھوڑا سا سکون کا احساس ہوا۔

''لیکن اماں دل کو پریشانی تو ہوتی ہے ناں۔۔۔'' سکینہ کا لہجہ کچھ نرم ہوا۔

''مجھے نہیں ہوتی۔۔۔'' اماں کے لاپرواہ انداز پر سکینہ کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ ''بھئی جس نے پریشانی میں ڈالا ہے، وہ نکالے گا بھی ناں، پھر میں کیوں خود کو بے سکون کروں۔'' وہ اماں کے یقین کے جذبے پر جی بھر کر حیران ہوئی۔

''کیا ہوا، ایسے کیوں دیکھ رہی ہے۔۔۔؟؟؟؟'' جمیلہ مائی نے اپنی انگلیوں کی رفتار تیز کی تو سکینہ کے اندر سکون کی لہریں بیدار ہونے لگیں۔

''اماں تو میرے لیے بس آج سے ایک دعا کیا کر۔۔۔''

''وہ کیا پتر۔۔۔؟؟؟؟'' اماں کے متحرک ہاتھوں کی گردش ساکت ہوئی۔

''تو دعا کیا کر، کہ اللہ مجھے بھی تیری طرح سکون اور یقین کی دولت دے دے۔۔۔'' سکینہ کے منہ سے بالکل ایک غیر متوقع خواہش سن کر جمیلہ مائی اتنا حیران ہوئی کہ کئی لمحوں تک بول ہی نہ سکی۔ بس پھٹی پھٹی آنکھوں سے اپنی لاڈو رانی بیٹی کا چہرہ دیکھتی رہی۔

☆ ☆ ☆

''تو نے دیوانہ بنایا، تو میں دیوانہ بنا، اب مجھے ہوش کی دنیا میں تماشا نہ بنا۔۔۔'' عابدہ پروین کے صوفیانہ کلام نے پوری محفل میں ایک سماں باندھ رکھا تھا۔ عائشہ آج بہت عرصے کے بعد موحد کے ساتھ ایسی کسی محفل میں شریک ہوئی تھی۔ اس سے پہلے شہر میں ہونے والی ہر محفل موسیقی میں ان تینوں کی تکون ہوتی تھی، لیکن آج صرف وہ دونوں ہی تھے۔

''السلام علیکم موحد بھائی، اور آپ کیسی ہیں اچھی لڑکی۔۔۔'' رامس ایک دم سے ہی اس منظر کا حصہ بنا۔ دونوں بہن بھائی چونک گئے، موحد بڑی گرم جوشی کے ساتھ رامس سے مل رہا تھا۔ عائشہ کو اُسے یہاں بھی دیکھ کر ہلکی سی جھنجھلاہٹ تو ہوئی لیکن اُس نے اظہار کرنا مناسب نہیں سمجھا۔

''بھئی تم کہاں۔۔۔؟؟؟؟؟'' عائشہ نے سوالیہ نظروں سے پوچھا۔

''بھائی کے ساتھ آیا تھا، وہ ایسی کوئی محفل نہیں چھوڑتے، انہیں عابدہ پروین کا عارفانہ کلام بہت پسند ہے۔۔۔'' رامس نے ان کے ساتھ بے تکلفی سے بیٹھتے ہوئے جواب دیا۔ اس وقت کوئی نوآموز گلوکارہ اپنے فن کا مظاہرہ کر رہی تھی۔ اس لیے سبھی کی توجہ وقتی طور پر دائیں بائیں ہوگئی تھی۔

''تم اچھا اُس دن میرے ساتھ وعدہ کر کے گئے، دوبارہ آئے ہی نہیں۔۔۔'' موحد نے اُس سے فوراً شکوہ کیا۔

''میں انشاءاللہ بہت جلد آؤں گا اور لنچ بھی کر کے جاؤں گا۔۔۔'' اُس نے ہنستے ہنستے وعدہ کیا۔ ان دونوں کو آپس میں گفتگو کرتا چھوڑ کر عائشہ دوسری جانب آ گئی۔ رات کی خوبصورتی اپنے عروج پر تھی۔ آسمان کسی دلہن کے آنچل کی طرح لگ رہا تھا جس پر کسی نے ننھے ننھے بے شمار ستارے ٹانک دیے ہوں۔

وہ جس طرف آئی تھی، وہ جگہ اسٹیج سے کچھ فاصلے پر تھی اور یہاں اکا دکا لوگ ہی تھے، اس لیے خاصا سکون تھا۔ البتہ اسپیکر چاروں طرف لگے ہونے کی وجہ سے اسٹیج پر پرفارم کرنے والوں کی آواز بالکل صاف آ رہی تھی۔ آج عائشہ کے دل پر اداسی پنجے گاڑ کر بیٹھ گئی تھی۔ اس لیے عارفانہ کلام کا ایک ایک لفظ اُسے اپنے دل میں اترتا محسوس ہو رہا تھا۔

''یار کو میں نے جا بجا دیکھا، کہیں ظاہر، کہیں چھپا دیکھا۔۔۔'' عابدہ پروین نے اپنے مخصوص دلکش آواز میں لے اٹھائی تو عائشہ کو اپنا دل ڈوبتا سا محسوس ہوا۔ گھٹنوں میں منہ دیے وہ اس آواز کے حسن میں مکمل طور پر گرفتار رہی۔ اسے احساس ہی نہیں ہوا کہ کون اس کے پاس آن بیٹھا ہے۔ ایک مخصوص پرفیوم کی دلفریب خوشبو نے شور مچایا تو عائشہ نے سر اٹھا کر دیکھا اور اپنے سے ایک سیڑھی نیچے بیٹھے شخص کو دیکھ کر وہ اپنی جگہ پر

ساکت ہوگئی۔ اُس کے ہاتھ میں کوئی پھول تھا جس کی پتیاں وہ ایک ایک کر کے اضطرابی انداز میں توڑ کر نیچے پھینک رہا تھا۔

''جب انسان کسی پر کوئی فردِ جرم عائد کرتا ہے تو اسے صفائی کا موقع بھی دیتا ہے۔۔۔'' اُس نے بڑے گلہ آمیز لہجے میں عائشہ کو ہی مخاطب کیا تھا۔

''میں نے کسی پر کوئی فردِ جرم عائد نہیں کی۔۔۔'' اُس کا لہجہ بھرپور خفگی کا گواہ تھا۔

''دُنیا کی ظالم سے ظالم عدالت بھی ایسا نہیں کرتی۔۔۔'' علی نے رنج بھرے انداز سے کہا۔ عائشہ چپ رہی۔ ''اپنا جرم پوچھ سکتا ہوں میں۔۔۔'' وہ اب مڑ کر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھ رہا تھا۔ عائشہ کو اپنا دل اپنے ہاتھوں سے نکلتا ہوا محسوس ہوا۔

''اپنے دل سے پوچھیں۔۔۔'' وہ نروٹھے پن سے بولی۔

''دل تو اُس دن سے بالکل چپ ہو گیا ہے، جب سے آپ خفا ہوئیں ہیں۔۔۔'' علی کے لہجے سے زیادہ اس کی آنکھیں بول رہی تھیں۔ عائشہ کو لگا کہ وہ بُری طرح سے پھنس چکی ہے۔ اُسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کس طرح سے اپنے دل میں چھپے شکوے کا اظہار کرے۔ وہ شکوہ جس نے پچھلے ایک ماہ سے اس کی راتوں کی نیندیں حرام کر رکھی تھیں۔ اب اُس کا اظہار اُسے بالکل بچگانہ سا لگ رہا تھا۔

''مجھے نہیں معلوم، کب کہاں، کیا چیز آپ کو بُری لگی، آپ کم از کم بتاتی تو سہی۔۔۔'' اُس کی آنکھوں میں ایک شکوہ مچلا۔

''مجھے آپ کی کوئی بات بُری کیوں لگے گی، ہمارے درمیان کون سا ایسا ریلیشن شپ تھا، جس کے حوالے سے میں مائنڈ کرتی۔'' عائشہ نے دل پر کڑا ضبط کر کے کافی سخت جملے بول ہی دیے تھے۔ اُسے بیٹھے بیٹھے شاک سا لگا۔

''ہمارے درمیان کچھ نہیں تھا عائشہ۔۔۔؟؟؟؟؟'' اُس کے لہجے میں دکھ، بے یقینی اور گہرا صدمہ تھا۔

''نہیں۔۔۔'' عائشہ نے دل پر پہلا قدم بڑی مضبوطی سے رکھا۔

''ادھر میری طرف دیکھ کر بات کریں۔۔۔'' علی نے اس کے گھٹنے پر ہاتھ رکھ کر متوجہ کرنا چاہا۔ عائشہ کو کرنٹ لگا۔ وہ اُسی سیڑھی پر تھوڑا سا پیچھے ہٹ کر بیٹھ گئی۔

''آپ نئے نئے راستوں کے مسافر ہیں، کسی ایک جگہ پر پڑاؤ آپ کو زنگ لگا دے گا۔۔۔'' عائشہ نے تلخ لہجے میں طنز کیا۔

''میں نئے راستوں کا مسافر ہوں یا آپ خود اپنا راستہ بدل چکی ہیں۔۔۔'' دل پر جبر کر کے اُس نے بھی ایک حساب برابر کرنے کی کوشش کی۔

''جو بھی سمجھ لیں۔۔۔'' عائشہ اپنی جگہ سے اٹھی اور تیزی سے چلتے ہوئے پارکنگ کی طرف بڑھ گئی۔ اُس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں تھیں۔ وہ اب گاڑی میں سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائے بڑی بیدردی سے رو رہی تھی۔ اُسے لگا تھا کہ وہ کچھ غلط کر آئی ہے۔

☆ ☆ ☆

آج صبح سے نابیہ اور ثنائیلہ نے پورے گھر کو چمکا کر رکھ دیا تھا۔ صحن، برآمدہ، کمرے، کچن ہر جگہ لش لش کر رہی تھی۔ ثنائیلہ نے تو کئی قسم کے کباب اور رول بھی فریز کر کے فریج میں رکھ دیے تھے۔ اس کی امی ان دونوں کے اس قدر متحرک ہونے پر حیران تو تھیں اور کئی دفعہ پوچھ بھی چکی تھیں

لیکن دونوں ہی ہر دفعہ ٹال جاتی تھیں۔ تنگ آ کر وہ پڑوس میں نابیہ کے گھر میں چلی گئیں اس کی والدہ ان کی بہن بنی ہوئیں تھیں۔

''یار، بہت لشکارے مار رہی ہو، خیر ہے ناں۔۔۔'' ثنا ئیلہ نے معنی خیز نگاہوں سے نابیہ کو دیکھا، جو بھاگ کر اپنے گھر سے نہا دھو کر بھی آ گئی تھی اور اس وقت پنک اور پرپل کلر کے کمبینیشن کے سوٹ میں بہت پیاری لگ رہی تھی۔

''یار بہت ہی حلیہ رف ہو گیا تھا۔۔۔'' نابیہ نے بوکھلا کر صفائی دی تو وہ شرارت سے گلا صاف کرنے لگی۔

''کیا تکلیف ہے، ایسے کیوں گھور گھور کر دیکھ رہی ہو۔۔۔'' نابیہ اُس کے ساتھ کچن میں فرش پر چوکی رکھ کر بیٹھ گئی۔

''دیکھ رہی ہوں کہ رخساروں پر آج ویسے ہی گلابیاں بکھری ہوئی ہیں یا کوئی ہار سنگھار کر کے آئی ہو۔۔۔'' ثنا ئیلہ نے رول میں آمیزہ بھرتے ہوئے اُسے چھیڑا تو وہ مزید بلش کر گئی۔

''توبہ کرو یار، امی کا پتا ہے ناں، سخت ناپسند ہے انہیں کنواری لڑکیوں کا میک اپ۔۔۔'' نابیہ نے گھبرا کر وضاحت دی۔

''پھر یہ لالیاں کس خوشی میں بکھری ہوئی ہیں۔۔۔'' ثنا ئیلہ کو اس کا یہ روپ بہت اچھا لگ رہا تھا اس لیے وہ اسے جان جان کر چھیڑ رہی تھی۔

''کہاں لالیاں یا سرخیاں، یہ پنک دوپٹے کا عکس پڑ رہا ہے۔۔۔'' نابیہ آج نہ جانے کیوں بار بار گھبرا رہی تھی۔ اتنے میں باہر کی بیل ہوئی۔ نابیہ بوکھلا کر کھڑی ہوئی۔ اُس کے چہرے پر اس سے اتنے رنگ تھے کہ ثنا ئیلہ کے لیے اس پر سے نظر ہٹانا دشوار ہو گیا۔

''میں دیکھوں، کون ہے۔۔۔؟؟؟؟؟'' نابیہ نے بے تاب نظروں سے ثنا ئیلہ کو دیکھا تو اُس نے اثبات میں سر ہلایا۔ نابیہ کسی میزائل کی طرح اڑتی ہوئی باہر کے دروازے تک پہنچی تھی۔ ثنا ئیلہ کو احساس ہوا کہ نابیہ پر کیوپڈ کا تیر چل چکا ہے۔

''نابیہ کون ہے۔۔۔؟؟؟؟'' اُس نے کچن میں بیٹھے بیٹھے آواز لگا کر پوچھا۔

''ڈاکیا ہے یار۔۔۔'' نابیہ کی مایوسی میں ڈوبی آواز اس کی سماعتوں تک پہنچی تو وہ زیر لب مسکرا دی۔ ''تمہارے ڈائجسٹ والوں نے اعزازی پرچے بھیجے ہیں'' اُس نے افسردگی سے رسالوں کا پیکٹ آٹے والی ڈرمی کے اوپر رکھ دیا۔

''ویسے یار شام کے چار تو بج چکے ہیں، ماموں لوگ ابھی تک آئے نہیں۔۔۔'' ثنا ئیلہ نے کچن میں لگے وال کلاک سے ٹائم دیکھا۔

''پتا نہیں یار۔۔۔'' نابیہ تھوڑا سا بیزار ہو چکی تھی۔ وہ دونوں کچن کا کام نبٹا کر باہر صحن میں آن بیٹھیں، جیسے جیسے وقت گذر رہا تھا۔ دونوں کے چہروں پر مایوسی کی تہہ گہری ہوتی جا رہی تھی۔

''تم نے دھیان سے سنا تھا ناں کہ اُس نے آج ہی آنے کا کہا تھا۔۔۔'' ثنا ئیلہ نے کوئی تیسری دفعہ پوچھا تو وہ چڑ سی گئی۔

''بہری تھوڑی ہوں میں۔ اُس نے یہی کہا تھا اور میں نے بھی یہی سنا تھا۔۔۔'' اُس نے ایک ایک لفظ چبا کر کہا۔

''ظاہر ہے تم نے یہی سنا ہو گا تبھی تو صبح سے کبھی گھر کو کبھی خود کو لشکانے کا پروگرام جاری تھا'' ثنا ئیلہ نے اُسے چھیڑا تو وہ ہلکی سی خفگی کے ساتھ رخ موڑ کر بیٹھ گئی۔

''ان لوگوں کے وکیل صاحب نے بھی تو خالہ کی فون پر بات کروائی تھی، تو کیا نمبر نہیں دیا تھا۔۔۔'' نابیہ کو اچانک یاد آیا۔

''نہیں، انہوں نے اپنے سیل سے بات کروائی تھی، اور مجھے ان کا بھی نمبر لینے کا دھیان نہیں رہا۔'' ثنائیلہ نے بھی صفائی دی۔

''کبھی بھی وقت پر کوئی ڈھنگ کا کام نہ کرنا۔۔۔'' نابیہ کو اس کی لاپرواہی پر غصہ آیا۔

''چلو، مجھے تو دھیان نہیں رہا، جو خود کل میرے کزن کے ساتھ خوش گپیاں مارتی رہی ہو، تب تم یہ عقلمندانہ کام کر لیتیں۔'' ثنائیلہ نے ہلکے پھلکے لہجے میں کہا۔

''مجھے کیا پتا تھا کہ اتنا وعدہ خلاف ہوگا، وہ بندہ۔۔۔'' نابیہ کو اب اس کے کزن پر غصہ آنے لگا۔

''دفع کرو، کسی نہ کسی دن آ ہی جائیں گے۔۔۔'' ثنائیلہ نے اُسے ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی۔

''ہاں تب تک بندہ انتظار کی سولی پر لٹکا رہے۔۔۔'' نابیہ کے منہ سے پھسلا تو اُس نے چونک کر اپنی دوست کا چہرہ دیکھا۔ جس پر ایک داستان رقم ہو چکی تھی۔

☆ ☆ ☆

''کہاں گم ہو گئے تھے آپ، نمبر بھی اکثر بزی مل رہا تھا اور آفس سے بھی غیر حاضر تھے۔۔۔'' ثنائیلہ آج کافی دن کے بعد موحد کے آفس میں تھی۔ دونوں کا کئی دن سے رابطہ منقطع تھا۔

''بس یار، عائشہ کی وجہ سے اپ سیٹ تھا۔۔۔'' موحد نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر اُس سادہ سی لڑکی کو دیکھا۔

''کیا ہوا عائشہ کو۔۔۔؟؟؟؟'' ثنائیلہ کو علم تھا کہ عائشہ اس کی چھوٹی بہن ہے اور موحد کی ہر تیسری بات میں اس کا ذکر ضرور ہوتا۔

''پتا نہیں یار، وہ کس الجھن میں ہے، نہ شیئر کر رہی ہے اور نہ ہی خود سیٹ ہو پا رہی ہے۔۔۔'' موحد حقیقتاً اس کے لیے پریشان تھا۔

''اس کی کوئی دوست نہیں ہے کیا۔۔۔؟؟؟؟ اُس سے پوچھیں ذرا۔۔۔'' ثنائیلہ نے اپنی طرف سے اچھا مشورہ دیا۔

''میری بہن بہت سادہ، مخلص اور انسانیت سے محبت کرنے والی ہے۔ مروت اتنی زیادہ ہے کہ خود جان بوجھ کر دھوکے کھاتی ہے۔'' موحد کے لہجے میں اپنی بہن کے لیے پیار ہی پیار تھا جسے محسوس کر کے ثنائیلہ مسکرا دی۔

''کیا مطلب ہے آپ کی اس بات کا۔۔۔؟؟؟؟'' ثنائیلہ نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

''اُس کی دنیا میں ایک ہی دوست ہے، جو سارے جہاں کی خود غرض اور خود پسند لڑکی ہے۔۔۔'' موحد نے انتہائی بیزاری سے اپنی بہن کی دوست کا ذکر کیا۔

''خود غرض اور خود پسند لوگ تو کسی کے دوست نہیں ہوتے۔۔۔'' ثنائیلہ نے سنجیدگی سے سامنے بیٹھے شخص کا چہرہ دیکھا جو اُسے بہت پیارا لگتا تھا۔

''یہی بات میں اُس بے وقوف کو سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں، لیکن وہ سمجھ کر بھی اسے سمجھنا نہیں چاہتی۔۔۔'' موحد نے افسردگی سے کہا۔ وہ پہلی دفعہ اس سے اپنے گھر سے وابستہ کسی شخص کی پریشانی کا تذکرہ کر رہا تھا۔ ورنہ عموماً وہ اُس سے عام اور ہلکی پھلکی سی ہی باتیں کرتا تھا۔

''مزے کی بات بتاؤں کہ اُسے شک نہیں یقین ہے کہ میں کسی لڑکی سے باتیں کرتا ہوں۔۔۔'' موحد کی بات پر ثنائیلہ کے چہرے پر دھنک پھیلی۔

''میں اسے ملواؤں گا تم سے، وہ بہت خوش ہو گی۔۔۔'' موحد کی بات پر وہ ہلکا سا گھبرا گئی۔

''اُسے میں پسند آ جاؤں گی کیا۔۔۔؟؟؟؟'' ثنا ئیلہ کو نئی فکر نے گھیر لیا۔

''عائشہ کی طرف سے بے فکر رہو، اُس کے سامنے میں کسی بھی اندھی کانی، لولی لنگڑی لڑکی کو بھی کھڑا کر دوں گا۔ وہ بہت پیار سے ملے گی۔ وہ لوگوں کے ظاہری حلیوں میں نقص نہیں نکالتی۔'' موحد کی بات اُسے کچھ تسلی ہوئی۔

''لیکن پچھلے دنوں وہ کافی زیادہ بیمار رہی ہے، ساری ساری رات لان چیئر پر بیٹھے گذار دیتی تھی۔'' موحد کو اچانک یاد آیا۔ ''پتا نہیں کون سی ایسی بات ہے جو وہ مجھ سے شیئر نہیں کر پا رہی، حالانکہ وہ مجھ سے کبھی کوئی بات نہیں چھپاتی تھی۔''

''کیا مسئلہ ہو سکتا ہے اسے۔۔۔؟؟؟؟؟'' ثنا ئیلہ بھی اس کے ساتھ ہی پریشان ہوئی۔

''مجھے لگتا ہے کہ کوئی ذہنی الجھن ہے، جس کا سرا اُسے چاہنے کے باوجود نہیں مل رہا۔۔۔'' موحد نے انٹر کام پر اس کے لیے چائے کا آرڈر دیتے ہوئے کہا۔

''ذہنی الجھن۔۔۔؟؟؟؟'' ثنا ئیلہ چونکی۔ ''میں ایک مشورہ دوں اگر آپ مائنڈ نہ کریں۔۔۔'' ثنا ئیلہ نے کچھ جھجکتے ہوئے کہا۔

''ہاں، شیور۔۔۔'' موحد نے دلچسپی سے اس کا گھبرایا ہوا انداز دیکھا۔

''آپ مائنڈ تو نہیں کریں گے ناں۔۔۔'' ثنا ئیلہ ابھی بھی تذبذب کا شکار تھی۔

''کم آن یار، میں چھوٹی چھوٹی باتوں پر مائنڈ نہیں کرتا۔۔۔'' موحد نے اُسے تسلی دی۔

''آپ اُسے کسی سائیکو جسٹ کو کیوں نہیں دکھاتے۔۔۔'' اُس نے روانی سے کہا اور اگلے ہی لمحے موحد کے چہرے پر بڑی سرعت سے پھیلی سنجیدگی کو دیکھ کر فوراً وضاحت کی۔

''پلیز غلط مطلب مت لیجیے گا، جن دنوں میں بھی بہت زیادہ الجھنوں کا شکار تھی تو ایک سائیکو جسٹ کے پاس جایا کرتی تھی۔''

''پھر۔۔۔؟؟؟؟'' موحد نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

''الحمد اللہ، اللہ نے بہت کرم کیا اور کچھ وہ سائیکو جسٹ اتنی زبردست اور شاندار تھی کہ اُس نے میرے ذہن کی تمام گتھیاں ایک ایک کر کے سلجھا دیں، میں تو سخت امپریس ہوں، ان سے۔۔۔'' ثنا ئیلہ کی وضاحت پر موحد نے ایک لمبی سانس فضا میں خارج کی۔

''اچھا۔۔۔؟؟؟ کس سائیکو جسٹ کے پاس جاتی تھیں۔۔۔؟؟؟''

''ماہم منصور'' کے پاس۔۔۔'' ثنا ئیلہ نے کمرے میں بم ہی تو پھوڑا تھا۔

موحد کے چہرے کے تاثرات میں واضح تبدیلی آئی۔ اُس کا چہرہ کسی چٹان کی مانند سخت، کھردرا اور سپاٹ سا نظر آنے لگا۔ ''ماہم منصور جن کا کلینک ایف ٹین مرکز میں ہے۔۔۔'' موحد نے عجیب سے لہجے میں دریافت کیا۔

''جی۔۔۔جی، وہ ہی، کیا آپ جانتے ہیں انہیں۔۔۔؟؟؟'' ثنا ئیلہ کے لہجے بچوں کا سا اشتیاق تھا۔

''جی ہاں۔۔۔''موحد کے ماتھے کی تیوری کے بلوں میں ایک دم ہی اضافہ ہوا۔اس کے ساتھ ہی شائلہ کی چھٹی حس نے اُسے کچھ غلط ہونے کا احساس دلایا۔''کیسے۔۔۔؟؟؟؟''اُس کے منہ سے پھسلا۔

''دنیا میں اگر مجھے کسی سے بے پناہ نفرت ہے تو وہ یہی لڑکی ہے، جو میری بہن عائشہ کی بہترین دوست ہونے کا دعویٰ کرتی تھی۔جس کے خوبصورت چہرے کے پیچھے ایک مکروہ اور بدصورت چہرہ ہے۔وہ چہرہ جس کسی کو بھی نظر آ جائے، اُسے خوبصورتی کے احساس سے ہی نفرت ہو جاتی ہے۔۔۔'' موحد کے لفظوں سے نکلتا زہر اور چہرے پر ٹپکتا تنفر شائلہ کو اپنی جگہ پر منجمد کر گیا۔اُس کے دماغ میں دھماکے سے ہونے لگے۔اُسے لگا جیسے موحد جھوٹ بول رہا ہو۔

☆ ☆ ☆

''آپ کے ساتھ آخر مسئلہ کیا ہے۔۔۔؟؟؟آپ شئیر کیوں نہیں کرتیں۔''عائشہ کافی دنوں کے بعد فاطمہ جناح پارک میں موجود تھی اور رامس نے اُس کی مخصوص جگہ پر بڑا کامیاب چھاپہ مارا تھا۔وہ جو بڑی بے دلی کے ساتھ پینٹنگ پر کام کر رہی تھی۔اُس کو اپنے پیچھے کھڑا دیکھ کر خود بھی سامنے بینچ پر آن بیٹھی۔یہ تو طے تھا کہ اس کی موجودگی میں کوئی کام نہیں ہو سکتا۔

''آپ کے ساتھ کیا مسئلہ ہے جو ہر جگہ میرا پیچھا کرتے ہوئے پہنچ جاتے ہیں۔۔۔''وہ تھوڑا سا چڑی۔

''مجھے لگتا ہے کہ آپ کو کسی اچھے دوست کی ضرورت ہے۔۔۔''وہ اُس بڑے سے مخصوص پتھر پر بیٹھ چکا تھا جس پر کسی زمانے میں وہ دشمن جاں بیٹھ کر اُسے کام کرتا دیکھتا تھا۔

''یہ الہام، خیر سے آپ کو کیوں ہوا۔۔۔؟؟؟؟''عائشہ نے طنزیہ نگاہوں سے اس کا بے ضرر سا چہرہ دیکھا۔

''میری چھٹی حس کہتی ہے۔۔۔''دوسری جانب اس نے غیر سنجیدگی سے کہا۔

''پہلے اپنی پانچ حسوں کا تو علاج کروالیں۔۔۔''عائشہ کے لہجے میں طنز کی آمیزش شامل ہوئی۔آج نہ جانے کیوں اُسے اپنی تنہائی میں اس کا مخل ہونا بالکل اچھا نہیں لگا۔

''علاج کروانے ہی تو گیا تھا ہیلن آف ٹرائے کے پاس۔۔۔''اُس کے ذومعنی انداز پر چونکی۔

''بھئی آپ کی بیسٹ فرینڈ کو ہیلن آف ٹرائے کہہ رہا ہوں۔۔۔''اُس نے فوراً ہی وضاحت کی۔''ایسا علاج کیا انہوں نے، کہ ابھی تک دماغ کی ساری چولیں ہل رہی ہیں۔''اس نے اتنے مزے سے کہا کہ نہ چاہتے ہوئے بھی عائشہ کو ہنسی آ گئی۔

''ویری گڈ، ایسے ہی ہنستی رہا کریں، یقین کریں بہت اچھی لگتی ہیں۔۔۔''وہ کھلے دل سے کہہ رہا تھا۔

''یہ مکھن والی فیکٹری اپنی گھر ہی چھوڑ کر آیا کریں۔۔۔''عائشہ نے بھی اُسے چھیڑا۔

''آجکل تو سارا ہی کام ٹھپ ہوا پڑا ہے، اللہ میرے بزنس پارٹنر کے ضمیر کو جگائے رکھے، ورنہ میں نے تو اپنی طرف سے کوئی کسر نہیں چھوڑی۔''اُس نے کھلے دل سے اپنی کوتاہی کا اعتراف کیا۔

''تو ادھر اُدھر مٹر گشت کرنے کی بجائے ذرا اپنے کام کاج پر توجہ دو، کس نے مشورہ دیا ہے کہ سارا دن سڑکیں ناپتے رہو۔'' عائشہ نے بھی اس کی ٹھیک ٹھاک کلاس لی۔

''بھئی غم جاناں سے نکلوں تو غم دوراں کی طرف توجہ دوں ناں۔۔۔'' وہ ابھی بھی غیر سنجیدہ تھا۔

''ویسے اچھی لڑکی، میں سوچ رہا ہوں کہ ایک آدھ محبت اور کر ہی لوں۔۔۔'' رامس کی آنکھوں میں شرارت کے سبھی رنگ تھے۔

''پہلی ہی فرصت میں کرلو، کم از کم میرا تو پیچھا نہیں کرو گے ناں۔۔۔'' عائشہ نے جل کر کہا۔

''آپ کا پیچھا تو ساری زندگی کروں گا، یہ آج لکھ لیں آپ۔۔۔'' اُس کے لہجے میں کچھ تھا جو عائشہ بُری طرح اُلجھن کا شکار ہوئی۔

''وہ کس خوشی میں۔۔۔'' اُس نے سپاٹ انداز سے پوچھا، اُسے اب اس باتونی شخص سے گھبراہٹ سی ہونے لگی تھی۔

''خوشی کا کیا ہے، کوئی بھی بنالیں۔۔۔'' وہ ہاتھ جھاڑ کر کھڑا ہوا اور دونوں بازو سینے پر باندھ کر بڑے اطمینان سے بولا۔

''میرا خیال ہے کہ مجھے اب چلنا چاہیے، بہت تنگ کرلیا آپ کو۔۔۔'' اُس کی بات پر عائشہ نے سکون کا سانس لیا۔

''ویسے میری ماما آپ سے ملنا چاہتی ہیں وہ دیکھنا چاہ رہی ہیں کہ آخر وہ کون سے دو بہن بھائی ہیں جن کا میں سارا دن ذکر کرتا ہوں۔۔۔'' رامس کی آخری بات نے اُسے پھر بے سکون سا کیا۔

''مجھ سے مل کر انہیں مایوسی ہی ہوگی۔۔۔'' عائشہ پر قنوطیت سوار تھی۔

''اس کا فیصلہ تو بعد میں ہوگا، یہ بتائیں کہ ماما کو کب لے کر آؤں، آپ کے گھر، پھر اس کے بعد آپکو ایک خاص شخصیت سے بھی ملواؤں گا۔۔۔'' رامس کی گول مول باتوں نے حقیقت میں اس کا سر گھما دیا تھا۔

''جب مرضی لے آنا ہمارے گھر، اور کس خاص شخصیت سے ملوانا ہے مجھے۔۔۔'' اُس کے چہرے پر تجسس دیکھ کر وہ شوخی سے بولا

''پکچر ابھی باقی ہے میرے دوست۔۔۔'' وہ جاتے جاتے ایک دفعہ پھر شرارت کر گیا عائشہ کو سچ مچ غصہ آ گیا۔

''یہ دیکھو، جان چھوڑو، مجھے اس پینٹنگ پر کام کرنا ہے۔'' عائشہ نے اس کے آگے ہاتھ جوڑے تو وہ قہقہہ لگا کر ہنسا۔

''پہلے اپنی زندگی کے کینوس کے رنگ تو بہتر کرلیں جو روکھے پھیکے ہو رہے ہیں پھر کسی نئی پینٹنگ پر بھی کام کر لیجیے گا۔۔۔'' اُس کے شوخی بھرے انداز پر وہ اپنا سر دونوں ہاتھوں سے تھام کر اُسی بینچ پر دوبارہ بیٹھ گئی۔

☆ ☆ ☆

''کیسی طبیعت ہے بیٹا، آپ کی۔۔۔؟؟؟؟'' ڈاکٹر نجم انصاری جو کچھ دن پہلے ہی ٹرانسفر ہو کر اس وارڈ میں آئے تھے۔ خاصے سینیر تھے اور آجکل راؤنڈ بھی وہ ہی لے رہے تھے۔ ڈاکٹر خاور کچھ دن کی چھٹی پر تھے۔ ڈاکٹر نجم انصاری کو بھی سکینہ کے ساتھ کچھ ہی دنوں میں خصوصی لگاؤ ہو گیا تھا۔ آج ان کے ساتھ ڈاکٹر زویا بھی تھیں جو خاصی کینہ توز نگاہوں سے اُسے دیکھ رہی تھیں۔

''بہتر ہوں ڈاکٹر صاحب۔۔۔'' سکینہ نے اٹھنے کی کوشش کی تو انہوں نے اُسے لیٹے رہنے کا اشارہ کیا۔

''کمر کا درد کیسا ہے۔۔۔؟؟؟؟'' انہوں نے اگلا سوال کیا۔

''وہ تو دن بہ دن بڑھتا ہی جا رہا ہے۔۔۔'' سکینہ نے صاف گوئی سے بتایا۔

''ڈاکٹر صیب، یہ نمانی تو ساری ساری رات کروٹیں بدلتی ہے، درد کی وجہ سے۔۔۔'' جمیلہ مائی نے ذرا تفصیل سے سکینہ کا احوال دیا۔

''اللہ کرم کرے گا، میں نے کچھ انجکشن لکھ دیے ہیں، رات والی ڈرپ میں لگا دیے جائیں گے۔ اُس کے بعد نیند بہتر طریقے سے آ جائے گی۔'' ڈاکٹر نجم نے جمیلہ مائی کی تسلی کروانے کی بھرپور کوشش کی۔

''انصاری صاحب ذرا اور تسلی کروا دیں، یہ ڈاکٹر خاور کی بہت خاص پیشنٹ ہیں۔۔۔'' زویا کے طنزیہ لہجے پر جمیلہ مائی کے چہرے پر ایک تاریک سا سایہ دوڑا۔

''بھئی ڈاکٹرز کے لیے تو سارے ہی مریض اہم ہوتے ہیں۔۔۔'' ڈاکٹر نجم نے سکینہ کی فائل پر ایک نوٹ لکھتے ہوئے لاپرواہی سے کہا۔

''لیکن کچھ سب سے اہم بھی ہوتے ہیں۔۔۔'' زویا کا لہجہ تنفر میں ڈوبا ہوا اور آنکھوں سے شعلے سے نکل رہے تھے۔

''ایسی بات ہے تو آج سے سکینہ ہماری بھی خاص پیشنٹ ہوئیں، کیوں بیٹا۔۔۔'' ڈاکٹر نجم کے محبت بھرے انداز پر سکینہ کا دل بھر آیا۔ اُس نے فوراً آنکھیں جھکا لیں۔

''ڈاکٹر زویا کی باتوں کو دل پر لینے کی ضرورت نہیں، یہ تو حسد کی آگ میں جل کر پاگل ہو رہی ہے۔۔۔'' سسٹر ماریہ نے ان دونوں ڈاکٹرز کے باہر نکلتے ہی سکینہ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر تسلی دی۔ اُس کی بات جمیلہ مائی نے بھی سن لی تھی۔

''اللہ ہم سب کو ہدایت دے۔۔۔'' جمیلہ مائی نے صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ وہ جائے نماز بچھا کر نماز حاجت کے لیے کھڑی ہو گئیں۔ جب کہ سکینہ نے بھی قرآن پاک کھول لیا۔ دو نفل پڑھ کر اماں جائے نماز پر ہی بیٹھی رہی۔ اُن کے ہاتھ میں تسبیح لیکن دھیان کہیں اور تھا۔

''اماں خیر ہے ناں، تو کل سے کچھ چپ چپ سی ہے۔۔۔'' سکینہ نے قرآن پاک پڑھتے ہوئے اماں کا اداس چہرہ دیکھا۔ وہ محسوس کر رہی تھی کہ اماں کل سے بالکل خاموش ہے۔

''ٹھیک ہوں پتر، اللہ خیر سکھ کا ویلا لائے۔۔۔'' جمیلہ مائی نے اپنا مخصوص جملہ بولا اور تسبیح میں مگن ہو گئی۔

''اماں کوئی پریشانی ہے کیا۔۔۔؟؟؟؟'' سکینہ نے قرآن پاک بند کر کے غلاف چڑھاتے ہوئے پوچھا۔

''دوسروں کی خوشیوں کی خبریں پریشانی والی تھوڑی ہوتی ہیں۔۔۔'' جمیلہ مائی نے بہت عجیب سی بات کی، سکینہ چونک گئی۔

''کون سی خوشی کی خبر۔۔۔؟؟؟؟'' سکینہ نے اماں کا سنجیدہ چہرہ غور سے دیکھا۔

''کوئی نہیں پتر۔۔۔'' جمیلہ مائی نے نہ جانے کیوں اُسے ٹالنے کی کوشش کی۔

''بتا دے ناں اماں، آج نہ سہی کل تو بتائے گی ناں۔۔۔'' سکینہ نے اُس سے اگلوانے کے لیے اصرار کیا۔

''حاجی کی بے بے نے اُس کی گل بات اپنی بہن کے گھر طے کر دی ہے، مجھے تیرے ابے کا فون آیا تھا۔۔۔'' جمیلہ مائی نے بلی تھیلے سے باہر نکال ہی دی۔

''جاجی کی گل بات۔۔۔؟؟؟؟؟'' سکینہ چونکی، اُس کے اندر سکون کا ایک دل آویز سا احساس دُور تک اترتا گیا۔''اماں یہ تو واقعی اچھی بات ہے،تو تے بے بے کوفورا مبارک باد دینی تھی ناں۔۔۔'' اُس کے انداز میں لاپرواہی کا عنصر نمایاں تھا۔جمیلہ مائی تسبیح کرنا بھول کر اس کا چہرہ غور سے دیکھنے لگی۔

''پتر، تجھے دکھ تو نہیں ہوا۔۔۔'' جمیلہ مائی نے محبت اور شفقت سے بھرپور لہجے میں کہا۔

''دکھ۔۔؟؟؟؟'' وہ کیوں اماں۔۔۔؟؟؟؟ سکینہ کے لہجے میں آہستہ آہستہ توازن آتا جا رہا تھا۔جمیلہ مائی تھوڑا سا تذبذب کا شکار ہوئی۔

''تو اُس کی بچپن کی منگ جو تھی۔۔۔'' جمیلہ مائی نے تھوڑا سا جھجک کر کہا تو سکینہ کھلکھلا کر ہنسی۔

''دفع کر اماں ایسی باتوں کو، میں تو شروع دن سے خار کھاتی تھی، تجھے پتا تو تھا۔۔۔'' سکینہ کے لہجے میں حقیقی خوشی کی کھنک تھی۔ ہنستے ہوئے اُسے اچانک یاد آیا۔

''کہیں اماں تجھے اس بات کا رنج تو نہیں ہو رہا۔۔۔'' سکینہ نے بغور اپنی ماں کا چہرہ دیکھا۔

''تھوڑا سا دکھ تو ہوا تھا پتر، پھر خیال آیا کہ اللہ سوہنے کو یہی منظور ہوگا۔۔۔'' جمیلہ مائی نے کمال ضبط سے آنکھیں بند کر کے اور تیزی سے تسبیح کے دانے گرانے شروع کر دیے۔سکینہ کو پتا چل گیا تھا کہ اماں کے لیے یہ مرحلہ سخت دشوار اور صبر آزما ہے۔اس لیے اس نے بھی اُسے مزید نہیں چھیڑا۔

☆ ☆ ☆

ماہم علی کے ساتھ ایک بھرپور لنچ کر کے ابھی ابھی گھر پہنچی تھی۔ خوشی کا احساس اس کے انگ انگ سے نمایاں تھا۔ اُس نے علی کو آج متاثر کرنے کے لیے ایڑھی چوٹی کا زور لگا لیا تھا۔ اتنا تو اسے بھی احساس ہو گیا تھا کہ علی کو ظاہری خوبصورتی کی بجائے باطن کی خوبصورتی زیادہ اپنی طرف مائل کرتی ہے۔ یہی وجہ تھی اُس نے اپنا ہوم ورک مکمل کر کے اُس پر کام شروع کیا تھا۔ اتنا تو ماہم منصور کو بھی پتا تھا کہ اُسے اپنے کسی بھی قسم کے پراجیکٹ میں کبھی بھی ناکامی کا سامنا نہیں ہوا تھا۔ وہ جو دل میں ٹھان لیتی تھی۔ اُس کے بعد اُس کو پایہ تکمیل پر پہنچا کر ہی دم لیتی تھی۔

''ہائے آپی، آپ کے چہرے پر کیوں بارہ بجے ہوئے ہیں۔۔۔'' ٹی وی لاؤنج میں آتے ہی ماہم نے انتہائی بیزار بیٹھی ثمن آپی کو مخاطب کیا۔

''دیکھو کتنی گھٹیا نکلی انصر کی فیملی۔۔۔'' وہ پھٹ ہی تو پڑیں۔ ''ابھی جمعہ جمعہ آٹھ دن ہوئے نہیں، اور اس کے رشتے کی تلاش بھی شروع کر دی۔۔۔'' ثمن آپی کو نہ جانے کیوں غصہ آ رہا تھا۔ ماہم نے حیرت سے ان کا غصے کی زیادتی سے بگڑا چہرہ دیکھا۔

''تو آپی، کرنے دیں، آپ کو کیا مسئلہ ہے۔۔۔'' اُس نے ہلکے پھلکے انداز سے کہا۔

''بھئی مجھے مسئلہ ہے، میرا بیٹا ہے ان جاہل لوگوں کے گھر۔۔۔'' ثمن آپی کو پہلی دفعہ احیان کی یاد آئی تھی۔

''تو آپ کورٹ کے ذریعے اپنا بیٹا واپس لے لیں۔۔۔'' ماہم نے سادہ سا حل بتا کر ٹی وی آن کیا، جس پر ثمن کا ہی پرائم ٹائم میں شو دوبارہ ٹیلی کاسٹ ہو رہا تھا۔

''واہ آپی، آفت لگ رہی ہیں آپ۔۔۔'' ماہم کی تعریف پر ان کا چہرہ کھل کر انار بن گیا۔ ایک لمحے کو تو احیان اور انصر کی فیملی کا دکھ بھی انہیں بھول گیا۔

''وہاں سیٹ پر بھی سب کی نظریں مجھ پر سے نہیں ہٹ رہی تھیں۔۔۔'' انہیں یاد آیا۔

''ہٹ بھی کیسے سکتی تھیں، اتنا آفت فگر، دلکش نقوش اور اوپر سے ظالم میک اپ، قسم سے پورے سیٹ پر صرف آپ ہی ہیں، جس پر سے نظر ہٹانا دشوار ہو رہا ہے۔'' ماہم کے توصیفی لہجے نے ان کی ساری کوفت کا مداوا کر دیا۔

''اب تو ایک اور چینل والے بھی مجھے اپروچ کر رہے ہیں۔۔۔'' ثمن آپی کو اپنا بیٹا بالکل ہی بھول گیا تھا۔ ''اتنی گلیمرس لائف اور آدھی دنیا آپ کے پیچھے پاگل ہو تو کس کافر کا گھر بیٹھنے کو دل کرتا ہے۔'' وہ بھی کھل کر میدان میں اتر آئیں، بگران کے سیل فون پر آنے والی کال نے ان کی گفتگو میں تعطل ڈال دیا۔ ان کی لمبی کال سے تنگ آ کر ماہم اٹھ کر اپنے کمرے میں آ گئی۔ فریش ہو کر اُس نے کھڑکی سے پردے ہٹائے، سامنے پہاڑیوں پر ایک خوبصورت شام اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ اتر رہی تھی۔

وہ ٹیرس کا دروازہ کھول کر باہر نکل آئی، ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں نے طبیعت کو طمانیت کا احساس بخشا تھا۔ آج کا لنچ اُس کی زندگی کا ایک خوبصورت ترین لنچ تھا۔ اُس نے علی کے ساتھ ڈھیروں باتیں کیں۔

''وہ وقت دُور نہیں، جب میں جیسا چاہوں گی، ویسا ہی ہو گا۔۔۔'' اُس نے ایک دفعہ پھر خود کو یاد دلایا۔ سامنے پہاڑیوں پر لگے سبزے کو دیکھتے ہوئے اچانک اُس کی نظر سڑک کے دوسری جانب عائشہ کے بنگلے پر پڑی۔ جس کا گیٹ کھل رہا تھا۔

''رامس اور اُس کی ماما، عائشہ کے گھر۔۔۔'' درمیانی فاصلہ زیادہ نہ ہونے کی وجہ سے اُس نے ایک نظر میں گھر سے نکلنے والی گاڑی میں بیٹھے رامس اور اس کی ماما کو پہچان لیا تھا۔

''یہ لوگ، ان کے گھر کیسے۔۔۔؟؟؟؟'' ماہم کے دماغ میں دھماکہ سا ہوا۔ وہ سخت بے یقینی سے گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے رامس کو دیکھ رہی تھی جو اپنی ماما کی کسی بات پر کھل کر ہنس رہا تھا۔

''یہ عائشہ اور رامس میرے ساتھ کیا کھیل، کھیل رہے ہیں۔۔۔؟؟؟؟'' اُس کا دماغ بھک کر کے اڑا۔ ماہم کا شمار ایسے لوگوں میں ہوتا تھا جو اپنی پسندیدہ چیز سے دل بھر جانے کے بعد بھی کسی اور کے حوالے کرنے کا حوصلہ نہیں کرتے۔ ایک دم سے ماہم کی نظر کھلے گیٹ سے پورچ کی جانب بڑھتی ہوئی گھر کے داخلی دروازے پر ٹھہر گئی، جہاں موحد، عائشہ اور اس کی ماما شاید نہیں یقیناً مہمانوں کو سی آف کرنے کے لیے گیٹ تک آئے تھے۔

''اتنا اسپیشل پروٹوکول، آخر کس سلسلے میں۔۔۔'' ماہم نے بڑی سرعت سے سوچا لیکن کوئی بھی سرا ہاتھ نہیں لگا۔ اُس کے ذہن میں آندھیاں سی چل رہی تھیں۔ اُس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ عائشہ کو جا کر کھری کھری سنا آئے، دماغ میں ایک لاوا سا کھول رہا تھا۔۔۔

☆ ☆ ☆

''وہ آخر مجھے اتنا بے وقوف کیوں سمجھتا ہے۔۔۔؟؟؟؟'' عائشہ جب سے گھر آئی تھی بس یہی ایک بات سوچ رہی تھی۔ اُس دن محفل موسیقی سے وہ موحد کو زبردستی خرابی طبیعت کا بہانہ کر کے گھر لے آئی تھی اور گھر آ کر بھی بے چین رہی۔

''پہلے ماہم اتنا عرصہ مجھے بے وقوف بناتی رہی، اب اس کی کمی رہ گئی تھی۔۔۔'' اپنے اسٹوڈیو کی صفائی کرتے ہوئے ایک تلخ سوچ نے اُس کے ذہن کا احاطہ کیا۔ ''انسان کو اتنا سادہ دل بھی نہیں ہونا چاہیے کہ اس کی سادگی ہی اس کا سب سے بڑا امتحان بن جائے۔۔۔'' موحد کی ایک بات اُس کے ذہن میں ابھری۔

''لیکن، ان لوگوں نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا۔۔۔'' قنوطیت نے بڑی قوت سے ایک بھرپور حملہ کیا۔ وہ وہیں زمین پر بیٹھ گئی۔

''اب وہ مجھے کس خوشی میں صفائیاں دینا چاہتا ہے۔۔۔'' وہ حد درجہ بدگمان تھیں۔

''تم نے بھی تو آج اگلے پچھلے سارے ہی حساب برابر کر دیے۔ اس لیے اب کیوں افسردہ ہو۔۔۔'' دل نے عجیب سے موقعے پر یاد دلایا۔

''میرا حق بنتا تھا، آخر لوگ کب تک میرے ساتھ بُرا کرتے رہیں گے۔۔۔'' دماغ نے اُسے سیدھی راہ پر رکھنے کی کوشش کی۔

''لیکن وہ بیچارا، کتنا پریشان اور کمزور سا لگ رہا تھا، تم کم از کم اسے ایک صفائی کا موقع تو دیتیں ناں۔۔۔'' دل نے دہائی دی۔

''تم نے بھی تو دن رات کی اذیت سہی ہے، اُسے بھی کچھ اس کا احساس ہونے دو۔۔۔'' دماغ نے اُس کی طرفداری کی۔ دل اور دماغ کی اس کشمکش سے تنگ آ کر وہ اسٹوڈیو سے باہر نکل آئی۔ سامنے ہی لاؤنج میں موحد اپنے ہاتھ کی لکیروں کو دیکھتے ہوئے کسی گہری سوچ میں تھا۔

''کیا ہوا بھائی۔۔۔؟؟؟؟'' عائشہ کو اس کے چہرے پر کسی انہونی کا احساس ہوا۔

''کچھ نہیں، اپنے ہاتھ کی لکیروں کو دیکھ رہا ہوں اور سوچ رہا ہوں کہ کیا کسی خوشی پر میرا حق نہیں۔۔۔'' موحد کی بات پر اُس نے الجھ کر اُسے دیکھا۔

''آپ آج آفس نہیں گئے۔۔۔؟؟؟؟'' عائشہ کو اس کے رف سے حلیے سے احساس ہوا۔

''دل ہی نہیں چاہ رہا تھا۔۔۔'' وہ افسردگی کی انتہاء پر تھا۔

''دل کی باتوں پر چلنے سے بزنس نہیں چلتے، اور دل کا کام تو بس خوار کرنا ہے۔۔۔'' عائشہ اس کے پاس ہی فلور کشن پر بیٹھ گئی۔

''تمہیں ہاتھ دیکھنا آتا ہے عائشہ۔۔۔؟؟؟؟'' موحد نے بڑے عجیب لہجے میں پوچھا۔

''نہیں بھائی، کیا ہوا ہے آخر۔۔۔؟؟؟؟'' عائشہ نے محبت سے اُس کے ہاتھ تھامے۔

''پتا نہیں میری خوشیوں کی ہر راہ پر وہ لڑکی آ کر اُس خوشی کو ملیا میٹ کیوں کر دیتی ہے۔۔۔'' موحد افسردہ کم اور مایوس زیادہ تھا۔

''کون ماہم۔۔۔؟؟؟؟'' عائشہ چونکی۔۔۔''اب کیا، کیا اُس نے۔۔۔؟؟؟؟''

''یہی تو سارا مسئلہ ہے کہ وہ کچھ نہیں کرتی، لیکن پھر بھی بہت کچھ کر جاتی ہے۔۔۔'' موحد کی بات پر وہ بُری طرح اُلجھ سی گئی۔ اُس نے کھوجتی نگاہوں سے اپنے بھائی کا چہرہ دیکھا۔

''آپ کی دوست کیسی ہے۔۔۔؟؟؟ کوئی لڑائی تو نہیں ہوگئی۔۔۔؟؟؟؟''

''لڑائی تو نہیں ہوئی لیکن مجھے نہیں لگتا کہ وہ مجھ سے دوبارہ کوئی تعلق رکھے گی۔۔۔'' موحد نے پہلی دفعہ کھل کر اُس سے اپنے جذبات کا اظہار کیا۔

''اللہ نہ کرے، ایسا کیوں کہہ رہے ہیں آپ۔۔۔'' عائشہ نے دہل کر اس کا چہرہ دیکھا، جو خاصا تاریک تھا۔

''میں نے اُس کے سامنے ماہم کے بارے میں کھل کر اپنے خیالات کا اظہار جو کر دیا۔۔۔'' وہ بچوں کی سی معصومیت سے بولا۔

''تو کیا ہوا۔۔۔؟؟؟'' عائشہ اُلجھی۔''اس سے، اُسے کیا فرق پڑتا ہے۔۔۔؟؟؟؟'' اُس نے ہلکی سی خفگی سے پوچھا۔

''وہ اُس کی بہت بڑی فین ہے۔۔۔'' موحد کی بات پر عائشہ کو کرنٹ سا لگا۔

''ماہم کی فین۔۔۔؟؟؟؟'' اُسے یقین نہیں آیا۔

''ہاں، اُس کے پاس، وہ اکثر جاتی رہتی ہے۔۔۔'' موحد نے سنجیدہ انداز میں کہا اور گلاس وال سے باہر برستی بارش کو دیکھنے لگا۔

''لیکن کس سلسلے میں۔۔۔؟؟؟؟'' عائشہ تھوڑا سا پریشان ہوئی۔

''کوئی مسئلہ ہو گیا تھا اسے۔ اس سلسلے میں۔۔۔'' موحد نے گول مول انداز میں جواب دیا۔

''کیا اُس نے آپ سے کوئی ایسی بات کہی ہے، جس سے آپ پریشان ہو گئے ہیں۔۔۔'' عائشہ نے اس کے ہاتھوں کو سہلاتے ہوئے پوچھا۔

''محبت میں ضروری تو نہیں کہ ہر بات کہی جائے، انسان بعض دفعہ تو بس مبہم اشاروں سے بھی ساری گفتگو سمجھ لیتا ہے۔۔۔'' موحد نے اسے لاجواب کیا۔

''اگر اسے واقعی آپ سے محبت ہوئی تو بے فکر رہیں، وہ کہیں نہیں جائے گی۔۔۔'' عائشہ نے اُسے تسلی دی تو وہ بے یقینی سے اُسے دیکھنے لگا۔ جیسے اس کی بات کا یقین نہ آ رہا ہو۔

عائشہ کچھ دیر تو اُس کے پاس بیٹھی رہی، لیکن شاید موحد کا مزید گفتگو کرنے کا کوئی موڈ نہیں تھا۔ اس لیے عائشہ اکتا کر اٹھ گئی۔ اپنے کمرے میں جا کر اُس نے شاور لیا اور گاڑی کی چابی لے کر باہر نکل آئی۔

سعید بک بینک پر کتابوں کے درمیان گھنٹوں وقت گذارنا، عائشہ کا من پسند مشغلہ تھا۔ اس لیے اُسے جب بھی وقت ملتا، وہ کتابوں کی خریداری کے لیے جناح سپر میں موجود اس بڑی شاپ کا رخ کرتی۔ اس وقت بھی وہ انگلش سیکشن سے نکل کر اردو سیکشن میں آ گئی تھی، نئی آنے والی کتابوں کی لسٹ اُس کے ہاتھ میں تھی۔ وہ اس شاپ کی ایک ریگولر کسٹمر تھی اس لیے زیادہ تر ملازمین اسے پہچانتے تھے۔

اپنی پسند کی کتابیں ریک سے نکال کر وہ دھیرے دھیرے سیڑھیاں اترتے ہوئے گراؤنڈ فلور پر واقع کاؤنٹر کی طرف بڑھی لیکن وہاں پہلے سے موجود لڑکی کو دیکھ کر وہ چونک گئی۔ وہ کاؤنٹر پر موجود لڑکے کے ساتھ بحث کر رہی تھی۔

''یہ تو وہ ہی لڑکی ہے، جو اُس دن علی کے ساتھ تھی۔۔۔'' وہ اپنی جگہ پر ٹھٹک کر رہ گئی اور آخری سیڑھی پر آ کے رک گئی۔ اُس کی نگاہیں اُس لڑکی پر جمی ہوئیں تھیں جو اچھی خاصی خوبصورت اور دلکش تھی۔ اس وقت اس کا چہرہ غصّے کی زیادتی سے سرخ ہو رہا تھا۔

''دیکھیں میم، ہمیں آپ کے ہسبینڈ نے اسی کتاب کا آرڈر کیا تھا۔۔۔'' کاؤنٹر پر کھڑے ملازم نے اُسے صفائی دینے کی کوشش کی۔

''علی نے میرے سامنے آپ کو آرڈر لکھواتے وقت یاد دہانی کروائی تھی کہ اس کا نیو ایڈیشن منگوایئے گا۔۔۔'' اُس کی بات پر سیڑھیوں پر کھڑی عائشہ کے پاؤں وہیں منجمد ہو گئے۔ اُس کے دماغ سن سا ہو گیا۔ وہ منہ کھولے سخت حیرت، صدمے اور بے یقینی سے اُسی لڑکی کو دیکھے جا رہی تھی، جس نے اشتعال کے عالم میں کال ملائی۔

''علی، ذرا اسے بتائیں کہ آپ نے اسے نیو ایڈیشن کا کہا تھا یا اولڈ کا۔۔۔؟؟؟؟'' اُس لڑکی کا استحقاق بھرا انداز عائشہ کو ایک لمحے میں یقین دلا گیا کہ وہ غلط نہیں تھی۔

''یہ لیں میرے ہسبینڈ (شوہر) سے بات کریں۔۔۔'' اُس نے سیل فون شاپ کیپر کی طرف بڑھایا۔ جب کہ عائشہ میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ شاپ کی فرسٹ فلور کی تین سیڑھیاں طے کر کے گراؤنڈ فلور پر جا سکے۔

☆ ☆ ☆

(صائمہ اکرم چوہدری کا یہ دلچسپ ناول ابھی جاری ہے، باقی واقعات اگلی قسط میں پڑھیے)

جب وہ کتابوں کی دکان سے نکلی تو اُس کا دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا، پورا وجود ہچکولوں کی زد میں تھا۔آج تو امید اور نا امیدی کی درمیانی کیفیت بالکل ختم ہوگئی۔اپنے قدموں کو بمشکل گھسیٹتی ہوئی وہ پارکنگ کی طرف جا رہی تھی۔آنکھوں کے گرد تنی آنسوؤں کی دھند کی وجہ سے چلنا دشوار ہو رہا تھا۔اچانک اُس کو چکر سا آیا اور وہ فٹ پاتھ پر ہی بیٹھ گئی۔

''عائشہ۔۔۔''کسی نے پیچھے سے آ کر بہت نرمی سے اُسے پکارا۔

''آر یو او کے۔۔۔؟؟؟؟؟''رامس کی آواز نے اس کی سماعتوں پر دستک دی لیکن وہ اس وقت ایسی حالت میں تھی کہ گردن اٹھا کر اُس کا چہرہ دیکھنا دنیا کا مشکل ترین کام لگا۔

''عائشہ، کیا ہوا؟؟؟؟ طبیعت ٹھیک ہے۔۔۔؟؟؟؟''وہ بالکل اُس کے پاس بیٹھ کر فکر مندی سے بولا۔

''میں ٹھیک نہیں ہوں۔۔۔''عائشہ کے منہ سے بمشکل پھسلا اور اگلے ہی لمحے وہ اپنی گود میں سر رکھے دھواں دھار رو دی۔رامس کے تو چھکے ہی چھوٹ گئے۔

''اُف مائی گاڈ عائشہ، کیا ہوا ہے۔۔۔؟؟؟؟''اُس کے لہجے میں تشویش کے سبھی رنگ تھے۔

''آپ تو بہت بہادر ہیں۔۔۔''اُس نے تسلی دینے کی کوشش کی جو خاصی مہنگی پڑی۔

''نہیں ہوں میں بہادر، مجھے بہادری کا ٹیگ گلے میں لگا کر اپنے آپ کو اندر سے ختم نہیں کرنا، پلیز مجھے رونے دو، ورنہ مجھے کچھ ہو جائے گا۔۔۔''عائشہ نے رُندھے ہوئے لہجے میں کہا۔وہ اب بالکل ایسے بچے کی طرح رو رہی تھی جس کی پسندیدہ چیز اُس سے چھن گئی ہو۔۔۔

''خیر ہے یہ آپ دونوں یہاں کون سی جذباتی فلم کی شوٹنگ کر رہے ہیں۔۔۔؟؟؟؟''ماہم جو شاپنگ کی غرض سے جناح سپر میں تھی۔اس وقت ان دونوں کو اچانک اپنے سامنے پا کر عجیب سی نظروں سے گھور رہی تھی۔ماہم کو سامنے دیکھتے ہی رامس کا سارا خون ابلنے لگا۔

''مائنڈ یور اون بزنس پلیز۔۔۔''وہ جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا اور انگلی کے اشارے سے ماہم کو وارننگ کے انداز میں کہا۔

''مائنڈ یور لینگویج پلیز۔۔۔''آگے سے بھی ماہم تھی۔رامس کی بات پر اُسے آگ ہی تو لگی۔

''کیا، کہا ہے تم نے اسے۔۔۔؟؟؟؟''ماہم نے اب شعلہ برساتی آنکھوں سے رامس کو دیکھا۔جس کے چہرے پر اجنبیت اور بیگانگی کی ایک گہری تہہ تھی۔

''میں لوگوں کے دل کو دکھانے والی باتیں نہیں کرتا، یہ شعبہ آپ کا ہے اور آپ ہی کو سوٹ کرتا ہے۔۔۔''وہ بھی تڑخ کر بولا۔ماہم کو ایک لمحے میں ادراک ہوا کہ سامنے کھڑا شخص کسی بھی لمحے تہذیب کا دامن اپنے ہاتھ سے چھوڑ سکتا ہے۔اس لیے اس نے اُسے نظر انداز کر کے بڑے اپنائیت بھرے انداز سے عائشہ کو مخاطب کیا۔

''عائشہ کیا ہوا ہے میری جان۔۔۔؟؟؟؟''اُس کے طرزِ تخاطب پر رامس نے طنزیہ نگاہوں سے ماہم کی طرف دیکھا جو عائشہ کا ہاتھ

پکڑے بڑی محبت سے پوچھ رہی تھی۔
''ہوئے تم دوست جس کے، دشمن اُس کا آسماں کیوں ہو۔۔۔''رامس بلند آواز میں بڑبڑایا۔ماہم نے جھٹکے سے سر اٹھا کر اُسے غصے سے دیکھا۔
''رامس مجھے ایک گلاس پانی چاہیے۔۔۔''عائشہ کا اس سچوئشن میں دماغ پھٹا۔اُس نے مناسب سمجھا کہ کسی ایک کو اس منظر سے غائب کرے۔اس کی بات پر رامس فوراً سامنے ڈرنک کارنر کی طرف بڑھا۔
''عائشہ، کیا ہوا ہے مائی ڈیئر، کیا اس رامس کے بچے نے کچھ کہا ہے۔۔۔؟؟؟''اس کے تھوڑا دور جاتے ہی ماہم بے تابی سے بولی۔
''کم آن ماہم۔۔۔ایسی کوئی بات نہیں۔''عائشہ نے زبردستی خود کو سنبھالا۔
''وہ تو خود ابھی ابھی یہاں پہنچا ہے، جیسے تم آئی ہو۔۔۔''عائشہ نے نہ چاہتے ہوئے بھی صفائی دی تو ماہم نے کچھ سکون کا سانس لیا۔
''میں شاپ سے باہر نکلی تو مجھے چکر سا آ گیا، ایسا لگتا ہے کہ بی پی لو ہو گیا ہے۔۔۔''عائشہ نے اس کے بڑھائے ہوئے ٹشو سے اپنا چہرہ صاف کرتے ہوئے اُسے مزید مطمئن کرنے کی کوشش کی۔
''واقعی چکر آیا تھا یا تم مجھے چکر دینے کی کوشش کر رہی ہو۔۔۔؟؟؟؟''ماہم کا چہرہ سپاٹ اور لہجہ عجیب سا ہوا۔عائشہ نے الجھن بھرے انداز سے اُسے دیکھا جس کے چہرے پر کسی گہری سوچ کا تاثر واضح تھا۔
''کسی بھی انسان کو چکر دینے کے لیے دماغ میں فالتو بھیجا ہونا چاہیے جو اس پر سوچ و بچار کر سکے۔الحمدللہ میرے دماغ میں ایسی کوئی فالتو چیز نہیں۔۔۔''عائشہ اب مکمل طور پر خود کو سنبھال چکی تھی۔اُسے اب اپنی جذباتیت پر افسوس ہو رہا تھا۔اُس نے خفت زدہ انداز سے سامنے آتے ہوئے رامس کو دیکھا جس کے ہاتھ میں جوس کا کوئی پیکٹ تھا۔وہ اب سوچ رہی تھی کہ اُسے ماہم اور رامس دونوں سے کیسے جان چھڑا کر گھر پہنچنا ہے۔۔۔

☆ ☆ ☆

''یہ تو کوئی ایسی بات نہیں، جس کی وجہ سے غبارے کی طرح منہ پھلا لیا جائے۔۔۔''نابیہ نے سارا قصہ سن کر ثنائیلہ کی کلاس لی۔وہ آج کافی دن کے بعد اس کی طرف آئی تھی۔آگے سے ثنائیلہ نے اپنی ناراضگی کا قصہ کھول کر سنانا شروع کر دیا۔دونوں باورچی خانے کے فرش پر بیٹھیں دوپہر کے لیے سبزی بنا رہی تھیں۔
''یہ چھوٹی بات نہیں ہے نابیہ، وہ اتنی اچھی لڑکی کے خلاف ایسی باتیں کر رہا تھا۔۔۔''ثنائیلہ روہانسی ہوئی۔
''مسئلہ باتیں کرنے کا نہیں ہے یار، مسئلہ یہ ہے کہ وہ ''اُسی'' کے بارے میں ہی کیوں ایسی باتیں کر رہا تھا۔۔۔؟؟؟''نابیہ کے سوال پر وہ بھونچکا سی گئی۔''یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں۔۔۔''اُس کے منہ سے بمشکل نکلا۔وہ اب چھری پلیٹ میں رکھ کر حیرت سے نابیہ کو دیکھنے لگی جو پالک کے پتوں میں الجھی ہوئی تھی۔
''حالانکہ بے وقوف لڑکی، یہی بات تو تمہیں اُس سے سب سے پہلے پوچھنی چاہیے تھی۔۔۔''نابیہ کو بھی غصہ آ گیا۔
''بس مجھے دھیان ہی نہیں رہا، اصل میں مجھے توقع نہیں تھی کہ وہ ماہم منصور کو جانتا ہوگا۔۔۔''ثنائیلہ نے صاف گوئی سے کہا۔

''وہ اُسے صرف جانتا نہیں بلکہ بہت اچھی طرح جانتا ہے میڈم۔۔۔'' وہ نابیہ کی طنزیہ نگاہوں سے خائف ہوئی۔

''مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آ رہا یار۔۔۔'' ثنائیلہ نے بے بسی سے دیوار کے ساتھ ٹیک لگائی۔

''تم اپنے ننھے منے دماغ پر زور نہ ہی ڈالو تو اچھا ہے۔۔۔'' نابیہ نے دانستہ ہلکا پھلکا انداز اپنایا۔ وہ اب بڑی مہارت سے پالک کاٹ رہی تھی۔

''یہ پالک کہیں بھاگی نہیں جا رہی۔۔۔'' ثنائیلہ نے غصے سے اُس کے ہاتھ سے چھری پکڑی۔ ''مجھے بتاؤ کہ میں کیا کروں۔۔۔؟؟؟؟''

''میں کیا کہہ سکتی ہوں۔۔۔'' نابیہ ہنسی۔

''کیا اُسے فون کر کے پوچھوں۔۔۔؟؟؟؟'' ثنائیلہ کا اچانک خیال آیا۔

''کیا پوچھنا ہے۔۔۔؟؟؟؟'' نابیہ چونکی۔

''یہی کہ وہ ماہم کو کیسے جانتا ہے۔۔۔'' ثنائیلہ کے معصومانہ انداز پر نابیہ نے جھنجھلاہٹ بھرے انداز میں اپنا سر دونوں ہاتھوں سے تھام لیا۔

''خدا کے واسطے یہ بے ہودہ سوال کرنے کے لیے اُسے فون نہ کرنا۔۔۔'' نابیہ نے باقاعدہ اپنے دونوں ہاتھ اُس کے آگے جوڑے۔

''تو پھر کیا پوچھوں۔۔۔؟؟؟؟'' ثنائیلہ نے بے بسی سے اُسے دیکھا۔

''تم فی الحال کچھ بھی نہ پوچھو، بڑی مہربانی ہوگی۔۔۔'' نابیہ کو ایک دم غصہ آ گیا۔ ''ابھی تو تم جب بھی بولو گی کفن پھاڑ کے ہی بولو گی۔۔۔''

''تو پھر کیا کروں۔۔۔؟؟؟؟'' اُس نے بے چارگی سے مزید کہا۔ ''میرے تو سوچنے سمجھنے کی ساری صلاحیتیں ماؤف ہوگئی ہیں۔ وہ حقیقتاً پریشان ہوئی۔

''ابھی چپ رہو، جب اُس کی کال آئے تو کوئی ایسی بات نہ کرنا۔۔۔'' نابیہ نے اُسے سمجھایا۔

''اگر اُس نے خود سے کوئی ایسی بات کر دی۔۔۔؟؟؟؟'' ثنائیلہ نے اپنی پریشانی کا اظہار کیا۔

''اگر وہ خود سے بات کرے تو تب ہلکے پھلکے لہجے میں پوچھ لینا، ہو سکتا ہے کہ اُس کے پاس کوئی مضبوط دلیل ہو۔۔۔'' نابیہ کی بات پر اُسے کچھ تسلی ہوئی۔

''لیکن اگر اُس نے ایسا کوئی ذکر ہی نہ کیا۔۔۔؟؟؟؟'' ثنائیلہ کو ایک نئی فکر نے گھیرا۔

''پھر تم خود ہی باتوں ہی باتوں میں اُس دن کے واقعے کا ذکر کر کے ایکسکیوز کر لینا۔۔۔'' نابیہ نے تحمل سے جواب دیا۔

''لیکن نابیہ۔۔۔؟؟؟؟'' ثنائیلہ کو ایک دم خیال آیا۔

''بول دو میری اماں بول دو، آج تو میرا سارا دماغ چاٹ کر گئی ہو۔۔۔'' نابیہ کے چڑ کر بولنے پر وہ ایک دم شرمندہ سی ہوئی۔

''یہ پلکیں جھپک جھپک کر ستر کی دہائی کی ہیروئنوں کی طرح ادائیں مجھے بعد میں دکھا لینا، پہلے وہ نادر خیال اپنے حلق سے نکال دو، جو

تمہارے ذہن میں آیا ہے۔۔؟؟؟؟''نابیہ کے طنزیہ لہجے پر وہ زبردستی مسکرائی۔

''میں سوچتی ہوں کہ اگر اُس نے مجھے کال ہی نہ کی تو۔۔۔؟؟؟؟'' ثنا ئیلہ کی بات پر نابیہ کا دماغ بھک کر کے اڑا۔یہ بات تو اُس نے سوچی ہی نہیں تھی۔اسے پہلی دفعہ معاملے کی سنگینی کا احساس ہوا۔اس لیے وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے اُسے دیکھتی رہ گئی۔

☆ ☆ ☆

''ڈاکٹر صاحب،آپ کو کوئی پریشانی ہے کیا۔۔۔؟؟؟؟'' جمیلہ مائی نے اُس دن ڈاکٹر خاور کو اپنی پیشانی مسلتے دیکھ کر کچھ جھجک کر پوچھا۔

''بس اماں جی پریشانیاں تو زندگی کا حصّہ ہیں۔ان سے کٹ کر تھوڑی رہا جاتا ہے۔۔۔'' ڈاکٹر خاور بمشکل مسکرائے۔آج صبح ہی سے انہیں سر میں درد تھا۔اس کے باوجود وہ اپنے فرائض پوری ذمے داری سے سرانجام دے رہے تھے۔

''پتر، وہ جو سات آسمانوں کے اوپر رہنے والی ذات ہے ناں،وہ اپنے بنائے ہوئے ایک پتے سے بھی غافل نہیں،پھر تو نے کیسے سوچ لیا کہ وہ تیری پریشانی کا حل نہیں نکالے گا۔۔''جمیلہ مائی نے بڑے پرسکون انداز سے ڈاکٹر خاور کو دیکھا۔جن کی پیشانی پر پڑا بل ایک دم ہی ہلکا ہوا۔

''اماں جی،میں نے کب کہا کہ اللہ تعالیٰ میری طرف سے غافل ہو گیا ہے۔۔۔''وہ اب کے کھل کے مسکرائے۔

''اگر ایسی کوئی بات نہیں پتر فیر پریشان شکل بنا کر پھرنے کا کیا فائدہ۔جب سوہنے رب نے فکر،پریشانی اور غم کے گیڑے (دائرے) میں ڈالا ہے تو وہ نکالے گا بھی۔بس اللہ پر اعتبار رکھ۔'' جمیلہ مائی نے میز پر سے تسبیح اٹھائی۔

''بس ماں جی میرے لیے دعا کریں۔۔۔''ڈاکٹر خاور بڑے تھکے تھکے سے انداز کے ساتھ وہیں کرسی پر بیٹھ گئے۔

''پتر،تیری اللہ کے ساتھ کوئی لڑائی ہے کیا۔۔۔؟؟؟؟''جمیلہ مائی کے سوال پر وہ ہکا بکا رہ گئے فوراً ہی نفی میں سر ہلایا۔

''جب اللہ سوہنے سے کوئی لڑائی نہیں تو پھر سچے دل سے خود اپنے لیے دعا کر،پتر جو دکھ اور پریشانی تیرے حصّے میں آئی ہے۔اُسے تو جانتا ہے یا تیرا رب۔بھلا کوئی اور اتنے سچے دل سے تیرے لیے دعا کر سکتا ہے۔۔۔؟؟؟؟''جمیلہ مائی نے ڈاکٹر خاور کو لاجواب کیا۔

''لیکن اماں جی ایک مومن تو دوسرے مومن کے لیے دعا کر سکتا ہے ناں۔۔۔'' انہوں نے یاد دلایا۔

''میں نے کب انکار کیا۔۔۔؟؟؟؟''جمیلہ مائی نے سادگی سے کہا۔''لیکن جب انسان کو کوئی چوٹ لگتی ہے یا اُس کے جسم کا کوئی حصّہ ہلکا سا جل ہی جاتا ہے تو اگلا بندہ اس کی تکلیف کا اندازہ تو کر سکتا ہے لیکن ویسا محسوس تو نہیں کر سکتا ناں۔۔۔''جمیلہ مائی کے زندگی کو برتنے کے اپنے اصول تھے۔

''کہا تو آپ نے ٹھیک ہے لیکن پھر بھی،دعا تو کوئی بھی کر سکتا ہے ناں۔۔۔''ڈاکٹر خاور بڑی دقت سے مسکرائے تو جمیلہ مائی نے بھی بات بدلنے کی غرض سے پوچھا۔

''پتر یہ سکینہ کا اپریشن کب ہو گا۔۔۔؟؟؟؟''جمیلہ مائی نے نسبتاً ہلکے لہجے میں پوچھا۔اس وقت سکینہ ادویات کی وجہ سے غنودگی میں تھی۔

''انشاء اللہ بہت جلد۔آپ بس دعا کریں۔۔۔''ڈاکٹر خاور نے سکینہ کی فائل دوبارہ اٹھائی۔''آپ اپنی بیٹی کے لیے تو دعا کرتی ہوں گی ناں۔۔۔''؟؟؟انہیں اچانک یاد آیا۔

''ماں باپ کو تو دعا کے لیے کہنے کی لوڑ (ضرورت) ہی نہیں ہوتی۔ ان کے دل سے دعا تو خود بخود نکلتی ہے۔'' جمیلہ مائی نے سادگی سے کہا تو ڈاکٹر خاور نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''ڈاکٹر صیب کوئی خطرے والی بات تو نہیں۔۔۔؟؟؟'' جمیلہ مائی نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔

''خطرے والی بات تو ہے ماں جی۔ بس اللہ سے اچھی امید رکھیں۔۔۔'' ڈاکٹر خاور نے صاف گوئی سے کہا تو جمیلہ مائی کے چہرے پر فکرمندی کی ایک لہر بڑی سرعت سے پھیلی اور اگلے ہی لمحے غائب ہو گئی۔

''ماں جی، سکینہ آپ کی اکلوتی اولاد ہے۔ اللہ سے دعا کریں کہ وہ اسے زندگی اور صحت دے۔'' ڈاکٹر خاور نے کمرے میں پھیلی افسردگی کی تہہ کو ختم کرنے کے لیے کہا۔

''پتر دعا تو کرتی ہوں، آگے سوہنے رب کی مرضی۔ وہ جو بہتر سمجھے۔۔۔'' جمیلہ مائی کے لہجے میں ہمیشہ کی طرح عاجزی کا ایک جہان آباد تھا۔

''اگر خدانخواستہ، ویسا نہ ہوا، جیسا ہم سب سوچ رہے ہیں پھر۔۔۔؟؟؟؟'' ڈاکٹر خاور نے کسی ممکنہ اندیشے کے تحت پوچھا تو جمیلہ مائی کا چہرہ ایک لمحے کو تاریک ہوا۔

''جو اللہ کی رضا، میں اُسی میں راضی۔۔۔'' جمیلہ مائی کے مختصر جواب نے ڈاکٹر خاور کو بالکل ہی لاجواب کر دیا۔ وہ سخت بے یقینی اور تعجب سے اپنے سامنے بیٹھی عام سی خاتون کو دیکھنے لگے۔ سانولا چہرہ، آنکھوں کے نیچے حلقے، بالوں میں کہیں کہیں جھلکنے والی سفیدی، عام سی کاٹن کا سوٹ پہنے سفید دوپٹہ اوڑھے اس خاتون میں کوئی ایسی بات تھی جو اسے خاص بناتی تھی اور وہ اس کے دل کا سکون اور قناعت کی دولت تھی۔ جس سے اللہ نے اُسے مالا مال کر رکھا تھا۔

''مجھے اس بات کا ساری زندگی افسوس رہے گا کہ تم نے مجھ سے اپنی باتیں چھپانا شروع کر دی۔۔۔'' اُس دن ماہم اچانک ہی عائشہ کے گھر آ گئی لیکن اس نے آنے سے پہلے کنفرم کر لیا تھا کہ موحد گھر پر نہیں ہے۔

''اور تم خود کیا کرتی پھر رہی ہو۔۔۔؟؟؟؟'' اپنی پینٹنگ پر کام کرتے ہوئے عائشہ کے منہ سے بے اختیار پھسلا۔

''کیوں، میں نے کیا، کیا ہے۔۔۔؟؟؟؟'' وہ سامنے رکھے کاؤچ پر بیٹھتے ہوئے صاف مکر گئی۔ عائشہ نے مڑ کر حیرت سے اُسے دیکھا۔

''کیوں تمہیں نہیں پتا، تم نے کیا کیا ہے۔۔۔؟؟؟؟'' عائشہ کے لہجے میں چھپا یقین اس دفعہ ماہم کو بوکھلا سا گیا۔ ''تم کہنا کیا چاہتی ہو عائشہ۔۔۔؟؟؟''

''ابھی کچھ دن پہلے تم شاپنگ مال میں علی کے ساتھ کیا کر رہی تھیں۔۔۔؟؟؟؟'' عائشہ کی بات پر وہ زبردست انداز میں چونکی۔

''وہ تو اُس دن مجھے وہ اتفاقاً وہاں مل گیا تھا۔ تم کہاں تھی اُس وقت۔۔۔؟؟؟؟'' ماہم نے فوراً بات سنبھالنے کی کوشش کی۔

''میں اُس وقت اگر بالکل تمہارے سامنے بھی ہوتی تو شاید تمہیں نظر نہ آتی۔۔۔'' عائشہ نہ چاہتے ہوئے بھی گلہ کر گئی۔

''تم مجھے ایسا سمجھتی ہو عائشہ۔۔۔'' ماہم نے رنجیدگی سے کہا۔ ''جب کہ میں تم دونوں کی صلح کروانے کے چکروں میں اپنی پوزیشن خراب کیے جا رہی ہوں۔۔۔''

''تمہیں کس نے کہا کہ ہماری صلح کرواؤ۔۔۔'' عائشہ نے فوراً بات کاٹی۔

''مجھے کہنے کی ضرورت ہے کیا۔۔۔؟؟؟؟'' ماہم کا لہجہ افسردگی میں ڈوبا۔ ''میں تمہاری دوست ہوں عائشہ۔۔۔'' ماہم نے اُسے یاد دلایا تو عائشہ ہلکا سا شرمندہ ہوئی۔

''بلیومی، مجھ سے تمہاری پریشانی دیکھی نہیں جا رہی تھی۔۔۔'' ماہم نے سنجیدگی سے کہا تو عائشہ کی بدگمانی ایک لمحے میں ختم ہوئی۔

''میں اس کی وجہ سے پریشان نہیں ہوں ماہم۔۔۔'' عائشہ نے اُسے یقین دلانے کی ناکام کوشش کی۔

''مجھ سے جھوٹ مت بولو عائش۔۔۔'' ماہم نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

''وہ ایسا قابلِ اعتبار بندہ نہیں جس کے پیچھے انسان اپنی زندگی کو خراب کرتا پھرے۔۔۔'' عائشہ نے نظریں چرا کر اپنی پینٹنگ کی طرف دیکھا۔ جس پر ایک گہری اداسی کا تاثر نمایاں تھا۔

''مجھے معلوم ہے کہ وہ ایک نمبر کا دھوکے باز انسان ہے۔۔۔'' ماہم کی بات پر عائشہ کو جھٹکا سا لگا۔ اُس نے سوالیہ نگاہوں سے ماہم کو دیکھا۔

''تم سے زیادہ دنیا دیکھی ہے میں نے۔۔۔'' ماہم کے چہرے پر ایک استہزائیہ مسکراہٹ نے بسیرا کیا۔ ''روز بھانت بھانت کے لوگ میرے کلینک پر آتے ہیں۔ نت نئے تماشے دیکھتی ہوں میں۔۔۔''

''لیکن میں نے تو ایسا کبھی نہیں دیکھا تھا۔۔۔'' عائشہ نے کھلے دل سے اعتراف کیا۔ ''مجھے تو ہمیشہ ہی اچھے لوگ ملتے تھے۔۔۔''

''تمہیں اچھے لوگ اس لیے ملتے تھے کیونکہ تم خود اچھی ہو۔ تمہیں اپنی سادگی میں پتا ہی نہیں چلتا تھا کہ ایک چہرے کے پیچھے اور کتنے

چہرے چھپے ہیں۔۔۔'' ماہم نے سنجیدگی سے اُسے یاد دلایا تو وہ پھیکے سے انداز میں مسکرا دی۔

''ہاں ہو سکتا ہے۔۔۔'' اُس نے فوراً ہی تائید کی اور پھر کچھ یاد آنے پر بولی۔''تمہیں کیسے پتا چلا کہ وہ ایک دھوکے باز بندہ ہے۔۔۔''؟؟؟؟

''مجھے۔۔۔'' ماہم طنزاً ہنسی۔''کم آن عائشہ میں ایک سائیکو لوجسٹ بھی تو ہوں، ایک لمحے میں لوگوں کو جج کر لیتی ہوں۔۔۔'' ماہم نے چٹکی بجا کر بڑے فخریہ انداز سے کہا۔

''پھر بھی۔۔۔'' عائشہ نے الجھ کر اس کا چہرہ دیکھا

''میں نے اگر تمہیں بتا دیا تو تم ہرٹ ہو جاؤ گی۔۔۔'' ماہم کے چہرے پر تذبذب کے آثار دیکھ کر عائشہ کا دل دھڑکا۔ اُس نے ہاتھ میں پکڑا برش پلیٹ میں رکھا اور ماہم کے بالکل پاس آن کر بیٹھ گئی۔

''تم مجھے بتاؤ، میں اب اس سے زیادہ تو ہرٹ نہیں ہو سکتی، جتنا ہو چکی ہوں۔۔۔'' عائشہ کا لہجہ گہری رنجیدگی میں ڈوبا ہوا تھا۔

''دفع کرو تم اُسے، زندگی ایک شخص پر تو ختم نہیں ہوتی ناں۔۔۔'' ماہم نے محبت سے اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

''بولو ناں ماہم پلیز۔۔۔'' عائشہ خوفزدہ ہوئی۔

''پلیز عائش، ختم کرو اس قصے کو۔۔۔'' ماہم ہلکا سا جھنجھلائی۔ جب کہ اُس کے اس طرح ٹالنے پر عائشہ کا دل بے ربط انداز میں دھڑکنے لگا۔

''پلیز یار بتاؤ ناں۔۔۔'' عائشہ کا چہرہ تاریک ہوا۔ اُس نے اپنا سرد ہاتھ ماہم کے گرم ہاتھ پر رکھا۔

''عائشہ۔۔۔'' ماہم عجیب سے مخمصے کا شکار ہوئی۔ جیسے سمجھ نہ آ رہا ہو کہ بتائے یا نہ بتائے۔''اچھو کلی یار۔۔۔'' وہ بولتے ہوئے رکی۔ عائشہ کی آنکھوں میں موجود خوف گہرا ہوا۔

''مجھے لگتا ہے کہ وہ بہت فلرٹ بندا ہے۔'' ماہم کی بات پر اس کی رکی ہوئی سانسیں بحال ہوئیں۔

''مجھے پتا ہے یار۔۔۔'' عائشہ جی بھر کے بے زار ہوئی۔

''لیکن تمہیں شاید یہ نہیں پتا کہ وہ مجھے پرپوز کرنے کے چکروں میں ہے۔۔۔'' ماہم کی اطلاع پر عائشہ کی دھڑکنیں منجمد ہوئیں۔ وہ سخت بے یقینی اور تعجب سے ماہم کا مطمئن چہرہ دیکھنے لگی۔ اُسے واقعی ہی یہ خبر سن کر دھچکا پہنچا تھا۔

☆ ☆ ☆

''یہ ڈرامے باز کیا کرنے آئی تھی آج۔۔۔؟؟؟؟'' موحد جو ابھی ابھی گھر میں داخل ہوا تھا اور ماہم کو دیکھتے ہی اُسے غصہ آ گیا۔ یہ تو شکر تھا کہ وہ اس وقت گھر سے نکل رہی تھی۔ کچن سے نکلتی ہوئی ماما نے تاسف بھری نگاہوں سے موحد کو دیکھا۔

''بہت بُری بات ہے موحد، اتنے دنوں کے بعد تو وہ آئی تھی۔۔۔'' ماما نے باہر نکلتے ہی موحد کو سنجیدگی سے کہا۔ جب کہ وہ اپنی وہیل چیئر آہستہ آہستہ چلاتے ہوئے میز کے پاس پہنچ کر ریموٹ کنٹرول اٹھاتے ہوئے بولا۔

''وہ کون سا کوئی خیر کی خبر کے ساتھ آئی ہوگی، دیکھ لیجیے گا عائشہ کے چہرے پر مزید بارہ بج گئے ہونگے۔'' موحد کے طنزیہ لہجے پر وہ چونکیں۔

''مجھے تو سخت پریشان کرر کھا ہے اس لڑکی نے، آجکل چھوٹی چھوٹی باتوں پر تو بچوں کی طرح رونے لگتی ہے۔۔۔'' ماما نے فکرمندی سے کہا۔

''تو آپ پتا کریں ناں کہ وہ کیوں ٹینس ہے، بیٹیاں تو ویسے بھی ماؤں کے زیادہ قریب ہوتی ہیں۔۔۔'' موحد نے سنجیدگی سے کہتے ہوئے ٹی وی چلایا۔

''میرے تو کوئی بھی قریب نہیں، کبھی اُس کا مزاج برہم ہے تو کبھی تمہارا، اللہ جانے مجھے کس بات کی سزا دیتے ہو۔۔۔'' ماما کو ایک دم ہی غصہ آیا۔

''لو میں نے کیا، کیا ہے۔۔۔؟؟؟؟'' موحد نے استعجابیہ لہجے میں پوچھا۔

''پچھلے ایک ہفتے سے تم بھی منہ سجائے پھر رہے ہو اور عائشہ کا تو کافی عرصے سے یہی حال ہے۔۔۔'' ماما دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام کے صوفے پر بیٹھ گئیں۔

''آپ بس عائشہ کی شادی کا سیریسلی کچھ سوچیں۔۔۔'' موحد نے انہیں ایک نئی راہ سجھائی۔

''لو یہ اچھی بات کہی تم نے، ایسے کیسے سوچ لوں میں، کوئی ڈھنگ کا رشتہ بھی تو ہو۔۔۔'' ماما تو اچھا خاصا بُرا منا گئیں۔

''وہ جو اُس دن رامس کی والدہ آئیں تھیں، وہ کیا کہہ رہی تھیں۔۔۔'' موحد کو اچانک ہی یاد آیا۔

''وہ تو اچھی خاصی بھلی مانس خاتون تھیں اور عائشہ میں خاصی دلچسپی بھی دکھا رہی تھیں لیکن۔۔۔'' ماما بات کرتے کرتے رکیں۔

''لیکن کیا۔۔۔؟؟؟'' موحد نے حیرت سے ان کا بے زار چہرہ دیکھا۔

''لیکن یہ کہ عائشہ نے مجھے صاف صاف کہہ دیا ہے کہ ایسی کوئی بات نہیں۔ رامس کے ساتھ بس اُس کی اچھی دوستی ہے اور کچھ نہیں۔۔۔'' ماما کی بات پر موحد کے چہرے پر کسی سوچ کا تاثر واضح ہوا۔ اُس نے یونہی اثبات میں اپنا سر ہلا کر سنجیدگی سے کہا۔

''پتا نہیں کیوں ماما، مجھے لگتا ہے کہ عائشہ کسی کو پسند کرتی ہے۔۔۔'' موحد کے منہ سے پھسلا۔

''تمہیں کس نے بتایا؟ ماما کو اس اطلاع پر جھٹکا لگا۔ ''کون ہے وہ۔۔۔'' ماما نے بے صبری سے پوچھا۔

''کمال کرتی ہیں ماما، میں نے آپ سے کہا ہے کہ میرا اندازہ ہے یہ، ضروری نہیں کہ درست بھی ہو۔۔۔'' موحد نے منہ بنا کر وضاحت کی۔

''پھر بھی کچھ نہ کچھ تو بتایا ہوگا ناں اُس نے، تمہارے ساتھ اتنی دوستی بھی تو ہے اُس کی۔۔۔'' ماما نے یاد دلایا۔

''ماما دوستی جتنی بھی ہو لیکن ایسے معاملات میں بھائی تو بہنوں سے کھل کر بات کر سکتے ہیں لیکن لڑکیاں روایتی جھجک کا شکار ہو جاتی ہیں۔۔۔'' موحد نے سنجیدگی سے کہتے ہوئے ٹی وی کی طرف نظر دوڑائی جہاں پاکستان میں تیز بارشوں کے بعد ہونے والی تباہی کی رپورٹس چل رہی تھیں۔

''لیکن موحد، تم کچھ تو اگلوانے کی کوشش کرو، آخر وہ کب تک اس طرح کڑھ کڑھ کر اپنی حالت خراب کرتی رہے گی۔'' ماما کا فکر سے بُرا حال تھا۔

''میں کوشش کروں گا ماما۔۔۔'' موحد کی بات پر انہیں کچھ تسلی ہوئی۔ ''لیکن تم خود بھی اپنے بارے میں سیریس ہو کر سوچو، کوئی اتا پتا بتاؤ اُس لڑکی کا، میں عائشہ کے ساتھ جا کر چکر لگا کر آتی ہوں۔۔۔'' ماما کی بات نے موحد کا سکون درہم برہم کیا۔

''کس لڑکی کا۔۔۔؟؟؟؟'' موحد کے معصومانہ انداز پر ماما کا دماغ گھوما۔ انہوں نے گھور کر اُس کی طرف دیکھا۔

''اب یہ بھی میں بتاؤں کہ کون سی لڑکی کا۔۔۔؟؟؟؟'' انہوں نے طنزیہ نگاہوں سے اپنے بیٹے کو دیکھا جو اس بات پر تھوڑا سا اضطراب کا شکار ہوا۔

''ماما کچھ نہیں ایسا۔۔۔'' وہ بے زار ہوا۔ ''کون ہوشمند لڑکی میرے جیسے معذور انسان کے ساتھ زندگی گذارنے پر راضی ہو گی۔۔۔'' موحد کی بات پر ماما کے دل پر گھونسہ سا پڑا۔

''موحد۔۔۔'' انہوں نے سخت صدمے سے اپنے اونچے لمبے جوان بیٹے کو دیکھا۔ جس کے پیروں کے نیچے سے قسمت نے زمین کھینچ لی تھی۔

''لیکن مجھے تو عائشہ نے بتایا تھا کہ کسی لڑکی میں تم انٹرسٹڈ ہو۔۔۔'' وہ بوکھلائیں۔

''میرے انٹرسٹڈ ہونے سے کیا ہوتا ہے۔۔۔'' اُس نے استہزائیہ انداز سے اپنا مذاق اڑایا۔ ماما کے دل کو کچھ ہوا۔

''پھر بھی بیٹا۔۔۔'' ماما کی آنکھیں نمکین پانیوں سے بھر گئیں۔

''ایک بات بتائیں ماما، اگر میرے ساتھ یہ حادثہ نہ ہوا ہوتا تو کیا آپ کسی معذور لڑکی کو اپنی بہو بناتیں۔۔۔'' اُس نے بے رحمی سے ان کا زرد ہوتا چہرہ دیکھا۔ وہ اس کی بات کے جواب میں خاموش رہیں۔

''نہیں ناں۔۔۔'' وہ طنزاً ہنسا۔ ''پھر کوئی اپنی بالکل ٹھیک، نارمل بیٹی کے لیے کسی معذور شخص کو کیوں ترجیح دے گا۔۔۔'' موحد نے انہیں ایک دم ہی تلخ سوچوں کے سمندر میں گویا دھکا دے دیا تھا۔ ان کا دل غم کی اتھاہ گہریوں میں گرتا ہی چلا گیا۔ اس تلخ حقیقت سے تو انہوں نے بارہا نظر چُرائی تھی۔

☆ ☆ ☆

''اچھے شریف انسان ہیں آپ، اُس دن مجھے لارا لگا کر واپس ہی نہیں آئے ،شمائیلہ نے میری ٹھیک ٹھاک کلاس لی۔۔۔'' نابیہ کو اُس دن وہ اچانک ہی رابی سینٹر کی پارکنگ میں نظر آ گیا تھا۔ اُس نے آو دیکھا نہ تاؤ فوراً شاپ سے نکل کر اس کی گاڑی کے پاس پہنچی۔☆

''اوہ آئی ایم سوری، میری والدہ کی طبیعت خراب ہو گئی تھی۔۔۔'' وہ اس اچانک حملے پر بوکھلا سا گیا۔ اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے خفت زدہ لہجے میں اُس نے وضاحت دی۔

''بندہ کم از کم ایک کال کر کے بتا تو دیتا ہے۔۔۔'' نابیہ کا چہرہ سرخ ہوا۔'' آپ کی وجہ سے مجھے آپ کی کزن صاحبہ نے خوب باتیں سنائیں اور ابھی تک سنا رہی ہیں۔ نابیہ نے بھی آج بے مروتی کی انتہاء کر دی۔

''آئی ایم رئیلی سوری، اگر آپ مائنڈ نہ کریں تو کیا آپ اپنا نمبر مجھے دے سکتیں ہیں۔۔۔'' وہ حقیقتاً شرمندہ ہوا۔

''جی ضرور، لیکن اگر آپ نمبر لے کر ایک دفعہ پھر غائب ہو گئے تو۔۔۔'' نابیہ کی صاف گوئی پر اُس پر گھڑوں پانی پڑ گیا۔

''پھر ایسا کریں کہ آپ میرا کارڈ رکھ لیں۔'' اُس نے فوراً اپنے والٹ سے اپنا وزیٹنگ کارڈ نکال کر نابیہ کی طرف بڑھایا، جو اُس نے فوراً ہی پکڑ لیا۔

''ویسے آپ تو اچھی خاصی غصے والی خاتون ہیں۔۔۔'' اُس کے منہ سے بے اختیار پھسلا۔

''ہر وہ بندہ جو صاف گو ہو اور لگی لپٹی کے بغیر بات کرنے کا عادی ہو، وہ دوسروں کو منہ پھٹ اور سڑیل ہی لگتا ہے۔'' نابیہ نے شان بے نیازی سے کہا۔

''لیکن میں نے آپ کو سڑیل یا منہ پھٹ تو نہیں کہا۔۔۔'' وہ گھبرا سا گیا۔

''مطلب تو یہی تھا ناں۔۔۔'' نابیہ کی ذہانت پر وہ عش عش کر اٹھا۔ اب کہ اُس نے قدرے دلچسپی سے اپنے سامنے کھڑی دراز قد اور اچھی شکل وصورت کی حامل لڑکی کو غور سے دیکھا۔

''ماشاءاللہ اندازے تو بہت زبردست لگاتی ہیں آپ۔۔۔'' اُس کے لہجے میں موجود طنز کی آمیزش نابیہ کو فوراً ہی محسوس ہوئی۔

''بات اندازوں کی نہیں، مشاہدے اور تجربے کی ہے۔۔۔'' نابیہ نے فوراً ہی تردید کی تو وہ بے ساختہ ہنس پڑا۔ جب کہ نابیہ نے اُسے یوں دیکھا جیسے کہہ رہی ہو کہ اس میں ہنسنے والی کون سی بات ہے۔

''اچھا آپ کا مشاہدہ اور تجربہ میرے بارے میں کیا کہتا ہے۔۔۔؟؟؟'' اُس نے دونوں بازو سینے سے باندھتے ہوئے بڑی دلچسپی سے اُسے دیکھا۔

''میرا مشاہدہ تو یہی کہتا ہے کہ آپ کو لوگوں کی پہچان نہیں جس کی وجہ سے قدم قدم پر ٹھوکریں کھا کر لڑکھڑاتے پھرتے ہیں۔۔۔'' نابیہ کے بے لاگ تبصرے پر وہ حقیقتاً ہکا بکا ہوا۔

''اس کے علاوہ حد درجہ جذباتی اور قدرے بے وقوف بھی واقع ہوئے ہیں۔'' نابیہ کی طرف سے ایک اور زوردار حملہ ہوا۔

''آپ کا اپنے بارے میں کیا خیال ہے۔۔۔؟؟؟'' وہ تھوڑا سا بُرا مان کر طنزاً بولا۔

''میں۔۔۔'' وہ کھلکھلا کر ہنسی۔ ''میں انتہائی، بدتمیز، منہ پھٹ، سڑیل، بے صبری، جذباتی اور احمقانہ حد تک پر اعتماد لڑکی ہوں۔ دل کی اچھی ہوں لیکن آجکل دلوں میں کون جھانکتا ہے۔ اس لیے میرے جیسے لوگ بھی زمانے میں ان فٹ ہوتے ہیں۔'' وہ کھلے دل سے اپنا مذاق اڑاتی ہوئی اُسے اور حیران کر گئی۔

''ہوں۔۔۔'' وہ کچھ سوچ کر بولا۔ ''اس کا مطلب ہے کہ آپ کی تھیوری کے مطابق تو پھر ہم دونوں ہی سوسائٹی میں موو کرنے کے لحاظ سے ان فٹ ہیں، ہیں ناں۔۔۔'' اُس نے سامنے کھڑی لڑکی کو اپنی گہری نظروں کے حصار میں لیا۔

''جی ہاں۔۔۔'' نابیہ بڑے دلکش انداز میں مسکراتی ہوئی اُس کے دل کے تاروں کو ہلا گئی۔

''پھر کیا خیال ہے کہ دوستی ہو جائے۔۔۔'' اُس نے ایک دم ہی اپنا دایاں ہاتھ نابیہ کی طرف بڑھایا۔ وہ بوکھلا کر پیچھے ہٹی۔ اُس کا چہرہ ایک دم ہی بلش کر گیا۔ اُس کے گالوں پر بکھرتی لالیاں سامنے کھڑے بندے کے دل میں ایک حشر سا برپا کر گئیں۔ وہ اب کھلے دل سے قہقہہ لگا کر ہنس رہا تھا۔ جب کہ نابیہ کے لیے بھی اپنی بے ربط ہوتی سانسوں پر قابو پانا دنیا کا مشکل ترین کام ثابت ہو رہا تھا۔

☆ ☆ ☆

''اس قبرستان میں آکر تو مجھے لگ رہا ہے کہ جیسے موت کوئی بہت رومانوی سی چیز ہے۔۔۔'' سکینہ کے منہ سے نکلنے والی اس بے تکی سی بات نے ڈاکٹر خاور کے ساتھ سسٹر ماریہ کو بھی حیران کیا۔ اسلام آباد کے ایچ ایٹ سیکٹر میں واقع اس قبرستان میں اردو ادب کے بے شمار لوگ دفن تھے۔ اُس دن ڈاکٹر خاور سکینہ کو خصوصی طور پر اس قبرستان سے تھوڑے سے فاصلے پر واقع پرائیوٹ ہسپتال شفاء انٹرنیشنل میں لے کر آئے تھے تاکہ اپنے ایک اور دوست اسپائنل سرجن کے ساتھ سکینہ کا کیس ڈسکس کر سکیں۔ واپسی پر انہوں نے سرسری سا اس قبرستان کا تذکرہ کیا تو سکینہ اُسے دیکھنے کے لیے مچل گئی۔

''توبہ کرو سکینہ، موت تو بہت خوفناک چیز ہوتی ہے۔۔۔'' سسٹر ماریہ نے فوراً ہی کانوں کو ہاتھ لگا کے اُسے ڈرایا۔

''بھئی ایسی چیز جس کے بعد دوبارہ مرنے کا کوئی خوف نہ ہو، وہ کیسے خوفناک ہو سکتی ہے۔۔۔'' سکینہ نے ہلکے پھلکے لہجے میں سسٹر ماریہ کو سمجھانے کی کوشش کی۔

''ہاں تو پہلی دفعہ مرنا بھی کون سا آسان کام ہے۔۔۔'' سسٹر ماریہ کا خوف کم ہونے میں ہی نہیں آ رہا تھا۔ وہ سکینہ کی وہیل چیئر کو تھامے کھڑی ڈاکٹر خاور کو دیکھ رہی تھی جو کافی لوگوں کی قبروں پر دعا کر کے آئے تھے۔

''قدرت اللہ شہاب، احمد فراز، نسیم حجازی، پروین شاکر اور جوش ملیح آبادی وغیرہ کی آخری آرام گاہ بھی یہیں ہے۔'' ڈاکٹر خاور نے اُس کے قریب پہنچ کر اُس کی معلومات میں اضافہ کیا۔

''یہ تو بہت مہنگا قبرستان ہوگا، ہے ناں۔۔۔'' سکینہ کے حسرت بھرے لہجے پر ڈاکٹر خاور مسکرائے۔

''نادان لڑکی، مرنے والے لوگوں کو کیا پتا کہ وہ کن جگہوں پر دفن ہیں۔ انہیں تو اگلے جہاں کے حساب کتاب کی فکریں کھا جاتی ہیں۔ یہ تو

سارے پیچھے زندہ لوگوں کے مسئلے مسائل ہیں۔'' انہوں نے سسٹر ماریہ کو اشارہ کیا کہ گاڑی کی طرف چلیں۔

'' کہتے تو آپ ٹھیک ہیں، لیکن پھر بھی یہ بہت منظم انداز سے بنا ہوا ہے۔ مجھے بہت اچھا لگا یہ۔۔۔'' سکینہ کے بچگانہ انداز پر سسٹر ماریہ نے ہولی کراس کی طرف دیکھا۔

'' سکینہ اچھے اچھے کلمات منہ سے نکالتے ہیں، یہ بھی کوئی پسند کرنے کی جگہ ہے۔۔۔''

'' لو میں نے کیا غلط کہا، پہلے ہی اماں گاڑی میں منہ بنا کر بیٹھی ہے، وہ کہتی ہے کہ عورتوں کا قبرستان میں جانا منع ہے۔'' سکینہ نے گاڑی کی طرف بڑھتے ہوئے سسٹر ماریہ کو یاد دلایا۔

'' تمہاری اماں سیانی عورت ہے۔ مولوی صاحب کا سارا علم اُس نے گھول کے پی رکھا ہے۔ ٹھیک ہی کہتی ہوگی۔'' سسٹر ماریہ نے سنجیدگی سے کہا جب کہ جمیلہ مائی نے ان تینوں کو گاڑی کی طرف آتے دیکھ کر سکون کا سانس لیا۔ جب کہ ڈاکٹر خاور مسکراتے ہوئے ان کی گفتگو سنتے رہے۔ انہوں نے اس میں حصہ نہیں لیا۔

'' سکون آ گیا۔۔۔؟؟؟؟'' جمیلہ مائی نے بڑی خفا نگاہوں سے سکینہ کو دیکھا جو نہ جانے کیوں آج ضد پر تھی۔

'' ہاں اماں آ گیا۔۔۔'' سکینہ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تو اماں ناراضگی سے باہر کھڑکی میں دیکھنے لگی۔ جب کہ سکینہ خود بھی باہر کے مناظر کی طرف متوجہ ہوگئی۔ گاڑی ایک دفعہ پھر اُن کے ہسپتال کی جانب گامزن ہوگئی۔

☆ ☆ ☆

'' دیکھیں علی جب وہ آپ سے بات نہیں کرنا چاہتی تو میں کیسے زبردستی کروا دوں۔۔۔'' وہ کچھ ہی دنوں کے بعد پھر دوبارہ ماہم کے کلینک میں تھے۔ ان کی فرمائش سنتے ہی ماہم کا ٹھیک ٹھاک موڈ خراب ہوا۔ وہ جو علی کو ایک دفعہ پھر اپنے آفس میں دیکھ کر ایک دم خوش ہوگئی تھی۔ ان کی بات نے ماہم کے دماغ کے سارے ہی تار ہلا دیے۔

'' مجھے لگتا ہے کہ اُسے کسی قسم کی غلط فہمی ہوگئی ہے۔ ورنہ وہ ایسے دل میں بغض رکھنے والی لڑکی نہیں۔۔۔'' علی نے سنجیدگی سے ماہم کو سمجھانے کی کوشش کی۔

'' آپ اُسے کب سے جانتے ہیں۔۔۔'' ماہم نے بلیک کافی کا کپ میز پر رکھتے ہوئے دوٹوک انداز میں پوچھا۔

'' یہی کوئی پچھلے چند مہینوں سے۔۔۔'' انہوں نے حیرت بھرے لہجے میں جواب دیا۔

'' ہوں۔۔۔'' ماہم نے اپنے سامنے بیٹھے اُس شخص کو دیکھا جو اس کے دل کے چاروں خانوں پر قابض ہو گیا تھا۔

'' جب کہ میرا اور ماہم کا ساتھ کوئی بائیس تیئس سالوں پر محیط ہے۔ اُس کے اور میرے بابا دونوں ہی آرمی میں تھے۔ ان کی جگہ جگہ پوسٹنگ ہوئی لیکن انہوں نے اپنی فیملیز کو ہمیشہ ایک ہی اسٹیشن پر رکھا۔۔۔''

'' آپ کہنا کیا چاہتی ہیں۔۔۔؟؟؟؟'' علی نے اُس کی بات کاٹی۔

''میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ مجھ سے زیادہ آپ عائشہ کو نہیں جان سکتے۔۔۔'' ماہم نے صاف گوئی کی انتہاء کردی۔

''یہ ضروری نہیں ہے ماہم۔۔۔'' علی نے اُس کی بات سے اختلاف کیا۔ اُن کی کافی کا کپ ٹھنڈا ہو چکا تھا لیکن وہ آج معاملہ کسی بھی صورت میں سلجھانا چاہتا تھا۔

''یہ بالکل ضروری ہے سر۔۔۔'' ماہم نے سراسران کا مذاق اڑایا۔

''آپ مجھے بس اتنا بتا دیں کہ وہ آجکل فاطمہ پارک میں اپنی پینٹنگس پر کام کرنے کے لیے کتنے بجے جاتی ہیں۔'' علی نے دوٹوک انداز میں پوچھا۔

''اُس نے پینٹنگس بنانی چھوڑ دی ہیں۔۔۔'' ماہم کی اطلاع پر اُسے دھچکا سا لگا۔

''اُن کا نیا سیل نمبر ہے آپ کے پاس۔۔۔'' اُسے اچانک یاد آیا۔

''نہیں۔۔۔'' وہ صاف مکر گئی۔ علی نے اپنے اندر ابلتے ہوئے اشتعال پر بمشکل قابو پایا۔''کوئی پی ٹی سی ایل نمبر۔۔۔؟؟؟؟''

''لینڈ لائن نمبر ہے لیکن وہ میں عائشہ کی اجازت کے بغیر نہیں دے سکتی۔۔۔'' اُس نے بدلحاظی سے کہا تو علی نے ایک لمبا سانس لے کر خود پر قابو پانے کی کوشش کی۔

''ویسے آپ کیوں اس طرح، اُس کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔۔۔؟؟؟؟'' ماہم نے عجیب سی نگاہوں سے اُسے دیکھا۔

''میں بس اپنی پوزیشن اس کے سامنے کلیئر کرنا چاہتا ہوں۔۔۔'' علی نے ایک لمبا سانس لے کر ماہم کی آنکھوں میں موجود تاثر کو پڑھنے کی کوشش کی۔

''حالانکہ اس کا کوئی فائدہ نہیں، وہ اپنی زندگی کی راہیں متعین کر چکی ہے۔۔۔'' ماہم کی اطلاع پر اُسے جھٹکا سا لگا۔

''کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ اُس کی طرف کے راستوں کی منزل کہاں جاتی ہے۔۔۔'' وہ نہ چاہتے ہوئے بھی طنز کر گیا۔

''رامس علی کی طرف۔۔۔'' ماہم کے منہ سے پھسلا۔ سامنے بیٹھے شخص کو زوردار سا کرنٹ لگا۔''کون رامس علی۔۔۔؟؟؟؟''

''میرا ایک پیشنٹ تھا۔۔۔'' وہ اب علی کے چہرے کی اڑتی رنگت سے باقاعدہ لطف اندوز ہوئی۔

''آپ کا پیشنٹ۔۔۔؟؟؟؟ لیکن عائشہ کو کہاں ملا وہ۔۔۔؟؟؟؟'' علی نے بڑے عجلت بھرے انداز میں پوچھا۔

''ظاہر ہے میرے ہی کلینک پر۔۔۔'' ماہم نے اُسے یوں دیکھا جیسے اس بچگانہ سوال کی امید نہ ہو۔

''لیکن عائشہ نے مجھ سے تو کبھی ذکر نہیں کیا۔۔۔'' علی کو یقین نہیں آیا۔

''ظاہر ہے وہ اپنی اتنی پرسنل بات کا آپ کے سامنے کیسے ذکر کر سکتی ہے۔۔۔؟؟؟؟'' ماہم نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''یہ رامس علی کہاں رہتا ہے۔۔۔؟؟؟؟'' انہوں نے کچھ الجھ کر ماہم کا چہرہ دیکھا جو خاصا پرسکون تھا۔

''یہیں اسلام آباد میں، کچھ عرصہ پہلے پاکستان شفٹ ہوا تھا۔ اُس کی والدہ اُسے میرے پاس لائیں تھیں۔۔۔'' ماہم نے بڑی ترنگ میں آ کر تفصیل دی۔

''کوئی ڈپریشن وغیرہ کا مسئلہ تھا اُسے، اپنے والد کے انتقال کے بعد۔۔۔''

''اوہ۔۔۔!!!!'' وہ ایک دم ہی کھڑا ہوا۔ اُس کے چہرے پر کسی گہری سوچ کی پرچھائیاں تھیں۔

''اب کیا آپ رامس علی سے ملنے جائیں گے۔۔۔'' ماہم نے سنجیدگی سے دریافت کیا تو اُس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

''آپ کو شیور ہے کہ وہ دونوں ایک دوسرے میں انٹرسٹڈ ہیں۔۔۔'' وہ اب دونوں ہاتھ میز پر رکھ کر تھوڑا سا جھک کر بڑے پر اعتماد انداز سے بولا۔ اُس کے اس اسٹائل پر ماہم تھوڑا سا گڑبڑا سا گئی لیکن جلد ہی اُس نے خود کو سنبھال لیا۔

''یس ہنڈرڈ پرسنٹ۔۔۔'' اُس نے لاپرواہی سے کندھے اچکائے۔ ''ویسے رامس علی کی والدہ بھی کسی خاص سلسلے میں عائشہ کے ہاں چکر لگا چکی ہیں۔۔۔'' ماہم کی اطلاع پر علی کے چہرے کا رنگ اڑا۔

''لیکن آپ نے تو پچھلی دفعہ بتایا تھا کہ اُس کی کہیں اور بھی بات چیت چل رہی ہے۔۔۔'' علی کو یاد آیا۔

''یس آف کورس، لیکن جہاں دونوں طرف انٹرسٹ ہو، بات وہیں آگے بڑھتی ہے۔۔۔'' ماہم نے آخری کیل بھی مضبوطی سے ٹھونکی۔ علی کے دماغ میں کوئی آتش فشاں سا پھٹا۔ وہ بڑی عجلت میں اس کے کلینک سے نکلا۔ دل و دماغ میں عجیب سی جنگ چھڑ گئی۔ وہ بہت تیزی سے ڈرائیونگ کرتا ہوا گھر کی طرف جا رہا تھا۔ بلیو ایریا کے پاس سے گزرتے ہوئے اچانک اس کی نظر سامنے مارکیٹ سے نکلتی عائشہ پر پڑی۔ انہوں نے اچانک ہی بریک لگائی۔ عائشہ کے ساتھ بڑی بے تکلفی سے شاپر اٹھائے لڑکے کو دیکھ کر ان کا دماغ بھک کر کے اڑا۔ وہ اگلے کئی لمحوں تک بریک پر سے پاؤں نہیں اٹھا سکے۔ پیچھے آنے والی گاڑیوں کے ہارن کی آوازوں نے ایک طوفان سا برپا کر دیا۔

☆ ☆ ☆

''تم نے کیا میرے گھر کے اوپر خفیہ کیمرے نصب کر رکھے ہیں یا کسی کو میری جاسوسی پر معمور کر رکھا ہے جو ہر جگہ ٹپک پڑتے ہو۔۔۔'' مارکیٹ میں اپنے سامنے رامس کو دیکھ کر وہ جی بھر کر بے زار ہوئی۔ آج کافی دنوں کے بعد وہ گھر سے نکلی تھی۔ ماما، بابا کی ویڈنگ اینورسری کا گفٹ لینا تھا۔ لگے ہاتھوں اُس نے آج موحد کے لیے بھی شاپنگ کر لی۔ اپنے کام سے فراغت پا کر وہ جیسے ہی پارکنگ کی طرف بڑھی تو سامنے ہنستے مسکراتے رامس کو دیکھ کر ایک دم جل کر بولی۔

''یہ غلط اندازے بعد میں لگا لیجئے گا، فی الحال یہ شاپر پکڑا ئیں مجھے۔۔۔'' رامس نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ سے شاپر پکڑے اور اس کی گاڑی کی طرف بڑھنے لگا۔

''ہر جگہ میرے پیچھے پہنچ جاتے ہو۔۔۔'' عائشہ کو حقیقتاً غصہ آنے لگا۔

''ہاں ناں خوبصورت لڑکیوں کے پیچھے جانا میرا مشغلہ ہے۔۔۔'' رامس نے اُسے بُری طرح چڑایا اور وہ چڑ بھی گئی۔

''یہ تم کس خوشی میں ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ رہے ہو۔۔۔؟؟؟'' عائشہ نے کمر پر ہاتھ رکھ کر اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا جو بڑی بے تکلفی سے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا تھا۔

''اب مردوں کی موجودگی میں خواتین گاڑی ڈرائیو کرتی اچھی لگتی ہیں کیا،کم از کم مجھے تو سخت بُرا لگتا ہے۔۔۔''اس کی معصومیت عروج پر تھی۔

''تمہاری گاڑی کہاں ہے۔۔۔؟؟؟؟''عائشہ نے تیوری چڑھا کر پوچھا۔

''ورکشاپ میں۔۔۔''بڑے اطمینان سے جواب آیا۔

''تو تم یہاں تک آئے کیسے ہو۔۔۔؟؟؟''عائشہ نے بادل نخواستہ اگلی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے سنجیدگی سے پوچھا۔اُسے رامس کی یہ بے تکلفی بالکل اچھی نہیں لگی۔

''ایک دوست ڈراپ کر کے گیا ہے۔۔۔''اُس نے گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے بڑے خوشگوار لہجے میں جواب دیا۔

''اب یہ تم گاڑی کہاں لے کر جا رہے ہو۔۔۔''عائشہ نے اُسے مخالف سمت میں مڑتے دیکھ کر بوکھلا کر پوچھا۔

''اپنے گھر۔۔۔''وہ گیئر تبدیل کرتے ہوئے اُسے سلگا گیا۔

''دماغ ٹھیک ہے تمہارا، میں کیا کرنے جاؤں گی وہاں۔۔۔''عائشہ کو اپنا ضبط فضا میں تحلیل ہوتا ہوا محسوس ہوا۔

''ماما بیمار ہیں، ان کو میڈیسن کی ضرورت تھی، وہ لینے آیا تھا۔بس گیٹ پر ہی دے کر آپ کو چھوڑ آؤں گا۔۔۔''اُس کی سنجیدگی پر عائشہ کا غصہ کچھ کم ہوا۔''کیا ہوا ماما کو۔۔۔؟؟؟''

''وہی انجائنا کا درد اور شوگر کا مسئلہ۔۔۔''اُس نے مختصراً جواب دیا۔

''اب کون ہے ان کے پاس۔۔۔؟؟؟''عائشہ کو تھوڑی سی فکر ہوئی۔

''بھائی ہیں ان کے پاس،لیکن ان کی بھی کل سے کافی طبیعت خراب ہے، کچھ فلو اور بخار سا ہے۔''وہ ایک سگنل پر گاڑی روکتے ہوئے بولا۔

''تو تم دونوں بھائی شادی کیوں نہیں کرتے ہو۔۔۔''عائشہ کو غصہ آیا۔

''کوئی کرتا ہی نہیں۔۔۔''رامس نے بات کو مذاق میں اڑایا۔اُس کی بات پر عائشہ نے بُرا سا منہ بنایا اور کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔

''عائشہ۔۔۔''اُس نے بہت آہستگی سے اُس کا نام لیا۔وہ بُری طرح چونکی۔

''میں بہت حساس طبیعت کی حامل بندہ ہوں۔لڑکیوں سے پہلے بہت الرجک تھا۔میری زندگی میں پہلی دفعہ جو لڑکی آئی اس کا نام ماہم منصور تھا۔''وہ رامس کی بات پر اُلجھی اور بالکل مڑ کر اُسے دیکھنے لگی جیسے سمجھ نہ آ رہی ہو کہ وہ کہنا کیا چاہ رہا ہے۔

''لوگ میرے ساتھ بڑی بڑی باتیں کر کے بھول جاتے ہیں لیکن میں انہی باتوں کے حصار میں سے کئی سالوں تک نہیں نکل پاتا۔یہ لفظ بے جان لگتے ہیں لیکن ان کے اندر احساس کی دھڑکنیں ان کو قوت بخش دیتی ہیں یہ کسی کی زندگی کو بنا بھی سکتے ہیں اور بگاڑ بھی۔''وہ رامس کی بات پر چونکی۔

''تم کہنا کیا چاہتے ہو۔۔۔؟؟؟؟''اُس نے صاف صاف پوچھا۔

''مجھے بس اتنا کہنا ہے کہ جس دن آپ نے مجھے ماہم اور موحد کے قصے کا بتایا تھا اُسی دن شاید روانی میں ہی آپ نے مجھے کہا تھا کہ رامس تم میرے لیے موحد کی طرح ہو۔۔۔''اُس کی بات پر عائشہ تعجب کا شکار ہوئی۔اُسے واقعی ہی یاد نہیں تھا لیکن وہ مصلحتاً بولی۔

''مجھے یاد تھا رامس۔۔۔'' اُس کے خفت زدہ لہجے پر رامس مسکرایا۔''اگر یاد ہوتا تو آپ میرے ساتھ اتنی بے رخی سے پیش نہ آتیں۔خیر جو ہوا سو ہوا'' وہ زبردستی ہنسا۔''ہمیشہ یاد رکھیے گا کہ زندگی کے کسی بھی مرحلے پر آپ مجھے موحد سے پیچھے ہرگز نہیں پائیں گی۔'' رامس کے خلوص دل سے کہی بات نے عائشہ کی آنکھوں کو بے اختیار نم کیا۔آنسوؤں کا ایک ریلا سا آنکھوں سے نکلا اور پھر گالوں پر پھسلتا ہی گیا۔

''اوہ مائی گاڈ آپ کے ساتھ مسئلہ کیا ہے آخر، کیوں ذرا ذرا سی بات پر رونے لگتی ہیں۔۔۔'' وہ گاڑی اپنے گھر کے سامنے روک چکا تھا۔اب مصنوعی غصے سے اُسے گھور رہا تھا۔

''پتا نہیں۔۔۔'' عائشہ نے بازو کی پشت سے اپنی آنکھوں کو بیدردی سے رگڑا۔اسی لمحے گھر کا گیٹ کھلا ، اندر سے نکلنے والی گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے شخص نے بے یقین نظروں سے سڑک پر کھڑی گاڑی کو دیکھا۔گاڑی ان کی گاڑی کے پاس آکر رکی۔

''رامس، ماما کی میڈیسن لے آئے ہو۔۔۔'' ایک مانوس لہجہ عائشہ کی سماعتوں سے ٹکرایا۔اُس نے جھٹکے سے سر اٹھا کر رامس کے دائیں جانب کھڑی گاڑی کو دیکھا۔اُسے شاک سا لگا۔

''اوہ بھائی آپ۔۔۔'' وہ ایک دم چونکا۔اُس نے گاڑی کے کھلے شیشے میں سے اپنے بالکل پاس کھڑی گاڑی میں بیٹھے اپنے بڑے بھائی کو دیکھا تو ہلکا سا گھبرایا۔

''جی لے آیا ہوں۔۔۔'' اُس نے عجلت بھرے انداز میں جواب دیا۔جب کہ اس کی بات سنتے ہی وہ اپنی گاڑی زن کر کے نکال کر لے گئے۔ان کی اس حرکت پر رامس اچھا خاصا شرمندہ ہوا۔

''آئی ایم سوری، بھائی کچھ جلدی میں تھے اس لیے میں نے آپ کا تعارف نہیں کروایا۔۔۔'' اُس نے زبردستی مسکراتے ہوئے اُس کی طرف دیکھا جو بالکل حق دق انداز میں گاڑی کو کسی تیز رفتار ٹرین کی طرح آگے بڑھتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔

''یہ تمہارے بھائی ہیں۔۔۔؟؟؟؟'' عائشہ نے اپنے خشک ہونٹوں کو چباتے ہوئے بمشکل پوچھا تو وہ پھیکے سے انداز میں مسکرا دیا۔''اور بھابھی۔۔۔؟؟؟؟'' عائشہ نے دل پر پتھر رکھ کر سوال کر ہی لیا۔

''کون سی بھابھی بھئی۔۔۔؟؟؟؟؟'' اُس نے حیرانگی سے عائشہ کا پھیکا چہرہ دیکھا۔

''تمہارے بھائی کی شادی نہیں ہوئی کیا۔۔۔؟؟؟؟'' عائشہ نے استعجابیہ لہجے میں پوچھا تو وہ بے اختیار ہنس پڑا۔

''نہیں بھئی نہیں، کس نے کہہ دیا۔؟ انٹرنیشنل کنوارے ہیں بھائی۔۔۔'' رامس کی بات پر عائشہ کا دل دھک کر کے رہ گیا۔اُس نے سخت بے یقینی سے رامس کا چہرہ دیکھا۔

''لیکن آپ بھابھی کا کیوں پوچھ رہی ہیں۔۔۔'' رامس نے بڑا عقلمندانہ سوال بڑے موقعے پر کیا تھا لیکن اُسے اندازہ نہیں تھا کہ یہ سوال اُسے خاصا مہنگا پڑے گا۔عائشہ اس کے سوال کو سنتے ہی دونوں ہاتھ چہرے پر رکھ کر جو رونا شروع ہوئی تو رامس کے ہاتھ پیر پھول گئے۔

☆ ☆ ☆

''سکینہ کیا یہ ضروری ہے کہ جس کے ساتھ محبت کی جائے اُسے زندگی کا ساتھی بھی بنایا جائے۔۔۔'' ڈاکٹر خاور شام کو گھر جاتے ہوئے لان کی اُس سائیڈ کی طرف نکل آئے جہاں وہیل چیئر پر بڑی فرصت سے کتاب پڑھتی سکینہ کو مخاطب کیا۔

''یہ ضروری نہیں ہے ڈاکٹر صاحب۔۔۔'' سکینہ کے جواب نے انہیں حیران کیا۔ وہ اس کے بالکل سامنے رکھے بینچ پر بیٹھ گئے۔

''پھر شادی کس سے کی جائے۔۔۔'' ڈاکٹر خاور نے دلچسپی سے اُس کا سنجیدہ چہرہ دیکھا۔ وہ بوگن ویلیا کی بیل کے نیچے تھی۔ عنابی رنگ کے پھول چاروں جانب بکھرے ہوئے تھے۔

''شادی اُس سے کی جائے جو آپ سے محبت کرتا ہو۔۔۔'' سکینہ نے بڑے آرام سے جواب دیا۔

''لو یہ کیا بات ہوئی۔۔۔'' انہیں جواب پسند نہیں آیا۔ ''اپنے دل کو چھوڑ کر کون بندہ کسی دوسرے کے دل کی پرواہ کرتا ہے۔۔۔'' انہوں نے شوخ لہجے میں اُسے چھیڑا۔

''جو بندہ صرف اپنے ہی دل کی سنتا ہے تو پھر دل بھی کسی ضدی بچے کی طرح ہی اُسے خوار کرتا ہے۔ جب آپ دوسروں کی پرواہ کرتے ہیں تو اللہ آپ کے لیے بھی آسانیاں دے دیتا ہے۔''

''اللہ آسانی کے ساتھ وہ ہی محبت کیوں نہیں دے دیتا۔۔۔'' ڈاکٹر خاور کو اس سے بحث کرنے میں مزا آنے لگا۔

''ایک بات یاد رکھیے گا کہ محبت کے سفر میں ''چاہنے'' سے زیادہ ''چاہے'' جانا کا احساس زیادہ دلکش ہوتا ہے۔ جب آپ محبت نام کا کٹورا لے کر کسی کے پیچھے نکلتے ہیں تو آپ کو کئی چیزوں کی قربانی دینا پڑتی ہے جس میں سرفہرست آپ کی عزت نفس ہے۔ اس کے برعکس انسان کو جب یہ احساس ہوتا ہے کہ اُسے چاہا جا رہا ہے تو چاہے جانے کا احساس کسی نشے کی طرح اُسے کوئی کئی دن تک مدہوش کیے رکھتا ہے۔ بے شک تجربہ کر کے دیکھ لیں۔'' سکینہ نے اپنے دل کی دھڑکنوں کو بے ربط ہونے سے بچایا۔

''جب انسان کا اپنا ہی دل بجھ جائے تو وہ کسی اور کی محبت سے کیسے دل بہلائے۔۔۔'' ڈاکٹر خاور نے افسردگی سے کہا۔

''دوسروں کی محبتیں صرف دل بہلانے کا ذریعہ تھوڑی ہوتی ہیں۔۔۔'' سکینہ کو ان کی بات اچھی نہیں لگی اس لیے فوراً اظہار کر دیا۔

''آئی ایم سوری سکینہ میرا ہرگز مطلب یہ نہیں تھا۔۔۔'' ڈاکٹر خاور نے بوکھلا کر صفائی دی۔

''دوسروں کی محبتیں ہمیں بغیر خوار ہوئے مل جاتی ہیں ناں اس لیے ہمیں اس کی قدر نہیں ہوتی۔۔۔'' سکینہ کا دل ابھی بھی صاف نہیں ہوا۔

''اچھا، اگر یہ بات ہے تو بتاؤ کہ اعجاز سے کیوں چڑتی ہیں آپ۔۔۔؟؟؟؟'' ڈاکٹر خاور نے اُسے ایک لمحے میں لاجواب کیا۔

''مجھے اچھا نہیں لگتا وہ۔۔۔'' اُس نے اپنی انگلیاں مسلتے ہوئے بیچارگی سے کہا۔ اس کی بات پر ڈاکٹر خاور کے حلق سے نکلنے والا قہقہہ بڑا جاندار تھا۔ سکینہ سخت خفت کا شکار ہوئی۔

''سکینہ اللہ دتا، دوسروں کو سمجھانا اور نصیحت کرنا، دنیا کا جتنا آسان کام ہے خود اس پر عمل کرنا اتنا ہی مشکل ہوتا ہے۔۔۔'' انہوں نے مسکراتے ہوئے اُسے بتایا۔

''ڈاکٹر صاحب ٹھیک کہتے ہیں آپ، انسان کا اپنا دل ہی کسی طرح قابو نہیں آتا۔۔۔'' سکینہ بے بسی کے احساس کے ساتھ مسکرائی۔

''اچھا یہ بتاؤ کہ آپریشن کے بعد کی زندگی کے بارے میں کیا سوچا ہے۔۔۔'' ڈاکٹر خاور نے اس کا دھیان بٹانے کو پوچھا۔

''سچی بات بتاؤں ڈاکٹر صاحب۔۔۔'' وہ تھوڑا سا جھجکی۔ ''ہاں ہاں کیوں نہیں۔۔۔'' ڈاکٹر خاور نے نرمی سے کہا۔

''میرا اب کچھ بھی سوچنے کو دل ہی نہیں کرتا۔ ایسے لگتا ہے جیسے زندگی میں کوئی فل اسٹاپ سا لگ گیا ہو۔۔۔'' اس کی آنکھوں میں رنج جھلکا اور ڈاکٹر خاور کو مضطرب کر گیا۔

''ایسی باتیں نہیں کرتے سکینہ، اچھا اچھا سوچتے ہیں۔۔۔'' ان کی آنکھوں میں سکینہ کے لیے ایک خاموش ولا سا تھا۔

''بہت عرصہ میں نے بہت اچھا اچھا سوچ کر دیکھ لیا، اب خود کو اللہ کی مرضی پر چھوڑ دیا ہے۔۔۔'' اُس نے اپنے گود میں گرے بوگن ویلیا کے پھول فضا میں اچھالے۔

''جب اللہ کی مرضی پر چھوڑ دیا ہے تو ایسی باتیں نہیں کرتے جس سے لگے کہ مجبوراً یہ فریضہ سرانجام دیا گیا ہے۔'' ڈاکٹر خاور نے اُسے سمجھانے کی غرض سے کہا تو وہ اداسی سے سر ہلا کر رہ گئی

''میں نے آپ کے لیے ایک کام سوچا ہے۔۔۔'' ڈاکٹر خاور کی بات نے اُسے تجسس میں مبتلا کیا۔

''میرے لیے۔۔۔'' وہ حیران ہوئی۔ ''وہ کیا۔۔۔؟؟؟؟''

''یہ تو میں آپ کے آپریشن کے بعد ہی بتاؤں گا انشاءاللہ۔۔۔'' ڈاکٹر خاور کے چہرے پر بڑی پراسراری مسکراہٹ ابھری۔

''ہوں۔۔۔'' اُس نے سر ہلایا۔ ''لیکن میں یہ شہر چھوڑ کر نہیں جانا چاہتی۔۔۔'' سکینہ نے بیچارگی سے کہا۔

''ہم آپ کو اسی شہر میں رکھیں گے۔ آپ بے فکر رہیں۔۔۔'' ڈاکٹر خاور کی بات پر اس کا دل تھوڑی سی خوش فہمی کا شکار ہوا۔

''اسی شہر میں، کہاں۔۔۔؟؟؟؟؟'' وہ حد درجہ تعجب کا شکار ہوئی۔

''کہیں بھی۔۔۔'' وہ بڑے پروقار انداز سے مسکرائے سکینہ کے دل میں ایک حشر سا برپا ہو گیا۔ ''لیکن کہاں۔۔۔؟؟؟؟'' اُس نے اصرار کیا۔

''یہ کوئی چھوٹا شہر تھوڑی ہے سکینہ۔۔۔'' انہوں نے ہلکے پھلکے لہجے میں مزید کہا۔ ''اور کہیں نہ سہی، میرا گھر تو آپ کے لیے حاضر ہے۔۔۔''

سکینہ نے جھٹکے سے سر اٹھا کر اپنے سامنے بیٹھے ڈاکٹر خاور کو دیکھا۔ جن کی آنکھوں میں ہمیشہ کی طرح نرمی اور چہرے پر ایک پرخلوص سی بے ریا مسکراہٹ تھی۔ سکینہ کو تو گویا ہفت اقلیم کی دولت مل گئی۔ دل کسی مورنی کی طرح ناچنے لگا اور آنکھوں میں جگنوؤں کی ایک برات سی آ کر بیٹھ گئی۔

☆ ☆ ☆

''مائی گاڈ،علی، رامس کا بھائی ہے۔۔۔'' اپنے کمرے کے کارپٹ پر ننگے پاؤں چلتے ہوئے اُس نے کوئی سینکڑوں دفعہ سوچا۔

اُس دن رامس کے بے تحاشا اصرار پر بھی اُس نے ایک لفظ بھی نہیں بتایا تھا۔ اپنے دل کی اتھل پتھل حالت کو سنبھالتے ہوئے وہ نہ جانے کس طرح اپنے کمرے تک پہنچی تھی۔ ماما کے پاس انصر بھائی کی والدہ آئیں ہوئیں تھیں۔ اُس نے ڈرائینگ روم میں جا کر خالہ کو سلام تک کہنا مناسب نہیں سمجھا اور اپنے کمرے میں آ کر ہی دم لیا۔

''اوہ مائی گاڈ۔۔۔'' وہ دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام کر بیٹھ گئی۔

''یہ میں نے کیا کر دیا، پھر وہ لڑکی کون تھی اس نے اتنے دھڑلے سے علی کا نام کیوں لیا۔۔۔؟؟؟؟؟'' دماغ میں بیشمار سوچوں نے اودھم مچایا۔

''رامس تو ہزار دفعہ اپنے بھائی کا ذکر کر چکا ہے اور اگر واقعی اس کی کوئی بھابھی ہوتی تو وہ اس کا ذکر کیوں نہ کرتا'' اُس نے خود کو سمجھایا۔

''پھر وہ لڑکی کون تھی، کاش مجھے دوبارہ کہیں مل جائے۔۔۔'' اُس نے آنکھیں زبردستی بند کرتے ہوئے صوفے کے ساتھ ٹیک لگائی۔

''ہر دفعہ ایک ہی لڑکی کیوں۔۔۔؟؟؟؟ کہیں اُس کے بھائی نے چوری چھپے شادی تو نہیں کر رکھی۔۔۔'' دماغ نے ایک نئی راہ دِکھائی۔

''نہیں ایسے کیسے ہوسکتا ہے۔ وہ ایسا لگتا تو نہیں۔۔۔'' دل نے فوراً ہی اس کی طرفداری کی۔

''مجھے علی کو کال کرنی چاہیے۔۔۔'' اُس نے فوراً ہی بیگ اٹھا کر اپنا سیل فون نکالا اور اُس کا نمبر ڈائل کیا۔ بیل دوسری جانب جا رہی تھی۔ اُس کے دل کی دھڑکنیں ایک لمحے کو رک سی گئیں۔ سانسوں کے تسلسل میں بھی بے قاعدگی پیدا ہوئی۔ دوسری جانب سے کال اٹینڈ نہیں کی گئی۔ عائشہ کا دل ایک لمحے کو رک سا گیا اُس نے بے تابی سے اُس کا نمبر دوبارہ ملایا۔ اس دفعہ تیسری بیل پر اس کی کال کاٹ دی گئی۔ عائشہ کے دل کو دھچکا سا لگا۔ وہ اب پاگلوں کی طرح بار بار اس کا نمبر ڈائل کر رہی تھی لیکن ہر دفعہ اس کی کال اتنی ہی بیدردی سے کاٹ دی جاتی۔

''علی، میری کال اٹینڈ کریں۔۔۔'' اُس نے مختصر سا ایک ٹیکسٹ اُسے بھیجا۔

''میں آپ کی آواز سننا نہیں چاہتا۔۔۔'' دوسری طرف سے آنے والے میسج کو پڑھ کر عائشہ کو ایسے لگا جیسے کسی نے اُسے بُری طرح سے زمین پر دھکا دے دیا ہو۔ اُس نے ایک دفعہ پھر اس کا نمبر ملایا لیکن اس دفعہ نمبر پر چلنے والی ٹیپ سے اُسے پتا چلا کہ سیل فون ہی بند کر دیا گیا ہے۔

''یہ میرے ساتھ ایسا کیوں کر رہا ہے۔۔۔؟؟؟؟'' ایک پریشان کن سوچ نے اُس کے ذہن کا احاطہ کیا۔

''تم نے بھی تو اُس کے ساتھ ایسا ہی کیا تھا۔ اُسے کسی بھی قسم کی صفائی کو موقع دیے بغیر فردِ جرم عائد کر دی تھی۔'' دل نے بھی عین موقعے پر آ کر اُسے یاد دلایا۔

اُس نے ہاتھ میں پکڑا سیل فون اب بیڈ پر پھینک دیا۔ وہ حد درجہ ذہنی خلفشار کا شکار ہوئی۔ اسی ذہنی پراگندگی کے ساتھ وہ اپنے کمرے سے باہر نکل آئی۔ رات کے گیارہ بج رہے تھے۔

''بھائی طبیعت ٹھیک ہے۔۔۔؟؟؟؟'' اُس نے موحد کو ڈرائینگ روم کے ایک اندھیرے کونے میں کشن آنکھوں پر رکھے بیٹھے دیکھا۔

''ہوں ٹھیک ہوں۔۔۔'' موحد نے بیزاری سے جواب دیا۔ عائشہ نے کمرے کی ساری لائٹس جلا دیں۔

''عاشو لائٹیں بند کر دو، مجھے روشنی اچھی نہیں لگ رہی۔۔۔'' موحد نے دونوں ہاتھ اپنی آنکھوں پر رکھ لیے۔ عائشہ نے ایک دفعہ پھر ساری لائٹیں آف کر دیں۔ کمرے میں بس لان کی طرف کھلنے والی کھڑکی کی روشنی آ رہی تھی۔

''بھائی جن لوگوں سے ہمیں محبت ہو۔ ان کی آنکھوں میں جھانکنے کے لیے ہمیں باہر کی روشنی کی ضرورت نہیں پڑتی۔ اُن کی آنکھوں کی نمی براہ راست دل پر گرتی ہے۔'' عائشہ تھکے تھکے انداز کے ساتھ اس کے پاس کارپٹ پر آ کر بیٹھ گئی۔ یہ اس کا مخصوص اسٹائل تھا۔ وہ اب اپنی کہنیاں اس کی گود میں ٹکائے بڑے غور سے اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔

''پھر جن لوگوں سے آپ محبت کا دعویٰ کرتے ہوں، ان سے کوئی بات چھپانی بھی نہیں چاہیے۔'' موحد نہ چاہتے ہوئے بھی گلہ کر گیا۔

''ہم دونوں بہن بھائی ہی محبت کے معاملے میں شاید بدقسمت واقع ہوئے ہیں۔۔۔'' عائشہ کے افسردہ لہجے پر موحد نے فوراً آنکھیں کھولیں۔ اُس کی آنکھوں کی لالی سے عائشہ نے بمشکل نگاہیں چرائیں۔

''عاشو، کون تھا وہ۔۔۔'' موحد نے اُس کے سرد ہاتھ تھامے اور انتہائی محبت سے انہیں اپنے ہاتھوں سے حرارت بخشی۔

''شاید کوئی مانوس اجنبی تھا جسے میں نے اپنی بدگمانی سے کھو دیا۔۔۔'' عائشہ اکیلے یہ بوجھ اٹھاتے اٹھاتے تھک گئی تھی اس لیے آج ضبط کا پیمانہ چھلک ہی گیا۔

''یہ محبت اتنی بدگماں کیوں ہوتی ہے۔۔۔؟؟؟؟'' موحد کے اپنے دل کے سارے ٹانکے بھی ادھڑ گئے۔

''محبت ہی تو بدگمان ہوتی ہے ورنہ دوسرے جذبوں کے معاملے میں تو ہم لاپرواہ ہوتے ہیں۔ جس چیز کی پرواہ ہوتی ہے۔ اُسی چیز کے کھو جانے کا اندیشہ ہمیں ہلکان کیے رکھتا ہے اور ہم چھوٹی چھوٹی باتوں پر بڑے بڑے ردعمل ظاہر کرنے لگتے ہیں۔۔۔'' عائشہ نے اپنا نچلا لب کچلتے ہوئے وضاحت دی۔

''کیا اُس نے آپ کو فون نہیں کیا۔۔۔؟؟؟؟'' عائشہ نے اُس کی خاموشی سے گھبرا کر پوچھا۔

''نہیں، وہ بھی شاید میری طرف سے بدگمان ہو گئی ہے۔۔۔'' موحد رنج بھرے انداز سے کہا۔

''محبت زیادہ دیر تک بدگمان رہ ہی نہیں سکتی۔ دل کوئی نہ کوئی منطق یا دلیل ڈھونڈ ہی لاتا ہے۔۔۔'' عائشہ نے موحد کا ہاتھ دبا کر تسلی دی۔

''پھر تمہارے دل نے کوئی منطق یا دلیل ڈھونڈنے میں اتنی دیر کیوں کر دی۔۔۔'' موحد نے عجیب سا سوال کر کے اس کے دل کی دھڑکنوں میں ارتعاش برپا کر دیا۔

''زیادہ دیر تو نہیں ہوئی بھائی۔۔۔'' عائشہ نے سادگی سے کہا تو موحد نے سوالیہ نگاہوں سے اپنی بہن کا چہرہ دیکھا جو اُسے دنیا میں سب سے زیادہ پیارا تھا۔

''اب اتنی ناراضگی تو اُس کا بھی حق بنتی ہے ناں۔۔۔'' اُس کے معصومانہ انداز پر وہ بے ساختہ مسکرا دیا۔

☆ ☆ ☆

''تم یہ سب مجھے اب بتا رہی ہو۔۔۔؟؟؟؟؟'' ثنا ئیلہ نے سخت صدمے سے سامنے دیوار پر بیٹھی نابیہ کو دیکھا جو ایک گرما گرم ابلے ہوئے بھٹے پر لیموں اور نمک مرچیں لگائے بڑے مزے سے کھا رہی تھی۔

''تو کیسے بتاتی یار، دو دفعہ آئی، خالہ جان ہی پاس سے نہیں اٹھ رہی تھیں۔ اُس کے بعد کل آئی تو اُس وقت تم شہیر کی کال سننے میں مصروف تھیں۔'' نابیہ نے فوراً گھبرا کر صفائی دی۔

''شٹ اپ، بات نہ کرو مجھ سے۔۔۔'' ثنا ئیلہ کو ٹھیک ٹھاک غصہ آ گیا۔

''اب تو بات کرنا میری مجبوری ہے، ظاہر ہے کہ تمہارے ماموں کے بیٹے پر دل جو آ گیا ہے میرا۔'' نابیہ نے ایک آنکھ شرارت سے دبا کر اُسے اشارہ کیا۔

''بکومت اور یہ لوفروں کی طرح حرکتیں بند کرو۔۔۔'' ثنا ئیلہ نے ٹھیک ٹھاک اُسے جھاڑا لیکن آگے سے بھی نابیہ تھی فوراً ہی ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے اڑا دیا۔

''قسم سے رج کے سوہنا ہے تمہارا کزن، اور جب بازو پینے پر باندھ کے غور سے دیکھتا ہے تو یقین کرو نور جہاں کی طرح وہ گانا گانے کو دل کرتا ہے۔'' وہ اچھل کر دیوار سے زمین پر آئی اس وقت دونوں اپنی مشترکہ چھت پر تھیں جن کے درمیان چھوٹی سی منڈیر تھی۔

''دل کرتا ہے کہ اونچی آواز میں گانا گاؤں ''وے میں دل تیرے قدماں وچ رکھیا، تو پیر اوتے پاتے سہی۔۔۔'' وہ شرارت سے پوری چھت پر گھوم رہی تھی۔ اُس کی شوخیاں اس وقت ثنا ئیلہ کو زہر لگ رہی تھیں۔

''بند کرو، اپنی فضول، بے ہودہ حرکتیں۔۔۔'' ثنا ئیلہ بُرا سا منہ بنا کر آسمان پر اڑتی ایک بڑی پتنگ کو دیکھنے لگی۔

''لو جی میں کروں تو سالا کریکٹر ڈھیلا ہے۔۔۔'' نابیہ نے ایک اور پڑوسی فلم کے گانے پر ہاتھ صاف کیا۔

''ہم لوگ یہاں اتنی ٹینشن میں ہیں، امی روز مجھ سے پوچھتی ہیں کہ تمہارے ماموں کے گھر سے کوئی اطلاع نہیں آئی اور تم۔۔۔'' مارے غصے کے ثنا ئیلہ سے مزید بولا ہی نہیں گیا۔

''دھیرج میری جان دھیرج، اب تو کچے دھاگے سے سرکار بندھے چلے آئیں گے۔۔۔'' نابیہ پر ابھی بھی شرارت کا بھوت سوار تھا۔

''تم اپنے یہ کچے پکے دھاگے اپنے پاس رکھو اور مجھے شرافت سے اس کا نمبر دو، میں خود بات کرتی ہوں۔۔۔'' ثنا ئیلہ کی سنجیدگی پر نابیہ نے بھی معاملے کو ذرا سنجیدہ لیا۔

''اُف یہ ظالم سماج دنیا، کبھی دو دلوں کو ملنے نہیں دیتی۔۔۔'' اُس نے دہائی دی لیکن ثنا ئیلہ کے گھورنے پر فوراً گھبرا کر بولی۔ ''اب صبر کرلو یہ بھٹہ کھا کر نیچے جاتی ہوں، میرے سیل فون میں ہے اس کا نمبر۔ لے لینا، جان کیوں نکل رہی ہے۔۔۔'' وہ اب عجلت بھرے انداز میں کھانے لگی۔ مرچوں کی وجہ سے اس کی ناک اور آنکھوں سے پانی بہہ رہا تھا لیکن وہ سوں سوں کرتے ہوئے بھی کھانے سے باز نہیں آ رہی تھی۔ ثنا ئیلہ خاموشی سے آسمان پر ڈولتی ہوئی پتنگوں کو دیکھنے لگی۔

''ویسے کیا حال ہے تمہارے ہیرو کا، کوئی فون شون آیا کہ نہیں۔۔۔'' نابیہ کو اچانک ہی یاد آیا تو ثنائیلہ نے نفی میں سر ہلا دیا۔

''تبھی مزاج گرامی اتنا برہم ہے۔۔۔'' نابیہ نے بلند آواز میں تبصرہ کیا لیکن دوسری جانب ہنوز خاموشی تھی۔ ''تم نے خود کال کر لینی تھی۔۔۔''

''کیوں، میں کیوں کروں۔۔۔؟؟؟'' وہ ایک دم پلٹ کر غصے سے بولی۔ ''اب کیا ہر دفعہ میں ہی پہل کروں، پہلے بھی میں ہی اُس کے پیچھے بھاگتی رہی تو کیا اب ساری زندگی یہی کام کیے جاؤں گی۔۔۔'' ثنائیلہ کا موڈ ٹھیک ٹھاک خراب تھا۔

''کم آن مائی ڈیئر، یہ محبتوں میں تیرے میرے والے حساب نہیں ہوتے۔ یہ سوچنے لگو گی تو اپنی ہی زندگی خراب کرو گی۔۔۔'' نابیہ نے ہاتھ میں پکڑا بھٹا اب ساتھ والوں کی چھت پر پھینک دیا۔ ثنائیلہ نے تنبیہی نظروں سے اُسے دیکھا۔

''یہ لوگ خود آم کھا کر گٹھلیاں، ہماری چھت پر پھینک دیتے ہیں۔۔۔'' اُس نے کان کھجاتے ہوئے خوشگوار انداز سے صفائی دی۔

''شرم کرو۔۔۔'' ثنائیلہ نے اُسے ڈانٹا تو وہ بڑے معصومانہ انداز سے بولی۔ ''جس نے کی شرم، اُس کے پھوٹے کرم۔۔۔''

''تم کبھی نہیں سدھر سکتی۔۔۔'' ثنائیلہ نے مایوس ہو کر کہنیاں دیوار پر ٹکا لیں۔ سامنے سورج غروب ہونے کا منظر دل میں افسردگی کا احساس بھر رہا تھا۔

''وہ بھی یہی کہتا ہے۔۔۔'' نابیہ نہ چاہتے ہوئے بھی شرارت کر گئی تو ثنائیلہ کو ہنسی آ گئی۔ اُس کا موڈ بہتر دیکھ کر نابیہ نے بھی سکون کا سانس لیا۔

''چلو صبح تمہارے ہیرو سے ملنے چلتے ہیں۔۔۔'' اُس کی فرمائش پر ثنائیلہ کو جھٹکا سا لگا۔ ''ہرگز نہیں۔۔۔'' اُس نے صاف انکار کیا۔

''یہ تم سب محبت کرنے والوں کی مشترکہ گندی عادت ہوتی ہے، ہر وقت انا کے اونچے مینار پر بیٹھ کر جلتے اور کڑھتے رہیں گے لیکن ناک نیچی ہونے کے خوف سے رابطہ نہیں کریں گے۔ ساتھ ساتھ نیچے جھانکتے بھی رہیں گے کہ شاید دوسرے کو عقل آ جائے اور وہ اُسے منانے آ جائے۔۔۔'' نابیہ کو بھی ایک دم ہی جلال آیا۔

''ہاں تمہیں بڑا تجربہ ہے ناں۔۔۔'' ثنائیلہ اُس کے جل کر بولنے پر کھلکھلا کر ہنسی۔

''نہیں ہے تو ہو جائے گا، تمہارے کمینے بھائی نے تو میرے سارے ہی ارمانوں پر پانی پھیر دیا تھا۔۔۔'' وہ اب خود بھی ڈوبتے سورج کو دیکھ کر اداس ہوئی۔

''چلو بھائی تو خود غرض نکلا اب ذرا دھیان سے، اگلا بھی میرا ہی ماموں زاد ہے۔۔۔'' ثنائیلہ نے پہلی دفعہ اُسے چھیڑا تو وہ بے ساختہ ہنس پڑی۔

''فکر نہ کرو، اس دفعہ مضبوطی سے پلو سے باندھ کر گرہ لگاؤں گی ایسے۔۔۔'' نابیہ نے اپنے دوپٹے کے کونے کو گرہ لگا کر دکھائی تو ثنائیلہ اس کی شرارت پر کافی دیر تک ہنستی رہی۔

☆ ☆ ☆

''ماہم، اگر آپ فری ہیں تو آج کا ڈنر اکھٹے کریں۔۔۔'' علی کی غیر متوقع کال نے ماہم پر شادی مرگ طاری کر دی۔

وہ جواب بالکل ہی اس سے مایوس ہو گئی تھی۔اس کال نے اُس کے اندر قوت کا ایک جہاں بھر دیا۔اُس نے اپنی واڈروب سے اپنا بہترین سوٹ نکالا، بڑی مہارت اور سلیقے سے میک اپ کر کے اُس نے خود کو آئینے میں دیکھا تو دیکھتی ہی رہ گئی۔رائل بلیو کلر میں اس کی گوری شہابی رنگت کی چھب ہی نرالی تھی۔کچھ لمحوں کے لیے تو خود ماہم بھی مبہوت انداز سے خود کو دیکھتی رہ گئی۔میریٹ میں پہنچنے تک بے شمار توصیفی نگاہوں نے اُس کے وجود کا احاطہ کیا۔

''کیسے ہیں آپ۔۔۔'' ماہم نے بڑی دلکش مسکراہٹ سے پہلے سے موجود علی کو دیکھا جو خاصا تھکا تھکا سا لگ رہا تھا۔

''آپ کے سامنے ہوں۔۔۔'' وہ بڑی دقت سے مسکرایا۔

''کیا ہوا، کچھ ٹینس لگ رہے ہیں۔۔۔'' ماہم نے ایک نظر میں ہی بھانپ لیا کہ وہ اس وقت رنج و غم کی کیفیت میں ہے۔

''نہیں ایسی کوئی بات نہیں، ایک تو کام کا برڈن کافی تھا اور کچھ دنوں سے امّی کی بیماری کی وجہ سے رات کو سو بھی نہیں سکا۔۔۔'' اُس نے تفصیل سے بتایا۔

''آپ ملوائیں ناں، کسی دن اپنی ماما سے۔۔۔'' ماہم کی فرمائش پر وہ تھوڑا سا چونکا۔

''ہاں ضرور کیوں نہیں، بہت جلد انشاء اللہ۔۔۔'' وہ ویٹر کو فارغ کر کے اس کی طرف متوجہ ہوا۔

''اچھی لگ رہی ہیں آپ۔۔۔'' علی کے منہ سے نکلنے والے اس فقرے نے ماہم کے چہرے پر اس قدر روشنی بھر دی کہ ایک لمحے کو علی خود بھی ٹھٹک کر رہ گیا۔

''تھینکس گاڈ، آپ کے اندر بھی اچھی چیز کو سراہنے کی حس موجود ہے۔۔۔'' ماہم کھلکھلا کر ہنسی تو دائیں بائیں سے کافی لوگوں نے مڑ کر بے اختیار اُسے دیکھا۔

''آئی ایم سوری۔۔۔'' ماہم نے بڑے نزاکت بھرے انداز سے اپنے ہونٹوں پر ہاتھ رکھا جہاں ہنسی کسی جھرنے کی طرح بجتی ہی جا رہی تھی۔دل کی دنیا کے انوکھے راگ ماہم کو بے حال کیے جا رہے تھے۔ہر چیز اُسے محو رقص لگ رہی تھی۔

''کیوں، میں انسان نہیں ہوں کیا، میرے خیال میں تو میں اچھا خاصا جمالیاتی ذوق رکھتا ہوں۔۔۔'' علی نے سادگی سے وضاحت دی۔

''اچھا۔۔۔؟؟؟؟'' وہ بے مقصد ہنسی۔''مجھے تو لگتا تھا کہ آپ کا سارا جمالیاتی ذوق بس آرٹ اور پینٹنگس تک محدود ہے۔۔۔'' ماہم ہنستے ہنستے طنز کر گئی۔

''وہ تو ابھی بھی ہے۔۔۔'' علی کی سنجیدہ بات پر اس کی ہنسی کو بریک لگی۔''مجھے جہاں بھی کوئی اچھی پینٹنگ نظر آئے میں فوراً ہی اُسے خریدنے کو بے تاب ہو جاتا ہوں۔'' علی کی وضاحت پر وہ کچھ مطمئن ہوئی۔کھانا فوراً ہی سرو کر دیا گیا۔

''آپ جس چیریٹی شو کا ذکر کر رہی تھیں پچھلی دفعہ، اُس پر کام اسٹارٹ کریں۔۔۔'' علی کی بات نے اُسے جی بھر کے بدمزہ کیا۔

''جی، جی کیوں نہیں۔۔۔'' اُس نے زبردستی مسکراتے ہوئے جواب دیا۔'' آپ ایسا کریں کہ سارے پروگرام کا ایک خاکہ سا بنا لیں پھر اُس کے مطابق کام شروع کر دیں گے۔'' ماہم نے تفصیل سے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے، میں پہلی فرصت میں اس پر کام شروع کرتا ہوں، پھر آپ سے ڈسکس کروں گا۔۔۔'' علی نے اپنی پلیٹ میں رائس نکالتے ہوئے جواب دیا۔

''کیا سوچا ہے آپ نے اپنی لائف کے بارے میں۔۔۔؟؟؟؟'' ماہم نے اچانک ہی سوال کیا۔ وہ ایکدم ہی حیران ہوا۔

''کیا سوچنا ہے۔۔؟؟؟ بس خود بخود ہی سب کچھ ہوتا جا رہا ہے اور چیزیں جتنے فطری انداز سے ہوں اتنی ہی بہتر ہوتی ہیں۔۔۔'' علی نے بھی گھما پھرا کر ہی جواب دیا۔

''آپ نے اپنے بارے میں کبھی تفصیل سے بتایا ہی نہیں۔۔۔'' ماہم نے بڑے لاڈ سے گلہ کیا۔

''مجھے اپنے بارے میں بات کرنا اچھا ہی نہیں لگتا۔۔۔'' اُس کی صاف گوئی دل کو دکھانے والی تھی۔

''یہ کیا بات ہوئی بھلا۔۔۔؟؟؟؟'' ماہم کھانا چھوڑ کر اُس کا سنجیدہ چہرہ دیکھنے لگی تو وہ مسکراتے ہوئے گویا ہوا۔'' بھئی کوئی بتانے والی بات بھی تو ہو، بس دو بھائی ہیں ہم اور والدہ ہیں۔ یہی چھوٹی سی فیملی ہے ہماری۔۔۔'' اُس نے بادل نخواستہ تھوڑا بہت بتا ہی دیا جو ماہم کے لیے تسلی بخش تھا۔

''اور جاب یا بزنس۔۔۔؟؟؟؟'' ماہم نے فوراً ہی اگلا سوال کیا۔

''بھئی نکما سا بندا ہوں، غریب سا، بس لوگوں کی خدمت کر کے خوش ہو جاتا ہوں یہی میرا کام ہے اور یہی بزنس۔۔۔'' اُس نے سراسر ماہم کو ٹالا تھا اور یہ بات اُسے فوراً ہی سمجھ آ گئی۔

''حیرت ہے کہ آپ نے اس دفعہ عائشہ کے بارے میں نہیں پوچھا ابھی تک۔۔۔'' ماہم نے بھی بات بدلنے کی غرض سے کہا۔ وہ ہلکا سا چونکا اور مسکرایا۔

''جس راہ پر اب جانا ہی نہیں، اُس کے بارے میں کیا پوچھنا۔۔'' علی کی بات پر ماہم کو ایک خوشگوار سا جھٹکا لگا۔ اُس نے بے یقینی سے اپنے سامنے بیٹھے شخص کو دیکھا۔

''کیا ہوا۔۔؟؟؟ ایسے کیوں دیکھ رہی ہیں۔۔۔؟؟؟؟'' علی نے اس کی محویت کو فوراً ہی توڑ دیا۔

''کچھ نہیں سوچ رہی ہوں کہ آج گنگا اُلٹی کیوں بہہ رہی ہے۔۔۔''

''دریا اپنا راستہ بدل بھی تو لیتے ہیں۔۔۔'' علی کے معنی خیز لہجے پر ماہم کا دل پوری قوت سے دھڑکا۔ اُس کی بھوک اچانک ہی اڑ گئی تھی وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ دریا اتنی آسانی سے بھی راستہ بدل سکتے ہیں۔۔۔

☆ ☆ ☆

''اماں جی جاجی کا بچہ اب یہاں کیوں آیا ہے۔۔۔؟؟؟؟'' سکینہ کا موڈ آج صبح ہی سے خراب تھا۔ ابے کے ساتھ ڈھیروں گنے، مولیاں اور شلجم لیے اندر آتا جاجی سکینہ کا سارا ہی سکون غارت کر گیا تھا۔ ابا جیسے ہی ظہر کی نماز پڑھنے گیا۔ وہ جمیلہ مائی پر برس پڑی۔

''ہائے ہائے پتر، مجھ نمانی نوں کی خبر۔۔۔'' جمیلہ مائی وضاحتیں دے دے کر تھک گئی تھی۔

''لو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ابے نے تجھے ٹیلی فون پر اُس کے آنے کی اطلاع نہ دی ہو۔۔۔'' سکینہ کو قطعاً بھی یقین نہیں آیا۔

''اے لو۔۔۔!!!!'' جمیلہ مائی نے ناک پر انگلی رکھ کر اپنی لاڈلی بیٹی کا خفا خفا سا چہرہ دیکھا۔ ''بھلا سکینہ میں نے کیا تجھ سے پہلے کبھی جھوٹ بولا ہے جواب بولوں گی۔۔''

''کچھ نہ کچھ تو تجھے ابے نے بتایا ہی ہوگا ناں۔۔۔'' سکینہ کی سوئی ایک ہی جگہ پر اٹکی ہوئی تھی۔

''جاجی کے آنے کا تو نہیں بتایا، ہاں اتنا ضرور بتایا تھا کہ جاجی نے اپنی بے بے کی منگنی کو ماننے سے انکار کر دیا ہے۔۔۔'' جمیلہ مائی نے کمرے میں دھماکہ ہی تو کیا تھا۔

''دیکھا، میری چھٹی حس ٹھیک کہتی تھی کہ شوخا ایویں نہیں یہ سارے کھیت اجاڑ کر یہاں لے آیا۔۔۔'' سکینہ کو ایک دم ہی اشتعال آیا۔

''غصہ نہیں کرتے میری دھی رانی، یہ چیزیں تو تیرا ابا لے کے آیا ہے۔۔۔'' جمیلہ مائی نے اپنی بیٹی کا غصہ کم کرنے کی کوشش کی۔

''ابے کے کون سے مربعے ہیں۔۔۔'' وہ بُری طرح چڑی۔ ''ساری زندگی تو ابے نے مٹی کے بانڈے ہی بنائے اور بیچے ہیں۔ یہ کھیتی باڑی تو جاجی کا ابا کرتا تھا۔'' سکینہ کو پتا تھا کہ یہ ساری چیزیں اعجاز سوغات کے طور پر لایا ہے۔

''چل چھڈ، میری دھی غصہ نہیں کرتے۔۔۔'' جمیلہ مائی نے اُسے پچکارا۔

''اماں ایک بات کان کھول کے سن لے تجھے جاجی کی بے بے کی باتیں بھول سکتی ہیں، مجھے نہیں۔۔۔'' سکینہ نے بُرا سا منہ بنا کر جمیلہ مائی کو یاددہانی کروائی تو وہ پھیکے سے انداز سے مسکرا دی۔

''پتر کڑوی کسیلی باتوں کو صبر کے گھونٹ کے ساتھ نگلنا ہی پڑتا ہے ورنہ یہ حلق کو بدمزا کر کے کسی بھی چیز کا سواد لینے نہیں دیتیں۔۔۔'' اماں نے نصیحت کی۔

''اماں تجھے ہی ان کوڑی باتوں کے سواد آ سکتے ہیں، مجھے نہیں۔۔۔'' سکینہ نے ناک چڑھا کر کہا اور خود جگ سے پانی ڈال کر پینے لگی۔ اُس کا مزاج اچھا خاصا برہم تھا۔

''اچھا اچھا، اب بوہتی اوکھی نہ ہو، مجھے نماز پڑھنے دے، عصر کا ویلا لنگتا جا رہا ہے۔۔۔'' جمیلہ مائی گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر بمشکل اٹھی اور وضو کے لیے واش روم کی طرف بڑھ گئی۔ سکینہ نے تھوڑا سا اٹھ کر کھڑکی کا پردہ ہٹایا۔ سامنے لان میں ایک اداس سی شام دھیرے دھیرے اتر رہی تھی۔

''میری دھی رانی ٹھیک ہے ناں۔۔۔'' اللہ دتا کمہار ابھی ابھی کمرے میں داخل ہوا تھا۔ سکینہ اپنے ابے کو دیکھ کر مسکرائی۔ اللہ دتے نے اپنی گلابی پلاسٹک کی ٹوکری میں سے کپڑوں میں لپٹی ہوئی ایک خوبصورت سی صراحی نکالی۔

''یہ دیکھ میں اپنی دھی رانی کے لیے خصوصی طور پر بنا کرلایا ہوں۔۔۔'' اللہ دتے نے ایک نازک سی پانی والی صراحی سکینہ کی طرف بڑھائی۔

''واہ ابا، یہ تو بہت پیاری ہے۔۔۔'' ایک بے ساختہ سی خوشی سکینہ کے چہرے پر چھلکی۔ وہ صراحی پر بنے نقش ونگار کو حیرت سے دیکھنے لگی۔ ابا اس کی حیرانگی پر بڑی متانت کے ساتھ مسکرایا۔

''دیکھ لینا میری دھی بھی انشاء اللہ آپریشن کے بعد ایسی ہی پیاری ہو جائے گی۔۔۔'' اللہ دتے نے اُسے امید کا ایک چراغ پکڑایا۔

''اور اگر ابا، میں ایسی نہ ہوئی تو۔۔۔'' سکینہ نے ایک اندیشے کے تحت پوچھا۔

''تو کیا ہوا، میری دھی تو ویسے ہی میری اکھیوں کا چانن ہے اور مجھے تو جیسی بھی ہو اچھی ہی لگتی ہے۔۔۔'' اللہ دتا کمہار بالکل اس کے پاس کرسی رکھ کر بیٹھ گیا۔

''ہاں ابا، اپنا پانڈا (برتن) تو ہر کمہار کو ہی اچھا لگتا ہے۔۔۔'' سکینہ کے لہجے کی شرارت نے اللہ دتے کے دل میں کئی پھول کھلا دیے۔

''بس پتری سمجھ کہ یہ دنیا بھی کسی کمہار کا ہی گھر ہے۔ وہ اپنے ہاتھوں سے لوگوں کو بہت محبت سے تخلیق کرتا ہے اور اُسے پھر زمین پر بھیج دیتا ہے۔ اُس کے بنائے سارے ہی پانڈے چاہے جتنے بھی ٹیڑھے میڑھے، بدشکلے یا بے ڈھنگے ہوں۔ اُس ذات کو ہر ایک ہی سے پیار ہے۔ انسان تو اُس کا شکر ادا کر ہی نہیں سکتا۔'' اللہ دتا نے ہمیشہ کی طرح اپنی لاڈو کو آج بھی ایک ہی سبق پڑھایا تھا۔

''ہاں ابا، انسان تو اپنا ایک جوڑ تک نہیں بنا سکتا لیکن اللہ کی بنائی ہوئی شکلوں میں کھڑے کھڑے ایک سو ایک نقص نکال دیتا ہے۔'' سکینہ نے افسردگی سے کہا۔

'' ناسمجھ ہے ناں، غور نہیں کرتا، اس لیے گھاٹے کے سودے خود خرید کر گھر لے آتا ہے۔۔۔'' اللہ دتا اپنی بیٹی کو محبت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا۔

''اچھا ابا، یہ بتا کہ کتنے دن کے لیے آیا ہے۔۔۔'' سکینہ نے صراحی کو غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''بس اب تو میں اپنی دھی رانی کے آپریشن کے بعد ہی جاؤں گا۔۔۔'' اُس نے فوراً ہی اپنا پروگرام بتایا تو سکینہ بھی مطمئن ہوگئی۔ وہ ابھی بھی صراحی کو غور سے دیکھ رہی تھی۔ اُس نے مسکراتے ہوئے صراحی کو سائیڈ میز پر رکھا، اچانک اس کی کہنی پاس ہی رکھے شیشے کے گلاس سے ٹکرائی اور گلاس صراحی کو ساتھ لیتا ہوا جو فرش پر گرا تو کرچیاں دور دور تک پھیل گئیں۔ سکینہ کا دل دھک کر کے رہ گیا۔ اُس نے سخت صدمے اور رنج سے فرش پر بکھری صراحی کو دیکھا۔ اُس کا رنگ زرد ہو گیا۔ ایک لمحے کو تو اللہ دتا کی بھی قوت گویائی سلب ہو کے رہ گئی۔

☆ ☆ ☆

کمرے میں ٹیلی فون کی تیز گھنٹی کی آواز سے عائشہ کی آنکھ کھلی۔ اُس نے مندی مندی آنکھوں سے وال کلاک پر ٹائم دیکھا، شام کے چار بج رہے تھے۔ انتہائی سستی اور کاہلی سے اُس نے پی ٹی سی ایل فون کا ریسیور اٹھایا۔

''تم اپنا سیل فون کیوں نہیں اٹینڈ کر رہی ہو۔۔۔'' دوسری جانب ماہم کی تیز آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی۔

''یار گھنٹی کی آواز بند کر رکھی تھی، سو رہی تھی میں۔۔۔'' عائشہ نے لمبی جمائی لیتے ہوئے بیزاری سے جواب دیا۔ وہ ابھی مزید سونا چاہتی تھی۔ کافی دن کے بعد ہی تو اُسے آج کھل کر نیند آئی تھی۔

''ہاں ظاہر ہے کہ اتنے اچھے پرپوزل کے بعد انسان کو ایسی ہی پرسکون نیند آتی ہے۔۔۔'' ماہم کے طنزیہ لہجے پر اس کی آنکھیں مکمل طور پر کھلیں۔ ''کون سے پرپوزل۔۔۔؟؟؟''

''لو اب یہ بھی میں ہی بتاؤں۔۔۔'' ماہم کی کاٹ دار ہنسی نے عائشہ کی ساری نیند بھک کر کے اڑا دی۔

''ظاہر ہے جب تم مجھے بتاؤ گی تو میں تم ہی سے پوچھوں گی۔۔۔'' عائشہ کو اس کا طرز تخاطب بالکل اچھا نہیں لگا۔

''یار تم واقعی اتنی معصوم اور بھولی ہو یا بس ایکٹینگ کرتی ہو۔ اگر ایکٹینگ کرتی ہو تو قسم سے لاجواب کرتی ہو۔ اب اگلے آسکر ایوارڈ کے لیے تمہارا نام تو بنتا ہے'' ماہم کے لہجے کی چبھن وہ یہاں اتنی دور بیٹھے ہوئے بھی محسوس کر سکتی تھی۔

''میں نے تو ثمن آپی سے کہہ دیا ہے کہ اب تو آپ کو احیان کی ٹینشن لینے کی ضرورت نہیں، عائشہ تو پیدائشی مدر ٹریسا ہے، اس لیے بے فکر ہو جائیں۔۔۔'' ماہم کا لہجہ سلگ رہا تھا جب کہ عائشہ اُس کی کوئی بھی بات سمجھنے سے قاصر تھی۔

''تم کہنا کیا چاہتی ہو۔۔۔'' اُس نے ماہم کی بات کاٹ کر پوچھا۔

''میرے چاہنے یا نہ چاہنے کو تم چھوڑو، لیکن یہ بتاؤ کہ اگر انصر بھائی ہی سے شادی کرنے تھی تو پہلے بتا دیتیں، آپی خود بخود ہی تمہارے حق میں دستبردار ہو جاتیں۔'' ماہم کی بات سن کر عائشہ کا دماغ بھک کر کے اڑا۔

''واٹ۔۔۔؟؟؟؟'' وہ خلاف عادت چیخی۔ ''تمہارا دماغ ٹھیک ہے۔۔۔؟؟؟'' عائشہ کو اپنے سارے جسم کا خون ابلتا ہوا محسوس ہوا۔

''میرا دماغ تو ٹھیک ہے تم پہلی فرصت میں اپنا چیک کرواؤ۔۔۔'' ماہم نے دوبدو جواب دیا۔ ''تم نے کیا سوچا تھا کہ تم مجھے انصر بھائی کے پرپوزل کا نہیں بتاؤ گی تو مجھے کیا پتا ہی نہیں چلے گا۔'' ماہم بولی نہیں بلکہ چیخی تھی۔

''کیوں میرے لیے کیا پوری دنیا میں انصر بھائی ہی رہ گئے ہیں۔۔۔'' عائشہ نے بمشکل خود پر ضبط کر کے طنزاً پوچھا۔

''ہاں تمہاری ماما کو تو شاید یہ ہی لگتا ہے کہ عائشہ رحیم کو کوئی اور اچھا پرپوزل تو ملے گا نہیں تو چلو ان کا بھانجا ہی سہی۔۔۔'' ماہم نے اُس کے سر پر بم ہی تو پھوڑا تھا۔ کئی لمحوں تک تو عائشہ بول ہی نہیں سکی اور جب بات اُسے سمجھ میں آئی تو فوراً ہی ریسیور کریڈل پر پٹخا اور ننگے پاؤں ہی کمرے سے نکلی۔ ماما اور موحد بھائی دونوں شام کی چائے لان میں اکھٹے پیتے تھے۔ اس وقت بھی وہیں تھے۔

''ماما یہ کیا خالہ کا دماغ خراب ہے جو ایسی بہکی بہکی حرکتیں کر رہی ہیں۔۔۔'' وہ کمر پر ہاتھ رکھ کر انتہائی غصّے سے بولی۔ اُسے اندازہ ہو گیا تھا کہ خالہ کے کل کے ہنگامی دورے کا کیا مقصد تھا۔

''کیوں، کیا ہوا۔۔۔؟؟؟؟'' ماما کے چہرے کی اڑتی رنگت نے عائشہ کو باور کروا دیا کہ بات میں کوئی نہ کوئی سچائی ضرور ہے۔

''خالہ کل کیا کرنے آئیں تھیں۔۔۔؟؟؟؟'' اُس کے انگ انگ سے خفگی اُمڈ رہی تھی۔ موحد بھی حیرت سے اُسے دیکھ رہا تھا جو سونے

کے بعد منہ ہاتھ دھوئے بغیر ہی ننگے پاؤں یہاں موجود تھی۔

''کچھ نہیں، وہ تو ویسے ہی آئیں تھیں، ہوا کیا ہے۔۔۔'' ماما بوکھلاہٹ کا شکار ہوئیں۔

''ان کی جرأت کیسے ہوئی کہ وہ انصر بھائی کے پرپوزل کے لیے میرا نام لیں۔۔۔'' عائشہ کا شدید اشتعال کی وجہ سے تنفس تیز ہوا۔ موحد کو بھی اس بات سے کرنٹ لگا۔ وہ حیرت سے ماما کا چہرہ دیکھنے لگا وہ خود بھی اس واقعے سے اتنا ہی لاعلم تھا جتنی عائشہ۔۔۔

''ارے بیٹا، ایسی کوئی بات نہیں، انہوں نے سرسری ساذکر کیا تھا، میں نے فوراً ہی منع کر دیا۔۔۔'' ماما نے صفائی دینے کی کوشش کی۔

''ہاں، اُس کے بعد انہوں نے پورے خاندان میں یہ بات گھمادی کہ وہ عائشہ اور انصر کے رشتے کی بات کر کے آئیں ہیں۔۔۔'' غصے سے عائشہ کے چہرے کا رنگ سرخ ہوا۔

''خالہ کا دماغ ٹھیک ہے، میں ان سے بات کرتا ہوں۔۔۔'' موحد نے فوراً ہی اپنا سیل فون نکالا۔

''کچھ نہیں ہے ایسا، موحد فون بند کرو۔۔۔'' ماما کے لہجے میں سختی در آئی۔

''کیوں، انہوں نے عائشہ کو کیا لاوارث سمجھ رکھا ہے۔ انہوں نے ایسی فضول بات کی ہی کیوں۔۔۔؟؟؟'' موحد بھی فوراً ہی ہتھے سے اکھڑا۔

''تم دونوں نے کیا تماشا بنا رکھا ہے۔ جب میں کہہ رہی ہوں کہ ایسی کوئی بات نہیں۔۔۔'' ماما تھوڑا سا بلند آواز میں بولیں۔

''تو آپ کے خیال میں عائشہ نے کوئی خواب دیکھا ہے۔۔۔؟؟؟؟'' موحد کے لہجے میں بلا کی کاٹ تھی۔

''تمہیں کس نے بتایا۔۔۔؟؟؟؟'' ماما اب عائشہ کی طرف متوجہ ہوئیں۔

''ماہم نے۔۔۔'' غصہ اور ناراضگی عائشہ کے لہجے اور آنکھوں سے اُمڈ رہی تھی۔

''ماہم نے۔۔۔؟؟؟؟'' ماما کو دھچکا سا لگا۔ ''ان کے گھر تک یہ بات کیسے پہنچی۔۔۔؟؟؟؟'' ماما کے ہاتھوں سے طوطے اڑے۔

''انہوں نے آپ کے ڈرائینگ روم میں خفیہ کیمرے نصب کروا رکھے ہیں۔۔۔'' موحد نے ایک دفعہ پھر طنز کیا۔ ''ظاہر ہے آپ کی بہن صاحبہ ہی نے ڈھنڈورا پیٹا ہوگا، اب آپ تو جا کر بتانے سے رہیں۔''

''یہ تو بہت غلط کیا آپا نے۔۔۔'' ماما کو حقیقتاً صدمہ پہنچا۔

''انہوں نے غلط کیا یا صحیح کیا، آپ اپنی زبان میں ان کو بتا دیں کہ جہاں جہاں اشتہار لگا کر آئیں ہیں وہاں وہاں پہلی فرصت میں ہٹا دیں، ورنہ مجھ سے بُرا کوئی نہیں ہوگا۔'' موحد کی آنکھوں سے شعلے ہی تو لپکے تھے۔ وہ اب اپنی وہیل چیئر کے پہیوں پر تیز تیز ہاتھ مارتا ہوا اندر جا رہا تھا جب کہ عائشہ اپنا سر دونوں ہاتھوں سے تھام کر وہیں کرسی پر بیٹھ گئی۔ اُسے معلوم تھا کہ ماہم اور ثمن آپی کے سامنے اپنی پوزیشن صاف کرنا بھینس کے آگے بین بجانے کے مترادف ہے۔

☆ ☆ ☆

''بہت تیز اور شاطر نکلی، تمہاری یہ عائشہ۔۔۔'' ثمن آپی نے ناخنوں پر کیوٹکس لگاتے ہوئے ماہم کو مخاطب کیا۔ جو دو کھیرے کے ٹکڑے آنکھوں پر رکھے بڑے آرام اور سکون سے لیٹی ہوئی تھی۔ اتوار کا دن ہونے کی وجہ سے دونوں ہی بہنیں گھر پر تھیں۔

''میں تو بہت معصوم، بھولی اور بے وقوف سی لڑکی سمجھتی تھی اُسے۔۔۔'' ثمن آپی نے نیل پالش کی شیشی کو زور زور سے ہلاتے ہوئے مزید کہا۔

''آج کے دور میں کوئی بھی معصوم اور بھولا نہیں ہوتا آپی۔۔۔'' ماہم نے صوفے پر لیٹے لیٹے جواب دیا۔

''وہ تو تمہاری بات ٹھیک ہے لیکن اب اتنا بھی رشتوں کا کال نہیں پڑا کہ انکل رحیم اپنی بیٹی کو کسی دوسری شادی والے کے پلّے باندھ دیں۔'' ثمن آپی کو ابھی تک یہ بات ہضم نہیں ہو رہی تھی

''خیر عائشہ کے لیے تو واقعی ہی کال پڑا ہوا ہے۔۔۔'' ماہم طنزاً ہنسی۔ ''ایک تو شکل وصورت اللہ نے ویسی دی ہے اوپر سے اس نے خدمت خلق کر کر کے اپنا بیڑا غرق کر لیا ہے۔''

''مجھے تو سمجھ نہیں آتی کہ وہ کچی آبادی اور خانہ بدوشوں کی جھونپڑیوں میں چلی کیسے جاتی ہے۔۔۔'' ثمن آپی نے ناک چڑھا کر نزاکت سے کہا۔

''اُسے کچھ نہیں ہوتا، اُس کو اللہ نے سونگھنے والی حس دی ہی نہیں۔۔۔'' ماہم نے صاف اُس کا مذاق اڑایا تو ثمن آپی بے ساختہ ہنس پڑیں۔

''ویسے تم نے شام میں اچھی کلاس لی اُس کی۔۔۔'' ثمن آپی کو اچانک ہی یاد آیا۔

''ہاں ناں، میرے سامنے ایکٹنگ کر رہی تھی کہ جیسے اُسے پتا ہی نہ ہو۔۔۔'' ماہم نے بُرا سا منہ بنایا۔

''ہو سکتا ہے کہ نہ بتایا ہو، انصر کے گھر کی ملازمہ کہہ تو رہی تھی کہ کل ہی بڑی بی بی ان کے ہاں بات کر کے آئیں ہیں۔۔۔'' ثمن آپی نے سلیقے سے کیوٹکس کا پہلا کوٹ لگایا۔

''آپ نے بھی ہر جگہ اپنے جاسوس چھوڑے ہوئے ہیں۔۔۔'' ماہم کو ہنسی آئی۔

''بھئی لاعلمی میں مارے جانے سے بہتر ہے کہ انسان اپنا بچ بچاؤ پہلے ہی کر لے یا کم از کم اپنے قاتل کا نام تو پتا ہو۔۔۔'' ثمن کا موڈ بھی آج خاصا خوشگوار تھا۔

''عائشہ کی طرف سے آپ بے فکر رہیں، اُس میں اتنا دم خم نہیں۔۔۔'' ماہم نے لاپرواہی سے اطلاع دی۔

''کبھی کبھی انتہائی بے ضرر نظر آنے والے لوگ ایسا وار کرتے ہیں کہ انسان کو حیران ہونے کا بھی موقع نہیں ملتا۔'' ثمن آپی سنجیدہ ہوئیں۔

''عائشہ ایسی لڑکی نہیں ہے، کسی پر وار کرنا تو دُور کی بات، وہ اپنا بچاؤ کر لے، یہی بہت ہے۔۔۔'' ماہم کو اس کی فطرت کا بخوبی اندازہ تھا۔

''تمہارا کیا خیال ہے کہ اُس کی ماما، انصر کا پرپوزل قبول کر لیں گی۔۔۔'' ثمن آپی کو ایک نئی فکر نے گھیرا۔

''اُسکی ماما کا تو میں کچھ نہیں کہہ سکتی لیکن ان کے گھر میں جو ہٹلر موجود ہے، وہ ہرگز نہیں کرے گا۔۔۔'' ماہم اب اٹھ کر بیٹھ گئی۔

''ہٹلر۔۔۔'' ثمن آپی نے حیرت سے ماہم کا مسکراتا چہرہ دیکھا۔

''ہاں ناں، موحد کی بات کر رہی ہوں، وہ کسی ہٹلر سے کم تو نہیں۔۔۔'' ماہم نے لیموں کا ٹکڑا اپنے ناخنوں پر ملتے ہوئے شوخی سے کہا تو ثمن آپی کھلکھلا کر ہنس دیں۔

''اُسے اللہ جانے کیا ہوگیا ہے، پہلے تو ایسا نہیں تھا۔۔۔'' ثمن آپی نے نیل پالش کی شیشی کو مضبوطی سے بند کرتے ہوئے کہا۔

''اب پہلے جیسے حالات بھی تو نہیں، کسی دور میں ایک زمانے کی لڑکیوں کے دل اس کی آہٹ پر دھڑکتے تھے۔ کسی فاتح جرنیل کی طرح تو گھومتا تھا وہ۔'' ماہم کو یاد آیا۔

''ہاں اب وہ ہی لڑکیاں اس کی وہیل چیئر کے پہیوں کی آواز سنتے ہی بھاگ جاتی ہوں گی۔۔۔'' ثمن آپی نے شوخی سے آنکھیں گھمائیں۔

''ہاں اُس لائن میں سب سے آگے بھاگنے والی تو میں ہی تھی۔۔۔'' ماہم کھلکھلا کر ہنسی۔

''تم نے تو واقعی میراتھن ریس جیتی ہے، بھئی مان گئی تمہیں۔۔۔'' ثمن آپی نے کھلے دل سے اپنی چھوٹی بہن کو سراہا، جو کم از کم ذہانت میں ان سے چار ہاتھ آگے تھی۔ وہ زندگی کے ہر معاملے میں سوچ و بچار کر کے اور نفع و نقصان دیکھ کر ہی سودا کرنے کی قائل تھی۔ ان کی طرح صرف جذبات کی رو میں بہنے کا ہنر اُسے نہیں آتا تھا۔ انہیں تو انصر سے پہلی نظر کی محبت نے ہی چاروں شانے چت کر دیا تھا مگر انصر کی بدقسمتی کہ اس محبت کی عمر خاصی مختصر تھی۔

☆ ☆ ☆

''بس اتنی سی محبت تھی اُسے مجھ سے۔۔۔'' موحد نے کلینڈر کو دیکھتے ہوئے رنجیدگی سے سوچا۔ اُسے ثنا ئیلہ سے بات کیے ہوئے پورا ایک ہفتہ ہو گیا تھا۔ نہ تو اُس نے جا کر کال کی اور نہ ہی موحد کی اتنی ہمت ہو سکی کہ اُس سے بات کر سکے۔

''واہ ثنا ئیلہ واہ، کہاں گئے تمہارے سکندر شاہ کے ساتھ طوفانی محبت کے دعوے، سب ہلکی سی بدگمانی میں بہہ گئے۔۔۔'' موحد کا دل کرب ورنج کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ وہ کمرے کی کھڑکی سے آسمان پر موجود تنہا چاند کو دیکھنے لگا۔ رات کے دو بج چکے تھے۔

''کال تو دُور کی بات ہے تم نے تو ایک ٹیکسٹ کرنا بھی مناسب نہیں سمجھا۔۔۔'' موحد نے اپنے دل میں اُس سے گلہ کیا۔ آج نہ جانے کیوں اس دشمن جاں کی یاد بار بار آئے جا رہی تھی۔ موحد نے اپنا سیل فون نکالا اور اس کا نمبر اپنی کونٹیکٹ لسٹ میں سے نکالا۔ اسی لمحے سیل فون پر ثنا ئیلہ کا نمبر ابھرا۔ موحد نے سخت بے یقینی سے اپنے ہاتھ میں موجود سیل فون کی اسکرین کو دیکھا۔ حقیقتاً ثنا ئیلہ کی کال آ رہی تھی۔

''ہیلو۔۔۔'' اُس نے چھٹی بیل پر فون اٹینڈ کر ہی لیا۔

''جب یاد کر رہے تھے تو کال کرنے میں کیا مضائقہ تھا، بہت انا ہے ناں آپ میں۔۔۔'' دوسری جانب ثنا ئیلہ کے محبت بھرے لہجے نے موحد کو زندگی کی حرارت بخشی۔

''تمہیں، کس نے کہا کہ میں تمہیں یاد کر رہا تھا۔۔۔'' موحد نے بے تابی سے پوچھا۔

''میرے دل نے، اور آپ کو پتا ہے کہ آپ کے معاملے میں میرا دل کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔۔۔'' ثنا ئیلہ آج بھی یقین کی سب سے اونچی سیڑھی پر کھڑی تھی۔ موحد ایک لمحے کو پسپا ہوا۔

''جن سے محبت کی جائے، ان کے ساتھ کیا ایسا کیا جاتا ہے۔۔۔'' ایک شکوہ بے اختیار ہی موحد کے لبوں پر مچلا۔

''کیا محبت پر سارے ہی اختیار آپ کے ہیں، میرا کوئی حق نہیں۔۔۔'' ثنا ئیلہ کا لہجہ نم ہوا اور دوسری جانب موحد کو یہ نمی اپنے دل پر گرتی محسوس ہوئی۔

''اگر ایک بھی آنسو، آنکھ سے نکالا تو میں جان نکال دوں گا۔۔۔'' موحد کی محبت بھری دھمکی پر ثنا ئیلہ نے فوراً ہی اپنی آنکھیں پونچھیں۔

''پتا ہے پچھلے ایک ہفتے میں، میں نے کتنی دفعہ اپنا سیل فون نکالا، ان بکس میں جا کر چیک کرتی تھی کہ شاید کوئی ایسا میسج آیا ہو، جس کا مجھے پتا نہ چلا ہو، لیکن آپ نے تو شاید قسم کھالی تھی۔ ہے ناں۔۔۔'' ثنا ئیلہ نے بھی کھل کر گلہ کیا۔

''تم نے تو شاید ایک گھنٹے میں اپنا سیل زیادہ سے زیادہ دس دفعہ چیک کیا ہو، لیکن یہاں تو آنکھیں ہی اس اسکرین پر چپکی ہوئی تھیں۔ ہر گھنٹی پر دل دھڑ کتا تھا، ہر کال پر تمہارا گماں ہوتا تھا، آفس میں ہر وزیٹر کی اطلاع پر ایسے لگتا تھا کہ تم آئی ہو، مجھے پہلی دفعہ احساس ہوا کہ تم میرے لیے کیا ہو۔ میں نے تمہاری محبت کو خون کے ساتھ اپنی شریانوں میں گھومتا ہوا محسوس کیا ہے۔ مجھے پہلی دفعہ پتا چلا کہ میری ہر سوچ اور میرے ہر احساس پر تم قابض ہو چکی ہو۔۔۔'' موحد نے آج پہلی دفعہ کھل کر اعتراف کیا۔

''مجھے لگ رہا ہے جیسے میری سماعتیں مجھے دھوکا دے رہی ہیں۔۔۔'' دوسری جانب ثنا ئیلہ بے یقین ہوئی۔

''دھوکا تو مجھے میرے دل نے دیا ہے۔۔۔'' موحد کی بات پر وہ چونکی۔

''میں سمجھتا تھا کہ میرے دل میں وسعت نہیں، وہاں ایک محبت کے بعد دوسری کی گنجائش کبھی نکلے گی ہی نہیں، لیکن میں نے سوچا ہی نہیں تھا کہ بعض لوگوں کی محبتیں تو سیلاب کی طرح زور آور ہوتی ہیں۔ اپنا راستہ خود بناتی چلی جاتی ہیں۔۔۔'' وہ جیسے نیند کے زیر اثر بول رہا تھا

''پہلی محبت کس سے کی تھی موحد۔۔۔''؟؟؟؟ ثنائیلہ کی ساری ہی حسیں بیدار ہوئیں۔

''کیا کرو گی پوچھ کر۔۔۔'' موحد رنجیدہ ہوا۔

''بتائیں ناں۔۔۔'' ثنائیلہ نے اصرار کیا۔

''اُس محبت کے سارے نقش میں اپنے دل سے دھو چکا ہوں۔ اب دل کی سرزمین پر بس تمہاری ہی حکمرانی ہے۔ اب تم جو چاہو، سلوک کرو، میں نے ہار مان لی ہے۔۔۔'' موحد کو نہ جانے آج کیا ہو گیا تھا۔

''بتاؤ ناں موحد، میرے سے پہلے کس نے اس سرزمین پر راج کیا ہے۔۔۔'' ثنائیلہ کی سوئی وہیں اٹکی ہوئی تھی۔

''کیا تمہیں اس چیز سے کوئی فرق پڑتا ہے۔۔۔'' موحد نے بڑی روانی سے پوچھا۔

''ہرگز نہیں۔۔۔'' ثنائیلہ نے برجستہ انداز میں جواب دیا تو وہ ہنس دیا۔ ''پھر چھوڑو، اس بات کو، رات گئی، سو بات گئی۔۔۔''

''لیکن آپ نے اگر ذکر کر ہی دیا ہے تو پھر نام بتانے میں تو کوئی ہرج نہیں، میں کون سا اُسے جانتی ہونگی۔۔۔'' ثنائیلہ نے ہلکے پھلکے لہجے میں کہا۔

''تم جانتی ہو اُسے۔۔۔'' موحد کی بات نے اُسے حیران کیا تو وہ بے تاب ہوئی۔ ''کیا واقعی۔۔۔؟؟؟ کیا نام ہے اُس کا۔۔۔؟؟؟''

''ماہم منصور۔۔۔'' دوسری طرف سے فوراً ہی جواب آیا۔ ثنائیلہ کے سر پر تو گویا چھت ہی آن گری۔ اُسے لگا کہ کسی طاقت نے اس کا دل اپنی مٹھیوں میں پکڑ کر بُرے طریقے سے جکڑ لیا ہے یا پھر کسی نے اس کی سماعتوں میں گرم گرم سیسہ پگھلا کے ڈال دیا ہے۔۔۔

☆ ☆ ☆

عائشہ کو آج پارک کے اسی مخصوص کونے میں آ کر اپنا کام کرتے ہوئے تیسرا دن تھا۔ وہ پچھلے دو دن سے بے چینی سے علی کی منتظر تھی۔ اُسے اچھی طرح سے علم تھا کہ وہ صبح بلاناغہ جوگنگ کرنے کے خبط میں مبتلا ہے۔ اب یہ تو ممکن نہیں تھا کہ اپنی اس عادت سے اُس نے چھٹکارا پا لیا ہو لیکن یہ عین ممکن تھا کہ اس نے اپنا جوگنگ ٹریک بدل لیا ہو۔ وہ اس امید کے ساتھ آجکل وہاں آ رہی تھی کہ شاید اُس سے سامنا ہو جائے۔ وہ اُس سے بہت سی باتوں کو کلئیر کرنا چاہتی تھی۔

انار کے درخت کے نیچے اپنا کینوس رکھے وہ بظاہر اپنے کام میں مصروف تھی لیکن اس کی نگاہیں سامنے جوگنگ ٹریک پر جمی ہوئیں تھیں اپنا کام کرتے کرتے وہ وقتاً فوقتاً سامنے بھی نگاہ ڈال لیتی تھی۔ وہاں وہی مخصوص چہرے ہی نظر آ رہے تھے جو کئی مہینوں سے باقاعدہ اُسے نظر آتے تھے۔ ان چہروں میں وہی ایک چہرہ غائب تھا جو کبھی اُسے اکثر وہاں نظر آتا تھا۔ اُس نے رسٹ واچ پر نظر ڈالی اور بےزاری سے اپنے کام میں مگن ہو گئی۔

''کہیں اُس نے صبح کی واک اور جوگنگ چھوڑ تو نہیں دی۔'' ایک اسٹروک لگاتے ہوئے اُس نے بے اختیار سوچا۔
''شکل سے اور عادتوں سے تو وہ اتنا غیر مستقل مزاج نہیں لگتا، یار ہا بتا چکا ہے کہ اس کی کچھ عادتیں بہت پختہ ہیں، جن سے کبھی بھی وہ جان نہیں چھڑا سکتا۔'' اُسے اچانک یاد آیا۔
''مجھے رامس کو فون کر کے پوچھنا چاہیے۔۔۔'' ابھی ابھی اُس کے ذہن میں خیال آیا۔
''لیکن وہ کیا سوچے گا کہ میں کیوں اُس کے بھائی کے بارے میں پوچھ رہی ہوں۔۔۔'' دماغ نے فوراً ہی اُسے عمل درآمد کرنے سے روکا۔
''پوچھتا ہے تو پوچھتا رہے، اب وہ ہی صرف میری مدد کر سکتا ہے۔'' ایک اور سوچ نے اس کے ذہن کا احاطہ کیا۔
''ہوش کے ناخن لو عائشہ، کیا ہو گیا ہے تمہیں۔۔۔'' دماغ نے بروقت ہی اس کی کچھائی کی تو اس نے اپنا ارادہ ملتوی کر دیا۔ اچانک ہی اس کی نگاہ سفید ٹریک سوٹ میں ملبوس شخص پر پڑی۔ وہ اس کے سامنے والے ٹریک پر ہی بھاگتا آ رہا تھا۔ عائشہ کے دل کی دھڑکنوں میں ایک ارتعاش سا برپا ہوا۔ اُس کی نظریں مقناطیس کی طرح علی پر جم گئیں۔ وہ اُس سے اب چند قدموں کے فاصلے پر تھا۔
اُس نے نظر اٹھا کر علی کی طرف دیکھا۔ اسی لمحے اُس کی نظریں بھی عائشہ سے ٹکرائیں لیکن اگلے ہی لمحے عائشہ کے پاؤں زمین پر منجمد ہو گئے اور دل نے دھڑکنے سے انکار کر دیا۔ علی نے صرف ایک بھرپور نگاہ اُس پر ڈالی تھی لیکن اس ایک نگاہ میں اس قدر اجنبیت اور رکھائی تھی کہ عائشہ کو اپنے پیروں سے زمین نکلتی ہوئی محسوس ہوئی۔ وہ ایک لمحے کو ساکت ہوا تھا اور اگلے ہی لمحے وہ اور تیزی سے ٹریک پر بھاگنے لگا۔ اس کی آنکھوں میں شناسائی کا کوئی رنگ نہیں تھا اور یہی چیز عائشہ کے لیے تکلیف دہ تھی۔ وہ تکلیف کے گہرے اثر کے زیر تحت سامنے رکھے بینچ پر بیٹھ گئی۔ ہمیشہ کی طرح آنسو آج بھی آنکھ کی منڈیر پار کر کے اس کی گالوں پر پھسلنے لگے۔ اُسے وہاں بیٹھے ہوئے پندرہ منٹ ہی ہوئے تھے کہ آسمان پر موجود بادلوں نے انگڑائی لی اور اگلے ہی چند منٹوں میں جل تھل ہو گیا۔
وہ برستے آسمان کے نیچے اکیلی بیٹھی تھی۔ کینوس پر بنی اس کی اُدھوری پینٹنگ کو بارش کی بوندوں نے بالکل خراب کر دیا تھا۔ سارے رنگ آپس میں مل کے ایک بھدی سی شکل اختیار کر گئے تھے لیکن اُسے پینٹنگ کی کوئی فکر نہیں تھی جو بھدا پن اس کی اپنی زندگی میں آ گیا تھا۔ اُس کے بعد کوئی بھی چیز اُس کے لیے تکلیف دہ نہیں تھی۔ بہت وقت کے ساتھ وہ گھر تک پہنچی تھی اور آگے ماما کا پریشانی سے بُرا حال تھا۔
''کہاں چلی گئیں تھیں عائشہ، میں ایک سو ایک دفعہ تمہارے نمبر پر کال کر چکی ہوں۔۔۔'' ماما کے لہجے میں تشویش تھی۔
''ماما، میرا فون گاڑی میں پڑا تھا، اس لیے مجھے پتا نہیں چلا۔۔۔'' اُس نے بے زاری سے جواب دیا اور خود واش بیسن کی طرف بڑھ گئی۔ اس کے کپڑوں پر بارش کی بوندیں اور کیچڑ کے داغ لگے ہوئے تھے۔
''ٹھیک ہے منہ ہاتھ دھو کر کپڑے چینج کر کے آؤ، موحد کو ڈاکٹر کے پاس لے کے جانا ہے۔۔۔'' ماما کے فکرمند انداز پر وہ ٹھٹکی۔ ''کیا ہوا بھائی کو۔۔۔؟؟؟؟''
''رات سے ٹمپریچر میں جل رہا ہے، آنکھیں سرخ اور بُرا حال ہے۔۔۔'' ماما کے لہجے میں تشویش اور پریشانی کے کبھی رنگ تھے۔
''آپ نے انکل ذکی کو کال نہیں کی۔۔۔؟؟؟؟'' عائشہ نے اپنے فیملی ڈاکٹر کے بارے میں دریافت کیا۔

''کی تھی، وہ ملک سے باہر ہیں، تم یہ باتیں بعد میں کر لینا پہلے چینج کر کے آؤ۔۔۔'' ماما نے ناگواری سے اُسے ٹوکا تو وہ اپنے کمرے کی طرف چل دی۔ اگلے ہی دس منٹوں میں وہ قریبی پرائیوٹ ہسپتال میں تھی۔ موحد کی حالت واقعی خاصی خراب تھی، اُسے فوراً ہی ایمرجنسی میں داخل کیا گیا تھا۔ عائشہ کافی دیر تک ڈاکٹرز کے کہنے پر اس کے ماتھے پر ٹھنڈی پٹیاں کرتی رہی۔ اگلے تین گھنٹوں میں جا کر موحد کی حالت کچھ سنبھلی تھی۔ اس کے ساتھ ہی اُس نے گھر جانے کی ضد شروع کر دی۔ وہ اب کافی بہتر محسوس کر رہا تھا۔

''السلام علیکم۔۔۔'' وہ موحد کی وہیل چیئر لیے ریسپشن سے باہر نکل رہی تھی جب کسی نے اچانک ہی اُسے مخاطب کیا۔

''ارے سکینہ، کیسی ہو۔۔۔؟؟؟؟'' موحد کو بڑی بے ساختہ سی خوشی کا احساس ہوا۔ عائشہ بھی بڑے جوش سے سامنے وہیل چیئر پر بیٹھی لڑکی سے مل رہی تھی جس کے چہرے پر شناسائی کی جھلک تھی۔

''ابا، یہ عائشہ باجی ہیں اور یہ ان کے بھائی۔۔۔'' سکینہ نے اپنے پاس کھڑے ایک دیہاتی سے بندے سے اپنا تعارف کروایا تو اُس نے بڑے پرخلوص انداز سے موحد کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ وہ دونوں اب ایک دوسرے کا حال پوچھ رہے تھے۔

''ماما، یہ سکینہ ہے، جس کا میں اور بھائی آپ سے ذکر کرتے ہیں۔۔۔'' عائشہ کی اطلاع پر مسز رحیم نے مسکرا کر اس کا حال پوچھا۔

''میرا اسی مہینے آپریشن ہے، آپ لوگ دعا کیجئے گا۔۔۔'' سکینہ کا پُراعتماد انداز عائشہ کے ساتھ ساتھ موحد کو بھی حیران کر گیا۔

''ہاں ضرور، سکینہ آپ کو میرا گفٹ مل گیا تھا ناں۔۔۔'' عائشہ کو اچانک یاد آیا تو سکینہ بُری طرح جھینپ سی گئی۔ اُس نے فوراً اثبات میں سر ہلایا، حالانکہ اُس نے وہ تمام چیزیں اماں کے خوف سے سسٹر ماریہ کو دے دی تھیں۔

''ماما، سکینہ کی آواز ماشاء اللہ بہت اچھی ہے، بہت خوبصورت نعتیں پڑھتی ہے۔۔۔'' موحد کی اطلاع پر ماما مسکرائیں۔ وہ بارہا اس کا ذکر سن چکی تھیں۔

''ہاں یہ بھی ڈاکٹر خاور کی پیشنٹ ہیں جو میرا بھی علاج کر رہے ہیں۔۔۔'' موحد نے مزید بتایا۔

''اللہ پاک آپ کو بھی زندگی اور صحت سے نوازے۔۔۔'' اللہ دتّے کے پرخلوص انداز سے ماما ایک دم ہی متاثر ہوئیں۔

''ہاں ہاں بیٹا، جب آپ کا آپریشن ہو تو مجھے بھی بتایئے گا، میں بھی دعا کروں گی۔۔۔'' ماما کے نرم انداز نے موحد کے ساتھ ساتھ عائشہ کو بھی حیران کیا۔

''کیوں نہیں بہن جی، اللہ ایک مومن کی دوسرے مومن کے حق میں دعا ضرور سنتا ہے۔۔۔'' اللہ دتّا کمہار کا لہجہ اس کے حلیے کے بالکل برعکس تھا۔ اُس کے لہجے کا توازن اور متانت اُسے لوگوں کے ہجوم میں منفرد بناتی تھی۔

''ہم لوگ یہاں سکینہ کے کچھ ٹیسٹ کروانے آئے تھے۔ اب ہمیں اجازت۔۔۔'' انہوں نے بڑے اچھے طریقے سے ان سب سے اجازت چاہی۔ سکینہ نے دل ہی دل میں شکر ادا کیا کہ آج اُس کے ساتھ اماں نہیں تھی ورنہ ان کی موجودگی میں تو وہ عائشہ اور موحد کو مخاطب کرنے کی غلطی نہیں کر سکتی تھی۔

''آپ کے ساتھ مسئلہ کیا ہے۔۔۔؟؟؟؟'' رامس اس دن اچانک ہی ان کے گھر آ گیا اور وہ اسے لان میں بیٹھی ہوئی مل گئی۔ بلیو جینز پر وائٹ ٹی شرٹ پہنے وہ خاصا ہینڈسم دکھائی دے رہا تھا۔ عائشہ کو بے ساختہ ہی ماہم پر افسوس ہوا۔ جس نے ایک معمولی سی بات کو جواز بنا کر اچھے خاصے لڑکے کو مسترد کر دیا تھا۔

''کیوں میں نے کیا، کیا ہے۔۔۔؟؟؟؟'' عائشہ نے بڑی مشکل سے اس کے چہرے سے نظریں ہٹائیں اسے اب پتا چلا تھا کہ اس کے انداز میں ایک مانوس سی شباہت کیوں جھلکتی ہے۔ دونوں بھائیوں کی آنکھوں کا رنگ اور قد کاٹھ بالکل ایک جتنا تھا لیکن رامس اپنے بھائی کی نسبت زیادہ اسمارٹ تھا۔

''مجھے محسوس ہوا ہے کہ آپ مجھ سے چھپتی پھر رہی ہیں۔۔۔'' وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے شرارت سے بولا۔

''کیوں، میں نے کون سا تمہارا قرض دینا ہے جو تم سے بھاگتی پھروں۔۔۔'' اُس نے کپ میں موجود چائے کا آخری سپ لیا۔

''یہ تو آپ کو ہی پتا ہوگا کہ کون سا قرض دینا ہے، ویسے آپ جیسی بے مروت لڑکی میں نے آج تک نہیں دیکھی۔۔۔'' وہ سامنے والی کرسی سنبھال چکا تھا۔ عائشہ نے سوالیہ نگاہوں سے اُسے دیکھا۔

''ماما، اتنی زیادہ بیمار رہیں، ہم دونوں بھائی گھن چکر بنے رہے، آپ کو بتایا بھی تھا مگر مجال ہے کہ آپ نے ایک کال کر کے بھی پوچھا ہو۔۔۔'' اُس کے شکوے پر عائشہ ایک دم شرمندہ ہوئی

''آئی ایم سوری، یہ واقعی میری غلطی ہے۔۔۔'' اُس نے فوراً ہی اعتراف کیا۔ ''اب کیسی ہیں وہ۔۔۔؟؟؟؟''

''اب تو ماشاء اللہ کافی بہتر ہیں۔۔۔'' وہ مسکرایا۔ ''لیکن میں نے تو انہیں صاف صاف کہہ دیا ہے کہ فوراً بھائی کی شادی کریں یا پھر میرے بارے میں سوچیں، گھر کو ایک اور خاتون کی اشد ضرورت ہے۔۔۔'' اُس کی بات پر عائشہ کی دل کی دھڑکن بے ربط ہوئی۔

''چائے لو گے یا کافی۔۔۔'' عائشہ نے خود کو سنبھالتے ہوئے میزبانی کے فرائض سرانجام دیے۔

''چائے کے ساتھ ساتھ گھر میں جو کچھ بھی کھانے کو ہے، منگوا لیں، بہت بھوک لگی ہوئی ہے۔۔۔'' رامس کی بے تکلفی آج اُسے قطعاً بُری نہیں لگ رہی تھی۔ اُس نے ملازمہ کو چائے لانے کو کہا اور خود اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

''آج تو بتا دیں کہ آپ اُس دن اتنا زیادہ کیوں روئی تھیں۔۔۔'' رامس نے اُسے چھیڑا۔

''کس دن۔۔۔؟؟؟؟'' وہ بھی انجان بنی۔

''اُسی دن جب میرے گھر کے سامنے آپ نے دریا بہا دیے تھے۔۔۔'' اس کی آنکھوں میں شوخی تھی۔

''ہونہہ، کوئی فائدہ تو ہوا ناں۔۔۔'' عائشہ کے منہ بنانے پر وہ قہقہہ لگا کر ہنسا۔ ''آج ایک بات تو آپ لکھ لیں کہ آخر میں کام آپ کے میں ہی آؤں گا، اس لیے جو بھی بات ہے سچ سچ بتا دیں۔۔۔'' رامس کی شرارت پر عائشہ کا دل دھڑکا۔ اُس نے بے ساختہ ہی نظریں چرائیں۔

''مجھے چھوڑو، یہ بتاؤ کہ تم کن چکروں میں ہو آجکل۔۔۔'' عائشہ نے فوراً ہی بات بدلنے کی غرض سے پوچھا۔

''میں تو آجکل بہت اچھے، خوبصورت اور نازک سے چکر میں آیا ہوا ہوں، دعا کیجئے گا کہ پھر کہیں گھن چکر نہ بن جاؤں۔۔۔'' اُس نے

سامنے لان میں بے فکری سے گھومتے ہوئے خوبصورت مور کو دیکھا۔

''نہیں اس دفعہ انشاءاللہ ایسا نہیں ہوگا۔۔۔'' عائشہ کے چہرے پر ایک پر خلوص سی مسکراہٹ ابھری تو رامس کھلے دل سے مسکرا دیا۔

''کہاں ہوتی ہیں وہ آپ کی میڈم باوری صاحبہ۔۔۔'' رامس کا طنز اُسے فوراً ہی سمجھ آیا۔

''مجھے کوئی علم نہیں، کافی دنوں سے کوئی رابطہ ہی نہیں ہوا۔۔۔'' عائشہ نے صاف گوئی سے بتایا تو وہ جل کے بولا۔'' آجکل پھر کسی بیچارے کی شامت آئی ہوگی۔۔۔''

''اب بیچارے خود اپنی شامت کو دعوت دیں تو بندہ کیا کرے۔۔۔'' عائشہ نے ہنستے ہوئے طنز کیا۔

''بات تو سچ ہے مگر بات ہے رسوائی کی۔۔۔'' وہ اپنے کان کھجاتے ہوئے شوخی سے بولا۔

''اب خاموشی اور سکون کے ساتھ چائے پیو۔۔۔'' عائشہ نے اس کے سامنے پڑی چائے کی طرف اشارہ کیا تو وہ فوراً ہی متوجہ ہوا۔'' یہ آپ نے بہت نیک کام کیا ہے، اللہ آپ کو کوئی ہینڈسم سا شوہر دے۔۔۔''

''مجھے یہ ہینڈسم اور ڈیشنگ پرسنالٹی کا کوئی کریز نہیں، بس جو بھی ہو، بندے کا پتر ہو۔۔۔'' عائشہ کی بات پر وہ قہقہہ لگا کر ہنسا۔ اگلے ہی لمحے اس کی آنکھوں میں شرارت کے رنگ اترے۔'' ایسا شخص تو پھر دنیا میں ایک ہی ہے۔۔۔'' وہ اپنی پلیٹ میں کباب نکالتے ہوئے شوخی سے بولا۔

''وہ کون۔۔۔؟؟؟؟'' عائشہ نے دلچسپی سے پوچھا۔

''میرا بھائی۔۔۔'' وہ لاپرواہی سے کہتے ہوئے عائشہ کا سارا سکون غارت کر گیا۔ اُس نے جانچتی نگاہوں سے اپنے سامنے بیٹھے رامس کو دیکھا جو بے دھیانی میں یہ بات کر کے اب مکمل دھیان اور توجہ سے چکن رولز کھانے میں مشغول ہو گیا تھا۔

☆ ☆ ☆

وہ پرائیوٹ ہسپتال کا ایک کمرہ تھا، جہاں رامس اور علی کی والدہ کو رات سے ایڈمٹ کیا گیا تھا۔ رات ان کی طبیعت خراب ہونے کی وجہ سے انہیں یہاں لایا گیا تھا۔ دونوں بھائیوں کے چہروں پر فکر اور تشویش کے سائے نمایاں تھے۔ وہ دونوں ہی ایک بھی پل کو نہیں سو پائے۔ ماما کی دن بہ دن گرتی حالت نے ان کے ہاتھ پیر پھلا رکھے تھے۔ ان کا ہائی بلڈ پریشر اور شوگر دونوں ہی پچھلے ایک ہفتے سے کنٹرول میں نہیں آر ہے تھے۔

''ماما، پلیز اب ٹھیک ہو جائیں۔۔۔'' رامس نے انتہائی محبت بھرے انداز سے اپنی والدہ کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔

''بیٹا، یہ تو خود میرے اختیار میں نہیں۔۔۔'' وہ بمشکل بولیں۔

''علی بیٹا، تم پچھلے کچھ دن سے اتنے چپ چپ کیوں ہو۔۔۔'' انہوں نے اپنی رپورٹس کو غور سے پڑھتے ہوئے علی کو دیکھ کر فکر مندی سے پوچھا۔ اپنا بڑا بیٹا انہیں ویسے بھی بہت عزیز تھا۔

''کچھ نہیں ماما، بس آجکل کام کا کافی برڈن ہے۔۔۔'' انہوں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

''اللہ مجھے ہمت دے تو میں اپنے دونوں بچوں کے گھر اپنے ہاتھوں سے بسا جاؤں۔۔۔'' انہوں نے حسرت بھرے انداز سے اپنی خواہش کا اظہار کیا۔

''آپ بس، اب رامس کے لیے سوچیں۔۔۔'' ان کے تلخ لہجے پر رامس اور ماما دونوں ہی چونکے۔

''رامس کے لیے ہی کیوں۔۔۔؟؟؟؟'' ماما اپنی کہنیوں کے بل بمشکل اٹھ کر بیٹھیں۔ رامس نے فوراً ہی اٹھ کر انہیں سہارا دیا۔

''اس لیے کہ یہ اپنی زندگی کے لیے ٹارگٹ سیٹ کر چکا ہے۔۔۔'' انہوں نے بہت غور سے اپنے چھوٹے بھائی کا حواس باختہ چہرہ دیکھا۔ رامس کے ساتھ ان کی کبھی بھی بے تکلفی نہیں ہو پائی تھی۔ ایک تو ویسے بھی وہ ان سے پورے پانچ سال چھوٹا تھا اور کچھ وہ خود بھی فطرتاً سنجیدہ مزاج اور کم گو تھے۔

''وہ بیچارا تو تمہارے لیے ٹارگٹ سیٹ کرتا پھر رہا ہے۔۔۔'' ماما نے ہلکے پھلکے انداز میں بتایا تو وہ چونک گئے۔

''میرے لیے۔۔۔'' ان کے منہ سے بے اختیار پھسلا۔ اسی لمحے دروازہ ہلکا سا ناک ہوا۔ وہ تینوں ہی چونک گئے۔ رامس نے اٹھ کر بے اختیار دروازہ کھولا، سامنے بالکل فریش انداز سے کھڑی عائشہ کو پھولوں کے گلدستے کے ساتھ کھڑا دیکھ کر خوشگوار حیرت کا شکار ہوا۔

''ماما، عائشہ آئیں ہیں آپ کی عیادت کرنے۔۔۔'' رامس کے منہ سے نکلنے والے فقرے پر علی کو جھٹکا سا لگا جب کہ ماما کے چہرے پر ایک بے ساختہ سی مسکراہٹ پھیلی۔ وہ دانستہ طور پر کھڑکی کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو گئے۔ دل کی دھڑکنوں پر قابو پانا دشوار ہوا۔

''السلام علیکم آنٹی۔۔۔!!!'' وہ بہت محبت سے ماما سے مل رہی تھی۔

''کیسی بہن ہیں آپ میری، اب خیال آیا ہے۔۔۔'' رامس کے استحقاق بھرے لہجے سے زیادہ اُس کی بات پر علی کو کرنٹ سا لگا۔ انہوں نے بے ساختہ مڑ کر اُسے دیکھا۔ پرپل لونگ شرٹ کے ساتھ وائٹ چوڑی دار پاجامہ پہنے، دوپٹہ سلیقے سے پھیلا کر لیے وہ دل کو چھو لینے کی حد تک پیاری لگ رہی تھی۔

''آنٹی، میرے لیے ایک موحد کیا کم تھا، جواب اٹھتے بیٹھتے اس کے بھی لیکچر شروع ہو گئے ہیں۔۔۔'' اُس نے بڑی بے تکلفی سے ماما سے گلہ کیا۔

ماما اُس کی بات پر ہنسیں۔ جب کہ ان دونوں کی گفتگو علی کے دماغ پر ہتھوڑے کی طرح برس رہی تھی۔

''بھئی میں کیا کہہ سکتی ہوں، یہ تم بہن بھائیوں کا مسئلہ ہے۔۔۔'' ماما کے لہجے میں محبت، نرمی اور اپنائیت کے سبھی رنگ تھے۔

''علی، بیٹا تم عائشہ سے ملے۔۔۔؟؟؟؟'' ماما نے اچانک ہی اُسے مخاطب کیا۔ جو بالکل ہکا بکا انداز سے اُسے دیکھ رہے تھے۔ عائشہ کے چہرے پر بڑی خوبصورت مسکراہٹ تھی اور آنکھوں کی چمک اس بات کی گواہ تھی کہ وہ اس ساری سچویشن سے لطف اندوز ہو رہی ہے۔۔۔

''ماما، میں عائشہ کو پہلی دفعہ تھوڑی مل رہا ہوں، بہت عرصے سے جانتا ہوں۔۔۔'' علی کی بات نے اس دفعہ عائشہ کے چھکے اڑائے۔ اُس کے چہرے سے مسکراہٹ غائب ہوئی۔ اُسے علی کی طرف سے اس بات کی توقع ہرگز نہیں تھی۔ جب کہ ماما اور رامس نے بڑی حیرت سے ان کا چہرہ دیکھا، جو اب کھل کر مسکرا رہے تھے۔

☆ ☆ ☆

(صائمہ اکرم چوہدری کا یہ دلچسپ ناول ابھی جاری ہے، باقی واقعات اگلی قسط میں پڑھیے)

''آپ عائشہ کو کیسے جانتے ہیں۔۔۔؟؟؟؟'' رامس کے چہرے پر دنیا جہاں کی حیرانگی تھی۔ وہ علی کے چہرے پر لطف لیتی مسکراہٹ کو دیکھ کر حیران ہوا۔ جب کہ عائشہ کے چہرہ خاصا

بدحواس سا دکھائی دے رہا تھا۔ وہ خوفزدہ نگاہوں سے انہیں دیکھ رہی تھی۔۔

''یہ تو آپ عائشہ سے ہی پوچھیں۔۔۔'' اُس کی بات نے عائشہ کو بالکل ہی بوکھلا دیا۔ وہ ایک دم گڑبڑا کر بولی۔ ''آپ خود کیوں نہیں بتا دیتے۔۔۔''

''بھئی یہ آپ دونوں کون سی پہیلیاں بجھا رہے ہیں، سیدھے سیدھے بتا دیں۔۔۔'' رامس تھوڑی سی اکتاہٹ کا شکار ہوا تو علی نے مسکرا کر اُسے دیکھا۔

''ان کو کون نہیں جانتا، بہت اچھی سوشل ورکر اور بہت عمدہ مصورہ ہیں اور میں نے ان کی ایگزیبشن بھی اٹینڈ کی تھی، ویسے بھی اکثر ہیلو ہائے رہتی ہے۔۔۔'' علی کے ہلکے پھلکے انداز پر عائشہ نے سکون کا سانس لیا جب کہ رامس کے چہرے پر ہلکی سی الجھن جھلکی۔

''اگر آپ ان کو پہلے سے جانتے تھے تو اُس دن، ان سے کیوں نہیں ملے۔۔۔؟'' رامس کے سوال نے ان دونوں کے ہی چھکے چھڑائے۔

''کس دن۔۔۔؟؟؟؟'' علی نے مصنوعی حیرانگی کی انتہاء کر دی۔

''بھئی کچھ دن پہلے ہی کی تو بات ہے، جب میں اور عائشہ میڈیسن دینے گھر آئے تھے اور آپ گھر سے نکل رہے تھے۔۔۔'' رامس نے معصومیت سے انہیں یاد دلانے کی کوشش کی۔

''اچھا۔۔۔؟؟؟؟'' علی نے مصنوعی حیرت سے رامس کا الجھن بھرا چہرہ دیکھا۔ ''مجھے یاد نہیں، ہو سکتا ہے کہ میں جلدی میں ہوں۔۔۔''

''اچھا۔۔۔'' رامس نے لاپرواہی سے کندھے اچکائے لیکن اُس کے انداز سے لگ رہا تھا جیسے اُسے علی کی بات کا یقین نہ آیا ہو۔

''سچ سچ بتائیں کہ آپ واقعی علی بھائی کو جانتی تھیں۔۔۔؟؟؟'' وہ اگلے ہی دن اُس سے فون پر الجھن بھرے انداز سے پوچھ رہا تھا۔

''کیوں، تمہیں نہیں لگا کیا۔۔۔؟؟؟'' عائشہ نے الٹا اُس سے سوال کیا۔

''اصل میں بھائی کی بزی لائف میں ان چیزوں کی گنجائش نہیں نکلتی۔ اس لیے حیران ہوں۔'' رامس نے سادگی سے بتایا تو وہ جواباً ہنس پڑی۔

''کیوں تمہارے بھائی کہاں کے منسٹر لگے ہوئے ہیں۔۔۔؟؟؟'' عائشہ نے شرارت سے اُسے چھیڑا۔

''میں پریشان ہو رہا ہوں اور آپ کو مذاق کی پڑی ہوئی ہے۔۔۔'' دوسری جانب وہ تھوڑا سا ئر امنا گیا۔

''بھئی اپنے ننھے منے دماغ پر اتنا زور نہ ڈالو، مجھے تو ہزاروں لوگ جانتے ہیں اور جہاں تک تمہارے بھائی کی بات ہے تو انہوں نے مجھ سے کچھ پینٹنگس خریدیں تھیں۔'' عائشہ نے اُسے مطمئن کرنے کے لیے کچھ تفصیل سے بتایا اور دوسری جانب وہ اب ریلکس ہو چکا تھا۔

☆ ☆ ☆

''امّاں۔۔۔'' سکینہ نے سیپارہ پڑھتی امّاں کو بڑی خوفزدہ سی آواز میں پکارا۔امّاں نے چونک کر سکینہ کی طرف دیکھا جو ہراساں نگاہوں سے کھڑکی کے باہر دیکھ رہی تھی۔

''کیا ہوا سکینہ۔۔۔؟؟؟'' جمیلہ مائی نے اپنا سیپارہ بڑی عقیدت اور احترام سے بند کر کے میز پر رکھا۔۔۔

''امّاں ذرا دیکھ اس درخت کو کیا ہو گیا۔۔۔؟؟؟؟'' سکینہ کی آواز میں خوف ہی خوف تھا۔امّاں نے اس کی نظروں کے تعاقب میں باہر جھانک کر دیکھا تو ایک لمحے کو وہ بھی سناٹے میں آ گئی۔کچھ لمحے تو وہ بھی کچھ نہیں بول پائی۔

''امّاں یہ آکاس بیل کتنی زہریلی نکلی، اچھے خاصے سرسبز درخت کو کھا گئی۔دیکھ ذرا، کیسے سوکھ گیا ہے یہ دنوں میں۔۔۔'' سکینہ کے شکوے پر امّاں نے چونک کر سکینہ کی نم آنکھوں کو دیکھا۔

''پگلی، تو کیوں پریشان ہوتی ہے۔۔۔'' جمیلہ مائی کی آنکھوں میں سکینہ کے لیے ایک خاموش دلاسا تھا۔

''امّاں یہ دوسرا درخت ہے جو میرے یہاں ہوتے ہوئے بھری بہار میں ٹنڈ منڈ سا ہو گیا ہے، اب چڑیاں کہاں بیٹھیں گی۔۔۔''؟ سکینہ کے بچگانہ انداز پر جمیلہ مائی زبردستی مسکرائی۔

''پتر، چڑیوں کی فکر نہ کر، وہ اپنا ٹھکانہ کہیں نہ کہیں کر لیں گی، بھلا کسی کے مرنے یا اجڑنے پر بھی دنیا کا کاروبار رُکا ہے۔۔۔'' جمیلہ مائی کے لہجے میں کوئی ان کہا سا دکھ بولا۔

''ہاں امّاں تو ٹھیک کہتی ہے، بندوں کے مرنے پر کچھ نہیں ہوتا، یہ تو ایک درخت تھا۔۔۔'' سکینہ اداس ہوئی۔

''تو میری دھی خوش خوش رہا کر۔۔۔'' جمیلہ مائی نے اُسے فوراً نصیحت کی۔

''امّاں خوشی انسان کے اپنے اختیار میں تو نہیں یہ جو انسان کے اندر کسی سانپ کی طرح کنڈلی مار کر بیٹھا ہوا غم ہوتا ہے ناں، یہ ہر موقعے پر اپنا پھن پھیلا کر کھڑا ہو جاتا ہے۔بندہ اس کے ڈر سے کھل کر خوش بھی نہیں ہو سکتا۔'' سکینہ نے کوئی گہرا فلسفہ ہی بولا تھا جو جمیلہ مائی نے چونک کر اسے دیکھا۔

''ہاں پتر یہ غم، دکھ، فکریں اور پریشانیاں بھی آکاس بیل کی طرح ہوتی ہیں۔بندے کو چمٹ جائیں تو اُسے اندر باہر سے ایسے ہی کھوکھلا کر دیتی ہیں۔'' جمیلہ مائی نے کسی خیال میں ڈوب کر کہا تو سکینہ ایک لمحے کو چپ کر گئی۔

''کبھی کبھی تو مجھے لگتا ہے امّاں، میں بھی اسی درخت کی طرح ہوں، اور میری بیماری بھی مجھے اسی آکاس بیل کی طرح کھا جائے گی۔۔۔'' سکینہ کی بات نے جمیلہ کو دہلا کر رکھ دیا۔

''اللہ کو مان سکینہ، کیسی باتیں کرتی ہے۔۔۔'' جمیلہ مائی کی ناراضگی میں بھی پیار ہی پیار تھا۔

''امّاں، بعض باتیں اور چیزیں انسان کے دل میں وحی کی طرح اترتی ہیں۔ان کی تصدیق کے لیے انسان کو کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ان کی سچائی اور حقیقت خود بخود پانی کی طرح اپنا راستہ بنا لیتی ہے۔۔۔'' سکینہ ہنسی تو جمیلہ مائی کو اُس کی آواز میں دکھ کسی آبشار کی طرح شور مچاتا ہوا محسوس ہوا۔

''دیکھ سکینہ، اللہ سے بُرا گمان نہ رکھا کر، اُسے اپنے بندے کے منہ سے ناامیدی اور مایوسی کی باتیں اچھی نہیں لگتیں۔۔۔'' جمیلہ مائی سچ مچ خفا ہوئی۔

''پھر اللہ انسان کو ایسی آزمائش میں ڈالتا ہی کیوں ہے۔۔۔؟؟؟'' بہت دن کے بعد سکینہ نے سوال نہیں شکوہ کیا تھا۔

''دیکھ بندے کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ اپنے رب سے سوال جواب کرے۔ جس سے محبت ہو، اُس سے، کیا، کیوں اور کیسے؟ والے سوال نہیں کیے جاتے۔ خود کو بس اُس کی مرضی پر ڈال دیا جاتا ہے۔ اُس کی رحمت بندے کی آزمائش سے بہت زیادہ ہے۔ بس اللہ سے رحمت اور کرم مانگا کر۔۔۔'' جمیلہ مائی عصر کی نماز پڑھنے کے لیے کھڑی ہوئی۔

''اماں تو بہت عجیب باتیں کرتی ہے۔۔۔'' سکینہ نے بُرا سا منہ بنا کر اشفاق احمد کی کتاب اٹھا لی۔ اماں مسکراتے ہوئے واش روم کی جانب بڑھ گئی۔ اسی لمحے کمرے کا دروازہ ہلکا سا ناک کر کے ڈاکٹر خاور اندر داخل ہوئے۔

''ڈاکٹر صاحب ایسا لگتا ہے جیسے کوئی گم شدہ چیز آپ کو صحیح سلامت واپس مل گئی ہے۔۔۔'' سکینہ نے اُن کے سلام کا جواب دے کر فوراً ہی کہا۔ وہ چونکے، اپنی جگہ پر ٹھٹکے اور مسکرا دیے۔

''تمہیں کیسے لگا سکینہ۔۔۔؟؟؟؟'' وہ اسٹول کھینچ کر سکینہ کے بیڈ کے پاس بیٹھ گئے۔ ان کے ہاتھ میں سکینہ کی فائل تھی۔

''بہت دن کے بعد میں نے آپ کے چہرے پر بڑی آسودہ سی مسکراہٹ دیکھی ہے۔۔۔'' سکینہ کی بات پر وہ ہنسے۔

''مجھے لگتا ہے کہ آپ نے اپنی آنکھوں میں کوئی ایکسرے مشین فٹ کروالی ہے یا خوردبین، جو انسان کے اندر کی باتیں بھی جاننے لگی ہو۔۔۔'' انہوں نے ہلکے پھلکے انداز سے بات کو ٹالنے کی کوشش کی۔

''ڈاکٹر صاحب یہ جو محبت ہوتی ہے ناں، اس کے اندر خوردبین سے بھی زیادہ طاقت ہوتی ہے۔ ہمیں جس بندے سے محبت ہو، اُس کے اندر جھانکنے کے لیے کسی ایکسرے مشین یا خوردبین کا سہارا لینے کی بھی ضرورت نہیں۔ ایک نظر ہی آپ کو وہ سب کچھ بتا دیتی ہے جو دنیا کی کوئی جدید مشین نہیں بتا سکتی۔'' سکینہ نے اشفاق احمد کا ''منچلے کا سودا'' بند کرتے ہوئے ڈاکٹر خاور کو حیران کیا۔

''سکینہ، فرض کرو، آپ کو کسی سے محبت ہو اور اُسے آپ سے نہ ہو تو۔۔۔؟؟؟'' ڈاکٹر خاور کے سوال پر ایک بڑا گہرا تاریک سایہ سکینہ کے چہرے پر پھیلا۔

''محبت کوئی لین دین یا تجارت کا معاہدہ تو نہیں۔ جو کچھ لو اور کچھ دو کی بنیاد پر کیا جائے۔ یہ تو ایسا سودا ہے، جو نفع اور نقصان سے بے نیاز ہو کر کیا جاتا ہے۔۔۔'' سکینہ تھوڑا سا افسردہ ہوئی

''ہوں، اور اگر دونوں طرف آگ برابر لگی ہو تو۔۔۔'' ڈاکٹر خاور نے بال پوائنٹ اپنے دانتوں تلے دباتے ہوئے ایک اور سوال کیا۔

''اگر ایسا ہو تو اس سے بڑھ کر انسان کی کیا خوش قسمتی ہو سکتی ہے۔۔۔'' سکینہ زبردستی مسکرائی۔

''بس سکینہ اب آپ ان تمام فلسفوں کی دنیا سے نکل آؤ اور اپنے آپریشن کے بارے میں سوچو، جو اگلے ہفتے ہوگا۔۔۔'' ڈاکٹر خاور نے

بات ایک دم ہی پلٹ دی۔ سکینہ تھوڑی سی مایوس ہوئی۔

''ڈاکٹر صاحب ایک بات پوچھوں۔۔۔''??? سکینہ تھوڑا سا تذبذب کا شکار ہوئی۔

''ہاں ہاں ضرور۔۔۔''ڈاکٹر خاور نے اس کی حوصلہ افزائی کی تو وہ جھجک کر بولی۔'' آپ ناراض تو نہیں ہونگے۔۔۔????''

''ہرگز نہیں۔۔۔''وہ تھوڑا سا حیران ہوئے۔

''کیا مجھ جیسی لڑکی سے کسی کو محبت ہو سکتی ہے۔۔۔؟''سکینہ نے سوال نہیں کیا تھا بلکہ ڈاکٹر خاور کو ہلا کر رکھ دیا۔ وہ بھرپور انداز سے چونکے۔

''ہاں، بالکل ہو سکتی ہے۔۔۔''وہ بغیر کسی جھجک کے بولے تو اس دفعہ حیران ہونے کی باری سکینہ کی تھی۔

''کیا میری جیسی لڑکی سے آپ جیسے مرد کو محبت ہو سکتی ہے۔۔۔????''سکینہ نے اس دفعہ کمرے میں بلاسٹ ہی کیا۔

''آف کورس۔۔۔!!!''ڈاکٹر خاور نے ایک دفعہ پھر سکینہ کو حیران کیا۔

''میری بیماری کے باوجود۔۔۔????'' اُسے نہ جانے کیوں یقین نہیں آیا۔

''دیکھو محبت کے پاس ظاہری بصارت نہیں ہوتی، وہ اپنے محبوب کو ہمیشہ باطن کی آنکھ سے دیکھتی ہے۔ وہ اُسے ویسا ہی دیکھتی ہے، جیسا اُس کا دل اُسے دکھاتا ہے۔ چاہے ساری دنیا مل کر اُسے آنکھیں کیوں نہ دے دے، وہ اپنے محبوب کے معاملے میں اندھی رہنا ہی پسند کرتی ہے۔۔۔''ڈاکٹر خاور کا سحر انگیز لہجہ سکینہ کو پاگل کر رہا تھا۔

''کیا، کوئی ایسا شخص میری قسمت میں بھی ہوگا۔۔۔''سکینہ کے لہجے میں گم شدہ اعتماد لوٹ آیا جو ڈاکٹر خاور کو بہت اچھا لگا۔

''ہاں ضرور، انشاءاللہ۔۔۔''وہ جمیلہ مائی کو واش روم سے نکلتے دیکھ کر مسکرائے۔۔۔

''اماں جی سکینہ کے لیے دعا کریں، اس کے آپریشن کی ڈیٹ فائنل ہوگئی ہے۔۔۔''ڈاکٹر خاور کی بات پر سکینہ اور جمیلہ مائی دونوں ہی زبردستی مسکرائیں۔ سکینہ کی آنکھوں میں ایک ہلکا سا خوف در آیا۔

☆ ☆ ☆

''آئی ایم سوری عائشہ، میں اُس دن کچھ تلخ ہوگئی تھی۔۔۔'' ماہم اُس دن اچانک ہی ان کی طرف آنکلی۔ عائشہ پہلے تو اُسے دیکھ کر حیران ہوئی لیکن اُسے ماہم کا تلخ لہجہ اور گفتگو یاد آئی تو اُس کا دل ایک دم ہی اکتاہٹ کا شکار ہوا۔

''آؤ بیٹھو۔۔۔''اپنے لان میں بیٹھ کر چائے پیتی عائشہ نے سپاٹ لہجے میں کہا تو ماہم نے ایک لمحے میں اُس کا اجنبی سا انداز محسوس کیا۔

''ایکچوئلی یار، انصر بھائی کے گھر والوں نے پورے خاندان میں یہ بات آگ کی طرح پھیلا دی تھی۔۔۔''ماہم نے صفائی دینے کی کوشش کی۔

''دیکھو ماہم، میں اس ٹاپک پر تم سے کوئی بات کرنا نہیں چاہتی۔۔۔''عائشہ تھوڑا سا روکھے انداز میں بولی تو ماہم کو دھچکا سا لگا۔

''یار ٹرائی ٹو انڈراسٹینڈ می۔۔۔ مجھے غصہ آگیا تھا کہ تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں۔۔۔''ماہم نے ایک دفعہ پھر بولنے کی کوشش کی تو عائشہ نے ہاتھ کے اشارے سے اُسے مزید بولنے سے روک دیا۔

''غصہ صرف تمہاری میراث نہیں ہے۔ یہ ایک ایسا جن ہے جو کسی بھی لمحے کسی بھی شخص پر سوار ہو سکتا ہے۔تم میرے اس غصے والے جن کو بوتل میں بند رہنے دو، اُس کا ڈھکن کھل گیا تو تمہیں بہت مسئلہ ہوگا۔۔۔'' عائشہ کے لہجے میں اس قدر رکھائی اور اجنبیت تھی کہ ماہم کچھ لمحے تک بول ہی نہیں سکی۔

''تمہارا کلینک کیسا جا رہا ہے۔۔۔؟؟؟'' عائشہ نے دانستہ موضوع بدلا اور ماہم کو اس چیز کا فوراً ہی ادراک ہوا۔

''ٹھیک ہے۔۔۔'' وہ ابھی تک اس حملے سے سنبھل نہیں پائی۔ وہ سخت حیرت سے اپنے سامنے بیٹھی عائشہ کو دیکھ رہی تھی جس کی شخصیت کا یہ عجیب سا پہلو اُس کے سامنے آیا تھا۔

''اور ثمن آپی ٹھیک ہیں۔۔۔'' عائشہ نے آج فارمل گفتگو کرنے کے سارے ریکارڈ توڑ دیے۔

''ہاں ٹھیک ہیں، بس احیان کو مس کرتی ہیں۔۔۔'' ماہم کی بات پر ایک طنزیہ سی مسکراہٹ نے عائشہ کے چہرے کا احاطہ کیا لیکن اُس نے دانستہ اس بات پر تبصرہ کرنے سے پرہیز کیا۔

''تمہارے لیے چائے بنواؤں۔۔۔'' عائشہ کی اس بات پر ماہم کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔

''میرا خیال ہے کہ تم مجھ سے مزید بات کرنا نہیں چاہتی ہو۔۔۔'' وہ ایک جھٹکے سے کھڑی ہوئی۔

''یہ تمہارا ذاتی خیال ہے اور ضروری نہیں کہ ٹھیک بھی ہو۔۔۔'' عائشہ نے لاپرواہی سے کندھے اچکائے۔ اسی وقت ملازمہ کارڈلیس اٹھائے لان میں نمودار ہوئی۔

''عائشہ بی بی، آپ کی کال ہے کوئی رامس صاحب ہیں۔۔۔'' ملازمہ کی بات پر ماہم کے چہرے کی رنگت متغیر ہوئی۔ وہ جو جانے کے لیے پر تول رہی تھی۔ دانستہ وہیں جم کر کھڑی ہو گئی۔

''ہاں بھئی کیسے ہو رامس، ماما کیسی ہیں؟ سوری میں آج انہیں دیکھنے نہیں آ سکی۔۔۔'' عائشہ کی بات پر ماہم کی آنکھوں میں حسد اور جلن کے سارے ہی رنگ جھلکے۔

''زیادہ فضول باتیں کرنے کی ضرورت نہیں۔ اگر کوئی مسئلہ ہے تو خود آ کر لے جاؤ، میری گاڑی ورکشاپ میں ہے۔۔۔'' عائشہ نے دوسری جانب اُس کی کسی بات کے جواب میں بے تکلفی سے کہا تو ماہم کے تن بدن میں آگ سی لگ گئی۔

''تمہارے پاس تو انصر بھائی سے زیادہ بہتر آپشن موجود تھا، سوری مجھے اس کا خیال ہی نہیں آیا۔۔۔'' اُس نے جیسے ہی فون بند کیا تو ماہم کے طنز پر عائشہ نے خود کو بمشکل مشتعل ہونے سے روکا۔

''میرے پاس رامس سے بھی بہتر آپشن موجود ہے۔ جس کا تمہیں خیال بھی نہیں ہوگا۔۔۔'' عائشہ نے کھڑے ہو کر بڑے اعتماد سے ماہم کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا تو اُس کے چھکے چھوٹ گئے۔

''دھیان سے اڑنا، فضا میں بہت عقاب ہیں اور تم کسی معصوم فاختہ کی طرح ہو۔۔۔'' ماہم اب براہ راست طنز پر اتر آئی۔

''نصیحت کا بہت شکریہ، میں اپنی ہی فضاؤں میں اپنی ہی حدوں کے اندر اڑتی ہوں، اس لیے مجھے عقابوں کا کوئی خوف نہیں، تم اپنی فکر کرو کہیں پرائے آسمانوں کی تلاش میں سورج کی تپش ہی برداشت نہ کر سکو اور سارے پروں کو جلا بیٹھو۔۔۔'' عائشہ کی بات نے ماہم کو سلگا کر رکھ دیا۔

''اس کا فیصلہ تو وقت ہی کرے گا۔۔۔'' ماہم کا لہجہ عائشہ کو چیلنج کرتا ہوا محسوس ہوا۔

''اور مجھے یقین ہے کہ وہ وقت دُور نہیں۔۔۔'' عائشہ نے ایک دفعہ پھر اُسے حیران کیا۔

☆ ☆ ☆

''تجھ سے ناراض نہیں، زندگی حیران ہوں میں۔۔۔'' کمرے کی تاریکی اور خاموشی میں یہ غزل موحد کو بہت اچھی لگ رہی تھی۔ آنکھیں بند کیے وہ اپنی وہیل چیئر پر بیٹھا کسی اور ہی دنیا میں گم تھا۔ جب عائشہ دبے پاؤں اُس کے کمرے میں داخل ہوئی۔ اُس نے دروازے کے پاس ہی دیوار پر لگے سارے بٹن ایک دم ہی روشن کر دیے۔ کمرے میں روشنی کا پورا طوفان سا آ گیا تھا۔ موحد کی آنکھیں چندھیا سی گئیں۔ اُس نے بے ساختہ اپنی آنکھوں پر دونوں ہاتھ رکھ لیے۔

''بھائی آنکھوں پر ہاتھ رکھنے سے حقیقت بدل نہیں جاتی۔ زمانے کو فیس کرنا سیکھیں۔۔۔'' عائشہ نے بڑی محبت سے اُس کے دونوں کندھوں پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

''پتا نہیں کیوں، روشنیاں میری آنکھوں کو اچھی نہیں لگتیں۔۔۔'' وہ شدید قسم کی قنوطیت کا شکار لگ رہا تھا۔

''اور مجھے آپ کے چہرے پر اداسی اور رنجیدگی کی تیرگی اچھی نہیں لگتی۔۔۔'' عائشہ کے لہجے کی کھنک پر وہ تھوڑا سا حیران ہوا۔

''عاشو، بہت خوش لگ رہی ہو۔۔۔'' موحد نے آنکھیں کھول کر اپنی پیاری بہن کا پرسکون چہرہ دیکھا اور دل ہی دل میں نظر بد سے بچنے کی دعا کی۔

''خوشی کا تو پتا نہیں، لیکن بہت مطمئن ہوں میں۔۔۔'' وہ اب اُس کے سامنے آن بیٹھی۔ اُس کا چہرہ اندرونی خوشی کے احساس سے جگمگا رہا تھا۔

''مطمئن ہونا، خوش ہونے سے زیادہ قیمتی جذبہ ہوتا ہے۔ سکون ایسی دولت ہے جو کسی کسی دل کو ہی نصیب ہوتی ہے۔۔۔'' موحد نے اُس کی چمکتی آنکھوں سے بمشکل آنکھیں چرائیں۔

''انشاءاللہ، آپ کو بھی اللہ اس دولت سے مالا مال کرے گا۔۔۔'' عائشہ نے دل کی گہرائیوں سے اپنے بھائی کو دعا دی۔

''پتا نہیں۔۔۔'' وہ نہ جانے کیوں مایوسی میں گھرا ہوا تھا۔

''کیا حال ہے آپ کی ہیلن آف ٹرائے کا۔۔۔'' عائشہ نے اُسے چھیڑنے کی کوشش کی۔

''پتا نہیں، ایک ہفتے سے کوئی رابطہ نہیں۔۔۔'' موحد کے جواب پر وہ چونکی ''لیکن کیوں۔۔۔؟؟؟''

''میں نے اُسے ماہم کے بارے میں بتا دیا تھا۔ اب مجھے نہیں لگتا کہ وہ کبھی مجھ سے دوبارہ رابطہ کرے گی۔۔۔'' موحد نے اپنے دل کا بوجھ ہلکا کر ہی دیا۔

''کیا بتایا۔۔۔؟؟؟'' عائشہ کی بے تابی پر وہ افسردگی سے مسکرایا۔''یہی کہ میرے دل پر بہت عرصہ اُس نے حکمرانی کی تھی۔۔۔''

''یہ بتانا کیا ضروری تھا۔۔۔''عائشہ ناراض ہوئی۔

''اُس نے پوچھا تھا، اور میں نے جھوٹ بولنا مناسب نہیں سمجھا۔۔۔''اُس کی سادگی پر عائشہ نے بے ساختہ اپنے ماتھے پر ہاتھ مارا۔

''بھائی ہر حقیقت بتانے کے لیے نہیں ہوتی۔ کچھ چیزوں پر جب اللہ پردہ ڈال دیتا ہے تو کیا یہ ضروری ہے کہ لوگوں کو پردہ ہٹا کر دکھایا جائے۔۔۔''عائشہ نے اُسے سمجھانے کی کوشش کی تو وہ اپنے نچلے لب کو کچلنے لگا۔

''پتا نہیں کیوں، میں اُس سے جھوٹ نہیں بول سکتا۔۔۔''موحد نے کھلے دل سے اعتراف کیا۔

''اچھا، آپ اُس کا نام بتائیں اور مناسب سمجھیں تو مجھے اُس کا نمبر دیں۔۔۔''عائشہ کی فرمائش پر اُسے جھٹکا سا لگا۔۔۔''تم، کیا کرو گی۔۔؟؟؟''

''اخبار میں ''تلاش گمشدہ'' کا اشتہار دوں گی۔۔۔''وہ ہلکا سا جھنجھلائی۔ ''بھئی اُس سے بات کروں گی، اور کیا کروں گی۔۔۔''اُس نے موحد کی سوالیہ نگاہوں سے گھبرا کر فوراً وضاحت دی۔

''میرے لیے خوشیوں کی بھیک مانگو گی۔۔۔''وہ تلخ ہوا۔

''کیوں، آپ کوئی لولے لنگڑے ہیں جو آپ کے لیے بھیک مانگوں گی۔۔۔''عائشہ اپنی روانی میں خاصا غلط بول گئی لیکن موحد کا تاریک چہرہ دیکھتے ہی اُسے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔

''آئی ایم سوری بھائی۔۔۔''اُس نے شرمندگی سے سر جھکایا۔

''کوئی بات نہیں، سچ منہ سے نکل ہی جاتا ہے، تمہیں شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں۔۔۔''موحد کا سپاٹ لہجہ عائشہ کو دکھی کر گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی، موحد اپنی وہیل چیئر کے پہیوں پر تیز تیز ہاتھ مارتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔ عائشہ کو لگا جیسے اُس کی ٹانگوں سے جان نکل گئی ہو۔

☆ ☆ ☆

''ہوں۔۔۔ بات تو آپ نے واقعی غلط کی، اور بہت ہی زیادہ غلط کی۔۔۔''وہ رامس کو اپنا سارا دکھڑا سنا کر چپ ہوئی تو فون کی دوسری جانب سے رامس نے فوراً ہی اُسے مزید شرمندہ کیا

''اب کیا کروں۔۔۔؟؟؟''اُس کی معصومیت پر رامس کو ہنسی آگئی اور دوسری جانب موجود عائشہ کو اُس کی ہنسی کی آواز نے تپا دیا۔

''میری جان پر بنی ہوئی ہے اور تم ہنس رہے ہو۔۔۔''وہ باقاعدہ جل کر گویا ہوئی۔

''آپ بات ہی ہنسنے والی کر رہی ہیں، بھئی سیدھی سی بات ہے کہ جب کوئی غلطی ہو جائے تو اُس پر ایکسکیوز کر لینا چاہیے۔۔۔''رامس نے مسکراتے ہوئے اُسے مشورہ دیا جو عائشہ کو بالکل بھی پسند نہیں آیا۔

''تمہارا کیا خیال ہے کہ میں نے سوری نہیں کیا ہوگا۔۔۔''اُس نے طنزاً پوچھا۔

''جی ضرور کیا ہوگا۔۔۔'' رامس مسکرایا۔''لیکن اس انداز سے کیا ہوگا کہ اگلا بندہ مزید دکھی ہو گیا ہو گا۔۔۔'' وہ رامس کے درست اندازے پر حیران ہوئی۔

''تمھیں کس نے بتایا۔۔۔؟؟؟'' اُس کی حیرت پر وہ اب قہقہہ لگا کر ہنسا۔

''اچھا، اب ایسا کریں کہ جس مسئلے کی وجہ سے موحد بھائی پریشان ہیں، وہ حل کر دیں۔۔۔'' رامس نے اُسے ایک نئی راہ دکھائی۔

''کیا مطلب۔۔۔؟؟؟''

''بھئی مطلب یہ کہ اُس لڑکی کو فون کریں یا اُس سے جا کر مل لیں۔۔۔'' رامس نے مشورہ دیا۔

''ماشاء اللہ، بہت عقلمند واقع ہوئے ہیں آپ۔۔۔'' عائشہ کے لہجے میں طنز کی آمیزش شامل ہوئی۔

''وہ کیسے بھئی۔۔۔؟؟؟'' اُس نے شرارت بھرے انداز سے پوچھا۔

''اُس لڑکی کا فون نمبر مانگنے کی وجہ سے تو ساری گڑبڑ ہوئی ہے۔۔۔'' عائشہ نے اُسے یاد دلایا۔

''اوہ۔۔۔'' وہ چونکا کچھ سیکنڈ کے توقف کے بعد بولا۔''فون نمبر تلاش کرنا تو کوئی مسئلہ نہیں۔۔۔''

''وہ کیسے۔۔۔؟؟؟'' عائشہ نے عجلت بھرے انداز میں پوچھا۔

''یہ بتاؤ کہ موحد بھائی کے فون کا بل کہاں آتا ہے، گھر پر یا آفس کے ایڈریس پر۔۔۔؟؟؟'' رامس کے سوال پر وہ حیران ہوئی۔

''گھر پر۔۔۔'' عائشہ نے مختصراً بتایا۔

''بس پھر تو سارا ہی مسئلہ حل ہو گیا۔ ان کے پچھلے مہینے کے بل کو چیک کرو، جس نمبر پر سب سے زیادہ اور سب سے لمبی کالز ہوئی ہونگی، وہ اُسی لڑکی کا نمبر ہوگا۔'' رامس نے چٹکی بجا کر اُس کا سارا ہی مسئلہ حل کر دیا۔

''اوہ مائی گاڈ تم کتنے چالاک ہو رامس۔۔۔'' عائشہ ایک دم ہلکی پھلکی ہوئی۔

''دیکھ لو، پھر بھی آپ کی دوست کے ہاتھوں دھوکا کھا گیا۔۔۔'' اُس نے استہزائیہ انداز سے اپنا مذاق اڑایا جو عائشہ کو بالکل اچھا نہیں لگا۔

''اُس کی تو تم بات ہی نہ کرو، ہم سب مل کر بھی ماہم کے دماغ کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔۔۔'' عائشہ نے ہنستے ہوئے کہا۔

''خیر اب ایسی بھی بات نہیں، اونٹ کبھی نہ کبھی تو پہاڑ کے نیچے آئے گا ناں۔۔۔'' رامس کا لہجہ خاصا معنی خیز تھا۔ عائشہ تھوڑا سا الجھی۔

''دفع کرو، ہمیں کیا ضرورت ہے، بس اللہ سب کو ہدایت دے۔۔۔'' عائشہ کی بات پر وہ مسکرایا۔

''آپ بہت اچھی فطرت کی حامل ہیں لیکن افسوس کہ آپ جیسے لوگ بہت کم ہوتے ہیں۔'' رامس نے کھلے دل سے اعتراف کیا۔

''پتا نہیں۔۔۔'' عائشہ نے لاپرواہی سے کہا۔''میں بس ہر چیز کے لیے اپنے اللہ کے اور اپنے ضمیر کے آگے جواب دہ ہوں۔ دوسرے کیا ہیں اور کیوں ہیں؟ میں ان باتوں پر اپنا وقت ضائع نہیں کرتی۔''

''بہت اچھا کرتی ہیں ورنہ ہم میں سے اسّی فیصد لوگ اپنی ذات کی بجائے دوسروں کی ٹوہ میں لگے رہتے ہیں۔ اسی سے معاشرے میں

بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔'' رامس سنجیدہ ہوا تو وہ سر ہلا کر رہ گئی۔

''تمہارے بھائی کا کیا حال ہے۔۔۔'' عائشہ نے کچھ جھجک کر پوچھا۔

''بھائی اپنی جاب میں بہت زیادہ بزی ہیں، آجکل کم کم ہی ملاقات ہوتی ہے۔۔۔'' رامس نے سادگی سے بتایا تو اُس نے فوراً پوچھا۔

''کیا جاب کرتے ہیں تمہارے بھائی۔۔۔؟''

''کیا مطلب۔۔۔؟؟؟'' رامس ٹھٹکا ''انہوں نے آپ کو نہیں بتایا۔۔۔؟؟؟''

''نہیں، میں نے اُن سے کبھی نہیں پوچھا۔۔۔'' عائشہ کی سادگی نے رامس کو کافی زیادہ حیران کیا۔

''مائی گاڈ کیسی لڑکی ہیں آپ۔۔۔'' وہ خوشگوار انداز میں ہنسا تو دوسری جاب عائشہ چڑ سی گئی۔ ''بھئی ایسی ہی ہوں۔۔۔'' وہ اُس کے جل کر بولنے پر بے اختیار ہنسا اور ہنستا ہی چلا گیا۔

☆ ☆ ☆

''سکینہ، آخر تم مجھے غلط کیوں سمجھتی ہو۔۔۔'' آنکھوں میں ڈھیروں سارا سُرمہ اور تیل سے چپڑے ہوئے بالوں کے ساتھ جاجی، پچھلے ایک گھنٹے سے سکینہ کی برداشت کا امتحان لے رہا تھا۔ اللہ دتا کمہار، جمیلہ مائی کے ساتھ ڈاکٹرز کی ایک میٹنگ میں گیا ہوا تھا۔

''میں تمہیں نہ درست اور نہ ہی غلط بلکہ کچھ بھی نہیں سمجھتی۔۔۔'' سکینہ نے چڑ کر جواب دیا۔

''تجھے میری محبت کا اعتبار کیوں نہیں آتا۔۔۔'' جاجی کے سوال نے اُسے سلگا کر رکھ دیا۔

''میں نے تیری محبت کا کیا اچار ڈالنا ہے۔۔۔'' وہ ایک دم مشتعل ہوئی۔

''اچھا، پھر کس کی محبت کا اچار ڈالے گی۔۔۔'' جاجی نے بھی آج ڈھٹائی کے سارے ریکارڈ توڑ دیے۔ اُس کے سوال پر سکینہ ایک دم ہکا بکا ہوئی۔

''تجھے کیا تکلیف ہے، میں جو بھی کروں۔۔۔'' سکینہ نے اماں کی غیر موجودگی کا بھرپور فائدہ اٹھایا۔ جاجی کا چہرہ ایک دم تاریک سا ہو گیا۔

''دیکھ سکینہ محبت اپنے ہان کے لوگوں میں اچھی رہتی ہے۔ اپنے سے اونچا دیکھے گی تو گردن اکڑ جائے گی۔۔۔'' جاجی کے ذومعنی انداز نے سکینہ کو ایک لمحے کو چپ کروا دیا۔ اُسے پہلی دفعہ احساس ہوا کہ وہ اتنا بھی بے خبر نہیں جتنا بے خبر وہ اُسے سمجھتی ہے۔

''دیکھ جاجی میری گردن اکڑے یا ٹوٹے، تجھے کوئی مسئلہ نہیں ہونا چاہیے۔۔۔'' سکینہ نے نظریں چراتے ہوئے تلخ لہجے میں کہا۔

''مجھے ہی تو سارا مسئلہ ہوگا۔۔۔'' جاجی کا لہجہ محبت اور افسردگی کے شیرینی میں ڈوبا ہوا تھا۔

''مجھے تیرے مسئلوں سے کوئی سروکار نہیں۔۔۔'' سکینہ نے بے رخی سے کہتے ہوئے اپنا رخ موڑ لیا وہ اب لان میں پھیلی دھوپ کو دیکھنے لگی۔ چمکیلی دھوپ نے سارے پودوں کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔

''دیکھ سکینہ، تو جتنی بھی میرے ساتھ بے رخی برت لے، لیکن یاد رکھنا کہ زندگی میں جب بھی تو کوئی قدم اٹھائے گی، مجھے اپنے پیچھے پائے گی۔۔۔' جاجی کا پُر اعتماد انداز سکینہ کو سخت بُرا لگ رہا تھا اُس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ جاجی کو مکھی بنا کر سامنے دیوار پر چپکا دے۔

''یہ دیکھ، جان چھوڑ میری۔۔۔'' سکینہ نے باقاعدہ اُس کے آگے ہاتھ جوڑے تو جاجی کا چہرہ پھیکا پڑ گیا۔ اندر داخل ہوتے ڈاکٹر خاور نے یہ آخری منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ وہ استعجابیہ نگاہوں سے دونوں کو دیکھنے لگے۔ جاجی تو ہڑبڑا کر کھڑا ہوا اور کمرے سے نکل گیا جب کہ سکینہ کا چہرہ زبردستی مسکرانے کی کوشش میں عجیب سا تاثر دینے لگا۔

''جو لوگ ہم سے محبت کرتے ہوں، ان کی قدر کرتے ہیں سکینہ۔۔۔'' نہ جانے کیوں ڈاکٹر خاور کے منہ سے نکلنے والے یہ الفاظ سکینہ کے دل پر کسی اینٹ کی طرح لگے۔

''پھر آپ میری قدر کیوں نہیں کرتے۔۔۔؟؟؟'' اُس نے بے باکی سے ڈاکٹر خاور کی طرف دیکھا جو اپنی جگہ پر ساکت رہ گئے۔ الجھن بھری نگاہوں سے سکینہ کو دیکھتے ہوئے انہوں نے خود کو بڑی جلدی سنبھالا۔

''یہ بتائیں کہ میں نے کبھی، آپ سے اس لہجے میں بات کی، جس لہجے میں آپ اعجاز سے کرتی ہیں۔'' ڈاکٹر خاور کی بات پر سکینہ پر گھڑوں پانی پڑ گیا۔ وہ خفت زدہ انداز سے اپنے لبوں کو کچلنے لگی۔ وہ بُرے طریقے سے لاجواب ہو چکی تھی۔

''وہ مجھے اچھا نہیں لگتا۔۔۔'' اپنے ہاتھوں کو مسلتے ہوئے اُس نے بیگانہ سے انداز میں کہا۔ کسی نرس کے ساتھ ڈاکٹر زویا نے اسی لمحے کمرے میں انٹری دی۔

''لیکن مجھے تو آپ اچھی لگتی ہیں۔۔۔'' ڈاکٹر خاور کا یہ جملہ ڈاکٹر زویا کے تن بدن میں آگ سا لگا گیا۔ انہوں نے دروازے کو ہلکا سا ناک کر کے اپنی موجودگی سے باخبر کیا۔ دونوں بے اختیار چونکے۔

''میرا خیال ہے کہ میں نے خاصے غلط ٹائم پر انٹری دے دی ہے۔۔۔'' ڈاکٹر زویا کے لہجے میں ہی نہیں آنکھوں میں سے بھی شعلے نکلے۔

''آپ اکثر ہی غلط ٹائم پر انٹری دیتی ہیں اور بدقسمتی کی بات یہ ہے کہ آپ کو خود کافی دیر کے بعد پتا چلتا ہے۔۔۔'' ڈاکٹر خاور اپنی بات کہہ کر رکے نہیں اور کمرے سے نکل گئے۔ ڈاکٹر زویا کو یوں لگا جیسے ان کی قوت گویائی سلب ہو کر رہ گئی ہو۔

☆ ☆ ☆

''تھینکس گاڈ، امی کی طبیعت ٹھیک ہوئی اور ڈاکٹرز نے ان کو گھر شفٹ کرنے کا کہہ دیا۔۔۔'' ثنائیلہ نے اپنے بیڈ کی چادر ٹھیک کرتے ہوئے نابیہ سے کہا۔

''ہاں یار، ان کی بیماری نے تو واقعی ہاتھ پیر پھلا کر رکھ دیے تھے۔۔۔'' نابیہ نے اپنے کندھوں کو دباتے ہوئے جواب دیا۔

''تھینک یو نابیہ۔۔۔'' ثنائیلہ بیڈ کی چادر درست کر کے اُس پر بیٹھ گئی۔ اب وہ بہت ممنون نگاہوں سے نابیہ کی طرف دیکھ رہی تھی۔

''اگر مزید کوئی بکواس کی تو یہ بیگ گھما کر تمہارے سر پر دے ماروں گی۔۔۔'' نابیہ نے کھا جانے والی نگاہوں سے ثنائیلہ کو دیکھا۔

''قسم سے تمہارا، بہت آسرا ہے مجھے، کاش میرا کمینہ بھائی بے وفائی نہ کرتا۔۔۔'' ثنائیلہ کے لہجے میں حسرتوں کا ایک جہان آباد تھا۔

''تھینکس گاڈ، تمہارے خودغرض اور لالچی بھائی سے میری جان چھوٹ گئی، ورنہ تمہارا ہینڈسم کزن کیسے میری زندگی میں آتا۔۔۔'' نابیہ نے اپنے ٹانگیں بے تکلفی سے میز پر رکھتے ہوئے ثنائیلہ کو چھیڑا۔

''ہاں، کہہ تو تم ٹھیک رہی ہو، لیکن یار تم اُس کی خودغرضی کی انتہاء دیکھو کہ پورے ایک ہفتے میں صرف ایک کال کی اور اُس میں بھی اپنی غربت کے رونے، رونے شروع کر دیے اُس نے۔'' ثنائیلہ کو اپنا ایک اور دُکھ یاد آیا۔

''مٹی ڈالو، اُس پر، یہ بتاؤ کہ تمہارے ہیرو کا کوئی فون آیا۔۔۔'' نابیہ نے موضوع تبدیل کرنے کی غرض سے پوچھا۔

''نہیں یار۔۔۔'' ثنائیلہ افسردہ ہوئی۔ ''وہ سمجھ رہا ہوگا کہ میں اُس سے خفا ہوں۔۔۔'' ثنائیلہ کو اپنی آخری گفتگو تمام تر جزئیات کے ساتھ یاد آئی۔

''ویسے نابیہ، سوچنے کی بات ہے کہ ماہم منصور نے آخر اُس کے ساتھ ایسا کیا، کیا تھا جو وہ اتنا اُس سے بدظن ہو گیا۔۔۔'' ثنائیلہ نے مزید کہا۔

''ہو سکتا ہے کہ ماہم کا قصور اتنا نہ ہو۔۔۔'' نابیہ نے ایک نکتہ نکالا۔

''جتنا، میں اُسے جانتی ہوں، میں مان ہی نہیں سکتی کہ وہ کسی کے ساتھ کچھ بُرا کر سکتا ہے۔'' ثنائیلہ کے لہجے میں موحد کے لیے اندھا اعتبار تھا۔

''واہ جی واہ۔صدقے جاؤں تمہارے اس اندھے اعتقاد پر۔۔۔'' نابیہ نے ہنستے ہوئے اُس کا مذاق اڑایا۔

''زیادہ فضول بولنے کی ضرورت نہیں ،میرے کزن کو کچھ غیرت دلاؤ کہ اُس کی پھپھو اتنی بیمار رہی ہیں وہ اب تو انہیں دیکھنے آ جائے۔۔۔''ثنائیلہ کو اچانک یاد آیا۔

''یار،اُس کی اپنی والدہ ایک ہفتے سے ہوسپٹل میں ایڈمٹ ہیں ،میں نے تمہیں اس لیے نہیں بتایا کہ کہیں تم پریشان نہ ہو جاؤ'' نابیہ کی بات پر وہ حیران ہوئی۔

''ممانی جان بیمار ہیں۔۔۔؟؟؟''ثنائیلہ ایک دم فکر مند ہوئی۔ ''ماموں پاکستان واپس آ گئے۔۔۔''اُسے یاد آیا تو فوراً پوچھ لیا۔

''نہیں۔۔۔''نابیہ نے آہستگی سے کہتے ہوئے نظریں چرائیں تو ثنائیلہ چونک سی گئی۔

''ادھر دیکھو میری طرف نابیہ،تم مجھ سے کیا چھپا رہی ہو۔۔۔''ثنائیلہ کی چھٹی حس نے اُسے بروقت چوکنا کیا۔

''یار میرے پاس،تمہارے لیے اس حوالے سے کوئی اچھی خبر نہیں۔۔۔''نابیہ کی بات پر اُس کا دل بے ہنگم طریقے سے دھڑکا۔

''کیا مطلب ہے تمہارا۔۔۔؟؟؟''ثنائیلہ نے بے تابی سے پوچھا۔

''بات کچھ یوں ہے کہ۔۔۔''نابیہ حد درجہ تذبذب کا شکار ہوئی۔

''بولو ناں۔۔۔''ثنائیلہ تھوڑا سا بلند آواز میں چیخی۔۔۔

''یار تمہارے ماموں کا آج سے دو سال پہلے انگلینڈ میں انتقال ہو چکا ہے۔۔۔''نابیہ نے اُس کے سر پر بم ہی تو پھوڑا تھا۔وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے اُسے دیکھتی رہ گئی۔اُسے یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ ایسا بھی کچھ ہو سکتا ہے۔۔۔

☆ ☆ ☆

وہ آج ایک دفعہ پھر اپنے کینوس اور رنگوں کے ساتھ پارک میں موجود تھی۔بہت عرصے کے بعد اُس کا دل چاہا تھا کہ وہ کوئی خاص چیز پینٹ کرے۔آج وہ اپنے وقت سے بہت پہلے ہی اپنی مقررہ جگہ پر آ پہنچی تھی۔یہی وجہ تھی کہ جب تک وہ جوگنگ ٹریک پر آیا۔عائشہ اپنا اتنی فیصد کام نبٹا چکی تھی۔ایک بہت خوبصورت پینٹنگ اپنے آخری مراحل میں تھی جب عائشہ کو اپنی پشت پر دو گہری نظروں کا حصار محسوس ہوا۔اُس نے بے اختیار مڑ کر دیکھا۔سامنے سنگ مرمر کے بینچ پر وہ لاپرواہی سے بیٹھا ہوا تھا پر اُس کی توصیفی نگاہیں کینوس پر جمی ہوئیں تھیں۔عائشہ کا دل ایک دم ہی بغاوت پر اُتر آیا۔وہ اسٹروک لگانا بھول گئی۔

''اوں ہوں۔۔۔''اُس کے منہ سے نکلنے والی آواز پر عائشہ کا ہاتھ کانپا۔اُس نے پیچھے مڑ کر اُسے گھور کر دیکھا۔

''غلط جگہ پر اسٹروک لگا رہی ہیں آپ۔۔۔'' وہ لاپرواہی سے کہتے ہوئے سامنے درخت پر بیٹھی کوئل کو دیکھنے لگا جس کی آواز صبح کے سناٹے میں بہت دلفریب لگ رہی تھی۔

''میری پینٹنگ ہے،میں جیسے بھی بناؤں۔۔۔''عائشہ نے خود کو سنبھالتے ہوئے دانستہ ہلکا پھلکا لہجہ اختیار کیا۔

''آپ عادتاً اپنی چیزوں کو خراب کرتی ہیں یا فطرتاً ایسی ہیں۔۔۔'' وہ اُس کے بالکل قریب آ کر اپنے دونوں بازو سینے پر باندھ کر بڑے گہرے لہجے میں گویا ہوا۔ عائشہ کے لیے اپنے دل کی دھڑکنوں پر قابو پانا دشوار ہو گیا۔

''میں خود سے ایسے نہیں کرتی، چیزیں خود بخود مجھ سے خراب ہو جاتی ہیں۔۔۔'' اُس کے سادہ انداز پر علی نے اپنے چہرے پر آنے والی مسکراہٹ کو بمشکل چھپایا۔

''پھر تو یہ بہت خطرناک چیز ہے۔ کیا آپ اپنے ریلیشنز کے معاملے میں بھی ایسی ہی ہیں۔۔۔'' علی کا اجنبیت سے لبریز لہجہ عائشہ کی جان نکال رہا تھا۔

''آپ کہنا کیا چاہتے ہیں۔۔۔'' وہ ایک دم مڑی تو عین اپنے پیچھے کھڑے علی کے سفید ٹریک سوٹ سے اُس کا برش ٹکرا گیا۔ سفید شرٹ پر رنگوں کی ایک لائن سی بنتی گئی۔ عائشہ ایک دم بوکھلا کر اپنے دوپٹے سے اُس کی شرٹ کو صاف کرنے لگی تو علی نے فوراً ہی اُس کی کلائی پکڑ لی۔

''پہلے دوسروں کی چیزیں خراب کرتی ہیں اور اُس کے بعد بوکھلاہٹ میں اپنا نقصان کر بیٹھتی ہیں۔۔۔'' علی نے اُس کے بازو کو پکڑتے ہوئے بڑے سحر انگیز لہجے میں کہا۔ اُس کی آنکھوں سے نکلنے والے محبت کے شرارے عائشہ کے سارے وجود کو اپنی لپیٹ میں لے رہے تھے۔ اُسے لگ رہا تھا جیسے ساری دنیا ایک ہی تال پر محو رقص ہو۔ پلکوں پر ڈھیروں بوجھ آن پڑا۔ اُس کے لیے نظر اٹھا کر اپنے سامنے کھڑے دشمن جاں کو دیکھنا محال ہو گیا تھا۔

''میرا بازو تو چھوڑیں۔۔۔'' عائشہ کے ہاتھ سے برش چھوٹ کر زمین پر جا گرا۔

''یہ ہاتھ چھوڑنے کے لیے تو نہیں پکڑا۔۔۔'' علی کا لہجہ عائشہ کے چھکے چھڑا رہا تھا۔ اُس نے پلکیں اٹھا کر اُسے دیکھا جس کی آنکھوں میں محبت اور شرارت کے بڑے انوکھے رنگ تھے۔

''میں آپ سے خفا تھا، آپ نے مجھے منایا کیوں نہیں۔۔۔'' اُس نے بڑے استحقاق سے اُس کی آنکھوں میں جھانکا۔ عائشہ گڑبڑا گئی۔

''پلیز میرا ہاتھ چھوڑیں۔۔۔'' عائشہ کی آنکھیں نم ہوئیں تو علی نے فوراً ہی اُس کا ہاتھ نرمی سے چھوڑ دیا۔ وہ گھبرا کر اُس سے چند قدم دُور ہو کر کھڑی ہو گئی۔ اُس کے رخساروں پر انار سے پھوٹتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔

''جن لوگوں سے محبت ہو، ان کے ساتھ ایسے کرتے ہیں بھلا۔۔۔؟؟؟'' علی نے گھمبیر لہجے میں کہا۔

''ہاں، آپ نے بھی تو ٹھیکہ اٹھا رکھا تھا، سارے شہر کی لڑکیوں کے ساتھ گھومنے کا۔۔۔'' وہ جل کر بولی تو علی کا بے باک قہقہہ فضاؤں میں پھیل گیا۔

''کیوں جیلسی محسوس ہو رہی تھی کیا۔۔۔'' وہ ایک دم آگے بڑھ آیا۔

''مجھے کیا ضرورت پڑی ہے جلنے کی۔۔۔'' وہ دانستہ رُخ موڑ کر کھڑی ہو گئی۔

''اچھا۔۔۔ واقعی۔۔۔؟؟؟؟'' وہ اب دوسری جانب سے اُس کے سامنے آن کھڑا ہوا۔ عائشہ سٹپٹا سی گئی۔

''یس، ہنڈرڈ پرسنٹ۔۔۔'' عائشہ نے دانستہ لاپرواہانہ انداز اپنایا۔

''ہوں۔۔۔چلو دیکھتے ہیں۔۔۔'' اُس نے کندھے اچکائے۔''اچھا، یہ بتائیں کہ آپ کے جو آجکل ڈھیروں ڈھیر پرپوزل آئے ہوئے تھے۔ان میں سے کوئی فائنل ہوا۔'' علی کی بات نے عائشہ کو چونکا دیا۔

''آپ کو کس نے کہا۔۔۔؟؟؟'' عائشہ بے اختیار چونکی۔

''آپ کی بیسٹ فرینڈ ماہم نے۔۔۔'' اُس کا شوخی سے لبریز انداز عائشہ کو سلگا گیا۔

''اور آپ نے ماہم کو پرپوز کر دیا، میں نے تو آپ سے کچھ نہیں کہا۔۔۔'' عائشہ کی خفگی پر وہ مسکرایا۔

''میں اپنے ہوش وحواس میں تو آپ کی دوست کو پرپوز نہیں کر سکتا جب کہ بے ہوشی کی کیفیت میں کچھ کہہ دیا ہو تو مجھے یاد نہیں۔۔۔'' وہ سراسر عائشہ کا مذاق اڑا رہا تھا۔ جسے محسوس کر کے اُس کا منہ بن گیا۔

''آپ کی خاطر کئی گھنٹے، آپ کی دوست کو برداشت کرنا پڑا، اوپر سے وہ ہر ملاقات میں آپ کے کسی نہ کسی پرپوزل کی داستان سنا کر میرا دل زخمی کر دیتی تھیں۔'' علی کی بات پر وہ زبردست انداز میں چونکی لیکن دانستہ خاموش رہی۔ ناراضگی کے بادل چھٹ چکے تھے۔ آج بہت عرصے کے بعد دونوں کو اس خوبصورت صبح میں دلکشی کے سارے رنگ دکھائی دیے تھے کچھ ہی دیر کے بعد دونوں آپس میں اس طرح محوِ گفتگو تھے جیسے درمیان کا عرصہ بیچ میں آیا ہی نہ ہو۔

☆ ☆ ☆

''پتا ہے ڈاکٹر صاحب جب میں ٹھیک ہو جاؤں گی تو بہت سا پیسہ کماؤں گی۔۔۔'' سکینہ کی بات نے ڈاکٹر خاور کو خوب حیران کیا۔ وہ آج سکینہ کو دیکھ کر پھر لان کی طرف آ گئے تھے۔ انہیں دیکھ کر سسٹر ماریہ فوراً ہی اٹھ کر چلی گئیں۔ سکینہ کو احساس ہوا کہ آجکل ڈاکٹر خاور اُس کو زیادہ سے زیادہ ٹائم دے رہے ہیں۔

''ڈھیر سارا پیسہ لے کر کیا کریں گی۔۔۔؟؟؟'' ڈاکٹر خاور سامنے درختوں کے جھنڈ سے ایک سفید رنگ کا پھول توڑ کر لے آئے۔

''میں اُس پیسے سے معذور بچوں کے لیے ایک ادارہ بناؤں گی، ان میں ایسے بچوں کو رکھوں گی جن کے والدین کے پاس ان کے علاج کے لیے پیسہ نہیں ہوگا۔'' سکینہ آجکل انہیں قدم قدم پر چونکا رہی تھی۔

''اور میں اُس ادارے کے بچوں کا مفت علاج کروں گا۔۔۔'' ڈاکٹر خاور کے منہ سے نکلنے والی بے ساختہ بات نے سکینہ کا ڈھیروں خون بڑھا دیا۔

''وعدہ۔۔۔؟؟؟'' وہ بالکل بچوں کے سے انداز میں خوش ہوئی۔

''پکا وعدہ۔۔۔'' ڈاکٹر خاور نے پھول اُس کی جانب بڑھاتے ہوئے اُسے یقین دلایا۔

''پتا ہے ڈاکٹر خاور آجکل مجھے زندگی بہت خوبصورت لگنے لگی ہے۔۔۔'' سکینہ نے مسکراتے ہوئے پھول پکڑا تو انہوں نے سوالیہ نگاہوں سے اُس کی طرف دیکھا۔

''لیکن اس کے ساتھ ساتھ ایک عجیب سا دھڑکا بھی میرے دل کو لگا رہتا ہے۔۔۔'' اُس کی آنکھوں میں ہلکا سا خوف در آیا۔

''بہت بُری بات ہے سکینہ، دو دن بعد تمہاری سرجری ہے اور تم ایسی باتیں کر رہی ہو۔۔۔'' ڈاکٹر خاور نے بے تکلفی سے اُسے ڈانٹا۔

''سوری۔۔۔'' وہ خفت زدہ انداز میں بولی۔

''دیکھو سکینہ، اپنے آپ کو دونوں قسم کے حالات کے لیے تیار رکھو۔ اگر تو تمہارا آپریشن کامیاب ہو گیا تو یقیناً اس سے زیادہ اچھی بات کوئی نہیں ہو سکتی، لیکن آج مجھ سے یہ بھی وعدہ کرو کہ خدانخواستہ ایسا نہ ہوا تو تم اپنے والدین اور خود کو پریشان نہیں کرو گی۔۔۔'' ڈاکٹر خاور نے اُسے ذہنی طور پر ہر قسم کے حالات کے لیے تیار کرنا چاہا۔

''مجھے معلوم ہے ڈاکٹر صاحب۔۔۔'' وہ زبردستی مسکرائی۔

''اچھا یہ بتاؤ، کہ اگر تم ٹھیک نہ ہوئیں تو کیا کرو گی۔۔۔؟؟؟'' ڈاکٹر خاور نے ایک اور پھول اُس کی جانب بڑھاتے ہوئے پوچھا۔

''کچھ نہیں، میں تب بھی اپنی زندگی کے لیے کوئی نیا لائحہ عمل بناؤں گی۔ میرا یقین کریں ڈاکٹر صاحب مجھے آپ سے کوئی شکایت نہیں ہوگی۔۔۔'' اُس کی بات پر ڈاکٹر خاور کے دل کو کچھ تسلی ہوئی۔

''دیکھو سکینہ ایک مسیحا کی حیثیت سے میرے ہاتھ میں جو کچھ ہوا، میں کروں گا لیکن اس قسم کے کیسز میں کامیابی کا تناسب تقریباً نہ ہونے کے ہی برابر ہے، لیکن مجھے اپنے اللہ پر یقین ہے، وہ کوئی نہ کوئی اچھی راہ ضرور نکالے گا۔۔۔'' ڈاکٹر خاور کا مثبت رویہ سکینہ کے دل میں امیدوں کے کئی چراغ روشن کر گیا۔

''لیکن اس کے ساتھ ساتھ میرا یہ بھی فرض بنتا ہے کہ میں آپ کو تصویر کے دوسرے رخ سے بھی باخبر کروں۔۔۔'' ڈاکٹر خاور پتا نہیں اُسے کیا سمجھانا چاہ رہے تھے لیکن ان دنوں تو سکینہ کی طمانیت کے لیے بس ایک ہی احساس بہت تھا کہ وہ اُسے بہت زیادہ ٹائم دے رہے ہیں۔ بعض دفعہ تو وہ ان کی باتیں سننے کی بجائے بس ٹکٹکی باندھے انہیں دیکھتی رہ جاتی اور جب ڈاکٹر خاور کو اس بات کا احساس ہوتا تو وہ بولتے بولتے ایک دم چپ کر جاتے، ایسے میں سکینہ کی حالت ایسے بچے کی طرح ہوتی جو چوری کرتے ہوئے رنگے ہاتھوں پکڑا گیا ہو۔

☆ ☆ ☆

''کیا مصیبت پڑ گئی ہے جو یہ میرا فون اٹینڈ نہیں کر رہا۔۔۔'' ماہم کا کوفت کے مارے بُرا حال تھا۔ وہ غصے اور جھنجھلاہٹ سے اپنے کمرے کے کئی چکر کاٹ چکی تھی۔ اُس کے ہاتھ میں سیل فون تھا جس پر وہ بار بار ایک ہی نمبر ڈائل کر رہی تھی۔

''سمجھتا کیا ہے خود کو، ایسا کون سا نواب لگا ہوا ہے۔۔۔'' ماہم نے ہاتھ میں پکڑا سیل فون غصے سے بیڈ پر پھینک دیا۔ اُس کا چہرہ غصے کی زیادتی سے ٹماٹر کی طرح سرخ ہوا۔

''ایک وہ عائشہ صاحبہ ہیں، جن کے مزاج نہیں مل رہے۔ ابھی تو شکل وصورت کی پوری سوری ہے، اگر کہیں اللہ نے ڈھنگ کی شکل دے دی ہوتی تو محترمہ آسمان پر کمندیں ڈالتی پھرتی۔'' ماہم کے دماغ کی سوئی آج بُری طرح گھومی ہوئی تھی۔ وہ کبھی علی کو اور کبھی عائشہ کو بلند آواز میں کوسنے لگتی۔ اسی لمحے سیل فون کی گھنٹی پر وہ متوجہ ہوئی۔ اُس نے بڑے عجلت بھرے انداز سے سیل کی اسکرین پر آنے والے نمبر کو دیکھا۔ سامنے علی کا نام دیکھ کر اس کے غصے کا لیول کئی ڈگری نیچے آ گیا۔

''آئی ایم سوری ماہم، میں کچھ بزی ہوں، آپ کو پھر کال کروں گا۔۔۔'' دوسری جانب وہ خاصی عجلت میں تھا۔

''لیکن مجھے تو آپ سے تفصیلاً بات کرنی ہے۔۔'' وہ مچلی۔

''ابھی اس ہفتے میں تو ممکن نہیں، ہاں اگلے ہفتے دیکھوں گا۔۔۔'' وہ عجلت بھرے انداز میں گویا ہوا۔

''آپ کو پتا ہے کہ عائشہ کی انگیجمنٹ ہو رہی ہے رامس علی کے ساتھ۔۔۔'' اُس نے بات کو بڑھانے کی غرض سے جھوٹ بولا۔

''ہوں۔۔۔'' وہ ہلکا سا چونکا۔ ''میری طرف سے مبارک باد دے دیجئے گا انہیں۔۔۔'' ہلکے پھلکے لہجے میں کہہ کر وہ فون بند کر چکا تھا، ماہم کو اُس کے انداز پر کرنٹ سا لگا۔

''گوٹو دا ہیل (جہنم میں جاؤ)۔۔۔'' اُس نے سیل فون پوری طاقت سے زمین پر دے مارا۔ اُس کا پچھلا حصہ کھلا اور بیٹری نکل کر بیڈ کے نیچے جا گری۔ وہ اب دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھامے صوفے پر بیٹھ چکی تھی۔ دماغ میں سوچوں کا ایک طوفان تھا۔ اُسے پتا ہی نہیں چلا کب ثمن آپی پریشانی کے عالم میں اندر داخل ہوئیں۔

''تمہیں پتا ہے ماہم، انصر نے اپنی ایک کولیگ کی بہن سے کورٹ میرج کر لی ہے۔۔۔'' ثمن آپی کی بات پر وہ چونکی۔

''بھاڑ میں جائے انصر، آپ کو کیا پرابلم ہے وہ جس سے مرضی شادی کرے۔۔۔'' ماہم کا سارا غصہ ثمن آپی پر نکل گیا۔

''تم کیوں لال پیلی ہو رہی ہو۔۔۔'' ثمن آپی کو بڑی جلدی اُس کے خراب موڈ کا اندازہ ہوا۔

''اُس علی کے بچے نے دماغ خراب کر رکھا ہے۔۔۔'' وہ روانی میں سچ بول گئی۔

''دفع کرو اُسے، یاد رکھو کہ مرد اُس عورت کی کبھی قدر نہیں کرتا، جو اُسے آسانی سے مل جائے، خود کو ناقابل تسخیر بنا کر پیش کرو، تمہارے پیچھے پاگل ہو جائے گا۔'' ثمن آپی نے اپنے تجربے کی روشنی میں بتایا۔

''رہنے دیں آپی، یہ بھی کر چکی ہوں۔۔۔'' ماہم نے بےزاری سے مزید کہا۔ ''وہ مردوں کی اُس قسم سے ہے جو ناپید ہو چکی ہے۔ بس کوئی ایک آدھ نادر عجوبہ باقی ہے۔۔۔''

''پھر دفع کرو اُسے، تم نے کون سا کوئی میوزیم کھولنا ہے جہاں ایسے نادر عجوبے رکھو گی۔۔۔'' ثمن آپی کا انداز اکتاہٹ لیے ہوئے تھا۔

''اُس نے ماہم منصور کو اگنور کیا ہے اور کوئی مجھے نظر انداز کرے، یہ کیسے ہو سکتا ہے۔'' ماہم کا لہجہ خاصا عجیب تھا۔

''تو پھر کیا کرو گی۔۔۔؟؟؟'' ثمن آپی نے یونہی پوچھا۔

''جب تک اُسے اپنی زلفوں کا اسیر نہیں بناؤں گی، مجھے سکون نہیں آئے گا۔۔۔'' ماہم کی آنکھوں سے شعلے نکلے۔ ثمن حیرانگی سے اپنی بہن کو دیکھتی رہ گئی۔ جس کا خوبصورت چہرہ اس وقت شدید تناؤ کا شکار ہو کر بہت بدصورت لگ رہا تھا۔

☆ ☆ ☆

''میں موحد کی بہن ہوں، مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔۔۔'' ثنا ئیلہ اپنے فون نمبر پر آنے والی اس کال پر ایک دم پریشان سی ہوگئی۔ وہ اس وقت کچن میں کھانا بنانے میں مگن تھی جب ایک اجنبی سا نمبر اُس کے سیل فون پر نمودار ہوا۔ دوسری جانب سے آنے والی خوبصورت نسوانی آواز نے اُس کے چھکے چھڑا دیے۔ اُس نے گھبرا کر چولہا بند کر دیا۔

''میں آپ سے ملنا چاہتی ہوں۔۔۔'' عائشہ کی اگلی فرمائش نے اُسے مزید پریشان کیا۔

''آپ عائشہ بات کر رہی ہیں۔۔۔'' دوسری جانب سے جھجک کر پوچھا گیا تو عائشہ مسکرا دی۔

''آپ کو بھائی نے میرے بارے میں بتایا ہے کیا۔۔۔؟؟؟'' اُس کا دوستانہ انداز ثنا ئیلہ کو تھوڑا سا پرسکون کر گیا۔

''جی، وہ اکثر ہی آپ کا ذکر کرتے تھے۔۔۔'' ثنا ئیلہ نے دوبارہ چولہا جلا کر چاولوں کو ہلکی آنچ پر دم دیا۔ عائشہ کو وہ اپنی آواز اور انداز کے ساتھ بڑی سادہ سی لڑکی لگی تھی۔

''آپ مجھ سے کیوں ملنا چاہتی ہیں۔۔۔'' ثنا ئیلہ کو اچانک یاد آیا تو فوراً ہی پوچھ لیا۔

''میں دیکھنا چاہتی ہوں کہ آخر وہ کون سی لڑکی ہے جو میرے بھائی سے لڑتی رہتی ہے۔۔۔'' عائشہ کے شرارتی انداز پر ثنا ئیلہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ اُس کے بعد دونوں میں جو گفتگو کا سلسلہ شروع ہوا وہ اگلے بیس منٹ تک جاری رہا۔ آخر کار طے یہ پایا تھا کہ ثنا ئیلہ اپنی دوست کے ساتھ عائشہ کو ملنے آئے گی۔

''یہ کس سے ہنس ہنس کر باتیں کر رہی تھیں تم۔۔۔؟؟؟'' نابیہ حلیم کا پیالہ اٹھائے کچن میں آن دھمکی۔ وہ پچھلے پانچ منٹ سے کچن کے دروازے میں کھڑی تھی لیکن ثنا ئیلہ کو اپنی گفتگو کے دوران اُس کی موجودگی کا ذرا بھی احساس نہیں ہوا۔

''یار، موحد کی بہن تھی عائشہ۔۔۔'' ثنا ئیلہ نے مختصراً بتایا جب کہ اس اطلاع پر نابیہ کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

''توبہ، کتنی میسنی گھنی ہو تم، کہاں کہاں کنکشن ملا رکھے ہیں اور مجھے کانوں کان خبر نہیں۔۔۔'' نابیہ نے شرارت سے اُس کے کندھے پر مکہ مارا۔ اُس نے مڑ کر غصّے سے گھور کر دیکھا۔

''کتنی بدتمیز ہو تم نابیہ۔۔۔''

''اس میں تو کوئی شک ہی نہیں۔۔۔'' اُس نے ڈھٹائی سے سر کو خم دیا۔

''یہ پیالہ اٹھا کر کیا مانگنے آئی ہو، خبر ہوگئی ہوگی کہ میں مٹر پلاؤ بنا رہی ہوں۔۔۔'' ثنا ئیلہ نے چولہا بند کرتے ہوئے اُسے چھیڑا۔

''محترمہ میں مانگنے نہیں، بلکہ لٹانے آئی ہوں اور وہ بھی اپنی اماں کے ہاتھ کا بنا حلیم۔۔۔'' نابیہ نے ہنستے ہوئے اطلاع دی۔ ثنا ئیلہ نے ایک دفعہ پھر اسے گھور کر دیکھا۔

''ہاں سنو، وہ تمہارا کزن اپنے اہل وعیال کے ساتھ رات کو تشریف لا رہا ہے۔۔۔'' نابیہ کی بات پر اُسے جھٹکا سا لگا۔

''کیا واقعی۔۔۔؟؟؟؟'' اُس نے خوشگوار حیرت سے پوچھا۔ ''ہم سے ملنے آ رہا ہے یا تمہارے رشتے کی بات کرنے۔۔۔''؟ ثنا ئیلہ

نے اُس کے گلابی ہوتے چہرے کو دیکھتے ہوئے ہلکے پھلکے انداز کے ساتھ پوچھا۔

''ابھی تو حالات کا جائزہ لینے آ رہا ہے۔۔۔'' نابیہ نے اپنی پلیٹ میں بے تکلفی سے چاول نکالتے ہوئے بتایا۔

''صبر کرو، سکون سے کھالینا، اپنا منہ جلاؤ گی کیا۔۔۔؟؟؟'' ثنائیلہ نے اُسے گرم گرم چاول کھاتے دیکھ کر ٹوکا۔

''یار جو مزا گرم گرم چیز کھا کر منہ جلانے میں ہیں، وہ کسی اور میں کہاں۔۔۔'' نابیہ نے عجلت بھرے انداز سے کھاتے ہوئے اپنا نظریہ بتایا۔ اس سے پہلے کہ ثنائیلہ اُس کی بات کا کوئی جواب دیتی، داخلی دروازے کی بیل نے دونوں کو اپنی طرف متوجہ کیا۔

''اس وقت کون آ گیا بھلا۔۔۔؟؟؟ تم دروازہ بند کر کے آئیں تھیں کیا۔۔۔'' ثنائیلہ صحن میں نکل آئی۔ نابیہ نے بھی اُس کی پیروی کی۔

''کون ہے۔۔۔؟؟؟'' ثنائیلہ نے دروازے کے پاس پہنچ کر بلند آواز میں پوچھو۔۔۔

''دروازہ کھولو، میں ہوں۔۔۔'' ایک انتہائی مانوس آواز نے ثنائیلہ اور نابیہ دونوں کو سوواٹ کا جھٹکا دیا۔ ثنائیلہ نے فوراً ہی بڑی بے تابی کے ساتھ دروازہ کھولا۔ سامنے کھڑے شہیر کو دیکھ کر ثنائیلہ ہکا بکا رہ گئی۔ جب کہ نابیہ کے ہاتھ سے چاولوں کی پلیٹ چھوٹ کر زمین پر جا گری۔ چاول اور مٹر کے دانے پورے صحن میں پھیل گئے۔ جب کہ وہ دونوں اس قدر حیرت اور بے یقینی سے سامنے کھڑے شہیر کو دیکھ رہی تھیں جیسے کوئی بھوت دیکھ لیا ہو۔

☆ ☆ ☆

''سکینہ کے ابا، کچھ دن سے دل کچھ پریشان سا ہے۔۔۔'' جمیلہ مائی کے منہ سے نکلنے والی اس غیر متوقع بات نے اللہ دتا کو حیران کیا۔ وہ دونوں اس وقت لان میں بنے بینچ پر بیٹھے تھے۔

''کیا ہوا، ایسے کیوں دیکھ رہے ہو تُسی۔۔۔؟؟؟؟'' جمیلہ مائی کو اپنے میاں کی حیرت نے حیران کیا۔ اُس کی بات پر اللہ دتا مسکرا دیا۔

''اصل میں بھلیے لوکے، تیرے منہ سے ایسی باتیں بہت کم نکلتی ہیں ناں، تو، تو اپنے سارے دکھ سکھ اللہ سوہنے سے کرنے کی عادی ہے ناں، اس لیے حیران ہو گیا۔'' اللہ دتے نے اُس کی تسلی کروانے کے لیے تفصیل سے جواب دیا۔

''ہاں کبھی کبھی دل چاہتا ہے ناں کہ اللہ کے بندوں سے بھی دل کا حال ہولا کیا جائے۔۔۔'' جمیلہ مائی اُداسی سے مسکرائی۔

''دیکھ جمیلہ اللہ کے بندوں کو دل کی باتیں بتا کر ان کے ظرف کا امتحان نہ لیا کر۔ اللہ کے بندے کہاں اس قابل، ان کے دل بڑے چھوٹے ہوتے ہیں۔ آپ کے دکھ سکھ کے ساتھی تو بن جاتے ہیں لیکن کسی نہ کسی ویلے جتا بھی دیتے ہیں کہ ہم نے تمہارا اوکھے ویلے میں کتنا ساتھ دیا۔ اس لیے اللہ کی باتیں اللہ کے ساتھ ہی جچتی ہیں۔'' اللہ دتا اپنا حقہ پتا نہیں کہاں سے بھر والایا تھا۔ اب بے تکلفی سے بیٹھا کش پہ کش لگا رہا تھا۔

''ایک گل تو بتا۔ سکینہ کے ابا۔ اب بندہ کیا اپنے مجازی خدا کے ساتھ بھی دل کی باتیں نہ کرے۔۔۔'' جمیلہ مائی کو اپنے میاں کی بات اچھی نہیں لگی۔ اس لیے ہلکی سی ناراضگی اُس کے لہجے میں در آئی۔

''یہ مجازی خدا تو زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ اس لیے کہ جو عورت اُس کے نکاح میں آ جاتی ہے وہ اُس پر اپنے رب سے زیادہ حق جتانے لگتا ہے۔ اُسے ''مجازی'' کا لفظ بھول جاتا ہے۔ صرف ''خدا'' یاد رہ جاتا ہے۔ اس لیے یاد رکھ یہ میاں بیوی کا رشتہ جتنا مضبوط ہوتا ہے اُس سے زیادہ نازک ہوتا ہے۔ مرد کا جب دماغ خراب ہوتا ہے تو وہ فوراً اُس حق کو استعمال کرنے کی دھمکی دیتا ہے جو اللہ کے نزدیک حلال ہونے کے باوجود سب

سے ناپسندیدہ ہے۔'' اللہ دتا کمہار آج بڑے ترنگ میں تھا۔ جمیلہ مائی کے چہرے پر پھیلتے ناگواری کے رنگ اُسے بہت اچھے لگ رہے تھے۔ وہ جان بوجھ کر اُسے چھیڑ کر اُس کی توجہ دوسری جانب مبذول کروا رہا تھا اور اس کوشش میں کامیاب بھی ہو گیا۔

''لو سوال گندم، جواب چنا، میں کہہ کچھ رہی ہوں اور آپ مجھے اُلٹے سبق پڑھا رہے ہیں۔۔۔'' جمیلہ مائی تھوڑا سا چڑ گئی۔

''دیکھ بھلیے لوکے، تو بھی یہاں آ کر شہرن ہو گئی ہے۔ تجھے میری سیدھی باتیں، الٹی لگنے لگی ہیں۔۔۔'' اللہ دتے کی شرارت آخر کار جمیلہ مائی کو سمجھ آ ہی گئی۔

''میں بھی کتنی کملی ہو گئی ہوں۔۔۔'' اُس نے اپنے ماتھے پر ہاتھ مار کر خود کو یاد دلایا۔ '' خوامخواہ غصہ کرنے لگی ہوں۔۔۔'' جمیلہ مائی نے سادگی سے خود کو ڈانٹا۔

''اچھا یہ بتا کہ لاڈو رانی کیسی ہے۔۔۔؟؟ ڈاکٹرنی اُس کو ورزش کروا گئی۔۔۔'' اللہ دتے کو اچانک یاد آیا۔

''ہاں کروا گئی ہے، اب تھک کے سو گئی ہے۔۔۔'' جمیلہ مائی کے لہجے میں محسوس کی جانے والی اداسی تھی۔

''پھر یہ بتا کہ اُداس کیوں ہے۔۔۔'' اللہ دتے نے اپنا حقہ ایک سائیڈ پر کر کے دونوں ٹانگیں اوپر کیں اور اب آلتی پالتی مار کر بینچ پر بیٹھ گیا۔

''بہت عجیب سا خواب دیکھا میں نے، دوپہر میں۔۔۔'' جمیلہ مائی کی آنکھیں نم ہوئیں تو وہ چونک گیا۔

''کیسا خواب۔۔۔؟؟؟''

''میں نے دیکھا کہ ہم اپنے پنڈ واپس گئے ہیں لیکن ہمارے ساتھ سکینہ نہیں ہے۔۔۔'' جمیلہ مائی کے چہرے پر پریشانی واضح تھی۔

''پھر۔۔۔؟؟؟'' اللہ دتے کی رنگت بھی ایک لمحے کو متغیر ہوئی لیکن اُس نے خود کو سنبھال لیا۔

''اُس کے بعد میں نے اپنے پنڈ والے گھر میں نکے نکے بچے کھیلتے دیکھے، ایک پڑوسن نے مجھ سے حیرانگی سے پوچھا، نی جمیلہ یہ بال (بچے) کس کے ہیں۔؟ اس سے پہلے کہ میں کوئی جواب دیتی، تو نے باہر نکل کر کہا، ہمارے پتر کی اولاد ہے تو ہمارے پوتے پوتیاں ہوئے ناں۔۔۔'' جمیلہ مائی نے الجھن بھرے انداز سے اپنا خواب سنایا۔ اللہ دتا اُس کا خواب سن کر کچھ لمحے کو بالکل چپ کر گیا۔

''فکر نہ کر، سکینہ کی ماں، دن کے خواب کہاں سچے ہوتے ہیں۔۔۔'' اُس نے لاپرواہی سے کہہ کر حقہ اٹھایا۔ آگ سرد ہو چکی تھی لیکن وہ بے خیالی میں پھونکیں مارے جا رہا تھا۔

''ہوں۔۔۔'' جمیلہ مائی نے بھی غائب دماغی سے سر ہلا دیا۔

''دیکھ سکینہ کی ماں، یہ جو مومن کی دعا ہوتی ہے ناں، اس میں بڑا زور اور بڑی طاقت ہوتی ہے۔ جب یہ دل کی گہرائیوں سے اللہ پاک پر پورا یقین رکھ کر کی جائے تو یہی دعا، تقدیر کے آگے آن کھڑی ہوتی ہے۔ سوہنا اور سچا رب، اپنے پیارے بندے کی اس ادا پر قربان ہو جاتا ہے۔ بس تو بھی دعا کی کنجی کو پکڑ لے۔ سوچ لے، سارے تالے اسی کنجی سے کھلتے ہیں۔ اللہ پاک کرم کرے گا۔'' اللہ دتے کی بات سے جمیلہ مائی کو تھوڑا سا اطمینان ہوا۔

''عائشہ، سکینہ کا میسج آیا ہے، وہ ہم دونوں سے ملنا چاہتی ہے۔ اُس کا آپریشن ہے۔۔۔'' موحد نے اُس دن عائشہ کو باہر نکلتے ہوئے دیکھ کر روکا۔ وہ جو فنڈ ریزنگ کے کسی میٹنگ میں جارہی تھی۔ اُس کی بات پر چونک گئی۔

''سکینہ کا آپریشن۔۔۔؟؟؟؟ کب ہے بھلا۔۔۔؟؟؟'' اُس نے اخبار پڑھتے موحد کو دیکھا۔ جو خاصا کمزور کمزور سا دکھائی دے رہا تھا۔ اُس کی آنکھوں کے نیچے سیاہ حلقے چند ہی دنوں میں بن گئے تھے۔ عائشہ کو ڈھیروں تاسف نے آن گھیرا۔

''آپریشن پرسوں ہے۔۔۔'' موحد کی اطلاع پر وہ چونکی۔ ''پھر کب جانا ہے۔۔۔؟؟؟'' اُس نے فوراً ہی سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

''جب بھی تمہیں فراغت ہو۔۔۔'' موحد نے گیند اُس کے کورٹ میں پھینکی۔ ''میں تو ابھی بھی چلنے کو تیار ہوں۔۔۔''

''پھر ابھی چلے چلتے ہیں۔۔۔'' موحد کی بات پر اُس نے فوراً ہی گاڑی کی چابی اٹھائی اور موحد کے خاص ملازم کو بلانے چلی گئی جو ایسے موقعوں پر اُس کے ساتھ ہوتا تھا۔

وہ دونوں جب ہسپتال کی حدود میں داخل ہوئے تو شام کا وقت تھا۔ سورج ڈوبنے کی تیاریوں میں تھا۔ اُس کا زرد رنگ عجیب سے انداز میں آسمان پر گھلا ملا سا لگ رہا تھا۔ عائشہ، موحد کی وہیل چیئر کو دھکیلتی ہوئی اس پرائیوٹ وارڈ کی جانب آ گئی تھی۔ سکینہ کے دروازے کو اُس نے ہلکا سا ناک کیا۔ دروازہ کھلتا گیا۔ موحد کی گود میں پھولوں کا ایک بڑا سا گلدستہ تھا جو دونوں بہن بھائی بطور خاص سکینہ کے لیے لائے تھے۔ ان دونوں کو دیکھ کر اس کمرے کے مکینوں کے چہروں پر پھیلنے والی حیرانی بہت دلچسپ تھی۔

''سکینہ ماما نے تمہارے لیے بہت سی دعائیں اور پیار بھیجا ہے۔۔۔'' عائشہ نے بڑے خلوص اور محبت سے اُس کا ہاتھ تھام کر کہا تو سکینہ جھینپ سی گئی۔

''پتر، تم لوگوں نے خوامخواہ تکلیف کی۔۔۔'' جمیلہ مائی نے سادگی سے کہا۔ جب کہ اللہ دتا اور حاجی ان کے لیے چائے لینے کینٹین کی طرف بڑھ گئے۔

''میری دعا ہے سکینہ کہ تم ایک دفعہ ضرور زمین کو اپنے قدموں کے ساتھ محسوس کرو۔۔۔'' موحد کے لہجے میں چھپی حسرت جمیلہ مائی کو بے چین کر گئی۔

''پتر اللہ پاک انشاء اللہ تجھے بھی وہ دیہاڑا ضرور دکھائے گا۔ بس اللہ سوہنے سے اچھی امید رکھ۔۔۔'' جمیلہ مائی کو پہلی دفعہ ان دونوں بہن بھائیوں کی طرف سے بھرپور تسلی ہوئی تھی۔

''بس آنٹی، آپ میرے بھائی کے لیے بھی دعا کیجئے گا۔۔۔'' عائشہ کی بات پر جمیلہ مائی مسکرائی۔

''لے پتر، میرے کون سے دعا پر پیسے لگنے ہیں۔ بس دیکھتی جا، اب میں ہر نماز میں اپنی سکینہ کے ساتھ ساتھ اپنے پتر کے لیے بھی دعا کروں گی۔'' جمیلہ مائی کے ہلکے پھلکے انداز پر دونوں بہن بھائی مسکرا دیے۔ عائشہ بڑی بے تکلفی سے سکینہ کے بیڈ پر چڑھ کر بیٹھی ہوئی تھی۔

''جزاک اللہ آنٹی، پھر دیکھئے گا کہ میں آپ کو اور سکینہ کو اپنے بھائی کی شادی پر بھی بلاؤں گی۔۔۔'' سکینہ کی اپنائیت جمیلہ مائی کو بہت اچھی لگی۔

''بھائی کی کہیں منگنی شگنی کی ہے بیٹا۔۔۔'' جمیلہ مائی کو فطری سا تجسس ہوا۔

''جی بس سمجھیں، کہ ہوئی ہوئی ہے۔۔۔'' عائشہ کے معنی خیز انداز پر موحد کے چہرے پر بڑا تاریک سا سایہ دوڑا۔ وہ پھیکے سے انداز سے مسکرا دیا۔ وہ اور سکینہ بالکل خاموش تھے۔

''اللہ پاک قسمت اچھی کرے۔۔۔'' جمیلہ مائی نے دل سے دعا دی۔

''آپ لوگ یہاں کب سے ہیں۔۔۔؟؟؟'' عائشہ نے پرائیوٹ روم کو توصیفی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''پتر ہماری ایسی اوقات کہاں، یہ تو اللہ پاک نے کرم کیا اور ڈاکٹر خاور کی مہربانی ہے جو رہنے کو چھت ملی ہوئی ہے اور میری سکینہ کا مفت علاج ہو رہا ہے۔'' جمیلہ مائی کی بات پر موحد چونکا۔

''یہ ڈاکٹر خاور علی، وہی ہیں ناں جو اسپائنل سرجن ہیں اور ایک کلینک میں بھی شام کو بیٹھتے ہیں۔۔۔'' موحد نے عجلت بھرے انداز میں پوچھا تو جمیلہ مائی سادگی سے بولی۔

''پتر مجھے یہ تو نہیں پتا کہ انہوں نے کیا، کیا ہے، بس بڑے بڑے آپریشن کرتے ہیں اور غریب مریضوں کا مفت علاج کرتے ہیں۔''

''جی، جی وہ، وہی اسپائنل سرجن ہیں۔۔۔'' سکینہ نے اماں کو ہلکا سا گھورتے ہوئے جواب دیا۔ جب کہ اماں ایک دفعہ پھر اپنی سادہ لوحی کے ہاتھوں مجبور ہو کر انہیں سکینہ کی بیماری کی ساری داستان سنانا شروع ہو گئیں تھیں۔ سکینہ کی گھوریاں بے اثر تھیں۔

''ایسا ہے ڈاکٹر تنویر، سکینہ کی ڈائٹ سے ساری سولڈ چیزیں آج سے بند کر دو۔۔۔'' کوئی بہت تیزی سے اندر آیا۔ اُسے دیکھ کر عائشہ کو کرنٹ سا لگا جب کہ وہ اپنی روانی میں سیدھا اُس اسٹینڈ کی طرف بڑھا جہاں سکینہ کی فائل اور رپورٹس پڑی ہوئی تھیں۔ اُس نے اندر موجود مکینوں پر کوئی غور نہیں کیا۔ ویسے بھی سکینہ کا بیڈ دیوار کی سائیڈ پر تھا اور دروازہ کھلتے ہی سامنے اسٹینڈ رکھا ہوا نظر آتا تھا۔

''ڈاکٹر خاور، سکینہ کی ساری رپورٹس آ چکی ہیں۔ شعبہ بے ہوشی والوں سے بھی بات ہو چکی ہے۔ باقی جو آپ کہیں۔۔۔'' ان کے عین پیچھے کھڑے ڈاکٹر نے بھی بڑے مصروف انداز میں کہا۔

''ڈاکٹر خاور۔۔۔؟؟؟ اسلام علیکم۔۔۔'' موحد کی پرجوش آواز پر انہوں نے فائل سے سر اٹھایا اور سامنے بیٹھے موحد کی طرف بڑے دوستانہ انداز میں دیکھا۔

''ہیلو جنٹل مین۔۔۔!!!'' وہ فائل ایک طرف رکھ کر اب بڑی گرم جوشی کے ساتھ موحد سے ہاتھ ملا رہے تھے۔ عائشہ کا سارا وجود زلزلوں کی زد میں آ گیا۔ وہ سخت بے یقینی سے اپنے سامنے کھڑے شخص کو دیکھ رہی تھی۔

''ان سے ملیں یہ میری سسٹر ہیں عائشہ، بہت اچھی مصورہ ہیں۔۔۔'' موحد کی بات پر وہ مڑے۔ انہیں جھٹکا سا لگا۔ ان کی آنکھوں میں پھیلتی حیرانی اس بات کی گواہ تھی کہ وہ اس بات سے پہلے سے باخبر نہیں تھے۔

''السلام علیکم، مجھے ڈاکٹر خاور علی کہتے ہیں۔ میری بابا کو علی نام بہت پسند تھا۔ اس لیے وہ مجھے اسی نام سے پکارتے تھے۔۔۔'' انہوں نے عائشہ کو سر کو ہلکا سا خم دے کر سلام کرتے ہوئے بڑے ذو معنی انداز سے جتایا۔

''عائشہ، یہ ڈاکٹر خاور علی ہیں، جن کا میں اور ماما اکثر گھر میں ذکر کرتے ہیں۔۔۔'' موحد کے لہجے کی خوشی اس بات کی گواہ تھی کہ اسے اس اچانک ملاقات سے خوشی ہوئی ہے۔

''بھائی میں ڈاکٹر خاور کو بہت اچھی طرح جانتی ہوں۔۔۔'' عائشہ کے شرارت بھرے انداز پر ڈاکٹر خاور نے بوکھلا کر اُسے دیکھا۔ جس کی آنکھوں میں شوخی کسی روشن ستارے کی طرح جگمگا رہی تھی۔ جب کہ ڈاکٹر خاور کے چہرے پر واضح گھبراہٹ کے آثار تھے۔

''وہ کیسے۔۔۔'' موحد نے حیرانگی سے دریافت کیا۔ جب کہ عائشہ اب کھل کر مسکرائی۔ سکینہ نے الجھن بھرے انداز کے ساتھ پہلے عائشہ اور پھر ڈاکٹر خاور کو دیکھا۔ وہ ایک دم ہی بے چین ہوگئی۔ اُس کا دل نہ جانے کیوں ایک نئی داستان اُسے سنانے لگا۔

☆ ☆ ☆
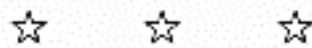
''کیا مصیبت ہے، یہاں تک آگئی ہو تو اندر کیوں نہیں جا رہی ہو۔۔۔'' نابیہ نے کہنیاں مار مار کر ثنائیلہ کی کمر زخمی کر دی۔

''اب تم نے ایک دفعہ بھی اور مجھے کہنی ماری تو میں تمہاری بتیسی توڑ دوں گی۔۔۔'' موحد کے آفس کی طرف جاتے ہوئے ثنائیلہ نے منہ پر ہاتھ پھیر کر اُسے دھمکی دی۔

''تم بھی یہ فلمی ہیروئنوں کی طرح لمبے لمبے سانس لینا بند کرو اور شرافت سے اپنے ہیرو کے کمرے میں چلو، غضب خدا کا ایک نیا جوتا کاٹ رہا ہے اوپر سے تمہاری مصنوعی ادائیں، دماغ خراب کر رہی ہیں۔۔۔'' نابیہ نے وہیں کوریڈور میں کھڑے کھڑے اُس کی کلاس لی تو وہ اُسے گھورتی ہوئی موحد کے آفس کی طرف بڑھ گئی۔

''اب کیا تمہارے قدموں کے نیچے ایلفی لگ گئی ہے جو انہوں نے آگے چلنے سے انکار کر دیا ہے۔'' اُسے دروازے کے پاس جم کر کھڑے دیکھ کر نابیہ تپ گئی۔

''کاش ایلفی کی بوتل میرے پاس ہوتی تو میں کم از کم تمہارے ہونٹوں پر چپکا دیتی تاکہ تم مجھے یہ جلی کٹی سنانا بند کر دیتی۔۔۔'' ثنائیلہ غصے سے کچھ اونچا ہی بول گئی۔

''کم ان۔۔۔'' اندر سے آنے والی رعب دار آواز نے دونوں کو ہی بوکھلا دیا۔

''السلام علیکم، میں نابیہ ہوں، ثنائیلہ کی بیسٹ فرینڈ۔۔۔'' نابیہ نے دروازے سے جھانک کر شوخی سے کہا۔

''میں سکندر شاہ ہوں، ثنائیلہ کی کہانی کا ہیرو۔۔۔'' دوسری جانب سے بھی شرارت کا مظاہرہ ہوا۔

''تھینکس گاڈ، آپ تو اچھے خاصے شریف انسان ہیں یہ ثنائیلہ نے تو مجھے اچھا خاصا ڈرا دیا تھا۔۔۔'' نابیہ کے ساتھ ساتھ ثنائیلہ بھی جھجکتے ہوئے آفس میں داخل ہو چکی تھی۔ موحد کے چہرے پر پھیلنے والے رنگ بہت خوبصورت تھے۔

''کیا مطلب، انہوں نے کیا بتایا تھا میرے بارے میں۔۔۔'' موحد نے کہنیاں میز پر ٹکاتے ہوئے بڑی دلچسپی سے پوچھا اور ساتھ ہی دونوں کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

''بتادوں ثنائیلہ۔۔۔؟؟؟؟'' نابیہ نے شرارتاً ثنائیلہ کو دیکھا جس کا بوکھلایا ہوا چہرہ ان دونوں کو بہت لطف دے رہا تھا۔

''بکومت۔۔۔!!!'' ثنائیلہ نے کھا جانے والی نظروں سے اُسے دیکھا۔

''دیکھ لیں بھائی صاحب، آپ بھی کچھ سوچ لیں، آپ کا حال بھی مستقبل میں میرے جیسا ہی ہوگا۔۔۔'' نابیہ کی شرارتیں عروج پر تھیں اور موحد کو یہ ہلکی پھلکی چھیڑ چھاڑ مزا دے رہی تھی۔ اعصاب پر چھایا ہوا بوجھ دھیرے دھیرے سرک رہا تھا۔

''اللہ مالک ہے میرا بھی۔۔۔'' موحد کھل کر مسکرایا۔ ''اور سنائیں کہ کیسے ہیں آپ لوگ۔۔۔؟؟؟ چائے لیں گی یا کافی۔۔۔؟؟؟''

''چائے نہ کافی ہم تو کھانا کھانے کے موڈ میں ہیں، یا کم از کم پزاہٹ سے گرما گرم فریش چیز والا پزا منگوا لیں، قسم سے بہت بھوک لگی ہے۔'' نابیہ کی بے تکلفی موحد کو اچھی لگ رہی تھی جب کہ ثنائیلہ کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اس کا بازو پکڑ کر گھسیٹتی ہوئی باہر نکل جائے۔

''جی ضرور۔۔۔'' موحد نے انٹر کام اٹھا کر کسی کو ہدایات دیں۔

''اور سنائیں کہ کیسی چل رہی ہے زندگی۔۔۔؟؟؟'' نابیہ اب بے تکلفی سے اس کا انٹرویو اسٹارٹ کر چکی تھی۔ جب کہ موحد اُس سے گفتگو کرتے ہوئے انکھیوں سے ثنائیلہ کو دیکھ رہا تھا جو دونوں کی گفتگو کے دوران خاموش تھی جب کہ اس کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔

''ایکسکیوز می۔۔۔!!! میری ایک ضروری کال آ رہی ہے۔ آپ لوگ بات کریں، میں ابھی آپ کو جوائن کرتی ہوں۔'' نابیہ بڑی بے تکلفی سے اپنے بیگ سے سیل فون اٹھا کر کھڑی ہوئی اور عجلت بھرے انداز سے ان کے آفس سے نکل گئی۔

''آپ کی دوست تو خاصی سمجھدار واقع ہوئی ہیں۔۔۔'' اُس کے کمرے سے نکلتے ہی موحد نے اُسے چھیڑا۔

''ہاں، خاصی سمجھدار ہے، جب تک خاموش رہے۔۔۔'' ثنائیلہ نے جل کر کہا تو موحد کے حلق سے نکلنے والا قہقہہ بڑا جاندار تھا۔

''ناراضگی ختم ہوگئی آپ کی۔۔۔؟؟؟'' موحد نے اپنی نگاہوں کے حصار میں لیتے ہوئے اُسے کہا۔

''میں آپ سے ناراض تو نہیں تھی۔۔۔'' ثنائیلہ نے اپنی بے ترتیب دھڑکنوں پر قابو پاتے ہوئے جواب دیا۔

''پھر۔۔۔؟؟؟؟'' موحد کی سوالیہ نگاہوں کے جواب میں وہ فوراً گویا ہوئی۔

''میں ناراض نہیں، بلکہ حیران تھی کہ ایسی کون سی بات تھی جس نے آپ جیسے انسان کو اتنا ہائپر کر دیا۔۔۔'' ثنائیلہ کی بات نے موحد کو حیران کیا۔

''ہوسکتا ہے کہ میری کسی بات نے تمہاری فیورٹ سائیکوجسٹ کو مجھ سے بدظن کر دیا ہو۔۔۔'' موحد کی بات پر ثنائیلہ نے تیزی سے اُس کی بات کاٹی۔

''ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ آپ کی کسی بات پر ایسا ہوا ہو۔۔۔'' ثنائیلہ کی بات میں چھپا یقین موحد کو تعجب میں مبتلا کر گیا۔ وہ کئی لمحوں تک بول ہی نہیں سکا۔ وہ حیرانگی سے بس ثنائیلہ کو ہی دیکھتا رہ گیا جس نے آج اُسے بہت معتبر کر دیا تھا۔

☆ ☆ ☆

''ابا، میں نے تجھے اور اماں کو بہت تنگ کیا ہے ناں۔۔۔'' سکینہ اُس دن نہ جانے کیوں اتنی اُداس تھی۔ جو کھانا کھاتے اماں اور ابا کو مخاطب کر گئی۔

''ارے نہیں پتر، اولاد تو اپنے والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہوتی ہے، اور ٹھنڈک تو دل کو سکون دیتی ہے۔۔۔'' جمیلہ مائی نے نوالہ منہ میں ڈالتے ہوئے سکینہ کو محبت سے دیکھا۔

''لیکن میں نے تو ہمیشہ تم دونوں کا دل ہی جلایا ہے۔۔۔'' سکینہ شدید قسم کی قنوطیت کا شکار تھی۔ اُس کے والدین نے چونک کر اُس کا رنجیدہ چہرہ دیکھا۔

''ایسی بات نہیں کرتے میری جند میری جان۔۔۔'' جمیلہ مائی نے بے اختیار اٹھ کر اپنی بیٹی کا ماتھا چوما۔ سکینہ کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

''دیکھ ناں اماں، میں تم دونوں کی اکوں اک اولاد تھی، جس کو لے لے کر تم لوگوں نے ساری زندگی بس ہسپتالوں کے ہی دھکے کھائے۔ کوئی خوشی نہیں ملی میری طرف سے۔'' سکینہ کا لہجہ خود بخود بھیگتا چلا گیا۔

''اچھا، یہ بتا دھی رانی، اگر اللہ ہمیں تیری صورت میں بھی اولاد کی نعمت نہ دیتا تو ہم کیا کرتے۔۔۔'' اللہ دتے نے بڑے پرسکون انداز میں پوچھا تو سکینہ تھوڑی سی الجھن کا شکار ہوئی۔

''پتا نہیں ابا۔۔۔'' اُس نے سادگی سے جواب دیا۔

''ہم دونوں کے پاس زندگی گذارنے کے لیے کوئی مقصد نہ ہوتا۔ ہم دونوں بس زندگی کے لگے بندھے اصول کے تحت بس وقت گذارتے جاتے، ہے ناں۔۔۔؟؟؟'' اللہ دتا کمہار نے سکینہ کے مضطرب انداز کو غور سے دیکھا۔

''مجھے اللہ سے کوئی شکوہ نہیں۔ اُس نے ہمیں معذور ہی لیکن اولاد تو دی۔ اُس نے ہماری زندگیوں کو ایک محور تو دیا اور تجھے کیا پتا پتر تو نے ہماری زندگیوں میں کتنے خوبصورت رنگ بھرے ہیں۔ ہمیں ماں باپ بننے کی سعادت نصیب کی ہے۔ اس لیے ایسی باتیں نہ کیا کر پتری، دل کو تکلیف ہوتی ہے۔۔۔'' اللہ دتے کے لہجے میں محبت کی فراوانی تھی۔

''چلو بھئی سکینہ شام کی واک پر چلتے ہیں۔۔۔'' سسٹر ماریہ ایک دم ہی کمرے میں داخل ہوئی تو سب کی توجہ اس کی جانب مبذول ہو گئی۔

''پتا ہے مجھے ڈاکٹر خاور نے بھیجا تھا کہ سکینہ کو لے کر لان میں آؤ۔۔۔'' سسٹر ماریہ کے رازدانہ انداز پر سکینہ چونکی۔ وہ دونوں اس وقت کوریڈور میں تھیں اور لان کی طرف بڑھتے ہوئے سسٹر ماریہ نے سکینہ کو بتایا۔ ڈاکٹر خاور سامنے بینچ پر بڑے اطمینان سے بیٹھے ان کے منتظر تھے۔

''سکینہ اُداس کیوں ہو۔۔۔؟؟؟'' ڈاکٹر خاور نے اُس کا چہرہ غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ سسٹر ماریہ اُسے چھوڑ کر اندر جا چکی تھی۔

''آپ کو کس نے کہا کہ میں اُداس ہوں۔۔۔'' اُس نے چونک کر الٹا سوال کیا۔ وہ مسکرائے۔

''چہرہ شناسی کا دعویٰ صرف آپ کو ہی تو نہیں ہے۔ کوئی اور بھی اس ہنر میں کمال رکھ سکتا ہے۔۔۔'' ڈاکٹر خاور کی بے تکلفی سکینہ کو حیران کر گئی۔

''افسوس کہ اس دنیا میں میری امی اور ابے کے علاوہ ابھی تیسرا کوئی ایسا شخص نہیں جو سکینہ کے بدصورت چہرے کو نظر جما کر دیکھ سکے۔۔۔'' وہ تلخ ہوئی۔

''چہرے بدصورت نہیں ہوتے ،ان کو دیکھنے والی نگاہ خوبصورت یا بدصورت ہوتی ہے۔ جو سامنے والے منظر کو اپنے مطابق رنگ دیتی ہے۔۔۔''ڈاکٹر خاور سینے پر ہاتھ باندھ کر اُسے غور سے دیکھ کر بولے۔ایک پھیکی سی مسکراہٹ سکینہ کے چہرے پر پھیلی۔

''یہ بتاؤ، سکینہ، اُس دن عائشہ کو دیکھ کر آپ ٹینس کیوں ہو گئیں تھیں۔۔۔؟؟؟''ڈاکٹر خاور نے کب کا رکا ہوا سوال اُس سے پوچھ ہی لیا۔جس مقصد کے لیے انہوں نے اُسے یہاں بلایا تھا۔سکینہ نے بغور ڈاکٹر خاور کو دیکھا۔

''یہ سوال آپ اپنے آپ سے پوچھیں۔۔۔''اُس کی بات نے ڈاکٹر خاور کو ایک لمحے کو بوکھلا کر رکھ دیا۔

''کیا مطلب ہے آپ کا۔۔۔؟؟؟''انہوں نے جانچتی نگاہوں سے اُس کا چہرہ کھوجا۔

''میں آپ کے آنے سے پہلے تو بالکل ٹھیک تھی ،لیکن آپ نے آکر سارا سکون درہم برہم کر دیا۔۔۔''وہ اب کھل کر بات کرنے لگی تھی۔اُس کے لہجے میں ایک محسوس کی جانے والی ناراضگی تھی۔ڈاکٹر خاور اُسے دیکھتے رہ گئے۔

''عائشہ بہت اچھی ہیں۔۔۔''سکینہ کچھ لمحے چپ رہنے کے بعد بولی تو وہ مسکرا دیے۔''اس کا مطلب ہے کہ آپ کو اچھی لگیں۔۔۔''

''جو لوگ دل کے اچھے اور سچے ہوں وہ کس کو اچھے نہیں لگتے۔۔۔''سکینہ نے انہیں ایک دفعہ پھر لاجواب کیا۔

''بہت سے لوگ ہیں دنیا میں ،جن کو دل کی اچھائی اور سچائی سے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔وہ بس ظاہری خوبصورتی کے پیچھے بھاگتے ہیں۔۔۔''ڈاکٹر خاور نے سنجیدگی سے کہا۔

''لیکن آپ ایسے نہیں ہیں، مجھے پتا ہے۔۔۔''سکینہ کے لہجے میں یقین کا ایک سمندر قید تھا۔

''تم بہت اچھی ہو سکینہ۔۔۔''ڈاکٹر خاور اب سامنے والے بینچ پر بڑی فرصت سے بیٹھ گئے۔اپنی تعریف پر سکینہ کا چہرہ بالکل سپاٹ رہا یہ بات ڈاکٹر خاور کے لیے اچھنبے کا باعث بنی۔

''کیا بات ہے سکینہ کوئی ناراضگی ہے کیا۔۔۔؟؟؟''

''مجھے ناراضگی کا کوئی حق نہیں ہے ڈاکٹر صاحب۔۔۔''اُس کا لہجہ بڑا عجیب سا ہوا۔

''دیکھو سکینہ آج تو یہ بات کر دی ،لیکن آج کے بعد ایسی کوئی بات نہیں کرنی۔اوکے۔۔۔''انہوں نے ایک دم کھڑے ہوئے ہلکی سی برہمی سے کہا۔سکینہ کے چہرے کی رنگت متغیر ہوئی۔

پارکنگ میں کھڑی ڈاکٹر زویا نے یہ منظر بہت تنفر بھرے انداز سے دیکھا۔

☆ ☆ ☆

''بھابھی ،آپ ایک دفعہ مجھے بتاتی تو سہی ،میں اڑ کر اپنے بھائی کو دیکھنے آجاتی۔۔۔''ثنائیلہ کی والدہ کے آنسو کسی صورت نہیں تھم رہے تھے جب سے انہوں نے اپنے بھائی کے انتقال کی خبر سنی تھی۔وہ اس وقت اپنے بیٹے رامس کے ساتھ ثنائیلہ کے گھر میں موجود تھیں۔

''بس ،کیا بتاتی ،میرے اوپر تو خود غموں کا ایک طوفان ٹوٹ پڑا تھا۔ایک تو پردیس اور اوپر سے اتنے محبت کرنے والے شریک حیات کی

جدائی نے مجھے تو نیم پاگل سا کر دیا۔'' وہ بہت محبت سے اپنی نند کا ہاتھ پکڑ کر ساری تفصیل بتاتی گئیں۔

''پاکستان آنے کے بعد میں نے سوچا کہ آپ کے حصّے کی رقم پہلی فرصت میں آپ تک پہنچا دوں۔ اُس کے بعد خود بیمار ہو گئی۔ اس لیے وکیل صاحب کو بھجوا دیا۔'' ان کی بات پر بالکل چپ بیٹھے شہیر نے بے چینی سے پہلو بدلا۔

''یہ تو اچھا خاصا ہینڈسم بندہ ہے، لیکن پتا نہیں کیوں مجھے ایسا لگتا ہے کہ میں نے اسے کہیں دیکھا ہے۔'' کچن میں ان لوگوں کے لیے کھانا تیار کرتی ثنا ئیلہ نے اپنی الجھن نابیہ سے بیان کی۔ جو رامس کی والدہ کی آمد کا سنتے ہی فوراً تیر کی طرح آن پہنچی تھی تب سے ثنا ئیلہ کی مکمل ہیلپ کروا رہی تھی۔

''دیکھو، اب تم اپنے سکندر شاہ کی طرف ہی دھیان دو، کوئی ضرورت نہیں اُس پر بُری نظر ڈالنے کی۔۔۔'' نابیہ نے سلاد کے لیے کھیرے کاٹتے ہوئے اُسے شرارت سے جواب دیا۔

''جب بھی بات کرنا، کوئی نہ کوئی بونگی ہی مارنا۔۔۔'' اُس نے کباب تلتے ہوئے جل کر جواب دیا تو نابیہ کھلکھلا کر ہنسی۔

''ایک گلاس پانی مل جائے گا۔۔۔'' شہیر کے سپاٹ انداز پر وہ دونوں چونکیں۔ وہ نہ جانے کب کچن کے دروازے میں آن کھڑا ہوا تھا۔ ثنا ئیلہ نے فوراً فریج سے بوتل نکال کر اُس کی طرف بڑھائی۔ جسے لے کر وہ اندر کی جانب بڑھ گیا۔

''یہ تمہارے بھائی کے منہ پر کیوں ساڑھے بارہ بجے ہوئے ہیں۔ جب سے آیا ہے، ایسے کھا جانے والی نگاہوں سے دیکھ رہا ہے۔'' نابیہ نے ہلکے پھلکے انداز میں جتایا تو ایک تاریک سا سایہ ثنا ئیلہ کے چہرے پر دوڑا۔

''ہاں، اُسے سخت غصہ ہے کہ ہم نے ماموں سے رابطے کی بات ان سے کیوں چھپائی، اور یہ کہ پیسے گھر کی مرمت پر کیوں ضائع کیے۔۔۔'' ثنا ئیلہ کی بات پر نابیہ کو جھٹکا لگا۔

''دماغ ٹھیک ہے تمہارے بھائی کا، خود تو کویت جا کر بیٹھ گیا اور تم لوگوں کو اس کھنڈر جیسے گھر میں چھوڑ کر دوبارہ مڑ کر نہیں پوچھا۔۔۔'' نابیہ سلاد بنانا بھول گئی۔

''اُسے غصہ ہے کہ اگر وہ پیسے اُسے مل جاتے تو وہ پاکستان آ کر کوئی بزنس کر لیتا۔۔۔'' ثنا ئیلہ نے ہاتھ دھوتے ہوئے طنزیہ لہجے میں بتایا۔

''ہونہہ، اب اُس کی مطلبی اور خود غرض بیگم اُسے چھوڑ کر چلی گئی تو اُسے پاکستان کی یاد آ گئی۔۔۔'' نابیہ کا لہجہ زہر آلود ہوا۔

''خواتین آج کی تاریخ میں کھانا مل جائے گا۔۔۔'' رامس کے خوشگوار انداز پر وہ دونوں چونکیں۔ نابیہ کے ہاتھ میں پکڑا کھیرا چھوٹ کر زمین پر جا گرا۔ جب کہ اپنے دوپٹے سے ہاتھ صاف کرتی ثنا ئیلہ مسکرا دی۔

''بھئی میں تو اپنے حصّے کا کام نبٹا چکی ہوں، یہ دوسری پارٹی ہی اتنی سست ہے تو کیا کیا جائے۔۔۔'' ثنا ئیلہ نے شرارت سے نابیہ کی طرف اشارہ کیا جو اس حملے پر گڑبڑا سی گئی۔

''او ہو، تو یہ مسئلہ ہے۔۔۔'' رامس دونوں بازو اپنے سینے پر جما کر اب بڑی گہری نگاہوں سے نابیہ کو دیکھ رہا تھا اس کی نگاہوں کی تپش سے نابیہ کے رخسار سرخ ہوئے۔

''اس کا مطلب ہے کہ مجھے اپنے مستقبل کے بارے میں کچھ سوچنا چاہیے۔۔۔'' رامس کا معنی خیز انداز نابیہ کے ہاتھ پیر پھلا گیا۔

''بائی داوے، رامس صاحب، آپ اگر اسی طرح کسی انسپکشن ٹیم کے ہیڈ کی طرح ہمارے سروں پر سوار رہے تو آ جکا ڈر آپ کو کل ہی مل جائے گا۔۔'' شائیلہ نے اُسے مصنوعی خفگی سے

گھورا تو وہ اپنے بالوں میں ہاتھ پھیر کر رہ گیا۔

''کتنی ظالم دنیا ہے۔ان کا بس بھی ہم جیسے غریبوں پر ہی چلتا ہے۔۔۔'' اُس نے فرضی دکھ کے زیر اثر ایک لمبی آہ بھری۔'' حالانکہ بندہ پوچھے کہ میں نے کہا کیا ہے۔'' رامس کی شوخی عروج پر تھی۔وہ مسلسل نابیہ پر نظریں جمائے اُسے نروس کر رہا تھا۔

''بھئی یہ جو آپ ظالم نظروں کے وار کر رہے ہیں ناں عوام الناس پر، اس کی وجہ سے ہمارا سلاد خاصا لیٹ ہو رہا ہے۔۔۔'' شائیلہ نے بڑی صفائی سے چھری نابیہ کے ہاتھ سے پکڑ لی۔

''ادھر دو بہن کہیں زلیخا کی طرح انگلیاں نہ کٹوا بیٹھنا، آجکل تو ویسے بھی رشتوں کا بڑا مسئلہ ہے، بغیر انگلیوں والی لڑکی کو کون اپنائے گا۔'' شائیلہ نے ہنستے ہوئے نابیہ کو چھیڑا۔

''کچھ لوگ بڑے دل جگرے والے ہوتے ہیں۔وہ گونگی بہری، اندھی کانی، حتیٰ کہ خاصی زبان دراز لڑکیوں کو بھی اپنانے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔'' رامس کی بات پر شائیلہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔جب کہ نابیہ نے اُسے گھور کر دیکھا جس کی زبان دانی کے جوہر آج کھل کر سامنے آ رہے تھے۔

☆ ☆ ☆

''مجھے تو پہلی دفعہ احساس ہوا کہ آپ دوسروں سے بدلہ لینے کی بھرپور صلاحیت رکھتی ہیں۔۔۔'' ڈاکٹر خاور نے آج پھر اُسے پارک میں پکڑ لیا تھا۔ وہ جو پینٹنگ بنانے کے لیے اپنا کینوس سیٹ کر رہی تھی اُن کی بات کو سمجھ کر مسکرا دی۔ اُسے بخوبی اندازہ تھا کہ اُس کا اشارہ اُس دن والی ملاقات کی طرف تھا جہاں عائشہ نے ان کے چھکے چھڑا دیے تھے۔

''بلیومی، میں نے ایسا جان بوجھ کر نہیں کیا، بس ایسے ہی زبان پھسل گئی۔۔۔'' عائشہ نے مسکراتے ہوئے انہیں یقین دلایا۔ گہرے سبز رنگ میں وہ اس خوبصورت صبح کا ایک دلکش اور دلفریب سا رنگ لگ رہی تھی۔

''آپ کی زبان نے تو حقیقتاً میرے چھکے چھڑا دیے، مجھے تو موحد کا ڈر تھا کہ وہ کیا سوچے گا۔۔۔'' ڈاکٹر خاور نے خوشگوار انداز میں بتایا تو وہ ہنس دی۔

''میرا بھائی ماشاء اللہ بہت اچھا ہے، وہ ایسی فضول باتوں پر دھیان نہیں دیتا۔۔۔'' عائشہ کے لہجے میں یقین کی فراوانی تھی۔

''پھر بھی ایک دفعہ تو آپ نے میرے حواس ہی گم کر دیے۔۔۔'' وہ بے تکلفی سے بتاتے ہوئے سامنے رکھے بڑے سے پتھر پر بیٹھ گئے۔

''آپ نے مجھے بتایا کیوں نہیں، کہ آپ ڈاکٹر ہیں۔۔۔؟؟؟'' اُس نے گلہ کیا۔

''آپ نے کبھی پوچھا ہی نہیں۔۔۔'' انہوں نے سادگی سے جواب دیا۔

''مجھے سمجھ نہیں آتی کہ آپ اپنے اتنے بزی شیڈول میں سے اتنا ٹائم نکال کر ایگزیبیشن وغیرہ میں کیسے چلے جاتے تھے۔'' عائشہ بھی اُن کے بالمقابل رکھے پتھر پر آن بیٹھی۔

''بھئی جس چیز کا انسان کو شوق ہو، وہ اُس کے لیے ٹائم کہیں نہ کہیں سے نکال ہی لیتا ہے۔'' ڈاکٹر خاور نے اسے بغور دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

''ہوں، ٹھیک کہتے ہیں۔۔۔'' عائشہ مسکرائی۔ ''یہ رامس کہاں بزی ہے آجکل۔۔۔'' اسے اچانک ہی یاد آیا۔

''وہ آج کل ماما کا رائٹ ہینڈ بنا ہوا ہے۔ ان کے کاموں کو نبٹانے میں لگا ہوا ہے۔'' ڈاکٹر خاور کی بات پر وہ چونکی۔ ''کیسے کام۔۔۔؟؟؟''

''بھئی میرے لیے کسی اچھی سی لڑکی کی تلاش میں ہیں دونوں۔۔۔'' ڈاکٹر خاور کی بات پر عائشہ کا دل بے ہنگم انداز سے دھڑکا۔ اُس نے جھٹکے سے سر اٹھا کر ڈاکٹر خاور کو دیکھا۔

''بھئی کوئی اچھی لڑکی ہے نظر میں تو بتایئے گا۔۔۔'' ڈاکٹر خاور کے چھیڑنے پر وہ بُری طرح تپی۔

''ہاں ہے۔۔۔'' اُس نے بڑی سرعت سے کہا۔

''کون۔۔۔؟؟؟'' ڈاکٹر خاور نے اُس کا تپا تپا سا چہرہ بڑی دلچسپی سے دیکھا۔

''میری دوست، ماہم۔۔۔'' وہ اب غصے سے اپنے بیگ سے رنگ اور برش نکالنے لگی۔

''ہوں۔۔۔ ماہم بھی اچھی چوائس ہے۔۔۔'' ڈاکٹر خاور کی آنکھوں میں شرارت رقصاں تھی۔ جب کہ عائشہ کا چہرہ ناراضگی کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔

''ویسے بائی داوے، آپ کی کیا ماہم سے کوئی ناراضگی چل رہی ہے۔۔۔'' انہوں نے ایک دم ہی پوچھا۔

''نہیں تو آپ کو کس نے کہا۔۔۔؟؟؟'' اُس نے چونک کر ڈاکٹر خاور کا سنجیدہ چہرہ دیکھا۔

''اچھا، مجھے ایسا لگا تھا۔ اللہ جانے کیوں۔۔۔'' وہ تھوڑا سا الجھے۔

''کیسا لگا تھا۔۔۔؟؟؟'' وہ ساری ناراضگی بھول بھال کر ان کے قریب آن کر کھڑی ہو گئی۔ ڈاکٹر خاور اس کے اس انداز پر مسکرا دیے۔ وہ اب دل ہی دل میں سوچ رہے تھے کہ عائشہ کو کس طرح سے ٹالنا ہے جو اُس کو بُرا بھی نہ لگے۔

☆ ☆ ☆

''ماما، ہائیٹ دیکھی ہے آپ نے اس بندے کی، میرے کندھوں تک بمشکل آئے گا۔۔۔'' ماہم نے بڑی بیزاری کے ساتھ ہاتھ میں پکڑی تصویر صوفے پر اچھالی اور زبردستی ٹی وی کی طرف متوجہ ہوئی جہاں ثمن آپی کا مارننگ شو ری پیٹ میں چل رہا تھا۔

''بزنس کی دنیا میں ایک نام ہے اس کا، سی اے کیا ہوا ہے۔ کروڑوں کی جائیداد کا تنہا وارث ہے۔۔۔'' مسز منصور نے اُسے مطلوبہ پرپوزل کی چند ایک خصوصیات بتائیں جو ان کی نظر میں خاصی پرکشش تھیں۔

''ماما کیا فائدہ۔۔۔'' وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ چہرے پر دنیا جہاں کی بے زاری اور کوفت کی فراوانی تھی۔ ''جب ایک بندہ آپ کے ساتھ چلتا ہوا ہی اچھا نہیں لگ رہا تھا تو ایسی کروڑوں کی جائیداد کو چاٹنا ہے کیا۔۔۔'' اُسے غصہ ہی تو آ گیا۔

''پھر مسز گیلانی کے بیٹے میں کیا بُرائی تھی، اچھا خاصا چھ فٹ کا بندہ تھا۔۔۔'' ماما کو اُس کا ایک اور مسترد کیا پرپوزل عین وقت پر یاد آیا۔

''رنگ دیکھا تھا آپ نے مسز گیلانی کے بیٹے کا۔۔۔'' ماہم سلگ کر بولی۔ ''بلیک پینٹ کوٹ میں پتا ہی نہیں چل رہا تھا کہ کہاں سے شروع ہو رہا ہے اور کہاں ختم۔۔'' اُس کے کھل کر مذاق اڑانے پر مسز منصور نے تاسف بھرے انداز سے اُسے دیکھا۔

''ماہم کچھ خدا کا خوف کرو، اچھی خاصی گندمی رنگت تھی اُس کی، جیسے ستر فیصد ہمارے ملک کے مردوں کی ہوتی ہے۔۔۔''

''رہنے دیں ماما۔ آپ کو تو ہر راہ چلتا لڑکا پسند آ جاتا ہے، اپنی بیٹیوں کے لیے۔۔۔'' ماہم نے طنزیہ نگاہوں سے انہیں یاد دلایا جب انہیں ائیر پورٹ پر ایک فیملی کا بیٹا اچھا لگ گیا تھا جسے ماہم نے ایک نگاہ میں ہی ریجیکٹ کر دیا تھا۔ وہ کوفت بھرے انداز سے پہلو بدل کر رہ گئیں۔

''پھر اس کا ایک ہی حل ہے میرے پاس۔۔۔'' وہ تپ کر کھڑی ہوئیں۔ جب کہ ٹی وی اسکرین پر ثمن کے شو پر نظریں جمائے بیٹھی ماہم نے بے زاری سے ماما کو دیکھا جن پر آجکل ماہم کی شادی کروانے کا بھوت سوار تھا۔

''وہ کیا۔۔۔؟؟؟'' اُس نے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

''تم اللہ سے کہہ کر اسپیشل آرڈر پر ہی اپنے لیے کوئی لڑکا تیار کروا لو، ورنہ جیسی تمہاری ڈیمانڈ ہے۔ کوئی نہیں ملنے والا۔۔۔'' ماما بڑے شعلہ

برساتی نگاہوں سے اُسے دیکھتے ہوئے کمرے سے نکل گئیں۔ جب کہ ماہم لاپرواہی سے اپنے کندھے جھٹک کر اب ٹی وی کی طرف متوجہ ہوگئی۔

''یہ ثمن آپی بھی اپنے شو میں کبھی کبھی ضرورت سے زیادہ ہی اوور ہو جاتی ہیں۔۔۔'' اُس نے کوفت بھرے انداز سے ریموٹ کنٹرول سے چینل بدلا جہاں سامنے ہی کوئی فیشن ڈریس شو آرہا تھا۔ وہ اب کچھ دیر پہلے کی کوفت کو بھلائے بڑی دلچسپی سے ٹی وی دیکھ رہی تھی۔ جب سیل فون کی مترنم سی گھنٹی نے اُسے اپنی طرف متوجہ کیا۔ سامنے ''علی کالنگ'' کے الفاظ پڑھ کر اُسے اپنی ساری ناراضگی یاد آگئی۔ اُس نے بہت بُرے طریقے سے اُس کی کال کو ریجیکٹ کیا اور صوفے کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔ اُس کا سارا ذہنی سکون ایک لمحے میں غارت ہوگیا۔

☆ ☆ ☆

''امّی، دماغ ٹھیک ہے شہیر کا، آخر وہ کس منہ سے آپ سے نابیہ کے رشتے کے لیے کہہ رہا ہے۔۔۔'' ثنائیلہ کا دماغ بھک کر کے اڑا۔ جب اُس نے اپنی والدہ کے منہ سے صبح صبح یہ عجیب بات سنی۔

''وہ تو تم ٹھیک کہہ رہی ہو بیٹا۔۔۔'' مسز زبیر نے دانستہ نگاہیں چراتے ہوئے کہا۔ ''لیکن اُس کی ضد ہے کہ میں اُس کا رشتہ مانگنے جاؤں ورنہ وہ واپس کویت چلا جائے گا'' انہوں نے اپنی مجبوری بیان کی تو ثنائیلہ کو ٹھیک ٹھاک قسم کا غصہ آگیا۔

''جانا ہے تو ہزار دفعہ جائے، لیکن ہمیں بلیک میل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، پہلے بھی وہ ہماری مرضی کے بغیر ہی گیا تھا اور ہمیں اُس کے وہاں جانے کا کیا فائدہ ہوا۔ جو کچھ اُس نے کمایا اپنی سالیوں کی شادیوں پر لگا دیا'' ثنائیلہ نے غصّے سے ہاتھ میں پکڑا چائے کا کپ میز پر پٹخا۔ اُس میں سے تھوڑی سی چائے گر کر سفید میز پوش پر داغ ڈال گئی۔

''پھر مجھے بتاؤ، میں کیا کروں۔۔۔'' ان کے بے بس انداز پر ثنائیلہ کا سارا غصہ بھک کر کے اڑا۔ اس لیے وہ تھوڑا نرم انداز میں بولی۔

''دیکھیں امّی، ثنائیلہ کے گھر والوں سے ہمارے بہت اچھے تعلقات ہیں۔ وہ ہمارے دکھ سکھ کے ساتھی ہیں۔ آپ خود سوچیں کہ وہ اپنی اچھی خاصی بیٹی کا رشتہ کیوں شہیر کو دیں گے۔ جس کے بارے میں سب کو پتا ہے کہ وہ ایک شادی کر چکا ہے۔۔۔''

''لیکن بیٹا بات کرنے میں تو کوئی ہرج نہیں۔ چلو شہیر مطمئن ہو جائے گا۔۔۔'' امّی کی بات پر ایک تلخ مسکراہٹ ثنائیلہ کے لبوں پر ابھری۔

''ہونہہ، اپنے بیٹے کو مطمئن کرنے کے لیے آپ دوسروں کا سکون غارت کریں گی۔۔۔'' وہ خود کو بولنے سے روک نہ پائی۔

''کیا کروں، اپنے بیٹے کی محبت کے ہاتھوں مجبور ہوں۔۔۔'' وہ رنجیدہ انداز سے گویا ہوئیں۔

''لیکن دیکھ لیجیے گا کہ نابیہ کے گھر کے علاوہ کوئی ایسا گھرانہ نہیں جو مشکل وقت میں ہمارے کام آسکے۔ ایسا نہ ہو بیٹے کی محبت کے ہاتھوں مجبور ہو کر اپنے تعلقات خراب کر بیٹھیں۔'' ثنائیلہ نے ان کو تصویر کا دوسرا رخ دکھایا۔ جب کہ اس سے زیادہ سننا شہیر کی برداشت سے باہر تھا۔ وہ جو سمجھ رہی تھی کہ وہ گہری نیند میں ہے۔ اُسے پتا ہی نہیں چلا کہ وہ کب اُس کے سر پر آن کھڑا ہوا۔ مسز زبیر کا رنگ فق ہوا۔

''آپی آپ کے ساتھ مسئلہ کیا ہے۔۔۔؟؟؟ آپ کیوں ہاتھ منہ دھو کر میرے پیچھے پڑ گئی ہیں۔۔۔؟؟؟'' وہ طنزیہ لہجے میں بولتا ہوا اُس کے بالکل سامنے آن کھڑا ہوا۔

''اس لیے، کیونکہ تم ہمارا ذہنی سکون برباد کرنے کی باتیں کر رہے ہو۔۔۔'' ثنائیلہ نے اُس کے رعب میں آئے بغیر دو بدو جواب دیا۔

''میں نے کون سا آپ کا سکون برباد کیا ہے۔۔۔؟؟؟'' وہ سلگ کر بولا۔

''کبھی تمہیں لگتا ہے کہ ہم نے اس گھر پہ پیسہ لگا کر ساری جمع پونجی داؤ پر لگا دی ہے اور کبھی تمہیں یہ خوش فہمی ہونے لگتی ہے کہ نابیہ کے لیے تمہارا پروپوزل ہاتھوں ہاتھ لیا جائے گا'' ثنائیلہ نے طنزیہ نگاہوں سے اپنے چھوٹے بھائی کو دیکھا جس کی خود غرضی پر اب اُسے کوئی شبہ نہیں رہا تھا۔

''ہاں تو اس میں غلط کیا ہے۔۔۔''شہیر کی غلط فہمی عروج پر تھی۔

''تو ٹھیک ہے، بھجوا کر دیکھ لو اپنا پرپوزل، منہ کی کھاؤ گے۔۔۔'' ثنائیلہ ایک جھٹکے سے کھڑی ہوئی۔

''یہ آپ کی بھول ہے۔۔۔'' وہ استہزائیہ انداز سے ہنسا۔ ''نابیہ مجھ سے محبت کرتی ہے۔۔۔''

''تصحیح کر لو، وہ تم سے محبت کرتی تھی۔'' ثنائیلہ نے لفظ''تھی'' پر زور دیتے ہوئے کہا اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ مسز زبیر نے خوفزدہ نگاہوں سے اپنے بچوں کو دیکھا۔ جو ایک دوسرے کو کچھ دیر پہلے کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

☆ ☆ ☆
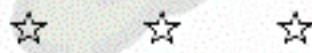
''تھینکس گاڈ بھائی، آپ کے چہرے پر بھی مجھے مسکراہٹ نظر آئی۔۔۔'' عائشہ نے ناشتے کی میز پر بلاوجہ مسکراتے موحد کو دیکھ کر چھیڑا۔ جب کہ ماما نے بھی چونک کر اپنے دونوں بچوں کے تروتازہ چہرے دیکھے اور دل ہی دل میں دونوں پر آیت الکرسی پڑھ کر پھونکی۔

''میں نے سوچا کہ آجکل تم ہر وقت مسکراہٹوں کے پھول بکھیرتی رہتی ہو تو میں کیوں پیچھے رہوں۔۔۔'' موحد نے بریڈ کے پیس پر جیم لگاتے ہوئے اُسے چھیڑا۔

''ہوں۔۔۔ مجھے تو آجکل زعفران کے کھیت نظر آ رہے ہیں، آپ کی طرف کیا ماجرا ہے۔۔۔''اُس نے اورنج جوس کا گلاس لبوں سے لگایا۔

''بس سمجھو، کہ میری طرف بھی کچھ ایسا ہی معاملہ ہے۔۔۔'' ایک ذومعنی سی مسکراہٹ موحد کے چہرے پر ابھری۔

''یہ تم دونوں آپس میں کون سے کوڈ ورڈز میں باتیں کر رہے ہو۔۔۔'' ماما نے جھنجھلا کر دونوں کو دیکھا۔

''یہ تو آپ بھائی سے ہی پوچھیں۔۔۔'' عائشہ نے جان بوجھ کر اُسے پھنسایا تو وہ گھور کر رہ گیا۔

''میں سوچ رہا ہوں ماما کہ عائشہ کی شادی وادی کا کچھ کریں۔ لڑکیوں کی عمر نکلنے کا پتا تھوڑی چلتا ہے۔'' موحد نے موقعے پر ہی حساب برابر کیا۔ عائشہ اُس کی شرارت سمجھ کر مسکرا دی۔

''میں تو خود اس سلسلے میں خاصی اپ سیٹ ہوں، کل ہی مجھے مسز کامران نے ایک پرپوزل کے بارے میں بتایا ہے۔۔۔'' ماما کی بات پر عائشہ چونکی۔

''وہ بتا رہی تھیں کہ لڑکے کی والدہ نے عائشہ کو کسی فنکشن میں دیکھا ہے، اور انہیں پسند بھی ہے۔۔۔'' ماما کے پرجوش انداز پر عائشہ کا رنگ اڑا۔

''اچھا۔۔۔؟؟؟ کیا کرتا ہے لڑکا۔۔۔'' موحد نے بھی فوراً ہی دلچسپی ظاہر کی۔

''آرمی میں میجر ہے۔۔۔'' ماما کے جواب پر موحد کے چہرے پر ایک تاریک سا سایہ دوڑا۔وہ آج بھی آرمی کا نام سن کر جذباتی ہو جاتا ہے۔

''پھر تو آپ فوراً بلا لیں انہیں۔۔۔'' موحد کی دلچسپی ماما کے لیے مورل اسپورٹ کا باعث بنی۔'' آج ہی فون کرتی ہوں انہیں۔۔۔''

''کوئی ضرورت نہیں ہے ماما، مجھے آرمی کی لائف پسند نہیں۔۔۔'' عائشہ ایک جھٹکے سے کھڑی ہوئی۔اُس کا چہرہ شدید تناؤ کا شکار لگ رہا تھا۔اُس کی بات پر ماما نے ناگواری سے اُسے دیکھا اور موحد کو نظروں ہی نظروں میں کوئی اشارہ کیا۔

''کیا بات ہے عائشہ، ایسے ٹینس کیوں ہو رہی ہو۔۔۔'' موحد کی بات پر عائشہ نے اُسے شکوہ کناں نگاہوں سے دیکھا، جیسے کہہ رہی ہو کہ مجھے آپ سے اس بات کی توقع نہیں تھی۔اُس نے ہاتھ میں پکڑا ٹوسٹ کا آدھا پیس پلیٹ میں رکھا اور ڈائننگ روم سے نکل گئی۔

''دیکھا، دیکھا تم نے، اس لڑکی نے مجھے کتنا زچ کر رکھا ہے۔۔۔''؟؟؟ ماما کو ایک دم ہی غصہ آیا۔

''ڈونٹ بی پنچی ماما، میں بات کروں گا عائشہ سے۔۔۔'' موحد نے انہیں تسلی دینے کی کوشش کی لیکن وہ بجائے مطمئن ہونے کے بھڑک اٹھیں۔''دماغ خراب ہو گیا ہے اس کا، اور کچھ نہیں، تم صاف صاف پوچھو اس سے، اگر کوئی پسند ہے تو بتائے، ورنہ اس دفعہ میں اس کی کچھ نہیں سننے والی۔۔۔'' ماما نے بھی دوٹوک انداز سے دھمکی دی اور کمرے سے نکل گئی۔موحد سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔سیل فون کی گھنٹی نے اُسے اپنی طرف متوجہ کیا۔دوسری جانب ثنائیلہ تھی۔

''کیا ہوا موحد۔۔۔؟؟؟'' وہ اُس کا لہجہ سنتے ہی پریشان ہوئی۔

''کچھ نہیں یار، ماما اور عائشہ کے درمیان سینڈوچ بنا ہوا ہوں۔۔۔'' اُس نے اپنی الجھن اُس کے ساتھ شیئر کی۔

''کیا مطلب۔۔۔؟؟؟'' دوسری جانب اُسے حقیقتاً ہی سمجھ نہیں آئی۔

''بھئی عائشہ کے لیے کوئی پرپوزل آیا ہے، جب کہ اُس نے صاف انکار کر دیا اور ماما سخت غصے میں ہیں۔۔۔'' اُس نے مختصراً بتایا۔

''اچھا۔۔۔؟؟؟ عائشہ تو مجھے بہت سادہ اور دوستانہ مزاج کی لگی ہے۔۔۔'' ثنائیلہ کی بات پر وہ بُری طرح چونکا۔ ''تمہیں کس نے بتایا۔۔۔؟؟؟''

''مجھے کس نے بتانا ہے۔اُس نے مجھے کال کی تھی۔۔۔'' ثنائیلہ کی بات پر موحد کو جھٹکا سا لگا۔

''کب۔۔۔؟؟؟'' وہ بے تابی سے بولا۔

''کافی دن ہو گئے اب تو۔۔۔'' ثنائیلہ کی بات پر اُسے غصہ آ گیا''تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں۔۔۔''؟؟؟

''سوری ذہن ہی سے نکل گیا اور پھر میرا خیال تھا کہ اُس نے آپ سے ہی نمبر لیا ہوگا اس لیے آپ کے علم میں ہوگا۔'' ثنائیلہ نے گھبرا کر اُسے وضاحت دی۔

''یہ کوئی اتنی عام سی بات تو نہیں تھی کہ تمہارے ذہن سے نکل جائے۔'' دوسری جانب موحد کا موڈ خراب ہو چکا تھا۔اچانک ہی اُس کے ذہن میں ایک بات آئی۔

''کہیں تم عائشہ کے کہنے پر تو نہیں، مجھ سے ملنے آئی تھی۔۔۔؟؟؟'' اُس کے لہجے میں چھپی بدگمانی شائیلہ کا دل خراب کر گئی۔

''آپ کی بدگمانی کبھی کبھی میرے دل کو اتنے بُرے طریقے سے مسلتی ہے کہ میں اُسے لفظوں میں بیان کر ہی نہیں سکتی۔۔۔'' شائیلہ کا رنج بھرا انداز موحد کو بے چین کر گیا۔ جب کہ دوسری جانب وہ ناراض ہو کر فون بند کر چکی تھی۔

☆ ☆ ☆

''آپ مجھ سے ناراض ہیں ناں۔۔۔'' وہ اُس دن اچانک ہی ماہم کے کلینک میں چلا آیا۔ علی کو اپنے سامنے دیکھ کر بھی ماہم بہ دستور اپنے کام میں مگن رہی جو اُس کی ناراضگی کا بھرپور اظہار تھا۔ اُس نے بس ایک نگاہ اٹھا کر ہی علی کو دیکھا تھا۔

''بیٹھنے کے لیے نہیں کہیں گی آپ۔۔۔؟؟؟'' علی نے دونوں ہاتھ میز پر رکھ کر تھوڑا سا جھک کر اس ادا سے ماہم کی طرف دیکھا کہ اُس کے لیے اپنے دل کی اتھل پتھل کیفیت کو سنبھالنا مشکل ہو گیا۔ اُس نے آنکھ کے اشارے سے اُسے بیٹھنے کے لیے کہا۔ علی کے لبوں پر ایک مبہم سی مسکراہٹ ابھری۔

''آئی ایم سوری، میں پچھلے دنوں اپنے ہوسپٹل اور پرائیوٹ کلینک میں بہت بزی رہا اور آپ سے زیادہ کون جان سکتا ہے کہ ڈاکٹرز کی لائف کتنی بزی ہوتی ہے۔'' علی کی بات پر ماہم نے جھٹکے سے سر اٹھا کر سامنے بیٹھے علی کو غور سے دیکھا۔ ''آپ ڈاکٹر ہیں۔۔۔؟؟؟'' اُس کے چہرے کے تاثرات بڑی سرعت سے تبدیل ہوئے۔

''آپ نے کبھی بتایا ہی نہیں کہ آپ ڈاکٹر ہیں۔۔۔'' ماہم کی ساری ناراضگی بھک کر کے اڑ گئی۔ وہ اب توصیفی نگاہوں سے اُسے دیکھ رہی تھی۔

''اسپیشلائزیشن کس میں ہے آپ کی۔۔۔؟؟؟''

''اسپائنل سرجری میں یو کے سے۔۔۔'' علی نے بھی آج ماہم کو متاثر کرنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی تھی۔

''اور کتنے بہن بھائی ہیں آپ۔۔۔؟؟؟'' ماہم نے آج موقع غنیمت جان کر اُن کی ذاتی زندگی میں جھانکنے کا مرحلہ عبور کر ہی لیا۔

''صرف دو بھائی ہیں۔ فادر کی ڈیتھ ہو چکی ہے اور صرف ماما ہیں۔۔۔'' علی کے بتائے ہوئے سارے ہی کوائف متاثر کن تھے۔

''آپ سنائیں کہ کہاں بزی تھیں۔۔۔؟؟؟'' علی کی زیرک نگاہوں سے اُس کے چہرے کے بدلتے تاثرات پوشیدہ نہیں رہ سکے۔

''کچھ نہیں، بس آج کل ماما پر میری شادی کا بھوت سوار ہے۔ اس سلسلے میں چھانٹی پروگرام جاری ہے۔۔۔'' ماہم کی خود پسندی کو باہر نکلنے کے لیے کسی خاص وجہ کی ضرورت نہیں ہوتی تھی اور آج تو اُس کے ہاتھ میں اچھا خاصا موقع تھا۔

''ہوں۔۔۔ اس کا مطلب ہے کہ امیدواران کی لسٹ خاصی لمبی ہے۔۔۔'' علی نے ہلکے پھلکے انداز میں اُسے چھیڑا۔

''جی ہاں۔۔۔'' ماہم نے اپنی ہنس راج جیسی خوبصورت گردن اٹھا کر دیکھا۔ ''ابھی تو شارٹ لسٹنگ ہونی ہے۔۔۔'' وہ بڑی ادا سے مسکرائی۔

''اُف، میرے جیسے غریب لوگ تو مارے جائیں گے پھر۔۔۔'' علی کے شرارتی انداز پر وہ کھلکھلا کر ہنسی۔

''غریبوں پر تو ہم خصوصی نگاہ کرم کرتے ہیں۔۔۔'' ماہم کے ذومعنی انداز پر علی نے مسکراتے ہوئے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔''اور سنائیں، آپ کی دوست کی انگجمنٹ ہوگئی۔۔۔''؟علی

کے دانستہ انداز میں موضوع تبدیل کرنے پر وہ جی بھر کر بدمزہ ہوئی۔

''جی سننے میں تو یہی آ رہا ہے۔۔۔'' اُس نے گول مول جواب دیا۔

''کیا، اُسی رامس کے ساتھ۔۔۔؟؟؟'' علی نے چونکنے کی بھرپور اداکاری کی۔

''جی، جی، وہ ہی جو میرا پیشنٹ تھا۔۔۔'' ماہم نے بڑی صفائی سے جھوٹ بولا۔ علی نے اب اُس کے چہرے کو بغور دیکھا۔

''کیا کوئی محبت وحبت کا چکر تھا۔۔۔؟؟؟'' علی کو نہ جانے کیوں اس سوال وجواب میں مزا آ رہا تھا۔

''جی لگتا تو بظاہر یہی ہے۔۔۔'' ماہم نے بڑی ادا سے اپنے کندھے اچکائے۔

''چلیں، اچھی بات ہے۔ اللہ ان دونوں کو خوش رکھے۔۔۔'' علی کی بات پر ماہم کے لبوں پر بڑی پرسکون سی سانس خارج ہوئی۔ وہ اب بڑی مطمئن سی نظر آ رہی تھی۔

''آپ کا فنڈ ریزنگ کا پروگرام کہاں تک پہنچا۔۔۔؟؟؟'' علی کی بات پر ماہم نے ایک دفعہ پھر کوفت بھرے انداز سے پہلو بدلا۔

''میں نے ثمن آپی سے بات کی تھی، ان کا آج کل بڑا بزی شیڈول ہے۔ تھوڑی سی فراغت مل جائے تو انشاء اللہ کچھ نہ کچھ کرتے ہیں۔ اُس نے بڑی عمدگی سے خود کو سنبھالتے ہوئے اُسے مطمئن کرنے کی کوشش کی۔ اس دفعہ علی کے چہرے پر پھیلنے والی مسکراہٹ بڑی عجیب سی تھی۔

☆ ☆ ☆

''مجھے بہت دکھ، افسوس اور حیرت ہو رہی ہے ثنائیلہ تم پر۔۔۔'' نابیہ نے بہت افسردگی سے ثنائیلہ کو دیکھا جو ایک تنکے کے ساتھ زمین پر بے معنی سی لکیریں کھینچ رہی تھی۔ اپنی دوست کی بات پر اُس نے سر اٹھا کر اُسے دیکھا۔ اُس کی آنکھوں میں آنسوؤں کی نمی تھی۔

''کیا تم یہ گمان بھی کر سکتی ہو، کہ میں ایسا کچھ کر سکتی ہوں۔۔۔'' ثنائیلہ کے رنجیدہ لہجے پر نابیہ ایک لمحے میں لاجواب ہوئی۔

''آئی ایم سوری یار۔۔۔'' وہ اب اُس کے ساتھ ہی باورچی خانے کی دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔ ''میں بھی حیران تھی کہ تمہیں تو ہر بات کا پتا تھا، پھر تم نے شہیر کے پرپوزل کے لیے خالہ جان کو کیوں بھیجا۔۔۔''؟؟؟

''میں نے اس بات کے خلاف اسٹینڈ لیا اور اُس کی وجہ سے میری شہیر کے ساتھ بول چال بالکل بند ہے۔۔۔'' ثنائیلہ بڑے دھیمے سے انداز سے گویا ہوئی۔

''شہیر کا تو لگتا ہے کہ دماغ خراب ہو چکا ہے، اُسے اتنی جرأت کیسے ہوئی۔۔۔'' نابیہ کا غصہ کسی طور بھی کم نہیں ہو پا رہا تھا۔

''اُس کی غلط فہمیاں اور خوش فہمیاں ہی اُس کے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔'' ثنائیلہ کے لہجے میں طنز کی آمیزش شامل ہوئی۔

''یعنی کہ موصوف کو لگتا ہے کہ میرے دل میں ابھی بھی اُس کے لیے کوئی سوفٹ کارنر ہے۔۔۔؟؟؟'' نابیہ بے یقین ہوئی۔

''اُس کو لگتا نہیں بلکہ بھرپور قسم کا یقین ہے مائی ڈیئر۔۔۔'' ثنائیلہ مسکرائی تو نابیہ کی تیوری کے بل گہرے ہو گئے۔

''دفع کرو اُسے تم یہ بتاؤ کہ تمہارے ہیرو صاحب کا کیا حال ہے؟ کب بھیجیں گے وہ اپنے گھر والوں کو۔۔۔'' نابیہ نے خود کو سنبھالتے ہوئے موضوع تبدیل کیا۔ اُس کی بات پر ثنائیلہ کے لبوں پر ایک تلخ سی مسکراہٹ ابھری۔

''یہاں تک آنے سے پہلے ہی بات بگڑ جاتی ہے۔۔۔'' اُس کی آنکھوں میں نمی لہرائی۔

''مائی گاڈ، کیا پھر لڑائی ہو گئی۔۔۔؟؟؟'' نابیہ نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا۔

''میں کیا کروں، نہ چاہتے ہوئے بھی کوئی نہ کوئی ایسی بات ہو جاتی ہے۔۔۔'' ثنائیلہ کا دل بھر آیا۔

''اب خبردار ایک بھی آنسو بہایا تو، میں ٹھیک کرتی ہوں تمہارے ہیرو کو۔۔۔'' نابیہ کو ایک دم ہی غصہ آیا۔ ''ویسے یار ہے تو وہ روڈ سا بندہ، یاد نہیں کہ اُس دن ہم لوگ آئے تو نہ تو اُس نے اٹھ کر استقبال کیا اور نہ ہی دروازے تک چھوڑنے آیا۔ کم از کم اتنی اخلاقیات تو سکھا دو اُس کو۔۔۔'' نابیہ کو اچانک ہی اُس دن والی ملاقات یاد آئی۔ اُس کی بات پر ثنائیلہ نے بے ساختہ نظریں چرائیں۔

''آئی ایم سوری نابیہ، میں نے تمہیں ایک بات نہیں بتائی۔۔۔'' ثنائیلہ نے آج اُسے حقیقت بتانے کا فیصلہ کر ہی لیا۔ نابیہ نے چونک کر اُسے دیکھا۔

''تم نے میرا وہ ناول پڑھا تھا ناں، جس میں سکندر شاہ ایک ایکسیڈنٹ میں معذور ہو جاتا ہے۔۔۔'' اُس کی بات پر نابیہ کے چہرے پر الجھن کے تاثرات نمودار ہوئے۔

''ہاں یار، وہ بھی کوئی بھولنے والا ناول ہے۔۔۔'' اُس نے فوراً ہی کہا۔

''بس سمجھو، کہ میرے ساتھ بھی حقیقت میں ایسا ہی ہوا ہے۔۔۔'' ثنا ئیلہ کی بات اُسے بالکل سمجھ نہیں آئی۔

''تم کہنا، کیا چاہ رہی ہو۔۔۔'' نابیہ نے سوالیہ نگاہوں سے اپنی دوست کی طرف دیکھا۔

''میری حقیقی زندگی کا سکندر شاہ بھی سوات آپریشن میں اپنی ٹانگیں کھو چکا ہے۔۔۔'' ثنا ئیلہ کی بات پر نابیہ کو یوں لگا جیسے باورچی خانے کی چھت اُس کے سر پر آن گری ہو۔

''واٹ۔۔۔؟؟؟؟'' وہ بولی نہیں بلکہ باقاعدہ چیخی۔ اُس کی آنکھوں میں بڑی فطری سی برہمی تھی۔

''وہ موحد رحیم، معذور ہے اور تم ایک معذور شخص کے پیچھے پاگل ہو ثنا ئیلہ۔۔۔؟؟؟'' وہ ایسے ثنا ئیلہ کو دیکھ رہی تھی جیسے اُس کے سامنے دنیا کا آٹھواں عجوبہ بیٹھا ہو۔

''موحد ابراہیم معذور ہے لیکن میری محبت تو معذور نہیں۔۔۔'' وہ اُس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اُسے لاجواب کر گئی۔

''لیکن ثنا ئیلہ۔۔۔'' اُس نے شدید حیرت سے اُس کا پُراعتماد انداز دیکھا۔ ''شہیر اور خالہ جان کیا اُس کے پرپوزل کے لیے مان جائیں گے۔۔۔'' اُس نے فوراً ہی اپنا خدشہ بیان کیا۔

''اُن کو ماننا ہوگا نابیہ، یہ میری زندگی ہے اور میں بہتر طور پر جانتی ہوں کہ مجھے اُسے کیسے بسر کرنا ہے۔'' ثنا ئیلہ نے ہنوز سابقہ لہجے میں کہا۔

''تم بہت عجیب ہو یار۔۔۔'' نابیہ کچھ لمحوں کے توقف کے بعد اتنا ہی بولی۔

''میں عجیب نہیں، بلکہ محبت ایک ایسا عجیب سا جذبہ ہے کہ اس کا سودا جس سر میں سما جائے وہ اپنے نفع، نقصان اور زمانے کی مصلحتوں سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔'' ثنا ئیلہ اتنے دھیمے انداز کے ساتھ بولی کہ نابیہ نے بمشکل ہی اُس کی بات کو سنا۔

''بیٹا، شہیر سے کہہ کر بازار سے کچھ چیزیں منگوالو، تمہاری ممانی جان کا فون آیا ہے، وہ آ رہی ہیں۔۔۔'' ابھی ابھی اُس کی امّی نے کچن میں جھانکا۔ ان دونوں نے چونک کر امّی کا خوشی سے جگمگاتا ہوا چہرہ دیکھا۔ وہ خاصی پرجوش لگ رہی تھیں۔

''خیریت تو ہے امّی۔۔۔؟؟؟'' اُسے حیرت ہوئی کیونکہ ابھی دو دن پہلے تو ممانی جان ان کے گھر سے ہو کر گئیں تھیں۔

''مجھے لگتا ہے کہ وہ تمہارے رشتے کے لیے آ رہی ہیں۔۔۔'' امّی جان کی بات پر دونوں سہیلیوں کو کرنٹ سا لگا۔

''میرے رشتے کے لیے۔۔۔؟؟؟ آپ سے کس نے کہا۔۔۔؟؟؟'' ثنا ئیلہ نے عجلت بھرے انداز سے انہیں دیکھا۔

''بھئی، ڈائریکٹ تو نہیں کہا، لیکن یہ کہہ رہی تھیں کہ آپ سے ایک خاص چیز مانگنے آ رہی ہوں، اپنے بیٹے رامس کے لیے۔۔۔'' انہوں نے اپنی طرف سے دھماکہ ہی تو کیا۔

''میرا رشتہ رامس کے لیے۔۔۔'' ثنا ئیلہ کے منہ سے نکلنے والے الفاظ نے نابیہ کو کسی گہری کھائی میں دھکا دیا۔ اُس کا رنگ فق ہو گیا۔ وہ خوفزدہ نگاہوں سے ثنا ئیلہ اور اُس کی امّی کو دیکھنے لگی۔

☆ ☆ ☆

''عائشہ تم نے ثنا ئیلہ کا نمبر کہاں سے لیا۔۔۔؟؟؟'' وہ جو ٹی وی لاؤنج میں کسی ٹاک شو کو دیکھنے میں مگن تھی۔ موحد کے سنجیدہ سے لہجے پر حیران ہوئی۔

''کون ثنا ئیلہ۔۔۔؟؟؟'' عائشہ نے بے دھیانی میں پوچھا۔

''کیا اب یہ بھی مجھے ہی بتانا ہوگا۔۔۔'' موحد کے لہجے سے چھلکتی خفگی پر وہ مکمل طور پر اُس کی طرف متوجہ ہوئی جو چہرے کے تاثرات سے کچھ خفا خفا سا لگ رہا تھا۔

''اچھا۔۔۔؟؟؟ آپ اُس لڑکی کا پوچھ رہے ہیں۔ اُس کا نام ثنا ئیلہ ہے، میں نے پوچھا ہی نہیں۔'' عائشہ کی سادگی پر وہ بُری طرح جھنجھلایا۔

''تم نے اُس کا نمبر کہاں سے لیا۔۔۔؟؟؟'' اُس نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

''آپ کے ٹیلی فون کے بل سے۔۔۔'' عائشہ تھوڑا سا شرمندہ ہوئی۔

''کیوں۔۔۔؟؟؟'' عائشہ کو اُس کے چہرے کی سنجیدگی سے گھبراہٹ ہوئی۔

''کیا ہو گیا ہے بھائی آپ کو، کیا مجھے اتنا بھی حق نہیں اور میں نے ایسا کیا کہہ دیا ہے اُس سے جو آپ اتنے خفا ہو رہے ہیں۔'' عائشہ کی گلہ آمیز نگاہوں سے موحد کو ہمیشہ الجھن ہوتی تھی۔

''کیا تم نے اُسے کہا تھا کہ وہ اپنی ناراضگی ختم کر کے مجھے ملنے آئے۔۔۔؟؟؟'' اُس کے چہرے پر نظریں جمائے موحد نے بڑا عجیب سا سوال کیا جسے سنتے ہی عائشہ کو کرنٹ لگا۔

''میرا دماغ خراب ہے جو میں ایسی کوئی بات کروں گی۔۔۔'' عائشہ کو ایک دم غصہ آ گیا۔

''پھر تم نے اُس سے کیا بات کی۔۔۔؟؟؟'' موحد تھوڑا سا ڈھیلا پڑ گیا۔

''میں تو اُس سے فیملی بیک گراؤنڈ اور اُس کی امی کی بیماری کی تفصیلات ہی پوچھتی رہی اور تو کوئی خاص بات نہیں ہوئی۔ مجھے تو اتنا بھی دھیان نہیں رہا کہ اُس کا نام پوچھ سکوں۔'' عائشہ نے خفا خفا سے لہجے میں ساری تفصیل بتائی۔

''اوہ۔۔۔!!!'' وہ ایک دم شرمندہ ہوا تو عائشہ چونک گئی۔ ''کیوں، کیا ہوا۔۔۔؟؟؟''

''کچھ نہیں، میں سمجھا کہ شاید تم نے اُسے کہا تھا کہ مجھ سے ملنے جائے۔۔۔'' وہ اب خفت زدہ انداز میں اصل بات بتا گیا۔

''مجھے تو یہ بھی نہیں پتا کہ وہ آپ سے ملنے آئی تھی۔۔۔'' عائشہ نے ہلکا سا منہ بنایا۔ وہ اب دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھامے بیٹھا تھا۔

''اب کیا کر دیا ہے آپ نے۔۔۔؟؟؟'' عائشہ ہلکا سا جھنجھلائی۔

''میں اُسے خفا کرنے کے علاوہ کر بھی کیا سکتا ہوں، پتا نہیں میں اتنا شکی مزاج کیوں ہو گیا ہوں۔۔۔'' وہ حد درجہ کوفت کا شکار ہو رہا تھا۔ ایسے لگتا تھا جیسے اُسے اپنے آپ پر غصہ آ رہا ہو۔

عائشہ نے ایک تاسف بھری نگاہ اُس پر ڈالی۔

''بس میں نے فیصلہ کرلیا ہے بھائی۔۔۔''عائشہ اچانک کھڑی ہوئی۔موحد نے سوالیہ نگاہوں سے اُسے دیکھا۔

''آپ لوگوں نے سوائے لڑنے جھگڑنے کے کچھ نہیں کرنا، میں ماما کو لے کر اُن کے گھر جاتی ہوں۔پھر ایک ہی گھر میں ایک ہی روم میں بیٹھ کر جتنا مرضی لڑتے رہیں۔''اُس کے ہلکے پھلکے انداز پر موحد زبردستی مسکرایا۔

''وہ لوگ ایک ادھورے شخص کے ہاتھ میں اپنی بیٹی کا ہاتھ تھما دیں گے کیا۔۔۔؟؟؟''موحد کا دل اندیشوں سے لبریز تھا۔

''اگر آپ کا اور شائیلہ کا ساتھ اللہ سات آسمانوں کے اوپر لکھ چکا ہے تو دنیا کی کوئی طاقت اُس کو ختم نہیں کر سکتی۔۔۔''عائشہ کے پُراعتماد انداز نے موحد کو کچھ مطمئن کیا۔

''پھر کب جاؤ گے آپ لوگ۔۔۔؟؟؟''اُس کے منہ سے بے اختیار پھسلا، اگلے ہی لمحے وہ ہلکا سا جھینپ گیا۔عائشہ اُس کی بات پر کھلکھلا کر ہنسی اور ہنستی ہی گئی۔

☆ ☆ ☆

وہ ایک حبس بھری سی شام تھی ایسا لگ رہا تھا جیسے ہوا کا دم گھٹ کر رہ گیا ہو۔فضاؤں میں عجیب سی اداسی تھی ایسا لگ رہا تھا جیسے وحشت اپنے بال کھولے بین ڈال رہی ہو۔سکینہ نے کھڑکی کھولی تو اسی لمحے بجلی کی ایک تار پر کرنٹ لگنے سے ایک معصوم فاختہ زمین پر گری اور اُس نے تڑپ تڑپ کر جان دے دی۔سکینہ کو ایسے لگا جیسے کسی نے اُس کا دل مٹھی میں پکڑ کر مسل دیا ہو۔اسی لمحے ڈاکٹر خاور اُس کے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئے۔

''کیا ہوا سکینہ۔۔۔طبیعت ٹھیک ہے۔۔۔؟؟؟''انہوں نے اُس کا پسینے سے شرابور چہرہ دیکھا۔

''ڈاکٹر صاحب وہ فاختہ مر گئی۔۔۔''اُس نے ہاتھ کی انگلی سے باہر کی جانب اشارہ کیا۔ڈاکٹر خاور نے اُس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا۔

''اوہ، سو سیڈ۔۔۔''انہوں نے آگے بڑھ کر ہمدردی سے اُس کے کندھے کو سہلایا۔سکینہ کی بے ربط دھڑکنوں کو تھوڑا سا سکون میسر آیا۔

''آپ کے امی اور ابا، کہاں ہیں۔؟''انہوں نے دائیں بائیں دیکھ کر پوچھا۔

''وہ دونوں امام بریؒ کے مزار پر میری صحت یابی کی دعا کرنے گئے ہیں، صبح میرا آپریشن ہے ناں۔۔۔''سکینہ پھیکے سے انداز سے مسکرائی تو انہیں لگا کہ وہ کچھ پریشان ہے۔

''نروس کیوں ہو سکینہ، اللہ بہت بہتر کرے گا۔۔۔''ڈاکٹر خاور آج خصوصی طور پر وقت نکال کر اُس کے پاس آئے تھے۔تا کہ اُس کا حوصلہ بڑھا سکیں۔صبح سات بجے اُسے آپریشن تھیٹر میں لے جانا تھا۔

''پتا نہیں۔۔۔''اُس کی اُداس آنکھوں میں عجیب سی وحشت ابھری۔

''آپ کو کچھ بھی نہیں ہوگا سکینہ، انشاء اللہ۔۔۔''انہوں نے مسکرا کر اُس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا۔سکینہ کے دل کی دھڑکن ایک لمحے کو رک سی گئی۔

''مجھے معلوم ہے کہ یہ جسمانی بیماری میرا کچھ نہیں بگاڑے گی، لیکن میری بدقسمتی کے جالے میں پھنسی میری محبت کسی مکڑی کی طرح زیادہ دیر سانسیں نہیں لے سکے گی۔ حبس کے موسم بھلا کب کسی کو راس آتے ہیں۔۔۔'' وہ پھر پھیکے سے انداز سے مسکرائی۔ ڈاکٹر خاور کو پہلی دفعہ اُس کی آنکھوں سے چھلکتے جذبوں سے خوف آیا۔

''ایسے کیوں دیکھ رہی ہو سکینہ۔۔۔؟؟؟'' انہوں نے خود کو سنبھالتے ہوئے دانستہ ہلکا پھلکا انداز اپنایا۔

''ویسے ہی۔۔۔'' وہ مسکرائی۔

''پتا ہے ڈاکٹر خاور مجھے آپ کی مسیحائی سے کوئی گلہ نہیں۔ آپ نے میرا اُس وقت ساتھ دیا، جب ساری دنیا مجھے دھتکار چکی تھی۔ آپ نے اُس وقت مجھے عزت و احترام بخشا، جب سب کی آنکھوں میں میرے لیے تمسخر جھلکتا تھا۔ آپ نے اُس وقت میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ کے پھول کھلائے جب میری زندگی میں ہر طرف خزاں ڈیرے ڈالے ہوئے تھی۔ میں ٹھیک ہوتی ہوں یا نہیں، مجھے ساری زندگی اس کوہان کے ساتھ رہنا ہوگا یا نہیں؟ میرا دل ان تمام چیزوں سے بے نیاز ہو چکا ہے۔ مجھے بس اس چیز پر فخر ہے کہ آپ نے مجھے کبھی مایوسی کے سمندر میں دھکیلنے کی کوشش نہیں کی۔ دوسرے مسیحاؤں کی طرح مجھے کبھی نہیں کہا کہ سکینہ تمہارا مرض لاعلاج ہے۔ میں آپ کا احسان زندگی بھر نہیں اتار سکوں گی۔'' سکینہ کی آنکھوں میں آنسو ایک لڑی کی صورت میں بہہ نکلے۔۔۔

''دیکھو سکینہ، میری پروفیشنل زندگی کے بارے میں لوگ کہتے ہیں کہ ڈاکٹر خاور کے لیے اُس کا ہر مریض وی آئی پی ہوتا ہے۔ اس لیے کہ میں اپنی ملازمت کو ہمیشہ عبادت سمجھ کر ادا کرتا ہوں۔ مجھے اپنے پروفیشن سے محبت نہیں عشق ہے۔ میں آخری لمحے تک جدوجہد کرنے کا قائل ہوں۔ نیتوں کا حال اللہ جانتا ہے، لیکن آپ میرے لیے ہمیشہ اہم رہی ہیں اور مجھے یہ کہنے میں بھی عار نہیں کہ نہ جانے کون سی ایسی چیز تھی جو مجھے اپنی بے تحاشا مصروفیت میں بھی آپ کے کمرے کی طرف دھکیل دیتی تھی۔ میں آج بھی اُس چیز کو سمجھنے سے قاصر ہوں۔'' ڈاکٹر خاور کی آنکھوں میں الجھن ہی الجھن تھی۔

''وہ میری خالص محبت کے جذبے کی سچائی تھی جو آپ کے قدم یہاں روک لیتی تھی۔۔۔'' سکینہ نے ان کی مشکل کو آسان کیا۔ وہ نظریں چرا کر رہ گئے۔

''ہم سادہ دل لوگ کتنی ظالم دنیا میں سانس لیتے ہیں۔ جہاں لوگ سمجھتے ہیں کہ محبت صرف خوبصورت لوگوں کی معراج ہے۔ وہ کسی عام سی شکل وصورت کے حامل مرد کے ساتھ کسی حسین لڑکی کو دیکھ کر حور کے پہلو میں لنگور کا نعرہ فوراً لگا دیتے ہیں۔ ہم ذہنی طور پر ایک مغلوب قوم ہیں جو حسن اور دولت کے آگے بڑی آسانی سے گھٹنے ٹیک دیتے ہیں۔ ہم انسان ہی انسانوں کو جینے نہیں دیتے۔ ہم نے اپنی زندگیاں خود اپنے لیے تنگ کر رکھی ہیں۔ اپنے خود ساختہ معیار بنا رکھے ہیں۔ ہم نہ صرف اپنے لیے بلکہ دوسروں کی زندگیوں کے فیصلے بھی اپنے ہاتھ میں لینے کی کوشش کرتے ہیں۔ کتنے عجیب لوگ ہیں ہم، ہے ناں۔۔۔'' سکینہ کے لبوں پر ایک بے بس سی مسکراہٹ تھی۔

''میں عائشہ سے ملنا چاہتی ہوں دوبارہ۔۔۔'' اُس نے کچھ لمحے خاموش رہنے کے بعد بالکل عجیب سی فرمائش کی۔ ڈاکٹر خاور حیران ہوئے۔

''لیکن کیوں۔۔۔؟؟؟'' انہوں نے تعجب سے اُسے دیکھا۔

''میں اُن کے خوبصورت چہرے کو دوبارہ دیکھنا چاہتی ہوں، جسے آپ اُس دن بہت پیار سے دیکھ رہے تھے۔۔۔'' سکینہ کے منہ سے لفظ ٹوٹ ٹوٹ کر نکلے۔ڈاکٹر خاور کو لگا کہ جیسے کسی نے انہیں اچانک زمین پر دھکا دے دیا ہو۔

''کیا وہ چہرہ تمہیں اچھا نہیں لگا سکینہ۔۔۔؟؟؟'' انہوں نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

''یہ کیسے ہوسکتا ہے ڈاکٹر خاور کہ جو چیز آپ کو اچھی لگتی ہو، وہ مجھے بُری لگے۔۔۔؟؟؟؟'' سکینہ نے نظر اٹھا کر ڈاکٹر خاور کی طرف دیکھا۔اُس ایک نظر میں کچھ تھا جو ڈاکٹر خاور کے دل کی دھڑکنیں پہلی دفعہ بے ربط ہوئیں۔انہیں لگا کہ زمان و مکاں کی گردشیں تھم سی گئیں ہیں۔تقدیر نے بڑا عجیب سا وار کیا تھا۔انہیں لگا کہ اگر کچھ لمحے بھی یہاں ٹھہرے تو کوئی انہونی ہو جائے گی۔وہ خوفزدہ انداز میں اٹھے اور سکینہ کی طرف دیکھے بغیر بہت تیزی سے باہر نکل گئے۔

''تم اپنے آپ کو سمجھتی کیا ہو۔۔۔؟؟؟؟'' ڈاکٹر خاور کے کمرے سے نکلتے ہی ڈاکٹر زویا بڑی تیزی سے اندر داخل ہوئی۔اُس کی آنکھوں سے نفرت کے شعلے نکل رہے تھے۔

''تم نے کبھی آئینے میں اپنی بدصورت شکل دیکھی ہے، جس کو دیکھ کر کراہیت کا احساس ہوتا ہے۔تم نے کبھی اپنی کمر پر اونٹ کی طرح کا کوہان دیکھا ہے۔جس سے تم ساری زندگی چھٹکارا نہیں پا سکتیں۔۔۔'' ڈاکٹر زویا ایک قدم اور آگے بڑھ کر بولیں۔سکینہ نے خوفزدہ نگاہوں سے ڈاکٹر زویا کی طرف دیکھا۔

''تم جو ڈاکٹر خاور کو پانے کے لیے اونچے اونچے خواب دیکھتی ہو۔اپنی اوقات دیکھی ہے تم نے۔۔۔؟؟؟'' ڈاکٹر زویا کے زہر آلود لہجے نے سکینہ کو کسی اندھے کنویں میں گرا دیا۔

''اللہ جانے کون سے تعویز گھول کر ڈاکٹر خاور کو پلا دیے ہیں جو وہ اپنی بصارت سے محروم ہو گئے ہیں اور انہیں تمہارا اتنا بڑا ''کُب'' نظر نہیں آتا اور وہ پاگلوں کی طرح تمہارے کمرے کا طواف کرتے ہیں۔ان کی ساری توانائیاں تمہارے آپریشن کی کامیابی کے لیے خرچ ہو رہی ہیں۔تم ہو کس بھول میں۔۔۔؟؟؟'' ڈاکٹر زویا نے انگلی کے اشارے سے اُس کو دھمکی دی۔

''میرے اور ڈاکٹر خاور کے درمیان آنے کی کوشش کرو گی تو میں تمہارا جینا حرام کر دوں گی۔۔۔'' ڈاکٹر زویا نے اُسے مزید دھمکایا۔

''ڈاکٹر خاور جیسے شخص سے محبت کرنے سے پہلے ایک دفعہ غور سے آئینہ دیکھ لیتیں تو ساری زندگی سر اٹھا کر ان کی طرف نہ دیکھتیں۔۔۔'' ڈاکٹر زویا کا زہر آلود لہجہ سکینہ کے دماغ پر کسی بلڈوزر کی طرح برس رہا تھا۔وہ کسی وحشت زدہ ہرنی کی طرح آنکھیں کھولے ڈاکٹر زویا کی طرف دیکھ رہی تھی جو اپنی کئی دنوں کی بھڑاس نکال رہی تھی۔

''ہر روز اس ہسپتال میں بے شمار لوگ مرتے ہیں لیکن تم اتنی بدصورت ہو کہ موت بھی تم سے گھبراتی ہے۔تم جیسے لوگ ہمیشہ دوسروں کی قوت برداشت کا امتحان بنے رہتے ہیں۔'' ڈاکٹر زویا نے ایک نفرت انگیز نگاہ سکینہ پر ڈالی اور ایک دم مڑی، سامنے کھڑی سسٹر ماریہ کو دیکھ کر وہ ہلکا سا گڑبڑائی اور اگلے ہی لمحے کمرے سے نکل گئی۔

''کیا بکواس کر رہی تھیں یہ ڈاکٹر زویا۔۔۔'' سسٹر ماریہ نے سکینہ کا سپید ہوتا چہرہ دیکھا۔ وہ ہراساں نگاہوں سے اُس دروازے کی طرف گئی تھی جہاں سے ڈاکٹر زویا باہر نکلیں تھیں۔ اُس کا چہرہ وحشت کی آماہ جگاہ بنا ہوا تھا۔ وہ پتھریلی نگاہوں سے سسٹر ماریہ کو دیکھے گئی۔

''میں بتاتی ہوں ڈاکٹر خاور کو، یہ ڈاکٹر زویا پاگل ہوگئی ہیں۔ ان کو لگام ڈالیں۔۔۔'' سسٹر ماریہ کا غصہ کسی طور بھی کم نہیں ہو پا رہا تھا کچھ انہیں سکینہ سے خصوصی محبت تھی اور اُس کا دکھ انہیں اپنے دل پر محسوس ہوتا تھا۔ وہ کمرے سے نکل گئیں۔

سکینہ کے منہ سے ایک بھی لفظ نہیں نکلا۔ اُس نے سسٹر ماریہ کے کمرے سے نکلتے ہی اپنا سر تکیے پر گرا لیا۔ اُس کا دماغ ماؤف ہو رہا تھا۔ ڈاکٹر زویا کے زہریلے جملے پورے کمرے میں کسی مست قلندر کی طرح محو رقص تھے۔ ان کے رقص میں تیزی کے ساتھ ساتھ ایک عجیب جان لیوا سی دیوانگی اور وحشت آتی جا رہی تھی۔ سکینہ نے اپنی کھڑکی سے باہر گری فاختہ پر ایک نگاہ ڈالی اور اُس کا ذہن اندھیروں میں ڈوبتا چلا گیا۔ اب اُس کے چہرے پر طوفان کے بعد نمودار ہونے والی خاموشی کا راج تھا۔۔۔

☆ ☆ ☆

(صائمہ اکرم چوہدری کا یہ دلچسپ ناول ابھی جاری ہے، باقی واقعات اگلی قسط میں پڑھیے)

آئی سی یو کے شیشے کے پار کھڑے تمام لوگوں کی نظریں سکینہ کے بے جان وجود پر جمی ہوئیں تھیں۔ جسے وینٹی لیٹر پر رکھا گیا تھا۔اُس دن سسٹر ماریہ واپس آئیں تو سکینہ کا بے جان جسم دیکھ کر وہ بالکل ہی حواس باختہ ہوگئیں۔انہوں نے بھاگ کر ڈیوٹی پر موجود ڈاکٹر کو بلایا۔کچھ ہی منٹوں میں یہ خبر پورے وارڈ میں پھیل گئی۔ڈاکٹر خاور خود اُس کی حالت دیکھ کر گھبرا گئے۔سکینہ وہ بے ہوش تھی۔اُس کے چہرے کی رنگت ہلدی کی طرح زرد تھی۔

''اوہ مائی گاڈ۔۔۔!!!!'' سٹی اسکین کی رپورٹ ڈاکٹر خاور کے ہاتھ میں تھی۔اُن کے چہرے پر پھیلنے والی واضح مایوسی جمیلہ مائی اور اللہ دتا سے نہیں چھپ سکی۔

''سر مریض کو آئی سی یو میں شفٹ کر دیا ہے۔۔۔''ایک جونیئر ڈاکٹر نے قریب آ کر اطلاع دی۔ڈاکٹر خاور صرف سر ہلا کر رہ گئے۔ان کی نظریں، مقناطیس کی طرح ہاتھ میں پکڑی رپورٹ پر جمی ہوئی تھیں۔

''پتر، خیر تو ہے ناں۔۔۔''اللہ دتا کمہار نے خوفزدہ نگاہوں سے ڈاکٹر خاور کو دیکھا۔جن کے چہرے پر پہلی دفعہ انہوں نے واضح مایوسی دیکھی۔

''بس دعا کریں۔۔۔'' ڈاکٹر خاور مختصراً بولے۔

''کیا مطلب بیٹا۔۔۔؟؟؟رپورٹ تو ٹھیک ہے ناں۔۔۔؟؟؟''اللہ دتا کی نظروں سے جھلکتی پریشانی ڈاکٹر خاور کو اور مضطرب کر گئی۔

''بعض دفعہ انسان کچھ نہیں کر سکتا، اب اس سے آگے ہم ڈاکٹر بھی بے بس ہیں۔۔۔'' ڈاکٹر خاور نہ چاہتے ہوئے بھی بہت کچھ کہہ گئے۔

''جیسے میرے رب کی مرضی۔۔۔'' اللہ دتے کے منہ سے نکلنے والے اس فقرے نے ڈاکٹر خاور کو حیران کیا۔انہوں نے چونک کر اپنے سامنے کھڑے دیہاتی کو دیکھا۔جس نے صبر کا دامن اتنی مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا کہ ڈاکٹر خاور کو اپنی مایوسی پر شرمندگی ہوئی۔انہوں نے سامنے بینچ پر بیٹھی جمیلہ مائی کو دیکھا، جس کی آنکھیں بند اور ہاتھ میں پکڑی تسبیح کے دانے بڑے تسلسل سے نیچے گر رہے تھے۔

☆ ☆ ☆

''میں زندگی میں پہلی دفعہ اُس مقام پر آیا ہوں جب مجھے حقیقت میں رونے کے لیے ایک کندھے کی ضرورت ہے۔۔۔''رات کے دو بجے عائشہ کے سیل پر آنے والے اس ٹیکسٹ نے اُسے پریشان کر دیا۔وہ جو اپنی ایک پینٹنگ مکمل کرنے کے چکروں میں وقت دیکھنا ہی بھول گئی تھی۔اپنے سیل فون پر آنے والی میسج ٹون نے اُسے بے اختیار وال کلاک کی طرف دیکھنے پر مجبور کر دیا۔

''اس ٹائم پر خاور علی کا ایسا میسج۔۔۔''وہ ایک دم گھبرا سی گئی۔اُس نے بے اختیار اپنے نمبر سے اُس کا نمبر ملایا جو پہلی ہی بیل پر اٹھا لیا گیا۔

''کہاں ہیں آپ۔۔۔؟؟؟؟'' عائشہ کے لہجے میں ہزاروں اندیشے پنہاں تھے۔

''ہسپتال میں، اپنے آفس میں۔۔۔''ڈاکٹر خاور کے لہجے کی نمی وہ اتنی دُور بیٹھ کر بھی محسوس کر گئی۔

''خیریت۔۔۔؟؟؟کیا آج آپ کال پر ہیں۔۔۔؟؟؟طبیعت ٹھیک ہے؟ ماما کیسی ہیں۔۔۔؟؟؟'' اُس نے بے چینی سے ایک ساتھ کئی سوال کیے۔

''سب ٹھیک ہیں، لیکن میں ٹھیک نہیں ہوں۔۔۔'' وہ بولے تو ان کے لہجے میں صدیوں کی تھکن تھی۔

''کک۔۔۔کیا ہوا خاور۔۔۔؟؟؟'' عائشہ کا دل بے ہنگم انداز سے دھڑکا۔

''پتا نہیں، لیکن میرا دل کر رہا ہے کہ میں زمین پر بیٹھ کر کسی ضدی بچے کی طرح ایڑیاں رگڑ رگڑ کر رو دوں۔۔۔'' وہ قنوطیت کی انتہاء پر تھے۔

''کیا ہو گیا ہے۔۔۔؟؟؟ ایک ڈاکٹر کی حیثیت سے یہ باتیں بھلا آپ کو زیب دیتی ہیں۔۔۔'' عائشہ نے دانستہ ہلکا پھلکا انداز اپنایا۔

''کیا ہم ڈاکٹرز انسان نہیں ہوتے، کیا ہمارے سینے میں سیمنٹ سے بنا دل ہوتا ہے، تم لوگ ہم ڈاکٹروں سے یہ توقع کیوں رکھتے ہو کہ ہم چلتے پھرتے مشینی روبوٹ بن جائیں۔ ہمارے دل پھٹ جائیں، سینہ زخمی ہو جائے، آنکھیں لہولہو ہو جائیں لیکن ہمیں رونے کی اجازت نہیں، کیونکہ ہم ڈاکٹر ہیں۔'' وہ استہزائیہ انداز میں ہنسا۔ اُس کی ہنسی میں سینکڑوں ٹوٹے ہوئے شیشوں کی چبھن تھی۔ عائشہ کی قوت گویائی سلب ہو گئی۔

''اگر آپ کہیں تو میں ہوسپٹل آ جاؤں۔۔۔'' وہ کچھ لمحوں کے توقف کے بعد اتنا ہی بولی۔

''نہیں۔۔۔'' انہوں نے صاف انکار کیا۔ ''رات کے اس پہر آپ کا آنا مناسب نہیں۔۔۔'' ان کے لہجے میں سنجیدگی در آئی۔

''پھر بتائیں کہ کیا ہوا ہے۔۔۔؟؟؟؟'' عائشہ پریشان ہوئی۔

''ایسا لگتا ہے جیسے دل کی رگوں میں ایک حشر سا برپا ہو گیا ہو۔ دکھ اور اذیت خون کے ساتھ شریانوں میں گردش کر رہے ہوں۔ پورا وجود ایک قیامت خیز زلزلے کی زد میں ہے۔ میں بظاہر بالکل ٹھیک ہوں، لیکن مجھے معلوم ہے کہ میں ٹھیک نہیں ہوں۔۔۔'' ڈاکٹر خاور کے لہجے میں کوئی ان کہا سا دکھ ہلکورے کھا رہا تھا۔

''ڈاکٹر خاور۔۔۔'' عائشہ کی پریشانی کا گراف بڑھ گیا۔

''مجھے ڈاکٹر خاور مت کہا کرو عائشہ، میں تمہارے لیے علی ہوں۔۔۔'' ان کی اگلی بات پر وہ الجھن کا شکار ہوئی۔

''ایک ڈاکٹر کی حیثیت سے میں تمہیں کبھی نہیں ملا۔ مسیحائی میرا پروفیشن اور عشق سہی، لیکن میرے اندر ایک عام سا شخص بستا ہے۔ جسے وہ ساری باتیں دکھ دیتی ہیں جو کسی بھی عام شخص کے لیے پریشانی کا باعث بن سکتی ہیں۔ جسے شاخ پر اگنے والی معمولی سی کونپل بھی خوشی دے دیتی ہے۔ ایک ڈاکٹر کی حیثیت سے مجھے بہت سے دائروں میں خود کو قید کرنا پڑتا ہے۔ لوگ تو سمجھتے ہیں کہ ڈاکٹروں کے دل کے اردگرد کوئی لوہے کا خول ہے۔ ان پر کوئی چیز اثر نہیں کر سکتی۔ کم از کم اپنی نظروں میں تم مجھے عام سا انسان رہنے دو۔'' ان کی وضاحت پر وہ کچھ مطمئن ہوئی۔

''لیکن آپ مجھے بتائیں تو سہی، ہوا کیا ہے۔۔۔؟؟؟؟'' عائشہ خود کو پوچھنے سے نہ روک پائی۔

''سکینہ ٹھیک نہیں ہے عائشہ۔۔۔'' اس بار ان کی آواز خاصی مدھم تھی۔

''کون؟ سکینہ اللہ دتا۔۔۔'' عائشہ حیران ہوئی۔ ''کیا ہوا، اُس معصوم لڑکی کو۔۔۔؟؟؟''

''برین ہیمبرج۔۔۔'' انہوں نے جواب دیا۔

''اوہ مائی گاڈ۔۔۔!!!'' عائشہ کے منہ سے بے اختیار پھسلا۔ ''اُس کا تو صبح آپریشن نہیں تھا بھلا۔۔۔؟؟؟''

''اُسے شاید ہم ڈاکٹروں کی صلاحیتوں پر اعتبار نہیں تھا۔ اس لیے وہ ہمیں کسی مشکل میں ڈالے بغیر کوے میں چلی گئی۔۔۔'' ڈاکٹر خاور کی بات پر عائشہ کو سخت صدمہ پہنچا۔

''لیکن اچانک کیسے۔۔۔؟؟؟'' عائشہ کی پریشانی کا گراف ایک دم ہی بڑھا۔

''آج شام اُس کا بی پی شوٹ کر گیا تھا۔۔۔'' انہوں نے وجہ بتائی تو وہ ایک لمبا سانس لے کر رہ گئی۔ دل دکھ کے گہرے احساس بڑھ گیا۔

☆ ☆ ☆

اگلے دن وہ صبح سویرے ناشتہ کرتے ہی ہوسپٹل پہنچی تو سامنے ڈاکٹر خاور کے ساتھ کھڑی لڑکی کو دیکھ کر چونک گئی۔ وہ بلاشبہ وہ ہی لڑکی تھی جس نے کئی ماہ تک اُس کی راتوں کی نینداور دن کا سکون غارت کر رکھا تھا۔ وہ دونوں آئی سی یو کے باہر گفت وشنید میں مگن تھے۔ لڑکی کے دائیں بازو میں سفید اوور آل تھا جسے اُس نے لاپرواہی سے اپنے بازو میں فولڈ کر کے ڈال رکھا تھا۔

''السلام علیکم۔۔۔'' عائشہ نے ڈاکٹر خاور کی رتجگے کی عکاسی کرتی سرخ آنکھوں میں جھانکا۔ لال سرخ رنگ کے ڈورے اُسے پریشان کر گئے۔

''وعلیکم السلام۔۔۔!!!'' ڈاکٹر خاور بمشکل مسکرائے۔

''عائشہ یہ ڈاکٹر علینہ ہیں، بہت اچھی نیوروفزیشن، میرے بیسٹ فرینڈ ڈاکٹر علی سکندر کی مسز ہیں۔۔۔'' ڈاکٹر خاور نے تعارف کی رسم نبھائی۔ ''اور علینہ بھابھی یہ عائشہ ہے، میری بہت اچھی دوست۔۔۔''

''عائشہ عبدالرحیم، جو بہت اچھی مصورہ ہیں۔۔۔'' ڈاکٹر علینہ نے بڑے دوستانہ انداز سے اُس کا ہاتھ تھام کر کہا تو عائشہ مسکرا دی۔ ''بھئی بہت ذکر سنا تھا تمہارا۔۔۔'' انہوں نے مزید کہا تو عائشہ کے دل سے سارے اندیشے بھاپ بن کر فضاؤں میں تحلیل ہو گئے۔

''سکینہ کیسی ہے۔۔۔؟؟؟'' عائشہ نے بے تابی سے پوچھا تو دونوں ایکدم ہی سنجیدہ ہوئے۔

''بس دعا کرو، اب دعا کے علاوہ سکینہ کو کسی چیز کی ضرورت نہیں۔۔۔'' وہ ڈاکٹر خاور کے ساتھ بات کرتے ہوئے اُس بینچ کی طرف آ گئی جہاں اللہ دتا کمہار اور جمیلہ مائی بیٹھے تھے۔ اُسے اپنی طرف آتے دیکھ کر وہ پھیکے سے انداز سے مسکرائے۔ دودھیا سفید رنگ کی چادر اوڑھے موسم سرما پوری آب وتاب کے ساتھ آ چکا تھا۔ اوس میں بھیگے خزاں گزیدہ درختوں پر اترنے والی اس صبح کے دامن میں عجیب سی یاسیت تھی۔ موسم کی تلخ خنکی اور تھکن نے اعصاب کو بوجھل کر دیا تھا۔

''اماں جی، اللہ بہت کرم کرے گا۔۔۔'' اُس نے جمیلہ مائی کا سرد ہاتھ پکڑ کر بڑے خلوص دل سے تسلی دینے کی کوشش کی۔

''اللہ جو کرے گا، بہتر کرے گا اور ہمیں اُسی بہتر فیصلے کا انتظار ہے۔۔۔'' جمیلہ مائی کا لہجہ پرسکون تھا۔ عائشہ کو بے اختیار ان پر رشک آیا۔

''یہ بچپن سے بہت باتونی اور بے چین طبیعت کی حامل تھی، اس کا ابا کہتا تھا کہ میری سکینہ کے اندر پارہ دوڑتا ہے۔ ایسے لگتا ہے جیسے یہ دوڑ دوڑ کر تھک گئی ہو اب صرف پرسکون نیند سونا چاہ رہی ہو۔۔۔'' جمیلہ مائی نے آئی سی یو کے شیشوں والی دیوار پر ہاتھ پھیرتے ہوئے دکھی انداز سے عائشہ کو بتایا۔

''مجھے کہتی تھی کہ اماں، تو بھی سوچتی ہوگی کہ اللہ نے ایک اولاد دی اور وہ بھی معذور۔۔۔'' جمیلہ مائی کسی اور ہی جہان میں پہنچی ہوئی تھی۔ ''اُس جھلی کو کیا پتا کہ وہ ہمارے دل کی ٹھنڈ اور اکھیوں کا سکون ہے۔۔۔'' جمیلہ مائی کا آواز بھرا گئی۔

''ڈاکٹر پتر، کوئی ایسا ٹیکا، کوئی ایسی دوائی نہیں، جسے کھاتے ہی میری دھی رانی ایک دفعہ آنکھیں کھول کر اپنی ماں کو دیکھ لے۔۔۔'' جمیلہ مائی ہونٹ کچلتے ہوئے دھندلی آنکھوں سے زمین کو گھورتے ہوئے بولی۔ اُس کے آنسو، ڈاکٹر خاور کو اپنے دل پر گرتے محسوس ہوئے۔

''مجھے کمرہ اُس کے بغیر کاٹنے کو دوڑتا ہے۔ اُس کی سہیلی چڑیاں بھی اُداس ہیں۔ کل سے کسی نے بھی سکینہ کی کھڑکی کے پاس آکر شور نہیں کیا، ایسا لگتا ہے جیسے چڑیوں کو بھی پتا چل گیا ہو کہ سکینہ سو رہی ہے اس لیے انہوں نے شور نہیں کرنا۔۔۔'' جمیلہ مائی کی آنکھیں آئی سی یو کے شیشے کی دیوار کے پار سکینہ کے وجود پر جمی ہوئی تھیں۔ عائشہ نے اپنی انگلیوں کی پوروں سے اُس کے آنسوؤں کو صاف کیا۔

''بھلیے لوکے، کیوں، خود کو پریشان کرتی ہو ایسی باتیں سوچ کر۔۔۔'' اللہ دتے نے جمیلہ مائی کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر ایک خاموش دلاسا دیا۔

''چلی چلیں۔۔۔'' عائشہ نے اعصاب شکن ماحول سے نکلنے کے لیے انہیں آنکھ کا اشارہ کیا۔

''کیا ہوا عائشہ۔۔۔'' ڈاکٹر خاور نے اپنے آفس میں پہنچتے ہی عائشہ کا زرد چہرہ دیکھا۔ وہ مضطرب انداز سے اپنی انگلیاں چٹخا رہی تھی۔

''مجھے لگا کہ اگر میں کچھ دیر اور سکینہ کے والدین کے سامنے کھڑی رہی تو میرا دل پھٹ جائے گا۔۔۔'' اُس کے رخساروں پر پُر حدت قطرے پھسلے۔

''میں تو کل سے خود اذیت کے جہنم میں ہوں ایسا لگتا ہے جسم کی ہر رگ میں ایک محشر برپا ہے۔۔۔'' انہوں نے ایک ٹشو عائشہ کی جانب بڑھایا، جسے اُس نے فوراً ہی تھام لیا۔

''لیکن یہ سب اچانک کیسے ہوا؟ دو تین دن پہلے تک تو وہ بالکل ٹھیک تھی۔۔۔'' عائشہ نے الجھن آمیز انداز سے انہیں دیکھا۔

''دنیا میں کچھ لوگ دوسروں کا دل دکھانے کا پرمٹ لے کر پیدا ہوتے ہیں۔ وہ خود کو دنیاوی خدا سمجھتے ہیں۔ دلوں سے کھیلنا ان کا مشغلہ ہوتا ہے۔ اُس کا معصوم سا دل بھی ایسے ہی ایک ظالم کے ہاتھوں پامال ہو گیا۔ زہر آلود جملوں، تلخ باتوں، اور تذلیل کرتی ہوئی نگاہوں کا سامنا کرنا آسان تھوڑی ہوتا ہے۔ دل کی ساری رگیں بغاوت پر اُتر آتی ہیں۔ جسم کے اندر دوڑتے خون میں برپا ہونے والا اشتعال کسی نہ کسی صورت میں تو احتجاج کرتا ہے ناں۔ ایسے میں ہارٹ فیل ہونا یا برین ہیمبرج ہو جانا تو بہت معمولی سی بات ہے۔'' ڈاکٹر خاور کے لہجے میں دکھ کی چبھن تھی۔

''ڈاکٹر خاور، ڈاکٹر زویا آپ سے ملنا چاہتی ہیں۔ کسی صورت بھی ٹلنے کا نام نہیں لے رہیں۔۔۔'' سسٹر ماریہ نے بہت بیزاری سے آکر اطلاع دی۔ عائشہ چونک گئی۔

''بھیج دو، ان کو اندر۔۔۔'' ڈاکٹر خاور کا چہرہ تناؤ کا شکار ہوا۔

''آئی ایم سوری خاور، آپ سوچ بھی نہیں سکتے کہ میں کتنی اپ سیٹ ہوں۔۔۔'' ڈاکٹر زویا اپنی انگلیوں کو مسلتی ہوئی بے حد پریشان لگ رہی تھیں۔ ''مجھے بالکل بھی اندازہ نہیں تھا کہ یہ سب ہو جائے گا۔ پلیز آپ مجھے معاف کر دیں۔'' وہ واقعی اپنے رویے پر نادم دکھائی دے رہی

تھیں۔ ان کا لہجہ اور انداز ایسا تھا کہ عائشہ ٹھٹک کر دیکھنے پر مجبور ہوگئی۔

''عائشہ، یہ وہی ہیں، جن کا میں کچھ دیر پہلے ذکر کر رہا تھا۔ سکینہ کو اپنی زندگی کی آخری گفتگو کرنے کا شرف انہی کے ساتھ حاصل ہوا تھا۔''

ڈاکٹر خاور کا تلخ لہجہ عائشہ کو حیران کر گیا۔ اُسے تھوڑی، بہت سچویشن سمجھ میں آ رہی تھی۔

''ڈاکٹر زویا، یہ میری فیانسی ہیں عائشہ عبدالرحیم۔'' ڈاکٹر خاور کے جتاتے ہوئے انداز پر ڈاکٹر زویا کا رنگ فق ہوا۔ اُس نے ہراساں نظروں سے دونوں کو دیکھا۔

''سکینہ کے ساتھ جو کچھ آپ نے کیا۔ وہ آپ کا اور اللہ کا معاملہ ہے اور اللہ سے بہتر کوئی انصاف نہیں کر سکتا۔ البتہ میری خواہش ہے کہ میں دوبارہ کبھی آپ کا چہرہ اپنے وارڈ، اپنے ہوسپٹل، اپنے شہر اور اپنے ملک میں نہ دیکھوں۔'' ڈاکٹر خاور کے سرد اور اجنبی لہجے پر زویا کو دھچکا لگا۔ ڈاکٹر خاور کے چہرے کے تنے ہوئے عضلات میں ذرا بھی لچک نہیں تھی۔

''چلیں عائشہ، ڈاکٹرز کیفے ٹیریا سے کافی پی کر آتے ہیں، میرے سر میں درد ہے۔'' ڈاکٹر خاور ایک دم کھڑے ہوئے۔ عائشہ نے بھی ان کی پیروی کی۔ وہ کسی سنگی مجسمے کی طرح دروازے میں نصب ڈاکٹر زویا کے پاس سے گذر کر باہر نکل گئے۔

''یہ سب کیا تھا۔۔۔؟؟؟'' کوریڈور میں آتے ہی عائشہ نے ذرا توقف کے بعد سوال کیا۔

اُس کے چہرے پر اتنے سوال تھے کہ ڈاکٹر خاور بڑے بے بس انداز سے وہیں کے وہیں کھڑے رہ گئے۔ انہیں سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کہاں سے داستان شروع کریں۔

☆ ☆ ☆

''اگر موحد اپنی والدہ اور بہن کے ساتھ رشتہ لینے کے لیے آنا چاہتا ہے تو اس میں اتنا پریشان ہونے والی کیا بات ہے۔۔۔'' نابیہ کو ثنائیلہ کی پریشانی کسی طور بھی سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

وہ دونوں اس وقت جاڑے کی دھوپ سے لطف اندوز ہونے کے لیے چھت پر تھیں۔ نابیہ نے اپنے سامنے ٹوکری میں کافی سارے مالٹے رکھے ہوئے تھے جسے وہ بڑی بے تکلفی سے کھا رہی تھی۔

''یار امی، بہت مشکل سے مانیں گی۔۔۔'' ثنائیلہ نے اپنی پریشانی کا اظہار کیا۔

''ان کو کیا مسئلہ ہے، پہلے کون سا یہاں رشتوں کی کوئی لائن لگی ہوئی ہے۔۔۔'' نابیہ نے ایک تلخ حقیقت کی طرف اشارہ کیا تو ثنائیلہ پھیکے سے انداز سے مسکرائی۔

''وہ تو تم ٹھیک کہہ رہی ہو، لیکن امی، موحد کی معذوری کی وجہ سے شاید نہ مانیں۔۔۔'' اُس نے اصل بات بتائی۔

''ٹینشن نہ لو، شہیر تو فوراً ہی مان جائے گا۔۔۔'' نابیہ نے مالٹے کی پھانک پر نمک لگاتے ہوئے مزے سے کہا تو وہ چونک گئی۔ ''تم کیسے کہہ سکتی ہو یہ۔۔۔؟؟؟''

''بھئی وہ بہت حسابی کتابی سا بندہ ہے۔ موحد کے گھر میں دولت کی اتنی ریل پیل ہے کہ اُس کی آنکھوں کے آگے کوئی اور چیز آئے گی ہی نہیں۔۔۔'' نابیہ نے بڑے تلخ انداز سے کہا۔

''اور وہ جو ممانی جان نے امی کو کہا ہے، تم نے پوچھا اُس سے۔۔۔'' ثنائیلہ نے کچھ جھجک کر پوچھا۔

''فکر نہ کرو، میری بات ہوگئی ہے رامس سے۔ وہ کہہ رہا تھا کہ ماما کا اشارہ ثنائیلہ کی طرف نہیں تھا۔'' نابیہ کی بات پر وہ کچھ مطمئن ہوئی۔

''پھر کب آ رہے ہیں وہ لوگ۔۔۔؟؟؟'' ثنائیلہ نے کھل کر سانس لیتے ہوئے پوچھا تو نابیہ مسکرا دی۔ ''کزن تمہارے ہیں اور پوچھ تم مجھ سے رہی ہو۔۔۔''

''بکومت، شرافت سے بتاؤ۔۔۔'' ثنائیلہ نے بے تکلفی سے اُسے جھانپڑ رسید کیا تو اُس نے گھور کر کہا۔ ''آ جائیں گے کچھ دنوں میں، اتنی جلدی کیا ہے۔۔۔''

''تمہیں پتا ہے، شہیر کی باہر والی جاب ختم ہوگئی ہے۔۔۔'' ثنائیلہ نے اُس کے چہرے کو جانچتے ہوئے اچانک کہا۔

''مجھے تو یہ بھی پتا ہے کہ اُس کی بیگم نے بھی اُس سے طلاق لے لی ہے۔۔۔'' نابیہ کا انداز برجستہ تھا۔

''تمہیں کس نے بتایا۔۔۔؟؟؟'' ثنائیلہ کے چہرے پر عجیب سا تاثر ابھرا۔

''ظاہر ہے مجھے شہیر کے علاوہ کون بتا سکتا ہے۔ اُس کا خیال ہے کہ شاید محبت نہ سہی کچھ ہمدردی کے چند جراثیم میرے اندر ابھی موجود ہو نگے، لیکن اُسے خبر نہیں کہ جب کسی کی محبت کو ہم ناقدری کی مٹی میں رول دیں تو اُس کے بعد پھر دل کی سرزمین پر کوئی اور جذبہ نہیں پنپتا۔۔۔'' نابیہ نے مالٹے کا چھلکا شرارت سے سامنے بیٹھے کوے کو مارا۔

''تم ٹھیک کہتی ہو یار، بعض دفعہ یہ خوش فہمیوں اور غلط فہمیوں کی چھاؤں بہت لمبی ہو جاتی ہیں اور انسان کو اُس وقت تک یقین نہیں آتا، جب تک کوئی اُسے دھکا دے کر حقیقت کی دھوپ میں پھینک نہیں دیتا۔۔۔'' ثنائیلہ کے لہجے میں طنز کی کاٹ تھی۔ اُسے یقین ہو گیا تھا کہ شہیر بھی امید کی ایک خوشنما ڈور پکڑے خواب کی دہلیز پر بیٹھا بس خود کو دھوکا دے رہا ہے۔

''تم بتاؤ، تمہارے اینگری ینگ مین کا کیا حال ہے۔۔۔؟؟؟'' نابیہ کو اچانک یاد آیا تو جھٹ سے پوچھ بیٹھی۔

''وہ ہی کبھی دھوپ، کبھی چھاؤں۔۔۔'' ثنائیلہ تھوڑا سا سنجیدہ ہوئی۔

''ہوں، اس کا مطلب ہے کہ آجکل پھر موصوف کوئی بدگمانی کی چھتری تانے بیٹھے ہیں۔۔۔'' نابیہ نے بالکل ایک درست اندازہ لگایا۔

''پتا نہیں محبت اتنی زیادہ بدگمان کیوں ہوتی ہے۔۔۔؟؟؟'' ثنائیلہ نے کہتے ہوئے گہری سانس خارج کی۔

''جس جذبے میں جتنی زیادہ شدت ہو، وہ اپنے اندر اتنی ہی نزاکت بھی رکھتا ہے۔ محبت کا سب سے بڑا مسئلہ ہی یہی ہے کہ وہ اندیشوں، وہموں اور خوف کے پردوں میں لپٹی ہوتی ہے۔ ہر لمحہ کچھ ہو جانے کا ڈر انسان کے اندر سے نکل ہی نہیں پاتا۔'' نابیہ نے بڑے فلسفیانہ موڈ میں اُس کی معلومات میں اضافہ کیا۔

''لیکن یہ ڈر کبھی کبھی انسان کے حال کے سارے خوشنما لمحوں کو کھا بھی تو جاتا ہے۔۔۔'' ثنائیلہ ہنوز رنجیدہ تھی۔

''کوشش کرو کہ مستقبل کی خاطر اپنے حال کو برباد نہ کرو، اُسے اتنا اعتبار دو کہ وہ یقین کی سب سے اونچی منزل پر بیٹھ جائے۔۔۔'' نابیہ نے اُسے سمجھانے کی کوشش کی۔

''یار اس سے بڑھ کر اعتبار کی کیا بات ہوگی، میں نے اُس سے ماہم منصور کے ساتھ تعلق کے بارے میں دوبارہ نہیں پوچھا'' وہ تھوڑا سا تلخ ہوئی۔

''بعض دفعہ زندگی ہمارے ساتھ اتنا بُرا کر چکی ہوتی ہے کہ جب کوئی اچھا کرنے کی کوشش بھی کرتا ہے تو ہمیں یقین ہی نہیں آتا۔ وہ بھی اُسی مرحلے سے گذر رہا ہے۔ اُسے کچھ مارجن دو مائی ڈیئر۔۔۔'' نابیہ کی تمام تر ہمدردیاں موحد کے ساتھ تھیں۔

''اسی مارجن کے سہارے ہی تو ہمارا تعلق قائم ہے۔ ورنہ اُس کی بدگمانیوں کی تو کوئی حد نہیں۔۔۔'' ثنائیلہ نے ہلکا سا منہ بنایا۔

''اچھا اچھا اب اپنے چہرے کے زاویے بگاڑنے کی کوشش نہ کرو، یہ مالٹے کھاؤ قسم سے مزا آجائے گا۔۔۔'' نابیہ نے ہلکے پھلکے لہجے میں اُسے چھیڑا تو وہ مسکرا دی۔

☆ ☆ ☆

"کاش سکینہ تم صرف ایک دفعہ آنکھیں کھول کر دیکھ لو، میں تمہاری سماعتوں کے سارے قرض ادا کردوں گا'' ڈاکٹر خاور آج فجر کی نماز پڑھ کر آئی سی یو کے شیشے کی دیوار کے سامنے آن کھڑے ہوئے۔ سامنے سکینہ آنکھیں بند کیے بہت پرسکون حالت میں ہوش و حواس کی دنیا سے بہت دور پہنچی ہوئی تھی۔

''تم نے تو ابھی زندگی میں بہت کچھ کرنا تھا، پھر اتنی جلدی ہمت کیوں ہار لی۔۔۔'' ڈاکٹر خاور کا دل اب اکثر ہی بغاوت پر اُتر آتا۔

''اس کی شروع سے ہی یہ عادت ہوتی تھی پتر، جب کسی سے خفا ہوتی تھی تو ایسے ہی آنکھیں بند کر کے لیٹ جاتی تھی'' جمیلہ مائی ہاتھ میں تسبیح پکڑے ان کے پاس آن کھڑی ہوئی۔ ڈاکٹر خاور نے چونک کر اپنے بالکل پاس کھڑی اُس صبر و ہمت کی پیکر خاتون کو دیکھا۔

''اماں جی، پھر آپ کی بیٹی کی ناراضگی کتنے دن بعد دور ہوتی تھی۔۔۔'' ڈاکٹر خاور کسی اور دنیا میں پہنچے ہوئے تھے۔ جمیلہ مائی چونک گئی۔

''پتر اس کا دل تو بہت ہی چھوٹا تھا، یہ تو چند ہی گھنٹوں کے بعد سب کچھ بھول بھال کے میرے پیچھے پیچھے پھرنے لگتی تھی۔۔۔'' جمیلہ مائی کی آنکھوں میں نمی لہرائی۔

''لیکن آج تو پورے پندرہ دن ہوگئے ہیں۔۔۔'' ڈاکٹر خاور نے انگلیوں پر حساب کیا۔

''اس دفعہ تو ایسے لگتا ہے جیسے سکینہ نے اپنا دل بہت ہی پکا کر لیا ہے ڈاکٹر صیب، اُسے اپنے بڈھے ماں پیو کی بھی فکر نہیں۔۔۔'' جمیلہ مائی کا لہجہ بھیگا اور ڈاکٹر خاور کی ساری ہستی تہس نہس ہوگئی۔۔

''دنیا نے اُسے ستایا بھی تو بہت ہے۔۔۔'' ڈاکٹر خاور نے اُس کی طرفداری کی۔ ''تھوڑا بہت نخرہ کرنا تو اب اُس کا بھی حق بنتا ہے

ناں۔۔۔‘‘اس سے زیادہ وہاں ٹھہرنا ان کے بس میں نہیں تھا۔اس لیے وہ اپنے آفس کی طرف چل دیے۔

’’الف اللہ چنبے دی بوٹی، مرشد لائی ہو۔۔۔‘‘ڈاکٹر خاور کی سماعتوں سے ایک جانی پہچانی آواز ٹکرائی۔ان کے دل میں ایک حشر سا برپا ہوا۔وہ بے ساختہ مڑے۔خوفزدہ نگاہوں سے سکینہ کے کمرے کی طرف دیکھا، جہاں سے آنے والی آواز بلا شبہ سکینہ کی ہی تھی۔دل سینے کی قید میں بے قراری سے تڑپا۔صبح کی خاموشی میں سکینہ کی آواز پورے کوریڈور میں گونج رہی تھی۔یہ ان کی سماعتوں کا دھوکا نہیں تھا۔وہ بے ربط سانسوں کے ساتھ اُس کے کمرے تک پہنچے، جھٹکے سے دروازہ کھولا۔

سامنے اُس کے بیڈ پر سسٹر ماریہ بڑے رنجیدہ انداز سے بیٹھی تھیں۔ان کے پاس رکھے سیل فون میں سکینہ کی آواز میں ریکارڈ یہ کافی پورے کمرے میں گونج رہی تھی۔

’’سسٹر ماریہ، آپ نے ایک دفعہ تو میرے پیروں کے نیچے سے زمین ہی کھینچ لی۔۔۔‘‘وہ کرسی پر گرنے کے انداز میں بیٹھے۔سسٹر ماریہ نے خفت زدہ انداز سے اپنا سیل فون بند کیا۔

’’کیا ہوا ڈاکٹر صاحب۔۔۔؟؟؟‘‘وہ ان کو تیز تیز سانس لیتے دیکھ کر گھبرا گئیں۔

’’یہ تم نے سکینہ کی آواز میں کافی کب ریکارڈ کی۔۔۔؟؟؟‘‘ ان کے تعجب انگیز لہجے پر وہ اُداسی سے مسکرائی۔

’’ڈاکٹر صاحب سکینہ نے میری فرمائش پر کافی چیزیں مجھے ریکارڈ کر کے دی تھیں‘‘سسٹر ماریہ کی وضاحت پر انہوں نے اثبات میں سر ہلایا۔

’’اوہ، ایک دفعہ تو مجھے حقیقتاً ایسا محسوس ہوا جیسے سکینہ حقیقت میں گا رہی ہو۔آپ سوچ نہیں سکتیں کہ میں ایک لمحے میں کتنی بڑی اذیت سے گذرا ہوں‘‘ڈاکٹر خاور نے بے بسی سے آنکھیں بند کی۔سسٹر ماریہ شرمندہ ہوئیں۔انہوں نے ڈاکٹر خاور کو غور سے دیکھا۔ان کا چہرہ متغیر اور سانسوں کا ربط غیر ہموار تھا۔

’’سوری ڈاکٹر صاحب مجھے اندازہ نہیں تھا۔۔۔‘‘انہوں نے کھلے دل سے اپنی غلطی کو تسلیم کیا۔’’پتا نہیں کیوں سکینہ کی آج بہت یاد آ رہی تھی۔۔۔‘‘سسٹر ماریہ کی آنکھیں نم ہوئیں۔

’’اُس کی یاد بھولتی کس کو ہے۔۔۔‘‘ان کے لہجے میں ایک بے بسی تھی اور ایک محسوس کیے جانے والا اضطراب تھا۔سسٹر ماریہ گنگ ہوئیں۔

’’بہر حال، اُس کے والدین کے سامنے ان ریکارڈ کی ہوئی چیزوں کو نہ چلائیے گا۔یہ ان کے لیے تکلیف کا باعث بنیں گی۔‘‘ ڈاکٹر خاور نے نرمی سے کہا تو سسٹر ماریہ نے اثبات میں سر ہلایا۔وہ اپنے کلینک میں آ کر بیٹھے ہی تھے کہ ان کے سیل فون پر عائشہ کا نام جگمگایا۔دل میں کہیں ٹھنڈک کا احساس پیدا ہوا۔

’’کیسا فیل کر رہے ہیں آج۔۔۔؟؟؟‘‘عائشہ کا فکر مند لہجہ ان کے لیے طمانیت کا باعث بنا۔

’’بہتر ہوں یار، لیکن سچ بتاؤں کہ زندگی میں ایک پھیکا پن سا آ گیا ہے۔کوئی بھی چیز، کوئی بھی منظر، کوئی بھی بات دل کو خوشی نہیں دے رہی۔۔۔‘‘انہوں نے چیئر کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے اپنے احساسات کو شیئر کیا۔

''کبھی کبھی ایسا ہو جاتا ہے لیکن پریشان نہ ہوں، اللہ بہتر کرے گا۔۔۔'' عائشہ نے نرمی سے دلاسا دیا۔

''تم سناؤ، کہ کوئی نئی چیز بنائی، پارک میں جا رہی ہو کہ نہیں، میرا تو سارا ہی شیڈول آجکل ڈسٹرب ہوا، ہوا ہے۔۔۔'' ڈاکٹر خاور نے ایک ہی سانس میں دو سوال پوچھے۔

''میرا بھی آجکل کچھ موڈ نہیں بن رہا، کوئی بھی کام کرنے کو۔۔۔'' عائشہ کے سنجیدہ لہجے پر وہ چونکے۔ ''کیوں۔۔۔؟؟؟'' انہوں نے فوراً ہی استفسار کیا۔

''پتا نہیں۔۔۔'' وہ پھیکے سے انداز میں مسکرائی۔ ''شاید اس لیے کہ آپ ٹھیک نہیں ہیں۔۔۔'' عائشہ کی بات نے انہیں لاجواب کر دیا۔ وہ کچھ بھی نہیں بول پائے۔ دونوں کے درمیان اب بس معنی خیز سی خاموشی گفتگو کر رہی تھی۔

☆ ☆ ☆

''آخر، اس رشتے میں ہرج کیا ہے۔۔۔؟؟؟'' شہیر نے بڑے تیکھے لہجے میں اپنی والدہ کی طرف دیکھا جن کا مزاج خاصا برہم دکھائی دے رہا تھا۔ ثنائیلہ کچن کے فرش پر پیڑھی رکھے بڑی بے دلی کے ساتھ مٹر چھیلنے میں مصروف تھی لیکن اُس کا سارا دھیان اندر کی گفتگو کی طرف تھا۔ رات موحد کی والدہ اپنی بہن کے ساتھ اُس کے رشتے کے لیے آئی تھیں اور صبح ہی شہیر بھی امّی کے ساتھ وہاں کا چکر لگا آیا تھا اور جب سے واپس آیا تھا وہ سخت متاثر تھا۔

''تمہیں شاید ان کے خوبصورت بنگلے میں رکھی وہیل چیئر نظر نہیں آئی بیٹا۔۔۔'' والدہ کا لہجہ دکھ میں ڈوبا۔

''کیا ہو گیا ہے امّی، کروڑوں کی مالیت کا ان کا گھر تھا۔ سب سے بڑی بات ان کا وہ اکلوتا بیٹا ہے اور اُس کی والدہ کہہ تو رہی تھیں کہ وہ اپنے بیٹے کو مصنوعی ٹانگیں لگوانے کے لیے امریکہ بھیجیں گی، ان کے لیے مشکل تھوڑی ہے۔۔۔'' شہیر ہلکا سا جھنجھلایا۔

''پھر بھی بیٹا، اصل اور نقل میں فرق تو بہر حال ہوتا ہے۔۔۔'' والدہ کی تسلی کسی صورت بھی نہیں ہو پا رہی تھی۔

''پھر ایسا کریں امّی، آپ آپی کی شادی کا خیال اپنے ذہن سے نکال ہی دیں۔۔۔'' وہ تلخ ہوا۔ انہوں نے حیرت سے اپنے بیٹے کا ناراض چہرہ دیکھا۔

''بُرا نہ مانیے گا امّی۔ تھوڑا سا حقیقت پسند ہو کر سوچیں، ایک تو آپی کی عمر اتنی کم نہیں، اوپر سے شکل وصورت کے لحاظ سے بھی بس وہ نارمل سی ہیں۔ کون آئے گا انہیں بیاہنے۔۔؟'' شہیر کا دل دکھاتا لہجہ امّی کے ساتھ ساتھ ثنائیلہ کو بھی رنجیدگی کی عمیق گہرائیوں میں گرا گیا۔

''ایسے چانس روز روز نہیں ملتے۔۔۔'' وہ اپنی بات پر زور دے کر بولا۔ ''آپی کی قسمت سنور جائے گی۔''

''دیکھ لو بیٹا، جو تمہیں مناسب لگے۔ میں کیا کہہ سکتی ہوں۔۔'' امّی نے جلد ہی ہتھیار پھینک دیے۔

''آپ یہ بھی تو سوچیں آپی کی شادی وہاں ہو گی تو میرا بھی مستقبل محفوظ ہو جائے گا۔۔۔'' شہیر کی بات پر کچن میں بیٹھی ثنائیلہ بُری طرح چونکی۔

''وہ کیسے بیٹا۔۔۔؟؟؟''امی حیران ہوئیں۔جب کہ شہیر بڑے جوش وخروش کے ساتھ گویا ہوا۔''دیکھیں ناں امی،ان کی ایک بیٹی بھی تو ہے،ذرا آپی کی شادی وہاں ہو جائے تو وہ میرے لیے بھی راہ ہموار کر سکتی ہیں۔۔۔'' ثنا ئیلہ کے ہاتھ سے چھری گری۔وہ دکھ،تاسف اور صدمے کے گہرے اثرات کے تحت وہیں بیٹھی کی بیٹھی رہ گئی۔

''لیکن بیٹا،وہ اپنی بیٹی کا رشتہ ہمیں کیوں دینے لگے۔۔۔''امی کی حیرت کسی طور بھی کم نہیں ہو پا رہی تھی۔

''کیوں۔۔۔؟؟؟''وہ تھوڑا سا تلخ ہوا۔''ہم نے بھی تو ان کے معذور بیٹے کے لیے اپنی بالکل ٹھیک ٹھاک بیٹی کا رشتہ دیا ہے۔۔۔''

''لیکن ان کی بیٹی معذور نہیں ہے،پھر ہم دونوں خاندانوں کا معاشی لحاظ سے فرق دیکھا ہے تم نے۔۔۔''امی نے طنزیہ لہجے میں یاد دلایا۔

''رہنے دیں امی،ان کی بیٹی معذور نہ سہی لیکن ایسی حور پری بھی نہیں۔جہاں تک اسٹیٹس کی بات ہے تو وہ اتنی خوبصورت ہوتی تو اب تک اُس کی شادی ہو چکی ہوتی۔''شہیر کے پاس ہر بات کا جواب موجود تھا۔

''خیر،تم کہتے ہو تو مان لیتی ہوں،لیکن مجھے نہیں لگتا کہ وہ اپنی بیٹی کا رشتہ ہمیں دیں گے۔۔۔''امی نے بھی صاف گوئی سے کہا۔

''یہ تو بعد کی بات ہے۔۔۔''وہ بیزار ہوا۔''ابھی آپی کی شادی تو ہونے دیں۔اُس کے بعد دیکھا جائے گا۔۔۔''اُس کی خوش گمانیوں کی کوئی انتہا نہیں تھی۔

''تم ٹھیک کہتی ہو نا بیہ،میرا بھائی بہت حسابی کتابی ہے،ہر چیز میں اپنا ہی فائدہ دیکھتا ہے۔''ثنا ئیلہ کی آنکھ سے نکلنے والا آنسو اُس کے لبوں تک پہنچ گیا جسے اُس نے بیدردی سے پونچھا اور پھر بے دلی کے ساتھ مٹر چھیلنے لگی۔

☆ ☆ ☆

''اوہ مائی گاڈ،بھائی،ثنا ئیلہ زبیر جو مشہور و معروف مصنفہ ہیں،آپ کی شادی ان کے ساتھ ہو رہی ہے۔۔۔''عائشہ کی حیرت کسی طور بھی کم نہیں ہو پا رہی تھی۔

''کیوں،تمہیں پتا نہیں تھا کیا۔۔۔؟؟؟''اخبار پڑھتا موحد اُس کی حیرت پر مسکرایا۔

''مجھے کیسے پتا چلنا تھا،میں نے تو کبھی ان چیزوں میں دلچسپی ہی نہیں لی۔حالانکہ آپ نے بتایا بھی تھا کہ وہ ماہم کے پاس آتی رہتی تھی،لیکن میرا دھیان ہی نہیں گیا۔'' عائشہ اُس کے بالکل پاس رکھے صوفے پر آن بیٹھی۔اُس کے چہرے پر ابھی بھی خوشگوار حیرت کے رنگ نمایاں تھے۔

''کیوں،تم سے ماہم نے اُس کا ذکر کیا تھا کوئی۔۔۔؟؟؟''موحد نے عجیب سے لہجے میں پوچھا۔

''ہاں،وہ بتا رہی تھی۔۔۔''وہ روانی میں بولتے ہوئے ایک دم رکی،جیسے اس بات کا فیصلہ نہ کر پا رہی ہو کہ وہ اگلی بات بتائے یا نہ بتائے۔

''اُس نے یہی بتایا ہو گا کہ ثنا ئیلہ زبیر کو اپنے لکھے ہوئے ایک کردار سے محبت سے ہو گئی تھی۔۔۔''موحد نے اس کی الجھن کو ختم کیا تو وہ جھینپ گئی۔

''اُس کو شاید علم نہیں کہ وہ کردار میں ہی تھا۔۔۔''وہ بہت مزے سے بولا۔

''واٹ۔۔۔؟؟؟؟'' عائشہ حیرت سے باقاعدہ چیخی۔ موحد اُس کے حیران ہونے پر مسکرایا۔''مائی گاڈ، آپ دونوں کتنے بڑے چھپے رستم نکلے، مجھ سے کتنی باتیں چھپا رکھی تھیں آپ نے۔'' عائشہ مصنوعی خفگی سے گویا ہوئی۔

''تم سے کیا شیئر کرتا، تم تو خود ان دنوں، جانے کن چکروں میں تھیں، ناک پر مکھی تک تو بیٹھنے نہیں دیتی تھیں۔'' موحد نے اُسے چھیڑا۔ اُس کا موڈ آج خاصا خوشگوار تھا۔

''ہاں یہ تو ہے۔۔۔'' اُس نے خجالت سے اپنے کان کھجائے۔

''اب تو تمہارے پاس اتنا بھی ٹائم نہیں کہ شنائیلہ سے ملنے کے لیے ہی چلی جاؤ، پرسوں بھی ماما بیچاری کو خالہ کو ساتھ لے کر جانا پڑا'' موحد نے ہلکا سا شکوہ کیا تو وہ شرمندہ ہوگئی۔

''سوری بھائی، بس آجکل سکینہ کی بیماری نے سب کچھ بھلا رکھا ہے۔ پرسوں بھی، میں اُس کے والدین کے پاس تھی۔'' عائشہ نے فورا صفائی دی۔

''اوہ، ہاں یاد آیا، کیسی طبیعت ہے اُس کی، ڈاکٹرز کیا کہتے ہیں۔۔۔؟؟؟'' موحد کو بھی یاد آیا۔

''طبیعت تو ویسے کی ویسی ہے اور ڈاکٹرز بھی زیادہ پرامید نہیں۔۔۔'' عائشہ تھوڑا سا اُداس ہوئی تو اُس نے فورا تسلی دی۔''اللہ بہتر کرے گا انشاءاللہ''

''اور تمہارے ڈاکٹر خاور صاحب کا کیا حال ہے۔۔۔؟؟؟'' موحد کی اگلی بات پر وہ بُری طرح جھینپی۔ اُسے توقع نہیں تھی کہ وہ اُس کے ساتھ ایسا کوئی مذاق کر سکتا ہے۔

''ٹھیک ہیں وہ بھی۔۔۔'' اُس نے مختصرا کہا لیکن اس کے رخساروں پر پھیلنے والی شفق نے موحد کو کئی ان کہی داستانیں سنا دیں۔

''ویسے میرے لیے تو یہ واقعی بہت حیران کن بات تھی کہ وہ رامس علی کے بھائی ہیں۔ تبھی دونوں میں کافی مشابہت نظر آتی تھی۔'' موحد نے کھل کر اپنی حیرت کا اظہار کیا تو عائشہ مسکرا دی۔

''بھائی آپ کو پتا ہے ماہم، آجکل ڈاکٹر خاور کے چکروں میں ہے۔۔۔'' عائشہ کے منہ سے بے اختیار ہی پھسلا۔

''دماغ ٹھیک ہے اُس کا۔۔۔'' موحد کو ایک دم ہی غصہ آیا۔''تمہیں کس نے بتایا۔۔۔؟؟؟''

''بھائی وہ میری دوست رہی ہے، مجھے نہیں پتا ہوگا تو اور کسے ہوگا۔۔۔'' عائشہ کی سادگی موحد کے لیے کوفت کا باعث بنی۔

''نہیں ہے وہ تمہاری دوست۔۔۔'' موحد نے فورا تردید کی۔''خود پسند اور خود پرست لوگ کسی کے دوست نہیں ہوتے، وہ تو اگر منہ کے بل گریں تو تب بھی اپنے ہی قدموں میں گرنا پسند کرتے ہیں۔۔۔'' وہ تلخ ہوا۔ عائشہ اُس کے چہرے پر پھیلا تلخی کا دھواں دیکھتے ہوئے اچانک بولی۔''بھائی کیا آپ کو اب بھی اُس سے محبت ہے۔۔۔؟؟؟''

''ہرگز نہیں۔۔۔'' اُس نے فورا بات قطع کی۔''میری زندگی کی سب سے بڑی بے وقوفی تھی وہ۔۔۔'' اس کی بات پر عائشہ تعجب کا شکار ہوئی۔

''ماہم جیسے لوگ کسی کی محبت کے قابل نہیں ہوتے۔ وہ محض ''میں'' کا تمغہ گلے میں لٹکائے دوسروں کے ضبط کا امتحان لینے کے لیے پیدا ہوتے ہیں۔'' موحد نے وضاحت کی۔

''کتنی حیران کن بات ہے بھائی، وہ میری دوست تھی اور میری ہی جڑیں کاٹتی رہی اور مجھے پتا نہیں چلا۔۔۔'' عائشہ دکھی ہوئی۔

''دوست، کبھی بھی کسی دوست کی جڑیں نہیں کاٹ سکتا، ایسا بس دوست نما دشمن لوگ ہی کرتے ہیں۔ یہ بات ہمیشہ اپنے ذہن میں رکھا کرو۔'' موحد نے اُسے سمجھانے کی کوشش کی۔

''پتا نہیں کیوں، مجھے ابھی تک یقین نہیں آتا کہ وہ ایسی ہو سکتی ہے۔۔۔'' عائشہ ابھی بھی بے یقین تھی۔

''وہ شروع ہی سے ایسی تھی، بس تمہیں پتا ہی دیر سے چلا۔۔۔'' موحد نے اُس کی تصحیح کی تو وہ زبردستی مسکرادی۔

''چلیں چھوڑیں، یہ بتائیں، آپ کی شادی کی شاپنگ ہم کب اسٹارٹ کریں گے۔۔۔'' عائشہ کو اچانک ہی یاد آیا تو وہ پرجوش ہوئی۔

''پتا نہیں کیوں عاشو، میرا دل کرتا ہے کہ بس سب کچھ سادگی سے ہو، میں شائلہ کی فیملی پر کسی قسم کا کوئی بوجھ نہیں ڈالنا چاہتا۔۔۔'' عائشہ کو اپنے حساس سے بھائی کی یہ بات، بہت اچھی لگی تبھی اُس نے فوراً کہا۔ ''ہاں تو ہم ایسا کب کر رہے ہیں، بس ولیمہ ہم البتہ دھوم دھام سے کریں گے۔۔۔''

''ہاں ولیمے پر جو کچھ مرضی کر لینا، اجازت ہے۔۔۔'' موحد نے اُسے تسلی دی تو وہ فوراً ہی بچوں کی طرح خوش ہوگئی۔

☆ ☆ ☆

''ڈاکٹر صیب، سکینہ آنکھیں کھول کر ہمیں دیکھتی کیوں نہیں۔۔۔'' حاجی کا رنجیدہ لہجہ ڈاکٹر خاور کو کرب میں مبتلا کر گیا۔ انہوں نے نظر اٹھا کر اپنے سامنے کھڑے اس ینگ سے لڑکے کو دیکھا جس کی لال آنکھیں رتجگوں کی بھرپور غماضی کر رہی تھیں۔ ملگجا سا حلیہ، بڑھی ہوئی شیو، آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے، چہرے پر پھیلی بے بسی نے اُسے قابل رحم شخصیت بنا رکھا تھا۔ وہ سکینہ کے والدین کے ساتھ ساتھ تھا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے سکینہ کی بجائے وہ ان کا سگا بیٹا ہو۔

''بس دعا کرو اعجاز، اللہ سکینہ پر کرم کرے۔۔۔'' ڈاکٹر خاور نے اُس کی فائل چیک کرتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

''ڈاکٹر صیب، آپ کو کیا پتا، ایک ایک لمحہ بس دل کی گہرائیوں سے ایک ہی دعا نکل رہی ہے۔۔۔'' اُس نے سکینہ کے چہرے کو محبت سے دیکھا۔

''میں جانتا ہوں اعجاز، لیکن ہم ڈاکٹرز اب سکینہ کے معاملے میں بے بس ہو چکے ہیں۔'' ڈاکٹر خاور کی آنکھوں سے بھی رنج چھلکا۔

''سکینہ ہمیشہ مجھ سے لڑتی تھی، اُسے میں اچھا نہیں لگتا تھا، لیکن اب میرا دل کرتا ہے کہ وہ بس ایک دفعہ ٹھیک ہو جائے، میں ساری زندگی اُسے اپنی شکل نہیں دکھاؤں گا۔'' اعجاز کے لہجے میں آنسوؤں کی آمیزش شامل ہوئی۔

''محبت بھی انسان کو بس خوار ہی کرتی ہے۔ میں اُسکے پیچھے تھا، جب کہ وہ طلب کا پیالہ اٹھائے کسی اور کے پیچھے تھی۔۔۔'' اعجاز کی بات پر ڈاکٹر خاور کو جھٹکا سا لگا۔ انہوں نے بے ساختہ نظر اٹھا کر سامنے کھڑے عام سے لڑکے کو دیکھا جو ضبط کر کڑے مراحل سے گذر رہا تھا۔

''یہ سب نصیبوں کے کھیل ہیں اعجاز، انسان اس معاملے میں بے بس ہے۔۔۔'' ڈاکٹر خاور اس موضوع پر کوئی بات نہیں کرنا چاہتے

تھے۔اس لیے دانستہ بات کا رخ موڑ دیا۔

''کبھی کبھی مجھے لگتا ہے کہ ہم سب لوگ تقدیر کے ہاتھوں کٹھ پتلیاں ہیں۔دنیا کے اسٹیج پر ہمارے بس چہرے اور جسم ہوتے ہیں۔ان کٹھ پتلیوں کو کنٹرول کرنے والا تقدیر کا ہاتھ بڑا ظالم ہے۔وہ سب کو اپنی مرضی اور خواہش کے تابع چلاتا ہے۔ہمارے پاس تو انگلی اٹھانے کا بھی اختیار نہیں۔۔۔''اعجاز سخت قنوطیت کا شکار تھا۔

''ایسا نہیں کہتے پتر۔تقدیر کا ہاتھ کبھی ظالم نہیں ہوتا۔انسان کی خواہشیں ظالم ہوتی ہیں۔اپنے دل کو اللہ کی رضا کے آگے ڈھیر کر دے۔اُس کے بعد دیکھ،وہ تیرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کیسے کھولتا ہے۔پہلے اُس رب کا ہونا پڑتا ہے۔آزمائشوں کی بھٹی میں جلنا پڑتا ہے تب وہ بندے پر نظر کرم ڈالتا ہے۔''اللہ دتا کمہار بڑی خاموشی کے ساتھ ان کی گفتگو میں شامل ہوا۔

''پتا نہیں چاچا،تو کیسی باتیں کرتا ہے۔ہم انسانوں میں اتنی طاقت کہاں،اُس کی آزمائشوں کی تاب لاسکیں۔''اعجاز زہر خند لہجے میں بولا۔

''انسانوں میں ہی تو طاقت ہوتی ہے پتر،اللہ نے اُسے،ایسے ہی سب پر فضیلت نہیں دے رکھی۔۔۔''اللہ دتا کمہار نے اپنے بھتیجے کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اُسے دلاسا دیا۔

''مجھے لگتا ہے چاچا،اللہ نے تجھے بناتے ہوئے،بس صبر اور شکر کی مٹی سے ہی گوندھا ہوگا۔۔۔''اعجاز کے چہرے پر ایک پھیکی سی مسکراہٹ پھیلی۔۔

''اللہ نے تو سبھی کو ایک ہی مٹی سے بنایا ہوگا۔یہ باقی تو سارے ایویں خود کو بہلانے کے شغل ہیں پتر۔''اللہ دتے کے چہرے پر پھیلے سکون پر ڈاکٹر خاور کو رشک آیا۔

''ماں جی کہاں ہیں۔۔۔؟؟؟''ڈاکٹر خاور نے جمیلہ مائی کی غیر موجودگی کو محسوس کیا تو پوچھ بھی لیا۔

''وہ کملی،آج اپنی دھی کا لوہے کا ٹرنک کھولے بیٹھی ہے،کہتی ہے،سکینہ کو بے ترتیبی سے چڑ ہوتی ہے،جب کمرے میں واپس آئے گی تو اپنی چیزیں بکھرے دیکھ کر رولا ڈالے گی۔''اللہ دتا کمہار کی بات پر ڈاکٹر خاور کے دل کو کچھ ہوا۔وہ فوراً ہی آئی سی یو سے نکلے۔ان کے قدم پرائیوٹ وارڈ میں سکینہ کے کمرے کی طرف تھے۔

''اماں جی،میں اندر آجاؤں۔۔۔''انہوں نے ہلکا سا جھانک کر کہا۔۔۔

''جی،جی ڈاکٹر صیب،آئیں ناں۔۔۔''جمیلہ مائی نے اپنی نم آنکھوں کو ہتھیلی کی پشت سے صاف کیا۔یہ منظر ڈاکٹر خاور کی زیرک نگاہوں سے چھپ نہیں سکا تھا۔انہوں نے سکینہ کے بیڈ پر پھیلی چیزوں کو دیکھا۔سامنے ہی سیاہ رنگ کی جلد والی ایک ڈائری تھی۔وہ خود کو اُسے کھولنے سے روک نہیں پائے۔ڈائری میں تاریخ کے لحاظ سے بے شمار شاعری لکھی ہوئی تھی۔اُس کی لکھائی بچگانہ لیکن شاعری کا انتخاب بہت میچورڈ تھا۔اس کا اندازہ تو ڈاکٹر خاور کو دو چار صفحات پلٹنے پر ہی ہوگیا تھا۔مختلف صفحات پلٹتے ہوئے انہوں نے اُس تاریخ پر نظر دوڑائی،جس دن ان کی سکینہ کے ساتھ پہلی ملاقات ہوئی۔وہاں ایک شعر درج تھا۔

کہتے ہیں لوگ، تجھ کو مسیحا، مگر یہاں
اک شخص مر گیا ہے، تجھے دیکھنے کے بعد

''ڈاکٹر صیب بیٹھیں ناں۔۔۔'' جمیلہ مائی نے کرسی کی طرف اشارہ کیا تو وہ چپ چاپ بیٹھ گئے۔ آج نہ جانے کیوں ان کا دل بہت اداس تھا۔

''سکینہ کو اپنی کتابوں سے بڑا پیار تھا۔ بہت سنبھال سنبھال کر رکھتی تھی انہیں۔۔۔'' جمیلہ مائی نے اپنے دوپٹے سے ''عشق کا عین'' کتاب صاف کرتے ہوئے انہیں بتایا۔

''سکینہ تو ہر چیز ہی بہت سنبھال کر رکھتی تھی۔۔۔'' ڈاکٹر خاور نے چونک کر جمیلہ مائی کا چہرہ دیکھا۔

انہیں احساس ہوا کہ جمیلہ مائی یہاں کمرے میں اپنے دل کا بوجھ بھی ہلکا کرتی رہی ہیں۔ ان کی سرخ متورم آنکھیں اس بات کی گواہ تھیں۔ انہوں نے بے ساختہ نظریں چراتے ہوئے سکینہ کی ڈائری کے اُس صفحے پر نظر ڈالی، جہاں اُس نے اپنے ہاتھ سے آخری پیراگراف لکھا تھا۔

''اور جب میں مر جاؤں تو مجھے کسی خشک پھول کی مانند محبت کی کسی کتاب میں قید کر لینا، جب زندگی میں کبھی فراغت پاؤ تو اُس کتاب کے بوسیدہ اوراق میں بسی اُس خوشبو کو اپنی سانسوں میں اتارتے ہوئے مجھے یاد کرنا۔ یا پھر مجھے ایسی جگہ دفن کرنا، جہاں چاروں طرف پہاڑ ہوں۔ جہاں رات کو جگنوؤں کے قافلے اور دن کے وقت تتلیاں محو رقص ہوں، جہاں کسی منہ زور پہاڑی چشمے کی آواز سماعتوں کو خوبصورت احساس بخشتی ہو۔

جہاں موت کا بدصورت احساس ڈیرے ڈال کر نہ بیٹھا ہو۔ اگر ایسا نہ کر سکو تو مجھے کہیں گھنے جنگلوں میں دفن کر آنا جہاں کسی پیڑ کے نیچے مسافر راستہ بھول کر آن پہنچیں اور میری قبر پر انجانے ہاتھ دعاؤں کے لیے اٹھتے رہیں۔ اگر ایسا بھی نہ کر سکو تو مجھے میرے دوست، محبت کی کسی کہانی میں دفن کر آنا، جس کے کردار مر جائیں لیکن محبت ہمیشہ زندہ رہے۔ اگر ایسا بھی نہ کر سکو تو مجھے بس اپنے دل میں دفن کر لینا کیونکہ تمہارا دل دنیا کی وہ واحد جگہ ہوگی جہاں مرنے کے بعد بھی میں یادوں کی صورت میں ہمیشہ زندہ رہوں گی۔۔۔!!!!

ڈاکٹر خاور کے اعصاب گیلی ریت کی طرح بوجھل ہو گئے انہوں نے جھٹکے سے ڈائری کو بند کیا۔ ایک وحشت انگیز خیال نے کسی ضدی بچے کی طرح ان کا دامن پکڑا تو وہ گھبرا کر کھڑے ہو گئے۔ جمیلہ مائی نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا۔ وہ اتنی برق رفتاری سے کمرے سے نکلے تھے گویا انہوں نے کمرے میں کوئی آسیب دیکھ لیا ہو۔

☆ ☆ ☆

''واٹ۔۔۔؟؟؟'' ماہم کی نظریں اُس خوبصورت انوٹیشن کارڈ پر جمی ہوئیں تھیں۔ جہاں موحد رحیم کے ساتھ ثانیہ زبیر کا نام جگمگا رہا تھا۔ یہ شادی کارڈ ابھی عائشہ کا ملازم ان کے ہاں دے کر گیا تھا۔ جسے دیکھ کر ماہم کو کرنٹ لگا۔

''موحد کو شادی کے لیے یہ دو ٹکے کی رائٹر ہی ملی تھی کیا۔۔۔'' ماہم نے ہاتھ میں پکڑا کارڈ میز پر تمسخرانہ انداز میں اچھالا۔ اُس کے سامنے والے صوفے پر بیٹھیں ثمن آپی چونکیں۔ ''تم جانتی ہو، اس لڑکی کو۔۔۔؟؟؟''

''بہت اچھی طرح۔۔۔'' اُس نے طنزاً مزید کہا۔''ایسا لگتا ہے، دونوں بہن بھائیوں کو نفسیاتی مریضوں کے علاوہ کوئی اور برداشت نہیں کر سکتا تھا۔''

''کیا مطلب۔۔؟؟؟ یہ لڑکی کیا سائیکک ہے۔۔۔''ثمن آپی نے پرائم ٹائم میں چلنے والے اپنے شو سے بمشکل نگاہیں ہٹا کر ماہم کی طرف دیکھا۔جس کا چہرہ خوامخواہ تناؤ کا شکار لگ رہا تھا

''تھوڑی بہت نہیں، اچھی خاصی۔۔۔'' اُس نے نزاکت سے ناک چڑھائی۔

''تم کیسے جانتی ہو اُسے۔۔۔''ثمن آپی کی دلچسپی میں اضافہ ہوا۔

''میری پیشنٹ رہی ہے خیر سے، چلو، موحد بھی آدھا پاگل ہے اور یہ بھی، گذارا اچھا ہو جائے گا۔۔۔'' ماہم قہقہہ لگا کر ہنسی۔

''لیکن وہ لڑکی موحد جیسے معذور شخص سے شادی کے لیے کیسے تیار ہو گئی۔۔۔''ثمن آپی الجھن کا شکار ہوئیں۔

''بتایا تو ہے کہ پاگل ہے۔موحد کا پیسہ دیکھ کر فدا ہو گئی ہو گی۔ویسے بھی اپنے سیٹ اپ میں تو موحد کو کوئی رشتہ ملنے سے رہا اور وہ بھی مڈل کلاس فیملی سے ہے۔اس لیے دونوں کا گذارا ہو جائے گا، موحد کو بیوی مل جائے گی اور اُسے پیسہ۔'' ماہم کے لہجے میں طنز کی آمیزش شامل ہوئی۔

''ویسے فنکشن تو بڑے ٹاپ کلاس جگہ پر کر رہے ہیں وہ لوگ۔۔۔''ثمن آپی نے کارڈ اٹھا کر دیکھا۔

''سو واٹ۔۔۔'' ماہم نے ناک چڑھائی۔

''موحد کے ساتھ ساتھ عائشہ کو بھی نبٹا دیتے یہ لوگ۔۔'' ثمن آپی نے بھی تمسخرانہ لہجے میں کہتے ہوئے ٹی وی کا چینل تبدیل کیا۔

''عائشہ تو آجکل رامس کے چکروں میں ہے۔وہ رامس علی جسے میں نے ریجیکٹ کیا تھا'' ماہم نے نخوت زدہ لہجے میں انہیں یاد دلایا۔

''رامس تو اچھا خاصا ہینڈسم بندہ تھا تم نے خوامخواہ اسے مس کیا۔۔۔''ثمن آپی کو ابھی تک یہ دکھ نہیں بھولا تھا۔

''دفع کریں آپی، کون اُس پھلجھڑی کے مریض کو دیکھ دیکھ کر اپنی طبیعت خراب کرے، عائشہ کا تو ایسا اسٹیمنا بن چکا ہے۔اُسے عادت ہے ایسے لوگوں میں رہنے کی۔'' ماہم کی نزاکت عروج پر تھی۔ثمن آپی اُس کی بات پر کھلکھلا کر ہنس پڑیں۔''تم جاؤ گی موحد کی شادی پر۔۔۔؟؟؟''

''آف کورس۔۔۔'' اُس نے اپنی راج ہنس جیسی گردن اٹھا کر بڑے تفاخر سے کہا۔''آپ بھی چلیے گا۔انصر بھائی اپنی نئی نویلی بیوی کے ساتھ آئے ہونگے، چلو شغل رہے گا۔''

''ہاں، لیکن اس سے پہلے مجھے اس فنکشن کے لیے خصوصی تیاری کرنا ہو گی۔'' ثمن آپی نے ہنستے ہوئے یاد دلایا۔

''وہ تو خیر مجھے بھی کرنا پڑے گی، میں چاہتی ہوں کہ اُس فنکشن میں بس لوگ دولہا اور دلہن کو چھوڑ کر ہم دونوں بہنوں کے گرد ہی طواف کرتے رہیں۔'' ماہم کا لہجہ خود پسندی کے شہد میں ڈوبا ہوا تھا۔

''وہ تو ہم بغیر تیاری کے بھی چلے جائیں تو ایسا ہی ہو گا۔۔۔''ثمن آپی کی خوش فہمیاں بھی ماہم سے کم نہیں تھیں۔دونوں بہنیں اب ایک دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر ہنس رہی تھیں

☆ ☆ ☆

''ممانی جان کا دماغ ٹھیک ہے جو وہ نابیہ کے لیے منہ اٹھا کر اس کا رشتہ مانگنے آ گئیں۔۔۔'' شہیر کو نہ جانے کیوں غصہ آ رہا تھا۔ جب کہ ثنائیلہ کے دوپٹے پر گوٹا لگاتی اُس کی والدہ نے ناگواری سے اپنے بیٹے کو دیکھا۔

''اس میں دماغ کی خرابی کی کیا بات ہے۔ ان کا بیٹا ہے، جہاں مرضی رشتہ لے کر جائیں۔'' ثنائیلہ نے برہمی سے دوٹوک انداز میں جواب دیا۔

''ان کو کچھ تو خیال کرنا چاہیے تھا، نابیہ ہمارے پڑوس میں رہتی ہے اور ہمارے خاندان کے ساتھ ان کی فیملی کے اچھے تعلقات ہیں۔ اُس کے گھر والے کیا سوچیں گے۔'' شہیر کی اوٹ پٹانگ منطق پر ثنائیلہ کا دماغ گھوم گیا۔

''پہلی بات تو یہ ہے کہ ہمارے پڑوس میں رہنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کوئی نابیہ کے لیے رشتہ ہی نہیں بھیج سکتا۔ دوسری بات یہ کہ اُس کی فیملی کا دماغ خراب ہے جو وہ کچھ غلط سوچیں گے، آخر کار اس میں برائی ہی کیا ہے۔۔۔'' وہ اب ماتھے پر بل ڈالے شہیر کو دیکھ رہی تھی۔

''ممانی جان کو آپ تو نظر نہیں آئیں۔ نابیہ میں کون سے ہیرے جڑے ہوئے ہیں۔'' شہیر ایک دم مشتعل ہوا۔

''نابیہ میں اب بھی وہ ہی ہیرے جڑے ہوئے ہیں جو کسی زمانے میں تمہیں بھی نظر آتے تھے۔۔۔'' ثنائیلہ نے طنز کیا۔

''مجھے تو کوئی اور ہی چکر لگتا ہے۔۔۔'' شہیر کے مشکوک انداز پر ثنائیلہ غصے سے کھڑی ہوئی۔ ''تم خود جو دوسروں کو ہر وقت چکر دینے کی کوشش میں رہتے ہو۔ اس لیے تمہارا ذہن ہی گھن چکر بن چکا ہے۔'' وہ پاؤں پٹختی ہوئی کمرے سے نکلی اور چھت کے ذریعے نابیہ کے ہاں پہنچ گئی۔ وہ صحن میں واشنگ مشین لگائے کپڑوں کا ڈھیر دھونے میں مصروف تھی۔ اُس کے چہرے پر ایک نظر ڈالتے ہی نابیہ کو اندازہ ہوا کہ اُس کا مزاج کچھ برہم ہے۔

''کیا ہوا۔۔۔؟؟؟ شہیر کے ساتھ منہ ماری ہو گئی کیا۔۔۔؟؟؟'' اُس نے تار پر کپڑے پھیلاتے ہوئے ثنائیلہ کا سرخ چہرہ دلچسپی سے دیکھا۔

''اُس کو بکواس کرنے کے علاوہ اور کوئی کام آتا بھی کب ہے۔ جب سے پاکستان آیا ہے۔ کوئی نہ کوئی شگوفہ چھوڑتا ہی رہتا ہے۔'' ثنائیلہ نے اُس کے ساتھ دھلے ہوئے کپڑے تار پر پھیلاتے ہوئے تلخی سے کہا۔

''دفع کیا کرو، خالی دماغ تو ویسے بھی شیطان کا گھر ہوتا ہے۔۔۔'' نابیہ نے ہنستے ہوئے کہا اور بالٹی میں سے چادر نکال کر نچوڑنے لگی۔

''کوشش تو بہت کرتی ہوں لیکن اُس کی باتوں میں واہیات پن اتنا عروج پر ہوتا ہے کہ خود پر ضبط کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔'' ثنائیلہ کی بات پر نابیہ کھلکھلا کر ہنسی۔ ''غصہ صحت کے لیے اچھا نہیں ہوتا، جانِ من، آجکل تو ویسے بھی تمہیں اپنا خیال رکھنا چاہیے، پیا کے گھر جو جانا ہے۔۔۔''

''پیا کے اللہ جانے کون سے ایسے کام ہیں جو ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہے۔۔۔'' ثنائیلہ کو آجکل سبھی پر غصہ تھا۔ نابیہ حیران ہوئی۔ ''کیوں، کیا ہوا۔۔۔؟؟؟''

''کل عائشہ مجھے ولیمے کے ڈریس کی سلیکشن کے لیے لے کر گئی تھی، موصوف پتا نہیں کہاں بزی تھے۔ بندہ کم از کم ساتھ تو چل سکتا ہے ناں۔۔۔'' ثنائیلہ نے اپنی ناراضگی کی وجہ بتائی

''تمہیں پتا تو ہے کہ وہ پبلک کی جگہوں پر جانے سے دانستہ گریز کرتا ہے اور تم لوگ کہاں اُسے مارکیٹ میں لیے لیے پھرتے۔'' نابیہ نے فوراً ہی موحد کی طرفداری کی۔

''بندہ فون پر تو بتا سکتا ہے ناں، میرا کتنا دل کر رہا تھا کہ موحد کی پسند سے ویسے کا ڈریس لوں۔۔۔'' ثنائیلہ ناراض تھی۔

''اُف۔۔۔!!! تم کب بڑی ہو گی؟'' نابیہ نے تنبیہی نگاہوں سے اُسے گھورا۔''تم نے اُس کے سامنے اپنی خواہش کا اظہار کیا تھا کیا۔۔؟؟؟''

''نہیں۔۔۔!!! اُسے خود سمجھنا چاہیے تھا۔۔۔'' ثنائیلہ کے بچگانہ انداز پر نابیہ نے ایک جھانپڑ اُس کے کندھے پر رسید کیا۔''اُس کو تو شادیوں کا بہت تجربہ ہے ناں جو اُسے خود سمجھنا چاہیے تھا۔ کچھ خوف خدا کیا کرو لڑکی، کتنی تخیلاتی اور تصوراتی ذہن کی مالک ہو تم، اب پریکٹیکل ہو جاؤ۔۔۔سمجھی۔۔۔؟''

''جسے دن پریکٹیکل ہو گئی، اُس دن سب سے زیادہ وہ ہی سر پکڑ کر روتا پھرے گا۔۔۔'' ثنائیلہ کی بات پر نابیہ نے یوں دیکھا جیسے اُس کی بات کی سمجھ نہ آئی ہو۔''مائی ڈیر میری انہی تصوراتی باتوں پر تو وہ فدا ہوا تھا۔۔۔'' ثنائیلہ کا موڈ اب خوشگوار ہوا۔ وہ اب سب کچھ بھلائے اُس کے ساتھ باقی ماندہ کپڑے دھلوانے میں مصروف ہو گئی۔

''میں نے سنا ہے کہ لوگ مجھ سے خفا ہیں۔۔۔'' شام کو موحد کی غیر متوقع طور پر آنے والی کال نے اُسے حیران کیا۔

''آپ کو کون سا کسی کی پرواہ ہے۔۔۔'' ثنائیلہ نے بھی شکوہ کرنے میں دیر نہیں کی۔

دوسری جانب وہ ہنسا۔''ثنائیلہ تم نے وہ شعر سنا ہے۔۔۔؟؟؟''

''کون سا۔۔۔؟؟؟'' اُس کے فوراً ہی کان کھڑے ہوئے۔

''وہ جو کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

غم زندگی کہاں، ابھی وحشتوں سے فرصت

تیرے ناز بھی اٹھا لیں گے، ابھی زندگی پڑی ہے۔

موحد کا شرارتی لہجہ ثنائیلہ کے اندر ڈھیروں پھول کھلا گیا۔ بدگمانی کے سارے بادل اُسے فضاؤں میں تحلیل ہوتے ہوئے محسوس ہوئے۔ بہت دنوں کے بعد اُس نے خود کو بہت ہلکا پھلکا سا محسوس کیا تھا۔

☆ ☆ ☆

''دیکھیں زویا، میں آپ سے کسی بھی صورت میں کوئی بھی بات نہیں کرنا چاہتا، آپ پلیز چلی جائیں یہاں سے۔۔۔'' ڈاکٹر خاور نے آج بے رخی کے سارے ہی ریکارڈ توڑ دیے تھے۔ ڈاکٹر زویا ابھی بھی ڈھٹائی سے ان کے سامنے جم کر کھڑی تھیں۔

''میں ایسے نہیں جاؤں گی، پہلے آپ مجھے معاف کریں۔۔۔'' ڈاکٹر زویا نے بیچارگی کے ساتھ اُس دشمن جان کو دیکھا۔ جو آج صدیوں

کے فاصلے پر کھڑا تھا۔

''میں نے آپ سے پہلے بھی کہا تھا کہ مجھ سے معافی مانگنے کی بجائے سکینہ کے والدین سے معافی مانگیں۔جن پر آپ کی وجہ سے ایک بڑی قیامت آئی ہے۔۔۔'' ڈاکٹر خاور نے اجنبی انداز اپنایا۔انہیں نہ جانے کیوں اس لڑکی کو دیکھ کر اپنا فشار خون بلند ہوتا ہوا محسوس ہوتا تھا۔

''میں ان سے معافی مانگ کر ہی آپ کے پاس آئی ہوں۔۔۔'' ڈاکٹر زویا کی بات پر انہیں جھٹکا لگا۔''کیا کہا ہے آپ نے ان سے۔۔۔؟؟؟'' وہ ایک دم ہی کھڑے ہوئے۔

''میں نے ان سے کہہ دیا ہے کہ یہ سب کچھ میری وجہ سے ہوا ہے۔اُس دن میری ہی باتوں کی وجہ سے سکینہ کی طبیعت خراب ہوئی تھی۔'' ڈاکٹر زویا کی بات پر انہیں دھچکا سا لگا۔

''ہوئے تم دوست جس کے، دشمن اُس کا آسماں کیوں ہو۔۔۔'' وہ غصّے سے بڑبڑائے۔

''کوئی اور فضول بات تو نہیں کی آپ نے ان سے۔۔۔'' وہ ایک دم ہی بے چین ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

''اب میں اتنی بھی ظالم نہیں ہوں ڈاکٹر خاور، مجھے احساس ہے کہ کون سی بات اُن کے لیے تکلیف کا باعث بن سکتی ہے۔۔۔'' ڈاکٹر زویا کا لہجہ عجیب ہوا۔

''کاش تھوڑا سا احساس آپ پہلے بھی کر لیتیں، تو کم از کم آج سکینہ اس حالت میں آئی سی یو میں نہ ہوتی۔۔۔'' وہ نہ چاہتے ہوئے بھی گلہ کر گئے۔

''آئی ایم سوری ڈاکٹر خاور، میں نے یہ بہت گھٹیا حرکت کی، یقین کریں مجھے ساری ساری رات نیند نہیں آتی، سکینہ کا چہرہ میرے ذہن سے ہٹتا ہی نہیں۔۔۔'' زویا کی آنکھوں سے آنسو نکلے۔

''انسان بہت ظالم اور خود سر ہوتا ہے۔جب اُس کے ہاتھ میں ہلکا سا بھی کسی چیز کا اختیار آ جائے تو وہ اُس کا استعمال بیدردی سے کرتا ہے۔آپکو پتا تھا ناں کہ سکینہ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی، اس لیے آپ نے سارا زہر اُس کے سامنے اگل دیا۔اگر کوئی اور لڑکی ہوتی تو آپ کبھی بھی ایسا نہیں کر سکتیں تھیں۔'' ڈاکٹر خاور کے لفظوں میں ایک تلخ حقیقت پوشیدہ تھی۔زویا نے بے اختیار اپنی نگاہیں چرائیں۔

''لیکن میں نے یہ سب آپ کی محبت کے ہاتھوں مجبور ہو کر کیا تھا ڈاکٹر خاور۔۔۔'' ڈاکٹر زویا کا یہ جملہ پورے ہوش وحواس کے ساتھ آفس میں قدم رکھتی عائشہ نے سنا تھا۔وہ پہلے ہی قدم پر ٹھٹک گئی۔سامنے ہی ڈاکٹر خاور اپنی کرسی کے پاس کھڑے تھے جب کہ ان کے سامنے آنسو بہاتی ڈاکٹر زویا کو دیکھ کر عائشہ کو لگا جیسے وہ کسی غلط موقعے پر یہاں آ گئی ہو۔

''سوری، میں نے آپ کو ڈسٹرب کیا۔۔۔'' وہ ایک دم ہی مڑی۔

''عائشہ، میری بات تو سنو۔۔۔'' ڈاکٹر خاور بے تابی سے اُس کے پیچھے لپکے۔ڈاکٹر زویا کو آج پہلی دفعہ لگا کہ وہ ہار گئیں ہیں۔وہ وہیں ان کے آفس کی کرسی پر بیٹھ کر دھواں دھار رو پڑیں۔ایسا لگتا تھا کہ جیسے آج آنسوؤں پر ان کا کوئی زور نہیں تھا۔

''یہاں بیٹھو،اور آرام سے بات کرو، مجھ سے۔۔۔'' ڈاکٹر خاور نے اُس کا ہاتھ پکڑ کر بڑے استحقاق بھرے انداز سے زبردستی بینچ پر بٹھایا۔''ہر بات پر ایسے اوورری ایکٹ نہیں کرتے۔''

انہوں نے ہلکی سی جھنجھلاہٹ سے اُس کا ناراض چہرہ دیکھا۔

''میں نے کیا، کہا آپ سے۔۔۔'' اُس نے اپنے نچلا لب کچلتے ہوئے ڈاکٹر خاور کا پریشان انداز دیکھا۔

''ادھوری باتیں اور ادھورے جملے سن کر اپنی مرضی کی داستانیں تخلیق کرنے والے لوگ ہمیشہ دکھ ہی اٹھاتے ہیں۔۔۔'' ڈاکٹر خاور نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

''ساری دنیا کی لڑکیوں کو اپنے پیچھے لگا رکھا ہے آپ نے، آخر مسئلہ کیا ہے آپ کے ساتھ۔۔۔'' وہ بُری طرح چڑ کر بولی۔ ڈاکٹر خاور اُس کی بات پر قہقہہ لگا کر ہنسے۔ صبیح کی دلکشی میں ایک دم ہی اضافہ ہوا۔

''میں نے تھوڑی لگایا ہے، خود آتی ہیں میرے پیچھے۔۔۔'' انہوں نے مزید چڑایا اور وہ چڑ بھی گئی۔ ''ہاں ایسے ہی شہزادہ گلفام ہیں ناں آپ۔۔۔''

''خیر اس میں کوئی شک بھی نہیں۔۔۔'' انہوں نے اپنی فرضی کالر اوپر کیے۔ ان کے غیر سنجیدہ انداز پر عائشہ کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہوئیں۔ ڈاکٹر خاور کے دل کو کچھ ہوا۔

''مائی گاڈ تم کتنی شکی مزاج لڑکی ہو عائشہ۔۔۔'' انہوں نے بہت محبت سے اُس کے بازو پر ہاتھ رکھا جسے اُس نے بڑی بے رخی سے جھٹک دیا تھا۔ وہ اُس کی اس حرکت پر ایک دفعہ پھر مسکرائے۔ ''ایک بات اپنے ذہن میں رکھ لو، ساری دنیا کی لڑکیاں بھی اگر میرے پیچھے ہوں تو تمہارے خوش ہونے کے لیے یہ احساس کافی نہیں کہ میں صرف ایک لڑکی کے پیچھے ہوں'' انہوں نے دانستہ ہلکا پھلکا انداز اپنایا۔ عائشہ کے چہرے سے تناؤ کچھ کم ہوا۔

''مجھے کیا پتا۔۔۔'' اُس کا غصہ ابھی بھی کم نہیں ہوا۔

''میری طرف دیکھ کر کہو، تمہیں نہیں پتا۔۔۔'' ڈاکٹر خاور نے شرارت سے اُس کی ٹھوڑی کو اوپر کر کے اُس کی آنکھوں میں جھانکا۔ وہ گڑبڑا سی گئی۔ اُس کا بلش ہوتا چہرہ انہیں لطف دے گیا

''اب یہ محترمہ کون سی داستان امیر حمزہ سنا رہی تھیں۔ سکون نہیں ہے انہیں۔۔۔؟؟؟'' عائشہ کی سوئی ابھی بھی ڈاکٹر زویا میں اٹکی ہوئی تھی۔

''ہوں۔۔۔سوال تو خاصا مختصر ہے، لیکن جواب خاصا لمبا ہے۔ اس لیے میرے ساتھ ڈاکٹرز کیفے تک چلو، راستے میں بتاتا ہوں۔۔۔'' انہوں نے بازو سے پکڑ کر اُسے اٹھایا پھر راستے میں وہ اُسے آہستہ آہستہ ساری بات بتاتے گئے۔ عائشہ کی آنکھیں کھلتی گئیں۔

''اُف یہ خوبصورت چہرے اتنے بے رحم کیوں ہوتے ہیں۔۔۔'' عائشہ کا دکھ کم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔

''سب ایسے نہیں ہوتے، ہاں جو ایسے ہوتے ہیں، وہ شاید یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ نے انہیں دوسروں کا دل دکھانے کا پرمٹ دے رکھا ہے۔''

انہوں نے ڈبل روٹی پر جیم لگاتے ہوئے سادگی سے جواب دیا۔

''کیا واقعی ڈاکٹر زویا کو یہ غلط فہمی ہو گئی تھی کہ سکینہ آپ سے محبت کرتی ہے یا حقیقت میں ایسا تھا۔۔۔'' عائشہ کے سوال پر ان کا جیم لگا تا ہاتھ فضا میں معلق ہوا۔

''تمہارا کیا خیال ہے۔۔۔؟؟؟'' انہوں نے دانستہ ہلکے پھلکے لہجے میں پوچھا۔

''ایسا ہو بھی سکتا ہے اور نہیں بھی۔۔۔'' عائشہ نے سادگی سے کہا۔

''اچھا فرض کرو، اگر واقعی ایسا ہو تو کیا سکینہ کا یہ قصور اتنا بڑا ہے کہ اُس کی ذات کی تذلیل کی جائے اور اُسکی دھجیاں تک اڑا دی جائیں۔'' وہ تھوڑا سا تلخ ہوئے۔

''ہرگز نہیں، محبت پر بھلا کب کسی کا زور چلتا ہے اور سکینہ بیچاری تو بہت معصوم سی لڑکی تھی۔۔۔'' عائشہ کی سادگی، ڈاکٹر خاور کے دل کو چھو گئی۔ وہ یک ٹک اُسے دیکھتے رہ گئے۔

''ایک بات بتاؤ، عائشہ، کیا محبت ظاہری چہروں کو دیکھ کر ہوتی ہے، کیا تم اس بات پر یقین رکھتی ہو۔؟؟؟ انہوں نے کھوجتی نگاہوں سے عائشہ کو دیکھا۔

''ظاہری خوبصورتی کے عکس کو بھی ہم جھٹلا نہیں سکتے۔۔۔'' وہ صاف گوئی سے بولی۔

''جس محبت کی میں بات کر رہا ہوں وہ ان چیزوں سے بے نیاز ہوتی ہے۔ جس محبت کی تم بات کر رہی ہو، وہ محبت نہیں ایگری منٹ ہوتا ہے، جس میں ہم اگلے بندے کی شخصیت، اُس کا اسٹیٹس، تعلیم، جاب اور بہت سے دوسرے لوازمات دیکھ کر متوجہ ہوتے ہیں۔۔۔'' ان کی تلخی عائشہ کا دل دکھا گئی۔

''ڈاکٹر خاور، میں بھی ایسی ایگریمنٹ ٹائپ محبتوں پر یقین نہیں رکھتی، لیکن افسوس کہ ہم جس معاشرے میں سانس لیتے ہیں وہاں ان سب چیزوں کو دیکھنا پڑتا ہے۔'' عائشہ نے فوراً ہی صفائی دی تو وہ پھیکے سے انداز سے زبردستی مسکراتے ہوئے بولے۔

''میں ایسے معاشرے کے دوغلے پن سے نفرت کرتا ہوں، جہاں سکینہ جیسی لڑکی کو اگر مجھ جیسے شخص سے محبت ہو جائے تو معاشرہ اُسے ''اوقات'' میں رہنے کے درس دینے لگے، اور اگر مجھ جیسے شخص کی زندگی میں ایسی معذور لڑکی آجائے تو معاشرہ اُسے قبول ہی نہ کرے۔ کیسا بدبودار معاشرہ ہے ہمارا، ہم لوگوں کو ان چیزوں کی سزا دیتے ہیں، جن میں ان کا کوئی دوش نہیں ہوتا۔'' ڈاکٹر خاور کی باتوں پر عائشہ گھبرا گئی۔

''آپ کہنا کیا چاہتے ہیں۔۔۔؟؟؟'' اُس کی آنکھوں میں خوف کی لہر پوری قوت سے نمودار ہوئی۔

''مجھے صرف اتنا کہنا ہے، عائشہ تم معاشرے کے عام لوگوں کی طرح مت سوچا کرو، مجھے تکلیف ہوتی ہے۔ کم از کم تم سب لوگوں کو جینے کا حق دیا کرو، تم دنیا کی واحد لڑکی ہو، جو مجھے ایسے ہی سمجھتی ہو جیسا کہ میں ہوں۔ مجھے ایسا لگتا ہے جیسے تم میرا پرتو ہو۔ تمہیں دیکھ کر مجھے دنیا اچھی لگتی ہے۔'' ان کی آنکھوں میں عائشہ کے لیے اتنی محبت تھی کہ اُس کے سارے خدشے اور وہم بھاپ بن کر اڑ گئے۔

☆ ☆ ☆

''سخت ناراض ہوں میں آپ سے، آپ نے تو مجھے ہر معاملے میں دودھ میں سے مکھی کی طرح نکال دیا ہے۔۔۔'' رامس اُس دن اچانک ہی عائشہ کے گھر چلا آیا اور وہ جو لان میں اپنا کینوس رکھے ایک پینٹنگ پر کام کرنے میں مصروف تھی۔ اُس کی بات پر چونک گئی۔

''یہ تم کیوں، ناراض ہو کر پہاڑ پر چڑھے بیٹھے ہو۔۔۔'' عائشہ نے اُسے چھیڑا، جو منہ پھلائے لان چیئر پر بیٹھا تھا اُس کے سامنے رکھی چائے اور دوسرے لوازمات ٹھنڈے ہو رہے تھے لیکن اُس نے بھی شاید آج انہیں ہاتھ نہ لگانے کی قسم کھا رکھی تھی۔

''آپ کے بھائی کی ڈیٹ فکس ہو گئی۔ آپ نے مجھے بتایا تک نہیں۔۔۔'' رامس کے شکوے پر وہ ہنسی۔ ''توبہ ہے کیسے لڑکیوں کی طرح گلے کر رہے ہو، میں اور ماما خود جا کر تمہارے ہاں کارڈ دے کر آئے ہیں اور تمہاری ماما کو ساری تفصیل بھی۔''

''لیکن آپ نے یہ تو نہیں بتایا تھا کہ آپ لوگ میری ہی کزن پر ہاتھ صاف کر رہے ہیں۔۔۔'' رامس کی بات پر وہ ایک دفعہ پھر کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ ''اُف آج تو تم بہت جلے کٹے الفاظ کا استعمال کر رہے ہو۔۔۔''

''جب دل پر چوٹ لگتی ہے تو پھر ایسے ہی راگ دل سے نکلتے ہیں۔'' اُس نے بُرا سا منہ بنا کر کہا تو عائشہ جھٹ سے بولی۔ ''اب ایسی بھی کوئی چوٹ نہیں جتنی دہائی تم دے رہے ہو۔''

''غضب خدا کا میری ہی سگی پھپھو زاد کے ساتھ آپ لوگ رشتہ کر آئے اور کانوں کان خبر تک نہ ہونے دی۔۔۔'' رامس نے نروٹھے انداز سے کہا۔

''بائے گاڈ، ہمیں تو خود پتا نہیں تھا وہ تو تمہارے کزن شہیر نے ذکر کیا تو پتا چلا۔۔۔'' عائشہ نے اُسے صفائی دینے کی کوشش کی۔

''جانے دیں، اب اتنی بھی اوور ایکٹنگ نہ کریں آپ۔۔۔'' رامس کو قطعاً بھی یقین نہیں آیا۔

''اُف، کتنے فضول انسان ہو تم، پتا تو ہے تمہیں، میری ناک کے نیچے سے بڑے بڑے طوفان گذر جاتے ہیں اور مجھے پتا ہی نہیں چلتا۔''

''یہ فخر کی نہیں بلکہ شرم کی بات ہے۔۔۔'' رامس کی بے تکلفی پر اُس نے گھور کر اُس دیکھا۔ جو جوتے کی نوک سے اچھی خاصی لان کی گھاس کا بیڑا غرق کر رہا تھا۔

''اچھا، انسانوں کی طرح بیٹھو، اس معصوم گھاس پر غصہ نکالنے کی ضرورت نہیں۔ چائے گرم کرواؤں تمہارے لیے۔۔۔'' عائشہ نے دلچسپی سے اُس کا خفا خفا سا چہرہ دیکھا۔

''ہرگز نہیں پیوں گا۔۔۔'' اُس نے صاف انکار کیا۔

''اچھا، پھر بتاؤ کہ تمہارا موڈ کیسے ٹھیک ہو گا۔۔۔'' عائشہ اپنا کام چھوڑ کر اب اُس کے سامنے آن بیٹھی۔

''آپ مجھے، نابیہ اور ثنا ئیلہ کو کسی اچھی سی جگہ پر ڈنر کروائیں۔۔۔'' اُس کی فرمائش پر وہ حیران ہوئی۔ ''وہ کس خوشی میں۔۔۔؟؟؟؟''

''اپنے بھائی کی میری کزن کے ساتھ شادی کی خوشی میں۔۔۔'' جھٹ سے وضاحت ہوئی۔

''چلو، تمہاری خاطر یہ نقصان بھی اٹھا لیتے ہیں۔۔۔'' عائشہ کی آنکھیں شوخی سے جگمگائیں۔ ''ویسے یہ نابیہ وہ ہی ہے ناں، جس پر تم نظر

رکھے بیٹھے ہو۔۔۔؟؟؟"

"جی بالکل وہ ہی ہے۔۔۔" اُس کا موڈ ایک دم خوشگوار ہوا۔" آپ ملیں ہیں اُس سے۔۔۔؟؟؟" اُس نے عجلت بھرے انداز سے پوچھا۔

"ہاں سرسری سی ملاقات تو ہوئی ہے تمہاری کزن کے ہاں۔۔۔" عائشہ نے اثبات میں سر ہلایا۔" پھر کیسی لگی وہ آپ کو۔۔۔؟؟؟" رامس کی بے تابی پر وہ مسکرائی۔

"لڑکی تو اچھی خاصی ٹھیک ہے، ذہنی حالت بھی ٹھیک لگ رہی تھی اُس کی، پھر وہ تمہارے لیے کیسے مان گئی۔۔۔؟؟؟" عائشہ نے اُسے چھیڑا۔

"ذہنی حالت ہی تو ٹھیک نہیں ہے، ورنہ بھلا وہ کیسے مانتی۔۔۔" اُس نے خود بھی اپنا مذاق اڑایا جو عائشہ کو بالکل اچھا نہیں لگا۔" کیوں، تم میں کس چیز کی کمی ہے۔۔۔"؟؟؟

"یہ تو آپ اپنی سائیکلو جسٹ فرینڈ سے پوچھیں، پوری ایک لسٹ مرتب کر کے آپ کے ہاتھ میں تھما دیں گی۔" وہ تھوڑا سا سنجیدہ ہوا" تمہارا تو پتا نہیں، لیکن اُس کے بارے میں مجھے پتا ہے کہ اُس میں کس چیز کی کمی ہے۔۔۔" عائشہ نے ہنستے ہوئے اُسے دیکھا۔ جس کے چہرے پر تحیر کے سائے نمایاں تھے۔

"کس چیز کی۔۔۔؟؟؟" رامس نے سوالیہ نگاہوں سے اُسے دیکھا۔

"عقل کی۔۔۔" عائشہ کی بات پر وہ قہقہہ لگا کر ہنسا۔ اُسے بے تحاشا ہنستے ہوئے دیکھ کر عائشہ بھی مسکرا دی اور اُس نے دل ہی دل میں اُسے ہمیشہ ہنستے رہنے کی دعا دی۔

☆ ☆ ☆

"وہ بہت خوبصورت، سرسبز، خوشنما اور سرخ گلابوں سے ڈھکی ایک وادی تھی۔ تاحدِ نگاہ ہریالی اور پس منظر میں سرسبز و شاداب پہاڑوں پر خودرو پھول ایسے لگ رہے تھے جیسے کسی نے آسمان سے ستارے توڑ کر وہاں ٹانک دیے ہوں۔۔۔

"اس خوبصورت اور دل آویز وادی میں وہ چاندی کے جسم والی لڑکی سفید رنگ کے پریوں کے لباس میں آسمان سے اتری کوئی حور لگ رہی تھی۔ وہ اس قدر دلکش اور حسین دکھائی دے رہی تھی کہ اُس پر نظر ٹھہرانا دشوار ہو رہا تھا۔ وہ اپنے دونوں بازو پھیلائے آسمان سے گرنے والی پھوار کو اپنی ہتھیلیوں پر محسوس کر رہی تھی۔ اُسے اچانک کچھ ہوا اور اُس نے وادی میں موجود تتلیوں کے ساتھ رقص کرنا شروع کر دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اُس کے رقص میں کسی پہاڑی چشمے کی سی دیوانگی اور تیزی آ گئی۔ اُس کا جسم اس کے اختیار میں نہیں رہا۔ وہ خود کو روئی کے گالوں سے بھی ہلکا محسوس کر رہی تھی۔ فخر و غرور کی لہریں اس کے پورے وجود کا احاطہ کر چکی تھیں۔"

"ایک دم ہی منظر بدلا۔۔۔ اُس چاندی کے جسم والی لڑکی کا پاؤں پھسلا اور وہ خود کو بہت بلندیوں سے نیچے پستیوں میں گرتا ہوا دیکھ رہی تھی۔ اُس نے سخت خوفزدہ نظروں سے زمین کی پستیوں کو دیکھا جو اس کا مقدر بننے والی تھیں۔ وہ بڑی قوت سے بے تحاشا کیچڑ اور غلاظت سے بھری زمین پر گری۔ اُس کا سارا وجود زلزلوں کی زد میں آ گیا تھا۔ اُس نے گہرا سانس لے کر اپنے چٹختے ہوئے اعصاب کو سنبھالنے کی ناکام کوشش کی۔ وہ

اب آنکھ کی پتلیوں کو گھما کر اپنے اردگرد پھیلی تیرگی اور فضا میں پھیلی بدبو کو محسوس کر رہی تھی۔ اُسے اپنے کیچڑ زدہ جسم سے گھن آ رہی تھی۔ اُس نے ہاتھ بڑھا کر اپنے جسم کو ٹٹولا تو خوف کی ایک سرد لہر نے اُس کے وجود کو لپیٹ میں لے لیا۔

اُسے محسوس ہوا کہ بہت سے حشرات الارض اُس کے وجود سے چمٹے ہوئے ہیں اس نے سانس روک کر ایک عجب دیوانگی سے ایک پتنگے نما چیز کو کھینچا تو اُسے یہ دیکھ کر دھچکا لگا کہ وہ ایک مردہ پتنگا تھا۔ اُس کی آنکھیں تیرگی سے مانوس ہوئیں تو اُسے احساس ہوا کہ اُس کا سارا ہی جسم ان مردہ پتنگوں کے لباس سے ڈھکا ہوا تھا۔ خوف، وحشت اور سراسیمگی کے عالم میں اُس نے اپنے چہرے کو ٹٹولا تو اُسے اپنی رگوں کو خوف سے منجمد کر دینے والی انہونی کا احساس ہوا۔

اسی وقت اُسے ادراک ہوا کہ وہ کسی گہری کھائی میں گری ہوئی ہے اور اوپر سے آنے والی ہلکی سی روشنی کی لکیر کے ساتھ ہی اُس نے سیلن زدہ دیوار کے پاس گرا شیشے کا ٹکڑا دیکھا تو اُس نے لپک کر اٹھا لیا۔ اُس آئینے میں اپنا چہرہ دیکھتے ہی اُس کے منہ سے نکلنے والی چیخ بہت دلخراش اور بے ساختہ تھی۔

''اُس کے خوبصورت جسم کے اوپر ایک بوڑھی مادہ گدھ کا بدصورت چہرہ سجا ہوا تھا۔۔۔''

بہت ہی خوفناک۔ عجیب اور دل دہلا دینے والے خواب کے زیر اثر اُس کی آنکھ کھلی۔ ماہم نے مضطرب و متوحش آنکھوں سے اپنے کمرے میں کسی نادیدہ شے کو تلاش کرنا چاہا۔ کمرہ بالکل خالی تھا اور زیرو واٹ کے بلب کی روشنی میں اس نے فوراً اٹھ کر سنگھار میز کے سامنے کھڑے ہو کر اپنا چہرہ دیکھا۔۔۔ ایک پرسکون سی سانس اُس نے فضا میں خارج کی۔

اُس کے وجود کے اوپر اس کا اپنا ہی چہرہ تھا جو اس وقت پسینے سے تر، وحشت زدہ اور خوف میں ڈوبا ہوا تھا۔ اُس نے اپنے منہ پر ہاتھ پھیر کر ایک دفعہ پھر خود کو یقین دلایا۔ وہ اب عجیب دیوانگی کے عالم میں اپنے کپڑوں کو جھٹک رہی تھی۔ اُسے لگا تھا کہ کہیں کوئی ایک آدھ مرا ہوا پتنگا اس کے وجود کے ساتھ چمٹا ہوا نہ رہ گیا ہو۔ اس وقت رات کے دو بج رہے تھے۔ باہر سیاہ رات کے ہولناک سناٹے میں جھینگروں کے بولنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔

''لیکن اُسے نہ جانے کیوں یہ وہم لاحق ہو گیا تھا کہ وہ بوڑھی گدھ کہیں آس پاس ہی ہے۔ اس خیال نے اُسے ایک دفعہ پھر بے چین کر دیا۔۔۔''

''بہت ہی عجیب، فضول اور بے تکا سا خواب ہے یہ تو۔۔۔'' صبح ڈائننگ ٹیبل پر ماہم، ثمن آپی اور ماما کے سامنے نہ چاہتے ہوئے بھی ذکر کر گئی۔ جسے سنتے ہی ثمن آپی نے کھل کر تبصرہ کیا۔

''اچھا، مجھے تو یہ کوئی خبردار کر دینے والا خواب لگ رہا ہے، بہت با معنی سا۔۔۔'' ماما تھوڑا سا پریشان نظر آئیں۔

''کم آن ماما، آجکل کے دور میں بھلا کون خوابوں پر یقین کرتا ہے۔۔۔'' ثمن نے مذاق اڑا لیا۔

''خیر ایسی بھی کوئی بات نہیں۔ سچے خوابوں کی حقیقت کو کوئی بھی نہیں جھٹلا سکتا۔ کئی دفعہ ایسے خواب، مستقبل کی کئی پریشانیوں سے بچا جاتے

ہیں۔ میں کسی عالم سے پوچھوں گی۔'' ماما حد درجہ سنجیدہ نظر آ رہی تھیں۔

''لو جی، تم نے ماما کو اچھے کام پر لگا دیا۔ اچھا ہے بزی رہیں گی۔۔۔'' ثمن نے طنزیہ نگاہوں سے ماہم کو دیکھا جو آج اچھی خاصی پژمردہ سی دکھائی دے رہی تھی۔

''ماما، گدھ تو مردہ جسم کا گوشت کھاتی ہے ناں۔۔۔'' ماہم کی سوئی ابھی بھی اپنے خواب میں ہی اٹکی ہوئی تھی۔

''تم کن چکروں میں پڑ رہی ہو یار۔ جسٹ کول ڈاؤن، بی ریلکس۔۔۔'' ثمن آپی بیزار ہوئیں۔

''آپ سوچ بھی نہیں سکتیں آپی، صبح ہونے تک مجھے یہی محسوس ہوتا رہا کہ وہ گدھ میرے بیڈ روم میں ہے۔۔۔'' ماہم حقیقتاً پریشان تھی۔

''کم آن ماہم، تمہارے بیڈ روم میں صرف تم ہوتی ہو، اب کیا تمہیں خود پر گدھ کا گمان ہوتا رہا یہ بات البتہ بہت مضحکہ خیز ہے۔۔۔'' ثمن آپی نے پائن ایپل جوس بڑی نزاکت سے پیتے ہوئے ماہم پر طنز کیا جو اُسے خاصا ناگوار گذرا لیکن نہ جانے کیوں وہ چپ رہی۔

''بیٹا تم ٹینشن نہ لو، اللہ بہتر کرے گا۔ میں تمہارا صدقہ بھجواتی ہوں کہیں۔۔۔'' ماما نے ماہم کی اُتری ہوئی شکل دیکھ کر تسلی دی تو ایک دفعہ پھر ایک طنزیہ مسکراہٹ ثمن کے چہرے پر پھیل گئی۔ جب کہ ماہم ہنوز الجھن کا شکار نظر آ رہی تھی۔

☆ ☆ ☆

''ڈاکٹر علی، آجکل کہاں گم ہیں آپ، کوئی لفٹ ہی نہیں کروا رہے۔۔۔'' خاور کو ماہم کی فون کال اُس وقت ملی جب وہ سکینہ کے آئی سی یو کے بالکل باہر تھے۔ان کی نگاہیں سکینہ کے زرد چہرے پر تھیں جس پر زندگی کے رنگ آہستہ آہستہ مدھم ہوتے جا رہے تھے۔

''کہاں جانا ہے، بس زندگی کے جھمیلے، سکھ کا سانس لینے کہاں دیتے ہیں۔'' انہوں نے زبردستی مسکراتے ہوئے جواب دیا۔''ویسے آپ کہاں گم ہیں آجکل۔۔۔؟؟؟''

''میں آجکل معذور بچوں کی فلاح و بہبود کے لیے ایک میوزیکل شو کی تیاریوں میں تھی۔۔۔'' ماہم کی بات نے ڈاکٹر خاور کو حیران کیا۔

''اٹس امیزنگ، کب ہے فنکشن۔۔۔؟؟؟'' انہوں نے فوراً ہی دریافت کیا۔

''یکم جنوری کو، نئے سال کا آغاز کسی نیک کام سے کرنا چاہیے ناں۔۔۔'' دوسری جانب ماہم کی اداکاری عروج پر تھی۔

''ویلس گڈ، میرے لائق کوئی خدمت ہو تو بتایئے گا۔۔۔'' انہوں نے فوراً ہی اپنی خدمات کی پیشکش کی جسے سن کر ماہم کا چہرہ کسی گلاب کے پھول کی طرح کھل اٹھا۔

''جی ضرور، آپ کی ہیلپ کے بغیر تو میں ایک قدم بھی نہیں اٹھا سکتی۔۔۔'' ماہم کی بات نے انہیں ٹھٹک کر رکنے پر مجبور کیا'' وہ کیوں بھئی۔۔۔؟؟؟'' وہ خود کو پوچھنے سے نہیں روک پائے۔

''بھئی سچ بات کہوں، مجھے ایسے چیریٹی پروگرامز کرنے کا کوئی تجربہ نہیں، اس لیے کہہ رہی ہوں۔۔۔'' ماہم کی صاف گوئی پر وہ مسکرائے۔

''اپنی دوست عائشہ کی خدمات حاصل کریں ناں۔۔۔'' انہوں نے جان بوجھ کر اُسے چھیڑا۔ دوسری جانب عائشہ کا نام سن کر ماہم کا حلق تک کڑوا ہو گیا۔

''وہ آجکل اپنے بھائی کی شادی کی تیاریوں میں مصروف ہے۔۔۔'' اُس نے فوراً ہی وضاحت کی۔

''اچھا۔۔۔!!! ویسے ان کی اپنی شادی کب ہے۔۔۔؟؟؟'' خاور کو اب اُس سے بات کرنے میں لطف آنے لگا۔

''اُس کی بھی جلد ہی ہو جائے گی۔۔۔'' ماہم نے گڑبڑا کر جواب دیا۔

''انگیجمنٹ تو ہو چکی ہے ناں، اُس کی، آئی تھنک، آپ کے پیشنٹ رامس علی کے ساتھ۔۔۔؟؟؟'' خاور کی بات پر وہ ایک دفعہ پھر ٹپٹا سی گئی۔

''جی۔۔۔جی۔۔۔'' اُس نے مختصراً جواب دیا۔ پہلی دفعہ احساس ہوا کہ بعض دفعہ بہت چھوٹے چھوٹے اور بے ضرر سے جھوٹ بھی گلے پڑ جاتے ہیں اور ان سے پیچھا چھڑانا مشکل ہو جاتا ہے۔۔۔

''آپ کب فارغ ہونگے، آپ سے ملنے کو دل کر رہا ہے۔۔۔'' ماہم نے جان بوجھ کر بات پلٹی۔

''میں فارغ ہی ہوں، آپ ہوسپٹل آ جائیں۔ آج سنڈے کی وجہ سے او۔پی۔ڈی بند ہے۔ اس لیے کوئی خاص مصروفیت نہیں۔''

--ڈاکٹر خاور کی دعوت پر ماہم کے دل میں کئی پھول ایک ساتھ ہی کھل اٹھے۔ اسی وجہ سے وہ ٹھیک ایک گھنٹے کے بعد مطلوبہ وارڈ میں تھی۔ میرون کلر کے

سوٹ میں اُس کی شہابی رنگت دمک رہی تھی۔ ایسا لگتا تھا کہ آج اُس نے اپنی تیاری میں خصوصی محنت کی ہو۔ یہی وجہ تھی کہ وہ جہاں جہاں سے بھی گذر رہی تھی۔ لوگ اُسے بے اختیار ٹھٹک کر دیکھنے پر مجبور تھے۔ لوگوں کی توصیفی نگاہیں وہ اپنا حق سمجھ کر وصول کرتی تھی۔ اُس کی راج ہنس جیسی گردن ایسے وقت میں تن سی جاتی اور آنکھوں سے فخر انبساط کی لہریں نکلنے لگتیں۔

''یہ ہم کہاں جا رہے ہیں۔۔۔؟؟؟'' ماہم نے انہیں آئی سی یو کی طرف جاتے دیکھ کر بڑی نزاکت سے ناک چڑھا کر پوچھا۔

''میری ایک پیشنٹ ہے سکینہ، ذرا اُس کی ہارٹ بیٹ اور پلس ریٹ چیک کرلوں، پھر آپکو اچھی سی کافی پلاتے ہیں۔'' ڈاکٹر خاور کی بات پر ماہم کے چہرے پر مایوسی کے رنگ بہت واضح پھیلے ایسا لگ رہا تھا جیسے اس موقعے پر اسے، ان کی فرض شناسی ایک آنکھ نہ بھائی ہو۔

''علی، آپ کیا سنڈے کو بھی آف نہیں کرتے۔۔۔'' اُس نے خود کو سنبھالتے ہوئے بڑے متحمل لہجے میں پوچھا۔ وہ ماہم کی بات پر مسکرائے۔

''آپ کو شاید علم نہیں کہ مجھے اپنے پروفیشن سے عشق ہے اور کسی بھی عشق میں کامیابی بغیر خواری کے نہیں ملتی۔۔۔'' وہ آئی سی یو کا دروازہ کھولتے ہوئے سنجیدگی سے بولے تھے۔'' ویسے میں سنڈے کو آف بھی لے لیتا ہوں کبھی کبھی، لیکن آجکل سکینہ کی وجہ سے میرا زیادہ وقت یہیں گذر رہا ہے۔۔۔''

''سکینہ۔۔۔'' ماہم نے الجھ کر ان کا چہرہ دیکھا۔ وہ سامنے بیڈ پر وینٹی لیٹر کے سہارے سانس لیتی لڑکی کو بہت عقیدت بھری نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ ماہم کو سخت الجھن کا احساس ہوا۔ سکینہ پر ایک نظر ڈال کر ہی اُسے جھرجھری سی آگئی۔

''استغفر اللہ۔۔۔'' ماہم کے منہ سے بے ساختہ پھسلا۔ ڈاکٹر خاور چونکے۔'' کیا مطلب۔۔۔؟؟؟''

''اللہ تعالی نے اس لڑکی کو بناتے ہوئے کتنی ناانصافی سے کام لیا ہے۔ بیچاری پر دوسری نظر ڈالنے کو بھی دل نہیں کرتا۔۔۔'' ماہم کی نزاکت، ڈاکٹر خاور کے لیے سخت کوفت کا باعث بنی۔

''کیوں، اس لڑکی میں ایسا کیا ہے جو اس پر دوسری نظر نہیں ڈالی جاسکتی۔۔۔'' ان کی آنکھوں سے چھلکتی برہمی ماہم کو مضطرب کر گئی۔

''میرا مطلب تھا کہ اللہ، اس بیچاری کو صحت دے دیتا۔۔۔'' ماہم نے گڑبڑا کر بات سنبھالنے کی کوشش کی لیکن کمان سے نکلا تیر پوری قوت سے اگلے شخص کے دل میں پیوست ہو چکا تھا۔ ڈاکٹر خاور نے سکینہ کے بالکل پاس کھڑی اُس جسمانی طور پر انتہائی خوبصورت لڑکی کی بدصورتی کو پہلی دفعہ محسوس کیا۔

''میری نظر میں یہ دنیا کی سب سے خوبصورت لڑکی ہے کیونکہ اس کا دل بہت پیارا تھا۔۔۔'' ڈاکٹر خاور نے سکینہ کے ہاتھ کو چھوا۔ ماہم نے بہت عجیب نگاہوں سے ڈاکٹر خاور کو دیکھا۔

اُسے پہلی دفعہ ان کی ذہنی حالت کچھ مشکوک لگی۔

''میرا خیال ہے ماہم، میں شاید آپ کو ٹائم نہ دے سکوں، مجھے ابھی ابھی یاد آیا ہے کہ مجھے ماما کو لے کر اپنی پھپھو کے ہاں جانا ہے۔''

ڈاکٹر خاور نے اپنی رسٹ واچ سے ٹائم دیکھتے ہوئے ماہم کو ہری جھنڈی دکھائی۔ ان کا موڈ ایک دم ہی خراب ہوا تھا۔ ان کی بات پر ماہم کے چہرے

پر ایک تاریک سایہ لہرایا۔

''اُس ۔او۔کے علی، مجھے بھی ثمن آپی کو پک کرنا ہے، پھر ملاقات ہو گی۔۔۔'' ماہم نے خود کو سنبھالتے ہوئے فوراً کہا اور آؤ دیکھا نہ تاؤ، فوراً ہی کمرے سے نکل گئی۔ ڈاکٹر خاور آئی سی یو میں رکھی اُس چیئر پر بیٹھ گئے۔ انہیں وہاں بیٹھے ہوئے تقریباً آدھا گھنٹہ ہوا تھا جب عائشہ پھولوں کا ایک بکے لیے بڑی تیزی سے اندر داخل ہوئی۔

''تھینکس گاڈ، آپ یہاں ہیں۔ میں سارا وارڈ چھان آئی ہوں۔۔۔'' اُس نے اپنی سانسیں بحال کرتے ہوئے ڈاکٹر خاور کے اداس چہرے کی طرف دیکھا۔

''آپ کو کیا ہوا؟ چہرے پر بارہ کیوں بجے ہوئے ہیں۔۔۔؟؟؟؟'' اُس نے بکے، بیڈ کی سائیڈ میز پر رکھتے ہوئے فکرمندی سے پوچھا تو انہوں نے لمبا سانس لیا۔

''عائشہ، تمہیں سکینہ کیسی لگتی ہے۔۔۔؟؟؟'' ڈاکٹر خاور نے اچانک پوچھا وہ سادگی سے مسکرائی۔

''کیا مطلب، کیسی لگتی ہے۔؟؟؟'' وہ روانی میں بولی۔ ''سکینہ تو بہت پیاری اور معصوم لڑکی ہے۔ میں جب جب بھی اس سے ملی ہوں مجھے اس کی معصومیت نے بہت اٹریکٹ کیا ہے۔

اللہ اُسے صحت کاملہ عطا فرمائے۔۔۔'' عائشہ کے لفظوں کی سچائی اُس کے چہرے سے جھلک رہی تھی۔ ''آپ کیوں پوچھ رہے ہیں۔۔۔؟؟؟''

''ویسے ہی، آج کسی نے کہا کہ اس کے چہرے پر دوسری نگاہ ڈالنے کو دل نہیں کرتا۔۔۔'' وہ نہ چاہتے ہوئے بھی بتا گئے۔

''استغفراللہ۔۔۔'' عائشہ کے لہجے سے خفگی جھلکی۔ ''کتنی فضول اور واہیات قسم کی بات کی ہے جس نے بھی کی ہے۔ جہالت کی انتہا نہیں کہ ہم اللہ کی تخلیق کردہ چیزوں کا تمسخر اڑا رہے ہیں۔

اللہ ہم پر رحم کرے۔۔۔'' اُس نے صاف گوئی سے تبصرہ کیا۔

''پتا نہیں کیوں، مجھے بہت بُرا لگا۔۔۔'' ڈاکٹر خاور کی بات پر وہ مسکرائی۔ ''بُرا لگنا بھی چاہیے، میں اگر آپ کی جگہ ہوتی تو شاید اُس شخص سے لڑ پڑتی۔۔۔'' عائشہ کی بات پر ڈاکٹر خاور کے چہرے پر پھیلنے والی مسکراہٹ بہت بے ساختہ تھی۔

''پتا ہے علی، میں آج صبح، سکینہ کے امی، ابا کو اپنے گھر لے کر گئی تھی۔۔۔'' عائشہ کی اگلی بات نے ڈاکٹر خاور کو خوشگوار حیرت میں مبتلا کیا۔ انہیں احساس ہوا کہ واقعی آج صبح سے انہوں نے دونوں میاں بیوی کو نہیں دیکھا۔

''خیریت تھی۔۔۔؟؟؟؟'' ان کی حیرت پر وہ بڑے مزے سے بولی۔ ''موحد بھائی کی شادی ہے ناں اگلے ہفتے، تو ماما سے میں نے کہا کہ ان دونوں کو بھی بلاتے ہیں۔ ماما نے کہا شادی پر تو بلالیں گے تو آج انہیں گھر ویسے ہی لے آؤ۔۔۔''

''اچھا، وہ چلے گئے آرام سے۔۔۔؟؟؟'' وہ حیران ہوئے۔

''آرام سے کہاں، بڑی مشکلوں سے ایک گھنٹے کے لیے لے کر گئی تھی۔اب بھی میں اور رامس اُنہیں چھوڑنے آئے تھے۔۔۔'' اُس کی اگلی بات نے ڈاکٹر خاور کو مزید حیران کیا۔

''یہ رامس، کچھ زیادہ ہی تمہارے گھر کے چکر نہیں لگانے لگ پڑا۔۔۔'' ان کا موڈ ایک دم ہی خوشگوار ہوا۔

''بھئی موحد کی شادی کے انتظامات اُس نے اپنے ہاتھوں میں لے رکھے ہیں۔۔۔'' عائشہ ہنسی۔

''اللہ ہی خیر کرے۔اپنا کمرہ تک تو اُس سے سیٹ نہیں ہوتا۔شادی کا انتظام کیسے سنبھالے گا۔'' ڈاکٹر خاور کے لہجے میں اپنے چھوٹے بھائی کے لیے محبت کی فراوانی تھی۔

''اُس کا کمرہ سیٹ کرنے کے لیے بھی ہم نے ایک لڑکی کی خدمات ہمیشہ کے لیے حاصل کرنے کا سوچ لیا ہے۔'' عائشہ کی شوخی ڈاکٹر خاور کو اچھی لگ رہی تھی۔انہوں نے سوالیہ نگاہوں سے عائشہ کو دیکھا جس کی آنکھوں میں جگنو چمکے۔

''ہے ایک لڑکی، آپ کو پھر بتاؤں گی۔ابھی جلدی میں ہوں۔۔۔'' وہ شرارت بھرے لہجے میں بولی۔''ہاں ایک اور بات۔۔۔'' وہ پلٹی ،اپنے بیگ سے ایک لنچ بکس نکال کران کی جانب بڑھایا۔

''میں نے پہلی دفعہ فرائیڈ رائس بنائے تھے، سوچا آپ کے لیے بھی لے جاؤں۔۔۔''

''تھینک یو۔۔۔'' وہ مسکرائے۔۔۔

''ہاں، وہ نمک تھوڑا سا تیز ہو گیا ہے، آپ رائتہ ساتھ لے لیجئے گا۔پھر گذارا ہو جائے گا۔۔۔'' وہ اپنا کان کھجاتے ہوئے تھوڑا سا جھینپ کر بولی۔

''اٹس او کے، میرا معدہ لکڑ ہضم ہے، آپ کو مستقبل میں بھی کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔'' ڈاکٹر خاور کی شرارت پر اُس کے رخسار تپ گئے۔وہ ہڑ بڑا کر جو کمرے سے نکلی تو سامنے بند روازے سے ٹکرا گئی۔

''دھیان سے، کیا ہو گیا ہے، کیوں سرکاری دروازے توڑ رہی ہیں۔۔۔'' ڈاکٹر خاور کی شوخی پر اُس نے مصنوعی ناراضگی سے گھور کر دیکھا اور تیزی سے نکل گئی۔جب کہ وہ اس کی بوکھلاہٹ پر کافی دیر تک مسکراتے رہے۔

☆ ☆ ☆

''آج پورے بیس دن ہو گئے ہیں سکینہ کے ابا۔۔۔'' جمیلہ مائی کے لہجے میں اداسی گویا رچ بس گئی تھی۔

''نہیں، بیس دن، سات گھنٹے اور پچیس منٹ۔۔۔'' اللہ دتا کمہار نے فوراً ہی تصحیح کی۔جمیلہ مائی نے نم آنکھوں سے اپنے مجازی خدا کو دیکھا۔سبز رنگ کے بڑے بڑے خانوں والی تہبند پر سفید رنگ کا کرتا پہنا ہوا تھا اور خاکی رنگ کی گرم چادر اچھی طرح لپیٹ رکھی تھی۔دسمبر کی یخ بستگی نے پورے ماحول کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔موسم خزاں اس دفعہ اپنے اندر وحشتیں بھی سمیٹے ہوئے تھا۔دیکھتے ہی دیکھتے درخت ٹنڈ منڈ سے ہو گئے۔زرد پتے سڑکوں پر آوارہ گھومتے ہوئے لوگوں کے قدموں تلے آ کر کچلے جاتے۔

''سکینہ کی کتنی خواہش تھی کہ وہ مارگلہ کی پہاڑیوں پر گرتی ہوئی برف دیکھے۔۔۔'' جمیلہ مائی اس وقت ہسپتال کے لان میں رکھے بینچ پر بیٹھی اچانک ہی بولی۔

''موسم کی پہلی برفباری تو شمالی علاقہ جات میں ہو بھی چکی ہے۔۔۔'' اللہ دتے نے اُس کی معلومات میں اضافہ کیا۔

''جھلی کہتی تھی، اماں میری قسمت میں کیا جس کے گرم موسم ہی ہیں۔اُسے پتا ہی نہیں موسم بدل چکا ہے۔۔۔'' جمیلہ مائی نے لمبی آہ بھری۔موسم سرما کی ٹھنڈی ہوا، سکھ چین اور املتاس کے درختوں کو چھو کر ان کے جسم سے ٹکراتی تو ایک جھرجھری کا احساس پیدا ہوتا۔

''موسم تو لمحے میں بدل جاتے ہیں چاہے وہ انسان کے اندر کے ہوں یا باہر کے۔۔۔'' اللہ دتے نے زرد پتوں کو دیکھتے ہوئے رنج بھرے لہجے میں کہا۔

''اُس سے زیادہ تیزی سے تو تایا، لوگ بدل جاتے ہیں۔۔۔'' جاجی بھی خاموشی سے ان دونوں کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔دونوں نے چونک کر اُسے دیکھا۔

''جاجی پتر، تو گھر کیوں نہیں چلا جاتا، تیری بے بے بہت پریشان ہے۔۔۔'' اللہ دتے نے بہت محتاط انداز سے کہا تو وہ پھیکے سے انداز کے ساتھ مسکرا دیا۔

''میری بے بے کے پاس تو، میرے علاوہ اُس کے چار پتر اور ہیں، لیکن تایا تم لوگوں کے پاس تو کوئی نہیں۔۔۔'' جاجی نے فوراً ہی نفی میں سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

''پتر، ہمارے پاس رب سوہنے کی ذات ہے اور جس کے پاس اُس کی ذات کا سہارا ہو، وہ اکیلا تھوڑی ہوتا ہے۔'' اللہ دتے نے اُسے سمجھانے کی کوشش کی۔

''کچھ بھی کہہ لے تایا، لیکن میں تم لوگوں کو چھوڑ کر کبھی نہیں جاؤں گا، نہ آج، نہ کل۔۔۔'' جاجی کے لہجے میں چھلکتا عزم جمیلہ مائی کو خوفزدہ کر گیا۔وہ جانتی تھی کہ جاجی کی بے بے زبان کی کتنی کڑوی ہے۔اب تک تو اُس نے پورے پنڈ میں دہائی ڈال رکھی ہوگی۔

''دیکھ پتر، یہاں پتا نہیں کتنے دن لگے، ڈاکٹر کہتے ہیں، کومے کے مریض چاہے تو دس دنوں میں ہوش میں آ جائیں اور نہ آئیں تو دس دس سال تک نہیں آتے۔۔۔'' اللہ دتا فکرمندی سے بولا تھا۔اُسے کل ہی تو اُس کی بے بے نے فون کر کے سختی سے اعجاز کو واپس بھجوانے کا کہا تھا۔

''تایا، مجھے کہیں نہیں جانا، میں اپنے سے خود بات کر لوں گا۔بس تو مجھے دوبارہ نہ کہنا۔۔۔'' اعجاز کے لہجے میں ہلکی سی ناراضگی در آئی۔

''اچھا، چل ٹھیک ہے، نہ جا، پر اپنے کمرے میں رکھا باجرے کا لفافہ تو اٹھا کر لے آ، میں ذرا سکینہ کی چڑیوں کو ڈال دوں۔'' جمیلہ مائی نے اُسے بہانے سے اندر بھیجا اور پھر اپنے شوہر کی طرف متوجہ ہوئی۔''ایک تو بیچارا ہمارے خیال سے یہاں رکا ہوا ہے، اوپر سے تو اُسے زبردستی واپس بھجوا رہا ہے۔کیا سوچتا ہوگا بیچارا۔۔۔؟؟؟''

''بھلیے لوکے، اُسی کا خیال کر رہا ہوں خوامخواہ ہمارے ساتھ خجل خوار ہو رہا ہے اتنی ٹھنڈ میں۔۔۔'' اللہ دتے نے دانستہ ہلکا پھلکا انداز اپنایا۔

''ضرور، اس کی بے بے نے فون کر کے کوئی نہ کوئی ساڑا نکالا ہوگا۔۔۔'' جمیلہ مائی کی کھوجتی نگاہوں پر اللہ دتا مسکرایا۔ جمیلہ مائی کو کسی اور تصدیق کی ضرورت نہیں تھی۔ ''دیکھا، میرا اندازہ درست نکلا ناں، کیا کہہ رہی تھی جاجی کی بے بے۔۔۔؟؟؟؟''

''کیا کہنا ہے اُس بیچاری نے، اپنے پتر کے لیے پریشان ہو رہی تھی۔۔۔'' اللہ دتے نے بات کو ٹالنے کی غرض سے کہا لیکن آگے بھی جمیلہ مائی تھی جو اپنے شوہر کے ساتھ ساتھ جاجی کی بے بے کی فطرت سے بخوبی واقف تھی۔

''کچھ نہ کچھ تو کہا ہوگا، اُس نے اور بھی۔۔۔'' جمیلہ مائی کی کھوجتی نگاہیں ہنوز اپنے میاں پر جمی ہوئی تھیں۔

''ایک گل تو بتا سکینہ کی ماں، جب تجھے پتا ہے، جاجی کی ماں نے کیا کہا ہوگا، پھر دوبارہ دوبارہ پوچھ کر اپنا دل جلانے کا فائدہ۔۔۔'' اللہ دتے کی صاف گوئی پر ایک رنج کی لہر جمیلہ مائی کے چہرے پر چھلکی۔

''چل اٹھ، عصر کا ویلا ہو رہا ہے، اُس کے بعد پھر اپنی دھی رانی کو ملنے جائیں گے، ہمیں اڈیک رہی ہوگی۔۔۔'' اللہ دتے نے ہلکے پھلکے انداز میں جمیلہ مائی کو اٹھایا جو آسمان پر پھیلی سرخی کو خوفزدہ نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔

''سکینہ کے ابا، دیکھ، آسمان کتنا سرخ ہو رہا ہے۔۔۔'' جمیلہ مائی کی نظروں کے تعاقب میں اُس نے بھی دیکھا اور وہیں جم کر کھڑا رہ گیا۔ پورے آسمان پر لگتا تھا جیسے ایک حشر برپا ہو۔ ایسا ہی ایک حشر ان کی زندگیوں میں بھی برپا ہو چکا تھا اور وہ ابھی تک اُس سے بے خبر تھے۔

''تایا۔۔۔سکینہ۔۔۔'' کوریڈور کے اختتام پر جاجی کے منہ سے نکلنے والی چیخ نے جمیلہ مائی اور اللہ دتا کو ایک لمحے میں کسی انہونی کا احساس بخشا۔ وہ دونوں کوریڈور کے آغاز میں ہکا بکا کھڑے سامنے کا منظر دیکھ رہے تھے۔ جاجی، ڈاکٹر خاور کے ساتھ لپٹا ہوا دھاڑیں مار مار کر رو رہا تھا جب کہ وہ اپنے نچلے ہونٹ کو کچلتے ہوئے خود بھی ضبط کی انتہاء پر تھے۔ ان کا چہرہ ضبط کی کوشش میں سرخ ہو رہا تھا۔ جمیلہ مائی نے منہ پر ہاتھ رکھ کر اپنے دل سے نکلنے والی سسکی کو بمشکل دباتے ہوئے خوفزدہ نگاہوں سے اپنے شوہر کا چہرہ دیکھا۔ جو اس وقت کسی چٹان کی طرح مضبوط اور سپاٹ نظر آ رہا تھا۔ دونوں کے قدموں سے چلنے کی سکت چھننے لگی۔ جمیلہ مائی نے بے ساختہ دیوار کا سہارا لیا۔

''اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔۔۔'' اللہ دتا کمہار نے اپنی بیوی کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر قدرے سختی سے کہا۔ جمیلہ مائی کے دل سے نکلنے والی آہیں اندر ہی کہیں دفن ہو گئیں۔ اُسے اپنے پیروں سے جان نکلتی ہوئی محسوس ہوئی اُس نے غیر دانستہ طور پر اپنے شوہر کا بازو مضبوطی سے پکڑ لیا، جو اُسے پکڑے ہوئے کوریڈور کے اختتام پر پہنچ گئے تھے۔ ایک ایک قدم کسی بلڈوزر کی طرح بھاری محسوس ہو رہا تھا۔

''آئی ایم سوری، چاچا جی۔۔۔'' ڈاکٹر خاور، اللہ دتا کمہار کے گلے سے لگ کر صرف اتنا ہی کہہ سکے۔ ایک تیز رفتار ٹرین دونوں میاں بیوی کے پرخچے اڑاتی ہوئی گزر گئی۔

''اناللہ وانا علیہ راجعون۔۔۔'' اللہ دتا کمہار کے لبوں سے نکلا اور اُس نے ایک لمبی سانس فضا میں خارج کی۔ مارگلہ کی پہاڑیوں پر بادل ایک دم ہی چمکے تھے اور دیکھتے ہی دیکھتے ہر طرف جل تھل ہو گیا۔

''میں سوچ بھی نہیں سکتا کہ آپ میری بات مان لیں گے آپ نے مجھے ہمیشہ کے لیے اپنا مقروض کر دیا ہے۔۔۔'' سکینہ کی وفات کو تیسرا

دن تھا جب ڈاکٹر خاور پرائیوٹ وارڈ کے اُس کمرے میں دونوں میاں بیوی کے سامنے بیٹھے اپنے جذبات کا اظہار کر رہے تھے۔ انہوں نے سکینہ کو ایچ ایٹ اسلام آباد کے اسی قبرستان میں دفن کیا تھا جہاں پہلی دفعہ سکینہ کو موت کا احساس بہت خوبصورت لگا تھا۔ جاجی اس بات کے لیے قطعاً بھی تیار نہیں تھا۔ اللہ دتا کمہار کے باقی خاندان کے لوگوں نے بھی بہت شور مچایا لیکن جمیلہ مائی اور اللہ دتا کمہار، ڈاکٹر خاور کی بات کو ٹال نہیں سکے۔

''مجھے ایک دفعہ سکینہ نے کہا تھا کہ وہ اس شہر سے کبھی بھی نہیں جانا چاہتی۔ یقین مانیں، میں نے صرف اس وجہ سے آپ سے کہا، ورنہ مجھے اس بات کا احساس ہے کہ آپکو اس وجہ سے کتنے مسائل کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔'' وہ سر جھکائے بہت خفت زدہ انداز سے بولے۔ کمرے میں گھٹن کا احساس اچانک ہی بڑھ گیا۔ انہوں نے اٹھ کر کھڑکی کھولی۔ ہر سو خزاں کا حزن و ملال

بکھرا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ سفیدے اور شیشم کے درختوں پر اداسی نے ڈیرے ڈال رکھے تھے۔ کولتار کی سیاہ اوس میں بھیگی سڑک پر زرد پتوں کی چادر بچھی ہوئی تھی۔

''ڈاکٹر صاحب، آپ ایسی باتیں نہ کریں، ہمیں شرمندگی ہوتی ہے۔۔۔'' اللہ دتا کمہار کے چہرے پر ایک بے بس کر دینے والی مسکراہٹ ٹھہر گئی۔

''مجھے معلوم ہے جاجی، میری اس بات پر بہت خفا ہے، لیکن مجھے امید ہے کہ وہ کبھی نہ کبھی میری بات کو ضرور سمجھ جائے گا۔'' ڈاکٹر خاور کے لہجے میں محسوس کیے جانے والا رنج صاف چھلک رہا تھا۔ سکینہ کو یہاں دفن کرنے کے فیصلے پر جاجی نے بہت احتجاج کیا، سب کی منتیں کیں اور جب کوئی نہیں مانا تو وہ خفا ہو کر چلا گیا۔

''وہ تو کملا ہے بیٹا، مان جائے گا۔ وقتی غصہ ہے، خود بخود ختم ہو جائے گا، ہمیں چھوڑ کر کہاں جائے گا۔۔۔'' اللہ دتا کمہار کی آنکھوں میں نمی لہرائی۔ سرد ہوا کے جھونکے کمرے میں داخل ہو گئے تھے۔ خفیف سی کپکپی کا احساس پیدا ہوا تو ڈاکٹر خاور نے کھڑکی بند کر دی۔

''اماں جی، آپ بھی کچھ بولیں ناں۔۔۔'' ڈاکٹر خاور نے جمیلہ مائی کو دیکھا جو پچھلے تین دن سے بالکل خاموش تھی۔ سکینہ کی میت کو ڈاکٹر خاور کے گھر لے جایا گیا، وہیں سے ان کے سیکٹر کی جامع مسجد میں جنازہ ہوا۔ اس تمام عرصے میں جمیلہ مائی کے لبوں پر ایک سکوت طاری تھا۔ عائشہ پورے دو دن ان کے ساتھ رہی اور انہیں بار بار بولنے پر مجبور کرتی رہی لیکن وہ ہوں، ہاں سے زیادہ کسی بات کا جواب نہیں دے رہی تھیں۔

''ایک بات کہوں ڈاکٹر صیب۔۔۔'' جمیلہ مائی کی آنکھوں میں نمی گھلنے لگی۔ ڈاکٹر خاور نے نگاہ اٹھا کر انہیں دیکھا۔ آنسو روانی سے جمیلہ مائی کی گالوں پر لڑھکنے لگے۔

''میں سال چھ مہینے بعد کبھی اس ہسپتال میں آؤں تو کیا مجھے وڈے ڈاکٹر اس کمرے میں کچھ ٹیم گذارنے دیں گے۔۔۔'' جمیلہ مائی کے لہجے میں اس قدر التجا تھی کہ ڈاکٹر خاور کو لگا جیسے کسی نے ان کا دل آرے سے کاٹ کر رکھ دیا ہو۔

''میری دھی کو اس کمرے سے بہت پیار تھا۔ اس کھڑکی میں بیٹھ کر وہ اپنی سہیلی چڑیوں کو دانہ ڈالتی تھی۔ ہاتھ باہر نکال کر بارش کی کن من کو محسوس کرتی تھی۔ اس چھت کے نیچے اُس نے مجھ سے دنیا جہاں کی باتیں کیں، اس کمرے کی ایک ایک اینٹ سے مجھے سکینہ کی خوشبو آتی

ہے۔۔۔'' آنسوؤں کی وجہ سے وہ اپنا جملہ مکمل نہیں کر سکیں۔ اللہ دتا کمہار ایک دم ہی اٹھا اور کمرے سے نکل گیا۔

''دیکھیں اماں جی، جب تک میں اس ہسپتال میں ہوں، میرا آپ سے وعدہ ہے، لیکن اس کے بعد کیا ہو، میں کچھ کہہ نہیں سکتا۔'' ڈاکٹر خاور نے صاف گوئی سے جواب دیا تو وہ اثبات میں سر ہلا گئیں۔

''پتر ایک اور بات کہوں، تجھ سے، غصہ تو نہیں کرے گا۔۔۔'' جمیلہ مائی کو آج نہ جانے کیا ہو گیا تھا۔ تین دن کے بعد اُس نے چپ شاہ کا روزہ توڑا تھا۔ ڈاکٹر خاور نے اثبات میں سر ہلایا

''میری دھی، دل کی بہت سادہ تھی اور سادہ لوگ اپنی سادگی میں وڈی وڈی چیزوں کی آرزو، کرنے لگتے ہیں۔ پتر تو، اُس کی کسی بات کو دل پر نہ لینا، تو سمجھ رہا ہے ناں، میں کیا کہہ رہی ہوں۔'' جمیلہ مائی نے ڈھکے چھپے الفاظ میں جو کچھ انہیں سمجھانے کی کوشش کی تھی وہ ایک لمحے میں سمجھ گئے۔

''اماں جی، کیسی دل کو دکھانے والی باتیں کرتی ہیں، جو ہوا بس ہوا۔ آپ بس سکینہ کے لیے دعا کریں۔'' ڈاکٹر خاور نے ان کے بازو پر ہاتھ رکھ کر خلوص دل سے کہا تو وہ پھیکے سے انداز میں مسکرا کر انہیں مزید حیران کر گئیں۔

''اب کیا دعا کروں پتر، اللہ سوہنے کے پاس ہے، یہاں سے بہت اچھی جگہ پر چلی گئی ہے میری دھی، اللہ نے اُسے مزید آزمائش سے بچا لیا۔ مجھے یقین ہے میری دھی رانی بہت خوش ہو گی وہاں۔۔۔''

''ہاں، یہ آپ نے بہت اچھی بات کی ہے۔۔۔'' ڈاکٹر خاور مسکرائے۔ ''اماں جی، آپ سے ایک چیز مانگوں، اگر آپ انکار نہ کریں تو۔۔۔''

''میرے پاس تو پتر ایسی کوئی چیز ہی نہیں۔۔۔'' جمیلہ مائی نے اپنی گرم چادر سے آنکھیں صاف کرتے ہوئے انہیں حیرت سے دیکھا۔

''سکینہ کی یہ لوہے کی ڈرمی، آپ مجھے دے دیں۔۔۔'' ڈاکٹر خاور کی فرمائش پر جمیلہ مائی ہکا بکا رہ گئی۔ اُس نے سخت تعجب سے اُس پرانی سی لوہے کی بدرنگی ڈرمی کو دیکھا جس میں سکینہ اپنی چیزیں چھپا چھپا کر رکھتی تھی۔

''میں اسے بہت سنبھال کر رکھوں گا۔۔۔'' ڈاکٹر خاور کے لہجے میں چھپا اصرار اور آنکھوں سے چھلکتا جذبہ جمیلہ مائی کو گنگ کر گیا۔ اُسے لگا جیسے اُس کی قوت گویائی سلب ہو کر رہ گئی ہو۔

وہ بس پھٹی پھٹی آنکھوں سے اپنے سامنے بیٹھے اُس اسپائنل سرجن کو دیکھی جا رہی تھیں جو بڑی مہارت سے ان سے آنکھیں چراتے ہوئے بھی خود کو آشکار کر گیا تھا۔

☆ ☆ ☆

''عائشہ، مجھے ایسا لگتا ہے جیسے زندگی بس ایک نقطے پر آ کر ٹھہر سی گئی ہے۔۔۔'' سکینہ کی وفات کے کافی دن کے بعد وہ آج عائشہ اور رامس کے ساتھ لنچ پر آ کھٹے تھے۔ رامس کو اسی ریسٹورنٹ میں اپنے کچھ دوست مل گئے تھے اس لیے وہ ان سے ایکسکیوز کر کے ان کی جانب بڑھ گیا۔

''وہ کیوں۔۔۔؟؟؟؟'' وہ حیران ہوئی۔

''کچھ عرصے سے کوئی بھی چیز، دل کو خوشی نہیں دیتی۔۔۔'' وہ بڑے بے بس انداز سے بولے۔

''لیکن ایسا کیوں ہے، میں نے خود بھی محسوس کیا ہے کہ آپ کے اندر کچھ دنوں سے بڑی واضح تبدیلی آئی ہے۔ موحد کی شادی پر بھی آپ نہیں آئے۔ پتا نہیں کس چیز سے آپ بھاگ رہے ہیں۔۔۔'' عائشہ نے بہت غور سے ڈاکٹر خاور کا مضطرب انداز دیکھا۔

''یقین کرو، میں خود بھی نہیں سمجھ پا رہا۔۔۔'' انہوں نے اعتراف کیا۔

''جب کہ مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے سکینہ کی وفات نے آپ کو بہت ڈسٹرب کیا ہے۔۔۔'' وہ عائشہ کی بات پر چونکے اور بڑی کھوجتی نگاہوں سے اُس کا سادہ اور بے ریا چہرہ دیکھا اور پھر مطمئن ہو کر گویا ہوئے۔ ''ہاں کہہ سکتی ہو، شاید ایسا ہی ہو۔۔۔'' انہوں نے ادھورا سا جواب دیا۔

''لیکن ایسا کیوں ہے، آپ نے تو اپنی ہمت سے زیادہ اُس کے لیے کیا اور اب تک کر رہے ہیں، سکینہ ٹرسٹ قائم کرنے کا ارادہ کرنا کوئی معمولی بات نہیں۔'' عائشہ کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اپنے سامنے بیٹھے شخص کے چہرے سے ساری اُداسی کھرچ کر اُتار دے۔

''سچ بتاؤں، کبھی کبھی مجھے لگتا ہے جیسے اُس کی موت کا ذمے دار میں ہوں۔۔۔'' ان کی بات پر سوپ کے لیے بڑھتا عائشہ کا ہاتھ فضا میں معلق ہوا۔

''کیا مطلب۔۔۔؟؟؟'' اُس نے استعجابیہ نگاہوں سے اپنے سامنے بیٹھے بندے کو دیکھا جس کے وجود میں عجیب سی بے چینی آ بسی تھی۔

''مجھے لگتا ہے سکینہ کو میری محبت نے مار ڈالا۔ وہ جو جسمانی معذوری کا دکھ تو برداشت کر گئی لیکن زہر آلود جملوں نے اُس کی روح کو داغدار کر دیا۔ ڈاکٹر زویا نے اُسے میری وجہ سے اتنا کچھ کہا اور وہ بیچاری کسی سے بھی شکوہ کیے بغیر چلی گئی۔'' ڈاکٹر خاور آج اپنا وہ دکھ کہہ ہی گئے جو ان کے اندر دن بہ دن پل کر جوان ہوتا جا رہا تھا۔

''کم آن علی، بحیثیت مسلمان ہمارا عقیدہ ہے کہ موت کا ایک دن مقرر ہے اور اُسے، اُسی دن آنا ہے۔ میں مانتی ہوں کہ ڈاکٹر زویا نے غلط کیا، لیکن اس کے باوجود سکینہ کی موت اللہ نے ایسے ہی لکھی تھی اور اُس نے ایسے ہی مرنا تھا۔۔۔'' عائشہ نے نرمی سے انہیں سمجھانے کی کوشش کی۔

''کتنی حیران کن بات ہے عائشہ، وہ ساری زندگی جس بیماری کے خلاف لڑتی رہی، اُس کی وجہ سے اُسے کچھ نہیں ہوا اور موت اُس کی برین ہیمبرج کی وجہ سے ہوئی۔ جس کے لیے کبھی اُس نے سوچا بھی نہیں ہوگا۔'' ڈاکٹر خاور حقیقتاً، اُس کی موت کی وجہ سے ذہنی طور پر ڈسٹرب تھے۔ اس کا اندازہ عائشہ کو آج ہی ہوا۔

''علی، یہ سب تقدیر کے فیصلے ہیں، ہم ان سے نہیں لڑ سکتے، آپ اُس کے والدین کو بھی تو دیکھیں، انہوں نے سکینہ کی موت کو کیسے صبر اور شکر کر کے قبول کر لیا اور ایک دفعہ بھی اللہ سے شکوہ نہیں کیا۔'' عائشہ کی یاد دہانی پر وہ جبراً مسکرائے۔

''درد کا احساس تو ہر شخص کو ایک جیسا ہی ہوتا ہے۔ جو اللہ کے پیارے لوگ ہوں اللہ انہیں صبر بھی جلد دے دیتا ہے جب کہ ہم جیسے لوگ بس شور مچاتے رہ جاتے ہیں۔'' انہوں نے تلخ لہجے میں کہا۔ اس سے پہلے کہ عائشہ کوئی جواب دیتی، ماہم کی آواز اُس کی سماعتوں سے ٹکرائی۔

''ہائے ایوری باڈی۔۔۔!!!'' ماہم اچانک ہی اُس ریسٹورنٹ میں کہیں سے نکل کر سامنے آئی تھی۔ شاکنگ پنک جینز پر پرپل لونگ سویٹر پہنے وہ دونوں کو بہت عجیب سی نگاہوں سے گھور رہی تھی۔ عائشہ اور ڈاکٹر خاور اُسے اچانک ہی اپنے سامنے دیکھ کر حیران ہوئے۔

''ارے ماہم، تم، آؤ ناں، بیٹھو۔۔۔'' عائشہ اُسے دیکھ کر ہلکا سا بوکھلائی جب کہ ڈاکٹر خاور کے چہرے کا اطمینان دیدنی تھا۔

''بہت چالاک ہو تم لوگ، تمہاری صلح ہوگئی اور مجھے بتایا ہی نہیں۔۔۔'' وہ خود کو سنبھال کر اب بڑی ڈھٹائی سے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گئی۔

''ہماری لڑائی کب ہوئی تھی۔۔۔'' ڈاکٹر خاور کی بات پر ماہم کو دھچکا سا لگا۔ اُس نے اُلجھن بھری نگاہوں سے اپنے سامنے بیٹھے شخص کو دیکھا جو عائشہ کے چہرے کو بڑی محبت سے دیکھ رہا تھا۔ اشتعال کی ایک لہر ماہم کو اپنے پورے وجود میں دوڑتی ہوئی محسوس ہوئی۔

''کیوں، پھر آپ کیا میرے ساتھ ڈرامہ کر رہے تھے۔۔۔'' ماہم نے تیکھی نگاہوں سے علی کو دیکھا تو وہ مسکرا دیے۔

''اس شہر میں اگر بیسٹ ایکٹنگ پر کوئی ''آسکر ایوارڈ'' ہوتا تو یقین کریں ماہم منصور وہ آپ کے علاوہ کوئی نہیں لے سکتا تھا۔۔۔'' رامس بھی اچانک ہی اس منظر کا حصّہ بنا۔ اُس نے دُور ہی سے ماہم کو عائشہ لوگوں کی ٹیبل کی طرف بڑھتے دیکھ لیا تھا اس لیے وہ خود کو وہاں آنے سے روک نہیں سکا۔

''تم۔۔۔'' ماہم کے لہجے میں عجیب سی رعونت در آئی۔

''جی، میں، مجھے رامس علی کہتے ہیں۔۔۔'' اُس نے بڑے طنز سے اپنے سر کو جنبش دے کر اپنا تعارف کروایا۔ ماہم نے اپنے شانوں پر بکھرے اپنے سلکی بالوں کو جھٹکا سا دے کر ڈاکٹر علی کو دیکھا جو بہت دلچسپی سے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔

''ڈاکٹر علی، یہ رامس علی ہے، جس کا میں نے آپ کو بتایا تھا۔۔۔'' اُس نے اپنی کاجل بھری آنکھوں میں زمانے بھر کی معنی خیزی سمو کر ڈاکٹر علی کی طرف دیکھا۔

''علی بھائی، یہ وہی سائیکو جسٹ ماہم منصور ہیں، جن کا میں نے آپ سے کبھی ذکر نہیں کیا۔۔۔'' رامس کے ذومعنی انداز پر ماہم کی سنہری آنکھوں میں ناگواری در آئی اور خوبصورت پیشانی پر بے شمار شکنوں کا ایک جال سا ابھر آیا۔ جب کہ اُس کے تعارف کروانے کے انداز پر عائشہ اور ڈاکٹر خاور کھل کر مسکرائے۔

''بائی داوے، آپ نے علی بھائی کو میرے بارے میں کیا بتایا تھا۔۔۔؟؟؟'' وہ ماہم کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر طنزاً بولا۔ ماہم کو پہلی دفعہ کسی گڑبڑ کا احساس ہوا۔

''آپ رامس کو کیسے جانتے ہیں۔۔۔؟؟؟'' ماہم کا چہرہ تناؤ کا شکار ہوا۔ اُس نے اُلجھن بھرے انداز سے علی کو غور سے دیکھا اور ٹپٹا گئی۔

''یہ تو مجھے اُس دن سے جانتے ہیں، جس دن میں نے اس دنیا میں آنکھ کھولی، لیکن بائی داوے آپ میرے بھائی کو کیسے جانتی ہیں۔؟؟؟'' کیا ان کے ساتھ بھی کوئی محبت کا گھٹیا سا کھیل، کھیلنے کا ارادہ ہے آپ کا۔۔۔؟؟؟ رامس کی بات پر ماہم کو سو واٹ کا کرنٹ لگا۔ وہ ایک جھٹکے سے کھڑی ہوئی اور شدید صدمے اور بے یقینی کی کیفیت میں رامس کو دیکھتی رہ گئی۔

''یہ دیکھیں معاف کر دیں ہمیں۔۔۔'' رامس نے باقاعدہ اُس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر تلخی سے کہا۔

''پہلی فرصت میں کسی اچھے سائیکاٹرسٹ سے اپنا علاج کروائیں۔ آپ تو خود اچھی خاصی سائیکک ہیں، اللہ جانے لوگوں کا علاج کیسے

کرتی ہیں۔ یہ جو آپ کے دماغ میں احساس برتری کا خلل بھرا ہوا ہے ناں۔ اس کی وجہ سے آپ کا خوبصورت چہرہ بعض دفعہ حد درجہ مکروہ اور غلیظ لگنے لگتا ہے، لیکن آپ کو اس چیز کا احساس نہیں ہوتا۔۔۔'' رامس کو آج اپنی بھڑاس نکالنے کا موقع مل ہی گیا۔ عائشہ اور ڈاکٹر خاور بوکھلا گئے۔ دونوں کو ہی اندازہ نہیں تھا کہ رامس اس قدر مشتعل ہو جائے گا۔

''شٹ اپ، جسٹ شٹ اپ۔۔۔'' ماہم چیخی، ڈاکٹر خاور نے بے ساختہ رامس کا بازو پکڑ کر اُسے بیٹھانے کی کوشش کی۔

''مجھے آج اس گھٹیا لڑکی کو اس کی اوقات بتا لینے دیں۔ یہ جو پوری دنیا کو پاگل اور بے وقوف سمجھتی ہے ناں، اسے آئینہ دِکھا لینے دیں۔''

رامس ایک دم آپے سے باہر ہوا۔ عائشہ نے خوفزدہ نگاہوں سے ماہم کا غصے کی زیادتی سے سیاہ ہوتا چہرہ دیکھا۔

''ماہم پلیز، تم جاؤ یہاں سے۔۔۔'' عائشہ نے اُس کا بازو پکڑ کر باہر کی جانب دھکیلا۔

''شٹ اپ، ڈونٹ ٹچ می۔۔۔'' وہ حلق پھاڑ کر چیخی، ریسٹورنٹ میں موجود کافی سارے لوگ ان کی جانب متوجہ ہو گئے۔ اچھی خاصی اکورڈ پوزیشن بن گئی۔

''گھٹیا فطرت کی بدصورت گدھ، جو مردہ جسموں کا گوشت کھاتی ہے۔ کبھی شیشہ دیکھنا، تمہیں اپنے چہرے کی بجائے ایک گدھ کا چہرہ دِکھائی دے گا۔'' رامس ہذیانی انداز سے چیخ رہا تھا۔ ماہم نے اُسے دیکھا وہ اب نفرت سے زمین پر تھوک رہا تھا۔ وہ بجلی کی سی سرعت سے باہر نکلی۔ اُس کے دماغ میں آندھیاں چل رہی تھیں۔ وہ پاگلوں کی طرح اپنی گاڑی کی طرف بھاگی، اُسے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا لیکن رامس کے جملے کسی بھوت کی طرح اُس کا تعاقب کر رہے تھے۔ ایک موڑ کاٹتے ہوئے اُس کی گاڑی پوری قوت سے پٹرول کا ذخیرہ لے کر آتی گاڑی سے ٹکرائی۔ فضا میں گاڑی کے شیشوں کے ٹوٹنے کی آواز کے بعد ہی زوردار دھماکہ ہوا۔ ماہم کی گاڑی کے پرزے سڑک پر دُور تک پھیلتے گئے۔

☆ ☆ ☆

''عائشہ کیسی طبیعت ہے ماہم کی۔۔۔'' وہ ابھی ابھی ہسپتال سے واپس آئی تھی۔ صوفے پر بیٹھ کر اُس نے ابھی سانس ہی لیا تھا کہ ماما بڑی تیزی سے سیڑھیاں اترتی ہوئی نیچے آئیں۔

''بہت خوفناک حادثہ تھا ماما۔۔۔'' عائشہ نے افسردگی سے کہا۔

''ہاں بیٹا، میں نے ٹی وی پر دیکھا، قیامت خیز منظر تھا۔ شکر ہے ماہم کی جان بچ گئی۔۔۔'' ماما نے اُس کے سامنے بیٹھتے ہوئے گفتگو میں حصہ لیا۔

''امی کیا فائدہ، ایسی جان کا۔۔۔'' وہ حد درجہ مضطرب تھی۔

''کیا مطلب بیٹا۔۔۔؟؟؟؟'' ماما نے بے چینی سے پہلو بدلا اور عائشہ کی نم آنکھوں کو دیکھا۔

''ماما، وہ اس حادثے میں اپنی دونوں ٹانگیں ہمیشہ کے لیے کھو چکی ہے۔۔۔'' عائشہ کی آواز کپکپا رہی تھی۔ ماہم کی تکلیف اُسے اپنے دل پر محسوس ہو رہی تھی۔ وہ ایسی ہی تھی دوست اور دشمن، سبھی کے غموں پر پریشان ہونے والی، ماہم کے ایکسیڈنٹ کی خبر نے اُس کی راتوں کی نیند اڑا دی تھی۔

''اللہ معاف کرے بیٹا، مکافاتِ عمل ہے۔۔۔'' ماما نے قدرے جھجک کر کہا تو عائشہ نے گلہ آمیز نگاہوں سے انہیں دیکھا۔

''بہت بُری بات ہے ماما، آپ اور موحد بھائی دونوں ہی بہت سخت دل ہیں۔۔۔''

''تمہاری موحد سے بات ہوئی، کب آ رہا ہے پاکستان۔۔۔؟؟؟'' ماما نے نظریں چراتے ہوئے دانستہ موضوع تبدیل کیا۔

''ابھی تو وہ اپنی بیگم کے ساتھ ماشاءاللہ بہت خوش ہے۔ان دونوں کا امریکہ سے پیرس جانے کا ارادہ ہے۔۔۔'' عائشہ نے انہیں موحد کے بارے میں بتایا اور تھکے تھکے انداز سے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔واش روم سے منہ ہاتھ دھونے کے بعد وہ اپنے بیڈروم میں آئی تو سامنے میز پر رکھا اُس کا سیل فون بج اٹھا۔اُس نے چونک کر ایل سی ڈی پر علی کا نام دیکھا۔

''عائشہ کہاں ہو یار۔۔۔'' ڈاکٹر خاور علی کی پریشانی میں ڈوبی آواز اُس کی سماعتوں سے ٹکرائی۔

''کیا ہوا علی، خیریت ہے ناں۔۔۔؟؟؟؟'' اُس نے دوپٹے سے اپنا منہ صاف کرتے ہوئے حیرانی سے پوچھا۔

''یار، رامس نے بہت تنگ کر رکھا ہے سخت ڈسٹرب ہے وہ ماہم کے حادثے سے، میرے اور ماما کے تو کسی صورت بھی قابو نہیں آ رہا۔۔۔'' ڈاکٹر خاور بڑے عجلت بھرے انداز سے اُسے اپنی پریشانی بتا گئے۔

''میں آتی ہوں، آپ پریشان نہ ہوں۔۔۔'' اُس نے گاڑی کی چابی اٹھائی۔آدھے گھنٹے کے بعد وہ ڈاکٹر خاور علی کے گھر میں تھی۔

''عائشہ، رامس نے سخت پریشان کر رکھا ہے۔پہلے اپنے بابا کی ڈیتھ کے بعد بھی یہ ایسا ڈیپریس ہوا تھا، اب کل سے پھر گم سم ہے، میری اور خاور کی تو بالکل بھی نہیں سن رہا۔'' ماما اُسے دیکھتے ہی شروع ہو گئیں۔

''آنٹی، آپ پریشان نہ ہوں، میں بات کرتی ہوں اُس سے۔۔۔'' وہ رامس کے کمرے کی طرف بڑھ گئی، جہاں پہلے سے بیٹھے ڈاکٹر خاور اُسے دیکھ کر فوراً کھڑے ہوئے۔

''ٹمپریچر سے پورا جسم جل رہا ہے اس کا، مگر میڈیسن لینے پر آمادہ نہیں ہو رہا، اتنا بڑا ہو گیا ہے اور عادتیں بالکل بچوں جیسی ہیں اس کی۔۔۔'' ڈاکٹر خاور نے بھی شکایتوں کا رجسٹر کھول لیا۔

''مجھے بہت بھوک لگی ہے، آپ ماما سے کہیں، میرے لیے کھانا بھجوائیں۔۔۔'' اُس نے تھکے تھکے سے لہجے میں ڈاکٹر خاور سے کہا تو وہ ایک دم شرمندہ ہو گئے۔

''آئی ایم سوری عائشہ، ہم لوگ واقعی تمہیں بہت تنگ کرتے ہیں۔۔۔'' انہوں نے خفت زدہ انداز سے کہا تو عائشہ نے گھور کر دیکھا۔

''یہ فارمل گفتگو بعد میں کر لیجیے گا، بلیوی، مجھے بہت بھوک لگی ہے، آپ نے ہوسپٹل جانا ہے تو بے شک چلے جائیں، میں رامس کے پاس ہوں۔'' عائشہ نے ان کی آدھی سے زیادہ پریشانی کو کم کیا۔وہ مشکور نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگے۔

''کون سی میڈیسن ہے اس کی۔۔۔؟؟؟'' عائشہ نے سائیڈ میز سے چند ٹیبلٹس اٹھائیں اور رامس کی طرف بڑھی۔

''اک دفعہ میں نے تمہیں کہا تھا ناں کہ تم میرے لیے موحد کی طرح ہو۔۔۔'' وہ خفا خفا سے انداز سے بیٹھے رامس کی ٹھوڑی کو اپنی انگلی سے اونچا کر کے بولی۔وہ چونکا۔

''اگر تم بھی مجھے موحد کی طرح اپنی بہن سمجھتے ہو تو مجھ سے بحث مت کرنا، یہ میڈیسن کھاؤ۔۔۔''اُس نے پانی کا گلاس اور چند ٹیبلٹس زبردستی رامس کے ہاتھ میں پکڑائیں۔وہ اُلجھن کا شکار ہوا۔

''بس، بس مزید ڈرامے بازی نہیں، ایک دو تین، فوراً کھاؤ۔۔۔''عائشہ نے زبردستی گلاس اُس کے منہ سے لگایا اور وہ ایک لمحے میں منہ بناتا ہوا ساری دوائی نگل گیا۔ڈاکٹر خاور نے سکون کا سانس لیا اور کمرے سے نکل گئے۔

''بائے گاڈ عائشہ میں ایسا بالکل نہیں چاہتا تھا۔۔۔''وہ تین گھنٹے کی کوشش کے بعد اتنا ہی بولا تھا۔اُس کے لہجے اور لفظوں میں دکھ اور شرمساری کی فراوانی تھی۔جبکہ چہرہ سرخ انگارہ ہو رہا تھا۔

''مجھے معلوم ہے رامس، تم ایسا بالکل بھی نہیں چاہتے تھے لیکن ہم چاہتے یا نہ چاہتے، تقدیر اُس کی قسمت میں ایسا حادثہ لکھ چکی تھی۔''عائشہ کی بات پر رامس نے نگاہ اٹھا کر دیکھا اُس کی آنکھوں میں بے یقینی تھی۔

''مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے کہ یہ سب میری وجہ سے ہوا ہے۔۔۔''اُس کی آواز بھرا گئی۔

''اگر تمہیں ایسا لگ رہا ہے تو بالکل غلط لگ رہا ہے۔ماہم کی زندگی میں یہ حادثہ اُس دن کی تاریخ میں ایسے ہی ہونا تھا''عائشہ نے تحمل بھرے لہجے میں جواب دیا۔

''تم اگر کچھ ایسا سوچ رہے ہو تو بالکل غلط سوچ رہے ہو رامس۔۔۔''عائشہ نے اُس کے کمرے کی کھڑکی کے پٹ وا کیے، ٹھنڈی ہوا کا ایک یخ جھونکا رامس کے چہرے سے ٹکرایا۔اُس نے جھرجھری سی لی۔

''ہم لوگ اپنی زندگیوں کو ایسی سوچوں سے خوامخواہ مشکل بنا دیتے ہیں۔انسان تو ایک پتا بنانے پر قادر نہیں۔اس کائنات میں جو کچھ ہو رہا ہے اُس کے پیچھے صرف اور صرف ایک ہی طاقت کارفرما ہے۔پھر ہمارے چاہنے یا سوچنے سے اتنے بڑے حادثے کیسے ہو سکتے ہیں۔؟؟؟''عائشہ کی بات پر رامس نے جھٹکے سے سر اٹھا کر اس کی جانب دیکھا۔اُس کے چہرے پر بڑا واضح تغیر رونما ہوا۔وہ اب آہستہ آہستہ پرسکون ہو رہا تھا۔

''چلو اٹھو، نابیہ سے مل کر آتے ہیں، وہ شائیلہ بھابھی کے جانے سے کافی اداس ہے، پھر اچھا سا کھانا کھائیں گے۔''عائشہ نے بازو سے پکڑ کر اُسے اٹھایا۔وہ اب آرام سے بیٹھا اپنے جوگرز کے تسمے باندھ رہا تھا۔

☆ ☆ ☆

نفسیاتی اور ذہنی امراض کے ہسپتال کے کمرہ نمبر چودہ سے آنے والی یہ چیخیں کسی کا بھی دل دہلانے کو کافی تھیں۔اس کمرے کی مریضہ کو زیادہ تر ادویات کے زیر اثر نیند میں ہی رکھا جاتا تھا، حادثے میں اپنی ٹانگیں کھونے کے بعد ماہم کی ذہنی حالت بہت خراب ہوگئی تھی۔اُس کا دماغ اس چیز کو قبول کرنے کے لیے تیار ہی نہیں تھا۔

''ہم لوگ سوچ رہیں ہیں کہ ماہم کو علاج کے لیے باہر لے جائیں۔۔۔''اُس دن ثمن آپی نے عائشہ کو بتایا۔وہ جو ماہم کی عیادت کے لیے بلاناغہ آرہی تھی۔ان کی بات پر چونک گئی۔ماہم کے حادثے نے ثمن آپی کو بھی بہت تبدیل کر دیا تھا۔ان کے مزاج میں واضح طور پر انکساری

، عاجزی اور خوف خدا کے رنگ جھلکنے لگے تھے۔

''انسان کتنا عجیب ہے ناں، نیکی کی طرف بھی کسی حادثے کی وجہ سے ہی مائل ہوتا ہے۔۔۔'' اُس دن ہسپتال سے نکلتے ہوئے عائشہ نے ڈاکٹر خاور سے کہا۔

''اسی لیے تو کہا گیا ہے کہ انسان خسارے میں ہے۔۔۔'' ڈاکٹر خاور نے اپنی گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے عائشہ کی طرف دیکھا۔

''کیا ماہم کا قصور اتنا بڑا تھا کہ اُسے اتنی بڑی سزا ملی۔۔۔؟؟؟'' عائشہ نے فرنٹ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے ڈاکٹر خاور سے پوچھا۔

''یہ تو اوپر والی ذات جانتی ہے، اور ہمیں کیا پتا کہ یہ سزا ہے یا کوئی آزمائش۔۔۔؟؟؟'' ڈاکٹر خاور نے اپنی گاڑی اسٹارٹ کی اور مین روڈ پر لے آئے۔ ''ہاں اس کی حد درجہ حسن پرستی اور اللہ کی مخلوق کا مذاق اڑانے والی عادت سے بعض دفعہ مجھے خوف آتا تھا کہ اللہ کہیں کسی لفظ پر پکڑ نہ لے اور اللہ کی پکڑ بہت شدید ہوتی ہے۔۔۔'' ڈاکٹر خاور نے گاڑی کی رفتار تیز کرتے ہوئے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

''اس چیز سے تو میں بھی اکثر اُسے منع کرتی تھی، خیر چھوڑیں یہ بتائیں، رامس کیسا ہے۔۔۔؟؟؟؟'' عائشہ کو اچانک خیال آیا۔

''رامس ماشاءاللہ بہت بہتر ہے، میں نے امی سے کہا ہے کہ بس فوراً اس کی شادی کریں، نابیہ اچھی لڑکی ہے۔۔۔'' ڈاکٹر خاور نے اُس کے گھر کی جانب اپنی گاڑی موڑتے ہوئے اُسے بتایا تو وہ مسکرا دی۔

''پھر آنٹی نے کیا کہا۔۔۔؟؟؟؟''

''انہوں نے صاف انکار کر دیا کہ بڑے کی موجودگی میں چھوٹے بیٹے کی پہلے کیسے کر دوں۔۔۔'' ڈاکٹر خاور تھوڑا سا شوخ ہوئے تو عائشہ کے دل کی دھڑکنیں بے ربط ہوئیں اور اُس نے نگاہیں جھکا لیں۔

''میں نے کہا کہ میرے اکلوتے سالے صاحب کا ہنی مون ٹرپ لمبا ہی ہوتا جا رہا ہے اور ایک اکلوتی سالی کینیڈا میں ہے، یہ دنیا بھر میں پھیلے بہن بھائی اکٹھے ہوں گے تو مجھ غریب کی سنی جائے گی۔'' ڈاکٹر خاور کی بات پر وہ کھلکھلا کر ہنسی اور ہنستی ہی چلی گئی۔

''لیں جناب، آپ کی منزل آ گئی۔۔۔'' ڈاکٹر خاور نے اُس کے گھر کے گیٹ پر اپنی گاڑی روکی۔

''اندر آئیں ناں، آپ کو اچھی سی چائے پلاتے ہیں۔۔۔'' عائشہ نے خوشدلی سے آفر کی۔

''نہیں جناب، پھر سہی، میرے پیشنٹ، میرا ویٹ کر رہے ہوں گے۔۔۔'' انہوں نے سلیقے سے منع کیا تو عائشہ بھی لاپرواہی سے کندھے اچکا کر رہ گئی۔ اس بات کا تو اُسے بھی اچھی طرح علم تھا کہ ڈاکٹر خاور اپنے پروفیشن کے معاملے میں کتنے حساس ہیں اس لیے وہ کبھی بھی ان کی پیشہ وارانہ ذمے داریوں کی راہ کی رکاوٹ نہیں بنی۔

☆ ☆ ☆

''سکینہ کے ابا، یہ کاکے کو پکڑ، کیسے ٹیوب ویل کی طرف بھاگا جا رہا ہے۔۔۔'' اپنے پنڈ والے گھر کے صحن میں رکھی چارپائی پر بیٹھی جمیلہ مائی نے اللہ دتے کمہار کو ننھے فہد کی طرف متوجہ کیا۔ خود وہ بڑی توجہ سے ساگ کاٹنے میں مصروف تھی۔

''اوئے ٹھہر جا، کیسے خرگوش کی طرح بھاگا جا رہا ہے۔۔۔'' اللہ دتے کمہار نے جاجی کے چھوٹے بیٹے کو پیار سے ڈانٹا اور اپنا حقہ چھوڑ کر اُس کے پیچھے بھاگا۔

''دیکھ سکینہ کی ماں یہ کتنا شوخا ہے، قابو ہی نہیں آتا۔۔۔'' اللہ دتا کمہار پھولی ہوئی سانسوں کے ساتھ اُس ڈھائی سالہ بچے کو بمشکل پکڑ کر لایا تھا جو ٹیوب ویل کے ٹھنڈے پانی میں نہانے کو مچل رہا تھا۔

''اماں، اس کو بھی سنبھال لے، میں جلدی جلدی چولہے میں لکڑیاں جلا لوں، جاجی کے آنے کا ویلا ہو رہا ہے، ہانڈی ابھی پکی نہیں۔۔۔'' جاجی کی بیوی نے چار سالہ سکینہ کو اپنی ساس کی گود میں زبردستی بیٹھایا۔

''پتر، سکینہ کو تو بخار لگ رہا ہے۔۔۔'' جمیلہ مائی نے اپنی چار سالہ پوتی کا گرم ماتھا چھو کر فکرمندی سے کہا تو وہ لاپرواہی سے بولی۔

''ہاں ناں اماں، سارا دن تو کھیتوں میں ننگے پاؤں پھرتی ہے اتنی ٹھنڈ میں، تاپ نہیں چڑھے گا تو اور کیا ہوگا۔۔۔'' جاجی کی بیوی نے اپنی ساس کو شکایت لگائی اور خود سوکھی لکڑیاں چولہے میں رکھ کر آگ جلانے لگی۔

''پتر تو ہانڈی پکا، میں سکینہ کے دادے کے ساتھ جا کر حکیم سے دوائی لے آوں، میری دھی رانی کا متھا، کسی تندور کی طرح تپ رہا ہے۔۔۔'' جمیلہ مائی نے جھٹ سے اپنی چادر اٹھائی اور سکینہ کو اللہ دتے نے اٹھایا اور دونوں باہر نکل آئے۔

''دیکھ بھلیے لوکے، اللہ سوہنے نے تیرا خواب سچا کر دیا، تو نے پنج (پانچ) سال پہلے خواب دیکھا تھا ناں کہ ہمارے پنڈ والے ویہڑے میں بچے ہیں پر سکینہ نہیں۔۔۔'' پنڈ کی کچی گلیوں سے گذرتے ہوئے اللہ دتے کمہار کو پانچ سال پہلے کی بات یاد آئی۔

''لیکن ہمارے ویہڑے میں تو ہماری سکینہ بھی ہے۔۔۔'' جمیلہ مائی نے ہنس کر یاد دلایا تو اپنے کندھے پر چار سالہ سکینہ کو اٹھائے اللہ دتا اپنی بیوی کی معصوم سی شوخی پر ہنس دیا۔

''اللہ ہمارے جاجی کو زندگی اور صحت دے، اُس نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔ ہمارے لیے اپنی بے بے کے سامنے ڈٹ گیا۔ جب سے سکینہ فوت ہوئی ہے اُس نے ایک دن بھی ہمارا ساتھ نہیں چھوڑا۔ آخر کار اس کی محبت کے آگے اُس کی بے بے کو بھی گھٹنے ٹیکنے پڑے۔۔۔'' اللہ دتا کمہار حکیم کی دکان کی طرف بڑھتے ہوئے بڑے فخر سے مسکرایا۔

''یہ سب اللہ سوہنے کا کرم ہے، وہ اپنے بندے کو کبھی اکیلا نہیں چھوڑتا'' جمیلہ مائی کا اللہ پر یقین اور بڑھ گیا تھا۔ جاجی نے اپنی بیٹی کا نام سکینہ کے نام پر رکھ کر انہیں اپنی محبت کا ہمیشہ کے لیے مقروض کر دیا تھا۔ خوش قسمتی سے اس کی بیوی بھی اچھی تھی اور وہ دونوں میاں بیوی کی دل سے عزت کرتی تھی۔

''ہاں بھلیے لوکے، مجھے یاد آیا، ڈاکٹر خاور کا فون آیا تھا، اُس نے اپنی دھی کے نام پر جو معذور بچوں کا ادارہ بنایا ہے، اس کی چوتھی سالگرہ ہے، ہمیں خصوصی طور پر بلوایا ہے، کہتا ہے کہ ایک اور وارڈ بنایا ہے، اُس کا فیتہ ہم سے کٹوائے گا'' اللہ دتے کی بات نے جمیلہ مائی کو خوشگوار حیرت میں مبتلا کیا۔ اگلے دو دن وہ اسی بات کو سوچ کر مسکراتی رہی۔

☆ ☆ ☆

''بہت تھک گیا ہوں یار، اچھی سی چائے تو بنوا کر بھیجو۔۔۔'' اپنے اسٹڈی روم کی طرف جاتے ہوئے ڈاکٹر خاور نے عائشہ سے فرمائش کی تو وہ مسکرا دی۔

''میں چائے بھجواتی ہوں، اس کے بعد مجھے امّی کی طرف جانا ہے، موحد بھائی کے بیٹے کی سالگرہ ہے آج۔۔۔'' عائشہ نے تیزی سے پرفیوم کا چھڑکاؤ اپنے اوپر کرتے ہوئے مصروف انداز سے کہا۔ موحد اور شائیلہ اپنے بیٹے کے ساتھ بہت خوشگوار زندگی بسر کر رہے تھے۔

''میری طرف سے بھی وِش کر دینا اسے۔۔۔'' ڈاکٹر خاور کے مصروف انداز پر وہ مسکرائی اور کمرے سے نکل گئی۔ ان دونوں کی شادی کو ساڑھے چار سال کا عرصہ ہو چکا تھا۔ ساڑھے تین سالہ ابتہاج اور ایک سال کی انوشے نے ان کی فیملی کو مکمل کر دیا تھا وہ دونوں ایک بھرپور ازدواجی زندگی گذار رہے تھے۔ رامس، نابیہ سے شادی کے بعد دوبئی شفٹ ہو گیا تھا۔ ماہم پچھلے پانچ سال سے مختلف ہسپتالوں میں تھی۔ اُس کی ذہنی حالت بگڑ گئی تھی۔

''آج پھر اکتیس دسمبر ہے۔۔۔'' انہوں نے کیلنڈر پر اکتیس دسمبر کے گرد سرخ حاشیہ غور سے دیکھا ایک ایسا ہی حاشیہ ان کے دل کے گرد بھی لگا ہوا تھا۔ وہ چائے کا کپ اٹھائے اسٹور روم میں چلے آئے جہاں وارڈروب کے ایک خانے میں لوہے کی وہ ڈری آج بھی محفوظ تھی۔ انہوں نے اسٹور کا دروازہ بند کیا اور وارڈروب سے وہ گرد آلود چھوٹی سی ڈری باہر نکالی اُس پر لگے چھوٹے سے تالے کی چابی بھی انہوں نے سنبھال کر رکھی ہوئی تھی۔ عائشہ کی ایک اچھی عادت تھی کہ وہ خوامخواہ تجسس میں نہیں پڑتی تھی۔ اُس نے ایک آدھ دفعہ اُس کے بارے میں پوچھا لیکن ڈاکٹر خاور ٹال گئے اور اُس کے بعد اُس نے بھی کبھی کوئی سوال نہیں کیا۔

انہوں نے ڈری کھولی اور اُس کے اندر موجود اشیاء کو بڑی عقیدت کے ساتھ باہر نکالنے لگے۔ یہ وہ ساری اشیاء تھیں جنہیں سکینہ اللہ دتا اپنی زندگی میں بہت سنبھال کر رکھتی تھی۔ ان اشیاء میں ڈاکٹر خاور کا ایک چشمہ، تین چار بال پوائنٹس، ایک رومال، کی چین، اور کچھ خشک پھول تھے۔ ایک ڈائری جس میں ڈاکٹر خاور کی ایک پاسپورٹ سائز تصویر جو اللہ جانے اُس نے کہاں سے لی تھی۔ کچھ کتابیں جو ڈاکٹر خاور نے اُسے وقتاً فوقتاً گفٹ کی تھیں۔ اس کے علاوہ اُس کی اپنی ایک خشک فیئر اینڈ لولی، سستی سی لپ اسٹک، کاجل، چوڑیاں اور ہار سنگار کی چند معمولی سی اشیاء جو اس لڑکی کی زندگی میں ایک قیمتی متاع کی حیثیت رکھتی تھیں۔ جن کو ہر سال اکتیس دسمبر کو دیکھتے ہوئے ڈاکٹر خاور کی آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا جاتیں۔ وہ کئی گھنٹے اس اسٹور میں ان پرانی یادوں کا سوگ مناتے، اور پھر اگلے سال کے لیے اُسے سنبھال کر رکھ دیتے۔۔۔

ڈاکٹر خاور کی نگاہیں سکینہ کی ڈائری پر تحریر اُس نظم پر پھسلنے لگیں۔

محبت ایک دیمک ہے۔۔۔
جو کھا جاتی ہے سب کچھ یوں۔۔۔
کہ جیسے شب سیاہ ہو کوئی۔۔۔
گناہوں کو نگل جائے۔۔۔
یا جوں دنیا کے اندھے لوگ۔۔۔

دنیا کو ڈبوتے ہیں۔۔۔

محبت ایک دیمک ہے۔۔۔

یہ جس دل میں اتر جائے۔۔۔

اُسے تو خار دیتی ہے۔۔۔

کسی صحرا میں لے جا کر۔۔۔

پیاسا مار دیتی ہے۔۔۔

خبر، اس کی نہیں ہوتی۔۔۔

کہ کب گھیر لے یہ کس کو۔۔۔

اسے نہ زندگی سمجھو۔۔۔

کہ سفر دشوار ہے اس کا۔۔۔

سراب زندگی سمجھو۔۔۔

محبت ایک، دیمک ہے۔۔۔

مجھے بھی یہ لگی تھی جب۔۔۔

اُسے دل میں بسایا تھا۔۔۔

حیات جاوداں سمجھا۔۔۔

اُسے اپنا، بنایا تھا۔۔۔

کہ اب تو یوں یہ جیتی ہے۔۔۔

مجھے مردہ بنا کر بس۔۔۔

جگر کا خون پیتی ہے۔۔۔

جگر کا خون پیتی ہے۔۔۔

☆ ☆ ☆

وہ فیصل مسجد سے جمعہ کی نماز پڑھ کر باہر نکلے تو موسم نے اسی وقت انگڑائی لی اور مارگلہ کی پہاڑیوں پر ایک سیاہ بدلی نے بسیرا کر رکھا تھا۔ موسم زبردست تھا اور اسی لمحے ٹھنڈی ہوا کا نم آلود جھونکا اُن کے چہرے سے ٹکرایا لیکن دل میں اُداسی کا ڈیرہ تھا اس لیے کسی قسم کی خوشگواریت کا کوئی احساس نہیں جاگا تھا۔ چہرے پر رہنے والی دھیمی مسکراہٹ آج ناپید تھی۔ شفاف پیشانی پر تفکر کی لہریں، آنکھوں میں رنجیدگی اور لبوں پر خاموشی کا راج

تھا۔ چلتے ہوئے اُن کے قدموں میں محسوس کی جانے والی شکستگی کا احساس نمایاں تھا۔ وہ نڈھال قدموں سے پارکنگ کی طرف جا رہے تھے۔ راستے میں خوش باش لوگوں کے بے فکری کی دولت سے مالا مال چہرے اُن کے لیے باعث رشک تھے۔

''انہوں نے اپنی سیاہ ہنڈا سوک کا دروازہ ابھی کھولا ہی تھا کہ اچانک ایک بوڑھی عورت نے اپنا ہاتھ اُن کے آگے پھیلایا۔ انہوں نے بوسیدہ خاکی سے رنگ کی چادر میں اُس بوڑھی بھکارن کو دیکھا۔ آج جمعے کی وجہ سے فیصل مسجد کے باہر فقیروں کی تعداد میں خاصا اضافہ تھا۔ اُن کے سامنے کھڑی خاتون کی رنگت سیاہی مائل، جسم میں کمر کے مقام پر اچھا خاصا خم اور آنکھوں کے نیچے حلقے تھے۔ اُس کے چہرے کی جھریوں میں زمانے کی سختی کے نقش ثبت تھے۔

''بیٹا، اللہ سائیں دل کا سکون دے، اُس کے صدقے اِس بڑھیا کی کچھ مدد کرتا جا'' اُس کی آواز میں صدیوں کا دُکھ ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔

اِس دعا پر اُن کے دل کو جھٹکا لگا۔ وہ ایک دم ساکت رہ گئے۔ بدن کے ہر مسام سے گویا پسینہ پھوٹ پڑا تھا۔ ایسے لگا جیسے اُن کا دل کسی نے مٹھی میں پکڑ کر بھینچ دیا ہو۔ یا پھر کوئی ٹرین تیز رفتاری سے اُن کے وجود سے گذر کر اُن کے پرخچے اُڑا گئی ہو۔ اُن کے تنفس کی رفتار یکبارگی بڑھ گئی تھی۔ غیر ارادی طور پر انہوں نے اپنا والٹ نکالا اور بغیر دیکھے ایک نیلا نوٹ باہر کھینچا اور اُس بھکارن کی طرف بڑھا دیا۔ لیکن اُس نے لینے کے لیے ہاتھ نہیں بڑھایا تھا۔ اُس کے چہرے پر تذبذب کے آثار تھے۔

''صاحب! کھلے پیسے نہیں ہیں میرے پاس۔۔۔'' انہوں نے قدرے الجھ کر اُسے دیکھا جو سانس روکے ہزار کے نوٹ کو دیکھ رہی تھی۔ انہوں نے پھیکی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

''دل کا سکون اتنی آسانی سے اور اتنا سستا تو نہیں ملتا۔''

اتنی بات کہ کر انہوں نے پیسے اُسے پکڑائے اور فوراً گاڑی میں بیٹھ گئے۔ اس وقت ان کے چہرے پر پھیلی تاریکی صاف دکھائی دے رہی تھی جبکہ اس عورت کو لگتا تھا کسی غیر مرئی طاقت نے جکڑ لیا تھا۔ اُن کی گاڑی اب بڑی سرعت سے اسلام آباد کی سڑکوں پر دوڑ رہی تھی۔ کچھ ہی منٹوں کے بعد وہ اسلام آباد کے سیکٹر ایچ ایٹ کی طرف گامزن تھے۔ ان کی گاڑی کی پچھلی نشست پر سفید رنگ کے شاپر میں ڈھیر ساری گلاب کی پتیاں تھیں۔ جن کی خوشبو پوری گاڑی میں پھیلی ہوئی تھی۔

''اُن کی گاڑی ایچ ایٹ سیکٹر کے قبرستان کے سامنے آ کر رک گئی تھی۔ یہ وہ شہر خموشاں تھا جہاں ادب کے کئی نامور ستارے مثلاً قدرت اللہ شہاب، ممتاز مفتی اور پروین شاکر وغیرہ مٹی اوڑھ کر سوئے ہوئے تھے یہ وہ نام تھے جن کی تحریروں میں کبھی زندگی کا دل دھڑکتا تھا۔ اب وہ صرف لفظوں میں زندہ تھے۔ اِن سب خاص لوگوں کے پاس ایک سفید ماربل کی ایک عام سی قبر تھی۔ جس میں کسی زندہ شخص کا سارا سکون دفن تھا۔

اُس قبر پر کیکر کے درخت کی چھاؤں تھی اور کیکر کے پتے پوری قبر پر پھیلے ہوئے تھے۔ انہوں نے سب سے پہلے ہمیشہ کی طرح فاتحہ پڑھی اور پھر ساری پتیاں وہاں بکھیر دیں۔ پوری قبر اب گلاب کی پتیوں کا لبادہ اوڑھ چکی تھی۔ وہ اب اطمینان سے بیٹھ کر سورہ یسین اپنی جیب سے نکال کر پڑھ رہے تھے۔ اس وقت قبرستان میں اکا دُکا لوگ تھے۔ جیسے جیسے وہ تلاوت کر رہے تھے اُن کے پورے دل میں سکون کی لہریں اپنی جگہ بنا رہی

تھیں۔ وہ پچھلے چھ سال سے سکینہ کی برسی پر یہاں آتے تھے، لیکن ان کی شریک حیات اس بات سے بے خبر تھی۔ ''سکینہ ٹرسٹ'' کو مسز ماریہ بہت کامیابی سے چلا رہی تھیں۔ جمیلہ مائی کے علاوہ وہ واحد خاتون تھیں جو جانتی تھیں کہ اس ٹرسٹ کو بنانے کے پیچھے کون سا جذبہ کارفرما ہے۔ ڈاکٹر خاور چاہنے کے باوجود کبھی بھی عائشہ کے ساتھ یہ راز شیئر نہیں کر سکے اور ویسے بھی وہ اس بات پر یقین رکھتے تھے کہ بعض باتیں دل کے نہاں خانوں میں ہی اچھی لگتی ہیں۔ دل کی ہر بات بتانے کے لیے تھوڑی ہوتی ہے۔

واپس آ کر وہ گاڑی میں بیٹھے تو ان کی نظر سامنے ڈیش بورڈ پر پڑے سیل فون پر پڑی، انہوں نے فون اٹھا کر دیکھا اُس پر پوری بیس مسڈ کالز تھیں۔ اور وہ دیکھے بغیر جانتے تھے کہ یہ کالز بس ایک ہی نمبر سے آئی ہونگی۔ اور اُس نمبر سے وہ بخوبی واقف تھے۔ جی ہاں یہ نمبران کی شریک حیات عائشہ خاور کا تھا جس نے انہیں گذشتہ ساڑھے پانچ سالوں میں ازدواجی زندگی کی ڈھیروں خوشیاں دیں لیکن ان تمام خوشیوں کے باوجود ڈاکٹر خاور کے دل کا ایک کونہ ہمیشہ اُداس ہی رہا۔ وہاں کسی کی یاد کا جلتا چراغ ایک کسک کا باعث بنتا رہا۔ وہاں ایک ایسی لڑکی کی یادیں دفن تھیں جسے زمانے کی تلخ اور بے رحم حقیقتوں کی دیمک کھا گئی تھی۔

جی ہاں۔۔۔!!!! مشہور و معروف، پرکشش شخصیت کے حامل ڈاکٹر خاور علی جن کے قدموں میں کئی لڑکیوں کے دل دھڑکتے تھے۔ جنہیں مسیحائی سے عشق تھا۔ جن کی فہم و فراست اور قابلیت ہر قسم کے شک و شبہ سے بالاتر تھی۔ انہیں کبڑے پن کی بیماری کا شکار سکینہ اللہ دتا سے اس کی موت کے بعد محبت ہو گئی تھی۔